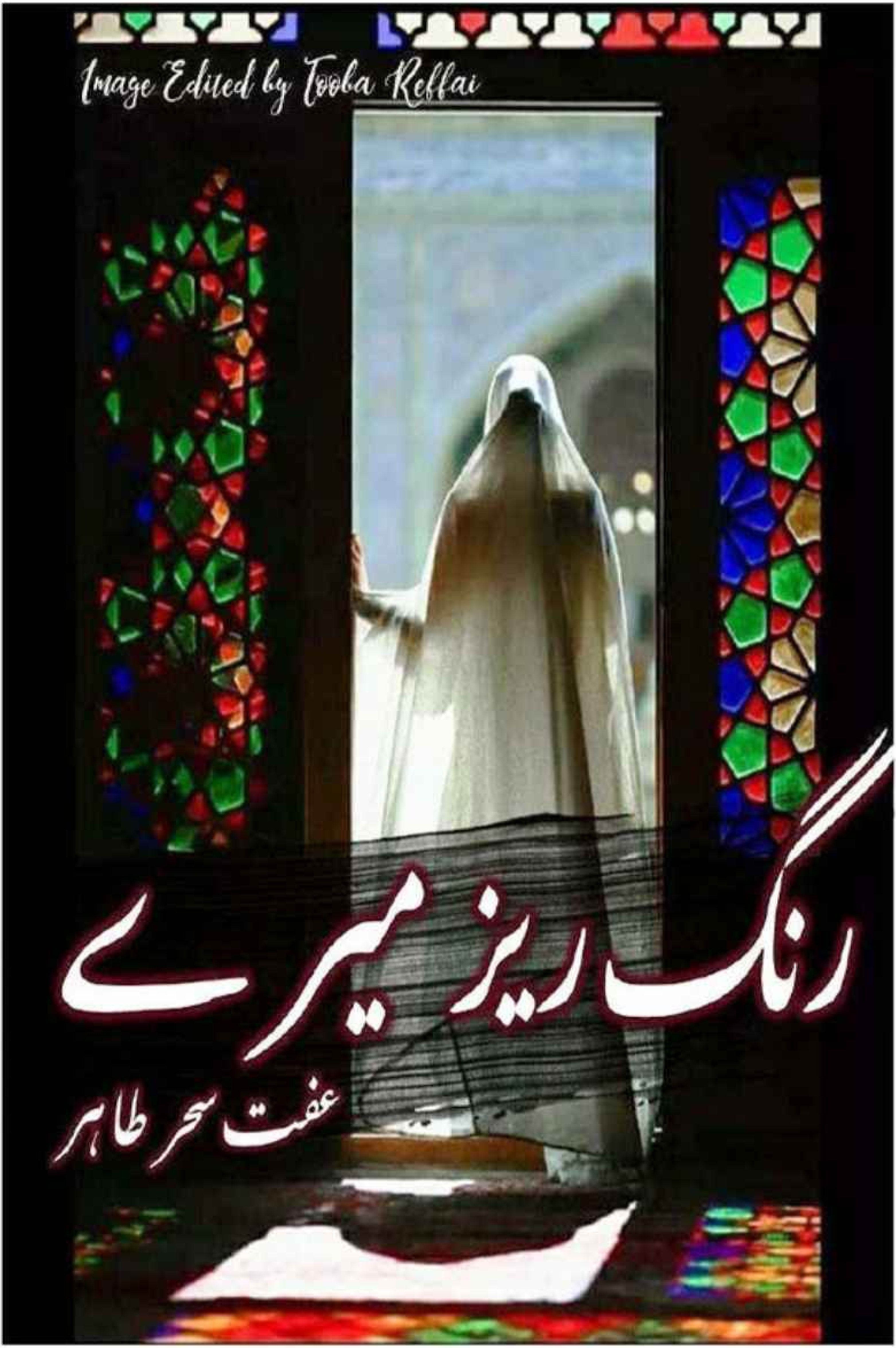
Image Edited by Tooba Reffai
رنگ ریز میرے
عفت سحر طاہر

عفت سحر طاہر

رنگ دے رنگ دیس تیرے

ایکسیڈنٹ اس قدر شدید تھا کہ کار کا اگلا حصہ بہت بری طرح پچک گیا تھا۔ ٹرالر کا بھی خاصا نقصان ہوا مگر ڈرائیور کی اپنی بچت ہو گئی تھی وہ بنا رکے وہاں سے فرار ہو گیا۔ ہائی وے پولیس کی پاس ہی گشت کرتی گاڑی سب سے پہلے موقع پر پہنچی۔

"مجھے نہیں لگتا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی بچا ہوگا۔"

ریسکیو ٹیم کو کال کرنے کے بعد ایک پولیس اہلکار نے گاڑی کا جائزہ لیتے ہوئے تاسف سے کہا۔ گاڑی کی اگلی نشستوں پر ڈرائیونگ سیٹ پر ایک مرد اور پسنجر سیٹ پر عورت موجود تھی جو گاڑی کے دروازے اور فرنٹ بری طرح پچک جانے کی وجہ سے اندر دب گئے تھے اور بے حس و حرکت خون میں لت پت دکھائی دے رہے تھے۔ ایکسیڈنٹ کی وجہ سے ٹریفک کی روانی متاثر ہوئی تھی اور لوگوں کا اژدہام وہاں جمع ہونے لگا تھا۔ جنہیں اس تکلیف دہ صورت حال میں بھی جائے حادثہ کی سب سے پہلے "موبائل کوریج" کی فکر لگی ہوئی تھی۔

حق ہاہ...... اس حادثے کا شکار لوگوں کے زندہ بچنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی تھی۔ پولیس کو ریسکیو کے عملے کا انتظار تھا۔ گاڑی کی باڈی کاٹ کر ہی دونوں لاشوں کو نکالا جا سکتا تھا۔ اور جب سب ناامید کھڑے تھے اسی وقت کسی بچے کے رونے کی گھٹی گھٹی سی آواز آئی تو دو پولیس اہلکار بے اختیار گاڑی کے پچھلے دروازے کی طرف لپکے جو بری طرح جام ہو چکے تھے۔ ایک پولیس والے نے باقاعدہ اپنی ناک گاڑی کے ڈارک براؤن شیشے کے

ساتھ جوڑ کر تصدیق چاہنے کی کوشش کی۔ پچکی ہوئی سیٹوں کے درمیان ایک چھوٹا بچہ اوندھے منہ گرا ہوا تھا اور دبی آواز میں رونے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ لوگ پرجوش ہو کر گاڑی کا دروازہ کھولنے اور کھڑکی کا شیشہ توڑنے کی کوشش کرنے لگے۔

زندگی ابھی سانس لیتی تھی۔ پوری طرح مری نہ تھی۔ اور نیٹ پر ویڈیوز اپ لوڈ کرنے کے شوقین عوام نئی ویڈیو بنانے کے لیے پرجوش اور بے تاب ہونے لگے۔

☆☆☆

ہاسپٹل کا سرد کوریڈور اس شام مزید سرد اور بے رحم لگ رہا تھا۔ بنچوں پر نڈھال سے بیٹھے چار نفوس ساکت سی کیفیت میں تھے۔ یقین ہی نہ آتا تھا کہ یہ حادثہ ان کے ساتھ پیش آچکا ہے بلکہ ایک قیامت ان پر آکر گزر چکی ہے۔

دفعتاً آئی سی یو کا دروازہ کھلا اور ایک نرس تیزی سے باہر آئی۔

"سر! آپ کے پیشنٹ کو ہوش آگیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ جلدی کیجیے۔" وہ بہ عجلت بولی تو وہ سب یوں آئی سی یو کی جانب لپکے جیسے دوبارہ سے زندگی کی نوید مل گئی ہو۔

مگر زندگی جیسی قیمتی چیز یونہی نہیں مل جایا کرتی۔

☆☆☆

سرخ گلابوں سے سجی سیاہ شان دار کار سبک رفتاری سے فاصلہ طے کرتی ایک پوش علاقے میں داخل ہو چکی تھی۔

اس گاڑی میں نئی نویلی دلہن اس کے ساتھ اس کا دولہا پچھلی سیٹ پر براجمان تھا۔ دلہن کا سر بوجھل اور درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

گھر والوں سے لڑکی کو کتنا بھی پیار کیوں نہ ہو۔ رخصتی کے وقت گاڑی کے چلتے ہی اس کی سانسوں اور خیالات کے تمام دھاگے پہلو میں بیٹھے شخص سے جڑ جاتے ہیں۔ آنے والے لمحوں کا خیال دل کو عجیب سے انداز میں دھڑکانے لگتا ہے۔

مگر اس گاڑی میں بیٹھے لوگ...... شاید انسان نہیں روبوٹ تھے۔ دلہن ٹوٹا دل اور دکھتا سر لیے بے دم تھی۔ میکے کی گلیوں سے لپٹنے اور خاک کو چومنے کو جی چاہ رہا تھا اور کچھ نہیں تو دھاڑیں مار مار کر جاہل عورتوں کی طرح گاڑی میں بیٹھنے کے بعد بھی روتی رہتی۔ مگر جیسے سارے رشتے ختم کر کے وداع کی گئی ہو۔ وہ سوگ کیا کرے اور کس برتے پر کرے؟ دولہا اپنے پہلو میں بیٹھی نئی نویلی دلہن سے بے پروا سپاٹ چہرہ لیے کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھتا نجانے کن سوچوں میں گم تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر اس کا کوئی کزن براجمان تھا اور فرنٹ سیٹ پر دولہا کی ماں۔ وہ بھی جیسے زبان کو چپ کا تالہ لگائے ہوئے بیٹھی تھی مگر اس کا ذہنی تناؤ اس کے تاثرات سے جھلک رہا تھا۔

گاڑی ایک شان دار سی کوٹھی کے سامنے رکی تو سب ہی جیسے اپنے خیالات سے چونک گئے۔ چوکیدار نے گیٹ وا کیا۔ گاڑی پورچ میں چلی آئی۔ سب سے پہلے دولہا گاڑی سے اتر کر ملازمین سے کچھ پوچھتے ہوئے تیز قدموں کے ساتھ اندر کی طرف بڑھا۔ اگلی سیٹوں کے دروازے کھلے اور بند ہوئے۔ اس نے اپنی ساس کی سرد مہری آواز سنی۔

"ثریا! اسے اندر لے آؤ۔"

"اچھا بی بی جی؟"

چوکس کھڑی ثریا جلدی سے آگے بڑھی اور گاڑی کا دروازہ کھول کر ادھ موئی دلہن کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی سے باہر نکالا پھر ایک اور ملازمہ کو ساتھ لگا کر اس کا بھاری کامدانی لہنگا سنبھالتے ہوئے دلہن کو اندر لے چلی۔ کسی قسم کا کوئی استقبال نہ تھا نہ راستے پر پھولوں کی پتیاں نہ مہمانوں کی رونق۔ مگر دلہن بے چاری ابھی ان سب باتوں پر غور کرنے کے قابل ہی کہاں تھی۔ وہ تو شکر ادا کرتی اگر اسے سر درد کی گولی اور لیٹنے کے لیے فوری طور پر ایک عدد بیڈ مہیا کر دیا جاتا۔ مگر اس دنیا کے رسم و رواج......

اسے سیدھا لے جا کر اس کے بیڈ روم میں بٹھا دیا گیا۔ اس کی ساس اور شوہر اس کے بعد دکھائی نہیں دیے تھے۔ یوں جیسے اس ڈرامے میں ان کا اتنا ہی کردار تھا۔

"ایک سر درد کی گولی مل جائے گی؟" ملازمہ اسے اس کے بیڈ پر بٹھا کر جانے لگی تھی جب اس نے تمام ترشرم کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اسے آواز دے لی۔

"جی ابھی لائی۔ ایک کپ چائے بھی بنا دوں؟" ملازمہ خوش دلی سے بولی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

بیڈ کراؤن سے سر لگائے وہ چائے اور گولی کا انتظار کر رہی تھی جب دولہا صاحب کی انٹری ہوئی۔ گھونگھٹ تو تھا نہیں وہ اس کی طرف دیکھے بنا بس سنبھل کر سیدھی ہو بیٹھی۔ پلکیں جھکائے۔ نظریں گود میں جمائے جیسے سزا سنائے جانے کی منتظر ہو۔ وہ شیروانی کے بٹن کھولتا اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟ ثریا کہہ رہی تھی، سر درد کر رہا ہے۔" بات برائے بات تھی۔ مگر اسے لہجہ بہت جانا پہچانا سا لگا۔

(ابا آپ قسم لے لیں، میں کسی کو نہیں جانتی) اس کا دل لرزا۔

"جی۔" اس نے چاہتے ہوئے بھی پلکیں نہیں اٹھائیں۔ وہ سامنے کاؤچ پر بیٹھتے ہوئے سگریٹ سلگا رہا تھا۔

"ہمم...... تم اتنی دیر میں چینج کر لو۔ ثریا چائے لا رہی ہے۔"

سگریٹ کا دھواں منہ اور ناک سے نکالتے اسے اذن رہائی دیا گیا۔ اب کی بار وہ ذرا سا ٹھٹکی۔ مگر فی الحال اس نے کوئی بھی تاثر ظاہر کیے بنا بستر پر سے اتر کر سینڈلز میں پاؤں ڈالے اور خفیف سی پلکیں اٹھا کر اپنے شریک سفر کی طرف اچٹتی نگاہ ڈالی تو وہ سامنے ڈریسنگ روم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"یہ ڈریسنگ روم ہے۔ تمہارے کپڑے وہیں ہوں گے، دیکھ لینا۔"

مگر وہ سن ہی کہاں رہی تھی۔ اس شاندار گھر کی چھت اس کے سر پر گویا آن ہی تو گری تھی۔

"تت...... تم؟" بے یقینی سے اس کی آنکھیں پھیلیں۔

اس کی حالت کے برعکس وہ کاؤچ سے ٹیک لگائے نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے ساتھ پڑی تپائی پر رکھی ایش ٹرے میں سگریٹ کی راکھ جھاڑ رہا تھا۔ یعنی وہ اچھی طرح واقف تھا کہ اس کی شادی "کس" کے ساتھ ہو رہی ہے وہ چکراتے سر کو سنبھالنے کی کوشش میں ناکام ہو گئی۔ کچھ تو پہلے بھی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اوپر سے اس شخص کو جیون ساتھی کے روپ میں اپنے سامنے دیکھنا جس نے بھی اسے "بدکردار" اور "دولت کی بھوکی" کہا ہو...... اس نے اپنی ٹانگوں میں کھڑے ہونے کی سکت ختم ہوتی محسوس کی تھی۔ کمرے میں دستک دے کر داخل ہوتی ملازمہ پھٹی آنکھوں سے نئی نویلی دلہن کو دونوں ہاتھوں میں سر تھامے کارپٹ پر گھٹنوں کے بل

بیٹھا دیکھ رہی تھی۔

"چائے وہاں رکھو...... اور تم جاؤ۔" وہ تحکمانہ بولا تو ثریا جلدی سے سائیڈ ٹیبل پر ٹرے رکھتی تیر کی طرح باہر نکلی۔

سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسل کر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے سامنے جا کر ہاتھ آگے بڑھایا۔

"اٹھو۔ آملیٹ اور چائے آگئی ہے۔"

"دور رہو مجھ سے اور مجھے بتاؤ کہ کیا گیم کھیلنا چاہ رہے ہو تم میرے ساتھ۔" وہ یک لخت چہرے پر سے ہاتھ ہٹا کر بھیگے ہوئے مگر پر تپش لہجے میں غرائی تھی۔

"شادی کر کے لایا ہوں۔ تمہیں بھگا کر یا اٹھا کر نہیں۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"مگر کیوں...... کس لیے؟ جبکہ تم میرے بارے میں اپنے اعلا خیالات کا اظہار میرے منہ پر ہی کر چکے تھے پھر کیوں میرے گھر والوں کے سامنے میرے کردار پر دھبا لگایا تم نے۔"

اس کے آنسو رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

وہ ذرا تھما پھر بنا کچھ مزید کہے کمرے سے نکل گیا۔ اسے اور رونا آیا۔

یہ شخص اس دنیا کا آخری مرد بھی ہوتا تو وہ اس سے شادی کرنے سے کنواری مرنا بہتر سمجھتی۔ مگر وائے قسمت۔

تھوڑی دیر بعد وہ کمرے میں داخل ہوا تو ایک بچی اس کے بازوؤں میں تھی۔ اسے کارپٹ پر اتارتے ہوئے وہ ضبط سے بولا۔

"اس کے لیے یہ گیم کھیلی ہے میں نے۔"

دلہن نے بے یقینی سے اس بچی کو دیکھا چند سیکنڈز لگے تھے اسے پہچاننے میں۔ وہ بمشکل ہکلاتے ہوئے پوچھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"یہ...... یہ تو......؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اسے ماں کی ضرورت ہے...... اور یہ جگہ تم ہی پر کر سکتی تھیں۔" وہ جیسے کسی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"کیوں۔ اس کی اپنی ماں مر گئی ہے کیا؟" اس نے پھٹ پڑنے والے انداز میں کہتے ہوئے اپنے تئیں بڑی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا لیکن......

"ہاں۔" مخالف کے یک لفظی جواب نے اسے سن کر دیا۔ ہاتھ بے اختیار سینے پر رکھتے وہ پھٹی آنکھوں میں بے یقینی لیے اسے دیکھنے لگی۔ بچی بہت پر شوق نگاہوں سے دلہن کو دیکھ رہی تھی اور دلہن کی بے یقین نگاہیں دولہا پر تھیں جس کا وجیہہ چہرہ غم کے مارے دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

کچھ اتنے دنوں کی ٹینشن اور ڈپریشن...... کچھ ذہنی تناؤ...... اور اب موجودہ صورت حال۔ اس نے اپنا دل ڈوبتا محسوس کیا اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور وہ لہرا کر زمین بوس ہو گئی۔

☆☆☆

وین والا دیر سے لینے پہنچا تب تک اس کا دم حلق میں آن اٹکا۔ وین والے کو ڈانٹتی بکتی جھکتی وین میں بیٹھنے تک وہ ادھ موئی ہو چکی تھی۔ وین والا حسب عادت معمولی ڈھٹائی سے دانت کو نکوس لعنت ملامت سن کر اطمینان

سے ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا اور وین اڑانا شروع کر دی۔

وہ نروس سی انگوٹھے کا ناخن دانتوں سے چبا رہی تھی۔ آج سیکنڈ ٹائم پیپر تھا اور اس کی ایگزامز کے طور پر چار گھنٹے ڈیوٹی کے بعد چار بجے چھٹی تھی مگر وین ساڑھے چار بجے کالج پہنچی تھی۔

(ابو ابا شاید گھر آچکے ہوں) اس کا دل کسی کھائی میں ڈوبا...... یا آنے والے ہوں گے۔ اس نے خوش گمانی کو دل میں جگہ دینا چاہی۔ ساتھ بیٹھی خوش گپیاں لگاتی پیپر ڈسکس کرتی بے فکر لڑکیوں کو رشک بلکہ حسرت سے دیکھا۔ کسی کو بھی اس آدھے گھنٹے کی معمولی سی دیر سے کچھ فرق نہ پڑا تھا۔ ماسوائے اس زرد پڑتی رنگت والی لڑکی کے۔ وہ یاسیت سے سوچ رہی تھی۔ گلی کے نکڑ پر اترتے ہی وہ چیل کی سی تیزی کے ساتھ گھر کی طرف لپکی اور ابھی دروازہ پوری طرح بجایا بھی نہ تھا کہ ایک دم سے دروازہ کھل گیا۔ اپنے ہی جیسی اڑی رنگت والی عورت کو سامنے دیکھ کر اس کی دھڑکن مدھم پڑی۔ وہ خوف زدہ عورت اس کی ماں تھی۔

"ابا آگئے؟" اس نے اندر داخل ہوتے سرگوشی میں پوچھا۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلایا تو اس کی جان نکلنے لگی۔ اس کی آمد کی خبر اس کے باپ کو بھی ہو گئی تھی جب ہی وہ کمرے سے صحن میں نکل آئے۔ ان کی خشمگیں نگاہوں سے نکلتے شعلے پل بھر میں اسے راکھ کر گئے۔

"وہ...... ابا...... وین والا لیٹ تھا...... پیپر تو کب کا ختم ہو چکا تھا......" وہ خشک ہوتے حلق کے ساتھ ہکلائی۔

"میں کہہ رہا ہوں زاہدہ! پر قینچ کرو اس کے...... روتی پھرو گی پھر۔" وہ سرد مہری سے اماں سے مخاطب تھے مگر ان کی نگاہ سامنے کھڑی لڑکی کو چھیدے جا رہی تھی۔

"گھر بٹھاؤ اسے کل سے۔ دو چار ماہ میں کہیں ٹھکانے لگاتا ہوں اسے، تاکہ سر کا بوجھ اترے ہمارا۔ یہ بھی بہانے بازیوں پر اتر آئی ہے۔ دغا دے گی کسی روز۔"

باپ کی کٹیلی نگاہ اور زہریلی بات پر اسے لگا، وہ کھڑے کھڑے مر گئی ہو۔

باپ کا یقین بیٹی کے کردار پر سے اٹھ جائے تو جسمانی نہ سہی روحانی موت ضرور آجایا کرتی ہے۔ وہ بھی ایسی ہی موت کا شکار ہو رہی تھی۔

وہ بکتے جھکتے اندر چلے گئے تو ماں نے سکھ کی سانس لی اور اس کا بازو کھینچ کر تقریباً اسے گھسیٹ کر اس کے کمرے میں لے آئیں۔

"چلو شکر ہے۔ تھوڑے میں جان چھوٹ گئی۔" ماں کی بات سن کر اس کے منجمد حواس پگھلنے لگے۔

شائع ہو گئے ہیں

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

☆ فصل غم کا گوشوارہ	رضیہ جمیل	قیمت: -/300 روپے
☆ زرد موسم	راحت جبیں	قیمت: -/1000 روپے
☆ حساب دل رہنے دو	نبیلہ عزیز	قیمت: -/400 روپے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37، اردو بازار، کراچی۔ فون 6361

"تھوڑے میں جان چھوٹی؟ بیٹی کے کردار کو مشکوک سمجھنا۔ آپ کی نظر میں یہ تھوڑی سی بات ہے اماں؟"
اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک گئے آواز گلے میں گھٹ گئی۔
"بیٹی کے واقعی بدکردار نکلنے سے تو چھوٹی ہی بات ہے۔" اماں یک دم سرد لہجے میں بولیں تو اس کے حواس ٹھہرے۔
"کوئی بھی والدین اپنی ساری اولاد کو ایک ہی پلڑے میں نہیں تولتے اماں! ہر بچے کی کرنی اسی کے پلڑے میں رکھنی چاہیے تاکہ سب ہی کو ایک ہی حساب سے تولنا شروع کر دیں۔" وہ شدید دکھ کی کیفیت میں گھری بامشکل بول پائی۔
"دودھ کے جلے ہیں وہ۔ سانپ پر پاؤں آیا ہے تب ہی رسی سے بھی ڈر رہے ہیں۔" اماں کی کیفیت ویسی نہ تھی جس کا شکار بیٹی تھی۔
"اپنی اولاد پر تو اعتبار کریں اماں؟"
"اولاد پر اعتبار نے ہی تو انہیں پورے قد سے گرایا ہے۔ وہ بھی پوری دنیا کے سامنے۔"
وہ ایک دم سے اس کی طرف دیکھ کر بے حد تلخی سے بولیں تو اس کی بولتی بند ہو گئی۔ لمحہ بھر کے توقف کے دوران خود کو سنبھالنے کے بعد اماں نے اس کی چادر اتار کر اسے دوپٹہ تھمایا اور چادر تہہ کرتے عام سے انداز میں بولیں۔
"تم یہ بتاؤ۔ بچیوں کے پیپر کتنے رہ گئے ہیں اور کالج والے کب فارغ کریں گے تمہیں؟"
"ہوں۔" اس نے دبی دبی مگر گہری سانس بھری۔
"جاب کے وقت ہی انہوں نے کہہ دیا تھا کہ جاب چھوڑنے سے تین ماہ پہلے انتظامیہ کو بتانا ہوگا تاکہ وہ متبادل ٹیچر کا بندوبست کر سکیں۔ یہ مہینہ امتحانات کا ہے اماں! اس کے بعد بھی ابھی دو ماہ باقی ہیں میری جاب کے۔"
"چلو خیر......دو مہینے ہی او کھے ہیں پھر تو فری ہو جاؤ گی۔"
وہ اب یوں ہی وقت گزاری کے لیے اس سے باتیں کر رہی تھیں اور وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ ابا کی باتوں کی تلخی زائل کرنے کے لیے اماں اس سیشن کو آدھا گھنٹہ یوں ہی جاری رکھنے والی تھیں۔ سو وہ بھی ان کے سوالوں کے چھوٹے چھوٹے جواب دیتی رہی۔ جانتی تھی، ذہنی پراگندگی دور کرنے کے لیے ماں کی یہ "مینٹل تھیراپی" اس کے لیے بہت کارآمد تھی۔

☆☆☆

"دل یہ چھوٹا سا
چھوٹی سی آشا
مستی بھرے من کی
بھولی سی آشا
آسمانوں میں......اڑنے کی آشا"

وہ آئینے کے سامنے کھڑی کتنی ہی دیر سے بالوں کو برش کرتی بڑے سر میں گنگنا رہی تھی۔ پچھلے تین منٹ سے اسے نظر انداز کرتی بامشکل اپنی توجہ ڈائجسٹ کی کہانی پر مرکوز کیے تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھی حریم نے ڈائجسٹ بند کرتے ہوئے تحمل سے اسے دیکھا۔
"کیا بات ہے......آسمانوں میں اڑنے کی خواہش ہو رہی ہے۔ کسی پائلٹ سے شادی کا ارادہ باندھ لیا

ہے کیا؟"

جواباً وہ کھلکھلادی۔

"پائلٹ میں کیا رکھا ہے۔ میں تو کسی کروڑ پتی سے شادی کروں گی جو ہر گھنٹے میں لاکھوں کماتا ہو۔" سیاہ چمکیلے بالوں کو ڈھیلے سے اونی بینڈ میں جکڑتے ہوئے وہ یقین سے کہہ رہی تھی۔

"جہاں تک میرا خیال ہے دنیا کے تمام ملینئرز شادی شدہ ہیں...... فیس بک کے بانی مارک زاکربرگ سمیت......" حریم نے اسے جتایا۔ تو وہ پلٹ کر مسکراتے ہوئے اس کے پاس آبیٹھی۔

"ہو سکتا ہے کوئی ایک آدھ کنوارا نکل ہی آئے میرے لیے۔"

"ہم مڈل کلاس لڑکیوں کو خواب بھی حقیقت کے مطابق دیکھنے چاہئیں زرمین!"

"اللہ پر عطا کرے تو اس کے آسمان کی وسعتوں میں چھوٹے پرندوں کو بھی اڑنے کی اجازت ہوتی ہے نا کہ صرف بڑے پروں والے پرندوں کو۔" زرمین اپنی خطرت میں اٹل تھی۔

"اپنی ہمت اور استطاعت سے بڑھ کر اڑنے والے بیابانوں میں تھک کر گر بھی جایا کرتے ہیں۔" حریم کی سنجیدگی میں فرق نہیں آیا تھا۔

"کسی محل میں بھی تو گر سکتے ہیں۔" زرمین کی خیالی دنیا پوری آب وتاب سے قائم و دائم تھی۔ حریم نے اسے گھورا۔

"محل سے کم کے خواب تو دکھائی ہی نہیں دیتے تمہاری خوابوں کی ایل ای ڈی پر۔"

"اتنی خوب صورت آنکھیں اللہ نے چھوٹے چھوٹے خواب دیکھنے کے لیے تھوڑی بنائی ہیں۔" اس نے اترا کر پلکیں جھپکیں تو وہ اتنی خوب صورت لگی کہ حریم دل ہی دل میں ماشاءاللہ کہہ کر رہ گئی۔

"ہم مڈل کلاس لڑکیوں کے خواب خالہ یا پھپھو کے بیٹے تک ہی رہیں تو اچھی بات ہے۔" وہ تکلیف دہ حد تک حقیقت پسند تھی۔

"اللہ کا واسطہ ہے حریم!" زرمین نے بے ساختہ دونوں ہاتھ باہم معافی کے انداز میں اس کے سامنے جوڑتے ہوئے ان پر اپنی پیشانی ٹیکی۔

"اپنی اس گھسی پٹی سوچ سے باہر آجاؤ اب۔"

"پھر کیا ہوگا؟"

"پھر زندگی آسان ہو جائے گی۔ کولہو کے بیل کی طرح آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے ایک ہی راستے پر چلنے سے بچ جائیں گے۔"

"بعض اوقات والدین کی عزت کی خاطر کولہو کا بیل بنے رہنے میں ہی عقل مندی ہوتی ہے زرمین!" حریم اس کے دماغ میں ــ چلتی کشمکش اور اس کے خوابوں سے اچھی طرح واقف تھی اس لیے ہمیشہ کی طرح اسے سمجھانے سے باز نہ آئی مگر سامنے بھی زرمین مصطفیٰ تھی چٹکیوں میں اس کی بات اڑا گئی۔

"آج کل عزت بھی اسی کی ہوتی ہے جس کے پاس دولت ہوتی ہے مائی ڈیر!"

"تم سے کون بحث کرے۔ تم تو خواب بھی دیکھتی ہو تو آسمان پر جا کر۔"

"تو ٹھیک ہے نا، جب اللہ نے شکل پریوں جیسی دی ہے تو بندہ خواب آسمانوں میں اڑنے جیسے کیوں نہ دیکھے۔"

"آسمان پر سورج بھی ہوتا ہے بی بی! جو کبھی کبھار پر جھلسا بھی دیا کرتا ہے۔ اونچائی سے گرنا ہمیشہ تکلیف دہ ہوتا ہے زرمین!"

"تم جیسے لوگ ہوتے ہیں ڈرپوک۔ ساری عمر ایک ہی جگہ بیٹھے رہتے ہیں۔ کھڑے تک نہیں ہوتے، کہیں گھستے جائیں۔" زمین نے اس کا مذاق اڑایا۔

"تو ٹھیک ہے نا، اپنی زمین پر پاؤں جمانے کا ہنر آنا چاہیے۔ سنگ مرمر پر پھسل کر گرنے اور اپنی ہڈیاں تڑوانے سے کیا فائدہ۔"

"او خدا کی بندی! بس کرو۔ ابا کی سیٹ سنبھال لی ہے تم نے۔" زمین نے اکتا کر اس کے آگے ہاتھ جوڑے۔ حریم نے اسے بغور دیکھا اور کچھ سوچ کر بولی۔

"اماں بتا رہی تھیں کہ پھوپھو کا ارادہ ہے ہماری طرف چکر لگانے کا۔" اس کا خیال تھا کہ زمین یہ بات سن کر آگ بگولہ ہو جائے گی۔ مگر وہ سن کر بھی ٹھنڈی ٹھار بیٹھی رہی پھر اس کی بات ختم ہوتے ہی آرام سے بولی۔

"تو ٹھیک ہے۔ تم ہاں کر دینا اس کے لیے۔ میرے خیالات تو تم جانتی ہی ہو اور تمہیں تو ویسے بھی شوق ہے اپنے خوابوں کو خالہ اور پھپھو کے بیٹوں تک محدود رکھنے کا...... تو دیکھو اپنی پھوپھو کے بیٹے کے خواب۔" اس کا انداز آخر میں مذاق اڑانے والا ہو گیا۔ حریم نے گھور کر اسے دیکھا اور جل کر بولی۔

"معاف کرنا ویسے تمہارے ہی بچپن کا منگیتر ہے وہ۔ اب تو بس نئے سرے سے بات ہونی ہے۔"

"ہونہہ...... وہ بی اے میں انگلش کی سپلی لینے والا، اپنے ابا کے اسٹور کو سنبھالنے والا۔ اللہ نہ کرے میرے نصیب میں لکھا ہو۔" زمین تپی۔ پھر شکوہ کناں انداز اپنایا۔

"ابا کو سوچنا چاہیے حریم! اتنی پیاری اور پڑھی لکھی بیٹیاں اگر تھوڑی سی کوشش سے۔ اچھے اور اونچے خاندانوں میں بیاہی جا سکتی ہیں تو۔ پھر انہیں زبردستی خالہ یا پھوپھو ہی کے بیٹے کے ساتھ رخصت کیوں کیا جائے۔"

زمین کی اپنی سوچ اپنے ہی فیصلے تھے۔ حریم اسے دیکھ کر رہ گئی۔

☆☆☆

"مجھے تو بالکل بھی یقین نہیں ہو رہا کہ مائرہ کے لیے بھائی نے آپ سے خود کہا ہے۔" اسکائپ پر سامنے بیٹھا گود میں باؤل رکھے فورک کے ساتھ کٹی ہوئی اسٹرابریز چن چن کر کھاتا وہ بے یقینی سے بولا تو مما مسکرا دیں۔

"دیکھ لو پھر۔"

"ماننے والی بات تو نہیں مما! وہ بندہ کسی کی قید میں آنے والا ہے ہی نہیں۔" وہ یقین سے بولا۔

"اس نے کسی نہ کسی سے تو شادی کرنی ہے نا۔ پھر مائرہ میں کیا برائی ہے؟"

"برائی مائرہ میں نہیں ہے ماما! وہ تو اپنی ضدی اور من مانی طبیعت کے ساتھ بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔ مسئلہ تو برو کا ہے۔ آئی ڈونٹ تھنک سو کہ معاملہ اتنی آسانی سے حل ہو گا جتنا آپ سوچے ہوئے ہیں۔"

"خیر۔ اب تم کوئی روڑے اٹکاؤ تو الگ بات ہے ورنہ میں نے اس سے پوچھ لیا تھا کہ شادی کے لیے کوئی لڑکی پسند ہے تو بتا دو۔ اس نے خود کہا ہے کہ اسے کوئی لڑکی پسند نہیں۔" ماما نے اطمینان سے کہا تو وہ اسٹرابریز کا باؤل ایک طرف رکھتے ہوئے سیدھا ہوا اور تیزی سے بولا۔

"تو پھر رک جائیں مما! یہ فیصلہ مت کریں۔ خوامخواہ ماموں جان کے ساتھ آپ کے تعلقات بھی خراب ہوں گے۔"

"جس نے شادی کرنی ہے، اس نے انکار نہیں کیا تو تمہیں کیا مسئلہ ہو رہا ہے؟" وہ برا مان گئیں۔

"میں اسے آپ سے زیادہ جانتا ہوں مما! بھائی نے کہا ہے کہ انہیں شادی کے لیے کوئی لڑکی پسند نہیں تو اس

کا مطلب ہے کہ انہیں مائرہ بھی پسند نہیں۔" وہ تیزی سے بولا تو ماما نے اسے گھور کر دیکھا۔

"یہ کیا بکواس ہے؟"

"یہ بکواس نہیں ہے ماما! میں آپ کے بیٹے کو آپ سے زیادہ جانتا ہوں۔" وہ اطمینان سے بولا۔

"فضول باتیں مت کرو اور یہ بتاؤ کہ واپس کب آ رہے ہو؟" ان کی بات پر وہ ہنس دیا۔

"ابھی ڈیڑھ ماہ پہلے ہی تو واپس آیا ہوں لاسٹ سمسٹر شروع ہو رہا ہے۔ اگلے سال تک تو بھول ہی جائیں کہ میں پاکستان آؤں گا، خوامخواہ اسٹڈیز ڈسٹرب ہوتی ہیں اور آپ کو بتایا تھا کہ ایگزامز کے بعد یورپ کا ٹور ہے۔ فرینڈز کے ساتھ اب تو بھائی کی شادی پر ہی واپسی ہوگی۔ وہ اپنا پورا سال پلان کر چکا تھا۔"

"میرا تو خیال تھا۔ کہ تم بھی ایگزامز کے بعد پاکستان آؤ تو تم دونوں بھائیوں کی اکٹھے ہی شادی کروا دوں۔" وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولیں۔

"فارگاڈ سیک مما! آپ نے کیا میرج بیورو کھول رکھا ہے جس طرح آپ کو شادیاں کروانے کا شوق ہو رہا ہے۔ مجھے تو ڈر ہے کہیں ڈیڈ کی بھی دوسری شادی نہ کروا دیں۔" وہ ہنسا۔

"شٹ اپ۔" وہ بھی اس کی بات سن کر ہنس دیں۔

"اچھا یہ بتائیں کہ مائرہ کے کیا خیالات ہیں اس شادی کے بارے میں؟" وہ پوچھنے لگا۔

"مائرہ تو تمہیں پتا ہے، شروع سے ہی وہ اس رشتے پر راضی ہے بلکہ سچ پوچھو تو اسی کی خوشی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ فیصلہ لیا ہے۔"

"پھر بھی ماما! میرا مشورہ یہی ہے کہ ایک بار کھل کر بھائی سے بات ضرور کرلیں۔ آپ ان کی نیچر اچھی طرح جانتی ہیں۔"

"تم زیادہ دادا بننے کی کوشش مت کرو۔ میں نے اس سے جو پوچھنا تھا، وہ پوچھ لیا ہے۔ اگر اسے کوئی اور پسند ہوتی تو میں کبھی بھی اسے مائرہ کے لیے فورس نہ کرتی۔ چاہے مائرہ اسے جتنا بھی پسند کیوں نہ کرتی ہو لیکن اب جبکہ اس کی زندگی میں کوئی لڑکی نہیں تو پھر میں یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی بلکہ تمہیں یہ بتانے کا مقصد بھی یہی ہے کہ تم اپنے بھائی کا ذہن بناؤ نہ کہ اسے نت نئے مشورے دو۔"

انہوں نے سختی سے اسے باور کرایا تو اس نے منہ بنا کر دوبارہ اسٹرابریز کا باؤل اٹھا کر گود میں رکھا اور فورک اٹھالیا مگر کان پوری طرح سے ماما کی باتوں پر لگے ہوئے تھے اور ذہن کہیں اور ہی اڑانیں بھر رہا تھا۔

وہ آنے والے وقت کی سنگینی کو ابھی سے محسوس کرسکتا تھا جسے مما اپنی بھتیجی کی محبت میں نظرانداز کررہی تھیں۔

☆☆☆

"کل عباد وسیم تمہارے متعلق پوچھ رہا تھا۔"

نکل کی بات تھی یا دھما کا...... زرمین نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"شٹ اپ۔ جھوٹ مت بولو۔" وہ دھک دھک کرتے دل کے ساتھ مصنوعی ناراضی سے بولی تو نکل نے محظوظ ہونے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"جیسے جلوے تمہارے کل صوما کی پارٹی میں بکھر رہے تھے نا اس کے بعد بھی وہ تمہارے بارے میں نہ پوچھتا تو کافر ہوتا۔" اس کے منہ سے اپنی تعریف سن کر زرمین کی چمکتی آنکھوں میں جیسے کسی نے مزید ——— ستارے بھر دیے۔ گال دہک کر اور گلابی ہوئے اور سنس بے ترتیب۔ جلدی سے آگے بڑھ کر کمرے کا دروازہ بھیڑا۔

عباد وسیم اس ملک کا نہ سہی مگر اس شہر کے کلکٹر کا بیٹا ضرور تھا۔ ہینڈسم اینڈ روڈ۔

ترمین نے یونیورسٹی کے دو سالوں میں چن چن کر امیر اور ماڈرن دوست بنائے تھے اور ان میں جس کی کوئی تفریق نہ کی تھی۔ اس کے خاندان کے کسی بھی لڑکے یا لڑکی نے کالج کے بعد کی دنیا نہ دیکھی تھی۔ مصطفیٰ کمال کی لڑکیاں خاندان کی پہلی پود تھیں جنہیں پڑھنے اور کچھ کر دکھانے کا شوق تھا۔ اور مصطفیٰ کمال کو اپنی بیٹیوں پر کمال کا اعتماد اور مان تھا سو خاندان کی ناراضی کے باوجود انہوں نے بیٹیوں کو اڑنے کے لیے پورا آسمان دیا تھا۔ مگر وہاں ترمین مصطفیٰ کی مصروفیات دیکھنے والا کوئی نہ تھا۔ اور اب پڑھائی سے فارغ ہوتے ہی اپنی ایک امیر دوست کے باپ کے آفس میں جاب۔ اچھی تنخواہ...... واہ۔ پورا خاندان مصطفیٰ کمال کی بیٹیوں کی ذہانت اور خوب صورتی کا معترف تھا۔

''تمہیں کال کی اس نے؟'' وہ مضطربانہ پوچھنے لگی۔ تجل نے اس کے بستر پر کروٹ لی اور کہنی کے بل ہو گئی۔

''حق ہاہ...... مجھ جیسی غریب کی ایسی قسمت کہاں۔'' اس نے ٹھنڈی آہ بھری۔ تجل نے بھی اس کی طرح جاب کر کے اپنا آپ مین ٹین کیا ہوا تھا۔ دیکھنے والوں پر ان کا پہلا امپریشن ہی بہت اچھا پڑتا تھا۔

''مگر یہ پوچھو کہ کس کس کو فون نہیں کیا اس نے۔ ہماری سنڈریلا کا پتا پوچھنے کو۔'' وہ مسکرائی۔ ترمین نے دل پر ہاتھ رکھا۔

''تمہیں کس نے بتایا؟''

''رانا سعید نے۔'' اس نے آنکھیں گول گھمائیں۔

''اور تم نے کیا جواب دیا؟''

''کیا جواب دینا چاہیے تھا...... تم بتاؤ؟'' وہ اس کی بے چینی کا مزہ لے رہی تھی۔ ترمین نے آگے بڑھ کر اس کا بازو دبوچا اور مروڑ ڈالا۔

''کمینی...... یہ کیا کومافل اسٹاپ اور کومن مارک کھیل رہی ہو میرے ساتھ۔''

''آہ...... تمہارا بیڑا غرق۔ ترمین کی بچی۔'' وہ درد کے مارے بلبلا اٹھی۔

''ارے...... کیا ہوا؟'' حریم گھبرا کر دروازہ دھکیلتی اندر چلی آئی۔ اس کے ہاتھوں میں پکڑی ٹرے میں جوس کے گلاس، سموسوں کی پلیٹ اور چٹنی دھری تھی۔ ترمین جلدی سے تجل کو چھوڑ کر پیچھے ہٹی۔

''کچھ نہیں...... ایسے ہی۔ چھپکلی دیکھ لی تھی کہیں محترمہ نے۔'' تجل کو گھورتے ہوئے ترمین نے دانت پیسے تو ٹرے ان دونوں کے درمیان بستر پر رکھتی حریم جھرجھری لے کر سیدھی ہوئی۔

''اللہ خیر۔ ہمارے کمرے میں؟''

''نہیں۔ تمہاری بہن کی آنکھوں میں...... اور چھپکلی نہیں مگرمچھ ہے پورا مگرمچھ۔'' تجل سموسہ اٹھا کر چٹنی میں ڈبوتے ہوئے شرارت پر آمادہ تھی۔

''شٹ اپ۔ چپ کر کے مگرمچھ کھاؤ۔ مطلب...... سموسہ کھاؤ۔ ورنہ بھوکی ہی جاؤ گی گھر۔'' گڑبڑا کر اسے چپ کرواتے وہ تجل اور حریم دونوں کو ہنسا گئی۔

مگر دل کا ایک کونا بہت مسرور اور ہلکا پھلکا تھا۔

عباد وسیم...... رات صوما کی پارٹی میں تو اس پر کرش آ گیا تھا اسے۔ اور آج اس کا ترمین کے بارے میں سب سے پوچھنا۔

اس کے خوابوں کی تعبیر کے ستارے سامنے آسمان پر چمک رہے تھے۔ وہ ہاتھ بڑھاتی اور توڑ لیتی۔ ہر انسان یہی سمجھا کرتا ہے۔

☆☆☆

گھر میں داخل ہوتے ہی میرب کے رونے کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔ لیپ ٹاپ کا بیگ وہیں صوفے پر پھینک کر ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہ تیز قدموں سے چلتا اس آواز کی سمت بڑھا جو میرب کے کمرے سے آرہی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھولتا اس کا ہاتھ بے ساختہ ٹھٹکا۔

"کیا مصیبت ہے پھپھو! اس کا راگ تو ختم ہی نہیں ہو رہا۔ کتنی دیر سے ایک فضول سی ضد کے پیچھے روئے جارہی ہے۔" مائرہ کی جھنجلائی ہوئی آواز سن کر اس نے لب بھینچے۔

"پیار سے بات کرو مائرہ! بچی ہے، پیار کی بات سمجھے گی۔ مجبوری ہی سہی مگر نبھانی تو ہے نا۔"

"ہر وقت تو ماما ماما کی رٹ لگائے رکھتی ہے۔ اب اور کتنا پیار سے بات کروں، صبح سے شام ہو جاتی ہے اس کے پیچھے اور اس کے مزاج ہی نہیں ملتے۔" ناگواری مائرہ کی آواز سے ظاہر تھی۔

گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔ تو اسے دیکھ کر مائرہ کے تاثرات جادوئی انداز میں بدلے۔

"دیکھو نا اسے، مجال ہے جو یہ کہنا مان جائے۔ بے وجہ روئے چلی جارہی ہے۔"

وہ اس سے میرب کی شکایت لگانا چاہتی تھی لیکن اس کی طرف ذرہ برابر بھی توجہ دیے بنا وہ تیزی سے روتی مچلتی میرب کی طرف بڑھا۔ میرب اسے دیکھتے ہی باہیں اٹھا کر اس کی گود میں چڑھ آئی۔

"کیا ہو گیا لعل فیری۔ کیوں رو رہی ہے میری پرنسس؟" اس کا انداز اس قدر والہانہ تھا کہ مائرہ نے تپ کر نزہت پھپھو کو دیکھا۔ وہ نظر چرا گئیں۔ پھر بھتیجی کی حمایت میں ناگواری سے بیٹے کو سمجھانے لگیں۔

"ہمارا کہنا تو یہ مانتی نہیں۔ تم نے بہت سر پر چڑھا رکھا ہے اسے۔ تمہارا بے جا لاڈ پیار اسے ضدی بنا رہا ہے۔"

"بے جا؟" سسکتی ہوئی میرب کو شانے سے لگائے وہ ان کی طرف متوجہ ہوا، تحیر سے بھنوؤں کو جنبش دے کر پوچھا۔ پھر گویا وضاحت کی۔

"یہ پیار اس کا حق ہے مما! اسے حق ہے کہ یہ لاڈ نخرے دکھائے۔ یہ تو بچی ہے محض دو سال کی، اسے کیا پتا یہاں تو بڑے بڑوں کے نخرے اور ضدیں ختم نہیں ہوئیں ابھی تک۔" ایک نظر تنے تاثرات لیے سینے پر بازو لپیٹے کھڑی مائرہ پر ڈال کر وہ میرب کو شانے سے لگائے کمرے سے نکل گیا تھا۔

"دیکھ لیا آپ نے پھپھو! اس کل کی بچی کی خاطر کتنی جلی کٹی سنانے لگا ہے مجھے۔ اور ابھی آپ کہتی ہیں کہ اس ڈیڑھ فٹی فتنی کے نخرے اٹھاؤں میں۔" اس کے جاتے ہی مائرہ نے پھٹ پڑنے والے انداز میں کہا۔ میرب کے لیے استعمال کیے جانے والے الفاظ سے اس کی بےزاری ٹپک رہی تھی۔

"بچی ہے وہ مائرہ! اتنی ایج کے بچے بات بات پر ماں سے ضدیں ہی کرتے ہیں اور پھر اپنی اولاد کا کیا کروں میں۔ اسے تو کچھ اور دکھائی ہی نہیں دیتا سوائے اس بچی کے۔ میرا اپنا بس چلتا تو گورنس رکھ لیتی اس کے لیے۔"

"مگر میں اس کی ماں نہیں ہوں پھپھو!" وہ زور دے کر بولی۔

"اس حقیقت سے نظریں چرانے سے کوئی فائدہ نہیں مائرہ! جو لڑکی بھی اس سے شادی کرے گی وہ میرب کی ماں ہی بنے گی۔ یہ بات وہ مجھے صاف لفظوں میں کہہ چکا ہے۔" انہوں نے آج اسے سنجیدگی سے باور کرا ہی دیا۔

"واٹ؟" مائرہ کو شدید اعصابی جھٹکا لگا۔

"آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ اسے بیوی نہیں بلکہ اس بچی کے لیے ماں چاہیے؟"
نزہت نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا۔
"میں اسے ہر طریقے سے سمجھا کر دیکھ چکی ہوں اب اس سے مایوس ہو کر تمہیں سمجھا رہی ہوں مائرہ! کیا فرق پڑتا ہے، تھوڑی قربانی دے کر اپنی لائف بہتر کر لی جائے۔ کسی ضد کے پیچھے اپنی لائف برباد مت کر لینا۔ بچی پھرتی خود سے کھاتی پیتی بچی ہے کون سا گود میں اٹھا کر پالنے والی ہے۔"
"تو وہ اس کے لیے گورنس کیوں نہیں رکھ لیتا پھپھو! ساری دنیا ایسے ہی کرتی ہے۔ خوامخواہ چھوٹی سی بات کا ایشو بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔" مائرہ زچ آگئی۔
"یہ سب باتیں اور بحث ان چھ ماہ میں ہم ہزاروں بار کر چکے ہیں۔ وہ میرب کے معاملے میں حد سے زیادہ حساس ہے اور اس کے معاملے میں وہ کسی گورنس پر اعتبار نہیں کرتا۔" نزہت نے نرمی سے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ بھتیجی کی ضد اور ہٹیلے پن سے بھی وہ اچھی طرح واقف تھیں۔
"میں خود اس کا دماغ ٹھکانے لگاؤں گی۔ سمجھتا کیا ہے یہ خود کو۔" وہ بڑبڑا رہی تھی۔ نزہت اسے مزید سمجھانا عبث جان کر گہری سانس بھر کر رہ گئیں۔

☆☆☆

"ایک تو میں آپ کو سمجھ نہیں پاتی۔ بیٹیاں ہیں اتنا سر کیا چڑھانا۔ بگڑ جاتی ہیں اتنی آزادی مت دیں۔ خاندان والے بھی باتیں کرتے ہیں۔" وہ ماں تھیں چڑ ہی جاتیں کبھی کبھار۔ مگر مصطفیٰ کمال ...... سلام تھا ان کی ہمت پر۔ اطمینان سے بولے۔
"ارے۔ خاندان والوں کی کیا بات کرتی ہو۔ کسی کا بیٹا تک نہیں دیکھ پایا یونی ورسٹی کی شکل۔ وہ سب تو جلیں گے ہی میری بچیوں سے۔"
چائے لاتی حریم ان کی بات پر مسکرا دی۔
"پھر بھی اتنی آزادی۔ نوکری تک کرنے کی اجازت دے دی زمین کو۔" وہ خفا تھیں۔
"اماں! ابھی تو میں نے لیکچرار بننا ہے۔" حریم نے ان دونوں کے درمیان چھوٹی سی میز پر ٹرے رکھتے ہوئے کہا تو انہوں نے سر تھام لیا۔
"یک نہ شد دو شد۔"
دونوں باپ بیٹی ان کی بات پر ہنس دیے۔
"بیٹیاں مان ہوتی ہیں بیگم! پھول ہوتی ہیں انہیں اعتماد دو تو ان کی خوشبو چاروں اور پھیل جاتی ہے۔ بد اعتمادی سے مرجھا جاتی ہیں اور مرجھائے ہوئے پھول بھی کبھی اچھے لگتے ہیں۔" ذرا دیر بعد وہ مسکرا کر بولے تو حریم کا دل ان کی محبت سے لبریز ہو گیا۔

مائرہ سخت خراب موڈ لیے اندر داخل ہوئی۔ نزہت شاید کمرے میں آرام کر رہی تھیں۔ ادھر ادھر دیکھتی وہ لونگ روم کی طرف آئی تو ٹھٹک سی گئی لونگ روم میں گلاس وال سے آتی دھوپ کی نرماہٹوں سے لپٹے دبیز قالین پر اسے میرب کے ساتھ بلاکس جوڑنے میں مصروف دیکھ کر مائرہ کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔
"واہ۔ کیا اچھی مصروفیت ہے سنڈے کی۔" سینے پر بازو لپیٹے ہوئے مائرہ طنزیہ بولی تو وہ چونکا پھر مائرہ کو دیکھ کر مسکرا دیا۔
"ہے نا؟ آؤ تم بھی دیکھو۔ میرب کو بھی بلاکس کی شیپس کی کتنی سمجھ آگئی ہے اب۔"
"تم آج لنچ کروانے والے تھے مجھے۔"

"ہوں، اچھا۔" وہ جیسے چونکا۔ لمحہ بھر کو کچھ سوچا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم میرو کے پاس بیٹھو، میں چینج کر کے آتا ہوں پھر ایک اچھی سی لانگ ڈرائیو اور اس کے بعد لنچ کریں گے۔" بہت دنوں کے بعد وہ نرمی سے مسکراتا ہوا مارہ کو بہت اچھا لگا۔

اس کے جاتے ہی میرب نے بلاکس چھوڑ چھاڑ مارہ کو دیکھ کر منہ بسورنا شروع کر دیا۔

"تنگ چڑھی ماں کی بچی۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے میرب کو قطعا نظر انداز کیے ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔ میرب اٹھ کر چلتی ہوئی لونگ روم سے نکلنے لگی جب وہ فریش سا کپڑے تبدیل کر کے چلا آیا۔

"تموئے ہوئے۔ ہماری لعل ڈول کہاں جا رہی ہے۔" اس نے جھک کر میرب کو پکڑا، ہوا میں اچھالا اور پھر اس کی معصوم کھلکھلاہٹ سے محظوظ ہوتے ہوئے اس کا رخسار چوم کر اسے شانے سے لگا لیا۔ مارہ محبت کے اس بے ساختہ مظاہرے کو دیکھ کر بامشکل مسکرائی۔

"چلیں۔" وہ مسکراتی نظروں سے مارہ کو دیکھ رہا تھا۔

"شیور۔" وہ کھل سی گئی۔ وہ دونوں چلتے ہوئے لاؤنج تک آئے۔ مارہ کا خیال تھا کہ وہ جاتے ہوئے میرب کو پھپھو یا گھر کی کل وقتی ملازمہ ثریا کے حوالے کر جائے گا مگر جب وہ میرب کو اٹھائے ہوئے ہی کوریڈور کی طرف بڑھا تو وہ رہ نہیں پائی۔

"میرب کو تو پھپھو کو دے دو۔" بمشکل مسکرا کر اسے یاد دلایا۔

"نہیں بھئی۔ ہماری پرنسس تو ساتھ ہی جائے گی۔ اسے بھی لانگ ڈرائیو پسند ہے۔" وہ آگے بڑھتے ہوئے مسکرایا اور میرب کو دیکھا۔

"میرو کو۔ گاڑی میں جانا ہے۔" میرب خوش تھی۔ مارہ کلسی۔

"بالکل۔ میرو گاڑی میں ہی جا رہی ہے لمبی سی ڈرائیو پر۔" وہ تو جب سے میرب نے بولنا شروع کیا تھا اس کے ہر ہر لفظ پر صدقے واری جانے کا عادی تھا۔

"یار پلیز۔ اتنے عرصے بعد میرے ساتھ کوئی پروگرام بنا کر گھر سے نکلے ہو اور اس میں بھی یہ باڈی گارڈ ساتھ۔"

"کم آن مارہ! تمہیں کیا مسئلہ ہے؟ میں نے اسے اٹھا رکھا ہے۔ باہر جا کر بھی میں ہی اسے سنبھالوں گا۔ تم فکر مت کرو اس کی۔"

میرب کو پچھلی سیٹ پر بٹھا کر سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔ وہ مارہ کا اور اپنا رشتہ خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"لیکن مجھے پسند نہیں کہ کوئی دوسرا ہمارے درمیان ہو۔"

"آئم سوری مارہ! میرب تو اب درمیان سے نہیں نکل سکتی۔ جو جگہ تمہاری ہے۔ وہ اور کوئی نہیں لے سکتا مگر میرب میرا دل ہے۔ اسے میں خود سے دور نہیں کر سکتا۔" اس کی صاف گوئی مارہ کو بہت پسند تھی مگر آج اسے یہ صاف گوئی زہر لگی۔

"لیکن......"

"او کم آن مارہ! اتنی سی بچی ہمارے بیچ کیا آئے گی۔" وہ جھنجھلا کر کہتا ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔ وہ لب بھینچے اس کی تقلید میں بڑھی۔ ورنہ جی تو یہی چاہ رہا تھا کہ ہر شے پر لعنت بھیج کر یہیں سے واپس چلی جائے۔

"مجھے صرف ایک بیوی کی نہیں، ساتھ میرب کے لیے ایک ماں کی بھی ضرورت ہے مارہ!" لنچ کے دوران اس نے بہت سنجیدگی بھرے اٹل انداز میں کہا تو مارہ کا نوالہ حلق میں اٹکنے لگا۔ وہ میرب کو بڑے دھیان سے فیڈر

چپس کھلا رہا تھا۔

"کیچپ۔" میرب کیچپ کی بوتل کی طرف اشارہ کرتی مچلی۔

"اوکے۔" وہ ہنستے ہوئے اب پلیٹ میں کیچپ ڈال رہا تھا۔ میرب خوش ہو کر تالیاں بجا رہی تھی۔

اور مائرہ کے سامنے بیٹھا مرد بھول چکا تھا کہ چند لمحے پہلے وہ اس لڑکی پر کیا قیامت ڈھا چکا ہے جو بدقسمتی سے اس کی منگیتر کے عہدے پر بھی فائز تھی۔ مائرہ کا اس کے ساتھ لنچ کرنے کا جوش تو پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ اب بھوک بھی مر گئی۔

"ہم اسے یوں بھی تو مینیج کر سکتے ہیں کہ فل ٹائم گورنس رکھ لیں میرب کے لیے۔ بلکہ ثریا سے یہ اٹیچڈ ہے وہ اسے سنبھال سکتی ہے۔" سانس بھر کر بڑی کھنچی ہوئی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے وہ نرمی سے بولی۔

"نہیں۔ یہ میرے پاس سوتی ہے مائرہ! تمہارے آنے کے بعد بھی یہ ہمارے ساتھ رہے گی۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر رسان سے کہتا پرسکون تھا۔ مائرہ کی کرسی پر جیسے کانٹے نکل آئے۔ یعنی اسے مائرہ کے کسی اعتراض کی کوئی پروا نہیں تھی۔

"خدا کے لیے۔ کیوں ایک بے معنی ضد کو لے کر ہماری زندگی خراب کر رہے ہو۔" وہ زچ آگئی۔

"اگر یہ ہم دونوں کی بیٹی ہوتی تو؟" اس نے جوابا پوچھا۔

"مفروضات پہ بحث مت کرو۔" وہ جھلائی۔

"مگر مجھے اس مفروضے کا جواب چاہیے اگر یہ میری اور تمہاری بیٹی ہوتی تو بھی تم اسے ساتھ رکھتیں یا گورنس پہ ڈال دیتیں؟" وہ دھیمے مگر قطعی انداز میں کہتا اب جواب کا منتظر تھا۔ کہنیاں میز کی سطح پر ٹکائے مائرہ نے سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تو وہ سلگا۔

"میں کیا سمجھوں تمہاری خاموشی کو مائرہ؟"

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ میرا دل اتنا بڑا نہیں ہے شاید۔" اس کی آواز بھرانے لگی۔

"میرب کو دیکھتی ہوں تو مجھے اس کی ماں یاد آتی ہے جس نے میری زندگی میں آکر مجھے برباد کر دیا اور اب جبکہ تم میرے ساتھ ہو تو اس کی بیٹی۔"

"وہ مر چکی ہے مائرہ! وہ اب کہیں نہیں ہے اور میں...... مکمل تمہارا ہوں مائرہ! بس تم میرب کو دل سے اپنا لو۔" وہ فی الفور بولا۔

"واہ۔ بہت خوب۔ میرب کو اپنانے کے انعام میں اپنا آپ رکھ رہے ہو۔" وہ تلخ ہوئی۔

"جتنی بڑی آزمائش ہو۔ انعام بھی اتنا ہی اعلا ہوتا ہے سویٹ ہارٹ!" وہ مسکرایا۔

"ہم اس پر بعد میں بات کریں گے۔ ابھی چلو بس مجھے گھر ڈراپ کر دو۔" اس کا دل یک لخت ہی ہر چیز سے اکتا گیا۔

"لنچ تو کر لو مائرہ؟" تاسف سے اسے دیکھا۔ وہ اس کی ذہنی کیفیت اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ اور اس پر اسے افسوس بھی ہو رہا تھا۔ مگر وہ اسے آزادانہ اپنی مرضی کا فیصلہ کرنے دینا چاہتا تھا۔

"بس۔ بہت انجوائے منٹ ہو گئی۔ تم مجھے ڈراپ کر دو پلیز۔"

وہ خفا سی اٹھ گئی۔ وہ گہری سانس بھرتے ہوئے ویٹر کو بلا کر بل ادا کرنے لگا۔ مائرہ سلگتی نفرت انگیز نظروں سے میرب کو دیکھ رہی تھی جو سامنے بیٹھے بندے کے پچھتر ہزار کے موبائل کو میز کی سطح پر کسی کھلونے کی طرح بار بار پٹخ رہی تھی اور وہ پروا بھی نہیں کر رہا تھا مائرہ کو اچھی طرح سمجھ میں آ گیا تھا کہ یہ معاملہ بہت احتیاط سے ہینڈل کرنے والا تھا۔ کچھ بھی ہو، زندگی کے سفر میں وہ ایک بار پھر سے اکیلی نہیں ہونا چاہتی تھی۔

"ٹھیک ہے! آپ ابا سے کہیں، میں زلفی سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔" بہت سوچ کر اور اپنے دل پہ وزنی ترین پتھر رکھ کر اس نے اماں سے کہا تو انہوں نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔
"میں ان کی یہ بداعتمادی اور بے اعتباری مزید نہیں سہہ سکتی اماں! ہر بار جب وہ کوئی زہریلی بات کرتے ہیں تو میرا وجود اس زہر کی تپش سے نیلا ہو جاتا ہے۔" وہ سسک اٹھی۔
"میری قربانی میرا اعتبار بحال کرنے کے کام آجائے گی اماں! جس ذہنی عذاب سے میں گزرتی ہوں ابا کی باتیں سن کر اس سے میری چھوٹی بہن بچ جائے گی۔ اس کی راہیں کھل جائیں گی۔"
اس کی باتوں نے اماں کو گہری سوچ میں ڈال دیا۔ رات ابا سے بات کی۔ تو وہ چپ سے رہ گئے جیسے انہیں اس کی طرف سے تا قیامت اس آفر کی امید نہ رہی ہو۔ پھر ایک دم تلخی سے بولے۔
"اس سے کہو سوچ لے۔ یہ نہ ہو کل کو میرے سر میں خاک ڈلوا دے۔"
"خدا کے لیے! کیسی باتیں کرتے ہیں، اللہ کی پناہ مانگیں۔" اماں کا دل ان کی شقی القلبی پر لرز اٹھا تو وہ فی الفور انہیں ٹوک گئیں۔
"ایک اللہ ہی کی پناہ تو باقی رہ گئی ہے زاہدہ بیگم! باقی زمانے کے سامنے تو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا تمہاری اولاد نے۔"
وہ بہت عرصہ ہوا، میٹھی بات کرنا بھول چکے تھے۔ اماں بھی کیا جواب دیتیں۔ واقعی ان کے بے جا لاڈ اور اعتبار نے ہی انہیں منہ کی کھلائی تھی۔
"آپ نصرت کو فون تو کریں۔ دیکھیں کیا کہتی ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اس کی ناراضی ختم ہو جائے گی اس بات کو سن کر۔" اماں کو امید تھی۔
ابا نے اگلے روز ہی بہن کو گھر بلا لیا اور جتنے جتن اس سلسلے میں انہیں کرنا پڑے، یہ وہی جانتے تھے۔ اس نے کرلاتے دل کو بہلا کر سارا گھر چمکا دیا۔ دو سالن اور چاولوں کے ساتھ کباب اور چٹنی بھی بنا لی۔
"آپی! آپ واقعی زلفی بھائی سے شادی کرنے والی ہو؟" طوبیٰ اس سے دو سال چھوٹی تھی۔ اماں سے خبر سن کر آئی تو بے یقینی سے پوچھا۔ اس کی بھی جیسے ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔
صوفے کے کشنوں کو یوں ہی تیسری بار جھاڑتے ہوئے اس نے بنا نظر ملائے عام سے لہجے میں کہا۔
"ہاں۔ سوچا تو یہی ہے۔"
"کوئی ضرورت نہیں آپی! ایسا کون سا ڈاکٹر یا انجینئر کا رشتہ ہے جو ہاتھ سے نکل گیا تو زندگی برباد ہو جائے گی آپ کی۔ دنیا بھری پڑی ہے اعلا رشتوں سے۔ پھر زلفی بھائی ہی کیوں؟" وہ ناپسندیدگی سے بولی۔ اب کی بار اسے مجبوراً طوبیٰ کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔
"اور اگر میں پوچھوں کہ زلفی کیوں نہیں......تو؟"
"اتنے غنڈے سے تو لگتے ہیں آپی! ہر وقت پان چھالیہ چباتے رہتے ہیں اور ان کے گھر چلے جاؤ غلطی سے تو ہمارے سامنے بھی اپنے چھوٹے بہن بھائی کو ذرا ذرا سی بات پر غلیظ گالیاں دیتے رہتے ہیں۔ ہم تو یہ سب برداشت نہیں کر سکتے۔" وہ احتجاج کرتے ہوئے بولی۔
"اور ویسے بھی فضول سی عادتیں ہیں ان کی...... بلکہ مجھے تو ان کے دیکھنے کا انداز ہی اچھا نہیں لگتا۔"
قدرے توقف سے اس نے بے حد ناگواری سے جو بات کی اس نے دل مٹھی میں لے لیا۔
"سب ٹھیک ہو جائے گا گڑیا! ابا ٹھیک ہوں گے تو سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے گا۔" اس نے جیسے سے

زیادہ بلے آپ کو گئی ہوئی۔
"آپی! سب کچھ ٹھیک کرنے کے لیے اپنی زندگی خراب کرنا ضروری ہے کیا؟" طوبیٰ بے بسی سے بولی۔
"بعض اوقات ہمیں دوسروں کی غلطیاں درست کرنے کے لیے اپنے ساتھ غلط ہونے دینا پڑتا ہے طوبیٰ!"
"اگر زلفی بھائی اچھے ہوتے تو پہلے نامراد نہ لوٹائے جاتے۔"
"کیا فضول باتیں لے کر بیٹھ گئی ہو تم۔ اب بس کرو، پھپھو آتی ہوں گی۔ سلاد وغیرہ بنالو اب۔"
اس نے بات کو لمبے ٹریک کی طرف جاتے دیکھ کر بات پلٹ دی جبکہ طوبیٰ ابھی تک اس کے پاس کھڑی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر طوبیٰ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور نرمی سے بولی۔
"ابا پھر سے اچھے ہو جائیں گے طوبیٰ! تم بھی پرائیویٹ پڑھنے کے بجائے کالج جا کر پڑھ سکو گی۔ اگر میری چھوٹی سی قربانی سے سب کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"
"مجھے بہت فرق پڑتا ہے آپی! کیونکہ میرا دل اللہ نے خود غرض نہیں بلکہ آپ جیسا حساس بنایا ہے۔ مجھے اپنی زندگی پر تعیش بنانے کے لیے آپ کی خوشیوں کی قربانی نہیں چاہیے۔" اس کی آنکھیں بھر آئیں اسے خود سے دو سال چھوٹی بہن پر ٹوٹ کر پیار آیا۔ اس نے بے اختیار اسے گلے لگا لیا۔ مگر وہ دونوں ہی یہ بات اچھی طرح جانتی تھیں کہ اب آخری فیصلہ ابا ہی کا ہوگا۔
پھپھو چلی تو آئیں مگر منہ ویسے ہی سوجا ہوا جیسے دو سال سے تھا۔
"بھائی اکرم کو بھی لے آتیں۔" کھانے کے بعد بھرمانہ ہی خاموشی کو توڑتے ہوئے اماں نے نند کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے نندوئی کا کہا تو پھپھو نے یوں تیز نظروں سے اماں کو دیکھا جیسے کھا جانے کا ارادہ ہو۔
"میں تو بہن ہوں۔ ذلیل ہو کر بھی دوبارہ بھائی کی چوکھٹ پر آ گئی ہوں۔ شوہر کو بتا کر آتی تو کاٹ ڈالتا مجھے۔" اماں جز بز ہو کر رہ گئیں۔
"بس اب غصہ تھوک دے نصرت! معاف کر دے۔ غلطی نہ ہو کر بھی اپنی غلطی مانتا ہوں میں۔"
"واہ...... یہ بھی خوب کہی بھائی صاحب! سارا قصور ہی آپ کے بے جا لاڈ پیار کا ہے۔ ارے میں کہتی ہوں، ایسی بھی کیا منہ زوری کہ اولاد ماں باپ کو کچھ سمجھے ہی نہ۔ سر پہ خاک ڈال کے نکلی ہے آپ کی لاڈلی۔" وہ پھنکاریں۔ غصے کی تو پہلے ہی تیز تھیں اب تو انہیں جیسے بھائی بھابی پر سبقت ہو گئی تھی۔
"بس کرو نصرت! کب تک اسی لکیر کو پیٹتی رہو گی۔ مٹ جانے دو اس بدنما لکیر کو۔" ابا بھی غصے کے بہت تیز تھے پہلے تو پھپھو کو ان کے سامنے تیز آواز میں بولنے کی جرات نہیں ہوتی تھی مگر اب تو وہ جیسے اپنا تمام تر غصہ ہر ایک کے سامنے انڈیل دینا چاہتی تھیں۔
"جو لکیریں نصیبوں پر لگ جائیں، وہ ان مٹ ہی ہوتی ہیں بھائی صاب! ان کو مٹانے کے لیے کوئی ربڑ نہیں بنا۔ ان کی بدنمائی ساری زندگی برداشت کرنی پڑتی ہے۔"
ابا آگے سے کچھ بول ہی نہ پائے۔ حریم کا دل برف کی سل بنا ہوا تھا۔ وہ جانتی تھی، اپنی بیٹی کا اپنے منہ سے رشتہ دینا کسی بھی ماں باپ کے لیے کیا معنی رکھتا ہے۔ اوپر سے پھپھو کی تیز دھار زبان۔ اس کے ماں باپ کی عزت گویا بیچ چوراہے پڑی تھی۔
"بندہ معاف کر دے تو اللہ بھی معاف کر دیتا ہے نصرت!" ابا کا حوصلہ کمال تھا۔
"اللہ کے سامنے بھی ناک رگڑو، معافی مانگو تو ہی وہ معاف کیا کرتا ہے۔" وہ نخوت سے بولیں۔ اماں کا دل

جیسے کسی نے کچلا ہو۔ بے اختیار اپنے شوہر کی طرف دیکھا۔ تمام عمر وہ جن کی کسی مقدس صحیفے کی طرح عزت کرتی آئی تھیں۔

"اسے ہماری معافی ہی سمجھو نصرت! اپنی بچی کا رشتہ دیتی ہوں میں زلفی کے لیے۔" میاں کا سر نیچا ہونے سے پہلے اماں نے گویا ہونے والی ذلت کا رخ اپنی طرف موڑ لیا اور پھپھو نے تو ایسا پیچ وتاب کھایا کہ رہے نام اللہ کا۔

"میری تو جوتی بھی نہ قبول کرے اب اس گھر سے کوئی رشتہ۔ ارے نکل گئی تمہاری بیٹی سب کے سروں میں سواہ (راکھ) ڈال کے۔ ایک ہی بیج کے منڈ (تنے) ہیں سارے بھنو! ایک دانہ چکھ لیا تمہاری دیگ کا بس بہت ہو گئی۔ میں تو کرموں ماری بھائی کا منہ دیکھنے چلی آئی۔ تم تو اپنی بیٹی ہی میری جھولی میں ڈالنے لگیں۔ کل کلاں کو اس کی بھی نیت بدل گئی۔ ہم تو اتنے جوگے نہیں کہ تمہاری بیٹیوں کے پیچھے بدنامی کے ٹھڑ اٹھائے بھاگتے پھریں۔"

اس گھر کی ہوتو کیا سب کی سانسیں بھی ساکت تھیں۔ ہونٹ پپڑی زدہ اور زبانیں تالو سے چپکی ہوئی۔

نصرت پھپھو جاتے ہوئے ان کی دہلیز پر تھوک کر گئی تھیں۔ ابا ان کے نکلتے ہی چارپائی پر گرے تو ان کا جسم کتنی ہی دیر یوں پھڑکتا اور لرزتا رہا جیسے پورے وجود پر رعشہ طاری ہو گیا ہو۔ اماں اور وہ روتی ہوئی ان کی ہتھیلیاں اور پیروں کے تلوے رگڑ رہی تھیں۔

"سوری ابا! مجھے معاف کر دیں۔ مجھے نہیں پتا تھا، پھپھو اتنی سنگ دلی کا مظاہرہ کریں گی۔" وہ آنسو بہاتے ہوئے ان سے معافی مانگ رہی تھی۔

☆☆☆

"پھپھو خدا کے لیے۔ آپ ہی سمجھائیں اپنے بیٹے کو۔ میں اس ذلیل عورت کی نشانی کو ایک گھنٹہ برداشت نہیں کر سکتی اور وہ چوبیس گھنٹے کے لیے اسے میرے سر پر تھوپنا چاہتا ہے۔" مائرہ کا غصے سے برا حال تھا۔

"ابھی وہ کچھ سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں ہے مائرہ! اور سمجھانے کا کیا کہتی ہو۔ میں نے تو یہاں تک کہا تھا بچی کو اس کے ننھیال کے حوالے کر آؤ۔ مگر اس کی اٹیچ منٹ تم جانتی ہو۔"

نزہت خود بھی تنگ تھیں بیٹے کی ضد سے۔ مگر یہ اس کی فطرت تھی اور شاید مائرہ کو معلوم نہیں تھا کہ عادتیں بدلی جا سکتی ہیں فطرت نہیں۔

"تم ہی کچھ کمپرومائز کر لو مائرہ! وہ ہاتھوں سے نکل جائے گا ضد کے کھیل میں۔" نزہت بیٹے کی فطرت سے خوب آگاہ تھیں اور بھتیجی کی ضد سے بھی۔

"کیا کمپرومائز کروں؟" وہ پھٹ پڑی۔ "اسے دیکھتی ہوں تو میرا خون کھولنے لگتا ہے پھپھو! یوں لگتا ہے جیسے میری سوکن کی بیٹی میرے سامنے آ گئی ہو۔ نفرت ہے مجھے اس فتنی سے۔"

"یا تو اس فتنی سے نفرت کر لو یا پھر اس کے باپ سے محبت۔ مگر میری ایک بات یاد رکھنا مائرہ! میرب وہ پل ہے جسے پار کر کے ہی تم منزل تک پہنچ سکتی ہو ورنہ اس پار ہی بھٹکتی رہو گی اور یقین مانو۔ میں بھی کچھ نہیں کر سکوں گی باوجود اپنی پوری کوشش کے۔"

"خدا کے لیے پھپھو! کوئی راستہ نکالیں۔ ایک بار پھر میں وہیں کھڑی ہوں، اسی بند گلی میں۔ جہاں پہلے اس کی ماں میری زندگی اجاڑنے کا باعث بنی اور اب میرب۔ میں اب اس کو کھونا نہیں چاہتی لیکن میں اس عورت کی "زندہ یاد" کو ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے چلتے پھرتے بھی نہیں دیکھ سکتی اور اس پر مستزاد میرب کی ہر ہر بات پر فدا ہونا۔ میرے لیے تو اس کے پاس ابھی سے وقت نہیں ہے اگر یہ قیامت

ہمارے سروں پر مسلط رہی تو وہ تو کبھی مجھے دیکھے گا بھی نہیں۔"

مائرہ کی آواز آخر تک آتے آتے بھرا گئی۔ نزہت نے گہری سانس بھری۔ سچ بات تو یہ تھی کہ وہ بھی اس معاملے پر بہت پریشان تھیں مگر فی الحال تو کوئی راہ سجھائی نہیں دے رہی تھی۔

"پھپھو! آپ اپنی اسی بات کو فوکس کریں اور اس سے کہیں کہ میرب کو اس کے ننھیال کے حوالے کر دے۔"

مائرہ نے انہیں پھر سے اکسایا تو وہ اسے تسلی دینے لگیں۔

"تم فکر مت کرو۔ میں اس کے ڈیڈی سے بات کرتی ہوں۔ ہو سکتا ہے ان کے سمجھانے سے ہی کوئی راستہ نکل آئے۔"

مائرہ نڈھال سی بیٹھی رہی۔ فی الوقت تو کوئی بھی تسلی دل کے زخموں پر پھاہا نہیں رکھ پا رہی تھی۔

☆☆☆

دروازے کی دو بار گھنٹی بجانے کے بعد آنے والا اب بڑی شتابی بلکہ جاں فشانی سے دروازہ پیٹ بھی رہا تھا۔ اسے وائپر کونے میں رکھ کر دوپٹہ اوڑھنے تک کا ہی وقت لگا تھا بس۔

"اللہ خیر۔ دیکھ تو کون ہے اتنا اتاؤلا۔" اماں بھی گھبرا کر باہر صحن میں نکل آئیں۔

"ارے صبر تو کرو۔" اس نے جھنجلا کر کہتے ہوئے بنا پوچھے ہی دروازہ وا کر دیا تو ساتھ ہی بولتی بھی بند ہو گئی۔

"پھپ...... پھو......" وہ ہکلائی۔

"ارے ہاں۔ میں ہی ہوں۔ کوئی جن بھوت نہیں ہے میرا۔" وہ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہو رہی تھیں اسے بھی پکڑ کر چٹا چٹ پیار کر ڈالا۔ پچھلے ہفتے ان کی دہلیز پر تھوک کر جانے والی پھپھو آج اس کا منہ ماتھا چوم رہی تھیں۔ اس کا دل ایک دم سے بند ہوا۔

اس نے ابھی برآمدہ اور صحن دھو کر وائپر لگایا تھا۔ اگست کے آغاز میں بارشوں کے باوجود موسم گرم اور حبس زدہ تھا۔ پھپھو لپٹ کر اماں سے ملتی برآمدے میں ان کے تخت پر ہی پھسکڑا مار کر بیٹھ گئیں۔

"خدا لگتی کہوں گی زاہدہ بھابی! بڑے خراب دل سے گئی تھی میں یہاں سے۔ کبھی واپس نہ آنے کے لیے مگر دعائیں دو میرے زلفی کو۔ کہنے لگا خبردار جو ماموں کے گھر سے ناتا توڑا ہو تو...... اور پھر اپنے ہی اپنوں کے عیب ڈھکا کرتے ہیں بھابی!"

وہ ان کی بات کی گہرائی سمجھتی اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے باورچی خانے تک لائی تو دل کیا، سلیب پر سر رکھ کر دھاڑیں مار کر روئے۔ پھپھو کے رشتے سے صفا چٹ انکار کے بعد وہ ابا کے سامنے سرخرو ہوئی تھی۔ کہ وہ تو رشتے کے لیے تیار تھی۔ انکار پھپھو کی طرف سے تھا۔ اب کی بار وجہ پھپھو بنی تھیں۔ مگر اب ان کا بیٹے سمیت آنا گواہی دے رہا تھا کہ حالات اسے دن میں تارے دکھانے والے تھے اور ابا کے آنے پر وہی ہوا۔

"بھائی صاحب! کہا سنا معاف۔ پر بہت دل بڑا کر کے آئی ہوں۔ زلفی نے سمجھایا مجھے کہ اماں ماموں کی بچی کے رشتے کو تم پھپھی ہو کر بھی انکار کر آئی ہو تو غیر کوئی کہاں ان کو بیاہ کر لے جائے گا۔ ترس آ گیا۔ میں عیب نہیں ڈھکوں گی تو پرایا کون ہے جو اتنی ہمت کرے گا۔" وہ ہمدردی کر رہی تھیں یا بھگو بھگو کر مار رہی تھیں۔ سفید پڑتے چہرے لیے اماں ابا اور ان کی دو بیٹیوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

تب اس نے شدت سے اپنے دل میں نفرت کا طوفان اٹھتا محسوس کیا۔

"مجھے آپ کی بچی کا رشتہ زلفی کے لیے منظور ہے۔ میرے زلفی نے تو میرے انکار کا سن کر گھر میں ایک

طوفان اٹھا رکھا ہے قسم سے۔" پھپھو نصرت نے دھماکا ہی تو کر دیا تھا۔ وہ جو پچھلے ایک ہفتے سے قیامت جیسا بار سر سے اتار کر مطمئن پھر رہی تھی، اسے یوں لگا جیسے یک لخت کسی نے دماغ کے پرخچے اڑا دیے ہوں۔

"میں نے بڑی مشکل سے زلفی کے باپ کو اس رشتے کے لیے منایا ہے بھائی صاحب! ابھی انگوٹھی ڈالوں گی۔ چھ ماہ بعد شادی کر کے بہو لے جاؤں گی، چھ ماہ کے لیے میری امانت آپ کے پاس ہے۔ خیال رکھیے گا اب کی بار ہماری عزت کو بٹہ نہ لگے۔" پھپھو کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ گئی تھیں۔

"اور یہ انگوٹھی۔" اس نے بائیں ہاتھ کی چھنگلی کے ساتھ والی انگلی میں پہنی باریک سی سونے کی انگوٹھی کو دیکھا یہ محض ایک انگوٹھی نہ تھی۔ ایک وزنی زنجیر تھی۔ جس نے اس کی ساری خوشیوں کو قید کر لیا تھا۔

اس کے خوابوں کو...... اس کی سوچوں پر اس انگوٹھی نے تالے لگا دیے تھے وہ حساس طبیعت اور نازک احساسات کی مالک تھی۔ زندگی کا یہ موڑ کانٹوں بھرا تھا۔ اس کی عزت نفس مجروح ہوئی تھی پھپھو کی باتوں سے۔

"آپ کی یہ قربانی کسی کام نہیں آئے گی آپی! بس زلفی بھائی خوش ہو جائیں گے کہ بی اے فیل کی قسمت جاگ گئی ہے۔" طوبیٰ تڑپ تڑپ گئی تھی۔ وہ بھی تو اسی جیسی تھی نازک دل اور حساس۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا طوبیٰ! تم دیکھنا، میں ابا سے تمہارے کالج میں ایڈمیشن کی بات کروں گی اور وہ مان بھی جائیں گے۔" اس نے طوبیٰ کا دھیان بٹایا۔

"ہونہہ......" وہ رونے کو تھی۔

"کسی کا اعتبار قائم کرنے میں زمانے لگ جاتے ہیں طوبیٰ! لیکن جب یہ اعتبار جاتا ہے نا تو...... یوں......" اس نے بھیگی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے چٹکی بجائی۔ "یوں ختم ہوتا ہے اعتبار۔"

"لیکن جو رشتے کھرے ہی اعتبار کی بنیاد پر ہوں۔ ان میں تو اعتبار اتنی جلدی ختم نہیں ہونا چاہیے آپی!"

"وقت اور حالات سب بدل دیتے ہیں گڑیا! کسی کا دوبارہ اعتماد حاصل کرنے کے لیے انسان کو ہمیشہ چار گنا زیادہ کوشش کرنا پڑتی ہے۔"

"اپنے ہاتھوں اپنی زندگی برباد کرنا بھی تو ناشکری ہے آپی۔ زندگی کو بہت مشکل بنا لیا ہے آپ نے اپنے لیے۔" وہ دکھی تھی۔

"تو زندگی آسان ہی کب تھی طوبیٰ! گزرے دو سالوں میں ابا کے بداعتمادی میں ڈوبے الفاظ نے میرا مان، میرا اعتماد، میرا غرور سب کچھ ہی تو ختم کر دیا ہے۔ اب اگر بہتری کی کوئی صورت نظر آئی ہے تو تم میری ہمت تو مت توڑو۔"

اس نے اذیت سے کہا تو طوبیٰ رونے کی خواہش کو دل میں دبا کر رہ گئی۔

زندگی خوب صورت ہے...... مگر تب تک جب حالات خوب صورت ہوں اور اسے یہ بات بہت اچھی طرح سے سمجھ میں آ گئی تھی۔

☆☆☆

پچھلے تین روز سے وہ ایک مخصوص گاڑی کو اپنی وین کے پیچھے آتا محسوس کر چکی تھی۔ اس کی وین میں اس کے علاوہ کالج کی لڑکیاں بھی تھیں۔ وہ یہی سمجھی کہ ان میں سے کسی کا پیچھا کیا جاتا ہے مگر آخری اسٹاپ اسی کا تھا اور جب وہ اپنے دروازے کے سامنے اترتی تو وہ ڈارک براؤن شیشوں والی گاڑی بھی اس کی وین سے ذرا پیچھے رکتی اور اس کے گھر جانے تک وہیں کھڑی رہتی...... شروع کے تین دن تو اسے وہم سا ہی رہا مگر گزرے ایک ہفتے میں مسلسل یہ روٹین برقرار رہنے پر اسے یقین ہو گیا کہ بدنامی اور بدقسمتی ایک بار پھر اس کے پیچھے لگ چکی ہے۔

(باقی آئندہ ماہ)

عفت سحر طاہر

رنگ دے تیرے

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

زمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

زمین کی سہیلی نجل کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔

دوسری قسط

"ابا! آپ جانتے ہیں میری سب دوستیں شریف گھرانوں سے ہیں اور صوما تو ہمارے گھر بھی آچکی ہے دو بار...... یونی فیلو رہ چکی ہے میری اور یہ بات اماں کو بھی پتا ہے کہ اتنی اچھی جاب بھی اسی نے دلوائی تھی مجھے۔"

زرمین احتجاج کر رہی تھی۔ یہ ہفتہ بھر پہلے ہی کی تو بات تھی۔ صوما کی برتھ ڈے پارٹی میں سب دوست جمع ہو رہے تھے، اس سے پہلے بھی زرمین جتنی بھی آزاد و سبک مگرا سے رات گئے باہر رہنے کی اجازت کبھی نہ ملی تھی۔ لیکن اس بار صوما کے برتھ ڈے پر تھیم پارٹی رکھنے کے بعد دوستوں کی طرف سے اتنا دباؤ تھا کہ زرمین کو ضد کرنا ہی پڑی اور ابا کا کیا تھا۔ وہ تو آنکھیں بند کر کے بیٹیوں پر اعتبار کرتے تھے۔

اعتراض کا حق تو اس گھر میں صرف اماں کے پاس تھا وہ جس بھی مسئلہ کو ویٹو کر دیتیں وہ ملتوی تو بے شک نہ ہوتا مگر کچھ دیر کے لیے کھٹائی میں ضرور پڑ جاتا۔ جیسا کہ اس روز بھی ابا نے شانے اچکا دیے۔ یعنی انہیں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا اس کی اتنی اچھی اور مہربان سہیلی کے گھر جانے پر۔

مگر اصل اعتراض تو ابا کو گھورتے ہوئے اماں کی طرف سے اٹھا تھا۔

"جوان جہان لڑکی۔ آدھی رات کو سالگرہ "کھا کر" گھر آئے گی تو محلے والے دروازے کھول کھول کر دیکھیں گے۔"

"اماں! اتنا فارغ کون بیٹھا ہوا ہے کہ آدھی رات کو اپنے دروازے "کھول کھول" کر ہمیں دیکھنے آئے۔" وہ زچ ہو کر بولی۔

"گھر میں جوان بیٹیاں ہوں تو ہمسائے کی دیواروں کو بھی آنکھیں لگ جاتی ہیں۔" اماں نے دانش ورانہ انداز میں کہا تو حریم پھڑک اٹھی۔

"واہ اماں! کیا محاورہ ایجاد کیا ہے آپ نے۔ دیواروں کے کان تو سنے تھے اب آنکھیں بھی لگ گئیں آپ کی مہربانی سے۔"

"شٹ اپ۔" زرمین نے حریم کی بے وقت ہنسی پر اسے ناگواری سے گھور کر دیکھا تو اس سدا کی صلح جو نے فوراً ہی بچوں کی طرح ہونٹوں پر انگلی رکھ لی۔ وہ جانتی تھی اپنے مطلب اور کام کے وقت زرمین مصطفیٰ کتنی بے دید اور بدلحاظ ہو جایا کرتی تھی۔

حریم سے نمٹ کر وہ دوبارہ اماں کی طرف متوجہ ہوئی۔ جو صبح کے دھلے کپڑوں کو بڑی نفاست سے تہہ کر رہی تھیں اور حریم مستعدی سے ان تہہ شدہ کپڑوں کو سب کی الماریوں میں رکھتی جا رہی تھی۔ گھر گرہستی کے سارے کام تو حریم نے آپوں آپ ہی اماں سے بانٹ لیے تھے گویا۔

"آپ جیسی مائیں ہوتی ہیں جو بچوں کو اڑنے کے لیے پر تو دیتی ہیں مگر اڑان بھرنے کو پورا آسمان نہیں دیتیں۔" منہ بسورا۔ حریم نے آہ بھری۔

"زرمین مصطفیٰ! خاندان کی پہلی اور آخری لڑکی ہو جس نے باپ کی مہربانی سے نا صرف یونیورسٹی کی شکل دیکھی ہے بلکہ مردوں کے بیچ نوکری بھی کر رہی ہو ابھی بھی شکوہ ہے تمہیں پورے آسمان کی پرواز نہ کرنے کا۔" اماں اپنے زمانے کی آٹھ جماعتیں پاس تھیں دلائل کی کمی ان کے پاس بھی نہ تھی۔ وہ بدمزا ہوئی۔

"ابا مجھے اپنا "شکرا" (عقاب) کہتے ہیں اماں! لیکن جتنی پابندیاں آپ لگاتی ہیں نا اتنی پابندیوں میں باز نہیں چڑیاں اڑا کرتی ہیں۔" اس نے منہ پھلایا۔

"لڑکیاں چڑیاں ہی ہوتی ہیں۔" اماں نے اس "بیان کے جاری کرنے پر" متاسفانہ نظروں سے ابا کو دیکھتے ہوئے زرمین کو تنبیہ کی اور بقیہ کپڑے تہہ کرنے لگیں۔

"ابا!" زرمین جھنجلائی۔

''مجھے اپنا آپ اس وقت میٹرک کی اس طالبہ کا سا لگ رہا ہے جسے اسکول ٹرپ کے ساتھ جانے کے لیے والدین سے گڑگڑا کر اجازت لینی پڑ رہی ہے میں ایک ذمہ دارانہ پوسٹ پر جاب کر رہی ہوں یہ سب میل ملاپ تو سوسائٹی کا حصہ ہے۔''

''ہماری سوسائٹی کا حصہ تو نہیں ہے کم از کم۔'' اماں نے نرمی مگر قطعیت سے کہا۔

''میں جس سوسائٹی میں موو کرتی ہوں اس کا تو ہے نا۔'' تنگی۔

قصہ مختصر۔ اسے ابا کی مداخلت کے بعد صوبا کی فیئرویل پارٹی میں جانے کی اجازت مل گئی۔ مگر اماں اس کے بعد ابا سے خوب ہی الجھیں۔

''حد کرتے ہیں آپ بھی۔ اتنی اڑان کی اجازت دینے کے بعد پر کھینچیں گے تو بڑا تڑپے گی آپ کی لاڈلی۔''

''واہموں میں مت پڑا کرو زاہدہ! مجھے اپنی اولاد پر پورا یقین ہے۔ گھر کا پالا ہوا کبوتر سو اڑانیں بھی بھر لے، واپس آکر اپنی ہی چھتری پر بیٹھتا ہے۔''

''ان ہونیوں کو دھیان میں رکھنا چاہیے زمین کے ابا! زیادہ لمبی اڑانیں بھرنے والے پرندے تھک کر کسی اور کے آنگن میں بھی جا گرتے ہیں۔'' اماں بہرحال ہر صحیح اور غلط پر نگاہ رکھنے کی عادی تھیں۔

''جہاں اعتماد ہو وہاں واہمے پالنے سے خرابیاں ہوتی ہیں۔ تم میری بچیوں کی فکر مت کیا کرو اور ویسے بھی وہ جانتی ہے، بچپن سے بات طے ہے اس کی آج تک اعتراض کا ایک لفظ نہیں کہا بھی اس نے۔'' ابا کے تنبیہی لہجے میں بولتے فخر نے تہہ کیے کپڑوں کا ڈھیر اٹھاتی حریم کے ہاتھ سست کر دیے۔ زمین کے بچپن کے رشتے کے متعلق خیالات یاد کر کے اس نے بامشکل تھوک نگلا۔ اس کی پیشانی چمک اٹھی اور اماں سر جھٹک کر کتنی ہی دیر بڑبڑاتی رہیں۔

اور پھر اس ماہ کی اپنی تنخواہ زمین نے بڑے شاہانہ انداز میں صوبا کی فیئرویل پارٹی کے لیے خریدے گئے برانڈڈ ڈریس پر اڑائی۔ نازک سی میچنگ جیولری اور برانڈڈ جوتے۔ پارٹی کا تھیم کرے بلیک تھا۔ سب اسی کلر کے ڈریسز پہن کر آنے والے تھے۔

''کچھ تو یہی چل جائے گا۔ حمنہ نے گفٹ کیا تھا میری برتھ ڈے پر۔ ابھی کسی ایونٹ پر لے کر نہیں گئی۔'' اس نے گرے اور بلیک اسٹرائپس پر سلور نگوں سے سجا کلچ نکال کر توصیفی نظروں سے دیکھا۔

''اگر ایک آدھ بار لے بھی لیا ہوتا تو کیا فرق پڑتا ہے زمین! اتنی خوب صورت اور مہنگی چیز تو اگر بندہ احتیاط سے استعمال کرے تو کئی سال چلا سکتا ہے۔'' حریم کی عادت اماں پر پڑی تھی قناعت پسند اور صابر۔

بولے بنا رہ نہیں پائی۔ زمین نے استہزاء سے اسے دیکھا۔

''کئی ساااال؟'' وہ لفظ کھینچ کر بولی پھر گویا اس کا تمسخر اڑاتے ہوئے نخوت سے کہا۔

''وہ تم جیسے لوگ ہوتے ہیں ایک ہی جوتی دو دو سال گھسیٹنے والے۔ میں تو ایک آدھ بار سے زیادہ دفعہ کوئی چیز ریپیٹ نہیں کر سکتی اپنے فرینڈز میں۔''

''ان سب کو پتا ہے تمہارے اسٹیٹس کا۔'' حریم نے کہنا چاہا مگر وہ اس کی بات کاٹ گئی۔

''کسی کو بھی نہیں پتا۔ سب زمین مصطفیٰ کو دیکھتے اور جانتے ہیں۔ اپنی غربت سے کبھی تعارف نہیں کروایا میں نے ان کا۔'' وہ تلخ ہوئی۔ حریم کا حیرت کے مارے منہ کھلا اور پھر اسے غصہ آیا۔

''اللہ کا شکر ہے زمین! لاکھوں لوگوں سے زیادہ اچھے حالات ہیں ہمارے اور...... تمہیں شرم آتی ہے ابا کا تعارف کرواتے؟''

''ہاں تو ہمارے ابا کون سا صوبائی وزیر لگے ہوئے ہیں جو ہر جگہ ان کا ریفرنس دیا کروں۔'' وہ ڈھٹائی سے کہتی آئینہ کے سامنے کھڑی ہو کر ہونٹوں پر گہرے سرخ رنگ کی لپ اسٹک کی تہہ جمانے لگی۔ حریم کو اس کی بات

بہت بری لگی مگر وہ جانتی تھی مزید بحث کرنے پر زمین مزید فضول بولے گی سو وہ خاموش ہوگئی۔ لیکن زمین کی بات نے اسے درحقیقت ششدر کیا تھا۔

☆☆☆

صوما کی تھیم پارٹی کے لیے زمین گھر سے تیار نہیں ہوئی تھی۔ شارٹ سلیوز شرٹ اور ٹراؤزر پہن کر اماں کے سامنے اسکارف لے کر آنے کا مطلب تھا ان کی جوتیاں کھانا اور گھر بیٹھنا جو کہ اسے منظور نہ تھا اس لیے اس نے گھر سے اپنا پرانا مگر اچھا سا سوٹ پہنا اور سادہ سا تیار ہو کر اماں کو اپنے حلیے سے مطمئن کرتی تجل کی طرف آگئی۔ حریم کو اس نے تجل کے گھر سے اچھی طرح تیار ہو کر جانے کا کہہ کر ٹال دیا وہ چپ ہو رہی۔

جانتی تھی اماں کنواری لڑکیوں کا بے جا فیشن اور میک اپ پسند نہیں کرتی تھیں۔ زمین نے اپنا خریدا ہوا سوٹ حریم کو بھی پیکنگ ہی میں دکھا کر الماری میں ڈال دیا تھا ورنہ تو وہ بھی ضرور ہی ڈریس کے ''بے پردہ'' ہونے اور گز بھر کے اسٹائلش اسکارف پر پُرزور اعتراض کرتی۔ مگر زمین نے وہ نوبت آنے ہی نہیں دی تھی۔

''عباد وسیم جیسے روڈ شخص کو صوما کی پارٹی سے پہلے...... ہم......'' زمین نے سوچا۔ زمین نے اسے پہلی بار قریب سے رانا سعید کے بھائی کے ولیمے کی تقریب میں دیکھا تھا۔ گروپ کی لڑکیاں اس کے گرد مکھیوں کی طرح منڈلاتی تھیں۔ اس روز عباد کی ہنسی اس کے قہقہے اور برجستگی محفل کی جان بنی ہوئی تھی۔ دوستوں کے درمیان وہ ایسا ہی زندہ دل ہو جایا کرتا تھا مگر اجنبیوں کے لیے اس کا پہلا تاثر روکھے پن ہی کا تھا۔

اور زمین بھی اس کے لیے ایک اجنبی ہی تھی۔ زمین کی بیسٹ فرینڈ تجل تھی اور تجل کا بیسٹی رانا سعید......اور عباد وسیم تھا رانا سعید کا جگری یار۔ یونہی تو نہیں کہتے کہ دنیا گول ہے۔ مگر اس روز اس گول دنیا میں بھی گھوم کر وہ زمین تک نہیں پہنچا تھا۔ زمین کی اسے دوسری ٹیبل کے فاصلے سے دیکھ دیکھ کر نظر تھک گئی مگر اس کی نگاہ ایک ٹیبل چھوڑ کر تیسری ٹیبل پر بیٹھی خوب صورت لڑکی تک نہیں گئی۔ ولیمے سے واپسی پر زمین نے تجل کے سامنے عباد وسیم کی تعریفیں کر کر کے اس کے کان کھا لیے تھے۔

''اللہ کا واسطہ ہے لڑکی! بس کر دو۔ میرا اپنا کرش ہو چلا ہے اس کی اتنی تعریفیں سن سن کر۔'' تجل چلائی تو اٹھی تھی وہ اپنے تایازاد سے انگیجڈ تھی۔ زمین منہ بنا کر بیٹھ گئی اور پھر صوما کی پارٹی کی رات آئی۔ تجل کے گھر وہ سر شام ہی آگئی تھی۔ چینج کر کے وہ قریبی پارلر چلی گئیں

''رانا پک کرے گا ہمیں۔'' زمین تیار ہو کر آئی تو اسے ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے تجل نے اسے مطلع کیا۔ پھر دل پہ ہاتھ رکھا۔

''آج تو تمہارے جلووں پہ دل قربان ہوں گے دل۔''

''شٹ اپ۔'' وہ ہنس دی۔ دانتوں کی ہموار موتیوں جیسی قطار ڈیپ ریڈ لپ اسٹک میں عجب سی چھب دکھا کر غائب ہوئی۔

''قسم سے زمین! آفت لگ رہی ہو آج۔ کوئی قیامت تو ضرور ہی ڈھاؤ گی۔'' تجل تیقن سے بولی۔

''ہونہہ۔ اس روز ''اس'' نے ایک سرسری نظر تک نہیں ڈالی مجھ پر۔ قیامت ڈھا ہی نہ دوں کہیں۔'' وہ جل کر بولی۔

''آر یو سیریس اباؤٹ ہم؟ (کیا تم اس کے بارے میں سنجیدہ ہو؟)۔'' تجل نے دھیان سے زمین کو دیکھا تو وہ بے بسی سے شانے اچکا کر رہ گئی۔

''لڑکیاں مکھیوں کی طرح منڈلاتی ہیں اس پر مینو! بنا محنت کے وہ بندہ ہاتھ آنے والا نہیں۔'' تجل اب سنجیدہ تھی۔ وہ دونوں ویٹنگ روم میں کرسیوں پر آ بیٹھیں۔ ابھی کچھ ہی دیر میں رانا سعید انہیں پک کرنے والا تھا۔

"محبت سے تو آسکتا ہے نا؟" وہ پرامید تھی۔
"یہ پیسے والے محبت کے پیچھے بھی نہیں کر سکتے۔ ظاہری چکا چوند چاہیے بس ان کو۔ رانا سے پوچھا تھا میں نے۔ عباد وسیم کی آئیڈیل لیڈی کے بارے میں۔" نجل مسکرائی۔
"تو۔ کیا بتایا اس نے؟" زرمین مضطرب سی اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔
"بتایا ہے نا۔ الٹرا ماڈرن۔ کانفیڈنٹ۔ بس ظاہری چکا چوند چاہیے اسے بھی عام امیر زادوں کی طرح۔" یہ نجل کا کہنا تھا جس نے زرمین کے دل میں امید کی جوت جگا دی۔
مگر تب تک وہ دونوں نہیں جانتی تھیں کہ عباد وسیم کو اپنی من پسند لڑکی میں "کچھ اور" ہی چاہیے تھا۔
باتوں کے دوران ہی رانا کی مس کال نجل کے موبائل پر آئی تو وہ دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ زرمین نے گھنگھریالے بالوں کو گرے اسٹرائپس والے بلیک اسکارف سے باندھ کر اسکارف کا ایک حصہ آگے کی طرف ڈال رکھا تھا۔ وہ دونوں چلتی ہوئی باہر آئیں تو رانا ڈرائیونگ سیٹ پر ہی بیٹھا ان کا انتظار کر رہا تھا۔
(عباد وسیم کا بیسٹی۔) زرمین کو سرگودھا سے آیا بڑی مونچھوں والا رانا سعید اپنی دبنگ سی پرسنالٹی کے باوجود کبھی بھی اچھا نہیں لگا تھا مگر آج ایک نئی نظر سے اسے دیکھنے پر وہ زرمین کو "قابل قبول" لگا۔
"واؤ۔ آج تو قتل کرنے کا پروگرام لگ رہا ہے تمہارا۔" گاڑی اسٹارٹ کرتے وہ ہنسا۔
زرمین محض مسکرا کر چپ ہو رہی جبکہ نجل نے بڑے انداز سے پلکیں جھپکا کر "تھینکس" کہا تو وہ قہقہہ لگاتے ہوئے صاف گوئی سے بولا۔
"یہ کمنٹ تمہاری فرینڈ کے لیے تھا۔"
"فٹے منہ تمہارا۔ پتا تھا مجھے۔" نجل نے منہ سجایا۔ پھر اترا کر بالوں میں ہاتھ پھیرا۔
"تمہارے پاس وہ نظر ہی نہیں جو میرا حسن دیکھ سکے۔"
"چلو۔ تمہارے پاس اپنا "صاحب نظر" تو موجود ہے نا۔" زرمین نے اسے اس کے منگیتر کے حوالے سے چھیڑتے ہوئے اسے تسلی دی۔
"ہو سکتا ہے اس کی نزدیک کی نظر کمزور ہو۔" نجل نے کچھ کہنے کو منہ کھولا مگر اس کے بولنے سے پہلے ہی رانا نے پھندنا لگایا۔ جواباً نجل کا مکا پیچھے سے اس کا شانہ سینک گیا۔
"اس کی نظر کمزور ہو گی مگر میری نظر بالکل ٹھیک ہے الحمدللہ۔"
وہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگا۔ پھر قدرے توقف کے بعد اس نے زرمین کو مخاطب کیا۔
"تم کب شادی کے لڈو کھلا رہی ہو بھئی۔ جاب تو ہو گئی۔"
"یہ بے چاری کیا کرے۔ دنیا کے تمام ملینیئر شادی شدہ ہوتے جا رہے ہیں اس کی طرف کسی کا دھیان نہیں جا رہا۔" نجل نے پسلی میں اس کی زوردار کہنی کھا کر بھی بات مکمل کر ہی دی۔
"بکواس کر رہی ہے یہ۔" نجل ہوئی۔
"نہیں۔ میں سچ کہہ رہی ہوں رانا! تمہارا وہ دوست۔ کیا نام ہے وہ جس کے ابا کے ایک ہی روڈ پر پانچ پٹرول پمپ ہیں۔" نجل کمینی کمال کی ڈرامہ باز تھی۔ زرمین کا تو دل اچھل کر حلق میں آگیا۔
"آہاں۔ عباد...... عباد وسیم۔ سیٹھی۔" وہ مسکرایا۔ "پیٹرول پمپ ہی نہیں۔ سیٹھی لیدرز کا بھی مالک ہے اس کا ابا۔"
"رانا پلیز۔ اس کی باتوں پر کان مت دھرنا۔ اس کی نیند پوری نہ ہو تو یہ ایسے ہذیان بکتی رہتی ہے۔" زرمین نے نجل کو تنبیہی نظروں سے گھورتے ہوئے رانا کو باور کرایا تو رانا نے گویا سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا مگر آگے سے کچھ جواب نہیں دیا۔ پوش ایریا میں صوما کے بنگلے کے سامنے گاڑی پہنچی تو رانا نے انہیں وہیں

اترنے کو کہا۔ اسے سائیڈ پر موجود پارکنگ میں گاڑی لگائی تھی۔ نرمین پہلے گاڑی سے اتری۔
"تم بھی اتر دیا کرین منگواؤں تمہارے لیے؟" بجل کو ملتے نہ دیکھ کر رانا بھنا کر پلٹا۔
"تم عباد کو نرمین کے ساتھ سیٹ کر سکتے ہو رانا؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔
"دماغ خراب ہے کیا تمہارا؟" وہ متحیر ہوا۔
"خراب ہی سمجھ لو۔ لڑکی حسین ہے اور بولڈ بھی۔ عباد کو ایسی ہی لڑکی چاہیے۔ نرمین کو پسند ہے تمہارا دوست۔ تو پھر تمہیں کیا مسئلہ ہے؟" وہ اطمینان سے کہتی گاڑی سے نیچے اترنے لگی۔
"اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ اسے کہو یہیں سے اپنے قدم واپس موڑ لے۔ عباد سیٹھی تک جانے والا راستہ بہت پرخار ہے۔ اس نے "کچھ اور" ہی معیار بنا رکھا ہے اپنا۔" بجل نے اپنے پیچھے رانا سعید کی اونچی معنی خیز آواز سنی مگر سر جھٹک کر نرمین کے ساتھ اندر کی طرف بڑھ گئی۔ جہاں روشنیوں سے مزین بھید بھرا ماحول ان کا منتظر تھا۔ کبھی کبھار وارننگز کو نظر انداز کرنا انسان کی بھیانک غلطی بن جایا کرتا ہے۔
یہاں نرمین نے دوسری بار عباد وسیم کو قریب سے دیکھا اور دیکھتی ہی رہ گئی حالانکہ وہ فارمل ڈریسنگ کے بجائے ہمیشہ کی طرح کی بلیک جینز اور گرے اینڈ بلیک ٹی شرٹ میں ملبوس تھا صرف رنگوں کے انتخاب میں پارٹی تھیم کا دھیان رکھا گیا تھا حلیہ اس کا روٹین والا ہی تھا چمکتی ڈارک براؤن آنکھیں ہنستے ہوئے جیسے چمک رہی تھیں۔ کسرتی بازو ٹی شرٹ کی ہاف سلیوز سے نمایاں ہو رہے تھے۔
"اف۔ اسے بلانا ضروری تھا۔ یہ تو آج ضرور ہی میری جان لے گا۔" بجل کے ساتھ ساتھ ان کی طرف بڑھتے ہوئے بے بسی سے سوچ رہی تھی۔ گروپ کے بھی ممبرز نے نرمین کی ڈریسنگ اور نئی لک کو سراہا تھا عباد کے ساتھ بجل کی ہائے ہیلو بھی سو نرمین کی بھی صرف "ہائے ہیلو" ہی ہو سکی۔ بجل کے عباد سے اس کا تعارف کرانے کے دوران وہ شعوری کوشش کرتی رہی کہ صوما کی طرف ہی متوجہ رہے عباد نے بس اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔
"تم نے دیکھا پاس سے۔ اتنا ہینڈسم ہے نہیں جتنا دور سے دیکھنے میں لگتا ہے۔" وہ دونوں باتیں کرتی اپنے کولڈ ڈرنکس کے گلاس ہاتھوں میں لیے سوئمنگ پول کے ایک کنارے پر آکھڑی ہوئیں جب بجل نے نیم سنجیدگی سے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔
"ہائے اور پھر بھی یمنیٰ الطاف اس پر مری جا رہی ہے۔ صرف تمہاری ہی نظر کمزور نکلی بجل!"
وہ سخت کبیدہ خاطر تھی، اسے یمنیٰ کی عباد کے ساتھ بے تکلفی اور خوامخواہ ہی اس کے شانے کے ساتھ چپک کر کھڑے ہونا سوئمنگ پول پار سے بھی اتنا ہی زہر لگ رہا تھا جتنا کہ عباد سے ہائے ہیلو کے دوران لگا تھا۔
"تم نے سنا نہیں ہوا" مایا کو مایا ملے، کر کے لمبے ہاتھ" یمنیٰ اور عباد کے والد بزنس پارٹنرز ہیں اور یہ دونوں یونی فیلوز رہ چکے ہیں، بے تکلفی تو ہوگی ہی۔"
"اور شاید مستقبل کے لائف پارٹنرز بھی۔" نرمین نے دل مسوس کر کہا تو بجل سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی وہ واقعی اس شام کا روشن ستارہ تھی لیکن حسن کو دیکھنے کے لیے تو دیکھنے والی آنکھ چاہیے ہوتی ہے۔ وہ ناتراشیدہ ہیرا تھی اس کا چاہنے والا کوئی جوہری ہی ہوتا۔
مجموعی طور پر اس رات عباد اور یمنیٰ ہی محفل پر چھائے رہے اور عباد سے پارٹی کے دوران کئی بار سامنا ہونے کے باوجود وہ شاید اس کی نظروں میں نہ سما سکی تھی وہ بہت برے دل کے ساتھ پارٹی سے وقت سے پہلے ہی لوٹ آئی رانا نے انہیں بجل کے گھر ڈراپ کیا اور وہاں سے وہ کپڑے تبدیل کر کے پہلے والے حلیے میں گھر چلی آئی ابا کو اس نے کال کر دی تھی، وہ موٹر سائیکل پر اسے لینے آگئے۔
اور آج۔ وہ بجل کے منہ سے سن کر بے یقین تھی کہ عباد وسیم اس کا پتا پوچھتا پھر رہا تھا۔

''اس نے صرف ایک نظر دیکھا تھا مجھے۔ میں کیسے مان لوں کہ وہ میرا پتا پوچھتا پھر رہا ہے؟'' حریم اماں کی آواز پر چپکی تو زمین نے سموسوں سے نبرد آزما تکمل سے قدرے خفگی سے پوچھا۔ یہ تکمل کا مذاق بھی ہو سکتا تھا۔

''ہو سکتا ہے گھر جا کر وہ لیے ہو کر اس نے پارٹی کے دوران ملنے والی لڑکیوں کی ایک لسٹ بنائی ہو اور تفتیش کرنے کے لیے قرعہ فال تمہارے نام نکلا ہو'' وہ بڑے غور و فکر کے بعد بولی تو زمین کا دل چاہا سموسے والی پلیٹ اس کے سر پر بجا دے۔

''بکو مت یار۔ آئم سیریس۔'' زمین خفا ہوئی۔

''میری جان پر بنی ہوئی ہے اور تم انٹ شنٹ بول رہی ہو۔''

ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرتی تکمل سیدھی ہوئی۔

''میری جان! اس نے ایک نظر میں ہی تمہاری قدر و قیمت پہچان لی ہے۔ تمہیں اس بات کی خوشی نہیں ہو رہی۔''

''یمنیٰ الطاف کے ہوتے ہوئے؟'' وہ اپنی خوب صورتی سے واقف تھی مگر مڈل کلاس ہونے کا کمپلیکس جان کو چمٹا ہوا تھا۔ رانجھا رانجھا کرتی کو اب رانجھا مل رہا تھا تب بھی بے یقینی ہی بے یقینی اندر اتر آئی تھی۔

''اب اگر وہ تمہارے بارے میں انفارمیشن لیتا پھر رہا ہے تو آف کورس یس۔ یمنیٰ الطاف کے ہوتے بھی اس کی نگاہ تم پر ٹھہری ہے۔ رانا بتا رہا تھا کہ ان دنوں عباد کے گھر میں ہاٹ ٹاپک عباد وسیم کی شادی ہے۔'' تکمل بتا رہی تھی اور زمین ہواؤں میں اڑتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

وہ حواس سے بیگانہ تھی اگلی شام کو ولیمہ تھا اور صبح فیملی ڈاکٹر کو بلا کر اس کا چیک اپ کرایا گیا۔

''شاکڈ ہیں اور ڈپریسڈ بھی۔ یہ میڈیسن دیں اور بیڈ ریسٹ کرائیں۔ شام تک شی ول بی فائن، ان شاء اللہ۔''

ڈاکٹر کے جاتے ہی مما نے اسے تیز نظروں سے دیکھا اور ترشی سے بولیں۔

''ذرا صبر ہی کر لیتے۔ ایسی کون سی اعلاترین خبر تھی جو آتے ہی سنانی ضروری تھی۔''

''وہ مجھے پہچان گئی تھی مما۔ بتانا ضروری ہو گیا تھا۔'' شب بے داری سے سرخ ہوتی آنکھوں کو ملتے ہوئے تھکاوٹ زدہ لہجے میں بولا تو اس سے شدید ناراضی کے باوجود مما کو اس پر ترس آ گیا۔

''ریسٹ کرو تم بھی۔ کئی راتوں کے جاگے ہوئے لگ رہے ہو۔''

''میرب کہاں ہے؟''

''ابھی سو رہی ہے میرے ہی کمرے میں۔ تم بے فکر ہو کر آرام کرو۔ جاگی بھی تو میں دیکھ لوں گی اسے۔''

''آر یو شیور؟'' وہ ٹھٹکا تو مما کو بے انتہا غصہ آیا۔

''پوتی ہے وہ میری۔ ہزار اختلافات رہے ہوں اس کی ماں سے مگر اپنے خون سے نفرت نہیں ہے مجھے اور نہ ہی میں دشمن ہوں اس کی۔ سمجھے تم۔'' تلخی سے بولیں۔

''آئم سو سوری مما! بلیو می۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا معاف کر دیں پلیز۔'' وہ بے اختیار ان سے لپٹ گیا۔ تو ان کا دل بھی بھر آیا۔

''جاؤ۔ آرام کرو جا کر تم بھی۔'' اس کی پشت تھپتھپا کر نرمی سے کہا تو آواز بھیگی ہوئی تھی۔ وہ خود پر ضبط کرتا ان سے نظر ملائے بنا وہاں سے چلا گیا۔ کمرے میں نیم تاریکی تھی اور وہ بیڈ پر دواؤں کے زیر اثر شاید سو رہی تھی۔ کاؤچ پہ بیٹھ کر جوتے اتارنے کے بعد سلیپر پہن کر اٹھ کھڑا ہوا ایک ہاتھ سے شرٹ کے بٹن کھولتا وہ واش روم کی طرف جاتے ہوئے غیر ارادی طور پر بستر کے پاس رکا پھر بے اختیار جھک کر اس کے تنفس کو محسوس کیا۔ متوازن چلتی سانس کے ساتھ وہ پرسکون نیند میں تھی۔ گہری سانس بھرتا وہ سیدھا ہوا اور واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆

خاندانی شادیوں میں شریک ہونا حریم اور گڑیا کو بہت پسند تھا جبکہ نزمین اب ایسی جگہوں اور فنکشنز میں خود کو انتہائی غیر آرام دہ محسوس کرتی تھی۔ خاندانی ماحول اب اس کی طبیعت سے میل نہیں کھاتا تھا۔ اب بھی تایا کی نزہت کی مایوں پر وہ کرنکل شیفون کی نازک سے سلور کام سے سجی شارٹ شرٹ اور شرارہ پہنے دوپٹے کو گلے میں بل دے کر ایک پلو آگے گرائے اکتائی ہوئی بیٹھی تھی، ایک تو ویسے ہی کشمیری رنگ روپ اوپر سے غضب کا ڈریسنگ سینس۔ ہر کوئی ایک بار تو اس کو ضرور دیکھتا تھا۔

اس پر بھی نزمین کو سخت اختلاف تھا۔

''شکر نہیں کرتیں اللہ پاک نے اتنی پیاری سی شکل دی ہے کہ سب مڑ مڑ کر دیکھتے ہیں۔'' کھانا کھاتے ہوئے حریم نے اسے چھیڑا۔ خوب صورت تو وہ بھی تھی مگر نزمین کی طرح بھڑکتا ہوا نہیں چاند کی چاندنی جیسا ٹھنڈا حسن تھا اس کا۔ اوپر سے غیر نمایاں رہنے کا شوق۔

''میں باز آئی ایسے مڑ مڑ کر دیکھنے سے۔ ایک تو اماں کو پتا نہیں کیا شوق ہے خاندان کی شادیوں پر پورے ''ٹبر'' کے ساتھ آنے کا۔'' وہ حد سے زیادہ بیزار تھی سونے پر سہاگا کھانے کے بعد نصرت پھپھو اس کے ساتھ چپک کر آ بیٹھیں پھر تو ان سے جان چھڑانا مشکل ہو گیا اور اس پر مستزاد زلفی کے بہانے بہانے سے ان کی میز کے چکر۔ میرون کڑھائی والے کرتے اور سفید شلوار میں ملبوس زلفی پان کلے میں دبائے تنقیدی نظروں سے نزمین کو دیکھتے ہوئے بظاہر پھپھو نصرت کی کرسی کی پشت پر دونوں ہاتھ جمائے جھک کر کھڑا ان سے بات کر رہا تھا پھر زیادہ دیر رہ نہیں سکا تو اسے گھورتے ہوئے اماں سے مخاطب ہوا۔

''بڑی پڑھی لکھی اولاد ہے آپ کی مامی! مگر یہ کون سی تعلیم ہے جو سر پہ دوپٹا اوڑھنا نہیں سکھاتی۔''

وہ تو ویسے ہی نزمین کو زہر لگتا تھا اوپر سے اس کا تمسخرانہ لب ولہجہ اور اکھڑ انداز۔ اماں تو کیا بولتیں اب تک اس کی غلیظ نظروں کو خود پر برداشت کرتی نزمین بھڑکی۔

''یہ وہی تعلیم ہے جو اگر تم نے حاصل کی ہوتی تو تمہیں پتا چلتا کہ کسی پر جملے کسنا اخلاقیات کے منافی ہے۔''

''ہائے نی مذاق کر رہا ہے تمہارے ساتھ۔ غصہ تو ناک پہ رکھا ہوا ہے تمہاری۔''

نصرت پھپھو کو نزمین کا صفاچٹ انداز پسند نہیں آیا مگر در حقیقت وہ پڑھی لکھی اور بالخصوص جاب شدہ بہو (ہونے والی ہی سہی) کھونا نہیں چاہتی تھیں۔ اماں نے اسے ہلکی سی گھوری سے نوازتے ہوئے نصرت پھپھو کو مخاطب کیا اور معاندانہ انداز میں بولیں۔

''ویسے تو بچیاں سلیقے سے ہی لیتی ہیں دوپٹے مگر شادی بیاہ میں تمہیں پتا ہے اپنوں کے درمیان تو اس طرح کی آزادی چل ہی جاتی ہے۔''

''ہاں۔ ہاں۔ یہ زلفی تو بس ایسے ہی۔ اسے کیا پتا۔'' وہ اوپری دل سے بھاوج کی ہاں میں ہاں ملاتی، زلفی کو آنکھیں دکھا کر وہاں سے جانے کا اشارہ کرنے لگیں۔

(جانتا ہوں اچھی طرح جو تمہاری اولاد پردے کرتی ہے) زلفی دل ہی دل میں گالی بکتا سر جھٹکتا کینہ پرور نظر اپنی کرسی پر تن کر بیٹھی نزمین پر ڈالتا وہاں سے چلا گیا۔

گھر آ کر نزمین اماں سے خوب ہی الجھی۔

''گھٹیا۔ کمینہ۔ اسے بھلا کیا حق پہنچتا ہے کہ مجھ پر بات کرے۔''

''بات اسی پر کی جاتی ہے جو سب سے الگ لگے۔ تمہیں کس نے کہا تھا بے زاری سے سوجا منہ لیے کونے میں جا بیٹھو۔'' حریم نے چڑ کر کہا۔

''اسی لیے میں ان گنواروں میں جانا پسند نہیں کرتی۔ سب ایسے حیران ہو ہو کر دیکھتے ہیں جیسے میں پتا نہیں خلائی لباس پہن کر سیدھی خلا سے ان کے درمیان اتری ہوں۔'' وہ اور جھنجھلائی۔

''شرم کرو۔ باپ نے سن لیا تو جوتے مارے گا۔ ان کے خاندان کو گنوار کہہ رہی ہو۔ اپنا حلیہ دیکھو۔ سارے پنڈال سے الگ ہی دکھائی دے رہی تھیں۔'' اماں نے اسے گھر کا۔

''جوتے تو اس کو پڑنے چاہئیں۔ تمیز نہیں ہے لڑکیوں سے بات کرنے کی۔ اپنی بہن کو پردہ کروائے۔ وہ تو کندھے پہ دوپٹا ڈالے پورے پنڈال میں مٹکتی پھر رہی تھی یا پھر اس کے نزدیک سر پہ دوپٹہ لینا صرف پڑھی لکھی لڑکی کے لیے فرض ہے۔'' زمین جل کر بولی۔

''اچھا اب بس۔ جو بھی ہوا۔ پھپھی زاد بھائی ہے کچھ اچھا سمجھانے کے لیے کہہ دیا تو کیا برا کیا۔ تم تو بنا ہتھیار چڑھ دوڑتی ہو بندے پر۔'' اماں نے اسے گھر کا۔

''مجھے تو معاف ہی رکھیں ایسا پھپھی زاد۔ اللہ میرے باپ کو سلامت رکھے اچھا برا سمجھانے کے لیے۔''
زمین ہاتھ جوڑتی اٹھ گئی تو اماں گال پہ انگلی رکھے پر تشویش نظروں سے اس کے انداز دیکھ کر رہ گئیں۔

''کیا چیز ہو تم زمین! پر کا کوا بنا ڈالتی ہو۔'' حریم نے کمرے میں آنے کے بعد عادتاً تکیہ اٹھا کر اسی سے بستر جھاڑتے ہوئے متاثرانہ انداز میں کہا۔

''تم نے اس ذلیل شخص کی آنکھوں سے ٹپکتی رالیں نہیں دیکھی ناں اس لیے۔'' زمین سلگی۔

''میرا تو دل کر رہا تھا اس کے دماغ کی طرح ایک آدھ تھپڑ مار کر اس کا چہرہ بھی گھما دوں۔'' اس کے انداز پر حریم ہک دک رہ گئی۔

''دماغ صحیح ہے تمہارا؟''

''صحیح ہے اللہ کے فضل سے۔ اسی لیے غلط اور صحیح کی پہچان کر سکتی ہوں۔'' وہ تنکی اور پھر بڑبڑاتے ہوئے سر جھٹکتی بستر میں گھس گئی لیکن حریم کا ذہن کئی لمحوں تک اسی نکتے پر اٹکا رہا۔

☆☆☆

بلیک ٹراوزر اور پولو کی میرون شرٹ میں ملبوس سن گلاسز بالوں پر اٹکائے وہ انگلی پر کی چین گھماتا سیڑھیاں اتر رہا تھا جب مما نے اسے آواز دے لی۔ وہ ان کی طرف لاؤنج میں چلا آیا۔

''کدھر کی تیاری ہے؟'' ٹی وی کی آواز کم کرتے ہوئے انہوں نے مسکرا کر پوچھا تو وہ ان کے پاس ہی صوفے میں دھنس گیا۔

''یونہی۔ فارغ تھا تو سوچا کلب کا چکر لگا لوں۔ دوستوں سے ملاقات بھی ہو جائے گی اور بیڈمنٹن کی ایک آدھ گیم بھی۔''

''اتنے ہی فارغ ہو تو شادی کیوں نہیں کرا لیتے۔'' مما نے اسے چھیڑتے ہوئے اپنا من پسند ٹاپک چھیڑا تو عباد بے اختیار ہنسنے لگا۔

''کام کاج سے فارغ ہوں مما! عقل اور دماغ سے نہیں۔ معاف ہی رکھیے مجھے اس جھنجھٹ سے۔''

''لو۔ تو جو شادی کرتے ہیں وہ تمہارے خیال میں عقل سے پیدل ہوتے ہیں؟''

''مجھے نہیں پتا اس پر تو ڈیڈی ہی اچھی طرح سے روشنی ڈال سکتے ہیں۔'' وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

''بات کو مذاق میں مت ٹالو عباد! پھر مت کہنا کہ تم سے تمہاری مرضی نہیں پوچھی میں نے۔'' وہ خفا ہوئیں۔

''ارے واہ۔ تو یہ مجھ سے میری مرضی پوچھی جا رہی ہے۔'' وہ ہنسا پھر اسی شرارت سے انہیں مشورہ دیا۔

''آپ چھوٹے کی کیوں نہیں کر دیتیں شادی۔ اسے شوق بھی ہے۔''

''تم اپنی بات کرو، چھوٹے کا وقت آئے گا تو اس کی بھی ایک نہیں سنوں گی۔''
''ابھی تو فی الحال میرے پاس شادی کرنے کا ٹائم نہیں کلب کے لیے لیٹ ہو رہا ہوں آ کر سوچتے ہیں اس بارے میں۔'' وہ رسٹ واچ پر وقت دیکھتا یوں کہتے ہوئے اٹھا جیسے وہ ابھی کے ابھی اس کی شادی کر دینے کے در پے ہوں۔
''تم صرف یہ بتاؤ، کوئی لڑکی پسند تو نہیں ہے تمہیں شادی کے لیے؟''
''فی الحال تو یہ سیٹ خالی ہے مما۔'' وہ ہنسا۔
''مطلب کہ کوئی بھی پسند نہیں تمہیں؟'' انہوں نے یقین چاہا۔
''کم از کم شادی کے لیے تو کوئی بھی نہیں۔ لیکن اگر آپ کا ارادہ ابھی فوری طور پر میری شادی کرنے کا ہے بیوٹی فل لیڈی! تو سوری ابھی فارغ نہیں ہوں میں۔''
''عابی۔ عباد۔ سیریس ہوں میں۔'' وہ آواز دیتی رہ گئیں مگر وہ مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلاتا یہ جا وہ جا۔ وہ گہری سانس بھر کر رہ گئیں۔

☆☆☆

''منہ تک نہیں دھونے دیا مجھے اور یہ یہاں کیا کرنے آئے ہیں ہم بھلا نہ جم جوائن کیا ہوا اور نہ ہی کوئی دوستوں کی پارٹی ہے۔'' زرمین کو آفس سے چھٹی کے بعد کنّل کا اسے گھسیٹ کر اپنے ساتھ کلب لے آنا کھل رہا تھا۔
''منزل پر پہنچنا ہو تو منزل کا پیچھا کرنا پڑتا ہے میری جان!'' کنّل نے فلسفیانہ انداز میں کہا، وہ کلب کے داخلی دروازے پر کھڑی ہال میں نظریں دوڑا رہی تھی۔ جلد ہی اسے شاید اپنا گوہر مقصود نظر آ گیا تو وہ پُرجوش سی زرمین کا ہاتھ کھینچتی آگے بڑھی۔
''اُف۔ جنگلی۔ ہاتھ نوچ ڈالا ہے میرا۔ ایسا کون سا خزانہ دکھائی دے گیا ہے جو بھاگ رہی ہو۔'' اس کے لمبے ناخن ہاتھ کی جلد میں چبھے تو وہ جس جگہ جا کر رکی وہیں جھٹکے سے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کنّل پر الٹ پڑی۔
''آہم۔'' وہ کھنکھاری۔
''اللہ نے یہ جو دو بلب چہرے پر فٹ کیے ہیں ان کی روشنی میں کچھ دیکھ بھی لیا کرتے ہیں۔'' اس کی بڑی بڑی روشن آنکھوں پر طنز کیا تو اس نے سنبھل کر ارد گرد کا جائزہ لیا تو دل جیسے اچھل کر حلق میں آن اٹکا۔ سامنے ہی اپنے دو دوستوں کے ساتھ عباد کھڑا تھا
''دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا۔ کنّل! اس نے میرے بارے میں پوچھ ہی لیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اس کا پیچھا کرنا شروع کر دوں۔'' وہ ہوش میں آتے ہوئے دانت پیس کر بولی۔
''لو۔ ہم تو ایسے ہی آئے ہیں، ہمیں کیا پتا کہ ''عباد وسیم سیٹھی'' بھی یہاں موجود ہے۔'' وہ کولڈ ڈرنک کاؤنٹر کے سامنے رکھے اسٹول پر چڑھتے ہوئے لاپروائی سے بولی تو زرمین نے سر جھٹکا۔
''مجھے سچ میں یہ سب اچھا نہیں لگ رہا۔''
''ہائے۔'' وہ زرمین کو نظر انداز کیے کسی کو ہاتھ ہلانے میں مصروف تھی۔ اس کا لاپروا۔ انداز دیکھ کر تاسف سے سر ہلاتے زرمین نے دوسرا اسٹول سنبھال لیا اور بار گرل کو اپنے لیے سافٹ ڈرنک آرڈر کرنے لگی۔
''ہیلو۔'' ایک نہیں باری باری دو ہیلو اس کی سماعت سے ٹکرائے تو وہ جو رانا کی آواز پر پلٹ کر ہیلو کا جواب دینے لگی تھی عباد کے ہیلو پر دھک سے رہ گئی۔ کنّل بڑی خوش دلی سے ان دونوں سے ہائے ہیلو میں مصروف تھی اور زرمین مصطفیٰ بار گرل کو سافٹ ڈرنک پیش کرتے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کلب میں آئی ہی اس مقصد کی غرض سے ہو۔
''یہ ''آب حیات'' کہیں نہیں جانے والا میرے خیال میں تھوڑی سی علیک سلیک کا وقت تو نکال ہی سکتی ہو

تم۔“ تحمل نے دانت پیستے ہوئے بظاہر بڑا مسکرا کر اس کا ہاتھ دبایا تو وہ خود کو سنبھالتے ہوئے ان کی طرف مڑی۔
”او۔ ہیلو۔“ اس نے یوں چونک کر کہا جیسے ابھی ابھی ان دونوں کی آمد کا پتا چلا ہو۔ عباد نے مسکراہٹ چھپائی۔
”رانا کو تو تم جانتی ہی ہو اور بالفرض ملاقات کو کئی سال بھی گزر چکے ہوں تو اس کی تو گز کی مونچھیں ہی اسے یاد رکھنے کے لیے کافی ہیں۔“ تحمل کا تعارف کرانے کا اپنا ہی انداز تھا۔ بے تکلفی کو بڑھاتا اور ماحول میں دوستانہ شگفتگی پیدا کرتا۔ وہ تینوں ہنس دیے۔
”اور یہ عباد وسیم کبھی ہے۔ جسے ایک بار مل کر بھلانا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔“ رانا نے تحمل کا جملہ اچکتے ہوئے شرارتی انداز میں عباد کا تعارف کرایا تھا۔ زرمین نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا وہ زرمین ہی کی طرف متوجہ تھا اسے دیکھ کر شانے اچکا دیے۔ یعنی بے نیازی سی بے نیازی تھی۔ وہ مسکرادی لیکن اندر ہی اندر اتھل پتھل ہوتے دل کو سنبھال رہی تھی۔
”اور یہ زرمین مصطفیٰ ہے میری بیسٹ فرینڈ۔“ تحمل کا اس کے لیے پیار الفاظ و انداز سے جھلکتا تھا۔
”یہ بھی کوئی بھلائے جانے والی چیز نہیں ہیں۔“ یہ جملہ عباد کی طرف سے آیا تھا۔ بار گرل سے فریش جوس کے گلاس لے کر پلٹتا وہ جانے کس رو میں تھا رانا اس کی جرأت پر اش اش کر اٹھا اور ادھر کوئی اور لڑکی ہوتی تو وہ اس جملے پر اترا اٹھتی۔ مگر......
”بولنے سے پہلے سوچنا چاہیے آپ کو۔ میں کوئی ”چیز“ نہیں ہوں۔“ زرمین نے ناراضی سے اسے دیکھا۔
ایک لمحے کے لیے عباد سے اس کی نگاہ ملی رہی پھر وہ مسکراتے ہوئے لہجے میں بولا۔
”ریئلی۔ یو آر۔ (واقعی تم ہو)۔“
زرمین کو اس کا انداز سراسر مذاق اڑانے والا لگا۔ وہ بازو سینے پر لپیٹے بے تاثر سی بیٹھی رہی۔ عباد نے رانا کے ہاتھ میں جوس کا ایک گلاس پکڑایا۔
”ایکسکیوز می۔ میری گیم کا ٹائم ہو رہا ہے۔“ وہ کسی کے بولنے سے پہلے ہی اپنا جوس کا گلاس ہاتھ میں لیے بیڈ منٹن کورٹ کی طرف بڑھ گیا۔ رانا تاسف سے تحمل کی طرف ایک نظر ڈالتا اپنے دوست کی تقلید میں بڑھا۔ تحمل جو کن سی کیفیت میں کھڑی تھی بری طرح چونکی۔
”یہ کیا تھا؟“ وہ حیران ہو کر زرمین کی طرف پلٹی۔
”تم نے اس کے بات کرنے کا انداز نوٹس نہیں کیا؟“ وہ اپنی نروس نیس کو چھپاتی خفا ہوئی۔
”تم بھی کمال ہو زرمین! بجائے اس کی بات نوٹ کرنے کے تم اس کا انداز نوٹ کرتی پھر رہی ہو۔ میرے خیال میں تو اسے برا لگ گیا ہے۔“
”مجھے بھی برا ہی لگا ہے۔“ زرمین نے کہتے ہوئے اپنا جوس کا گلاس ایک ہی۔۔۔ گھونٹ میں خالی کر کے خشک ہوتا حلق تر کیا اور گلاس کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے اسٹول سے نیچے اتر آئی۔ تحمل نے لب بھینچتے ہوئے جوس کی پے منٹ کے لیے اپنا پرس کھولا تو کاؤنٹر پر کھڑی لڑکی نے اس سے کچھ کہا تحمل نے اپنا پرس پے منٹ کیے بغیر بند کرلیا۔ وہ دونوں خاموشی سے چلتی ہوئی کلب سے باہر نکل آئیں۔
”مجھے سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم کرنا کیا چاہ رہی ہو؟ ایک بندہ تمہارے بارے میں پوچھتا پھر رہا ہے دوسروں سے اور تم اسے یوں رگید رہی ہو سب کے بیچ۔ آئی ڈونٹ بلیو۔“ تحمل نے تھوڑی دور اس کے ساتھ چلنے کے بعد الجھ کر کہا۔
”اس لڑکی نے جوس کے پیسے کیوں نہیں لیے تم سے؟“ زرمین نروس ہوئی تو اپنے ذہن کو دوسری طرف لگایا۔
”کہہ رہی تھی عباد نے اپنے اکاؤنٹ میں ڈلوا دیے تھے وہ دونوں اس کلب کے مستقل ممبرز ہیں ظاہر ہے ان کا کھاتہ ہو گا ادھر۔“ وہ خفگی سے بولی۔

''کمال کرتی ہوں نجل! یار دو جوس کے گلاس کتنی قیمت کے ہوں گے، کتنے ___ مہنگے ہوں گے؟ اور تم نے بھی ہنسی خوشی اس کے اکاؤنٹ میں ڈلوا دیے۔'' رکشے کو ہاتھ دیتے ہوئے زمین تپ کر بولی۔
''بات مہنگے یا سستے کی نہیں دوستی کے مان کی تھی۔'' نجل جتا کر بولی۔ وہ اس سے سخت ناراض تھی۔ رکشے کا پُرشور سفر کچھ دیر خاموشی سے کٹا۔ وہ دونوں اپنی طرف کے دروازے سے باہر کے تیزی سے گزرتے مناظر دیکھ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد نجل نے اس کی طرف مڑتے ہوئے اونچی آواز میں پوچھا۔
''میرا خیال ہے کہ تمہیں احساس ہو گیا ہوگا اس بے وقوفی کا جو تم وہاں کر کے آئی ہو۔''
''ہاں۔'' زمین کا یک لفظی جواب اپنی ذات میں مکمل تھا پھر وہ یوں ہی باہر دیکھتے ہوئے دل گرفتی سے بولی۔
''مگر پتا نہیں کیوں مجھے اس کی بات سے زیادہ اس کا انداز برا لگا۔ مذاق اڑانے والا۔''
''اس نے ایک سمپل سی بات کی تھی زمین! اور میرے خیال میں تو وہ تمہاری تعریف ہی تھی۔'' رکشا ان کے پوائنٹ پر آ کر رک گیا وہ دونوں رکشے سے اتر آئیں۔ نجل رکشے کا کرایہ دے رہی تھی پھر تو رسان سے بولی۔
''دوستی میں ''کھاتے'' نہیں مان ہوا کرتے ہیں۔'' اس کا اشارہ جوس کے بل کی طرف تھا۔ زمین اس کی بات کی تہہ تک پہنچ گئی۔
''کھاتا عباد وسیم کا سہی مگر مان میرے دوست رانا کا تھا۔'' نجل نے چلتے ہوئے کہا اور پھر بات بدل گئی۔
''میری طرف چلو، چائے وائے پیتے ہیں۔''
''نہیں۔ پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے اماں ناراض ہوں گی چائے پھر کبھی سہی۔'' زمین نے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلاتی اپنی گلی میں داخل ہو گئی۔
زمین بوجھل دل لیے اپنے راستے پر چل دی۔ وہ خود اپنے بدلتے موڈ پر حیران تھی اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ وہ کبھی عباد کی ذرا سی بات پر یوں ہائپر بھی ہو سکتی ہے۔ مگر اب بازی اس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔

☆☆☆

''اٹھ جا نکھٹو! دسویں بار جگا رہی ہوں تجھے۔ اللہ کی مار تجھ پر۔ اسٹور پر نہیں جانا کیا؟'' نصرت نے اب کی بار زلفی کو اٹھاتے ہوئے ساتھ دو ہتھڑ بھی لگا دیے تو وہ آنکھیں ملتا ہوا ناچار اٹھ ہی بیٹھا۔
''کیا اماں! تم بھی نا بڑی ہی ظالم ہو۔ خواب بھی پورا نہیں دیکھنے دیا، ابھی تو دولہا بن کر گھوڑے پر بیٹھا ہی تھا کہ سوئچ آف کر دیا میرے خواب کا۔''
''بس تم خوابوں میں ہی دولہا بنتے رہنا اور اس گھوڑے پر کوئی اور سوار ہو کر آ جائے گا۔'' نصرت چڑ کر طنزیہ بولیں تو زلفی نے سینہ ٹھونکا۔
''ارے اماں! تمہارے زلفی کے ہوتے کسی کی کیا مجال کہ وہ گھوڑے پر چڑھ کر تمہاری بھتیجی کی بارات لائے۔ اللہ قسم چھ ٹانگیں کٹیں گی چھ۔ چار گھوڑے کی اور دو اوپر بیٹھے ہوئے گدھے کی۔''
''گدھا تو تو ہے کام کا نہ کاج کا ہر وقت پوستیوں کی طرح سوتا رہتا ہے یا آوارہ گردی کرتا رہتا ہے۔ شکل دیکھ اپنی۔ ارے بیٹا! شہزادی بیاہ کر لانی ہے تو شکل اور کرتوت تو ٹھیک کر اپنے۔'' نصرت کو اپنے لاڈلے پر اتنا غصہ بھی کبھار ہی آتا تھا۔
''ارے واہ۔ اپنی بھتیجی شہزادی بنا دی اور بیٹا گدھا۔ کونے والی رخشندہ مرتی ہے تمہارے بیٹے کی شکل کو دیکھنے کے لیے اماں!'' وہ صدمے کی گرفت میں آیا۔
''موٹے شیشوں کی عینک لگی ہوئی ہے اس رخشندہ مرن جوگی کو اسے تو دور سے یہ بھی پتا نہیں چلتا ہوگا کہ

سامنے سے گھوڑا آرہا ہے کہ گدھا۔"
"خیر۔ گھوڑے اور گدھے کی پہچان تو ہے اسے۔" زلفی ڈھیٹ بن کر بولا۔
"ہاں ہاں تبھی اس نے چن کر گدھا پسند کیا ہے اپنے لیے۔" نصرت برجستہ چوٹ کرتے ہوئے بولیں۔
زلفی چادر پرے کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔
"ایسی بھی کوئی حور نہیں ہے تمہاری بھتیجی اماں!" تنک کر کہا۔
"وہ حور نہ سہی پر تو لنگور ضرور ہے۔" وہ جل کر بولیں۔ "مجھے تو یہ ڈر ہے کہ کہیں وہ شادی سے انکار نہ کر دے۔"
"بچپن کی منگ ہے میری اماں! جان سے مار دوں گا اگر زیادہ اڑنے کی کوشش کی اس نے۔ ابھی تو میں صرف تم لوگوں کی خاطر چپ کر جاتا ہوں بس۔"
"تمیں چالیس ہزار کمانے والی بیوی کے آگے زبان بند رکھنے میں ہی بھلائی ہے بیٹا۔" وہ شاطرانہ پن سے مسکرائیں۔
"بس یہی بات مار جاتی ہے مجھے اماں! ورنہ تو وہاں بھرے پنڈال میں چوٹی سے پکڑ کر درست کر دیتا اسے۔" وہ تنفر سے کہتا باتھ روم میں گھس گیا نصرت سر جھٹک کر چادر تہہ کرنے لگیں۔
"کھنچوا ہی نہ لے وہ تم سے اپنی چوٹی۔" وہ بڑبڑا رہی تھیں۔ ان کے بستر کی چادر اور تکیہ درست کرنے تک وہ دانتوں کو برش سے رگڑتا پھر سے باتھ روم کے دروازے پر نمودار ہوا۔
"کہے دیتا ہوں اماں! اس سال میں نے شادی کی ٹھان لی ہے۔ بتا دینا اپنے بھائی صاحب اور ان کی مغرور بیٹی کو۔ بچپن کی منگ ہے میری۔ زیادہ بولے گی تو زبان اور بھاگے گی تو پیر کاٹ کر ہاتھ میں تھما دوں گا۔" اس نے بڑک ماری نصرت نے گھور کر اسے دیکھا۔
"خود نہ کام کا نہ کاج کا دشمن اناج کا اور تاویلیں دوسروں پر گھڑی جا رہا ہے کم بخت۔ باپ صبح کا جا کر اسٹور پر بیٹھا انتظار کر رہا ہے کہ نکھٹو بیٹا آئے تو وہ جا کر تھوک کا سامان لا کر اسٹور میں ڈالے۔ مگر ادھر تو مہاراج کی صبح ہی نہیں ہو رہی۔" انہوں نے اس کی شادی کی بات بالکل نظر انداز کرتے ہوئے درشتی سے کہا تو وہ منہ بنا کر پانی کی کلیاں کرنے لگا پھر تولیے سے منہ صاف کرتا باہر نکلا۔
"ایک تو یہ ابا لوگ بھی نا عذاب ہی ہوتے ہیں اماں قسم سے۔" وہ جھنجلایا تو نصرت کا منہ اس کی بدزبانی پر حیرت سے کھل گیا پھر بھڑکتے ہوئے انہوں نے اپنی ربڑ کی چپل اتار کر اسے دے ماری۔
"کم بخت! کیا اول فول بکے جاتا ہے۔"
"تو غلط کیا ہے اماں! ادھر بیٹے جوان ہوئے نہیں ادھر دنیا کے تمام ابا اس تگ و دو میں لگ جاتے ہیں کہ اپنے کندھوں کا سارا بوجھ اس نئے نئے جوان ہوتے "گدھے" پر ڈال دیں۔" وہ ڈھٹائی سے ہنستا ہوا شیشے میں بال سنوار رہا تھا۔
"تو کس نے کہا تھا پڑھائی سے جی چرا۔ بی اے ہی پورا کر لیتا کم بخت۔ اب اسٹور پر نہ بٹھائیں تو بی اے فیل سے پی آئی اے کے جہاز چلوائیں کیا۔" وہ جل کر بولیں۔
"وہ تو پہلے ہی سے ہم جیسے ہی چلا رہے ہیں اماں!" وہ ہنسا
"مجھے تو بس تمہاری بھتیجی پٹانی ہے۔" وہ مخمور لہجے میں بولا تو نصرت کو بے اختیار اپنے گبھرو بیٹے پر پیار آ گیا۔
"تو اپنے اطوار درست کر لے میرے شہزادے۔ میری بھتیجی کہیں نہیں جانے کی۔ میرے بھائی نے زبان

دی ہے بھری برادری میں مجھے۔" وہ سینہ ٹھونک کر بولیں تو زلفی کے ہونٹوں پر تفاخرانہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

☆☆☆

اسے قطعاً سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ عباد کے ذرا سے مذاق کو کیوں برداشت نہیں کر پائی (شاید اس کا اور میرا کلاس ڈفرنس ہی میرا کمپلیکس ہے) اس نے یاسیت سے سوچا، آج اتوار تھا۔ آفس سے چھٹی تھی اس روز وہ دن چڑھے تک لمبی تان کر سوئی رہتی باوجود ماں کی لعن طعن کے اور آج نیند تھی کہ صبح ہی روٹھ گئی تھی۔ حریم کمرے میں آئی تو اسے جاگتے دیکھ کر حیران ہوئی۔

"یہ آج افسر لوگوں کی صبح اتنی جلدی کیسے ہوگئی؟" وہ زمین کو چھیڑتے ہوئے بولی۔ تو زمین نے کسل مندی سے کروٹ لیتے ہوئے ہوئے تکیہ اٹھا کر بازوؤں کی گرفت میں لیا۔

"پتا نہیں میری نیند کو کیا مصیبت پڑ گئی ہے۔ صبح سے جاگ رہی ہوں۔"

"اگر جاگ ہی گئی تھیں تو نماز بھی پڑھ لیتیں۔ اماں کتنی دیر بول بول کر گئی تھیں۔" حریم نے ہمیشہ کی طرح نصیحت کرنا اپنا فرض سمجھا۔

"حری! ایک بات تو بتاؤ کیا ہم مڈل کلاس لوگوں کی قسمت میں بس یہی لکھا ہے کہ ہم جس سرکل میں پیدا ہوں اسی میں ساری عمر گزار کر اسٹرگل کرتے کرتے مر جائیں۔" وہ دل گرفتی سے پوچھ رہی تھی حریم نے گہری سانس بھری۔

"ہر روز ایک نئی صبح اور اس صبح کے نئے تقاضے ہوتے ہیں زمین! اگر انسان سوچے تو...... لیکن اگر ہم اپنا ایک ہی گول سیٹ کر کے پاگلوں کی طرح اس کے پیچھے لگ جائیں، اپنے سمجھوتے کا اسکیل سیٹ کیے بنا تو ڈسٹرب ہی رہیں گے نا۔"

"ایک تو تم۔ فوراً سے پیشتر دادی اماں بن جاتی ہو وہ بھی کسی فلاسفر کی۔" زمین کی ساری اداسی اُڑن چھو ہوگئی اس نے کینہ توز نظروں سے حریم کو دیکھا۔

"دورہ کیا پڑا ہے آج ویسے؟" حریم مسکراتی ہوئی اس کے پاس نیم دراز ہو کر پوچھنے لگی۔

"ہم اتنے امیر کیوں نہیں ہیں حری! ہمارے ابا کے ایک ہی روڈ پر چار پانچ نہ سہی دو تین۔ پٹرول پمپ ہی ہوتے تو کتنا مزہ آتا نا۔" زمین یاسیت سے بولی۔

"الٰہی خیر۔" حریم بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔

"یہ خوابوں کی کون سی قسم ہے میری بہن! اور اتنے سارے پٹرول پمپ۔ پینا ہے پٹرول یا دنیا جلانی ہے؟"

"تم تو بس۔ نکمی ہی رہو گی۔ یہ خواب ہیں خواب۔ کسی بھی منزل کی طرف پہلا قدم۔" زمین نے متاسفانہ انداز میں کہا۔

"اچھا۔ میں سمجھی ہذیان بک رہی ہو۔" حریم کو اس کے خوابوں کا تیا پانچہ کرنے میں بہت مزہ آتا تھا شاید۔

"شاید تمہیں پتا نہیں حری! مجھے اپنے خوابوں کا مذاق اڑانے والے زہر سے بھی زیادہ برے لگتے ہیں اور میں ان کو بنا کسی دقت کے قتل بھی کر سکتی ہوں۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولی تو وہ ہنسنے لگی۔

"سیریسلی زمین! تم زلفی سے شادی نہیں کرو گی؟" حریم سنجیدہ ہوئی۔

"یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے ہی زلفی سے شادی کرنی ہے؟" اس نے الٹا پوچھا۔

"سارا خاندان جانتا ہے زمین!" حریم نے اس کی یادداشت واپس لانے کی کوشش کی۔

"دفع دور۔" اس نے لاپروائی سے ہاتھ ہلایا۔

''رشتے اور توقعات اپنے جیسوں ہی سے باندھی جائیں تو اچھی ہوتی ہیں زمین!''

''یہ بات تم زلفی کو کیوں نہیں سمجھا دیتیں؟'' زمین نے الٹا سوال کیا۔ پھر بولی

''اور اگر کوئی ایسا اچھا لگ جائے جو توقعات سے اور ہم جیسوں سے بڑھ کر ہو تو؟'' زمین کے ہونٹوں پر بڑی خوب صورت سی مسکراہٹ آن ٹھہری تھی۔ حریم نے بغور اسے دیکھا۔ بھوری آنکھوں میں الوہی سی چمک نئے خوابوں کے روشن ہونے کا پتا دے رہی تھی۔ اس کا دل نجانے کیوں کانپا۔

''ساری عمر۔ ڈفرنس آف اسٹیٹس'' (طبقاتی فرق) کے کمپلیکس سے نہیں نکل پاؤ گی زمین! اور جس سے محبت کی جائے اس کا ہم پلہ ہونا بہت ضروری ہوتا ہے ورنہ تمام عمر ترازو کے پلڑے اوپر نیچے ہی رہتے ہیں۔''

''ہمم۔'' وہ کسی اور ہی خیال میں تھی۔

''چلو۔ آج اگر جلدی اٹھ ہی گئی ہو تو چل کے اچھا سا ناشتا ہی بنا دو سنڈے کا۔'' حریم نے بات سمیٹی تو وہ پھر سے تکیے پر گر گئی۔

''مجھے تو بہت سخت نیند آ رہی ہے۔ تم۔۔۔ اگر ناشتا بنا لو تو آ کر جگا لینا مجھے۔''

حریم تکیہ اٹھا کر اسے مارتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تم جیسے پوتی لوگ صرف بیڈ پر لیٹ کر خواب ہی دیکھتے رہتے ہیں اور تعبیر حاصل کرنے کے لیے ہم جیسوں کو آگے کر دیتے ہیں۔'' زمین ہنسنے لگی۔ حریم اسے جلد اٹھنے کا کہہ کر ناشتا بنانے چلی گئی۔ زمین کے ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ سمٹ گئی۔ اسے خیال آیا اس کا خواب پورا ہونے سے پہلے ہی شاید تعبیر سے محروم ہو چکا تھا۔ وہ ٹھنڈی آہ بھر کے آنکھیں موندے سوچوں سے فرار حاصل کرنے کی خاطر پھر سے سونے کی ناکام کوشش کرنے لگی اور جب نیند کی دیوی اس پر مہربان ہونے لگی تو اس کا موبائل بول اٹھا۔ وہ ڈھیٹ بنی موبائل کی رنگ ٹون سنتی رہی۔ لیکن کال کرنے والا بھی اس سے کچھ کم ڈھیٹ نہ تھا اس پر مستزاد فون کی وائبریشن۔ اس کا پورا تکیہ اس وائبریشن سے لرز رہا تھا۔ اس نے جھنجلا کر موبائل تکیے کے نیچے سے نکال کر آنکھوں کے سامنے کیا۔

کوئی اجنبی سا نمبر تھا۔ وہ کال اٹینڈ کرتے ہوئے قدرے ہچکچائی۔ مگر جتنی شدومد سے بار بار کال کی جا رہی تھی اس نے زمین کو کال اٹینڈ کرنے پر مجبور کر دیا۔

''ہیلو۔''

''تھینک گاڈ کہ تم زندہ سلامت اس دھرتی پر موجود ہو۔'' گہری سانس کے ساتھ شرارت بھرے لہجے میں کہا گیا تو زمین نے موبائل سامنے کر کے گھورا۔ پھر دوبارہ کان سے لگایا اور اس اجنبی پر چڑھ دوڑی۔

''جی۔ فرمایئے۔ کون سی ایسی قیامت ٹوٹ رہی تھی آپ پر۔ جس کی اطلاع مجھے دینے کے لیے آپ مسلسل ایک رانگ نمبر ڈائل کیے جا رہے ہیں۔'' نیند میں تو وہ یوں بھی بہت بدلحاظ ہو جایا کرتی تھی اب بھی انداز کاٹ کھانے والا تھا۔ وہ محظوظ ہو کر ہنسا۔

''اماۓ۔ ماۓ۔'' زمین ٹھٹکی۔ لہجہ اب سماعت کو کچھ جانا پہچانا سا لگا۔

''فرمانا کیا ہے بس ایک ریکویسٹ کرنی ہے آپ کے حضور۔ ایک ملاقات کا بہانا بنانا ہے۔ چائے کے ایک ننھے سے کپ کو۔'' بڑا ہی شاعرانہ انداز تھا وہ جو ''رانگ کالر'' کے لتے لینے کے خیال سے کہنی کے بل نیم دراز تھی کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھی۔

''عب...... عباد......؟'' وہ ہکلائی تو دوسری طرف سے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ اس کی دھیمی آواز گونجی۔

''تھینک گاڈ۔ بندہ ناچیز یاد ہے تمہیں۔'' اب وہ کیا کہتی۔ بندہ خدا۔ تمہارے خواب ہی تو دیکھ کر سوتی ہوں ان دنوں۔

"آئم سوری عباد۔ اس روز کلب میں جو ہوا۔ سو سوری۔ تم نے تو کچھ بھی ایسا نہیں کہا تھا بس میں ہی یونہی ہائپر ہوگئی تھی۔" وہ جلدی سے جی بھر کر شرمندگی کا اظہار کر دینا چاہتی تھی تاکہ وہ اس کی طرف سے اپنا دل صاف کرلے۔ مبادا کال بند ہو جائے۔ اسے تو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ عباد نے اسے خود کال کی تھی۔

"آج سارا دن کیا کر رہی ہو تم...... آئی مین۔ آفس تو نہیں ہے نا آج تمہارا؟" وہ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا اور زمین ہواؤں میں اڑنے لگی، کچھ سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ کیا جواب دے۔

"ہاں۔ آج آف ڈے ہے میرا۔"

"تو پھر بتاؤ۔ میں کتنے بجے پک کروں تمہیں؟" وہ دونوں جیسے بہت اچھے دوست تھے زمین کے ہاتھ پاؤں سنسنا اٹھے۔

"کیا مطلب۔ کہاں جانا ہے؟" بامشکل نارمل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"یوں ہی۔ سوچا کہ ہم دونوں ایک اچھا سا ڈے سپینڈ کرتے ہیں۔ پہلے لانگ ڈرائیو پھر ایک اچھا سا لنچ۔ پھر دوبارہ لانگ ڈرائیو اس کے بعد شان دار سا ڈنر اور پھر ایک لاسٹ لانگ ڈرائیو۔" وہ مسکراتے ہوئے سارے دن کا پروگرام بتا رہا تھا زمین کی سانس رکنے لگی۔

"آر یو سیریس؟ مطلب...... تم نے کہیں رانگ کال تو نہیں ملائی؟" زمین کو شبہ سا ہوا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"کم آن زمین مصطفیٰ! ڈونٹ انڈر ایسٹی میٹ یور سیلف۔ میں نے تمہیں بقائمی ہوش و حواس کال کی ہے۔"

"لیکن میں نے ابھی کچھ سوچا نہیں ہے تمہاری آفر قبول کرنے کے بارے میں۔" وہ معصومیت سے بولی تو وہ دوبارہ ہنسا پھر نرمی سے بولا۔

"او کے۔ تم سوچ لو اور ریڈی ہو کر مجھے کال کر دو پھر میں تمہیں پک کر لیتا ہوں۔ باقی کی باتیں ملاقات پر۔" زمین کے دل کو جیسے کوئی نرمی سے مٹھی میں جکڑے چلا جا رہا تھا۔

"او کے۔ بائے۔" فون بند کرنے تک اس کے گال تپ گئے اور کانوں سے جیسے تپش نکلنے لگی تھی۔

"یاہو۔" وہ نعرہ مارتے ہوئے بستر سے اتری تو حریم حیران سی شکل لیے اندر داخل ہوئی۔

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ ناشتا تیار ہے؟"

"اچھا۔ ناشتا تیار ہے کیا؟" وہ سنبھلی۔

"تو یہ نعرہ کس خوشی میں لگ رہا تھا پھر؟" حریم مشکوک ہوئی۔

"وہ۔ ارے وہ اس خوشی میں کہ کجل کی پروموشن ہوگئی ہے۔ پے بھی بڑھی ہے تو اسی خوشی میں آج وہ ہم سب دوستوں کی شان دار سی دعوت کر رہی ہے۔ لنچ، ڈنر سب اسی کی طرف ہے آج۔" اسے بہانا سوجھ ہی گیا۔

"ارے واہ۔ مبارک دینا ہماری طرف سے بھی۔" حریم نے خلوص سے کہا تو وہ سر ہلاتی اندر ہی اندر خود کو بروقت بات سنبھالنے پر شاباشی دیتی واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

دل ایک سبک سی کیفیت کا شکار تھا ہونٹوں پر پیاری سی مسکراہٹ مستقل ڈیرہ ڈالے ہوئے تھی اور ذہن پر بے یقینی کا گہرا تاثر۔ کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی؟

☆☆☆

کسی کے بچھڑنے کا سوگ کرنے بیٹھو تو عمر تمام ہو جائے مگر سوگ ختم نہ ہو۔ دکھ دل میں ڈیرے ڈال لے تو سوچ کی زمینیں بنجر ہو جایا کرتی ہیں وہ بھی گہرے دکھ اور صدمے کی اسی کیفیت میں تھی یا شاید بے یقینی کی کیفیت

اس دکھ پر حاوی ہوگئی تھی اور اب اسے بے حس بنا رہی تھی۔ وہ اس خبر پر یقین ہی نہیں کرنا چاہتی تھی کہ "وہ" نہیں رہی۔ وہ جس کے ہونے سے بہاروں کو ثبات تھا اور جب آپ حقیقت پر یقین نہ کرتے ہوئے اس پر نفی کی مہر لگا دیں تو جذبات و احساسات پر بے حسی چھا جایا کرتی ہے۔ وہ بھی اسی بے حسی کی زد میں تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے گھر کی کل وقتی ملازمہ اسے ناشتا کروا کر گئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد سے وہ یوں ہی کاؤچ پر بیٹھی تھی جیسے کوئی ننھی بچی۔ جسے خبر نہ ہو کہ اب اس کے بعد اٹھ کر کیا کرے۔ تب ہی وہ بعجلت کمرے میں داخل ہوا سیدھا وارڈروب کی طرف گیا اور اپنی ٹائی نکال کر پلٹا تو حریم کو کاؤچ پر بیٹھا دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"ناشتا کرلیا ہے تم نے؟" حریم نے بے تاثر نظروں سے اسے دیکھا تو اس کے خود سے لاپروا انداز کو دیکھتے ہوئے وہ چلتا ہوا کاؤچ پر اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔

"کیسی طبیعت ہے اب؟" وہ چپ رہی۔ تو وہ کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد پھر سے گویا ہوا۔

"میرب کو ضرورت ہے تمہاری۔ تمہارا صدمہ اگر شدید ہے تو اس کا شدید تر ہے اگر تم غیر جانب داری سے سوچو تو۔" وہ اب بھی کسی بت کی طرح جامد بیٹھی رہی۔

"اسے ایک ماں کی ضرورت ہے اور وہ تم ہی ہو سکتی ہو۔ میں تنہا اسے نہیں سنبھال سکتا۔" اس کے خاموش ہوتے ہی وہ کاؤچ سے اٹھ گئی۔

"دیکھو۔ میں مانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کچھ زیادتی ہوئی ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگا تھا کہ حریم پھٹ پڑی۔

"کچھ؟ اسے تم "کچھ" زیادتی کہتے ہو؟ میری تمام عمر کی ریاضت، میری عزت، میری آبرو خاک میں ملا دی تم نے۔ ساری عمر کے لیے میرے والدین کا سر دنیا کے سامنے جھکا دیا اور تم چاہتے ہو کہ اس سب کے بدلے میں تمہارے خاندان کی نشانی کو سینے سے لگا کر پالوں تو آئم سوری۔ یہ تمہاری بھول ہے۔" بھینچے ہوئے سرد لہجے میں حریم نے وہ سب کہا، جس کی وہ اس سے زندگی بھر توقع نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ششدر سا اسے دیکھتا بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔ تو کیا اس کا کھیلا پتا بے کار گیا تھا؟

☆☆☆

وہ اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں موجود تھی۔ عباد اسے خود گھر سے پک کرنے پر مصر تھا مگر اماں ابا اور محلے والوں کے ڈر سے زمین نے اسے ٹالتے ہوئے ملاقات کا وقت اور مقام میسج کر کے پوچھ لیا تھا۔ ایک ویٹر نے اینٹرنس سے داخل ہوتے ہی جب وہ متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی، اس کا نام کنفرم کیا اور اسے ساتھ لیے ایک طرف ریزروڈ ٹیبل پر آ گیا۔

"ہیو یور سیٹ میم! مسٹر سیٹھی ابھی چند منٹ میں آنے والے ہیں۔"

اس نے شائستگی سے کہتے ہوئے نرمین کے لیے ایک کرسی کھینچی تو وہ آہستہ چلتے اس کرسی پر بیٹھ گئی۔ ٹیبل پر سلیقے سے رکھے وائن گلاس اور ان کے بیچ ٹکا ایک چھوٹا سا وائٹ ریزرویشن کارڈ جس پر مسٹر سیٹھی اور نرمین کا نام لکھا ہوا گویا جگمگا رہا تھا۔ نرمین کو وہ کارڈ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ ویٹر اس کے بیٹھتے ہی فریش جوس دے گیا تھا، وہ خشک ہوتے حلق کو جوس سے تر کرتی نروس سی بیٹھی عباد کا انتظار کرنے لگی، اس کا دل بے ترتیبی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی آج سے اس کی زندگی کا رخ بدلنے والا ہے۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

عفت سحر طاہر

رنگ دے سنہرے

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

زمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

زمین کی سہیلی نجل کہتی ہے کہ تمہیں عبادوسیم پوچھ رہا تھا۔

زمین اپنی دوست صوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا سے جانے کی اجازت

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔
نرمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ تھیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ نجل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں نجل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے نرمین کی دوستی کرادے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں نرمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ یمنی الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں نجل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ نرمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔ فیملی ڈاکٹر ولیمے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

نجل نرمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آجاتی ہے نرمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ نرمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت، زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ نرمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

نرمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ نرمین، نجل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

تیسری قسط

محبت خواب جیسی ہے
کسی بھی آنکھ کی پتلی پہ چپکے سے
اترتی ہے، نشاں سا چھوڑ جاتی ہے
یقیں کے رنگ دھندلا کر
گماں سا چھوڑ جاتی ہے
محبت کا کوئی کلیہ
کوئی قانون
لوگوں کی سمجھ میں آنہیں سکتا
کوئی بھی اس کے گہرے بھید پا نہیں سکتا
چمکتی دھوپ کی ان چلچلاتی زرد تاروں سے
بنا ہے اس کو فطرت نے
یہ سب رنگوں سے برتر ہے
مگر ہر رنگ اس میں گھل گیا گویا
چھوؤ تو ہاتھ کی پوریں گلابی ہوں
سماعت میں اترتی دھیمی دھیمی
چاپ جیسی ہے

کتاب زیست کے بھولے ہوئے سے
باب جیسی ہے
محبت خواب جیسی ہے
اور پھر وہ آ گیا... بلیو جینز پر بلیک ٹی شرٹ ایک ہاتھ میں موبائل اور کی چین تھامے وہ ہال میں نظریں دوڑا رہا تھا۔ نرمین فوراً ہی اسے دکھائی دے گئی تو اس کے چہرے پر بڑی جان دار سی مسکراہٹ آئی تھی۔ نرمین کا دل دھڑک اٹھا۔ اس کی نگاہ اپنی ٹیبل تک پہنچنے تک عباد کے ساتھ آئی تھی۔

"ہیلو... سوری ٹو بی لیٹ۔" کرسی گھسیٹ کر اس کے مقابل بیٹھتے ہوئے وہ بشاشت سے بولا۔ موبائل اور کی چین ٹیبل کی سطح پر رکھے اور گہری سانس لی۔ نرمین مسکرا دی۔

"اٹس او کے...... اتنی بھی دیر نہیں ہوئی۔ میں بھی ابھی آئی ہوں۔" آدھے گھنٹے کے انتظار کو اس نے شمار ہی نہ کیا تھا اور اگر کیا بھی تھا تو بھلا دیا۔

"لکنگ پریٹی۔" وہ کہنیاں ٹیبل پر جمائے اسے مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ نرمین بڑے اعتماد سے مسکرائی۔ اس کی خوب صورتی کے بارے میں تو کوئی دو رائے تھی ہی نہیں اا اور پھر ابھی آتے ہوئے آئینے سے بے مثال دکھنے کی سند لے کر آئی تھی۔ پُر اعتماد کیوں نہ ہوتی۔ سرخ اور گرے کمبی نیشن کا برانڈڈ لباس اور "نو میک اپ لُک" اس کی سنہری رنگت اس کی دمک مقابل کی نظروں کو یقیناً خیرہ کر رہی تھی۔

"تھینکس۔"

لنچ کے دوران ان دونوں میں ادھر اُدھر کی باتوں کے دوران دوستی کا ایک نیا آغاز ہوا۔ لنچ کے بعد لانگ ڈرائیو کے دوران اچھے سے میوزک نے نرمین کو کسی اور ہی دنیا میں پہنچا دیا تھا۔

(اللہ کرے یہ ساتھ دائمی ہو جائے) نرمین نے اس روز بارہا یہ دعا کی تھی۔ عباد کے بے پناہ دوستانہ انداز کی خوشی میں نرمین کو اس کی کچھ کھوجتی چمکتی نگاہوں کی گہرائی کا احساس تک نہیں ہوا تھا۔

☆☆☆

اماں کے پیٹ میں اٹھنے والی تکلیف اتنی اچانک اور شدید تھی کہ حریم کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ طوبیٰ تو فوراً ہی رونے والی ہو گئی۔ ابا شہر سے باہر تھے انہیں فون کر کے ہراساں کرنے کا فائدہ بھی نہ تھا۔ ایسے میں ابا کی غیر موجودگی میں نرمین ہی گھر کا مرد بن جایا کرتی تھی۔ حریم نے پہلے تو اماں کی سنکائی کرنے کے لیے بیگ گرم کر کے دیا اور پھر جلدی سے موبائل پر نرمین کو کال کرنے لگی۔

ایک بار' دو بار' سہ بار...... مگر اس کا نمبر مسلسل آف جا رہا تھا۔

"اوہ...... ایسی بھی کیا لنچ ڈنر کی خوشی بندہ گھر والوں کو ہی بھلا دے۔"

حریم نے وقت دیکھا شام ہونے کو تھی۔۔ کچھ سوچ کر اس نے نجل کا نمبر ملایا۔ وہ فوراً ہی مل گیا تو حریم کے رگ و پے میں اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔

"کیا حال ہے۔ ڈسٹرب تو نہیں کیا میں نے؟" سلام دعا کے بعد حریم نے پوچھا تو وہ ہنسی۔

"ارے...... تو میں نے کون سا پہاڑ اٹھا رکھے تھے۔ فارغ ہی فارغ ہوں۔"

"پروموشن کی مبارک ہو۔" حریم کا دل تو چاہ رہا تھا، سیدھا نرمین سے بات کروانے کا کہہ دے مگر اب اس نے موبائل پہ کال کی تھی تو اس کی ترقی کی مبارک باد دینا اخلاقی فرض بنتا تھا۔

"ہائیں۔ کس کی پروموشن؟ اگر تو یہ طنز ہے تو بہت اچھا ہے کیونکہ واقعی پہلے میں گھر میں صرف جھاڑ پونچھ کا

کام کرتی تھی مگر آج اماں نے چھٹی کا فائدہ اٹھا کر واشنگ مشین بھی مجھ ہی سے لگوائی ہے اس حساب سے تو
پروموشن ہی ہوئی۔" وہ نیم مزاحیہ انداز میں بولی مگر حریم کو ہنسی نہیں آئی۔

"آپ کہاں ہیں اس وقت؟"

"کیا مطلب کہاں ہیں؟ گھر پہ ہی ہوں کوئی کام ہے کیا؟ اور یہ پوتی نرمین بیگم اٹھی یا سارا دن ہی بستر
توڑتی رہتی ہے۔ کہا بھی تھا آج میری طرف چکر لگانا اور یہ محترمہ موبائل ہی آف کیے بیٹھی ہیں چکر لگانا تو دور کی
بات ہے۔"

حریم سن رہ گئی۔ مطلب کہ وہ کجل کے ساتھ نہیں تھی۔

"وہ...... نرمین تو واش روم میں ہے...... شاید شرارت کی تھی اس نے کہ آپ کی پروموشن ہو گئی ہے تو میں
نے سوچا مبارک دے دوں آپ کو۔" وہ بدقت تمام بولی۔ ورنہ دماغ تو سنسناہٹ کا شکار تھا۔ (پھر نرمین کہاں گئی
ہے کجل کے ساتھ جانے کا بہانہ بنا کر)۔

"ارے یار...... دعا کرو ہو پروموشن۔ پھر بڑی شان دار ٹریٹ دوں گی۔ مگر یہاں تو اپنا بڈھا کھوسٹ باس
ہی سڑیل کنجوس ہے۔" وہ دہائی دینے لگی۔ حریم نے بامشکل اس سے جان چھڑا کر ایک آدھ بات کے بعد کال
ڈراپ کی۔

"یا اللہ خیر۔" اس نے گھڑی پر نظر ڈالی شام کے سات بجنے کو تھے حریم کا دل واہموں میں گھرنے لگا۔ مگر
اسی وقت ڈور بیل بجی تو اس کا دل سکون سے بھر گیا۔ نرمین آ گئی تھی۔ وہ موبائل رکھتی کمرے سے نکلی تب تک طوبیٰ
دروازہ کھول چکی تھی۔ ابا کو موٹر سائیکل اندر لاتے دیکھ کر حریم کے پیٹ میں گولہ سا اٹھا۔

وہ سلام دعا کرتی سنسناتا دماغ لیے کچھ بتانے اور کچھ چھپانے والی چویشن میں گھری کھڑی رہ گئی۔

"کیا بات ہے بھئی۔ اتنی خاموشی کیوں ہے گھر میں؟" ابا تو عادی تھے ان کی چکاروں کے...... اور کچھ نہیں
تو ٹی وی چینلز پر لڑائیاں ہی نہ ختم ہوتی تھیں تینوں بہنوں کی۔

"اماں کی طبیعت خراب ہے ابا۔" حریم نے پہلے اماں کی طبیعت کا حل نکالنا چاہا نرمین والے مسئلے میں ان کو
الجھاتی تو ڈاکٹر کے پاس جانے میں یقیناً اور دیر لگتی۔

"نرمین کہاں ہے وہ لے جاتی ماں کو ہاسپٹل۔" ابا متفکر ہوئے۔

"وہ کجل کے ساتھ پارٹی پر گئی ہے۔ صبح بتایا تو تھا ڈنر کے بعد آئے گی۔ میں تو آپ کا انتظار کر رہی تھی۔
آپ جلدی سے اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جائیں بے چاری بہت تکلیف میں ہیں۔" شپٹائی حریم نے جلدی
میں جھوٹ سچ ملا کر وقت کو ٹالا۔ اماں کو لے کر ابا ڈاکٹر کے پاس چلے گئے اب حریم تھی اور اس کی ٹینشن۔

"اللہ جانے یہ لڑکی کہاں گئی ہے اس سے پہلے تو اس نے کبھی اس طرح کا جھوٹ نہیں بولا۔" ادھر ادھر ٹہلتے
اسے کسی پل سکون نہ تھا۔ نرمین کا فون ابھی بھی بند جا رہا تھا۔ کسی حادثے کا امکان بھی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ وہ خود
گھر سے ہی جھوٹ بول کر نکلی تھی ورنہ شاید حریم سوچ ہی لیتی کہ کوئی حادثے یا خدانخواستہ گمشدگی کا کیس نہ ہو۔

"اب تو ابا ڈاکٹر کے پاس لے گئے ہیں اماں کو۔ کال بھی کر کے ان سے پوچھ لیا آپ نے۔ اماں کی
طبیعت پہلے سے بہتر ہے پھر آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں آپی!" طوبیٰ نے اپنی سمجھ کے مطابق بہن کا پریشان
چہرہ دیکھتے ہوئے ہوئے اسے تسلی دیتے ہوئے پوچھا۔

"ہمم......" اس نے چونک کر طوبیٰ کو دیکھا۔

"نہیں۔ اب تو پریشان نہیں ہوں۔" حریم بدقت مسکرائی اور اس کا گال تھپتھپایا۔

''تم نے اسکول ٹیسٹ کی تیاری کرلی ہے نا؟''

''کب کی کرلی۔'' وہ مسکرائی۔ اس کا چہرہ اماں کی اچانک طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے سُتا ہوا تھا۔

''اچھا۔ چل بے لیٹو۔ پھر فجر کے وقت اٹھتی نہیں ہو کہ نیند پوری نہیں ہوئی۔'' حریم نے اسے ٹالا دل میں عہد بدگئی تھی کہ فوراً سے پیشتر زمین کی کھوج کرے۔ وہ آخر گئی تو گئی کہاں۔ گھڑی اب ساڑھے آٹھ بجا رہی تھی۔ طوبیٰ کو سونے کے لیے بھیج کر وہ بے چینی اور تفکر میں مبتلا ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔ دروازے کی گھنٹی بجی تو وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ دروازہ کھولنے لپکی۔ حالانکہ اماں ابا کو وہاں رش کی وجہ سے کافی دیر ہوگئی تھی۔ وہ ابا کو کال کر کے معلوم کرچکی تھی مگر اس پل وہ صرف اور صرف زمین کو سامنے دیکھنا چاہتی تھی اور وہی تھی۔

''اللہ کا شکر۔'' دروازہ کھولتے ہی بے اختیار حریم کے منہ سے نکلا۔

''ارے واہ۔ تم تو میرے انتظار میں گویا دروازے سے لگ کر ہی کھڑی تھیں۔'' خوش گوار موڈ میں کہتی زمین اندر چلی آئی۔ حریم جلدی سے دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے لپکی۔ وہ لاؤنج میں صوفے پر گرسی گئی تھی۔

''اف۔ تھک گئی آج تو۔'' جگر جگر چمکتی آنکھیں۔ تمتماتی گلابی رنگت۔ وہ تھکی ہوئی نہیں روح تک۔ سرشار لگتی تھی۔ جیسے من پسند مشروب کے جرعے پی آئی ہو۔

''کہاں گئی تھیں؟'' حریم نے بامشکل آواز کنٹرول کرتے ہوئے پوچھا تو وہ ہنسی۔

''ارے بڑی کمزور یادداشت ہے تمہاری۔ بتایا تو تھا صبح۔''

''کل سے شام کو بات ہوئی تھی میری وہ گھر پر مشین لگا کر کپڑے دھو رہی تھی زمین!'' اس کا لہجہ ذرا سا بلند ہوا تو لمحہ بھر کو وہ منہ اٹھائے حریم کو دیکھتی رہی۔ پھر اٹھ کر اس کے سامنے کھڑی ہوئی۔

''تم میری جاسوسی کر رہی تھیں؟'' چبھتا ہوا لہجہ حریم کو کچھ زیادہ اس لیے چبھا کیونکہ وہ خود غلط ہو کر بھی ڈھٹائی پر اتر آئی تھی۔

''ہاں...... اور جو اپنے عمل میں صحیح ہوتے ہیں انہیں اس جاسوسی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''لیکن مجھے پڑتا ہے۔ اب تم مجھ پر نظر رکھا کرو گی۔'' وہ غصے سے بولی اسی وقت طوبیٰ افتاں وخیزاں اٹھ کر

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے 4 خوبصورت ناول

میرے خواب لوٹا دو

نگہت عبداللہ
قیمت/400 روپے

کسی راستے کی تلاش میں
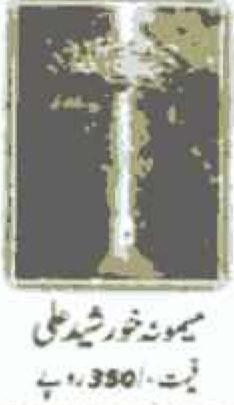
میمونہ خورشید علی
قیمت/350 روپے

اُجالوں کی بستی

فاخرہ جبیں
قیمت/400 روپے

ایک میں اور ایک تم

تنزیلہ ریاض
قیمت/350 روپے

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 32735021

چلی آئی۔

"کیا ہوا۔ اماں آگئیں، طبیعت تو ٹھیک ہے ان کی؟" وہ شاید کچی نیند میں تھی اور ان کی آوازوں کے شور کی وجہ سے اٹھ کر آئی تھی۔ اسی لیے سہمی ہوئی تھی۔

"اماں؟" نرمین بری طرح چونکی۔ واقعی اماں ابھی تک نظر نہ آئی تھیں ورنہ صبح تو وہ ناراض ہو رہی تھیں کہ رات کا کھانا باہر کھا کر آؤ گی تو لوگ کیا کہیں گے۔ اسے واپسی پر بھی اچھی خاصی کلاس لینے کی توقع تھی۔

"اماں کہاں ہیں کیا ہوا ہے ان کی طبیعت کو؟" اس نے حریم پہ آیا غصہ بھول بھال کر بے تابی سے پوچھا۔ مگر وہ سینے پر بازو لپیٹے سرد نظروں سے اسے دیکھتی چپ رہی اور پھر ایک جھٹکے سے مڑ کر کمرے میں چلی گئی۔

"آپی پریشان ہیں بجو! اماں کے پیٹ میں بہت شدید درد تھا۔ ابا کا تو آپ کو پتا ہے شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ آپی آپ کو فون کرتی رہیں مگر آپ سے رابطہ نہیں ہوا۔ وہ تو شکر ہے کہ ابا آگئے اور اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے گئے لیکن وہاں بھی رش کی وجہ سے اتنی دیر ہوگئی۔" اس کے تفصیل بتانے کے دوران نرمین نے ابا کو کال ملائی۔ بیل جا رہی تھی مگر اسی وقت باہر دروازے کی گھنٹی بجی تو طوبیٰ کا چہرہ کھلا۔

"ابا آگئے۔" وہ دروازہ کھولنے بھاگی۔ حریم بھی تیزی سے باہر آئی۔

"پوچھ کر کھولنا دروازہ طوبیٰ!" اس نے با آواز بلند طوبیٰ کو احتیاط کا مشورہ دیا تھا۔

اماں کی طبیعت بہت بہتر تھی فوری انجکشن اور ڈرپ لگنے سے ان کو کلینک پر ہی درد میں افاقہ ہو گیا تھا۔

"کوئی پریشانی کی بات نہیں سوچی انفیکشن تھا بس۔" ابا مسکرائے۔

"تھک گئے ہوں گے ابا! آتے ہی دوڑ لگ گئی آپ کی کھانا بھی کھانا تھا آپ نے۔ فریش ہو جائیں، میں کھانا گرم کرتی ہوں۔" حریم نے ابا کی مسکراہٹ کے پیچھے سے جھلکتی تکان بھی دیکھ لی تھی۔ ابا اس کی حساسیت پر مسکرا دیے۔

"ہاں بھوک تو بہت لگی ہے۔"

"چلیں پھر فریش ہو جائیں میں کھانا گرم کرتی ہوں۔ اماں کے لیے تو شام کی کھچڑی بنی ہوئی ہے"

"میں تو اب سوؤں گی بس۔ سارے دن کے درد نے توڑ ہی ڈالا ہے جیسے۔" اماں کی آواز سے تھکاوٹ جھلک رہی تھی پھر انہوں نے نرمین کی طرف دیکھا جو چپ چاپ کھڑی حریم کے سب پر "اثر" کو ہمیشہ کی طرح محسوس کر رہی تھی۔

"تم ابھی آئی ہو؟"

"ہوں۔" وہ چونکی اور پھر بے اختیار آگے بڑھ کر انہیں شانوں سے تھاما۔

"ابھی آئی ہوں اور آتے ہی بتایا ثریا نے آپ کی طبیعت کی خرابی کا۔"

"تم بھی تو باہر جا کر گم ہی ہو جاتی ہو۔ وہ موا فون جان کے ساتھ رکھنے کی بڑی آگ لگی ہوتی ہے مگر رابطے کے وقت سب بے کار ہو جاتا ہے۔" اماں نے اسے جھاڑا تو وہ ان سے لپٹ گئی۔

"سوسوری اماں! پتا نہیں کیسے فون بند ہو گیا۔ شاید بیٹری ڈیڈ ہو گئی ہو۔ میں نے تو چیک ہی نہیں کیا شور ہنگامے میں۔" نظر ملائے بنا جھوٹ بول دیا۔

"چلو صبح تفصیل سنوں گی پارٹی کی۔ ابھی تو بس نیند آرہی ہے۔" اماں نے نظروں ہی نظروں میں اپنی خوب صورت بیٹی کی بلائیں لیتے ہوئے پیار سے کہا اور اٹھ گئیں۔ حریم ابا کو کھانا دے رہی تھی طوبیٰ دوبارہ سونے چلی گئی تو وہ بھی مطمئن سی گنگناتی ہوئی اپنے اور حریم کے مشترکہ کمرے میں چلی آئی۔ اس کا موڈ بے حد خوش گوار تھا۔ آج کا دن تو جیسے اس کے تمام ہی خوابوں کی تعبیر لے کر آیا تھا۔ وہ کپڑے تبدیل کر کے منہ ہاتھ دھو کر تولیے

سے چہرہ خشک کرتی واش روم سے باہر نکلی تو حریم کو بستر کے کنارے بیٹھے پایا۔ وہ اسے واضح طور پر نظر انداز کرتی تولیہ بیڈ پر ڈال کے آئینے کے سامنے پڑی کریم اٹھا کر ہاتھوں اور چہرے پر ملنے لگی۔ حریم کی سلگتی نظروں کی تپش اپنے چہرے پر وہ اچھی طرح محسوس کر سکتی تھی۔

''کہاں تھیں تم؟'' حریم نے اسے گھورا تو چہرے کا نرمی سے مساج کرتی زمین کے ہاتھ ٹھٹکے پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔

''کیا میں تمہیں جواب دہ ہوں؟''

''تو پھر صبح میں اماں اور ابا کے سامنے سارا معاملہ رکھ دیتی ہوں۔ ان کے سامنے تو جواب دہ ہو تم یا ان سے بھی یہی سوال پوچھو گی؟'' حریم نے غصے سے کہا تو اس کے تاثرات بدلے آرام سے بولی۔

''میں ایک دوست کے ساتھ تھی۔''

''تم کمل کے ساتھ نہیں تھیں۔'' حریم نے اسے جتایا۔

''ہاں۔ میں کسی اور دوست کے ساتھ تھی۔'' اس نے لاپروائی سے کہا۔

''ایسی کون سی دوست ہے تمہاری جس کے نام پر کمل کے نام کا پردہ ڈالنا پڑا تمہیں؟'' حریم نے چبھتی نظروں سے اسے دیکھا۔ لمحہ بھر کو وہ چپ چاپ تیز نظروں سے حریم کو دیکھتی رہی۔ پھر سر جھٹک کر اپنے بستر کی طرف بڑھ گئی۔ حریم نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔

''اماں کی طبیعت خراب تھی اس لیے میں نے فی الحال انہیں نہیں بتایا تھا کہ تم سارا دن کمل کے ساتھ نہیں تھیں نہ ہی کمل کی کوئی پروموشن ہوئی ہے اور نہ ہی ابھی تم اس کے گھر سے آ رہی ہو۔'' حریم نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ بھڑک گئی۔

''تم مجھے دھمکا رہی ہو؟''

''ابھی مجھے نہیں بتاؤ گی تو صبح اماں ابا کو بتانا پڑے گا زمین!'' زمین نے جھنجلا کر تکیہ اٹھا کر پٹخا۔

''ہاں نہیں تھی میں کمل کے ساتھ۔ لیکن میں انڈی پینڈنٹ ہوں اپنا برا بھلا سوچ سکتی ہوں تو کیا اپنی مرضی سے کہیں جا نہیں سکتی؟''

''بالکل جا سکتی ہو مگر اپنے والدین کو بتا کر ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر نہیں۔'' حریم کے لہجے میں اتنی قطعیت تھی کہ چند لمحے اسے گھورتے رہنے کے بعد وہ بستر پر گر کر چت لیٹ گئی۔

''ہاں۔ میں کمل کے ساتھ نہیں تھی۔'' وہ اعترافانہ انداز میں بولی تو لہجہ مدھم تھا۔ حریم بے اختیار آ کر اس کے بستر کے کنارے ٹک گئی۔

''تو...... پھر کہاں تھیں؟'' حریم کی آواز سرگوشی سے کچھ ہی بلند تھی۔ اس کے سوال کے جواب میں زمین کے ہونٹوں جو مسکراہٹ نمودار ہوئی اس نے حریم کو خوف زدہ کر دیا۔

''عباد وسیم سیٹھی وہ بہت اچھا ہے حریم! بہت امیر ہینڈسم۔ لڑکیاں مرتی ہیں اس پر...... مگر اس نے صرف مجھے۔''

وہ اس کی خاموشی سے شہ پا کر بڑے میٹھے مسکراہٹ آلود لہجے میں کہہ رہی تھی اور اس کے پہلے چند الفاظ سن کر ہی جامد رہ جانے والی حریم سائیں سائیں کرتے کانوں کے ساتھ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

''کل کہاں تھے سارا دن۔ کلب میں بھی نہیں آئے۔ موبائل آف بندہ غائب۔ کیا کوئی نیا ٹارگٹ؟'' رانا نے معنی خیزی سے کہتے آنکھ دبائی وہ آج عباد سے ملنے ''سیٹھی لیدرز'' آؤٹ لیٹ آیا ہوا تھا۔ ویل فرنشڈ آفس میں

گلاس ٹاپ ٹیبل کے پار کرسی پر جھولتا وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ مگر نہ اس کے خیال کی تائید کی اور نہ ہی تردید۔

''کیا پیو گے یہ بتاؤ؟'' انٹرکام کا ریسیور اٹھاتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا رانا نے کسل مندی سے انگڑائی لے کر خود کو کرسی کی پشت پر گرایا۔

''ابھی بھرپور ناشتا کر کے آرہا ہوں فی الحال تو گنجائش نہیں۔''

''آج تو تمہارا سرگودھا کا پروگرام تھا۔ ملتوی کر دیا؟'' ریسیور رکھتے ہوئے عباد نے کہنیاں میز کی سطح پر ٹکاتے ہوئے برسبیل تذکرہ پوچھا تو وہ عادتاً مونچھ کو بل دیتے ہوئے مسکرایا۔

''جب اللہ بچانا چاہے میرے یار! کال پر بھابی سے بات ہو گئی تھی کل اتفاقاً۔ انہوں نے خوشی کے مار بتا دیا کہ میرے رشتے وغیرہ کا کوئی چکر ہے اسی سلسلے میں لڑکی والے کل مجھے دیکھنے آرہے ہیں۔''

''ہاہا...... لڑکا ہے یا بکرا؟'' عباد ہنسا۔

''بکرا ہی سمجھو جو چھری تلے آتے آتے بچا ہے۔'' رانا نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

''لڑکی تو پسند کر آئے تھے وہ لوگ اب بس ادھر وہ تمہارے ہینڈسم یار کو دیکھتے ادھر چٹ منگنی پٹ بیاہ۔'' ر نے کالر کھڑکھڑاتے ہوئے کہا تو عباد نے مسکراہٹ دباتے ہوئے بھنوؤں کو استعجابیہ جنبش دی اور جیسے بڑا حیرا ہو کر پوچھا۔

''ہینڈسم...... کون؟''

''بتاؤں......'' ہنستے ہوئے کالر چھوڑ کر رانا نے پیپر ویٹ اٹھایا تھا۔ عباد نے قہقہہ لگایا۔

''اچھا چلو۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔''

''تمہاری بہتری اسی میں ہے۔'' جتا کر کہتے ہوئے رانا نے پیپر ویٹ واپس رکھا۔

''اب بتاؤ۔ کس کو خوار کر رہے ہو آج کل؟'' رانا متجسس تھا۔

''شٹ اپ۔'' وہ ہنس دیا مگر انداز رانا کے لفظوں کے سچ ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔

''بس کر دے یار۔ یہ مینا مینا جینا کے چکر۔ کیوں اپنا وقت اور انکل کا پیسہ ضائع کر رہا ہے۔'' وہ سنجیدہ ہوا۔

''تو......؟ کولہو کے بیل کی طرح چپ چاپ کسی بھی ایکس وائے زیڈ سے شادی کر لوں؟''

''ہیں...... یہ کولہو کے بیل بھی شادی کرتے ہیں کیا؟'' جواباً رانا نے اس انداز سے آنکھیں پٹپٹا کر پوچھا ک اسے ہنسی آ گئی۔

''کسی ایکس (سابقہ) محبوبہ سے تو نہیں مگر کسی نئی والی سے تو کر سکتے ہو۔ پرانی والی تو بددعائیں دیتی پھر ہیں تمہیں۔'' رانا نے دلچسپ انداز میں کہا تو عباد نے سگریٹ کیس اٹھا کر کھولتے ہوئے اس کی جانب بڑھایا رانا نے اس میں سے ایک سگریٹ کھینچ کر اپنے لبوں میں دبایا اور میز پر پڑا لائیٹر اٹھا کر اسے آگ دکھانے لگا۔ جبکہ وہ سگریٹ نکال کر اس کی الٹی سائیڈ سگریٹ کیس پر ہلکے ہلکے مارتا رانا کو دیکھ رہا تھا۔ جو سگریٹ کا کش لگا کر منہ سے بڑے اسٹائل سے دھوئیں کے چھلے بنا رہا تھا۔

''وہ کجل کی وہ دوست۔ کیا نام بتایا تھا تم نے اس کا۔ ہاں۔ شرمین مصطفیٰ کے ساتھ تھا میں۔'' عباد نے بتایا وہ جیسے غوطہ کھا کر سیدھا ہوا۔

''ابے الو کی دم۔ اسے اسی نام سے بلاتے رہے ہو سارا دن؟'' وہ دنگ سا عباد کو دیکھ رہا تھا۔

''ساتھ تھی میرے۔ نام لے کر بلانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ پر لڑکی خوب صورت ہے۔'' وہ مسکرایا۔

''یہ نام لے کر بلاتے بھی تو وہ نہ بولتی کیونکہ اس کا نام شرمین نہیں بلکہ نرمین ہے۔ میں نے تمہیں بتایا اس روز دس بار۔'' اس نے جل کر کہا تو وہ لاپروائی سے ہاتھ ہلاتا لبوں میں سگریٹ دبا کر سلگانے لگا۔ پھر کش لگا

دھواں ہوا میں اڑاتے ہوئے نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھ کر ذومعنی انداز میں بولا۔
''لڑکیوں کے نام میں کیا رکھا ہوتا ہے بھلا۔''
''اسے تو بخش ہی دے۔ وہ تمہارے ٹائپ کی لڑکی نہیں ہے لوئر مڈل کلاس فیملی سے ہے۔ جاب کر کے اس نے اپنا آپ پالش اور مینٹین کیا ہوا ہے۔ بس۔ باپ شاید کسی سرکاری دفتر میں ملازم ہے۔'' رانا نے کچھ سوچ کر کہا۔
اسے نرمین واقعی عباد کے سرکل کی بولڈ لڑکیوں سے الگ لگتی تھی۔ وہ کجل کی دوست ہونے کے ناتے اس سے اچھی طرح واقف تھا حالانکہ نرمین نے پہلے کبھی اسے کجل کا دوست ہونے کے ناتے بھی لفٹ نہیں کروائی تھی۔
''ایک فون کال۔'' عباد نے انگشت شہادت اٹھائی اور عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ فاتحانہ بولا۔
''ایک ہی کال پر۔ اس نے پورا دن میرے ساتھ گزار دیا ہے۔''
''وہ اس لیے کیونکہ اس کے خیالات تمہاری سوچ سے مختلف ہیں عباد! کل کا پورا دن اس کے ساتھ گزارنے کے بعد بھی تمہیں اس کا نام تک یاد نہیں اور اسے تو بقول کجل اب صرف تمہارا ہی نام یاد ہے۔'' وہ سنجیدہ ہوا۔
''اب یہ کھیل تماشے بند کرو۔ اچھی لڑکی لگتی ہے نرمین۔ تمہارے اسٹیٹس کی نہیں مگر ''جوڑ'' کی ضرور ہے۔ بڑے فائدے ہوں گے اس سے شادی کر کے۔''
''اچھا...... مثلاً؟'' عباد نے آگے جھکتے ہوئے تجسس سے پوچھا۔
''سب سے بڑا فائدہ یہ کہ اتنی خوب صورت دلہن کے ساتھ شادی کی مووی بڑی اچھی بنے گی اور بچے بھی خوب صورت پیدا ہوں گے۔'' وہ معصومیت سے بولا تو عباد نے بلند قہقہہ لگایا۔
''واہ...... محض شادی کی اچھی مووی بنوانے کے چکر میں اس سے شادی کر لوں۔''
''اور فی الحال کوئی ریزن سوجھ نہیں رہا۔'' وہ بھی ہنسا۔
''ہر لڑکی کو ایک ہی پلڑے میں مت تولا کرو۔ ایسے ہی خوار کرتا رہے گا دوسروں کی لڑکیاں۔'' رانا نے نصیحت کی تو وہ لمبا سا کش لے کر سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسلتا اٹھ کھڑا ہوا۔ ''ہم کہاں خراب ہیں محترم! زمانہ خراب ہے۔'' معنی خیزی سے بولا پھر اسے اٹھنے کا اشارہ کیا۔
''لیدر جیکٹس کے کچھ نئے ڈیزائن آئے ہیں چل دکھاتا ہوں۔''
''اتنا اہم ایشو چھوڑ کر جیکٹ دیکھنے چلا جاؤں۔'' وہ سست ہوا۔
''کوئی خراب نہ ہونا...... تو اسے کوئی بھی خراب نہیں کر سکتا رانا! سارا فتور 'یہاں' ہوتا ہے 'یہاں'۔'' اس نے انگلی سے اپنی کنپٹی بجائی۔
''چل اٹھ جا۔ شرمین کا ''عالمی دن'' بعد میں منا لینا۔'' اسے بازو سے تھام کر اٹھایا۔
''اوئے نرمین۔ نرمین ہے نام اس کا۔'' رانا نے دانت پیسے وہ ہنسنے لگا۔
''وہی وہی۔ لیکن لڑکیوں کے نام میں بھلا کیا رکھا ہوتا ہے؟''

☆☆☆

وہ آفس جانے کی تیاری میں تھی جب ابا اور طوبیٰ کو ناشتا کروا کر بھیجنے کے بعد اماں کو حسب عادت ناشتے سے پہلے کی چائے دے کر حریم کمرے میں چلی آئی۔
''ابا چلے گئے دفتر؟'' کانوں میں چھوٹے چھوٹے بندے پہنتے ہوئے نرمین نے یونہی پوچھا۔
''ہاں۔ چلے گئے ہیں اماں کو چائے دے آئی ہوں۔ اب تم تیار ہو کر نکلو تو اکٹھے ناشتا کریں۔'' حریم کا انداز اس قدر اجنبی اور پُرتکلف تھا کہ وہ ہاتھ روک کر اسے دیکھنے لگی۔ یونیورسٹی جانے کے لیے تیار وہ خفا خفا سی بڑی چادر تہہ کر رہی تھی۔

"تم تو یوں مت کرو حری! کیا مجھے اپنی زندگی اپنی چاہت کے مطابق جینے کا کوئی حق نہیں؟"

حریم کا دم حلق میں اٹکا۔ وہ تو سمجھ رہی تھی یونہی۔ ابھی زرمین کو سمجھائے گی تو بات سلجھ جائے گی۔ مگر یہاں تو چال ہی الٹی پڑ رہی تھی۔

"جب زندگی میں بہت سے چاہنے والے موجود ہوں تو اپنی چاہت سے زیادہ ان کی چاہت کے بارے میں سوچا جاتا ہے۔" حریم ہوش میں آئی۔

"کیا سوچوں۔ اس بی اے فیل زلفی کے بارے میں؟" وہ تلخ ہوئی۔

"اگر تم بھی خاندان کی باقی لڑکیوں کی طرح میٹرک کر کے گھر بیٹھ جاتیں تو پھر یقیناً زلفی تمہاری فرسٹ چوائس ہوتا۔" حریم نے تحمل سے جتایا۔

"مگر میں ان میں سے کوئی نہیں ہوں حری! پھر میں کیوں زلفی نامی سزا کاٹوں؟" وہ اپنی بات پر زور دے کر بولی۔

"یہ ابا کا فیصلہ ہے زرمین! برادری میں ناک کٹ جائے گی ان کی۔"

"ابا کی ناک کی خاطر میں اپنی زندگی برباد کرلوں؟ بہت اچھے۔" وہ جھنجلائی۔

"تم اپنا منہ بند ہی رکھو۔ یہ میرا معاملہ ہے ابا سے میں خود بات کرلوں گی۔"

"ابا بہت ہرٹ ہوں گے میتو! نصرت پھپھو تو ایک ایک گھر میں جا کر ہمارے جھوٹے سچے قصے سنائیں گی۔"

"دیکھا۔ تم سب کو ان کی ذہنیت کا اچھی طرح اندازہ ہے پھر بھی مجھے قربانی کا بکرا بنایا جارہا ہے۔" اس نے تپ کر کہا۔

"اماں نے کالج ایڈمیشن کے وقت ہمیں کہا تھا کہ تمہارے سر جھکے رہیں گے تو تمہارے باپ کا سر فخر سے بلند رہے گا' میتو۔ اماں تو طوفان اٹھادیں گی۔" حریم بے حد متوحش تھی۔

"اٹھ جانے دو طوفان۔" وہ تلخی سے بولی۔ "زلفی سے شادی کے بعد جو طوفان اٹھنے تھے ان سے بہرحال یہ چھوٹا طوفان ہی ہوگا۔" اپنا بیگ کھول کر موبائل اس میں ڈالتے ہوئے مطمئن تھی۔

"اب "اس" سے مت ملنا زرمین! اماں ابا کو پتا چلا تو وہ ہرٹ ہوں گے۔" حریم رونے والی ہوگئی۔

"تم کو اس معاملے میں اپنا دماغ کھپانے یا ٹینشن لینے کی کوئی ضرورت نہیں یہ میرا مسئلہ ہے۔ میں اسے خود ہینڈل کروں گی۔" زرمین سرد مہری سے کہتی بیگ ہاتھ میں ڈالتی کمرے سے باہر نکل گئی جبکہ حریم کی شدید بے چینی کی کیفیت میں اب پریشانی میں ڈھلتی جارہی تھی۔

☆☆☆

"السلام علیکم پھپھو۔ ہیلو ہینڈسم۔" مائرہ فریش سی صبح ہی صبح چلی آئی۔ ابھی جبکہ نزہت اور عباد ناشتے کی میز پر ہی بیٹھے تھے۔ مسکرا کر بولی تو عباد ہنسنے لگا۔

"یہ اتنی صبح اٹھ کر تم مجھے خراج تحسین پیش کرنے آئی ہو۔ تمہاری صبح تو سنا ہے جب سے کالج ختم ہوا ہے گیارہ بجے سے پہلے نہیں ہوتی۔"

وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولا پھر اٹھ کر اس کے لیے ڈائننگ کی کرسی نکالی تو مائرہ نے تھینکس کہہ کر بیٹھتے ہوئے تصحیح کی۔

"تم نے بالکل غلط سنا ہے۔ گیارہ بجے نہیں بلکہ بارہ ساڑھے بارہ بجے اٹھتی ہوں میں۔" اس کی صاف گوئی پر عباد نے قہقہہ لگایا۔ نزہت نے بھتیجی کو پیار سے دیکھا۔ ان کے بھائی کی ایک ہی تو نازوں پلی اولاد تھی۔ جب ہی سب کی لاڈلی تھی اور ماں باپ کی آنکھوں کا تارا۔

"ناشتا کیا کروگی؟" انہوں نے پیار سے پوچھا تو مائرہ نے ایک نظر عباد کی پلیٹ پر ڈالی۔ ابلے ہوئے دو

انڈے۔ شہد لگا توس اور دودھ کا گلاس۔

"میں عابی کے ساتھ ہی لنچ کرلوں گی پھپھو!" اس نے مسکراتے ہوئے شرارت سے عباد کو دیکھا۔

"اُفف۔ اب تو نظر لگادی، میرے ناشتے کو تم نے لڑکی! یہ لو اب تم ہی کرلو۔" عباد نے مصنوعی خفگی سے اپنی پلیٹ اس کے آگے کھسکادی۔

"میں ثریا سے کہتی ہوں اور بنادیتی ہے عباد!" نزہت اٹھ کر کہتے ہوئے کچن کی طرف گئیں تو مائرہ نے عباد کے ہاتھ پر نرمی سے ہاتھ رکھا اور معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اونچی آواز میں بولی۔

"رہنے دیں نا پھپھو! میں عابی کے ساتھ ہی لنچ کرلوں گی۔" وہ اس کے انداز پر ہنستے ہوئے بولا۔

"لائن مار رہی ہو؟"

"تم پر تو چھاپہ مارنا بنتا ہے۔" مائرہ نے آہ بھری۔ عباد نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکال کر دوسرا توس لیا اور اس پر شہد لگانے لگا۔

"آگے ایڈمیشن کیوں نہیں لے لیتیں، سو سو کر زندگی گزارو گی کیا؟"

"میں نے تو ماما پاپا کو صاف کہہ دیا ہے بی ایس سی کرلیا ہے اب صرف بیاہ کروں گی۔" ہاتھ اٹھا کر شرارت سے بولی۔

"تم کون سا بڈھی ہو رہی ہو یا عمر نکلی جارہی ہے شادی کی۔" عباد نے اسے چھیڑتے ہوئے دانتوں سے توس کا نوالہ توڑا۔

"ایسے۔ آگے ہی آگے ایڈمیشن لیتی رہی تو واقعی ہو جاؤں گی۔ اس طرح گھر والوں کو فکر تو ہو گی کہ لڑکی پڑھ لکھ کر فارغ ہوچکی ہے اس کی شادی کردینی چاہیے۔" وہ ناشتا کرتے ہوئے مزے سے بولی۔

"اچھی لاجک ہے۔" عباد نے سر ہلایا۔

"تم تو کب کے فارغ ہوچکے ہو، بزنس بھی سنبھال لیا۔ تم کیا سوچ رہے ہو؟" مائرہ نے چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"سوری۔ مجھے اپنی آزادی بہت عزیز ہے۔" اس نے پہلو بچایا۔

"یہ لو گرما گرم بوائل ایگ......" نزہت بیٹے کے لیے دوبارہ ناشتا بنوا کر لے آئی تھیں۔ عباد نے دودھ کا گلاس ختم کیا۔

"میں تو فل ہوچکا۔ اسے کروائیں ناشتا۔ اتنی صبح ناشتا کرنے ہی تو آئی ہے ورنہ تو پڑی سو رہی ہوتی۔"

"میں تو تمہیں دیکھنے آئی تھی۔۔۔ ملتے ہی نہیں ہو کہیں۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔۔

"مجھے بھی یہی شکوہ ہے اس سے۔ بس اسی لیے سوچا ہے اس کی شادی کردوں تاکہ یہ گھر میں ہی ٹکا رہے۔" نزہت نے بھی شکوہ کرتے ہوئے مسکرا کر بھتیجی کو دیکھا۔ تو وہ ہنستے ہوئے ٹشو سے ہاتھ صاف کرتا اٹھ گیا۔

"پھر کہیں گی جب سے شادی ہوئی ہے گھر سے نکلتا نہیں۔"

"تم کرو تو سہی شادی۔ میں نہیں کہوں گی۔" نزہت نے فوراً وعدہ کیا۔

"ہاں۔ ہاں...... کرلو...... میں بھی فارغ ہوں ان دنوں۔" توس دانتوں سے کترتے ہوئے مائرہ نے ذومعنی انداز میں کہتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ نزہت بھی منتظر نظروں سے بیٹے کو دیکھنے لگیں۔

بے وقوف تو نہیں تھا جو مائرہ کا اتنا صاف اشارہ نہ سمجھتا۔ مگر ہلکا سا قہقہہ لگاتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ گہری سانس لے کر مائرہ کی طرف متوجہ ہوئیں۔ جس نے بے دلی سے پلیٹ پرے کھسکادی تھی۔

"اس کے پاس تو وقت ہی نہیں ہوتا میرے لیے۔"

''ارے۔ شادی کے بعد سارا وقت تمہارے لیے ہی ہوگا میری جان۔'' انہوں نے پچکارا تو وہ کھلی۔

''بات کی ہے آپ نے اس سے؟''

''فارغ ہو تو کروں نا۔ مگر یقین کر رکھو۔ بہو تو میں تمہیں ہی بناؤں گی۔ میری شہزادی بیٹی۔'' انہوں نے محبت سے بھتیجی کو دیکھا تو وہ کھل کر مسکرادی۔

''چلیں کر لیجئے دیں عیش اسے۔ فی الحال میں بھی ایڈمیشن لے رہی ہوں یونی میں۔ پاپا کو میرا بی ایس سی کم لگ رہا ہے۔'' اس نے آخر میں ٹھنڈی سانس بھری۔

''لو...... یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ تب تک عباد بھی سیٹل ہو جائے گا۔ ابھی تو نیا نیا بزنس کی طرف آیا ہے۔'' وہ خوش ہوئیں تو مائرہ نے سرہلاتے ہوئے دوبارہ ناشتے کی پلیٹ اپنی طرف کھینچ لی۔

☆☆☆

''یہ دیکھو تو...... کیسے کھلے رنگ کا دوپٹہ ہے خالص چار موم کا ہے۔ میری شادی کا ہے اور مجال ہے ان چھبیس سالوں میں کہیں سے دبا ہو یا رنگ خراب ہوا ہو۔ باریک اور نفیس اتنا کہ انگوٹھی میں سے گزار لو۔ اب کہاں ملتی ہیں ایسی خالص چیزیں۔''

ستمبر ختم ہوتے ہی اماں نے اپنا ٹرنک نکال لیا تھا اب اس میں سے کپڑے نکال نکال کر وہ ان سب کو دکھا رہی تھیں۔ حریم تو کئی سالوں سے اماں کے ساتھ ان بنے پرانے کپڑوں کو دھوپ لگوانے کی عادی تھی مگر طوبیٰ تو فرط اشتیاق سے ٹرنک میں گھسی جا رہی تھی۔ ایک ایک کپڑے کو ہاتھ میں لے کر دیکھتی اور منصوبے بناتی کہ کس فنکشن کے لیے اس کپڑے سے کیا بن سکتا ہے۔ مگر اس بار حریم بہت بے دلی سے بیٹھی بس اماں کا جوش و خروش اور وہ محبت دیکھ رہی تھی جو اپنے ٹرنک میں سے نکلتی چیزیں دیکھ کر اماں کی آنکھوں میں چمک اور ہونٹوں پر مسکراہٹ بن کر بکھر رہی تھی۔ اس کی نظر بار بار برآمدے کے کونے میں کرسی پر آلتی پالتی مارے بیٹھی کسی فائل پر جمع تفریق میں مصروف نرمین کی طرف اٹھ رہی تھی۔ جو باقی سب سے لاتعلق لگ رہی تھی۔

''اماں یہ دوپٹہ تو میرے فیئرویل کے سوٹ کے ساتھ بالکل میچ ہے۔'' طوبیٰ نے خوشی سے چلاتے ہوئے چار موم کا وہ دوپٹہ اماں کے ہاتھ سے لینا چاہا تو انہوں نے بدک کر دوپٹہ پرے کرتے ہوئے طوبیٰ کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

''اری ہٹ۔'' انہوں نے آنکھیں دکھائیں۔ ''مینو کی شادی کے لیے رکھے ہیں یہ سب قیمتی جوڑے اور دوپٹے۔ ایسے تھوڑی سالوں سے سنبھالتی پھر رہی ہوں تیری فیئرویل پارٹیوں کے لیے۔''

اماں کی بات سن کر حریم کی نظر بے اختیار کونے میں بیٹھی نرمین کی طرف اٹھی اور کتنی ہی دیر سے فائل میں سر دیے بیٹھی نرمین نے بھی اماں کی بات سن کر ایک نظر ان کو دیکھا اور پھر حریم کی تنبیہی نظروں کو نظرانداز کرتے ہوئے اونچی آواز میں بولی۔

''یہ سب کاٹھ کباڑ آپ اپنی ان دونوں بیٹیوں کو دے دیں اور بھول جائیں کہ میں ان میں سے کچھ بھی اپنے جہیز کے لیے رکھوں گی۔''

نرمین کی بات اس قدر غیر متوقع اور لہجہ اتنا تضحیک آمیز تھا کہ اماں ساکت رہ گئیں۔

بھلا ماں کی محنت سینت کر رکھی گئی چیزوں کے بارے میں کوئی بیٹی اس لہجے میں بات کر سکتی ہے؟ انہیں یقین نہ آیا تھا۔

''ایسے ہی اماں! یہ تو مذاق بلکہ بکواس کر رہی ہے۔'' حریم نے اماں کا دل رکھنے کی خاطر فوراً کہا مگر وہ ایک ٹک نرمین کو دیکھ رہی تھیں۔

''پاس آکر دیکھو تو سہی، ایک سے ایک اعلا کپڑا ہے۔''

"اماں! مجھے ان آؤٹ ڈیٹڈ اور آؤٹ آف فیشن کپڑوں سے ۔ کچھ نہیں بنوانا اور ویسے بھی آپ میری فکر مت کریں۔ میں ہر چیز برینڈڈ لوں گی اتنا پیسا تو جمع کر ہی رکھا ہے میں نے کہ اپنی پسند کے کچھ برینڈڈ کپڑے اور جوتے لے سکوں۔"

زمین مصطفیٰ کو پہلے کون سا کسی کا دل رکھنا آتا تھا جو وہ اب بات کرتے ہوئے سوچتی۔

حریم نے بے اختیار ماں کی طرف دیکھا تو ان کی رنگت سفید پڑ گئی تھی۔

"دفع کریں اس کو۔ اس کے تو مزاج ہی نہیں ملتے۔ اچھا ہے نا کما کما کر اپنا جہیز بناتی پھرے اپنی پسند سے۔ آپ یہ ساری چیزیں اٹھا کر میرے لیے رکھ دیں میری تو ویسے بھی کب سے ان سب پر نظر تھی۔"

حریم نے اماں کے صدمے کو کم کرنے کی خاطر ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

مگر اماں اسے دیکھ ہی کب رہی تھیں۔ ان کی نظریں تو اپنی خوب صورت مگر ظالم بیٹی کے سفاکانہ تاثرات پر ہی ہوئی تھیں۔

"بیٹیاں تو اپنے جہیز میں ماؤں کی نشانیاں ٹرانسفر کرلے کر جاتی ہیں یہ تو صدیوں سے رواج چلا آرہا ہے اور تجھے یہ سب کاٹھ کباڑ لگ رہا ہے؟"

اماں جیسے صدمے کی گرفت میں تھیں۔

زمین جواب دیے بنا سر جھٹک کر دوبارہ اپنی فائل کی طرف متوجہ ہوگئی۔ اس نے اپنا موقف ان تک پہنچا دیا تھا۔

حریم نے اماں کا ہاتھ دبایا تو وہ چونکیں۔

"اماں! وہ اچھا بھلا کماتی ہے اس کا جو دل چاہے، وہ خرید سکتی ہے۔ آپ اپنی اس غریب بیٹی کی طرف تو دیکھیں مجھے ان چیزوں کی زیادہ ضرورت ہے یا زمین کو۔" حریم نے لاڈ سے کہا تو اماں پھیکا سا مسکرا کر کپڑوں کو دوبارہ ٹرنک میں ڈالنے لگیں۔

حریم نے تیز نظروں سے زمین کی طرف دیکھا در حقیقت اسے زمین کی بدلحاظی پر سخت غصہ آیا تھا کوئی ماؤں کے دل اس طرح بھی توڑا کرتا ہے۔ حریم کا دل اس سوچ کے ساتھ اندر سے کوئی چیرے دیتا تھا کہ ابھی تو اس نے اماں کے کپڑوں کو ریجیکٹ کیا تھا تو اماں کو اس قدر دکھ ہوا تھا۔ جب وہ زلفی کے رشتے سے انکار کرے گی تو پھر جانے کون سی قیامت ٹوٹنی تھی، وہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔

اماں نے اس روز ٹرنک کے کپڑے ویسے ہی بند کر کے اسٹور میں رکھوا دیے اور انہیں دھوپ لگوانے کا کام پھر کسی دن پر ٹال دیا۔

مگر وہ ماں تھیں۔ زمین کی بدزبانی ان کے دل میں کئی کھٹکے اور وسوسے بھر گئی اور کوئی وہم تیزی سے ان کے دل کو کھٹکھٹانے لگا تھا۔

☆☆☆

"میں کہتی ہوں زمین کے ابا کب تک بیٹی کو یوں آزاد ہواؤں میں اُڑنے دیں گے۔ میری مانیں تو نصرت سے بات کریں زمین اور زلفی کی شادی کی اور اس بوجھ کو سر سے اتاریں۔"

اماں نے بہت سوچ سمجھ کر مدعا اٹھایا تھا۔ ناشتہ کے بعد تینوں بچیاں اپنے اپنے سفر پر نکل چکی تھیں اور وہ دونوں ہی گھر میں تھے۔ ابا نے اخبار سے نظر اٹھا کر بیوی کو گھور کر دیکھا۔

"پھر وہی بات۔ کتنی بار کہا ہے تم سے کہ میری بچیوں کو بوجھ مت کہا کرو۔ اری نیک بخت! کتنی بار سمجھایا ہے کہ بیٹیاں پھول ہوتی ہیں اور پھولوں کا کیسا بوجھ؟ ان کی تو خوب صورتی ہوتی ہے۔ خوشبو ہوتی ہے۔" بچیوں کے معاملے میں تو مصطفیٰ صاحب نہ جانے کیوں مکھن ملائی بن جایا کرتے تھے حالانکہ خاندان میں وہ اپنے

اصولوں کے پکے اور خاصے سخت مزاج مشہور تھے۔

''مگر آپ یہ بھی تو سوچیں کہ پھولوں کے کھلنے کی عمر کتنی ہوتی ہے۔ اس کے بعد وہ بھی مرجھا جاتے ہیں اور ایک وقت آتا ہے کہ وہ خوشبو دینا بھی بند کر دیتے ہیں۔''

ماؤں میں تو جیسے ان موقعوں پر کوئی فلسفی حلول کر جاتا ہے یا خطرے کا الارم فٹ ہو جاتا ہے۔ اماں بھی اس وقت اسی مقام پر تھیں۔ ابا نے گہری سانس بھرتے ہوئے جھٹک کر اخبار بند کیا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

''کیا بات ہے زاہدہ بیگم! کیوں تم ان معصوم بچیوں کے پیچھے پڑی رہتی ہو۔ شادی تو ایک دن ہو ہی جانی ہے۔ اللہ جانے آگے کیسے حالات ملیں تو اچھا نہیں کہ اپنے باپ کے گھر میں اپنے سارے ارمان پورے کر لیں۔'' اماں کا دل چاہا کہ اپنا سر پیٹ لیں۔

''مصطفیٰ صاحب! آپ جیسے باپ پورے خاندان میں نہ کبھی دیکھے نہ سنے۔ ایسے تو لوگ اپنے بیٹوں کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کرتے جیسے آپ نے اپنی بیٹیوں کی طرف سے کر رکھی ہیں۔'' وہ کڑھ کر بولیں۔

''اچھا اچھا۔ اب پھر سے کوئی فضول باتیں نہ شروع کر دینا۔ یہ ایک سال نکالو پھر دیکھتے ہیں اور سوچتے ہیں زمین کی شادی کا، ویسے بھی گھر کا ہی تو رشتہ ہے زلفی نے کون سا نوکری ڈھونڈنی ہے۔ اپنے باپ کے اسٹور پر ہی تو بیٹھنا ہے۔'' ابا مطمئن تھے۔

اماں نے کچھ کہنے کو لب وا کیے مگر پھر کچھ سوچ کر چپ ہو رہیں۔ بیٹیوں کی عزت ہی اتنی نازک ہوتی ہے کہ بہت سی ماؤں کو چپ لگ جاتی ہے انہیں پتا تھا کہ اس وقت وہ جتنی مرضی منطقی بات کرتیں مصطفیٰ صاحب اس کی مخالفت ہی کرتے۔ سو انہوں نے بھی اس مدعے کو آنے والے وقت پر اٹھا رکھا۔

اور بے شک کوئی انسان نہیں جانتا کہ اس پر کیسا وقت آنے والا ہے۔

☆☆☆

''میں نے کہا زلفی کے ابا! کیا خیال ہے۔ اس سال کے شروع ہوتے اپنی مینو کو بیاہ کر نہ لے آئیں؟''

کھانے کی ٹرے شوہر کے سامنے رکھتے نصرت نے بڑے لاڈ سے بات شروع کی تو ان کا نوالہ توڑتا ہاتھ وہیں رک گیا۔ خشمگیں نگاہوں سے بیوی کو دیکھا اور کھا جانے والے انداز میں بولے۔

''ہاں لے آؤ، اس ویلے نکمے کی بیوی اور ڈال دو اس کا خرچا پانی بھی میرے سر پر۔ پہلے اپنے بچے پال رہا ہوں پھر بچے کے بچے بھی پالوں گا۔''

''ہائے۔ زلفی کے ابا! آپ تو شروع ہی ہو جاتے ہیں۔ دو ہی تو بچے اللہ نے دیے ہیں بیٹی بیاہ دی اور یہ اکلوتا لاڈلا بیٹا رہ گیا ہے۔'' نصرت کھسیا کر رہ گئیں۔ چچا سر جھٹکتے کھانا کھانے لگے۔ نصرت کا دل برا ہوا۔

''اب تو اسٹور پر بھی بیٹھنے لگا ہے آپ کے ساتھ...... اور ویسے بھی اس کے سارے یار دوستوں کی شادیاں ہو رہی ہیں اب۔''

''تو اس سے کہو ان کے ساتھ ہی نمٹا لے یہ کام۔''

چچا تپے اور ہاتھ میں پکڑا گلاس ٹرے میں پٹخا۔

''ایک تو مجھے تم عورتوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ آگ لگی ہوتی ہے، بہو گھر لانے کی اور پھر اگلے ہی دن سے سر پہ ہاتھ رکھ کر روتی نظر آتی ہیں۔''

''جی نہیں۔ اللہ رکھے مینو میری بھتیجی ہے بڑے مان کے ساتھ بیاہ کر لاؤں گی۔''

چچا دوبارہ کھانا کھانے لگے۔

''میری مانو تو اپنے ویلے نکمے بیٹے کے لیے اس کے جوڑ کی کوئی لڑکی تلاش کر لو۔ وہ لڑکی ہمارے یہاں

ملنے والی نہیں۔"
"کیسی دل دہلانے والی باتیں کر رہے ہیں۔" نصرت تو جیسے تڑپ ہی اٹھیں۔
"بچپن سے زنجی کے نام کے ساتھ زمین کا نام جڑا ہے، کتنے مان کے ساتھ میں نے اسے اپنی بہو کہا تھا۔ میرے بھائی نے بھی بھری برادری میں زبان دے دی تھی اور اب بھولا کر سر میں جوتے کھاؤں۔"
"وہ تو ویسے بھی کھانے ہی پڑیں گے تمہارا بیٹا اس قابل ہے ہی نہیں کہ کوئی شریف آدمی اسے اپنی بیٹی دے۔ اول درجے کا نکما اور نالائق ہے۔" انہوں نے ترشی سے کہا۔ پھپھا کو بھی اکلوتے بیٹے کی نالائقی پر پورا یقین تھا۔
"آپ تو بس چپ ہی رہیے، جب بھی بولیں گے اپنے بیٹے کے خلاف بولیں گے۔"
"دوپہر تک تو وہ بستر میں پڑا انیشتار رہتا ہے، کمائے گا کیا اور بیوی کو کھلائے گا کیا۔ ابھی تک اپنا خرچا وہ مجھ سے لیتا ہے۔"
"یہ تو اس کی فرماں برداری ہے کہ آپ کو اپنا بڑا سمجھتا ہے۔"
"اب تم مجھ سے ایک ہاتھ نہ کھالینا۔ فرماں بردار کی بچی!" پھپھا نے غصے سے انہیں گھورا اور آخر میں بڑبڑائے۔
"توبہ ہے، پہلا باپ دیکھا ہے جو اپنی ہی اولاد کو حقیر کر رہا ہے لوگ تو اپنے چوروں کو بچوں کو بھی افسر کہہ کر جا دیتے ہیں۔"
نصرت احتیاطاً اٹھ کر ان کے ہاتھ کی پہنچ سے دور ہو کر بیٹھتے ہوئے خفگی سے بولیں تو پھپھا نے تیز نظروں سے انہیں دیکھا۔
"یہ تمہارا صرف شوق ہی ہے، بھولا نے کا۔ دو دن میں سارا بھوت اُتر جائے گا۔"
"آپ تو ایسے ہی پریشان ہو رہے ہیں، تیس ہزار تنخواہ لے رہی ہے مینو۔ اپنا تو کیا، اپنے شوہر کا بھی خرچ اٹھا سکتی ہے میری بچی۔" نصرت نے فخر سے کہا۔
"ایسی بیویاں شوہروں کو ٹھوکر پر رکھتی ہیں۔ اپنی کمائی کا رعب ڈالتی ہیں نکمے شوہروں پر۔"
پھپھا نے انہیں احساس دلانا چاہا۔
"تو کیا ہوا، پانچ چھ ہزار کے لیے آپ کی لعنتیں بھی تو کھاتا ہی ہے نا۔ تیس پینتیس ہزار میں بیوی کا رعب بھی برداشت کرلے، کوئی نقصان تو نہیں ہوگا۔" وہ جیسے بڑے سیانے پن سے بولیں۔
"بس کردے نصرت! ورنہ اب سچ میں یہ گلاس اٹھا کر تیرے ماتھے پر دے ماروں گا۔" پھپھا نے اب کی بار دھاڑ کر کہا تھا۔
"ہائے۔" اب کی بار نصرت ان کی دھمکی کو نظر انداز نہیں کرسکیں تو بوکھلا کر بڑبڑاتے ہوئے اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئیں۔ پھپھا سر جھٹکتے ہوئے زیر لب گالی بکتے ہوئے کھانا کھانے لگے۔

☆☆☆

"اُف۔ کس قدر بدتمیز ہو مینو تم۔ اس عباد سیٹھی کے بچے کے ساتھ سارا دن گزار کر آگئیں اور مجھے پتا بھی نہیں چلنے دیا۔" نجل تو سنتے ہی خوشی، بے یقینی اور تاسف کے ملے جلے احساسات کا شکار ہونے لگی۔
"بس خوشی کے مارے یہی غلطی ہوگئی مجھ سے کہ تمہیں نہیں بتایا ورنہ تم حریم کے سامنے ڈھنگ کا کوئی بہانہ ہی بنالیتیں۔" زمین کو بھی اپنی غائب دماغی پر افسوس تھا۔
"واقعی یار! مجھے کیا پتا تھا کہ تم میری پروموشن کا جھوٹ بول کر جا رہی ہو عباد کے ساتھ۔"
نجل کو تاسف ہوا مگر غلطی سراسر زمین کی تھی۔

''فارگیٹ اٹ۔ کوئی بات نہیں کل بھی تو سب کو پتا چلنا ہی تھا۔ حریم کو بھی اور گھر والوں کو بھی۔ اچھا ہے اس کا مائنڈ سیٹ ہو جائے گا کہ میں زلفی سے شادی کسی صورت نہیں کرنا چاہتی۔'' زرمین نے لاپروائی سے کہا۔

''تو اب تمہارے منگیتر کا کیا بنے گا۔ وہ تو تمہارے ابا کا بھانجا ہے نا؟'' نجل نے فکر مندی سے پوچھا۔

''کوئی منگیتر ونگیتر نہیں ہے میرا، یوں ہی بڑوں نے آپس میں ہی بچپن سے باتیں طے کر رکھی ہیں۔ اس زلفی کو تو میں گھر میں نوکر بھی نہ رکھوں اتنا بے ہودہ شخص ہے وہ۔''

زرمین نے حقارت سے کہا۔ اسے پھر سے زلفی کی نظریں اور اس کا لہجہ یاد آگیا تھا۔

''تمہارے گھر میں تو قیامت ہی آجاتی ہے۔'' نجل نے ترس کھاتے ہوئے کہا۔

''قیامت تو ایک روز آنی ہی ہے۔ میرے اور عباد کے تعلق کو لے کر ہی سہی۔'' وہ بے حد مطمئن اور پُرسکون تھی۔ جیسے اپنی زندگی کے سارے فیصلے بہت عقل مندی سے کر چکی ہو۔ نجل نے رشک سے اسے دیکھا۔

''ایسے ہی نہیں عباد صاحب تم پر مرمٹا۔ تمہارا ابھی کونفیڈنس اسے لے ڈوبا ہوگا۔'' وہ شرارت سے بولی تو زرمین ہنسنے لگی۔

''اچھا اب جلدی سے بتاؤ کہ کیا کیا باتیں ہوئیں؟''

نجل نے چھیڑتے ہوئے کہا۔

تو وہ مسکراتے ہوئے اسے اپنی پہلی ملاقات کی تفصیلات بتانے لگی۔

''لڑکا تو اچھا بھلا تمہارے قابو میں ہے۔'' نجل نے اس کی ساری کہانی سن کر تبصرہ کیا تو زرمین کے دل میں ٹھنڈ پڑ گئی۔

''مجھے سچ میں بہت خوشی ہے تمہارے لیے۔'' نجل نے مسکرا کر کہا۔

''میں جانتی ہوں۔'' زرمین بھی مسکرائی۔ ''تم بتاؤ تمہاری شادی کے کارڈ کب چھپ رہے ہیں؟''

اسے چھیڑا تو نجل نے منہ بنالیا۔

''کارڈز تو تب چھپیں گے نا جب دولہا دلہن کا کسی ایک ڈیزائن پر اتفاق ہوگا۔''

''دونوں کو متفق ہونے کی کیا ضرورت ہے، تم خود ہی اپنی شادی کا کارڈ پسند کرلو۔''

زرمین نے اسے مشورہ دیا تو وہ جل کر بولی۔

''میں نے بھی اسے یہی کہا تھا تو آگے سے جواب آیا کہ پھر تم اپنی شادی کا کارڈ پسند کرلو اور میں اپنی شادی کا کارڈ پسند کر لیتا ہوں۔''

اس کی بات سن کر زرمین نے بے اختیار قہقہہ لگایا۔

''ہمارے جیجا جی کا سینس آف ہیومر تو بہت اچھا ہے۔''

''ہاں نا۔ کچھ زیادہ ہی اچھا ہے۔'' نجل نے منہ بنایا۔

''کتنی بار کہا ہے کہ شادی کے ڈریسز کی شاپنگ ہم دونوں اکٹھی کریں گے مگر اس اللہ کے بندے کے دماغ میں تو گھاس بھری ہوئی ہے۔ مجال ہے کچھ رومنٹک سوچ لے۔ کہہ رہا تھا اماں کو پیسے دے دوں گا۔ تم بھی انہیں رنگ بتا دینا وہی جا کر لے آئیں۔

اب بتاؤ چک چھیس سے اٹھ کر شہر شفٹ ہونے والی تائی اماں اس عمر میں جا کر ہمارے لیے کیا شاپنگ کریں گی۔'' اس کی دہائی سن کر زرمین کو ہنسی آئے جا رہی تھی۔

''تم کارڈز کا تو ایسے کرو کہ اسے اپنی مرضی کے کارڈز چھپوانے دو تاکہ وہ مطمئن ہو کر خاندان میں بانٹ دے۔ اور یہاں اپنے دوستوں میں بانٹنے کے لیے تم اپنی مرضی کے چھپوا لو۔ اس نے کون سا یہاں چیکنگ کے

لیے آتا ہے کہ کون سے کارڈ بانٹے گئے ہیں۔"
زرمین نے سنجیدہ ہوتے ہوئے اسے مسئلے کا حل بتایا جو کہ نجل کے دل کو لگا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"یہ صحیح آئیڈیا ہے۔" وہ خوش ہوئی
"اس طرح وہاں وہ آلو بانا بھی خوش ہو جائے گا اور مسئلے کا حل بھی نکل آئے گا۔" نجل نے گہری سانس بھری۔
زرمین بامشکل اپنی مسکراہٹ چھپانے میں کامیاب ہوئی۔
"تم بتاؤ۔ تم دونوں کب تک شادی کر رہے ہو؟" نجل نے اسے چھیڑا تو وہ بوکھلائی۔
"خدا کو مانو یار!! ابھی تو ایک ملاقات ہوئی ہے ہے ابھی سے شادی کی بات کون کرے گا بھلا۔"
"ان امیرزادوں کے ساتھ شادی کے معاملات کو زیادہ نہیں لٹکانا چاہئیں، ان کے پاس بہت سارے آپشنز ہوتے ہیں زندگی گزارنے کے۔ یہ نہ ہو کہ تمہاری لائن کوئی اور کاٹ جائے، جتنی جلدی ہو سکے اس دوستی کو شادی کے بندھن تک لے آؤ۔" نجل نے اسے مخلصانہ مشورہ دیا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆

ولیمے کی تقریب دو دن بعد رکھی گئی تھی۔ ابا تو نہ جانے شریک ہونے بھی والے تھے یا نہیں۔ اس کا حریم کو کچھ پتا نہیں تھا۔ وہ تو بس دلہن بنی کسی بت کی طرح ساکت اسٹیج پر بیٹھی تھی۔ نگاہیں ایک ٹک میرج ہال کے داخلی دروازے پر لگی تھیں۔ یہاں تک کہ فوٹوگرافر اور مووی میکر کو اس کے سپاٹ اور بے جان تاثرات سے الجھن ہونے لگی تو اس نے ملتجیانہ انداز میں حریم سے مطالبہ کیا
"میم! ذرا تھوڑی اسمائل لائیں فیس پر۔" وہ نیچے اسٹیج پر پاس ہی اپنے دوست کے ساتھ کھڑا محو گفتگو تھا۔ مووی میکر کی بات سن کر بے اختیار پلٹا اور حریم کی طرف دیکھا۔ ہمیشہ کی سادہ رہنے والی آج بلاشبہ ایک خوبصورت مورت کی طرح دکھائی دے رہی تھی مگر واقعی ایک بے جان مورت۔ سپاٹ چہرے کے ساتھ عام دلہنوں کی طرح نہ اس کے چہرے پر کوئی مسکراہٹ تھی اور نہ شرمگیں جھکی نگاہیں۔
"ایکسکیوزمی۔" اس نے فوٹوگرافر اور مووی میکر کو وہاں سے ہٹا دیا اور اسٹیج پر آ کر حریم کے ساتھ بیٹھ گیا اور تشویش سے پوچھا۔
"کیا بات ہے طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟" حریم نے اس کی طرف چہرہ موڑا اور پہلی بار اس نے حریم کی آنکھوں میں کچھ پگھلتے دیکھا۔
"میرے گھر والے نہیں آئے؟" بڑی آس اور امید کے ساتھ اس نے سوال کیا تھا لمحہ بھر کو وہ چپ رہ گیا۔
"میں ان کے پاس گیا تھا، کارڈ دیا تھا اور ریکویسٹ بھی کی تھی۔ ہو سکتا ہے تھوڑی دیر تک وہ آ جائیں۔"
اس نے نرمی سے کہتے ہوئے آس کا سرا دوبارہ سے حریم کے ہاتھ میں پکڑا دیا لیکن دو گھنٹے کے اس فنکشن میں وہ آس حسرت و یاس میں بدل گئی۔ ابا اماں یا طوبیٰ میں سے کوئی بھی نہیں آیا تھا۔ وہ ہال میں دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگاتا اور رشتہ داروں کے سوالوں کے جواب دیتا وقتاً فوقتاً اسٹیج پر بیٹھی حریم پر بھی نظر ڈال لیتا تھا اور یہ حریم کے تاثرات ہی تھے جنہوں نے اسے مجبور کیا کہ وہ جلدی ڈنر نمٹا کر فنکشن ختم کر دیں۔

☆☆☆

وہ لاؤنج میں داخل ہوا تو میرب مسلسل کسی بات پر ضد کرتے ہوئے رو رہی تھی۔ اس نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے میرب کو اٹھا لیا۔
"او ہو۔ کیا ہوا میری لٹل ڈول کو؟"
اس نے میرب کو پیار کرتے ہوئے سوالیہ نظروں سے ثریا کو دیکھا۔ تو وہ کوئی بات نہ ہوتے ہوئے بھی اپنی

جگہ چوری بن گئی۔
"وہ جی بے بی ضد کر رہی تھی "دلہن ماما" کے کمرے میں جانے کی۔" ثریا نے جھجکتے ہوئے کہا۔
"ہاں......تو......؟" وہ اس کی بات سن کرتا بھی سے اسے دیکھ کر خفگی سے بولا۔
"تو لے جاتیں۔ دلہن کے کمرے میں جانے کے لیے کون سا ویزا لگوانا پڑتا ہے۔"
"وہ جی میں پہلے دلہن بی بی سے پوچھنے گئی تھی انہوں نے منع کر دیا تھا۔ کہہ رہی تھیں کہ پہلے ہی ان کے سر میں درد ہے۔ بے بی رونے لگیں تو انہوں نے دروازہ ہی بند کر لیا۔"
اس کی بات سن کر وہ سکتے میں آگیا۔ میرب کا رونا دوبارہ شروع ہونے لگا تھا وہ سب کچھ بھول کر اسے چپ کروانے لگا۔ فوراً اپنا موبائل نکال کر اس کے حوالے کیا۔
"یہ دیکھو، اس میں میری پرنسز کی کتنی پیاری تصویریں ہیں اور یہ کارٹون مووی بھی ہے اس میں۔" اور پھر ثریا کی طرف متوجہ ہوا۔
"جاؤ اور فریزر میں سے چاکلیٹس نکال کے لاؤ میرو کے لیے۔" اس کا موبائل لے کر اور چاکلیٹ کا نام سن کر میرب کے آنسو تھم گئے۔ اسے چاکلیٹ تھما کر اسے ثریا کے حوالے کر کے وہ اپنے کمرے میں آیا تھا۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو اس کا لمحہ بھر کو سر چکرا کر رہ گیا۔ ہر چیز گویا زلزلہ آنے کے بعد زمین پر بڑی ہوئی تھی۔ بیڈ شیٹ گھسیٹ کر کارپٹ پر ڈال دی گئی تھی۔ تکیے بھی اسی میں لپٹے اوندھے سیدھے پڑے تھے۔ اس نے نظر گھما کر دیکھا ڈریسنگ پر سے اس کے تمام قیمتی پرفیومز اور لوشنز کی شیشیاں جیسے کسی نے ہاتھ مار کر زمین پر گرا دی تھیں۔ دل میں اٹھتے غصے پر بمشکل قابو پاتے ہوئے اس نے کاؤچ پر گھٹنے سکیڑ کر بیٹھی حریم کی طرف دیکھا اور بڑے ضبط سے پوچھا۔
"یہ سب کیا تماشا ہے؟"
"تم نے مجھ سے کہا تھا کہ اماں اور ابا آئیں گے مگر ان میں سے کوئی بھی نہیں آیا تم۔ وہ تم ہو جس کی وجہ سے انہوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے میری اماں میرے ابا میری بہن نے۔"
حریم کا دل پگھل کر جیسے آنکھوں کے رستے بہنے لگا تھا۔ وہ خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ حریم نے پاؤں نیچے لٹکائے اور جوتوں میں ڈال لیے اس نے کمرے کی حالت کی طرف اشارہ کیا اور درشت لہجے میں بولا۔
"لیکن یہ پاگل پن کسی مسئلے کا حل نہیں ہے۔"
"میں کچھ نہیں جانتی۔ تم نے سارا معاملہ خراب کیا ہے۔ اب تم ہی میری زندگی میں سب کچھ ٹھیک کرو گے۔ مجھے دوبارہ سے اماں اور ابا کے سامنے کھڑے ہونے کے قابل کرو گے اور ان کے سامنے اپنے تمام جرم قبول کرو گے۔" حریم جیسے ضبط کھو کر چلا کر بولی تو وہ ناگواری سے دیکھنے لگا۔
"پہلے تم بتاؤ تم میرب کے ساتھ کیا سلوک کر رہی ہو۔ تم نے اسے کمرے میں کیوں نہیں آنے دیا؟"
"جسٹ گو ٹو ہیل۔ میں تمہاری زرخرید غلام نہیں ہوں اور نہ ہی تمہاری بچی کی آیا۔ جیسے مرضی پالتے پھرو اسے۔ مجھے بس تم سے صرف اتنی غرض ہے کہ تم دوبارہ سے مجھے میرے ماں باپ کے سامنے بے قصور ثابت کر کے کھڑا کرو گے۔" حریم شیرنی کی طرح غرائی تھی اور یہ پہلی بار تھا کہ اسے بھی حریم پر شدید غصہ آیا اور اسی غصے کے تحت اس نے آگے بڑھ کر مشتعل انداز میں اس کے بازو کو کہنی سے ذرا اوپر سے پکڑا تھا ایک جھٹکے سے اسے اپنی طرف موڑا تو وہ سن رہ گئی۔

''میری بات کان کھول کر سنو حریم! میں نے اگر یہ شادی کی ہے۔ کئی دلوں کو توڑا ہے تو اس کی وجہ تمہارا سو کالڈ حسن یا تم سے کوئی بدلے کی خواہش نہیں۔ اس شادی کی وجہ صرف اور صرف میرب ہے۔ میں اپنی بیٹی کو کسی کمپلیکس میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا لہٰذا تم بھی اپنے رویے کو تبدیل کرلو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔'' اس نے سرد مہری سے کہا اور آخر میں دانت پیستے ہوئے ایک جھٹکے سے اس کا بازو چھوڑا اور وہ اتنی بہادر تھی ہی کب کہ ان حالات و واقعات کا اتنے اعتماد سے مقابلہ کرسکتی۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس نے بے اختیار اپنی دو انگلیوں اور انگوٹھے سے اپنی پیشانی مسلی۔ زندگی جیسے ایک گنبد بے در بن کر رہ گئی تھی۔ کبھی کبھی تو اس کا اپنا سانس رکنے لگتا۔ وہ خود سے سوال کرتا۔ کیا تھا وہ اور کہاں آکے کھڑا تھا اب؟

''بس کردو...... خدا کے لیے۔'' وہ ضبط کھو کر بے اختیار دھاڑا تو حریم کے آنسو تو کیا سانس بھی تھم گئی۔ ڈر کر اسے دیکھنے لگی۔

''دماغ خراب کر کے رکھا ہوا ہے...... آئندہ یہ...... سب......'' اس نے غصے سے کمرے کی ابتر حالت کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ ''یہ تماشا مجھے دکھائی نہ دے ورنہ بہت برا آدمی ہوں میں۔ آزما کر دیکھ لینا۔'' سرد لہجے میں کہتا وہ تیز قدموں سے چلتا دروازے تک گیا اور دروازہ کھول کر ثریا کو آوازیں دینے لگا۔

''نسرین کو بھیجو، ذرا کمرے کی صفائی کر کے جائے۔ اس کے بعد میرب کو میرے کمرے میں لے آنا۔'' وہ سختی سے آرڈر دے رہا تھا۔ حریم کو رونا آنے لگا۔ اگلے چند منٹوں میں نسرین کمرے کی حالت درست کر گئی تھی۔ حریم بت بنی کاوچ پر بیٹھی ساکت نظروں سے تماشا دیکھ رہی تھی جبکہ وہ خود کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ نسرین کمرہ ٹھیک کرکے طائرانہ نظروں سے ایک بار ساری سیٹنگ دیکھ کر مطمئن ہو کر اسے مخاطب کیے بنا چلی گئی اور پھر دروازہ کھلا تو ہاتھوں میں کھانے کی ٹرے اٹھائے ثریا چلی آئی اور لا کر حریم کے سامنے چھوٹی ٹیبل پر رکھ

''کیوں لائی ہو...... مجھے بھوک نہیں ہے۔'' حریم نے تختی سے کہا۔

''صاحب نے کہا ہے کہ آپ نے ضرور کھانا ہے اور جب تک آپ کھا نہیں لیتیں میں آپ کے پاس ہی رہوں۔''

ثریا تو حکم کی غلام تھی ادب سے بولی۔ حریم اس قدر غصے نفرت اور بے بسی کے احساسات میں گھری ہوئی تھی کہ اس شخص پر لعنت بھیج کر کھانا واپس کرنا چاہتی تھی...... مگر گرما گرم پُر اشتہا کھانے دیکھ کر۔ پیٹ میں گونجتی آوازوں نے اسے احساس دلایا کہ وہ صبح کے ہلکے پھلکے ناشتے کے بعد کئی گھنٹوں سے بھوکی تھی اور ایک بھیل بھی اڑ کر اس کے منہ میں نہ گئی تھی۔ شکست کے احساس میں گھری آنسوؤں بھری آنکھوں کے ساتھ وہ خاموشی سے اپنی پلیٹ میں سالن نکالنے لگی۔

ثریا حیرت سے اس انوکھی دلہن کو روتے ہوئے منہ میں نوالے ڈالتے دیکھ رہی تھی مگر ادب اور لحاظ مانع تھا کہ کچھ پوچھا نہیں یا شاید اس گھر کے ملازموں کی تربیت ہی ایسی ہوئی تھی کہ اپنے کام سے کام رکھنا ہے۔ اس نے زندہ رہنے کے جتنا کھانا کھا لیا تو ہاتھ کھینچ لیا پانی پی کر گلاس رکھا تو ثریا برتن سمیٹ کرلے گئی۔

''واہ رے مولا! کیا تلخ حقیقت ہے یہ بھوک بھی۔'' حریم نے آہ بھری۔

☆☆☆

''کھانا کھالیا ہے بی بی نے؟'' اس نے ثریا کو آتے دیکھ کر پوچھا۔

''جی صاحب جی۔'' وہ مودب ہوئی۔

''ہم...... میں کمرے میں جا رہا ہوں۔ تم میرب کے کپڑے چینج کر کے اسے میرے کمرے میں چھوڑ جانا

اور اس کے ضروری کپڑے اور پیمپرز وغیرہ فی الحال لے آنا ساتھ۔ باقی کا سامان صبح وارڈ روب میں سیٹ کر دینا۔"

کچھ سوچ کر اس نے ثریا کو حکم دیا تو اس نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلا دیا تو وہ میرب کو اس کے حوالے کرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ ادھر ادھر ٹہلتی خود کو مضبوط بن کر حالات کا مقابلہ کرنے کا درس دے رہی تھی۔ اس شخص کے سامنے رو کر کمزوری دکھانے والی حرکت پر خود کو کوس رہی تھی۔ کھانا پیٹ میں جاتے ہی جیسے توانائی لوٹ آئی تھی اور اعتماد بھی۔

دروازہ کھلا تو حریم پلٹتے ہوئے ٹھٹکی وہ اندر داخل ہوا تھا۔ بستر پر بیٹھ کر جوتے اتارتے ہوئے طنزیہ بولا۔

"اب کچھ دماغ ٹھکانے پر آ گیا ہوگا؟"

"میرا دماغ الحمدللہ ٹھکانے پر ہی ہے۔" وہ چیخی۔

"بہت خوب!" وہ سلیپروں میں پاؤں ڈالتا اٹھ کھڑا ہوا پھر جتانے والے انداز میں بولا۔

"ٹھکانے پر ہی رہے اسی میں ہم دونوں کی بہتری ہے۔"

"میرا اور اپنا نام ایک ساتھ مت جوڑو۔" وہ تیخ ہوتی سینے پر بازو لپیٹے ہوئے اپنے وجود کی کپکپاہٹ کو چھپانا چاہا (بہادر بنو حریم)۔

"افسوس اب تو جڑ چکا۔" وہ ترنت کہتا دل جلانے والی مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتے ہوئے واش روم میں گھس گیا تو حریم نے طویل سانس بھر کر جیسے خود کو پرسکون کیا۔ اللہ جانے اس بندے کے سامنے آتے ہی اس کا سارا اعتماد کہاں جا سوتا تھا۔ وہ خود پر اس کمزوری کی بدولت نفرین بھیج رہی تھی۔ تب ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ تو وہ چونکی دل تو کیا کہ دروازہ بجتا رہے اور وہ یونہی ڈھیٹ بن کر کھڑی رہے۔

"آجائیں......" تربیت کے ہاتھوں مجبور اس نے قدرے اونچی آواز میں کہا تو دروازہ کھلا اور ثریا ہاتھوں میں پنک کلر کا نوائے شیپ بیگ لیے دکھائی دی۔ وہ ابھی استفہامیہ نظروں سے ثریا کو دیکھ ہی رہی تھی کہ ثریا کو ننھے ہاتھوں سے پیچھے کرتے ہوئے چھوٹی سی جیسے کوئی گڑیا حریم کی طرف ننھے قدموں سے دوڑتی چلی آئی۔

"دلہن ماما!" وہ حریم کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی اس کے گھٹنوں کے گرد بانہیں لپیٹتی چہرہ اٹھا کر بڑے اشتیاق سے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے حریم کو دیکھ رہی تھی۔

"میرو......" حریم کے اندر سے آنسو ابلے اور گلے میں نمکینی گھلنے لگی۔ اس نے جھک کر بلا ارادہ ہی میرب کو اٹھا لیا اور پھر اس کے وجود سے پھوٹتی گرمی اور خوشبو نے جیسے پانچ فٹ چھ انچ ان کی حریم مصطفیٰ کو وہیں کھڑے کھڑے پگھلا دیا، اس کو بے اختیار چومتے ہوئے وہ روتی جا رہی تھی۔ ثریا اس کی حالت سے متاثر ہوتی خاموشی سے میرب کا سامان رکھتے ہوئے کمرے سے نکل گئی اور ادھر واش روم سے نکلتے ہوئے کمرے کے ناقابل یقین منظر پر نگاہ پڑتے ہی وہ اپنی جگہ جیسے جم سا گیا۔

☆☆

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

عفت سحر طاہر

رنگ دے چنریے

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

زمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

زمین کی سہیلی نجل کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔

زمین اپنی دوست صوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا سے جانے کی اجازت

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔

زمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ تھیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ تجل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں تجل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زمین کی دوستی کرا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ یمنی الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں تجل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ زمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کی ولیمے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

تجل زمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آ جاتی ہے زمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

زمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زمین، تجل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

زمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زمین کو فون کرتی ہے، فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر تجل کے نمبر پہ کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

زمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی، زمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو زمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔

چوتھی قسط

اگر یہ جاننا چاہو
کوئی کیسے بکھرتا ہے
بکھر کے کیسے جیتا ہے
چمن میں تم چلے جانا

خزاں کے سرد موسم میں
وہاں پتوں کو دیکھو تم
یا پھر ایک آئینہ لے لو
اگر مشکل ہو یہ بھی
تو پھر ایک پھول لے لینا
ہوا کے دوش پر رکھنا
تو پھر تم جان جاؤ گے
کوئی کیسے بکھرتا ہے
اگر یہ بھی نہ ہو تم سے
تو میرے پاس آجانا
میرا دیدار کر لینا
خبر ہو جائے گی تم کو
کوئی کیسے بکھرتا ہے۔

وہ ساکت کھڑا اس منظر کو دیکھتا رہا تھا کہ حریم کی سخت گرفت اور بار بار چومنے اور رونے سے گھبرا کر میرب ایک دم رو دی تو وہ کھنکھارتے ہوئے آگے بڑھا حریم فی الفور حواسوں میں لوٹی۔ فوراً میرب کو گرفت سے آزاد کیا اور رخ موڑ لیا (شاید چہرے پر بکھرے شکست و ریخت کے نشانات مٹانے کے لیے) میرب دوڑ کر اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔

''ارے واہ۔ دیکھو تو کون آیا ہے ہم سے ملنے میرو آئی ہے۔'' اس نے جھک کر میرب کو بازوؤں سے تھامتے ہوئے اوپر اٹھا لیا۔

''ماما دلہن سے ملی ہو آپ؟'' اس کے سوال پر میرب نے زور سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے چہرہ اس کی گردن میں گھسا دیا۔ یقینی طور پر وہ حریم کے شدید ردعمل سے ڈر گئی تھی۔ حریم چہرہ نیچے کیے ان کے پاس سے گزرتی تیزی سے واش روم میں چلی گئی۔ اس شخص کے سامنے اس طرح کھلنا حریم کو اپنے بے اختیاری جذبات کی توہین محسوس ہوئی تھی۔

وہ سر جھٹک کر اپنا دھیان میرب کی طرف کرتے ہوئے اسے بستر پر لے آیا۔

''یہ دیکھو۔ آج میرو پاپا کے ہی نہیں ماما کے پاس بھی سوئے گی۔''

''ماما ساتھ نہیں پاپا ساتھ۔''

''کیوں بیٹا! ماما تو اتنی اچھی ہیں، پیاری ہیں۔'' اس نے کن انکھیوں سے واش روم کے بند دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بے حد مدھم آواز میں حریم کے آنے سے پہلے میرب کا موڈ ٹھیک کرنا چاہا مگر وہ شاید حریم کی جذباتیت سے کچھ زیادہ ہی خوف زدہ ہو گئی تھی، زور زور سے نفی میں سر ہلانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد حریم تولیہ سے منہ پونچھتے ہوئے واش روم سے باہر نکلی تو وہ بستر پر بیٹھا میرب کو گود میں لیے کوئی بے سروپا کہانی سنا رہا تھا۔ حریم کو دیکھ کر میرب دوبارہ باپ کے ساتھ چمٹ گئی۔

حریم نے نارمل انداز میں اپنا تکیہ بستر سے اٹھایا اور لے جا کر کاؤچ پر رکھ دیا۔

''یہ کیا کر رہی ہو؟'' وہ رہ نہ سکا تھا۔

''آپ دونوں بیڈ پر سو سکتے ہیں۔''
''ایسا مت کرو، تمہارا رویہ میرو کو تم سے دور کر دے گا۔''
''مجھے اس کے قریب ہونا بھی نہیں۔'' حریم رکھائی سے کہتے ہوئے کاؤچ پر جا بیٹھی تو وہ میرب کی وجہ سے چپ ہو گیا۔ جب کہ میرب اب بھی چہرا موڑ کر حریم کو دیکھ رہی تھی۔ اس وقت کمرے میں موجود تینوں نفوس کے جذبات ایک دوسرے سے قطعی مختلف تھے۔
''حریم! زندگی کو مشکل مت بناؤ۔''
''آپ کا کیا خیال ہے۔ اس سے زیادہ مشکل ہو سکتی ہے؟'' اس نے الٹا سوال کیا تو وہ گہری سانس بھرتا گود میں بیٹھی میرب کی طرف متوجہ ہوا۔
''چلو بھئی۔ میرب کے سونے کا ٹائم ہے یہ۔''
فیڈر ثریا بنا کر دے گئی تھی اس نے کور اتار کر میرب کو فیڈر تھمایا تو وہ جلدی سے تکیے پر سیدھی ہو کر لیٹی اور فیڈر ریکڑ کر منہ میں لے لی۔ حریم تناؤ کی سی کیفیت میں کاؤچ پہ بیٹھی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا، نائٹ بلب جلا کر لائٹ آف کر دی۔
''میرو کو لائٹ میں نیند نہیں آتی۔''
وہ کہہ رہا تھا۔ حریم ساکت بیٹھی رہی۔ درحقیقت اس کی سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ اس وقت وہ کیا رسپانس دے۔ کتنی ہی دیر اندھیرے میں بے وقوفوں کی طرح بیٹھے رہنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ ایسے بیٹھ کر جھکنے سے بہتر تھا کہ وہ کاؤچ پر لیٹ جاتی۔ اس نے تکیہ سیٹ کیا۔ وہ تو میرب کو سلاتے ہوئے اس کے ساتھ ہی شاید سو گیا تھا مگر حریم کے سارے دکھ اور درد جاگنے لگے۔ آنسو آنکھوں کے کونوں کو بھگونے لگے تو اس سے سسکیاں دبانا مشکل ہو گیا۔ اور نہ جانے کب وہ درد و اندوہ کی اس کیفیت سے لڑتی نیند کی وادیوں میں کھو گئی۔ رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا جب اسے اپنے بازو پر کوئی سرسراہٹ سی محسوس ہوئی۔ نئی جگہ کا پرایا پن سوتے میں بھی ذہن کو اس قدر الرٹ رکھے ہوئے تھا کہ فوری طور پر حریم کی آنکھ کھل گئی تو اسے خود پر جھکا ہوا پا کر حریم کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔
وہ ساری رات کاؤچ پر لیٹی میرب کے لیے اپنی بے جا امڈ آنے والی جذباتیت پر خود کو کوستی رہی۔ ''مجھے یہاں رہنا ہی نہیں تو نئے رشتے بنانے کا کیا مقصد؟'' اس نے بارہا دل کا سکون اس سوچ میں ڈھونڈنا چاہا اور بالآخر تھک ہار کر رو دی۔
''اماں! کیوں چھوڑ دیا آپ نے مجھے۔ سارا زمانہ مجھے چھوڑ دیتا۔ مجھے غم نہیں تھا اماں! اور اتنی بے اعتنائی تو اولاد میں ہوا کرتی ہے۔ اولاد تو اپنے ماں باپ کو ہمیشہ سے چھوڑتی آئی ہے مگر مائیں تو یوں اپنے بچوں کو کبھی نہیں چھوڑا کرتیں۔''
وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپتی رہی۔ میرب باپ کے ساتھ بے خبر سو چکی تھی اور نیند تو سولی پر بھی آ جایا کرتی ہے۔ اسے بھی آ گئی۔
اور اب یہ سرسراتا ہوا سا لمس، وہ اسے خود پر جھکے پا کر ہڑبڑا کر اٹھی۔
''اٹھ کر بیڈ پر آ جاؤ۔ مجھے اچھا فیل نہیں ہو رہا تمہارے یوں کاؤچ پر بے آرامی میں لیٹنے سے۔'' وہ مدھم آواز میں بولا تو حریم کی سانس اور دھڑکن معمول پر آئی، ویسے تو وہ شاید نہ ہی مانتی مگر گردن کے پٹھوں میں اکڑاؤ اور ایک ہی کروٹ لیٹے رہنے سے پسلی میں محسوس ہونے والے کھنچاؤ نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ خاموشی سے اٹھ کر بیڈ پر آ جائے جہاں کمبل اوڑھے میرب کروٹ لیے پر سکون نیند میں تھی وہ دوسری طرف جا کر بستر کے کنارے پر

لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر وہ اسے چہرہ موڑے دیکھتا رہا پھر خاموشی سے واپس اپنی جگہ پر لیٹ گیا۔

غم کی رات کاٹنے والے!

کیا کرے گا اگر سحر نہ ہوئی

سگریٹ پھونکنے کی شدید طلب کو دل میں دباتے ہوئے وہ تکلیف دہ سوچوں کی زد میں تھا۔ اس کی نیند اڑ چکی تھی۔

☆☆☆

صبح میرب کے مسلسل رونے کی وجہ سے اس کی آنکھ کھلی تو وہ جیسے تڑپ کر اٹھی۔ کمرے میں نظر دوڑائی تو اور کوئی بھی نہ تھا اور میرب آنکھیں مسلتے ہوئے بس روئے جا رہی تھی۔ حریم کی نیند فوراً اڑی۔ اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بنا پلک جھپکتے میں میرب کو اٹھایا اور بیڈ سے نیچے اتر آئی۔

''کیا ہو گیا...... نہیں...... رونا نہیں...... کیا ہوا میرو کو۔''

وہ اسے اٹھائے ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔ رات خود سے کیے وعدے ایک لمحے میں کچی مٹی کی طرح ڈھے گئے۔ میرب مسلسل روئے چلی جا رہی تھی۔ دروازے پر دستک ہوئی تو حریم کی نظر وال کلاک پر پڑی صبح کے ساڑھے آٹھ بج رہے تھے۔

''آجائیں۔'' اس نے جلدی سے روتی ہوئی میرب کو بستر پر بٹھانے کے بعد رکھائی سے کہا اور سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے بیڈ سے قدرے دور کھڑی ہو گئی۔ ثریا کو دروازہ کھول کر اندر آتے دیکھ کر حریم کو یک گونہ سکون کا احساس ہوا۔

''السلام علیکم۔ چھوٹے صاحب کہہ گئے تھے میرب کے رونے کی آواز آئے تو آکر دیکھ لوں اسے۔''

ثریا نے اپنی آمد کی وجہ بتاتے ہوئے میرب کو اٹھا لیا۔ جس کا رونا ثریا کو دیکھ کر قدرے مدھم پڑا تھا۔ وہ سر ہلا کر کاؤچ پر جا بیٹھی۔ ثریا نے مشاقی سے میرب کا رات بھر کا پیمپر اتار کر شاپر میں ڈال کر گرہ لگائی اور گیلے ٹشوز سے میرب کو صاف کر کے بے بی آئل کا مساج کرنے کے بعد صاف پیمپر لگا دیا۔ اتنی سی دیر میں ہی بچی پرسکون ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد واپسی پر اس کے ہاتھ میں دوسرا صاف ستھرا فیڈر تھا۔ دودھ گرم کر کے میرب کو تھما کر وہ چلی گئی تو حریم نے سینے میں دبی گہری سانس خارج کی۔ میرب اپنے پاؤں کے انگوٹھے کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر چھلاتے ہوئے دوسرے ہاتھ میں فیڈر تھامے اپنی بڑی بڑی آنکھیں حریم پر جمائے مزے سے دودھ پی رہی تھی۔ حریم کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

☆☆☆

''اماں! کیا اب ہم کبھی بھی آپی سے نہیں ملیں گے؟'' طوبیٰ سوجی ہوئی آنکھیں لیے بولی۔ وہ دو روز سے مسلسل تڑپ رہی تھی۔ اماں بے تاثر چہرہ لیے برتن کھنگالتی رہیں۔

''ابا نے خود اپنی مرضی سے ان کی شادی کی ہے پھر ان سے رشتہ کیوں ختم کر رہے ہیں۔'' وہ پھر سے رونے لگی۔

''تم اپنی عمر سے بڑی باتوں میں مت پڑو۔'' اماں نے اسے بری طرح جھڑک دیا۔

''آپی نے ہمارا کتنا انتظار کیا ہو گا اماں! کوئی ایسا بھی کرتا ہے اپنی بیٹیوں کے ساتھ۔''

''نہیں۔'' ایک دم اونچی آواز میں کہتے ہوئے اماں نے ہاتھ میں پکڑی دیگچی سنک میں پٹخی تو وہ دبک گئی۔

''ماں باپ کو تو کوئی حق ہی نہیں اولاد کے ساتھ کچھ کرنے کا۔ سب حق تو اولاد ہی لکھوا کر لائی ہے۔ ماں باپ کو ذلیل کرنے کے...... کہنا نہ ماننے کے...... انہیں معاشرے میں خوار کرنے کے۔ تمام حق اولاد کے پاس

ہیں بس۔"

طوبیٰ کو ان سے اس قدر سخت رویے کی توقع نہ تھی یہی اماں تھیں جو حریم کے ولیمے والے روز ابا کے سامنے ان کے فیصلے کے ساتھ ڈٹ کر کھڑی ہوئیں مگر پھر سارا دن سرخ ہوتی آنکھیں لیے پھرتی رہیں اور اب وہی اماں دوبارہ سے اصولوں کی دیوی بن گئی تھیں۔ ابا کے کہے کی پاس دار۔ ان کی باتیں سن کر طوبیٰ چپ چاپ آنسو بہانے لگی۔

"تو نے سوچا ہے کیسی بند گلی میں کھڑا کر گئی ہیں تجھے تیری بہنیں۔ ہر کھڑکی، ہر روزن تجھ پر بند۔" اماں کی کرلاتی ہوئی آواز چھوٹے سے کچن میں کافی دیر بعد گونجی تو وہ ساکت رہ گئی۔

☆☆☆

"یار! یہ دوپٹہ، یہ اسکارف۔ کیا ہے یہ سب جھنجٹ۔ ان کے بنا لڑکی، لڑکی نہیں ہوتی کیا؟"

وہ رکشہ روک کر عباد کی بتائی ہوئی پارکنگ لاٹ میں اتری تھی۔ عباد کو اس نے اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا دیکھ لیا تھا۔ اس نے زمین کو دیکھتے ہی اعتراضات کرنے شروع کر دیے۔ وہ دونوں ابھی عباد کی بتائی ہوئی لوکیشن پر اکٹھے ہوئے تھے۔ زمین نے اسکارف اتار کر بیگ میں ٹھونستے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"سر نہ ڈھکوں تو اماں گھر سے نکلنا بند کر دیں میرا۔ تمہارا ابھی ہر پلان چھٹی والے روز ہی ہوتا ہے۔"

"سو۔ کنزرویٹو (دقیانوسی)...... مطلب یہ کون سی فیملی ہے جو بیٹیوں کو یونیورسٹی میں پڑھاتی ہے اور لباس پھر بھی اپنی پسند کا پہننے پر مجبور کرتی ہے؟"

عباد نے ناگواری کا اظہار کیا تو زمین نے دوپٹا ایک شانے پر ڈالتے ہوئے ہوئے بالوں میں ہاتھ چلا کر اس کی طرف دیکھا جیسے اپنے حسن کی داد چاہ رہی ہو کہ لو! ٹھیک ہے۔ وہ ایک دم چپ ہو گیا پھر مسکراتے ہوئے دو قدم آگے بڑھا۔

"لکنگ گارجیئس۔" زمین کے وجود میں جیسے پھریری سی دوڑ اٹھی۔ وہ فی الفور چہرہ موڑتی ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے رخسار کو چھونے کے لیے بڑھتا عباد کا ہاتھ ہوا میں ہی رہ گیا۔ اس کی نظروں میں عجیب سا تاثر ابھر کر معدوم ہوا۔

"اور کون کون جا رہا ہے اس پارٹی میں؟" وہ بات بدل گئی۔

"کوئی نہیں۔ تم اور میں ہیں بس۔" وہ آرام سے بولا تو زمین پسلی پر ایک ہاتھ جمائے اسے گھور کر دیکھنے لگی وہ ہنس دیا۔

"اچھا اب آنکھوں سے برسٹ تو مت مارو۔ بندہ جان سے بھی جا سکتا ہے اس جان لیوا ادا کو دیکھ کر۔"

"تم بھی نا۔ نہایت فضول بندے ہو عباد وسیم! بتایا بھی تھا تمہیں کہ میں ایسے سڑکوں پر نہیں پھر سکتی تمہارے ساتھ۔"

"اچھا۔ تو پھر جگہ طے کر لو کوئی۔" ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے وہ آنکھوں پر سن گلاسز چڑھاتا سرسری انداز میں بولا تو زمین نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ یا تو کھلے میں ملا جا سکتا ہے یا پھر کہیں بند جگہ پر۔ فیصلہ تم کر لو اپنی فیملی کے مینٹل لیول کے حساب سے۔" وہ بے رخی سے بولا زمین کو دھچکا لگا۔

"عباد!"

"تو بی ویری فرینک۔ مجھے یہ سب بکواس پسند نہیں ہے۔ اتنی ہی چھوئی موئی ٹائپ کی دوستی رکھنی ہے تو گھر

بیٹھو اور اپنے اماں ابا کی نصیحتیں سن کر ان پر عمل کرو۔''

اس کا موڈ سخت خراب ہو گیا تھا، دو ٹوک بولا۔ کوئی اور یہ سب باتیں کرتا تو زمین اس کا منہ توڑ دیتی مگر وہ عباد وسیم تھا۔ سیٹھی لیدرز اینڈ گارمنٹس کا مالک۔ جس کے باپ کے ایک ہی روڈ پر کئی پٹرول پمپ تھے۔

''اتنی ہی ان کی نصیحتیں سننے والی ہوتی تو اس وقت تمہارے ساتھ نہ بیٹھی ہوتی۔'' وہ ذرا سا خفا ہو کر بولی تو عباد کا موڈ فوری طور پر بدلا۔

''دیٹس لائک مائے گرل۔''

''اب بتاؤ۔ پروگرام کیا ہے؟''

''کچھ نہیں۔ بس ایک اچھا سا لنچ اور لانگ ڈرائیو کا موڈ ہو رہا تھا۔

''اس کے بعد تمہاری آؤٹ لیٹ بھی دیکھنی ہے مجھے۔'' وہ دھونس سے بولی۔

''مجھے اچھا نہیں لگے گا، ورکرز بھی ہوتے ہیں وہاں۔'' عباد نے انکار کیا۔

''ہم تمہارے آفس میں بھی بیٹھ سکتے ہیں۔'' زمین نے احتجاج کیا۔

''میرا ایک عدد ذاتی فلیٹ بھی ہے زمین مصطفیٰ!''

وہ جتانے والے انداز میں بولا اور احتیاط سے گاڑی کا موڑ کاٹا تو زمین نے اس کی بات سمجھتے ہوئے اپنے لمبے ناخن اس کے بازو میں چبھو دیے۔ وہ ہنسنے لگا۔

''شرم آنی چاہیے تمہیں اس آفر پر''

ایک اچھے سے لنچ کے بعد کافی طویل ڈرائیو کے دوران تین بار حریم کی کال اور میسجز آ چکے تھے۔

(پھپھو آنے والی ہیں زمین! اماں کی ڈانٹ سے بچنا ہے تو جلدی آ جاؤ) وہ شاید جلدی لوٹنے اور اماں کی ڈانٹ سے بچنے کا سوچتی مگر پھپھو کے آنے کا سن کر بس ہو رہی۔ عباد کافی ترنگ میں تھا۔ زمین کے نہ نہ کے باوجود اس نے اسے ڈھیروں شاپنگ کروائی۔

''گھر سے شاپنگ کا بہانا کر کے نکلی ہو لڑکی! خالی ہاتھ جا کر کیا منہ دکھاؤ گی گھر والوں کو؟'' عباد نے مسکراتے ہوئے اے ٹی ایم کارڈ والٹ میں ڈالا۔

''حریم کو شاپنگ دیکھتے ہی پتا چل جائے گا عباد! وہ پہلے ہی ناراض ہے مجھ سے۔'' زمین نے اسے مزید کچھ بھی خریدنے سے روک دیا۔

''حریم کون؟''

''میری چھوٹی بہن ہے۔ اسے پچھلی بار ہی پتا چل گیا تھا میری تمہاری دوستی کا اور وہ سخت ناراض ہے مجھ سے۔ وہ تو شکر ہے، اس نے گھر میں بات نہیں کھولی ورنہ طوفان مچ جاتا۔'' زمین نے بات کے آخر میں جھرجھری سی لی۔

''کیوں۔ اسے کیا تکلیف ہے؟'' عباد نے ناگواری سے پوچھا اور زمین کے ہاتھوں سے شاپنگ بیگز لے کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پھینکے۔

''تو یہ کون سی بڑی اچھی بات ہے۔ لور لور پھرنا۔''

عباد نے اس کے چہرے کی بے داغ جلد پر نگاہ ڈالی۔ اللہ کسی کی ذات پات یا اسٹیٹس دیکھ کر حسن ودیعت نہیں کیا کرتا یقیناً۔ اس کے سرکل میں بہت حسین لڑکیاں تھیں۔ بولڈ اینڈ بیوٹی فل مگر زمین جیسی خوب صورتی کی حد کو چھوتی لڑکی کوئی نہیں تھی۔

''کیا دیکھ رہے ہو؟'' وہ اس کی نگاہ پر کنفیوز ہوئی۔

"تمہیں دیکھ کرنا۔" اس نے کہتے ہوئے لمحہ بھر کچھ سوچا۔ "مجھے ایک الگ سی فیلنگ آتی ہے۔"
"مثلاً" گاڑی میں بیٹھتے ہوئے نزمین نے تجسس سے پوچھا۔
"مثلاً کوئی خوب صورت سا جزیرہ جسے کسی بنی نوع انسان کے قدموں نے ابھی تک چھوا نہ ہو۔ یا وہ جو چاند کے پاس ستارہ ہے، وہ لگتی ہو کبھی کبھار۔" وہ گاڑی کو سیلف اسٹارٹ کرتے ہوئے اس کی طرف جھکا تو نزمین کی دھڑکن بے ترتیب ہونے لگی گہری ہوتی شام کے سائے گاڑی میں بھی اترنے لگے تھے۔

بس ایک نظر!!!

اس ایک نظر کی بات تھی

میں اس کا

اور وہ میری ہوئی

ٹارچ کی روشنی لہرا کران پر پڑی تو لمحہ بھر کے لیے گاڑی کے اندر کا ماحول روشنی میں نہا سا گیا۔ ساتھ ہی کسی نے بے ہنگم انداز میں گاڑی کے شیشے پر ہاتھ مارا تو وہ دونوں ہڑ بڑا گئے۔

☆☆☆

"آپا! اللہ کا واسطہ ہے۔ میری بیٹی کو جینے دیں اب۔ مشکل سے دوائیاں، انجکشن دے کر کچھ سنبھالا ہے اسے۔"
رابعہ بھابی نے انہیں دیکھتے ہی جس طرح بیزاری سے ہاتھ جوڑے، ان کا دل تو دکھی ہوا ہی تھا۔ وہ بری طرح شرمندہ بھی ہو گئیں۔
"اللہ گواہ ہے رابعہ! اگر وہ تمہارے دل کا ٹکڑا ہے تو مجھے بھی وہ جان سے پیاری ہے۔ تم لوگ کیا سمجھتے ہو، وہ دکھی ہے تو کیا میرا دل ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہے۔" نزہت رو دینے کو تھیں۔
"اتنا ہی پیار تھا بھتیجی سے تو بیٹے کو سمجھاتیں۔ اب کیوں بار بار تماشا دیکھنے آتی ہیں۔" وہ جلبلا کر بولیں۔
"تم اچھی طرح جانتی ہو رابعہ! میں نے ہر حربہ آزمایا ہے مگر مائرہ ہی دل کشادہ نہیں کر پائی میرب کے لیے۔" نزہت ان کے انداز پر تڑپ اٹھیں۔
"مائرہ دل کشادہ نہیں کر پائی؟" انہوں نے جیسے بڑے افسوس سے دہرایا پھر تند و تیز لہجے میں بولیں۔
"پہلے تمہارا بیٹا اپنی من مرضی کی عورت گھر میں لا کر رشتوں کی دھجیاں اڑاتا ہے۔ اس کے بعد جب وہ عورت ہماری زندگیوں سے نکل جاتی ہے اور حالات کچھ بہتری کی جانب لوٹتے ہیں تو اسی عورت کی بچی کو میری بیٹی کے سر پر بٹھا دیا جاتا ہے کہ اگر اس کو قبول کرو گی تو تب ہی تمہیں قبول کیا جائے گا۔ واہ۔ کیا بات ہے آپ کے پیار اور محبت کی۔" وہ استہزاء سے بولیں۔
"السلام علیکم۔ پھپھو آئی ہیں۔" مائرہ خود ہی وہاں چلی آئی نزہت بے تابی سے اٹھیں۔
"تمہیں کہا بھی تھا۔ ریسٹ کرو۔ پہلے ہی مشکل سے طبیعت سنبھلی ہے۔" ماں کی جھاڑ کو نظر انداز کرتی وہ نزہت کے گلے لگ گئی۔ ان کی آنکھیں بھر آئیں۔ بے اختیار اسے چوم لیا۔ رابعہ بیٹی کو سخت نظروں سے دیکھتی ہوئی چلی گئیں۔
"مجھے معاف کر دینا میرا بچہ! تم جانتی ہو، میں نے کتنی کوشش کی۔"
"چھوڑیں پھپھو! اس ٹاپک کو۔ اب آگے بڑھیں ہمارے افسوس سے نہ تو حقیقت بدل جاتی ہے اور نہ حالات۔"
وہ یاسیت سے بولتی نزہت کو بہت کمزور اور زرد رنگ لگی۔ لیکن واقعی میں بات اس کی سچ تھی۔ غم کی دہلیز پہ

بیٹھے رہنے سے دکھ دن بدن زیادہ ہی ہوتا ہے وہاں سے اٹھ کر آگے بڑھنے سے غم دور رہ کر آہستہ آہستہ مدھم پڑنے لگتا ہے۔ وہ اس کا ہاتھ تھامے اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

"نئی بہو کیسی ہے پھپھو؟ اب تو آپ کا بیٹا بہت خوش ہو گا؟" نزہت کا دل کسی نے مٹھی میں لیا۔ انہیں آگے بڑھنے کا درس دینے والی خود ابھی تک غم کی دہلیز پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"وہ مجبوری کا سودا ہے مارَہ! کوئی لو میرج نہیں ہے بیٹا، جو وہ خوش ہوتا پھرے۔"

"تو کیا ابھی دل کا سودا کرنا باقی ہے؟ ایک شادی میرب کے لیے کی۔ اب ایک اپنے لیے کرے گا۔ واہ۔" وہ نم آنکھوں کے ساتھ ہنسی۔

"مجھے معاف کر دو میری جان! شاید میں ہی تمہارا ٹھیک سے ساتھ نہیں دے پائی۔ مگر یقین کرو مارَہ! اس گھر میں سوائے تمہارے کسی کی جگہ نہیں ہے۔ میں نے شروع سے تصور میں تمہیں وہاں چلتے پھرتے دیکھا ہے، تمہاری جگہ اور کوئی نہیں لے سکتا۔"

"جگہ تو پر ہو گئی پھپھو! یہ تو مت کہیں۔" وہ کرلائی۔

"اصل جگہ دل میں ہوتی ہے مارَہ! وہاں صرف تم ہی ہو۔"

"دل کون دیکھتا ہے پھپھو!"

"رویے تو دیکھے جاتے ہیں نا۔ تمہارا دل ٹوٹا ہے تو آنے والی بھی اپنا موڈ لے کر آئی ہے۔ میرا نہیں خیال کہ وہ میرب کو منہ بھی لگائے گی۔" وہ نخوت سے بولیں تو مارَہ نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔ نزہت نے اس کا ہاتھ دبایا۔

"سچ کہہ رہی ہوں۔ ان کی دوری ہر آنکھ والے کو دکھائی دے رہی ہے۔"

"اچھا...... اب تکلیف نہیں ہوتی مسٹر سیٹھی کو۔ ویسے تو اسے اپنی پرنسس میرب کے لیے ماں چاہیے تھی۔" مارَہ نے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"تکلیف ہو گی بھی تو کیسے اور کس منہ سے کہے گا۔" وہ خود بھی بیٹے کے اس فیصلے سے سخت نالاں تھیں۔ مارَہ کا دکھ انہیں اپنا دکھ لگتا تھا اب بھی اس کا ستا ہوا چہرہ ان کے دل کو بے چین کر رہا تھا۔

☆☆☆

ایک فقیرنی نے گاڑی کے شیشے پر بے ہنگم انداز میں ہاتھ مارا تھا۔ اس کے شانے سے لگے دو تین سالہ بچے کے ہاتھ میں سیل والی ٹارچ تھی جو وہ شرارت سے جلا رہا تھا، عباد تپا۔

"ڈھیل ود۔"

"جان نکال دی اس نے تو۔" زمین ہنسی۔

"چلو۔ کچھ دے دو اسے۔"

"کچھ کیا۔ دو چار کھینچ کے دینے کو دل کر رہا ہے میرا۔" وہ دانت پیس کر بولا اور گاڑی دوڑا دی۔

"عباد! دس روپے ہی دے دیتے۔"

"سو کا نوٹ دیتا۔ اگر وہ بدتہذیبی کا مظاہرہ نہ کرتی۔" وہ قطعی انداز میں بولا۔

"ہاں بالکل۔ حکومت کو چاہیے ایم اے پاس تہذیب یافتہ فقیر چھوڑیں سگنلز پر۔" زمین بے ساختہ ہنستے ہوئے بولی تو وہ بھی مسکراہٹ ضبط نہیں کر پایا۔

"شٹ اپ۔ سارے رومانٹک موڈ کا بیڑہ غرق کر دیا اس نے۔"

"ایکسکیوز می مسٹر سیٹھی!" زمین نے کھنکھارتے ہوئے خفگی سے اسے ٹوکا۔

”یہ رومانس کہاں سے آگیا بیچ میں؟“
”تمہیں ہے کیا؟“ اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے زمین کو دیکھا تو اس کی پرشوق نگاہ کے تاثر سے نروس ہو کر زمین نے چہرہ سامنے پھیر لیا۔
”جلدی مجھے گھر ڈراپ کرو۔ ورنہ اماں سے ملوا کر تمہارا سارا رومانس جھڑوانا پڑے گا۔“
”کم آن۔“ وہ اس کی مذاق کی بات پر بھی بدمزہ ہوا۔
”کون سی دنیا کے لوگ ہو تم۔ اب کون بچوں کی پسند ناپسند کے بیچ آتا ہے بھلا؟“
”اچھا یہ بحث بعد کے لیے اٹھا رکھو۔۔ واقعی مجھے جلدی گھر پہنچنا ہے۔ پھپھو آئی ہوئی ہیں۔“ زمین اس موضوع سے پہلو بچاتے ہوئے بولی۔
”نیکسٹ ویک میرا برتھ ڈے ہے۔“ اس نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے اطلاع دی تو زمین خوش ہوئی۔
”دیٹس گریٹ...... کتنے سال کے ہو رہے ہو بائے دا وے؟“ آخر میں شرارت سے پوچھا تو وہ خفا ہوا
”شٹ اپ۔“
زمین ہنسنے لگی۔
”انسان کوئی خوب صورت سی بات نہ کر سکے تو بہتر ہے چپ ہی رہے۔“
”خوب صورت بات تمہارے برتھ ڈے پہ کہوں گی۔ ابھی خوا مخواہ الفاظ ضائع کیوں کروں۔“ وہ شانے اچکا کر بے نیازی سے بولی تو عباد کی آنکھوں میں چمک اتری۔
”میں انتظار کروں گا۔“
”مگر تم نے ابھی تک مجھے انوائٹ نہیں کیا ہے۔“ زمین نے اسے چھیڑا۔
”لوگ میرا برتھ ڈے خود یاد رکھتے ہیں، تمہیں اسپیشلی میں خود بتا رہا ہوں اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارے لیے اوپن انوی ٹیشن ہے جانِ من!“
”فضول مت بولو۔“ وہ اس کے اندازِ تخاطب پہ سرخ پڑ گئی۔ پھر گھر سے ایک اسٹاپ دور ہی گاڑی رکوا دی۔
”کم آن زمین مصطفیٰ! بہادر بنو، گھر تک ڈراپ کرتا ہوں۔“ وہ چڑا۔
”وہ دن بھی جلد آجائے گا ڈونٹ وری۔ اینڈ۔ تھینکس فار اویوری تھنگ۔“ وہ کھڑکی میں جھک کر مسکرائی۔
”تھینکس تب قبول ہوگا جب تم میرے برتھ ڈے کو یادگار بناؤ گی آکر۔“ وہ ذو معنی مسکراہٹ کے ساتھ بولا اور گاڑی سے اتر کر سارے شاپنگ بیگز اس کے حوالے کیے۔
”شیور۔ اللہ حافظ۔“ وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پلٹ گئی۔ تھوڑی دور گلی میں داخل ہونے تک عباد وسیم نے اسے دیکھا اور پھر زیر لب مسکراتے ہوئے گاڑی میں آبیٹھا۔
”ہم دیکھیں گے
لازم ہے کہ ہم بھی دیکھیں گے
ہم دیکھیں گے
دو لائنیں گنگناتے ہوئے اسے خود ہی ہنسی آگئی۔
”زمین مصطفیٰ، ہم...... ناٹ بیڈ۔“ اس نے گاڑی ہوا کے سنگ چھوڑ دی تھی۔

☆☆☆

تجھ سے ہاریں کہ تجھے مات کریں
تجھ سے خوشبو کے مراسم ہیں، تجھے کیسے کہیں
میری سوچوں کا اُفق، تیری محبت کا فسوں
میرے جذبوں کا دل، تیری عنایت کی نظر
کیسے خوابوں کے جزیروں کو ہم تاراج کریں
تجھ کو بھولیں کہ تجھے یاد کریں
اب کوئی اور نہیں میری تمنا کا دل
اب تو باقی ہی نہیں کچھ
جسے برباد کریں
تیری تقسیم کسی طور ہمیں منظور نہ تھی
پھر سرِ بزم جو آئے تو تہی داماں آئے
چُن لیا درِ مسیحائی
تیری دلدار نگاہی کے عوض
ہم نے جی ہار دیا
لُٹ بھی گئے
کیسے ممکن ہے بھلا
خود کو تیرے سحر سے آزاد کریں
تجھ کو بھولیں کہ تجھے یاد کریں
اس قدر سہل نہیں میری چاہت کا سفر
ہم نے کانٹے بھی چنے روح کے آزار بھی ہے
ہم سے جذبوں کی شرح نہ ہو سکی کیا کرتے
بس تیری جیت کی خواہش نے کیا ہم کو نڈھال
اب اسی سوچ میں گزریں گے ماہ و سال میرے
تجھ سے ہاریں کہ تجھے مات کریں۔

برف باری نے گلاس ونڈو کے باہر تاحد نگاہ دکھائی دیتے ہر منظر کو سفید لباس پہنا دیا تھا۔ سبز جوان شجر اب بڑھاپے کا سفید لباس پہنے گویا خمیدہ کمر لیے کھڑے تھے جیسے کسی کی تعظیم میں جھکے جا رہے ہوں۔ سورج دھند کی گہری لپیٹ میں تھا۔ برف ابھی بھی روئی کے گالوں کی مانند ہوا کے ساتھ اڑتی پھر رہی تھی۔

رات دیر سے سونے کی وجہ سے وہ ساڑھے گیارہ بجے بھی بامشکل جاگا اور کافی دیر کمبل میں سستی سے پڑے رہنے کے بعد موبائل اٹھا کر وقت دیکھا تو بوکھلا کر اٹھا اور واش روم میں گھس گیا۔ برف باری نے سورج کو دبیز دھند سے ڈھانپ کر وقت کی تخصیص ہی ختم کر دی تھی۔

تقریباً پانچ منٹ کے بعد داخلی دروازے کی کی ہول میں کسی نے بہت احتیاط سے چابی لگائی اور کوئی ناب گھما کر دھیرے سے بنا آواز دروازہ کھولتے ہوئے اندھیرے میں ڈوبے فلیٹ میں داخل ہوا اور پیچھے اسی احتیاط سے دروازہ بند کر دیا۔ سر پہ سیاہ بھاری اونی ٹوپی سیاہ لانگ کوٹ سفید اور سیاہ جاگرز اور ہاتھوں کو سیاہ ہی دستانوں میں مقید کیے آنے والا واش روم تک آیا اور دروازے سے کان لگا کر پانی گرنے کی آواز سنتے ہوئے

فلیٹ کے مالک کے اندر ہونے کا اندازہ کر کے اس کے چہرے پر طمانیت پھیل گئی۔ وہ لانگ کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالتے ہوئے واش روم کے دروازے کے بالکل قریب دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑا ہو گیا، جیسے اندر سے کسی کے نکلتے ہی حملہ کرنے کا ارادہ ہو۔

کچھ دیر بعد واش روم کا دروازہ کھلا تو روشنی کی لکیر کمرے کے وسط تک چلی آئی اور وہ اپنی دھن میں باہر نکلا تو دیوار سے چپکا وجود ایک دم سے حلق سے ڈرانے والی آواز نکالتا اس پر جھپٹا وہ ٹپٹایا مگر فوراً خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے مخالف کے بازو ہاتھوں کی گرفت میں لے کر مروڑے اور اس کی کمر سے لگا دیے۔

''آہ...... یو......'' مخالف کے چلانے اور کوئی گالی دینے کے باوجود وہ اس کی کمر سینے سے لگائے یونہی سوئچ بورڈ تک آیا اور لائٹ جلا دی۔ اس نے ''چور'' کے سر پر سے ٹوپی کھینچ کر اتاری تو سنہری بال ڈھلکے اور پھر بکھر گئے۔ یعنی چور کوئی لڑکی تھی۔

''کیا مجھے پولیس کو کال کرنی چاہیے؟'' وہ مسکراتے ہوئے دھمکی آمیز لہجے میں پوچھ رہا تھا کیتھی نے ایک زوردار کہنی اس کے پیٹ میں رسید کی تو وہ اسے چھوڑ کر پیٹ پکڑ کر دہرا ہوتا بستر پر گر گیا۔

''ڈیم فول۔''

''اب کرو کال پولیس کو۔'' وہ پسلیوں پہ ہاتھ جماتے ہوئے کینہ توز نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''سچ میں بہت ظالم ہو تم۔'' وہ کراہنے کی اداکاری کر رہا تھا۔

''ٹائم دیکھو ذرا، کیا ہو رہا ہے۔ ہم فن فیئر پہ جانے والے تھے۔ سارا گروپ پہنچ گیا ہے سوائے ہمارے۔''

کیتھی نے اس کے بستر سے لٹکتے پاؤں کو اپنے پیر سے ہلکی سی ٹھوکر مارتے ہوئے غصے سے کہا تو وہ اٹھ بیٹھا۔

''باہر موسم کے تیور دیکھو سویٹ ہارٹ! تم سے زیادہ سخت ہیں۔'' وہ اسے پچکارتے ہوئے بولا تو کیتھی تیز نظروں سے اسے گھورنے لگی۔

''یعنی تمہارا ارادہ بدل رہا ہے۔ اب جبکہ سب وہاں پہنچ چکے ہیں تو تم اپنا پروگرام کینسل کر رہے ہو؟''

''انسان کو حالات کے مطابق چلنا چاہیے۔'' وہ مدبرانہ انداز میں بولا۔

''زیڈ۔'' کیتھی چلائی تھی۔ وہ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''اوکے۔ آئم ریڈی، حالانکہ ناشتا بھی نہیں کیا میں نے۔'' وہ پیروں پر جرابیں چڑھاتے ہوئے احسان جتانے والے انداز میں بولا تو کیتھی نے بھنویں اچکائیں پھر اس کے پاس بیٹھ کر دوسری جراب پکڑ لی۔

''اونہوں۔ آئی ڈونٹ لائک (میں پسند نہیں کرتا)۔'' اس کا ارادہ جان کر اس نے کیتھی کو ٹوک دیا۔

''بٹ آئی ڈو۔'' (لیکن میں کرتی ہوں)

مسکراتے ہوئے کہہ کر اس نے زبردستی دوسری جراب اس کے پیر میں چڑھا دی۔

''یو آر لو (تم محبت ہو)۔'' وہ گنگنایا۔

''یس۔ آئی نو۔'' وہ ہنستے ہوئے اٹھ گئی۔

''تو پھر طے ہوا۔ وہ سب فن فیئر میں گئے ہیں ہم کسی لوا سپاٹ پہ جائیں گے تنہا۔'' وہ شرارت سے کہتے ہوئے بال بنا رہا تھا۔ کیتھی جل کر بولی۔

''ہو ہی نہ جاؤ تم رومانٹک۔''

''ہم گورے نہیں ہیں۔'' وہ پرفیوم چھڑکتا ہمیشہ کی طرح اسے چڑاتے ہوئے بولا۔

''معاف کرنا۔ کالے بھی اتنے ڈرائی نہیں ہوتے۔'' کیتھی نے اپنی اونی ٹوپی سر پر پہنتے ہوئے طنز کیا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

''یہی تو مسئلہ ہے۔ ہم کالے بھی تو نہیں لائٹ براؤن ہیں۔''
''اسٹوپڈ۔'' کیتھی نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دی اور پھر اس کی کمر پر دونوں ہاتھ جما کر اسے دروازے کی طرف دھکیلنے لگی۔
''چلو مسٹر لائٹ براؤن اس سے پہلے کہ وہ سب یہاں آ دھمکیں۔'' ''ابھی تو اتنا وقت ہے۔ ایک کپ چائے۔ ایک توسٹ ہی سینک دو مجھ غریب الوطن بھوکے پیاسے کو۔'' زیڈ کا واویلا جاری تھا مگر وہ کان لپیٹے اسے فلیٹ سے باہر دھکیل کر لے ہی گئی۔

☆☆☆

زمین کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ دروازہ زلفی بھی کھول سکتا ہے۔
''لو بھئی اماں! آ گئی بہو تمہاری۔ شام ڈھلنے سے پہلے۔'' مخصوص انداز میں سرتا پا زمین کا جائزہ لیتا وہ اونچی آواز میں بولتا زمین کا تن بدن سلگا گیا۔
''بکواس مت کرو اور پیچھے ہٹو۔'' سخت لہجے میں کہتے زمین اس کے آگے سے ہٹتے ہی تیزی سے اندر چلی آئی۔
''سالی...... نخرہ دیکھو ذرا۔'' وہ زیر لب گالی بکتا اس کے پیچھے دروازہ بند کرنے لگا۔ پھپھو نصرت اماں کے ساتھ ہی چھوٹے سے لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔ زمین نے بے دلی سے سلام کیا۔
''میں فریش ہو کر آتی ہوں۔'' کھڑے کھڑے حال احوال پوچھنے کے بعد وہ کمرے میں چلی گئی۔ پھپھو کی نظر نے اس کے ہاتھ میں تھامے شاپنگ بیگز کا دروازے میں گم ہونے تک پیچھا کیا تھا۔
''ماشاء اللہ۔ میری بہو تو گھر میں آتی ہے تو چانن (روشنی) کر دیتی ہے۔'' نصرت پھپھو رطب اللسان تھیں۔
ان دنوں ان کی بہو، بہو کچھ زیادہ ہی ہو رہی تھی۔ اماں عاجزی سے مسکرا دیں۔ زلفی نے آ کر موڑھا سنبھالا۔ حریم چائے رکھ کر زمین کو بلانے چلی گئی۔
''مامی! ذرا تو لگام ڈالیں اسے۔ یہ کون سا وقت ہے گھر آنے کا۔'' زمین سے تازہ ترین منہ ماری کے بعد زلفی کا موڈ سخت خراب تھا۔ اماں گڑبڑائیں۔
''بیٹا بازاروں میں رش ہوتا ہے۔ کپڑے لتے لیتے دیر ہو ہی جاتی ہے ماشاء اللہ ڈھیر خرید کر لائی ہے۔'' نصرت پھپھو نے تنبیہی نظروں سے بیٹے کو دیکھتے ہوئے خوشامدی لہجے میں کہا تو وہ بدمزہ ہو کر ماں کو گھورنے لگا۔
''اب آ بھی جاؤ۔ پھپھو ناراض ہو گئیں تو بات ابا تک پہنچے گی۔ اور تم ابا کی جتنی بھی لاڈلی سہی، نصرت پھپھو سے زیادہ نہیں ہو۔'' حریم نے جیسے اسے ڈرایا تھا۔
''اس کی باتیں نہیں سن رہیں تم۔ وہ کیا بکواس کر رہا ہے۔ اب جا کر اس کی منحوس شکل دیکھنے کا کوئی شوق نہیں ہے مجھے۔'' زمین سخت کبیدہ خاطر تھی۔ چھوٹا سا تو گھر تھا۔ ذرا سی آواز بھی گھر بھر میں گونجتی تھی زلفی کے ارشادات بھی ان دونوں نے بخوبی سنے تھے۔
''اچھا دفع کرو۔ بس چائے پی کر جانے والے ہیں یہ لوگ۔ تم کمرے میں گھسی رہو گی تو ابھی یہ پھپھو جو تمہاری حمایت کر رہی ہیں یہی ابا کے کان بھر کر جائیں گی کہ لڑکی کے پر کاٹ کر گھر بٹھا لو۔''
حریم سرگوشی سے کچھ ہی بلند آواز میں کہہ رہی تھی اور کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہی تھی۔ یہ زمین جانتی تھی۔ تنے ہوئے تاثرات لیے بادل ناخواستہ حریم کے ساتھ باہر چلی آئی
''ادھر آ میری بچی۔ میرے پاس بیٹھ آ کر۔'' پھپھو نے اپنے پاس سیٹی پر جگہ بنائی تو وہ بجائے ان کا دل

رکھنے کے اماں کے پاس ہی موڑھے پر ٹک گئی اور اماں کی گھورتی نظروں کی پرواہ کیے بنا آرام سے بولی۔
''کوئی بات نہیں پھپھو! آپ کھلی ہو کر بیٹھیں۔ میں یہیں ٹھیک ہوں۔''
''کسی کا دل بھی رکھ لیا کرتے ہیں۔'' زلفی تلخ ہوا، اسے تو زمین کے انداز ویسے بھی مشکوک ہی لگا کرتے تھے۔
''پھپھو! اسے کہیں کہ میری بات میں مت کودا کرے۔ پھر میں کچھ کہوں گی تو اسے گستاخی لگے گی۔'' زمین کی قوت برداشت تو ویسے بھی کم تھی۔ اماں نے اس کے شانے پر ہلکا سا ہاتھ مارا۔
''بری بات ہے۔ مذاق مذاق میں بھی بات بڑھ جایا کرتی ہے میٹو!''
''مذاق نہیں کر رہی ہوں میں اماں!'' وہ منہ میں بڑبڑائی۔
''اس کی تو عادت ہے۔'' پھپھو نے ٹھٹھا لگایا۔ ''اس کے ابا بھی مجھ پہ ایسے ہی رعب ڈالتے ہیں۔'' زلفی نے منہ بنایا۔
''پھپھو! یہ نان خطائی چیک کریں نا میں نے اسپیشل آپ کے لیے بنائی ہیں۔'' حریم بیچ میں کودی تاکہ ماحول کی گرما گرمی ذرا سی کم ہو۔
''کچھ زمین کو بھی سکھایا ہے یا نہیں؟'' زلفی نے خطائی کو چائے میں ڈبویا تو حریم کا دل نان خطائی کی اس ''بے حرمتی'' پر اس کے ساتھ ہی چائے میں ڈوب گیا۔
''میرے سیکھنے یا نہ سیکھنے سے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے۔'' زمین کا بس نہیں چلتا تھا ایسی معنی خیز باتوں کے جواب میں زلفی کا منہ نوچ لے۔
''سیکھ لے گی۔ ابھی کون سا عمر نکل گئی ہے سیکھنے کی۔ اور ویسے بھی اتنا کماتی ہے میری بیٹی۔ نوکر بھی رکھ سکتی ہے یہ تو۔'' نصرت کے لاڈ سے بھی زمین کو گھن آتی تھی۔ رال ٹپکاتے لاڈ......
''اماں دیکھ رہی ہو نا اپنی بھتیجی کے تیور۔ گھاس نہیں ڈالتی کسی کو۔'' واپسی پر موٹر سائیکل چلاتے زلفی نے پیچھے بیٹھی ماں کی طرف چہرہ موڑ کر کہا تو انہوں نے اس کے شانے پر دو ہتڑ مارے۔
''کم بخت تو ہی صبر کرلے۔ گھاس کے بجائے پوری غلہ منڈی ہی تیری ہو جائے گی۔ کیوں بکواس کرتا ہے۔ شادی سے پہلے لڑکیاں ایسے ہی جھجکتی ہیں۔''
''اماں! جو مرد کی آنکھ دیکھ سکتی ہے نا۔ وہ اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ وہ اچھلتی، تڑپتی ہے۔ مجھ سے شادی کے نام سے۔'' زلفی لگی کا غنڈہ تھا بدنظر۔ اب تو ہر لڑکی کی چال دیکھ کر ہی پہچان لیتا تھا کہ کتنی کوئی شریف ہے۔
''ہاں۔ تو تو ڈاکٹر انجینئر لگا ہوا ہے نا جو وہ خوشی سے چھلانگیں مارے تیرے نام پر کم بخت مارے۔ اس کے ہاتھ میں شاپر دیکھے تھے خریداری کے۔ تو تو سال بھر میں اتنا کچھ نہ لے کر دے اسے۔ جتنا وہ اپنی تنخواہ میں سے خرید کر لائی تھی۔'' نصرت نے اسے رگیدا۔
''شرافت کی کمائی اتنی نہیں ہوا کرتی اماں۔'' زلفی باز نہ آیا تھا۔
نصرت کا بس نہ چلا جوتی اتار کر یہیں سر پر تڑ تڑ برسا دیتیں، گالیاں دے کر رہ گئیں باقی گھر چل کر خبر لینے پر ٹال دیا۔

☆☆☆

''یہ کیا بے ہودگی ہے زمین! ایسے رویہ رکھتے ہیں بڑوں کے ساتھ۔ کیا فائدہ ہوا ایم اے بی اے کا تمہیں جو بولنے کی تمیز ہی نہ ہو۔''
پھپھو اور زلفی کے نکلتے ہی اماں نے زمین کی کلاس لی تھی۔ حریم نے پیچھے سے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے

چپ رہنے اور خموشی سے سن لینے کا اشارہ دیا مگر زرمین مصطفیٰ کسی کی نہیں بلکہ اپنے دل و ذہن کی سننے کی عادی تھی۔
''وہ میرے ساتھ نہ بولا کرے اگر اتنی ہی فکر ہے اسے اپنی عزت و احترام کی۔'' لفظوں کو چبا کر بولی۔
''اور یہ بھو، وھو کیا ہوتا ہے۔ اسے کس نے حق دیا ہے میرے نام کے ساتھ یہ لفظ لگانے کا۔ کون سا نکاح ہوا ہے میرا اس کا۔ خبیث نہ ہو تو......''
زرمین کی رنگت لال بھبوکا ہونے لگی۔ اماں حق دق اسے دیکھ رہی تھیں۔ ایسا غضب۔ ایسی ناپسندیدگی۔
''ایسے ہی۔ مان کے ساتھ کوئی کہتا ہے۔ چاہت سے۔''
''مجھے نہ کہے آئندہ سے اماں۔ منہ توڑ دوں گی میں اس کا۔'' زرمین نے اس قدر شعلہ بار اور قطعی لہجے میں کہا کہ اماں کے الفاظ ہی گم ہونے لگے۔ زرمین کے انداز کوئی اور ہی کہانی سنا رہے تھے۔
''اچھا اب چھوڑو بھی۔ چائے پیو اپنی۔ ایسے ہی پڑی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔'' حریم نے گھبرا کر موضوع بدلا۔
''ایک بات میری ہمیشہ کے لیے کان کھول کر سن لے مینو! تیرے باپ نے اگر تم لوگوں کو پڑھایا لکھایا ہے تو اس لیے نہیں کہ یہاں سے من مرضی سے اڈاری مار جاؤ بلکہ اس لیے کہ دوسروں کی عزت اور ادب کرنا آ جائے۔ باقی یہ کہ تمہارے باپ کی مرضی کے بنا ایک پتا بھی نہیں ہل سکتا اس گھر میں۔ یاد رکھنا ہمیشہ۔'' اماں نے صاف لفظوں میں اسے اپنے پرسمیٹ کر اپنی پرواز کنٹرول کرنے کا عندیہ دے دیا تھا۔ وہ جواباً تن فن کرتی چائے یونہی چھوڑ کر پیر پٹختی کمرے میں چلی گئی۔ اماں کی رنگت بدلی۔ حریم ان سے نظر ملائے بنا چائے کے برتن سمیٹنے لگی۔ اس میں حوصلہ نہیں تھا کہ وہ اماں ابا میں سے کسی کو زرمین کے بدلتے اطوار کی خبر دے سکتی۔

☆☆☆

وہ آرام سے بستر پر لیٹ کر سینے پر لیپ ٹاپ رکھے بھائی سے بات کر رہا تھا۔
''واہ برو! یعنی مما تمہارے لیے لڑکی ڈھونڈ رہی ہیں اور تم ان کے لیے بہو۔ کمال ہی ہے یہ تو۔'' وہ ہنسا، عباد تکیہ اونچا کر کے نیم دراز ہوا۔
''ہم تو کھا کھیل رہے ہیں ابھی بس۔ تم اپنی سناؤ کہاں تک پہنچے ہو؟'' چھوٹے بھائی کو چھیڑا۔
''اپنا معاملہ کلیئر ہے برو! دل کا بھی اور دماغ کا بھی۔ مما کی طرف سے فری ہینڈ ہے۔ کیتھ بھی راضی ہے۔'' وہ دل سے مسکرایا عباد نے اسے رشک سے دیکھا۔ وہ یونہی تھا اپنے فیصلوں میں اٹل۔ کوئی وہم وتو ہم نہیں۔
''یہ گوریاں ہم لوگوں کے ساتھ ایڈجسٹ نہیں کر پاتیں ویسے۔'' عباد نے شاید اسے ڈرایا تھا۔
''ڈونٹ وری برو! اسے لائٹ براؤن ایشین پسند ہیں۔'' وہ آنکھ مارتے ہوئے شرارت سے بولا تھا عباد نے قہقہہ لگایا۔
''ہاہاہا۔ یہ صحیح لاجک ہے۔''
''کبھی کسی گوری کو اپنے بندے کی شرٹ، اس کی جرابیں دھوتے نہیں دیکھا ہوگا تم نے بھائی میرے۔'' وہ ہنسا۔
''مطلب یہ ہوا کہ تمہارے عشق میں ڈوب چکی ہے بے چاری اور اب جرابیں دھوئے بنا کوئی چارہ نہیں کیونکہ پاکستانی مرد ایسے ہی پھنستے ہیں۔'' عباد نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا تو وہ بھی ہنسنے لگا۔
''جو بھی سمجھو۔ مگر یہ دل بہت پرسکون ہو کر کیتھ تک ٹھہر چکا ہے اب کسی اور لڑکی کو دیکھنے کی خواہش نہیں ہوتی اس کا مطلب یہی ہے کہ منزل وہی ہے۔''
''یو آر امیزنگ مین۔'' عباد اس کے لب و لہجے کی پختگی سے متاثر ہوا تھا۔

''میرے خیال میں مما مائرہ کے لیے سیریس ہیں۔'' اس نے سنجیدہ ہوتے ہوئے عباد کا بھی دھیان کرانا چاہا۔

''وہ۔ کل کی بچی ہے یار۔ مجھے اتنی بچکانہ لڑکیاں سوٹ نہیں کرتیں۔'' عباد نے اس کی بات اڑا دی۔

''مما کو تو کرنی ہیں نا۔ خوب صورت ہے ایجوکیٹڈ ہے۔ سب سے بڑھ کر ہم سب کو عزیز ہے۔''

''تو میں کون سا دلہنیں پسند کرتا پھر رہا ہوں یہ مما کا شعبہ ہے۔ میں تو جب تک آزاد ہوں تب تک مزے ہیں بس۔''

''تو برو! یہ بات مما کے کانوں میں بھی ڈال دو۔'' اس نے مشورہ دیا پھر تجسس سے پوچھنے لگا۔

''اور ساتھ کون ہے ویسے آج کل؟''

عباد اس کے انداز پر ہنسا۔

''کوئی بھی نہیں ہے۔ بلکہ یہ سمجھو کوئی ایسی نہیں ہے جو اتنی خاص لگی ہو کہ شادی کر کے سر پہ ہی لا دلی جائے۔''

''اتنی ٹھونک بجا کر کون لاتا ہے بیوی۔'' ہنسا۔

''زندگی بھر کا معاملہ ہے برادر! آنکھیں بند کر کے کسی کھڈے میں نہیں گر سکتا میں۔''

''ہاں۔ ان کھڈوں میں تو آدمی بہ رضا و رغبت آنکھیں کھول کر گرتا ہے۔'' اس کی بات پر اس کے ساتھ عباد نے بھی قہقہہ لگایا تھا۔

''بس کچھ خاص اور بہت الگ۔ مل جائے تو ٹھیک ورنہ جہاں ماں باپ کہیں وہاں شادی کر لینی چاہیے۔ مائرہ تو ہے ہی نا پھر۔'' عباد نے آنکھ دبائی تو وہ بے اختیار ہنستے ہوئے تاسف سے سر ہلانے لگا۔

☆☆☆

''آج تمہارے ساتھ پھر وہ مسلم لڑکا تھا؟'' مارک نے اسے بلڈنگ کی لفٹ کے پاس ہی روک لیا تھا۔

کیتھی نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

''تو......؟''

''تو یہ کہ تم میری منگیتر ہو۔ نفرت ہے مجھے ان مسلمانوں سے اور تمہارا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا سخت ناپسند ہے مجھے۔''

''مجھے تمہاری پسند ناپسند سے کچھ لینا دینا نہیں۔ ہٹو میرے راستے سے۔'' وہ رکھائی سے کہتی لفٹ کی طرف بڑھی۔ بٹن پہ ہاتھ رکھا مگر لفٹ شاید اوپر جا رہی تھی وہ مزید انتظار کیے بنا مارک کو نظر انداز کرتی سیڑھیاں چڑھنے لگی اسے تیسری منزل پہ جانا تھا۔

''تم کیا چاہتی ہو میں ڈینیئل سے بات کروں تو وہ ٹھیک رہے گا؟'' مارک نے اسے دھمکایا۔

''تم چاہو تو ڈینیئل کے باپ سے بھی بات کر سکتے ہو ڈیم کیئر۔''

وہ رک کر حلق کے بل چلائی اور پھر تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ اس نے پیچھے سے مارک کو با آواز بلند گالی دیتے سنا تھا۔ کیتھی کا موڈ اور بگڑا دوسری منزل سے اسے لفٹ مل گئی تھی۔ فلیٹ پہ آ کر اس نے ڈور بیل پہ ہاتھ ہی رکھ دیا۔ ڈورس نے دروازہ کھولا اور اسے گھور کر دیکھا۔

''تم ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو میں نہیں۔ باہر سے آنے والے کو صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہیے۔ منزلیں صبر و برداشت کے بعد ہی ملا کرتی ہیں۔''

''مام! خدا کے لیے۔ اپنے یہ پٹے ہوئے ڈائیلاگز اپنے فلاپ ڈراموں کے لیے اٹھا رکھو۔ اور یہ جو

گھوڑے کے منہ والا شخص کھڑا ہے نا اسے سمجھا لو کہ مجھے گھاس مت سمجھے۔'' وہ تپے ہوئے عاجز لہجے میں کہتی اندر داخل ہوئی تھی۔ ڈورس مسکرائی۔

''مارک ملا تمہیں؟ چلو اچھا ہوا کہہ رہا تھا، کافی عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی تم سے۔''

''ملنا نہیں چاہتا وہ مجھ سے، صرف جاسوسی کرتا پھرتا ہے۔ میرے دوستوں اور ملنے جلنے والوں کی خبر رکھنے کے لیے۔'' کیتھی کپڑے بدلتے ہوئے کمرے سے چلائی۔

''اچھا ہے نا۔ اردگرد کی خبر رکھنا۔ وہ بتا رہا تھا تم نے پھر کسی مسلم سے دوستی کر لی ہے۔'' ڈورس نے تشویش سے کہا۔

''ہاں تو؟ انسان ہی کا بچہ ہے وہ بھی۔ تو میت سے قطع نظر۔'' وہ شرٹ کھینچ کر برابر کرتی باہر نکلی۔

''بات قومیت کی نہیں ذہنیت کی ہوتی ہے۔ دہشت گردی اور مسلم لازم و ملزوم ہیں۔'' ڈورس کو بھی تشویش تھی۔

''خدا کے لیے مام! اب مارک جو گند تمہارے دماغ میں انڈیل کر گیا ہے وہ مت نکالنا شروع کر دینا۔ ابھی دو ماہ پہلے ایک آسٹریلین باشندے نے نیوزی لینڈ میں مسلم عبادت گاہ میں گھس کر کتنے مسلمان مار ڈالے اور ساتھ ان کی مووی بھی بنا کر دنیا کو اپنی دہشت گردی کا نمونہ دکھاتا رہا۔ اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''اچھا۔ اچھا۔ چلو ٹھیک ہے۔ میں نے بہت مزے کا پاستا بنایا ہے پہلے وہ کھا لو اس بدذائقہ موضوع پر دوبارہ کبھی بات کریں گے۔''

ڈورس نے فوراً لڑائی ختم کرنے کو ہاتھ اٹھا دیے۔ وہ گھر کا ماحول کبھی بھی خراب نہیں ہونے دیتی تھی۔ مناسب وقت اور مخالف کا موڈ دیکھ کر بات کرتی اور معاملہ حل کر لیتی۔ اب بھی اس کی بات سن کر کیتھی ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔

''ڈیڈی نہیں آیا۔ آج آنا تھا نا اس نے؟'' کھانے کے دوران کیتھی نے پوچھا تو ڈورس نے سر ہلایا۔

''رات تک آ جائے گا۔ تین چھٹیاں ہیں اس بار اس کی۔''

''مزہ آئے گا پھر تو۔ پکنک کا پروگرام بنائیں گے۔'' کیتھی کی آنکھیں چمکیں خود سے تین سال بڑے بھائی سے اسے بہت محبت تھی اور یہ بات ڈورس بھی جانتی تھی۔ وہ بھی مسکرانے لگی۔

☆☆☆

''تمہیں کس نے کہا ہے یہاں آنے کو؟'' عباد نے یمنیٰ کو گھورا تو وہ آگے بڑھ کر بے تکلفی سے بولی۔

''کہیں بھی نہیں ملو گے تو تمہارے آفس پر ہی چھاپہ مارنا پڑے گا نا۔''

''ابھی پچھلے ماہ صوما کی پارٹی پہ ملے تھے ہم۔''

''پچھلے ماہ کو گزرے ایک ماہ ہو چکا ہے ڈارلنگ۔'' وہ پچکار کر بولی۔

''بزی ہوں میں۔ بزنس چلا رہا ہوں باپ کا۔'' وہ ہنسا۔

''مجھے تو ''کہیں اور'' ہی بزی لگ رہے ہو۔'' اس نے آنکھیں گھمائیں۔ عباد اپنی چیئر میں دھنستے ہوئے گہری سانس لے کر بولا۔

''بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا۔''

''تو کس نے کہا ہے جگہ جگہ منہ مار کے یہ بدنامیاں گلے سے لگاؤ۔'' وہ ہنسی تھی۔

''کیا پیو گی؟''

''جو تم چاہو۔'' وہ پرشوق نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ عباد مسکراتے ہوئے انٹرکام اٹھا کر جوس کا کہنے لگا۔

☆☆☆

وہ رکشے سے اتری اور کرایہ دے کر رکشے والے کو فارغ کر کے سر اونچا کر کے سیٹھی لیدرز اینڈ گارمنٹس کے بڑے سے بورڈ پر نظر ڈالی۔ آؤٹ لیٹ کی شیشے کی دیواروں میں سے اندر کی چکاچوند دکھائی دے رہی تھی۔ اور ساتھ ہی خواتین اور مردوں کا رش بھی۔ ایک سائیڈ پر لیدر جیکٹس اور دوسری سائیڈ پر قیمتی ملبوسات تھے۔ اس نے ایک بار پھر سے اپنے اندر جانے کے فیصلے پر نظر ثانی کی۔ تو فیصلہ یہی ہوا کہ اسے اندر جانا چاہیے۔

کاؤنٹر پر ایک لڑکا اور ایک لڑکی موجود تھے۔ وہ شاپنگ ایریا کے بجائے ان کی طرف آئی۔

''یس میم''

''مسٹر عباد سیٹھی؟'' اس نے اعتماد سے پوچھا۔

''سر آفس میں ہیں۔'' لڑکی نے پیشہ ورانہ مسکراہٹ کے ساتھ کونے میں ایستادہ آفس کے بند دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''لیکن وہ ابھی بزی ہیں آپ شاپنگ کیجیے میم۔ جو مناسب ڈسکاؤنٹ ہوئی ہم کر دیں گے۔''

لڑکے نے بھی شاید اسے عباد سیٹھی کی کوئی رشتہ دار سمجھتے ہوئے خوش دلی سے آفر کی تو وہ سر ہلا کر یونہی لیدر جیکٹس چیک کرنے لگی پھر پھرتی پھراتی گارمنٹس سیکشن کی طرف آئی کن اکھیوں سے کاؤنٹر کی طرف دیکھا جہاں موجود لڑکا اور لڑکی کسٹمرز کے بلز بنانے میں مصروف تھے۔ وہ یونہی ٹہلتے ہوئے عباد سیٹھی کے آفس تک آئی اور پھر ادھر ادھر دیکھے بنا اندر گھس گئی۔

لیکن بنا اجازت اندر گھسنا کس قدر غلط ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ اسے یمنیٰ کو عباد وسیم سیٹھی کی کرسی کے بازو پر بیٹھا دیکھ کر اندازہ ہوا اس کا حلق خشک ہوا۔ واپسی کا ارادہ بہ سرعت کر لیا مگر اسی وقت عباد کی نظر اس پر پڑ گئی تھی وہ اپنی جگہ گڑ کر رہ گئی۔

☆☆☆

وہ بھاگ کر ڈینیئل کے گلے لگی۔ ڈورس اور پال کے لیے یہ منظر ہمیشہ طمانیت کا باعث ہوتا تھا۔ ان کے دونوں بچے یہاں کے ماحول کے برعکس ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔

ڈینیئل کی جاب دوسرے شہر میں تھی اس چھٹی پر بھی وہ ہمیشہ کی طرح کیتھی کے لیے چاکلیٹس اور تحفے لے کر آیا تھا۔ کھانے کے بعد وہ دونوں ٹہلنے کے لیے نیچے سڑک پر آ گئے۔ ڈینیئل نے اسے اپنی نئی دوست وینڈی کے متعلق بتایا تھا جو کٹر یہودی نسل سے تھی۔

''ذرا اپنی بہن سے بھی پوچھ لو، اس نے بھی ایک بہت قریبی مسلم فرینڈ بنایا ہے۔'' مارک تاریکی سے نکل کر ایک دم ان دونوں کے راستے میں آیا تو کیتھی اسے کینہ توز نظروں سے دیکھنے لگی جبکہ ڈینیئل بری طرح چونکا۔

مارک ان کا چچازاد تھا اور کیتھی کا منگیتر بھی۔ اس نے ڈینیئل سے ہاتھ ملایا

''ہیلو ڈینی! امید ہے تم اچھے ہو گے۔ میرے پاس تمہیں بتانے کے لیے کچھ نیا ہے اس لیے صبح کا انتظار نہیں کیا سوچا ابھی ملاقات کر لوں۔'' مارک کے چہرے پر خبیثانہ مسکراہٹ تھی۔

کیتھی کا ذہن فوری طور پر اپنی شیلف کے خفیہ خانے میں پڑے قرآن پاک کے انگلش ترجمے کی جلد کی طرف گیا تھا۔ وہ بے ترتیبی سے دھڑکتے دل اور اڑی رنگت کے ساتھ بھائی کی شکل دیکھتی رہ گئی جو پوری طرح مارک کی طرف متوجہ تھا۔

☆☆

باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔
زمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ تھیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ تجل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں تجل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زمین کی دوستی کرادے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ یمنی الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں تجل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ زمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کی ولیمے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔
تجل زمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آجاتی ہے زمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔
زمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زمین، تجل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔
عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔
زمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زمین کو فون کرتی ہے، فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر تجل کے نمبر پہ کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آجاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

زمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی، زمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔
عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو زمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔
مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔
حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔

پانچویں قسط

رونا مسئلے کا حل ہوتا تو ساری دنیا روتی ہوئی ہی دکھائی دیتی... وہ بھی اپنے ساتھ بہت کچھ غلط ہونے کے دکھ پر ہفتہ بھر سے رو رو کر تھک گئی تو بے حس بن گئی...... اور ایسے میں انسان پر غلط سوچ غالب آنے میں دیر نہیں لگتی۔
"میرے ساتھ غلط ہوا، اب میں کسی کے ساتھ اچھا کیوں کروں اور دوسرے یہ سوچ دماغ میں جڑ پکڑ لیتی ہے کہ ہمارے وجود سے کسی کو کوئی خوشی نہ مل جائے۔"

حریم بھی اسی اسٹیج پر تھی۔ نزہت گھر آئیں تو ان کا موڈ بہت خراب تھا۔ کچھ تو رابعہ بھابی کا برا رویہ ان کے دل میں گڑ گیا، اوپر سے پارہ کی آزردگی اور پژمردہ چہرہ آنکھوں میں جم سا گیا تھا۔ گھر پہنچیں تو لاؤنج میں کارپٹ پر بیٹھی میرب مسلسل رو رہی تھی۔ وہ اسے نظر انداز کرکے پہلے تو وہیں صوفے میں دھنس گئیں مگر جب اس کا رونا کانوں میں چبھنے لگا تو انہوں نے زور زور سے ثریا کو آواز لگانا شروع کر دی۔ وہ افتاں وخیزاں بھاگتی چلی آئی۔

"کہاں مری ہوئی ہو...... اور نسرین کہاں ہے؟" انہوں نے شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے ساتھ ہی دوسری ملازمہ کے بارے بھی پوچھا۔

"وہ تو کچن میں ہے شاید...... میں اوپر کپڑے استری کر رہی تھی۔ آپ ہی نے کہا تھا، سب سمیٹ دوں آج۔" ثریا نے روتی ہوئی میرب کو اٹھا کر صفائی پیش کی۔

"اسے فیڈر کب دیا تھا؟" وہ مستقل تیوری چڑھائے پوچھ رہی تھیں۔

"آدھا گھنٹہ پہلے کھچڑی کھلائی ہے۔"

"پھر سونے کے لیے رو رہی ہوگی...... اسے سلا دو جا کر اور حریم کو بھیجو میرے پاس۔" انہوں نے تحکمانہ کہا تو وہ سر ہلاتی پلٹ گئی۔

"الو کی...... یہ یہاں عیش کرنے آئی ہے۔ سوگ ہی ختم نہیں ہو رہا بھورانی کا۔" ثریا کے جانے کے بعد وہ نخوت سے بڑبڑائیں۔ ذرا دیر بعد گھبرائی ہوئی حریم آگئی۔

"بیٹھو......" اسے غلط نگاہ انداز سے دیکھتے ہوئے نزہت نے کہا تو وہ نروس سی سامنے صوفے پر ٹک گئی۔

اتنے دنوں میں نزہت سے باضابطہ طور پر اس کا پہلا سامنا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے اب؟"

"جی...... ٹھیک ہوں۔" وہ نروس سی ہاتھ کی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

"تم سمجھ دار ہو، اچھی طرح جانتی ہو اپنی یہاں موجودگی کی وجہ...... آئندہ میں میرب کی طرف سے تمہاری کوئی کوتاہی برداشت نہیں کروں گی...... تمہاری وجہ سے ہمارا ہنستا بستا گھر تباہی کے دہانے پر آن کھڑا ہوا ہے۔ پہلے تمہاری بہن اور اب تم آفت بن کر ٹوٹی ہو ہماری فیملی پر...... میری بھانجی کے ساتھ ہونے والی شادی روک کر اس نے تم سے شادی کی ہے تو صرف اس لیے کہ اس کی بیٹی کی اچھی دیکھ بھال ہو سکے اور تم یہاں جیسے پکنک منانے آئی ہوئی ہو...... ثریا اسے لے کر گئی ہے ابھی۔ نا جانے کب سے وہ بچی رو رہی تھی اور تمہیں خبر ہی نہیں۔" انہوں نے آگے پیچھے کا تمام غصہ نکال کر اچھی طرح اسے جھاڑ دیا اور تحریم میں بہر حال اتنی جرات نہ تھی کہ وہ ان کو پلٹ کر کوئی سخت جواب دے سکتی۔

"جاؤ اور اسے اپنے کمرے میں سلاؤ...... یہی تمہاری یہاں حیثیت ہے۔ سمجھیں۔" وہ تنفر اور حقارت سے کہتی اٹھ کر چلی گئیں جبکہ حریم سن سی وہیں گنگ بیٹھی تھی۔

وہ اپنے دھیان میں اندر داخل ہوا تو حریم کو خلاف معمول لاؤنج میں بیٹھے دیکھ کر ٹھٹکا اور وہ اس قدر ساکت اور جامد لگ رہی تھی کہ وہ بے اختیار پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا...... خیریت تو ہے نا؟ ایسے کیوں بیٹھی ہو؟" اس کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ تشویش سے پوچھ رہا تھا۔ حریم نے جھرجھری لے کر جیسے کسی خواب سے بیدار ہوتے ہوئے چونک کر اسے دیکھا تو نگاہوں میں اگلے ہی پل وحشت سی اتر آئی۔

"میرب تو ٹھیک ہے نا؟" وہ اس کی نگاہ کے تاثر سے مضطرب ہوا۔ حریم نے اس کا سوال سنے بنا اپنے گھٹنوں

پردھرے اس کے ہاتھوں کو دھکیلا تھا۔
''حریم...... ہوا کیا ہے...... بتاؤ تو؟'' وہ اس کے مقابل کھڑا ہو کر دوستانہ انداز اپناتے ہوئے بولا۔
''تمہاری ''کرنی'' کے بعد جو ہونا تھا، اس کی شروعات ہو چکی ہے اور کیا ہو سکتا ہے۔'' وہ پھنکاری۔
''ممیا نے کچھ کہا ہے؟'' وہ بہ سرعت نتیجے پر پہنچا۔ حریم جو اپنے آپ کو بہت مضبوط بنا کر اسے کٹہرے میں کھینچنے والی تھی، نئے سرے سے نزہت کی باتیں یاد کر کے اس کا گلا رندھ گیا اور باوجود ضبط کے آنکھیں ابل پڑیں وہ آنسو چھپانے کی خاطر تیزی سے پلٹ گئی تھی۔
''حریم......'' وہ بھی اس کے پیچھے بڑھا۔
کمرے میں آ کر وہ بیڈ کے کنارے ٹک کر سر جھکائے خاموشی سے آنسو بہائے گئی، چند لمحوں تک وہ اسے روتے ہوئے دیکھتا رہا۔
''رونا مسئلوں کا حل نہیں ہوا کرتا حریم! بات کرنے سے بات بنتی ہے۔''
''جس کی پوری زندگی برباد ہو چکی ہو، اس کی بات کیا بنے گی۔'' وہ تلخی سے بولی تو آواز آنسوؤں سے بوجھل تھی۔
لحہ بھر کے توقف کے بعد اس نے گہری سانس بھری اور کرسی گھسیٹ کر اس کے پاس رکھی اور اس کے بالمقابل بیٹھ گیا۔
''زندگیاں اس گھر میں بھی ڈسٹربڈ (متاثر) ہیں...... برباد ہیں حریم! دکھوں کا رولر ہم سب کو بھی ویسے ہی کچلتے ہوئے گزرا ہے جیسے تم اس کی لپیٹ میں آئی ہو۔'' اس نے بہت تحمل سے بات شروع کی تو لب و لہجہ نرم اور متاثر کن تھا جیسا کوئی مرد کسی بہت قابل احترام عورت کے لیے اپناتا ہے۔ مگر وہاں اس کمرے میں اس بستر پر وہ پرانی، نرم دل، دوسروں کے دکھ پر موم بن کر پگھل جانے والی حریم مصطفیٰ ہوتی تو نا...... وہ حریم تو بابل کی گلیوں میں ہی کہیں بلکتی رہ گئی تھی۔
''زندگی کنارے چلتے شخص کو جان بوجھ کر لپیٹ میں لے کر خود کو بے قصور مت کہو...... میں بے وقوف نہیں ہوں...... انگلیوں کی پوروں سے آنسو صاف کرتے وہ بے رخی سے بولی۔
''وہ سیدھی سادی ماں باپ کی عزت کے لیے خود کو قربان کر دینے والی حریم مصطفیٰ آج بھی اپنے میکے کی سیڑھیوں پر دروازہ کھلنے کے انتظار میں بھکارن بن کے بیٹھی ہے...... یہاں تو تم صرف ایک وجود لے کر آئے ہو جس میں کوئی جذبہ باقی نہیں رہا۔'' اس کا دھاڑیں مار کر رونے کا دل کر رہا تھا مگر اس شخص کے سامنے نہیں، جو کرسی پر آگے کو جھکا کہنیاں گھٹنوں پر ٹکائے اسے سن رہا تھا۔
''نصیب سے آپ لڑ نہیں سکتے تو خوامخواہ کی پنگے بازی چھوڑ کر آگے بڑھنا ہی عقل مندی ہوتی ہے۔'' اس کے جذباتی مکالمے کو سننے کے بعد وہ جو کہہ رہا تھا، اسے سن کر حریم کا دماغ گھوم گیا۔
''جان بوجھ کر کسی کا نصیب برباد کرنے والے 'اور پر کاٹ کر اذن آزادی دینے والے واجب القتل ہوا کرتے ہیں۔'' وہ تڑخی۔
''اور ایک پر آسائش زندگی پا کر بھی ماضی کو رونے والے بے وقوف۔'' وہ برجستہ بولا تو حریم نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔
''تمہارا کیا خیال ہے سونے کے پنجرے میں قید ہونے والے پرندے کو قید کا دکھ نہیں ہوتا؟'' وہ لاجواب ہوا تھا۔
''میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ جو ہونا تھا ہو گیا، گزرے وقت کو نہ تم پیچھے موڑ سکتی ہو نہ میں...... تو کیوں نہ زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے۔'' وہ مصالحانہ انداز میں کہتا حریم کو زہر لگا۔

''میرے والدین کو میری زندگی سے کسی حرف غلط کی طرح مٹا کر تم مجھ سے اگر اپنی زندگی کو بہتر بنانے کی توقع کر رہے ہو تو یہ خواب ہی رہے گا تمہارا۔'' وہ بہت سلگ کر بولی تھی۔

www.Paksociety.com

”تم اچھی طرح جانتی ہو کہ مجھے اپنی نہیں بلکہ میرب کی زندگی کے لیے تمہاری ضرورت تھی۔“

”مگر میں زمین مصطفیٰ نہیں تھی اور یہ بات تم اچھی طرح جانتے تھے...... پھر بھی تم مجھے ایک قطعاً غلط طریقے سے اس دلدل میں کھینچ لائے۔“ وہ اختیار کھو کر چلا ہی تو اٹھی تھی۔

”زندگی میری بھی آسان نہیں ہے حریم!“

”مجھے تم سے کوئی ہمدردی نہیں...... بلکہ کسی سے بھی نہیں ہے۔“ حریم نے نخوت سے اپنے لفظوں پر زور دے کر کہا تو اس کے لب بھینچ گئے، پیشانی پر گہری شکنیں لیے وہ تند لہجے میں بولا۔

”تو پھر مجھے بھی ذرا فرق نہیں پڑتا تمہارے ان ڈراموں سے...... اور یہ تو تم جان ہی چکی ہو کہ میں اپنے مسائل کو حل کرنے کے لیے کس حد تک جا سکتا ہوں۔“ حریم کا دل تڑپ اٹھا وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”اب یہ فیصلہ تم نے کرنا ہے کہ کیسے زندگی میں آسانی لا سکتی ہو۔“ وہ دروازے کی طرف بڑھا۔

”آگ لگا دوں گی میں تمہاری زندگی میں سمجھے تم۔“ وہ خود پر سے اختیار کھو کر چیخی مگر وہ ان سنی کرتا باہر نکل گیا، پہلے کون سا اس کی زندگی گل و گلزار تھی جو وہ اس کی لگائی جانے والی آگ کی فکر کرتا۔ اسے ابھی میرب کو دیکھنا تھا۔ اس کے جاتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

☆☆☆

یمنیٰ کی اس کی طرف پشت تھی مگر اس کے مڑنے تک عباد اسے دیکھ چکا تھا۔

”ایکسکیوز می!“ ہاتھ سے یمنیٰ کو پرے ہٹاتے وہ تحیر آمیز ناگواری سے اونچی آواز میں بولا مگر وہ بنا رکے آفس سے باہر نکل گئی۔

”کیا ہوا...... کون تھا؟“ یمنیٰ نے اسے آواز دی مگر وہ تیر کی سی تیزی کے ساتھ باہر لپکا۔ شاپنگ ہال پر طائرانہ نظر دوڑائی تو وہ ایک سائیڈ سے ہو کر ہینگ کیے کپڑوں کی اوٹ میں باہر کی طرف بڑھتی دکھائی دی۔ عباد نے دروازے پر ہی اسے جا لیا۔ پنک ڈریس میں ملبوس دوپٹہ شانوں پر ڈالے سر کونیٹ کے کیپ اور پنک حجاب سے ڈھکے وہ کوئی اجنبی مگر بڑی شناسا سی لڑکی تھی۔

”ایکسکیوز می!“ عباد اس کے سامنے ڈٹا۔

”راستہ دیں پلیز۔“ وہ سختی سے بولی۔

”آپ میرے آفس میں کس کی اجازت سے داخل ہوئی تھیں محترمہ؟“ وہ دبے مگر سخت لہجے میں بولا۔ عباد کو دیکھ کر باہر بیٹھا گارڈ الرٹ ہوا مگر اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے، سب ٹھیک کا اشارہ دے دیا۔

”اس سے پہلے کہ گارڈ اور عملہ یہاں جمع ہو جائے بہتر ہو گا کہ ہم ایک سائیڈ پر ہو کر بات کر لیں۔“

”مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔ مجھے جو جاننا تھا آپ کے متعلق وہ پتا چل چکا ہے۔“ سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے تلخی سے کہتی وہ عباد کو حیران کر گئی۔ اگلے پل اسے شدید غصہ آیا۔ اس نے حریم کو کلائی سے تھام کر زبردستی ایک سائیڈ پر کیا۔ وہ ہوتی کون تھی اس کے آفس میں دندناتے ہوئے داخل ہو کر جاسوسی کرنے والی۔

”میری بات خاموشی سے سنو ورنہ ایک منٹ نہیں لگاؤں گا چوری کا الزام لگا کر پولیس کے حوالے کرتے۔“ حریم کے چیخنے چلانے کے ارادے کو بھانپ کر وہ درشت اور کرخت لہجے میں کہتا حریم کے حواس کھو گیا۔

”میں نے کچھ چوری نہیں کیا۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔“ وہ حواس باختہ ہوئی۔

”یہ تو بس تم اور میں جانتے ہیں نا...... میرے ایمپلائز (ملازمین) تو پولیس کو وہی بتائیں گے جو میں کہوں گا۔“ وہ اسے خوف زدہ کر رہا تھا۔

"مم...... میں...... غلطی سے آفس میں داخل ہوگئی تھی۔" اس نے جھوٹ بول کر اپنی غلطی کو سدھارنا چاہا۔
"نام کیا ہے تمہارا؟" اس کی پیشانی پہ چمکتے قطروں کو دیکھتا وہ تیکھے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔
"میں آپ کو نام بتانے کی پابند نہیں...... مجھے جانے دیں۔ میں نے محض غلطی سے آپ کے آفس کا دروازہ کھول دیا تھا اور دوسری بات یہ کہ آپ کے کسی بھی سی سی ٹی وی کیمرے میں میری چوری کا ثبوت موجود نہیں ہوگا۔ پولیس اندھی نہیں ہوتی۔" آہستہ آہستہ اس کے حواس کام کر رہے تھے۔ تھوڑی بہادری دکھائی۔
"پولیس پیسے سے دیکھتی اور پیسے سے سنتی ہے محترمہ! اور اگر تم نے اب بھی مجھے فرفر ساری بات بتانے کے بجائے پردے ڈالنے کی کوشش کی تو میں فوراً گارڈ کو اشارہ کر دوں گا۔" عباد کا لب و لہجہ اس قدر رائل تھا کہ حریم زرد پڑ گئی۔ جو ہمت جمع کر کے وہ یہاں تک آئی تھی وہ یکلخت ختم ہو چکی تھی۔
"میں...... حریم ہوں...... نرمین مصطفیٰ کی بہن۔" اس نے مجرمانہ انداز میں گویا دھماکا ہی کر دیا تھا۔ عباد نے بے اختیار سر کے پیچھے دونوں ہاتھ باندھتے ہوئے گہری سانس لی اور ادھر ادھر دیکھا تو لحہ بھر کو ٹھٹکا یمنی اسی طرف آ رہی تھی۔ اس نے حریم کو کلائی سے پکڑ کر ترتیب سے ہینگرز پہ لٹکے کپڑوں کی اوٹ میں دھکیلا۔
"ادھر ہی کھڑی رہو دو منٹ...... ابھی بات کرتا ہوں تم سے۔" تیزی سے سخت لہجے میں کہہ کر وہ داخلی دروازے کے پاس جا کھڑا ہوا۔ یمنیٰ نے اسے دیکھ لیا تھا۔ سیدھی اسی کی طرف آئی۔
"کیا ہوا...... کون تھی وہ عورت؟" یمنیٰ نے تشویش سے پوچھا تو وہ جان بوجھ کر کچھ ہی فاصلے پر چھپی کھڑی حریم کو سنانے کی غرض سے قدرے اونچی آواز میں بولا۔
"شاید چور ہی تھی کوئی...... میرے آنے تک بھاگ گئی۔ ڈونٹ وری۔ سی سی ٹی وی کیمرہ میں اس کی تصویر آ گئی ہوگی۔ دیکھتے ہیں اگر چور ہوئی تو رابطہ کرتا ہوں میں پولیس سے۔"
"ہاں بالکل...... اور آئندہ کے لیے اپنے آفس کے باہر بھی ایک پیون بٹھاؤ۔ حالات اچھے نہیں ہیں آج کل۔" یمنیٰ تشویش سے اسے ہدایت دیتی ایک دو باتوں کے بعد رخصت ہوئی تو وہ چند لمحے اسے گلاس ڈور سے نکل کر پارکنگ میں اپنی گاڑی کی طرف جاتے دیکھتا رہا اور پھر پلٹ کر حریم کی طرف آیا۔
"مجھے تم سے بات کرنی ہے، آفس میں چلو" اس کی بات سن کر حریم کی رنگت اڑ گئی۔
"مگر مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔ ہٹیے سامنے سے.. مجھے جانا ہے۔"
"بات تو تمہیں سننی ہی ہوگی حریم مصطفیٰ! عباد وسیم کی کچھار میں کوئی آتا اپنی مرضی سے ہے مگر جاتا اس کی مرضی سے ہے۔" کھردرے لہجے میں چبا چبا کر کہی اس کی بات پر حریم جیسی گھریلو لڑکی کے تو رونگٹے کھڑے ہونے ہی تھے۔
"زیادہ سوچو مت ورنہ نرمین کا خیال کیے بنا پولیس بلوا لوں گا...... لیٹس گو۔" سرد مہری سے کہتا وہ جیسے اسے گن پوائنٹ پر دوبارہ اپنے آفس لایا تھا۔
"بیٹھو۔" اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ خود ٹیبل کے پار اپنی کرسی میں دھنس گیا تو حریم مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق کرسی پر ٹک سی گئی۔
"اب بتاؤ...... نرمین نے بھیجا ہے تمہیں میری جاسوسی کے لیے؟" اس کے سوال نے حریم کے گویا حواس پگھلا دیے۔
"نہیں......" اس نے آگے جھک کر بے اختیار دونوں ہاتھ میز کی سطح پر ٹکائے۔ "اسے تو پتا بھی نہیں کہ میں یہاں آئی ہوں۔" اس کے جواب نے عباد کو حیرت میں مبتلا کیا۔
"تو پھر اس سارے ڈرامے کا مقصد پوچھ سکتا ہوں میں؟" وہ گہری نظروں سے حریم کا جائزہ لے رہا

تھا۔ حجاب کے ہالے میں چہرے پر پسینے کی بوندیں دمک رہی تھیں۔ زرمین اگر شعلہ تھی تو وہ شبنم مگر اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ بے پناہ حسن تھا اس خاندان میں۔ وہ متاثر ہوا حریم اس کی نگاہ کے جمود پر کسمسائی اس کی بے داغ پیشانی پر شکن ہوئی تھی عباد کا یوں لپک بے باکی سے دیکھنا اسے سخت ناگوار گزرا تھا۔

''زرمین اپنے کزن کے ساتھ انگیجڈ ہے۔ آپ اس کا پیچھا چھوڑ دیں۔'' بگڑے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ سگریٹ کیس میں سے سگریٹ نکالتے ہوئے ہنس دیا۔

''وہ انگیجڈ ہے تو اسے کیوں نہیں سمجھاتیں کہ میرا پیچھا چھوڑ دے؟'' وہ عام سے انداز میں کہہ کر سگریٹ سلگانے لگا۔ حریم کا دماغ سن ہوا۔ امید نہیں تھی آگے سے یہ سوال بھی سننے کو مل سکتا ہے۔

''آپ کا کیا خیال ہے، اسے نہیں سمجھایا ہوگا میں نے...... اور اب تو اور بھی اچھی طرح سمجھاؤں گی۔'' اس کا چہرہ لال گلابی ہوا وہ یقیناً کمینی الطاف والے سین کی بات کر رہی تھی۔ عباد نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر جھولتے ہوئے دلچسپی سے اس اکیس بائیس سالہ لڑکی کو دیکھا۔ ذرا دیر پہلے والا ڈر اس کے چہرے سے اب غائب تھا۔

''امید ہے، تم اپنی اس بار کی کوشش میں کامیاب ہو جاؤ گی۔'' وہ ہمدردانہ انداز میں بولا جو سراسر حریم کو مذاق اڑانے والا لگا۔

''ہمارا گھر خراب ہو رہا ہے عباد صاحب! آپ اس کی حوصلہ شکنی کریں گے تو وہ خود ہی پیچھے ہٹ جائے گی۔'' حریم مجبور تھی یہ ''منت'' کرنے پر۔ زرمین جیسی بیٹیاں جنہیں خود والدین کی عزت کا احساس نہ ہو ان پر ایسی منتیں ترلے کچھ اثر نہیں کرتے...... شاید یہ عباد وسیم ہی انسان کا بچہ نکل آئے۔

''وہ سگریٹ کی راکھ ایش ٹرے میں جھاڑتا آگے میز پر جھکا۔

''میں تمہیں شکل سے بے وقوف لگتا ہوں؟ وہ میری دوست ہے، میں اسے کیسے ڈس ہارٹ کر سکتا ہوں۔''

''اگر آپ کو ہماری عزت کا احساس ہے تو......'' وہ اس کے نرم لہجے سے ہمت پا کر کہنے لگی تھی کہ وہ اس کی بات کاٹ گیا۔

''میرے خیال میں اس عزت کا احساس تمہاری بہن کو ہونا چاہیے، میں تم لوگوں کا کیا لگتا ہوں جو یہ احساس کرتا پھروں؟'' اُف...... نرم لہجوں میں بھی اتنی کاٹ ہوا کرتی ہے، حریم کا حلق خشک ہوا۔

''اگر آپ اس کو بڑھاوا نہ دیں تو وہ پلٹ جائے گی۔'' ایک اور کوشش کی۔

''اپنے باپ سے کہو، اس کی ٹانگیں توڑ کر اسے گھر بٹھائیں...... میں تو اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ سمپل۔'' وہ دھواں اڑاتے ہوئے نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ حریم کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں...... اور اس کمینے پر زرمین مر رہی تھی جسے بات تک کرنے کی تمیز نہیں تھی۔ وہ ذلت کے احساس سے سرخ پڑتا چہرہ لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اب یہ تو آپ کو وقت ہی بتائے گا کہ کون کیا کر سکتا ہے۔'' شعلہ بار لہجے میں کہتی وہ تن فن کرتی آفس سے نکل گئی تھی۔ عباد کے چہرے پر محظوظ مسکراہٹ پھیل گئی۔

اس کا ذہن کہیں اور ہی اڑان بھر رہا تھا۔

☆☆☆

''کیا تمہیں کسی نے اتنے مینرز نہیں سکھائے کہ کسی کی باتوں کے درمیان ایسے نہیں کودتے۔'' کیتھی مارک کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''اونہوں......'' ڈینئل نے اسے خفیف سا ٹوکا پھر نرمی سے مارک سے پوچھنے لگا۔

''ایسی کیا خاص بات ہو گئی ہے مارک؟''

''اپنی بہن سے پوچھو جو میری منگیتر ہونے کے باوجود مجھے بات تک کرنے کا حق دینے کو گناہ سمجھتی ہے۔'' مارک تلخی سے بولا۔

''یہ تو بچی ہے، برداشت کم ہے اس میں اور ویسے بھی اس رشتے میں مردوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ عورتوں کی باتیں سمجھیں اور سنیں۔'' ڈینیئل نے نیم مزاحیہ انداز اپنا کر ماحول کے تناؤ کو دور کرنا چاہا۔

''اسے سمجھا دو ڈینی! یہ میرے دوستوں پر اعتراض کا حق نہیں رکھتا...... چاہے وہ کسی بھی مذہب سے ہوں۔'' مارک کو غصے سے دیکھتے ہوئے وہ سینے پر بازو لپیٹے ناراضی سے بولی۔ ڈینیئل نے استفہامیہ نظروں سے مارک کو دیکھا تو وہ گڑبڑایا۔

''مجھے کسی پر کوئی اعتراض نہیں مگر مسلمانوں کے بارے میں تم بھی جانتے ہو۔ کس قدر شدت پسند ہیں اپنے مذہب اور قومیت میں۔'' اس کی بات سن کر ڈینیئل پورے کا پورا کیتھی کی طرف گھوم گیا۔

''تم نے پھر سے کوئی مسلم دوست بنایا ہے؟''

''وہ رچی اور فرینک کا پہلے سے دوست تھا۔ میری بات چیت بعد میں ہوئی اس سے۔''

''تم حالات جانتی ہو کیتھی! بی کیئر فل۔'' رچی اور فرینک ان کے کزن تھے، ان کا حوالہ سن کر ڈینی تھوڑا مطمئن ہوا۔

''او کے......'' کیتھی نے چڑانے والی تفاخرانہ نظروں سے مارک کو دیکھا اگر ڈینی سامنے نہ ہوتا تو وہ مارک کو زبان دکھانے سے بھی گریز نہ کرتی۔

''مجھے نیند آرہی ہے۔ میں سونے جا رہی ہوں۔ تم مارک کے ساتھ باقی کا ٹائم گزارو کافی فارغ ہو کر آیا ہے شاید اس کے پاس کوئی اور بہت سی تازہ ترین خبریں ہوں تمہیں دینے کے لیے۔'' بالکل چلبلے طنز سے کہتی وہ اپنی بلڈنگ کی طرف بڑھ گئی۔ مارک نے اسے گھورتی نظروں سے جاتے دیکھا پھر شکایتی انداز میں بولا۔

''تم اس کے انداز دیکھ رہے ہو نا۔ اسے منگیتر پر دوستوں کو ترجیح دینا کہاں کا انصاف ہے؟''

''وہ بچکانہ سوچ رکھتی ہے۔ تم اس پر خوامخواہ کی پابندیاں مت لگایا کرو وہ ضد میں آکر وہی کرے گی جس سے تم چڑتے ہو۔''

www.pakistanipoint.com

''اس کے دوستوں میں یہ تیسرا مسلم ہے۔'' مارک نے جتانے والے انداز میں کہا۔

''وہ میں دیکھ لوں گا۔ تم نے بتا دیا تمہارا شکریہ۔'' ڈینیئل نے نرمی سے بات ختم کر دی۔ مارک اس کے باپ کا پسندیدہ بھتیجا تھا اور پال ہی کی ضد کی وجہ سے کیتھی کا منگیتر بھی بنا تو وہ سب اسے حسب توفیق اہمیت دیتے تھے۔

''او کے...... لیٹ اٹ گو (اسے جانے دو) مگر اسے اپنے لفظوں میں سمجھا دو میں اس کے دوستوں۔ وہ رکھائی سے کہتا چلا گیا تھا۔ ڈینیئل اس کی شدت پسندی محسوس کرتا کچھ سوچتے ہوئے اپنی بلڈنگ کی طرف بڑھا۔

''وہ صرف اچھا دوست ہے میرا ڈینی! مارک کو تو بکواس کی عادت ہے اور جاسوسی کی بھی۔''

ڈینیئل کے پوچھنے پر کیتھی چڑ گئی تھی۔

''چلو خیر...... اسے تو سمجھا ہی دیا ہے میں نے۔ تم بھی احتیاط کرنا اپنے لیے۔'' اس کی ضدی طبیعت کے پیش نظر ڈینیئل نے مسکرا کر بات ختم کر دی۔

مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ اکثر ہم جہاں اپنی طرف سے بات ختم کرتے ہیں وہیں سے کوئی نئی بات شروع ہو رہی ہوتی ہے......

☆☆☆

"کیا کہا...... تم عباد سے ملنے گئی تھیں؟" زمین بے اختیار اونچی آواز میں بولی تو حریم نے حواس باختہ ہو کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھا۔

"آہستہ بات کرو۔"

زمین نے ہونٹوں پر سے اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے تیز نظروں سے حریم کو گھورا۔

"تم کس سے پوچھ کر وہاں گئی تھیں؟"

"مجھے اس شخص سے بات کرنی تھی جو ہمارے گھر میں قیامت برپا کرنے والا ہے۔"

"کیا بکواس کر کے آئی ہو تم عباد سے۔" وہ متوحش سی ہو کر غرائی۔

"میں اسے صرف حقیقت بتا کر اور حقیقت دیکھ کر آ رہی ہوں...... اپنے آفس میں ایک بے ہودہ سی لڑکی کے ساتھ نازیبا حرکات کر رہا تھا وہ۔" حریم نے تلخی سے کہا تو زمین نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"اچھا...... اور تم اتنے آرام سے اس کے آفس میں گھس گئیں؟"

"وہ ٹھیک انسان نہیں ہے زمین! وہ لڑکی بے شرمی سے اس سے مل رہی تھی۔" حریم بدقت بولی۔

"تو کیا...... ہمارے جیسی کنزرویٹو سوچ نہیں ہے ان کی۔ اس کے سرکل میں سب لڑکیاں فرینک ہو کر ملتی ہیں لڑکوں سے بھی۔" زمین کو تو گویا کوئی فرق ہی نہ پڑتا تھا مگر اس کی بات سن کر حریم کی سانس سینے میں اٹکنے لگی۔

"اور تم......؟"

"شٹ اپ...... میں نے اس کے سرکل کی بات کی ہے۔" زمین جھلائی۔

"تم بھی تو اسی سرکل میں شامل ہو اب۔" حریم نے ترشی سے کہہ کر اس کا چہرہ ٹٹولا تو وہ سلگ اٹھی۔

"تم زیادہ میری اماں بننے کی کوشش مت کرو۔ سمجھیں؟ تھپڑ مارنے کو دل چاہ رہا ہے میرا۔ آج جو گھٹیا حرکت کر کے آئی ہو تم ابھی اماں یا ابا میں سے کسی کو بتایا نا کہ کسی لڑکے سے مل کر آ رہی ہو تو ابھی کے ابھی مار ڈالیں گے۔"

"اور تم...... تم بہت اعلا حرکتیں کرتی ہو۔ میرے بارے میں بتاؤ گی تو اس لڑکے کے ساتھ اپنا رشتہ بتانا مت بھولنا۔ شاید اماں ابا کو صحیح بندے کو مارنے میں آسانی رہے۔" حریم نے بہت ضبط کا مظاہرہ کیا مگر پھر بھی زمین کے اس قدر گھٹیا پن اور بے اعتنائی پر اس کی آنکھیں جل اٹھیں۔

"شٹ اپ...... بہت کمینی حرکت کی ہے تم نے آج۔" زمین کا بس نہیں چل رہا تھا۔ اسے پیٹ ہی ڈالے۔

"کیونکہ میں تم سے اور اپنے گھر والوں سے محبت کرتی ہوں۔" وہ ضبط سے بولی۔

"آخ تھو...... یہ محبت ہے؟" وہ ایک طرف تھوک کر غرائی۔ "میرے پیروں تلے سے زمین کھینچنے کو تم محبت کہتی ہو؟"

"وہ بگڑا ہوا امیر زادہ ہے۔ مجھے تو اس کی نظر بھی ٹھیک نہیں لگی۔" حریم نے صاف گوئی سے کہا پھر اس کے بگڑتے نقوش دیکھ کر اضافہ کیا۔

"وہ کہہ رہا تھا اپنی بہن سے کیوں نہیں کہتیں کہ میرا پیچھا چھوڑ دے۔" زمین کا رنگ بدلا۔ اگلے ہی پل وہ گویا اس پر جھپٹ پڑی۔

"کیا بکواس کر کے آئی ہو تم اس کے ساتھ؟" حریم کو سنبھل کر تیزی سے پیچھے ہٹتے ہوئے بھی شانے پر اس

www.paksociety.com

کا جھانپڑ پڑ ہی گیا تھا۔

"اپنے گھر کی عزت کا واسطہ دے کر آئی ہوں اور کیا کر سکتی تھی۔ تمہیں تو احساس نہیں۔ سوچا شاید اسی کو خیال آ جائے...... مگر وہ تو تم سے بھی بڑھ کر ہے۔" وہ تلخ ہوئی۔ چھوٹے سے گھر میں آواز اور بات پھیلنے کا ڈر نہ ہوتا تو آج زمین کو چیخنے اور حریم کو پیٹنے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔

"تمہیں تو بڑی شرم آ گئی اس سے ملتے ہوئے اکیلے میں۔" وہ آگ پھونکنے لگی۔

"تم بھی تو یہی کرتی ہو...... اس کا کیا؟" حریم نے اسے گویا آئینہ دکھایا۔

"جو خود بند کمروں میں اکیلی لڑکیوں سے ملتا ہے، اس کی اخلاقیات کے بارے میں اندازہ لگا لو مینو! ایسے مرد کے ساتھ کوئی عزت دار لڑکی گزارہ نہیں کر سکتی...... ہم لوئر مڈل کلاس لڑکیاں تو بالکل بھی نہیں۔"

"بکواس بند کرو...... مجھے تو ٹینشن ہو رہی ہے کہ وہ میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہوگا۔ کیسی گھٹیا سوچ ہے میرے گھر والوں کی۔" زمین کی بات سن کر حریم کا دماغ گھوم گیا۔

"یعنی وہ ایک لڑکی کو بغل میں لیے اپنے آفس میں گھسا ہوا تھا۔ اس سے تمہیں اس شخص کا گھٹیا پن دکھائی نہیں دے رہا لیکن میرے صرف اس سے جا کر بات کرنے پر میں گھٹیا ہو گئی...... واہ۔" اس نے تالی بجائی۔

"تم ان کا اسٹیٹس نہیں جانتیں...... اس لیے بات مت کرو اور اب اپنی بکواس بھی بند رکھو...... میرے اللہ...... کیا سوچ رہا ہوگا وہ کیسی فیملی سے تعلق ہے میرا۔" زمین روہانسی ہونے لگی، حریم اس کی بات سن کر سرتاپا جل اٹھی۔

"اللہ کا شکر ہے...... روپے پیسے کی کمی سہی مگر ان سے اچھی ہی ہے ہماری فیملی......"

"تم تو بکواس بند ہی رکھو اپنی...... جو چاند چڑھانا تھا، چڑھا آئی ہو۔"

وہ حریم کو جھڑک کر اپنا موبائل اٹھائی کمرے سے نکل گئی۔ اب یقیناً چھت پر جا کر عباد کو کال کر کے صفائیاں پیش کرنے والی تھی۔ حریم اپنی اتنی مشقت کنویں میں جاتا دیکھ کر سر تھام کر بیٹھ گئی۔ اسے حقیقت میں رونا آ رہا تھا۔

☆☆☆

"مجھے میری دادی نے پالا تھا...... مما کے پاس تو میں تب آیا جب دادی اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ دراصل میری پیدائش کے وقت مما شدید بیمار ہو گئیں تو میں دادی کی گود میں چلا گیا۔ اس کے بعد مما کو ٹھیک ہونے میں کچھ ماہ لگ گئے تب تک میں دادی کی گود اور لمس کا عادی ہو گیا تھا کیونکہ وہ ہمارے گھر ہی میں تھیں تو اگلے دس سال میں دادی کے پاس زیادہ رہا۔

وہ برف پر اسکیٹنگ کرتے بچوں اور نوجوانوں کو دیکھتے ہوئے کیتھی کو بتا رہا تھا...... آج بہت دنوں بعد دھوپ نکلی تھی تو لوگ جوق در جوق موسم کا لطف اٹھانے چلے آئے۔ کیتھی نے اس کی ڈسپوزیبل کپ میں لائی ہاٹ چاکلیٹ کا گھونٹ بھرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا اور شرارت سے بولی۔

"تمہاری حرکتوں سے پتا چلتا ہے کہ تمہیں کسی دادی نے ہی پالا ہے۔" اس کی طنزیہ بات سن کر وہ محض مسکرا دیا۔

"مارک نے ڈیڈی سے تمہاری اور میری شکایت کر دی ہے۔" کیتھی کو یاد آیا۔

"کیوں...... ہم نے ایسا کیا کر دیا ہے؟" وہ چونکا۔

"تم ایک مسلمان اور میں ایک کٹر یہودی فیملی سے ہوں۔" کیتھی نے اسے یاد دلایا۔

"ہونہہ۔" وہ سر جھٹک کر گرما گرم کافی کے گھونٹ بھرنے لگا۔ دھوپ کے باوجود ہوا بے حد سرد تھی۔

"سچ کہہ رہی ہوں...... لیکن میں نے خوب سنائی ہیں اسے...... چھوٹے ذہن کا بندہ ہے وہ۔ پتا نہیں کیا مسئلہ ہے اسے مسلمانوں سے۔"

"اسے سمجھاؤ۔ دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں ہوا کرتا...... دوستی انسان کسی کا اخلاق دیکھ کر کرتا ہے۔ کسی کا مذہب دیکھ کر نہیں۔" وہ سنجیدہ تھا۔ وہ کیتھی کو یہ حقیقت بتا کر افسردہ نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ بھی یہودیوں کو پسند نہیں کرتا۔

"واقعی...... سب سے پہلے تو اخلاق دکھائی دیتا ہے۔ ایک دوسرے کے بارے میں باقی باتیں تو بعد میں پتا چلتی ہیں لیکن تب آپ کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کی دوستی گہری ہو چکی ہوتی ہے۔" وہ خالی کپ کو توڑ موڑ کر پاس رکھے ڈسٹ بن میں ڈالتے ہوئے مسکرائی۔ وہ سنہرے بالوں اور سبز آنکھوں والی ایک پیاری سی لڑکی تھی جس کا دل اس کی صورت سے زیادہ پیارا تھا۔

"زیڈ......" کیتھی نے شرارت سے اس کی آنکھوں کے آگے چٹکی بجائی تو وہ خیالوں سے چونک کر مسکرا دیا۔

"نام بگاڑ دیا میرا تم نے......"

"تم بھی مجھے "ک" کہہ سکتے ہو۔ ایک تو تم پاکستانیوں کے نام اتنے مشکل ہوتے ہیں، آدھی کلاس زیڈ کہتی ہے تمہیں۔"

"ہاں...... تمہاری مہربانی۔" وہ مسکراتے ہوئے کیتھی کو بہت پیارا لگتا تھا۔

"جب تم مسکراتے ہو، تب مجھے تم بہت اچھے لگتے ہو۔" کیتھی نے اسے اطلاع دی۔ وہ دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔

"اچھا...... اور کیا پسند ہے تمہیں؟"

"تمہارے سامنے کے دکھائی دینے والے دانت بڑے اچھے لگتے ہیں۔" وہ ہوا سے اڑتے بالوں کو ہاتھ سے سمیٹتے ہوئے گویا آج اعتراف کر رہی تھی، زیڈ کو ہنسی آ گئی۔

"کیا فضول ترین رومینٹک بات کی ہے تم نے۔" اس کی بات سن کر کیتھی بھی ہنسنے لگی۔

"تمہیں تو ویسے ہی رومانس فضول چیز ہی لگتا ہے۔"

"میں نے کچھ حدود بنائی ہوئی ہیں اپنی اور بس۔" اس نے شانے جھٹکے۔

"اور تمہاری یہی خاصیت مجھے تمہارے قریب لے آئی۔ تم عورت کی عزت کرتے ہو۔" کیتھی مسکرائی۔

"میرا مذہب کہتا ہے کہ میں تمام عورتوں کی عزت کروں۔"

وہ سنجیدہ تھا...... اور اپنی فیملی سے بہت الگ...... کیونکہ اس کی تربیت کی بنیاد اس کی دادی نے رکھی تھی جو علی الصبح تلاوت کلام پاک کی عادی تھیں۔ اسے ہر لقمے پر بسم اللہ پڑھ کر کھلاتی تھیں اور یہ عادت اسے آج تک تھی۔

"ہم...... میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں کہ تمہارا مذہب اور کیا کیا کہتا ہے۔ مصر کی عائشہ تہامی نے مجھے بہت سی چیزیں بتائی ہیں...... میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ تم لوگوں کی الہامی کتاب میں کیا ہے جو سب غیر مذاہب کے لوگوں کو چبھتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"ویری نائس...... میں تمہیں کچھ بکس گفٹ کروں گا۔" وہ خوش ہوا۔

"میرے پاس آل ریڈی ایک بہت اچھی بک موجود ہے۔" کیتھی جیکٹ کی ٹوپی سر پر اوڑھتے اس کے ساتھ کیفے کی طرف چلنے لگی۔

"ہم...... یہ تو اور بھی اچھی بات ہے کہ تم میرے بارے میں سب اچھی طرح جان لو۔" وہ اسے چھیڑ رہا

تھا۔

"بے فکر رہو۔ اس کتاب میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہوگا۔" کیتھی نے برجستہ کہا تو زیڈ کا قہقہہ بلند ہوا۔

مگر اب جبکہ وہ عائشہ تہامی کے بتائے ہوئے طریقے سے ہاتھ منہ دھو کر اس کتاب کو کھولے بیٹھی تھی تو وہ دنگ تھی۔

اس کتاب میں تو سب کی باتیں لکھی ہوئی تھیں۔ اس کی...... زیڈ کی بلکہ پورے عالم کی... پوری کائنات کی...... آسمانوں کی اونچائی پہ اڑتے پرندے سے لے کر سمندر کی گہرائی میں تیرتی ننھی سی مچھلی تک کی۔ ایک ساتھ تھپیڑے کھاتی سرکش موجوں والے مگر کبھی نہ ملنے والے دو الگ رنگوں کے سمندروں کی باتیں......

وہ کتاب حق تھی...... چودہ سو سال پہلے نازل ہو جانے والی کتاب حق...... جب کوئی سائنس دان نہ تھے کائنات کے راز جاننے کے لیے......تو وہ سارے راز اور ان کی اصلیت اس کتاب میں اتارنے والا کیسے جان گیا؟

کیا یہی اصل میں وہ کتاب تھی جسے تمام بنی نوع انسان کے لیے اتارا گیا تھا...... کیتھی دنگ تھی...... دو گھنٹے میں اس نے جتنا ترجمہ پڑھا، وہ اسی کو پڑھ کر سمجھ کر دنگ تھی۔

بھلا چودہ سو سال پہلے لکھی جانے والی کتاب آج کل کے دور سے کیسے میل کھا سکتی ہے؟

اس کا حلق خشک ہو گیا تھا اور رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے قرآن پاک کے ترجمہ کو بند کر کے دراز کے خفیہ خانے میں لاک کر دیا۔ واقعی کچھ عجب نہ تھا اگر یہ کتاب حق کسی پہاڑ پر نازل ہوتی تو وہ اس کی ہیبت سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ کیتھی نے لیٹ کر سر تک چادر اوڑھ لی۔ اس کے دل کی کیفیت عجیب سی ہو رہی تھی۔

☆☆☆

نصرت پھپھو کا شام کے وقت اچانک اپنی شادی شدہ بیٹی فاخرہ اور مٹھائی کے ٹوکرے کے ساتھ آنا جہاں اماں اور ابا کے دل کو سکون دے گیا۔ وہیں رات کی روٹیوں کے لیے آٹا گوندھتی حریم کا دل گویا اچھل کر حلق میں آن اٹکا۔ وہ آٹا پیالے میں رکھتی جلدی سے خالی پرات اور ہاتھ سنک میں دھو کر باہر نکلی تو پھپھو کی پاٹ دار آواز پورے گھر میں گونج رہی تھی۔

"بھئی امانت تو امانت ہی ہے جب مرضی آکر لے جاؤ...... بس یہی سوچ کر آگئی ہیں۔ زلفی کے ابا تو یونہی پریشان ہو رہے تھے۔ میں نے کہا میاں تم گھر پہ رہو۔ آکر منہ ہی میٹھا کراؤں گی تمہارا۔" پھپھو نے بات کے آخر میں قہقہہ لگایا تھا۔ حریم سلام کرتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی تو ماحول بہت خوش گوار تھا ابا آج دفتر سے جلدی آگئے تھے۔ حریم نے دیوار پہ لگے کلاک پہ وقت دیکھا زمین۔ بس کسی بھی وقت گھر میں داخل ہونے والی تھی۔

"اس وقت تک تو آجاتی ہے گھر آج اس کے آفس کی میٹنگ تھی کوئی۔" اماں پھپھو کو بتا رہی تھیں۔

"دھن کمانا آج کل آسان تھوڑی ہے مامی! مرد ہو چاہے عورت جان مارنی پڑتی ہے چار پیسے کمانے کے لیے۔" فاخرہ نے بظاہر بڑی ہمدردی سے کہا۔ اندر سے دونوں ماں بیٹی خوش تھیں نکھٹو زلفی کے لیے زمین جیسی طرح دار لڑکی پا کر۔ حریم کلستی ہوئی ایک طرف بیٹھ گئی۔ اسے اندر ہی اندر ابا سے بھی شکوہ تھا...... کیا تھا جو لکیر کے فقیر بنے رہنے کے بجائے اپنی بیٹی سے بھی اس کی شادی کے بارے میں رضامندی لے لیتے...... بیٹیوں کو اتنا پڑھا لکھا کر بھی ان کے ہاتھ پیر زبان باندھے رکھنی ہے تو پڑھا کر ذہن جگانے کا کیا مطلب ہے؟ جب ہاتھ

پاؤں باندھ کر کنویں میں ہی ڈالنا ہے تو زندگی سے لڑنے کے گر سکھانا بے فائدہ ہوتا ہے۔

''بھئی مجھے تو جلد از جلد اپنی بہو گھر میں چاہیے۔ فاخرہ کی شادی کے بعد تو میرا گھر مانو سونا پڑا ہوا ہے۔'' نصرت لگاوٹ سے کہہ رہی تھیں۔

''میری ساس تو میرے پیچھے لگی ہوئی ہیں زلفی اور میری تیسرے نمبر کی نند کے رشتے کے لیے۔ مگر میں نے صاف کہہ دیا ہمارے ہاں جان سے جاتے ہیں زبان سے نہیں...... بچپن کی منگ ہے زمین میرے بھائی کی۔ اپنا منہ لے کر رہ گئیں۔'' فاخرہ نے ٹھٹھا لگایا۔

''ہاں تو آج کل اچھے رشتے کون چھوڑتا ہے بھلا۔ مجھ سے بھی دبے لفظوں میں ایک آدھ بار کہہ چکی ہیں بڑی بی...... مگر میں نے ان سنی کر دی میرے گھر میں تو چانن ہی مینو کے دم سے ہوگا بھائی صاب!''

''کیوں نہیں...... تمہاری ہی امانت ہے جب جی چاہے لے جاؤ۔'' ابا مسکرا دیے۔

''بس تو پھر باقاعدہ منگنی کو چھوڑیں اور سیدھے شادی کی تاریخ دیں مجھے بھائی صاب! چاہے مہینے بعد کی چاہے تین مہینے بعد۔'' نصرت تو ہتھیلی پر سرسوں جمانے کا سوچ کر ہی آئی تھیں شاید۔

''ہاں بالکل...... تیاری بھی تو ڈھیر کرنی ہوگی مینو نے شادی کی۔'' فاخرہ نے لقمہ دیا۔

''دو تین ماہ تو ڈالنے ہی پڑیں گے تیاری کے لیے۔'' اماں نے تائید طلب نظروں سے ابا کو دیکھا تو انہوں نے سر ہلا دیا۔

حریم کو نصرت کی چالاکی پر غصہ آیا۔ خود تو وہ زمین کے لیے ایک چھلا تک نہ لائی تھیں اور انہیں اشاروں میں جہیز کی تیاریوں کے پیغام دیے جا رہے تھے۔

ذرا دیر بعد زمین بھی آگئی۔ وہ سب اماں کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ زمین سیدھی اپنے کمرے میں گئی۔ حریم اسے بلا کر لانے کا کہہ کر اپنے کمرے میں آئی۔ اس روز کی لڑائی کے بعد ان دونوں کی بات چیت بند تھی۔

''پھپھو آئی ہیں اور ساتھ فاخرہ بھی۔''

''تو...... میں کیا کروں؟'' وہ بستر پر بیٹھ کر جوتے اتارتے ہوئے اکھڑ لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

''تو یہ کہ...... وہ شادی کی تاریخ لینے آئی ہیں۔'' حریم نے مدھم لہجے میں بتایا تو وہ دم بخودی حریم کو دیکھنے لگی۔

''کس کی شادی؟''

''تمہاری اور زلفی کی۔'' حریم نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر آواز مدھم رکھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بتایا تو وہ غرائی۔

''دھکے مار کر باہر کرو ان ماں بیٹی کو...... ہے کیا ان کا لچا لفنگا بیٹا...... جس کا رشتہ منہ اٹھا کر لے آئی ہیں یہ۔''

''جو بھی ہو...... مگر اس وقت تماشا مت لگانا...... ابا بھی موجود ہیں گھر پہ۔''

''تو کیا کروں خاموشی سے زلفی نام کے زہر کو پی جاؤں؟'' وہ دانت پیس کر بولی تو حریم نے اسے تسلی دی۔

''تین ماہ کہہ رہی ہیں پھپھو شادی میں...... تم اپنا کیس اس دوران ابا کے سامنے اچھے سے پیش کر سکتی ہو مگر فی الحال چپ رہو اور چل کے ملو ان دونوں سے۔'' حریم نے مشورہ اور آرڈر ایک ساتھ دیا تھا۔ چند لمحے اسے تیز نظروں سے دیکھنے کے بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور بڑبڑاتے ہوئے اس کے پیچھے نکل آئی۔ نصرت اسے دیکھتے ہی والہانہ انداز میں اٹھ کر چمٹا لپٹا کر پیار کرنے لگیں جبکہ زمین کا انداز بہت روکھا پھیکا اور لیا دیا سا تھا۔

''بس بھائی صاب! اب مجھ سے مزید صبر نہیں ہوتا...... بات طے ہے اب...... ٹھیک تین ماہ بعد بارات لے کر آجاؤں گی آپ کے دروازے پر۔''

نصرت نے زمین کا روکھا انداز دیکھ کر بھی اف نہیں کی تھی۔ فاخرہ بھی ہونے والی بھابی کے نخرے ہضم کرتے ہوئے مسکرا مسکرا کر اس سے باتیں کر رہی تھی۔ جبکہ زمین کے ذہن میں حریم کی سمجھائی ہوئی بات گردش

www.paksociety.com

کر رہی تھی۔ اسے اب جلد از جلد ابا سے اپنے حق کے لیے بات کرنی تھی۔ اماں خاموش مگر گہری نظر سے زمین کے تاثرات دیکھ رہی تھیں۔ اس کی خاموشی کے پیچھے کوئی طوفان چھپا ہوا انہیں صاف نظر آ رہا تھا۔

☆☆☆

"تیار ہو جاؤ...... تمہارے گھر چلتے ہیں۔"

وہ میرب سے مل کر آیا تب بھی حریم اسی جگہ بیٹھی تھی۔ وہ مصروف سے لہجے میں کہہ کر وارڈ روب کھول کر کھڑا تھا۔ اس قدر غیر متوقع آفر سن کر حریم کے حواس پگھلنے لگے۔

"میرے گھر......" اس کی رگوں میں خون پوری قوت سے دوڑ اٹھا۔

"ہاں......" وہ پلٹ کر مسکرایا۔

"لیکن اگر ابا نے ہمیں گھر میں داخل نہ ہونے دیا تو......؟" وہ اٹکی۔

"بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔ ابھی تم اٹھو۔ فوراً سے تیار ہو جاؤ۔" وہ کہتے ہوئے اپنے کپڑے لیے ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔

"اللہ...... تیرا شکر......" وہ متشکر سی نم آنکھوں کے ساتھ تیزی سے اٹھی اور اپنے کپڑے نکالنے لگی۔

"کہاں کی تیاری ہے؟" وہ دونوں تیار ہو کر باہر آئے تو لاؤنج ہی میں نزہت سے ٹکراؤ ہو گیا۔ ان کی حیران سی نظر نک سک سے تیار حریم سے ہو کر بیٹے تک لوٹی۔

"حریم کو اس کے والدین سے ملوانے لے جا رہا ہوں مما۔" وہ رسٹ واچ بند کرتا مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا۔

"جو لوگ بیٹی کے ولیمے میں نہیں آئے وہ داماد کو گھر میں گھسنے دیں گے کیا؟ اسے ڈرائیور کے ساتھ بھیج دو تمہیں کوئی ضرورت نہیں جا کر اپنی انسلٹ کروانے کی۔" وہ نخوت سے کہتی حریم کو چور سا بنا گئیں۔

"کچھ نہیں ہو گا مما! آپ فکر مت کریں۔ ماں باپ کی ناراضی ویسے بھی چند دنوں کی ہوا کرتی ہے۔ ان کا بھی غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہو گا۔" ان کی ڈرائیور والی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا پھر حریم کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا تو وہ چپ چاپ باہر نکل گئی۔

"وہ اس گھر میں میری مرضی سے آئی ہے مما! اور میری وجہ سے جو کچھ بہت الجھ چکا ہے اب مجھے کھینچا تانی کر کے اسے توڑنا نہیں بلکہ جوڑنا ہے باقی جو اللہ کو منظور۔" وہ سنجیدگی سے جو کہہ رہا تھا نزہت اچھی طرح سمجھ گئیں۔

"تم اپنا گھر دیکھو...... کہاں ان دو ٹکے کے لوگوں کے ساتھ پھر سے ماتھا لگا رہے ہو۔ وہ جانے اور اس کے ماں باپ...... پہلے بھی تو......" وہ ناگواری سے کہہ رہی تھیں کہ وہ بیچ ہی میں ان کی بات کاٹ گیا۔

"پہلے کی بات اور تھی مما! اب تو سب کچھ ہی بدل چکا ہے۔" مدھم آواز میں کہہ کر جھک کر ان کی پیشانی چومتے ہوئے اللہ حافظ کہتا وہ حریم کے پیچھے نکل گیا تھا۔ نزہت کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ ان کو لگا جیسے اب کچھ بھی کہنے کو باقی نہ رہا ہو۔

☆☆☆

گاڑی پوش ایریا سے نکل کر اب بہت جانے پہچانے راستوں پر رواں دواں تھی تو حریم کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں کر لیا۔ جوں جوں یہ فاصلہ سمٹ رہا تھا توں توں اسے اپنی سانس سینے میں گھٹتی محسوس ہو رہی تھی۔ پچھلے دنوں میں اسے لگ رہا تھا کہ وہ ظالم ترین انسان ہے جو اس سے کہتا ہی نہیں کہ چلو تمہیں تمہارے والدین سے ملوا لاؤں...... اور آج جب وہ اس کے ساتھ چل پڑا تھا تو حریم کا راستے سے ہی پلٹ جانے کا دل کر رہا تھا۔ اسے یاد تھا ابا نے اس کی شادی سے ایک روز پہلے اسے کیا کہا تھا۔ حریم کو رونا آیا۔ ماں باپ کی باتیں بھلائے جانے والی نہیں ہوا کرتیں۔

گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تو حریم چونکی وہ چپ چاپ اس کے رخساروں پر بہتے آنسو دیکھ رہا تھا۔

''گاڑی گلی میں نہیں جائے گی...... یہاں سے پیدل جانا پڑے گا۔'' وہ کہہ رہا تھا۔ حریم نے شرمندہ ہو کر سرعت سے آنسو صاف کیے۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ شال اچھی طرح لپیٹتے ہوئے گاڑی سے نیچے اتری اور چہرہ بھی چھپالیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے والدین سے پہلے کوئی اور اسے پہچانے...... اس کے پیچھے سر جھکائے وہ اپنے دروازے تک روتی ہوئی آئی تھی۔

سر اٹھا کر دیکھا...... وہ گھر آج سر جھکائے کھڑا تھا جہاں سے تین بیٹیوں کا باپ کبھی سر اٹھا کر باہر نکلا کرتا تھا۔ حریم کا دل کسی نے کچل ڈالا۔ وہ ڈور بیل بجا رہا تھا۔ دروازہ طوبیٰ نے کھولا اور اسے دیکھ کر حیران ہوئی۔ وہ خاموشی سے سائیڈ پر ہو گیا۔ حریم چہرے پر سے شال پرے کرتی بے تابی سے آگے بڑھی تو طوبیٰ ایک چیخ مار کر اس سے لپٹ گئی۔

''آپی......'' وہ ملے جلے تاثرات کے ساتھ رو رہی تھی اور ہنس بھی رہی تھی۔

''اماں کہاں ہیں؟'' حریم اس کے ساتھ اندر کی طرف بڑھی۔

''اماں! دیکھیں تو کون آیا ہے۔'' طوبیٰ کی کھنکتی ہوئی آواز بہت دنوں بعد گھر میں گونجی تھی وہ ماں تھیں کیونکر نہ سمجھتیں۔ تیزی سے صحن میں نکلیں۔

''اماں......'' حریم ایک دھاڑ سی مار کر بھاگ کر ماں سے لپٹی تھی۔

''حریم......!'' انہوں نے بھی بے اختیار اسے بانہوں میں لے لیا۔ ''میری بچی!'' وہ بلک کر رو دی۔ اس شفیق لمس کے لیے وہ کتنے دنوں سے تڑپ رہی تھی۔ وہ سینے پر بازو لپیٹے خاموشی سے ایک طرف کھڑا تھا۔ بنا کسی گلے شکوے کے وہ ان دونوں کو اندر لے گئیں۔ فوراً طوبیٰ کو چائے بنانے کا کہا اور حریم کے ہاتھ تھامے بیٹھی رہیں۔ کبھی اسے سینے سے لگا لیتیں اور کبھی اس کا ہاتھ چوم لیتیں۔

''ابا کیسے ہیں؟ انہوں نے مجھے معاف کیا یا نہیں اماں؟'' حریم کے لب کپکپائے۔ وہ مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی مجرم تھی۔ جو مجرم تھا وہ اپنی جگہ پہلو بدل کر رہ گیا۔

''بس...... صبح سے رات اور رات سے صبح کر رہے ہیں۔'' انہوں نے آہ بھری۔ آنکھوں تلے سیاہ حلقے لیے وہ بہت کمزور دکھائی دے رہی تھیں۔

طوبیٰ چائے کے ساتھ شامی کباب اور چھوٹے سموسے تل لائی تھی۔ طوبیٰ نے ہی شاندار سی پرسنالٹی والے بہنوئی کو چائے کا کپ تھمایا۔ حریم نے تو یہاں آ کر اس کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔ اماں کی بات سن کر حریم کو رونا آ گیا۔

''اماں! آپ جانتی ہیں نا...... میں زلفی سے شادی کر لیتی ابا کی خوشی کی خاطر...... اس گھر کی خاطر۔'' وہ حریم کی بات سن کر عجیب سی کیفیت میں گھرنے لگا اور اماں کو گھڑی پر ابا کے آنے کا وقت ہوتا دیکھ کر نجانے کیا کچھ یاد آ گیا۔

''جلدی سے چائے پیو اور جاؤ تم لوگ...... تمہارے ابا آنے والے ہیں۔'' وہ فوراً اپنی شفقت سمیٹ کر سرد مہری ہو گئیں۔

''اماں...... مجھے ابا کو دیکھنا ہے پلیز۔ ان سے ملنا ہے۔'' حریم کی رنگت زرد پڑی۔

''میں نے تو ان کی دی قسم توڑ دی ہے حریم! مگر وہ اپنی قسم کبھی نہیں توڑیں گے اور یہ بات تم اچھی طرح جانتی ہو۔'' انہوں نے سختی سے اسے باور کرایا تو ان کی بات سمجھتے ہوئے وہ چائے کا خالی کپ ساسر میں رکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''چائے بہت اچھی بنی تھی۔'' وہ مسکرا کر طوبیٰ سے کہہ رہا تھا۔ طوبیٰ بھی مسکرا دی۔ اسے اپنا بہنوئی بہت پسند آیا تھا۔ حریم کے ساتھ کیا ہی خوب صورت جوڑی لگی تھی اس کی۔ اماں کے ایک دم سے یوں نظریں پھیر لینے پر

حریم دل مسوس کر اٹھ گئی۔

''انہیں پتا چلا کہ تم یہاں آئی ہو تو قیامت برپا کر دیں گے وہ۔'' ان کی نظر مستقل گھڑی کی آگے بڑھتی سوئیوں پر تھی۔

''کتنی بدقسمت بیٹی ہوں باپ کے لیے سلام بھی نہیں دے کر جا سکتی۔'' وہ روتے ہوئے ماں اور بہن سے مل کر نکلی تھی۔

گاڑی میں اس کی سوں سوں کی آواز مسلسل گونج رہی تھی اس نے ٹشو کا پورا باکس ہی اٹھا کر حریم کی گود میں ڈال دیا۔

''بس کر دو اور کتنا روؤ گی؟'' وہ کافی دیر سے گاڑی یونہی سڑکوں پر بھگا رہا تھا وہ ایسے روتے ہوئے حریم کو گھر نہیں لے کر جانا چاہتا تھا۔

''زندہ رشتے بچھڑیں تو صبر نہیں آیا کرتا۔'' وہ رندھے لہجے میں بولی۔

''آئم رئیلی سوری...... مگر یہ فیصلہ وقت کی ضرورت تھا حریم! تم نہیں جانتیں میں نے بھی زندہ رشتے کھوئے ہیں اس فیصلے سے۔'' وہ احتیاط سے موڑ کاٹتے ہوئے اپنے علاقے میں گاڑی داخل کر رہا تھا۔ حریم نے دکھ سے اسے دیکھا۔

''اس سارے قصے میں میرا کیا قصور تھا جو مجھے سزا ملی؟''

''ضروری نہیں کہ ہر بار کسی قصور ہی کی سزا ملے...... کچھ کام قسمت میں جیسے ہونے لکھے ہوں ویسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اسے آزمائش کہتے ہیں۔'' وہ گیٹ کے سامنے آ کر ہارن بجا رہا تھا چوکیدار نے مستعدی سے گیٹ کھول دیا گاڑی چکنے فرش پر پھسلتی اندر پورچ میں آرکی۔

''اس آزمائش میں، میں تمہارے ساتھ ہوں حریم! تمہارے گناہ گار کے طور پر ہی سہی۔''

وہ نیچے اتر رہی تھی جب اس نے اپنے پیچھے اس کی ٹھہری ہوئی آواز سنی مگر وہ رکی نہیں یونہی سست روی سے چلتی اندر کی طرف بڑھتی چلی گئی تو سر جھٹک کر گاڑی بند کرتا وہ بھی اندر چلا آیا۔ دو قدم کے فاصلے سے آگے پیچھے کوریڈور میں داخل ہوئے تھے۔ نزہت کے کسی کے ساتھ باتیں کرنے کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے دوسری آواز پہچانتے ہوئے کوریڈور میں ہی حریم کا بازو تھام کر روک لیا۔

''اندر مائرہ ہے۔'' اسے مطلع کیا۔

''مائرہ کون؟'' حریم نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا تو وہ کھنکھارا۔

''میری کزن ہے اور......'' وہ ذرا رکا۔

''اور......؟'' حریم ٹھٹکی۔

''اور...... شادی ہونے والی تھی اس سے میری مگر نہیں ہو پائی۔ آسان الفاظ میں زلفی ہی سمجھ لو اسے۔''

وہ سر کھجاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ حریم کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ چمکی تھی۔ وہ اس کا ہاتھ تھامے لاؤنج میں داخل ہوا تو دونوں کی مسکراہٹ نے اندر والوں کے دل جلا کر خاک کر ڈالے۔

''بڑی دیر لگا دی معافی تلافی میں تمہارے ماں باپ نے۔'' نزہت نے کٹیلے انداز میں کہتے ہوئے اچٹتی نگاہ حریم پر ڈالی تو اس کی مسکراہٹ گم ہوتے وقت نہیں لگا۔

''یہ مائرہ ہے حریم! میری فرسٹ کزن ہے اور مائرہ! تم تو حریم سے......'' وہ ماحول کی سنگینی کو بدلنے کی خاطر تعارف کا تکلف نبھانے لگا جب ہی مائرہ نے اس کی بات کاٹ کر اونچی آواز میں کہا۔

''اور یہ حریم ہے جس کا تعلق دن دیہاڑے دوسروں کا نصیب چرانے والوں کے قبیلے سے ہے۔'' حریم کی

رنگت بدلی۔

"میں میرب کو دیکھ لوں ذرا۔" فوراً سٹنگ روم کی طرف بڑھی اس وقت میرب وہاں کھیل رہی ہوتی تھی۔

"شکر ہے اس کا بھی خیال آیا تمہیں اپنے سوگ سے نکل کر۔" نزہت کی بلند آواز نے اس کا پیچھا کیا تھا حریم کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"مما پلیز! جانے دیں یار۔ جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب اس سارے سلسلے کو ہم اچھے طریقے سے بھی ہینڈل کر سکتے ہیں۔" وہ خفا ہوا۔

"اچھے طریقے سے تو مائرہ بھی ہینڈل کر سکتی تھی پھر تم اسے بیچ میں کیوں لائے؟" نزہت بگڑیں۔

"اسے ہی پہلا موقع دیا تھا مما! مگر اس کی طرف سے انکار ہی ملا ہمیشہ...... اور یہ بات آپ بھی جانتی ہیں اسے "میں" چاہیے تھا مگر بنا میرب کے۔" وہ جتاتے ہوئے بولا۔

"تم نے ایک چھوٹی سی بات کے لیے مجھے اپنی زندگی سے نکال دیا...... میرب کو تو اب بھی ثریا ہی سنبھال رہی ہے۔" مائرہ تو ابھی بھی اسی صدمے کی گرفت میں تھی۔ جتنا خود پر قابو پاتی اتنا ہی تازیانے برستے۔

"حریم اب پہلے سے بہتر ہے میرب کو سنبھال لے گی۔" اس نے حریم کی حمایت کی تھی۔

"پہلے خود کو تو سنبھال لے۔" نزہت نے طنز کیا تھا۔

"اور سنا ہے آج تم اس کے ماں باپ سے معافی مانگنے گئے ہوئے تھے؟" مائرہ ویسی ہی تھی خشک اور تلخ...... غم بعض لوگوں کو جلا کر زم کر دیا کرتا ہے مگر وہ جل سلگ کر اور تن گئی تھی ایسے لوگ ٹوٹ تو جایا کرتے ہیں جھکا نہیں کرتے۔

"اب اس سوال کا کیا جواب دوں میں تمہیں۔" وہ ایک شاکی نگاہ نزہت پر ڈالتے ہوئے گہری سانس بھر کر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"تم صرف یہ کرو کہ اب مجھے گھر ڈراپ کر کے آؤ...... کافی دیر کی آئی ہوئی ہوں میں پھپھو کے پاس۔" وہ موڈ تبدیل کر کے مسکرائی تھی۔

"ہاں کیوں نہیں بلکہ راستے میں کافی بھی پلوا دینا اسے ثریا تو میرب کو سنبھالنے میں ہی لگی رہی آج۔" نزہت کے ہونٹوں پر بھی اتنی دیر میں پہلی بار نرم سی مسکراہٹ آئی تھی۔ وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

"او کے لیڈیز۔" وہ ذرا سا جھک کر ادب سے بولا تو مائرہ کا دل خوش ہو گیا

"میں ابھی چھوڑ کر آتا ہوں اسے۔" وہ نزہت سے بولا تو انہوں نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ دونوں کو اکٹھے جاتے دیکھ کر کچھ اور ہی سوچ رہی تھیں۔

☆☆☆

"خدا کے لیے میری بات سمجھنے کی کوشش کرو عباد! پاگل ہے وہ نری اور بے وقوف بھی۔"

آج عباد کا برتھ ڈے تھا اور پچھلے ہفتے ہی تو اس نے نرمین کو اپنے اپارٹمنٹ پر انوائٹ کیا تھا ایک اچھے سے سیلیبریشن کے لیے۔ مگر بیچ میں اس حریم کی بچی نے الگ ہی طوفان اٹھا دیا تھا۔ جس کی سزا کے طور پر دو دن سے نرمین مسلسل کال کر رہی تھی مگر عباد اٹینڈ ہی نہیں کر رہا تھا۔ نرمین نے نجل سے کہہ کر رانا کے ذریعے اسے پیغام بھی پہنچایا مگر بے سود اور آج جب اس کا برتھ ڈے تھا تو وہ اس پر احسان کرتے ہوئے اس کی کال اٹینڈ کر چکا تھا۔

"تمہاری بہن نے کہا تھا کہ تمہارا پیچھا چھوڑ دوں۔" وہ بات کے شروع میں ہی بے رخی سے بولا تو نرمین کی جان ہوا ہونے لگی۔ اس کے خواب...... دولت...... بنگلہ گاڑی سب دور جاتے محسوس ہوئے۔ ایسے میں معافی تلافی کر لینے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

www.pakistanipoint.com

''آئم رئیلی سوری...... میں معافی مانگتی ہوں اس کی طرف سے۔'' عباد کی پیشانی پر شکن تھی۔

''فون پر معافی ہوتی ہے نہ تلافی۔''

''میں آجاؤں گی تمہارے اپارٹمنٹ میں...... پھر تو ناراضی ختم ہوجائے گی نا؟'' وہ آس سے پوچھ رہی تھی۔ پچھلے ایک ہفتے سے جو اس کے اپارٹمنٹ میں اکیلے جانے یا نہ جانے والا مشکل فیصلہ نہیں کر پارہی تھی اسے منانے کی خاطر فوراً ہی کرلیا۔ اور اسے بتا بھی دیا۔

''اوکے......'' وہ بھی گھاگ شکاری تھا اس کے مانتے ہی خشک لہجے میں کہہ کر فون بند کردیا۔ وہ جانتا تھا اب زمین باقی کی بات ختم کرنے ضرور ہی آئے گی۔

''شکر اللہ۔'' زمین نے موبائل آف کرتے ہوئے شکر کا کلمہ پڑھا پھر وقت دیکھا اور نوٹ پیڈ گھسیٹ کر ہاف لیو لکھنے لگی۔ ابارات گئے تو گھر سے باہر رہنے کی اجازت دینے والے نہیں تھے تو آدھے دن کی چھٹی کر کے وہ کافی ٹائم عباد وسیم کے ساتھ گزار سکتی تھی اور نجل کے مشورے کے مطابق اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے عباد سے شادی کی بات بھی کرنا تھی۔

''ہیپی برتھ ڈے ڈیئر۔'' اپارٹمنٹ کا دروازہ کھلتے ہی زمین نے خوب صورت سی مسکراہٹ اور بڑے پیار سے انداز کے ساتھ لال اور سفید پھولوں کا بوکے اس کے سامنے کردیا۔ عباد نے سنجیدگی سے بکے تھام لیا۔

''تھینکس آلاٹ۔'' سائڈ پر ہو کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا پھر دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے آگیا۔

''ہمم...... واؤ...... بیوٹی فل اپارٹمنٹ۔'' زمین نے لاؤنج میں کھڑے ہو کر ڈبل بیڈروم روشن اور ہوادار اپارٹمنٹ کا جائزہ لیتے ہوئے پرستائش انداز میں کہا تو عباد محض مسکرادیا۔

''یہ تمہارا ہے؟'' وہ بچوں کی سی خوشی سے پوچھ رہی تھی۔

''ہمم......'' اثبات میں سر ہلایا تو اس کی خاموشی اور بے رخی زمین کو بری طرح چبھی۔

''کیا ہوا یار...... ابھی تک خفا ہو؟ حریم کی طرف سے میں سوری کرتی ہوں تم سے۔'' زمین نے شرمساری سے کہتے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

''اپنی بہن کو بتانا مینرز اور ایٹی کیٹس کے بارے میں کچھ۔'' وہ ناراضی سے بولا۔

''بہت ڈانٹا ہے اسے قسم سے...... بلکہ میں تو اچھی خاصی ناراض ہوں اس سے۔'' اس کے تیقن سے کہنے پر عباد کا موڈ بدلا۔

''تم نے مجھے وش نہیں کیا۔'' نظریں اس پر جمائے وہ اس کے قریب آیا۔ سرخ و سیاہ ڈیزائن کے ٹاپ اور سیاہ ٹراوزر میں ملبوس جارجٹ کا سیاہ دوپٹہ جو گھر سے نکلتے بہت طریقے سے پھیلا کر سر اور وجود پر اوڑھا ہوا تھا اب اس کے گلے کے گرد بل کھا رہا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس کے رخسار پہ جھولتی بالوں کی لٹ کو اس کے کان کے پیچھے اڑسا، اس کی نظروں کی چمک نے زمین کو جھینپ جانے پر مجبور کردیا۔

''ابھی آتے ہی وش کیا تو ہے۔''

''تم بھی نا......'' عباد نے ہنستے ہوئے اسے بازو کے حصار میں لینے کی کوشش کی تو وہ گھوم کر اس کی گرفت سے نکل گئی۔

''اکیلے بلا کر اب زیادہ پھیلو مت۔'' زمین نے تنبیہ کی۔ مگر وہ تنبیہ ایسی نہیں تھی جس سے دوسرا قابو میں رہتا۔ مسکراتے ہوئے وہ اوپن کچن سے پلیٹ میں چاکلیٹ کیک لے آیا تھا۔

''اکیلے آنے کا مطلب تو سمجھتی ہوگی تم۔'' وہ ذومعنی انداز میں کہہ رہا تھا۔

''شٹ اپ...... کیک کاٹو ورنہ گردن کٹوا بیٹھو گے۔'' وہ چھری اٹھا کر لہرا کر اسے تھماتے ہوئے ہنس دی۔

وہ کیک کاٹ رہا تھا۔ زمین نے مدھم سروں میں برتھ ڈے سونگ گا کر اسے وش کیا اس نے کیک کا ایک پیس کاٹ کر زمین کو آدھا کھلایا باقی اپنے منہ میں ڈال لیا۔ وہ بالکنی میں کھڑا سگریٹ پھونک رہا تھا جب زمین چھوٹی نفیس سی ٹرے میں بھاپ اڑاتی کافی کے دو مگ رکھے چلی آئی۔

''تھینک یو۔'' اس نے سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسلتے ہوئے کافی کا مگ اٹھا لیا۔ وسیع بالکنی میں فرش پر باقاعدہ رگز بچھائے گئے تھے، ایک سائیڈ پر خوش رنگ پھولوں سے سجے تین گملے رکھے تھے جن میں سے کچھ بیلیں نکل کر بالکنی کے باہر لٹک رہی تھیں۔ ان کے پاس ہی ایک ایزی چیئر پڑی تھی۔ دوسری سائیڈ پر دو کین کی کرسیاں اور میز تھی۔ زمین کے خیال میں تو اس بالکنی میں انسان پورا دن بنا کسی مصروفیت کے گزار سکتا تھا بس چائے کافی پیتے رہو اور ایزی چیئر پر نیم دراز جھولتے رہو۔

وہ اپنا مگ تھام کر ریلنگ کے ساتھ لگ کر باہر جھانکنے لگی۔

''باہر کے منظر اندر سے زیادہ اچھے ہیں کیا؟'' وہ اٹھ کر اس کی پشت پر آ کھڑا ہوا اور اب اسی کے انداز میں باہر جھانک رہا تھا جہاں سے لیڈیز پارک صاف دکھائی دے رہا تھا اور اکا دکا بچے اور عورتیں اس وقت بھی پارک میں موجود تھے عباد اس کے بالکل قریب کھڑا تھا اس کے شانے پر بازو پھیلائے...... زمین کی سانس تھمنے لگی وہ پلٹتی تو یقیناً عباد سے ٹکرا جاتی وہ ساکت کھڑی رہی۔

''پھپھو میرا رشتہ مانگ رہی ہیں اپنے بیٹے کے لیے۔'' اس نے ہمت مجتمع کی اور خود کو کہتے سنا، جواب میں چند لمحے خاموشی پھیلی رہی۔ آر یا پار...... آج اس کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ عباد وسیم سیٹھی اگر اس کی قسمت کا روشن ستارہ تھا تو آج اس کی جھولی میں آ گرنے والا تھا۔

''تو......؟'' کچھ دیر بعد عباد نے نارمل سے انداز میں پوچھا تو وہ گردن موڑ کر اسے دیکھنے پر مجبور ہو گئی اس کا چہرہ بہت قریب تھا اتنا کہ آج وہ بالکل ٹھیک سے اس کی آنکھوں کا رنگ دیکھ پا رہی تھی وہ بھی پلک جھپکے بنا اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

''زینی...... یعنی تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا؟'' زمین کو تکلیف ہوئی، جواب میں لمحہ بھر کے توقف کے بعد عباد نے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے اندر لے آیا۔ کافی کے دونوں مگ کچن کاؤنٹر پر رکھے۔

''تم میری ہو میں تمہارا ہوں اس کے علاوہ ہر بات بے معنی ہے۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نرمی سے کہہ رہا تھا۔

''تم اپنا پرپوزل بھیج دو تو میں کیسے بھی ابا کو منا لوں گی۔'' زمین کا ہاتھ اس کے گرم ہاتھوں کے بیچ پگھلنے لگا۔

''ہمم...... تم نے ابھی تک مجھے وش نہیں کیا۔'' دوبارہ سے وہی متضاد بات کرتے ہوئے اس کے بازو زمین کے گداز وجود کے گرد لپٹے تھے وہ سرتاپا سنسنا اٹھی۔

''دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوا کرتا ہے۔'' زمین کو ماں باپ کا پڑھایا ہوا سبق یاد آیا مگر کافی دیر سے......

''عب...... باد...... لیوی...... چھوڑو مجھے...... کیا مذاق ہے یہ......''

اس نے تڑپ کر خود کو عباد کی گرفت سے آزاد کروانا چاہا تو وہ مخمور انداز میں ہنسنے لگا۔

''نہ نہ...... بڑی مشکل سے تو قابو میں آئی ہو اتنی آسانی سے تھوڑی جانے دوں گا...... کچھ تو خراج معافی تلافی......'' زمین کو لگا جیسے اس کی سماعتوں میں کسی نے تیزاب انڈیل دیا ہو۔

☆☆

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

عفت سحر طاہر

رنگ دے سنہرے

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

نرمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

نرمین کی سہیلی نگل کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔

نرمین اپنی دوست صوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا سے جانے کی اجازت

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔

زمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ صمیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ نگل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں نگل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زمین کی دوستی کرا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ کمنی الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں نگل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ زمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کے ولیمے کی صبح اس کا چیک اپ کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

نگل زمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آ جاتی ہے زمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

زمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زمین، نگل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

زمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زمین کو فون کرتی ہے، فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر نگل کے نمبر پہ کال کرتی ہے نگل اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

زمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی، زمین اسے سچ بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو زمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔

نزہت گھر واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔

حریم عباد وسیم کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آ جاتی ہے عباد اسے دھمکاتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ زمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مارک ڈینگیل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ زمین گھر میں نہیں ہوتی۔

حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔

عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد زمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد زمین کو باپ کی بات یاد آتی ہے کہ دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔

چھٹی قسط

نرمین کا دماغ جھنجھنا اٹھا۔
"دماغ ٹھیک ہے تمہارا عباد! یہ کیا بکواس ہے؟"
"کیا ہوا؟" عباد نے تھوڑا پیچھے ہٹتے ہوئے مصنوعی حیرت سے پوچھا۔
"اگر یہ مذاق ہے تو بہت بھونڈا ہے۔ ختم کرو اسے۔" وہ خود کو سنبھالتے ہوئے بولی۔
"مذاق......؟" لفظ کو قدرے لمبا کھینچ کر وہ استعجاب سے اسے دیکھنے لگا۔ "ہم ایک ریلیشن شپ میں ہیں نرمین مصطفیٰ! اور تم مجھ سے اکیلی میرے فلیٹ پہ ملنے آئی ہو۔" لفظوں کو چبا کر کہا۔
"ملنے آئی ہوں...... تم پر بھروسا کر کے۔" نرمین برافروختہ تھی۔
"تو میں کیا کر رہا ہوں؟ یہ سب وہی ہے جو ایسے ریلیشنز میں عام سی بات ہے۔" وہ اس قدر آرام سے بولا کہ نرمین بھک سے اڑی۔
"یہ فلیٹ...... یہ لگژریز پیسہ...... سب ملے گا، پریشان کیوں ہوتی ہو... مجھے خوش کرو گی تو تمہاری سوچ سے بڑھ کر نچھاور کروں گا۔" اس نے زیر لب مسکراتے ہوئے نرمین کا ہاتھ تھاما تو اس نے عباد کا ہاتھ جھٹک دیا۔
"ڈونٹ...... ڈونٹ ٹچ می۔" وہ شدید صدمے کی زد میں تھی۔ اس کے لمس کو محسوس کر کے کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی۔
"اگر یہ مذاق ہے تو بہت نفرت انگیز ہے عباد! کیا بکواس کر رہے ہو تم۔" نرمین کی وحشت زدہ آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ کس قدر گھٹیا سوچ سنائی تھی اس نے اپنی۔ چند لمحوں تک وہ اسے گھورتا رہا پھر ہنس دیا...... بڑی بھکوڈی ہنسی تھی۔
"اب میں تمہاری اس بات سے متاثر ہو کر تالی بجاؤں یا افسوس۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا۔ ایک مرد سے تنہائی میں ملنے آئی ہو، وہ تم سے حکایتیں تو نہیں سنے گا بیٹھ کر...... خواہ مخواہ کا ایٹی ٹیوڈ (اکڑ) دکھا رہی ہو۔"
"میرے خیال میں میں نے تم پر اعتبار کر کے، یہاں آکر غلطی کر دی ہے۔" نرمین کا تو ذہن ہی جیسے کام کرنا چھوڑ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں چھلک گئیں۔ اس نے آج پہلی بار عباد سے شرم کھا کر اپنا دوپٹہ ٹھیک سے اوڑھا اور صوفے پر پڑا شولڈر بیگ اٹھالیا۔
"اچھی طرح سوچ لو نرمین! قربت کے چند حسین پل دے کر تم یہ سب حاصل کر سکتی ہو۔ شادی تو کرنی ہی ہے...... مگر اس پیریڈ کو انجوائے کرنے کا الگ ہی مزہ ہے۔"
لگژری فلیٹ کی طرف ہاتھ پھیلا کر اشارہ کرتے ہوئے شیطان نے ایک اور کاری وار کیا تھا۔ نرمین کے کمزور نفس پر...... نرمین ساکت سی اسے دیکھنے لگی۔ اس کی خاموشی کا مطلب سمجھ کر عباد فاتحانہ مسکراتے ہوئے اس کے بہت قریب آگیا تھا۔

☆☆☆

"حریم!" اماں اس کے کمرے میں آئی تھیں۔ وہ ابھی یونیورسٹی کے لیے کپڑے استری کر کے فارغ ہوئی تھی۔
"جی۔" وہ چونکی۔ اماں بہت کم ان کے کمرے میں آیا کرتی تھیں۔ کوئی کام ہوتا تو جہاں ہوتیں، وہیں سے آواز لگا لیا کرتیں۔ وہ آکر اس کے پاس بیڈ کے کنارے بیٹھ گئیں۔
"تم سے ایک بات کرنا تھی۔"
"جی اماں! کہیے...... مجھے آواز دے لیتیں، میں آجاتی آپ کے پاس۔" حریم تھوڑا سنبھلی۔ پھپھو کی آمد پر نرمین کے تاثرات کسی سے چھپے ہوئے نہیں تھے۔ اماں یقیناً اسی کا خلاصہ کرنے آئی تھیں۔
"نرمین کے دماغ میں کیا چل رہا ہے؟"
"کیا مطلب......؟" حریم کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اماں اس سے پوچھ گچھ کرنے آسکتی ہیں وہ اپنا "ہوم ورک" مکمل رکھتی۔

''میں تمہاری ماں ہوں۔ مجھے چلانے کی کوشش مت کرو حریم!'' اماں نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ تو وہ شرمسار ہوگئی۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر دبایا۔

''سوری اماں! پوچھیں۔ کیا پوچھنا ہے آپ نے؟'' ندامت سے کہا۔

''زمین! کیا چاہتی ہے وہ؟ تم سے بھی اس نے بات کی ہے شادی کے حوالے سے؟'' اماں کے لیے بھی یہ سب پوچھنا بہت مشکل تھا۔ سب کے لیے ایسے سوال پوچھنا مشکل ہی ہوا کرتا ہے جن کے جواب اپنی مرضی کے خلاف ملنے کی توقع ہوتی ہے۔ حریم پر اس سوال نے کڑی ذمہ داری ڈال دی۔ آئندہ کے حالات اس کے جواب پر منحصر تھے۔ آج وہ جھوٹ بولتی تو کل کو ان کے خاندان کی عزت گھر گھر میں اچھلتی کیونکہ زمین کسی طور زلفی سے شادی نہیں کرنے والی تھی۔

''اماں! وہ کبھی بھی زلفی سے شادی نہیں کرے گی۔'' حریم نے مناسب لفظوں کا چناؤ کیا۔ اماں کے چہرے پر اضطراب سا پھیلا۔

''ابا نے اسے بہت لاڈ پیار اور اعتماد دیا ہے اماں! اڑنے کو پر دے ہیں مگر اڑان بھرنے کو پورا آسمان نہیں دے رہے۔ دنیا زلفی پر ختم نہیں ہو جاتی اماں! اسے اس کے معیار کی زندگی گزارنے کا حق ہے۔''

''زلفی میں کیا خرابی ہے؟ گھر کا بچہ ہے۔ پھپھی کے گھر جائے گی تو ہمارا بھی دل مطمئن رہے گا۔''

''اور اس کے دل کی خوشی کہاں ہے اماں؟'' حریم کو دکھ ہوا۔

''بچوں میں اتنی عقل نہیں ہوتی کہ پوری زندگی کے فیصلے کرسکیں۔'' اماں نے مضطراب انداز میں اپنا ہاتھ اس کی نرم گرفت سے کھینچا۔ ''اس کے ابا نے بھری برادری میں زبان دی ہوئی ہے بہن کو۔''

''پہلے زبان دے دی۔ اب بیٹی دے دیں گے...... پھر اس بیٹی کو پڑھا لکھا کر عقل کیوں دی اماں! کہ وہ اپنے لیے غلط صحیح سوچ سکے؟'' حریم نے احتجاج کیا۔

''پڑھایا لکھایا اس لیے تھا کہ ایک دن اٹھ کر ماں باپ کے سامنے آ کھڑی ہو؟'' اماں نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔

''اماں! اس میں نیا کیا ہے؟ جب بچپن سے لے کر بڑے ہونے تک اپنی ہر بات منوانے کے لیے بچے والدین کے ساتھ بحث کرتے ہیں۔ ضد کرتے ہیں تو شادی جیسے معاملے میں کیوں نہیں بات کرسکتے؟'' اس کی بات نے اماں کو کئی لمحوں تک چپ کروا دیا۔

''زلفی اور زمین میں بہت فرق ہے اماں! ان کی سوچ بالکل نہیں ملتی۔ اور نہ ہی پھپھو کے گھر کا ماحول ہمارے ماحول جیسا ہے۔''

''لڑکیاں ہمیشہ سے نئے ہی ماحول میں جاتی ہیں اور اسی میں ڈھل جایا کرتی ہیں۔''

''مگر وہ صاف طور پر کہہ رہی ہے کہ اسے ان کا ماحول پسند نہیں بلکہ زلفی کہیں سے بھی اس کے جوڑ کا نہیں اماں! زمین پڑھی لکھی ہے۔ اتنی اچھی جاب کر رہی ہے۔ خودمختار ہے۔''

''خودمختاری کا مطلب یہ ہے کہ اب وہ ماں باپ کے فیصلوں کو غلط کہے گی؟'' اماں نے تیز لہجے میں کہا تو وہ خائف ہوئی۔

''اماں! اس نے پوری زندگی گزارنی ہے وہاں...... ایک ان چاہے ماحول اور ناپسندیدہ بندے کے ساتھ پوری عمر کیسے گزار سکتی ہے وہ۔''

''کسے پسند کرتی ہے وہ؟''

اماں نے اس قدر اچانک اور سرد مہری سے پوچھا کہ حریم کے حواس ٹھٹھر گئے۔ اماں اسے تیز نظروں سے

بند ہی تھیں۔

☆☆☆

صبح ہی سے آسمان سیاہ بادلوں سے گھرا ہوا تھا دوپہر تک کن من بوندیں گریں اور ساتھ ہی تیز بارش شروع ہوگئی۔ حریم کے دل پہ چھائی پژمردگی اور حبس جیسے ختم ہونے لگا۔ گرمی ہو یا سردی۔ بارش کی وہ دیوانی تھی۔ نزہت اپنے کمرے میں بند تھیں، وہ کتنی ہی دیر پردے ہٹائے کھڑکی کے بند شیشے کے اس پار گرتی بارش دیکھتی رہی کمرے میں ہیٹر کی گرمائش تھی جبکہ باہر بارش کے ساتھ بادلوں کی گرج چمک اور تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ درخت اور پودے دھل کر ان کی سرسبزی میں اضافہ کر رہے تھے۔ صبح کا کیا ہوا ناشتا ہضم ہو چکا تھا۔ بے اختیار ہی حریم کا کچھ کھانے کو دل چاہنے لگا۔

اسے یاد آیا۔ آسمان پر بادل جمع ہوتے دیکھ کر ہی وہ چولہے پر کڑاہی چڑھا لیا کرتی تھی۔ اب بھی موسم کی خوب صورتی دیکھ کر اس کے اندر کی پرانی حریم بیدار ہونے لگی۔ اس نے ایک نظر بیڈ پر کمبل میں پرسکون نیند سوئی عرب کو دیکھا۔ اسے سوئے ابھی آدھا گھنٹہ ہی ہوا تھا اور وہ دو تین گھنٹے سونے والی تھی۔ وہ آہستہ سے دروازہ کھول کر کمرے سے نکلی تو سرد ہوا اس کے تپتے رخساروں سے ٹکرائی۔ کمرے کے اندر تو موسم کی ٹھنڈک کا اندازہ ہی نہیں ہو رہا تھا۔ اونی مفلر کو اسکارف کی طرح سر اور چہرے کے گرد لپیٹے ہوئے وہ کچن میں چلی آئی، جہاں کل وقتی ملازمائیں ثریا اور نسرین رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ اسے دیکھ کر مؤدب ہوئیں۔

”چھوٹی بی بی! کچھ چاہیے تھا آپ کو؟“

”ہمم...... ہاں...... نہیں۔“ وہ گڑبڑائی۔ عجیب سی جھجک نے اسے گھیر لیا۔ ”کیا پکا رہی ہو؟“ خود کو سنبھالتے ہوئے بات بدلی۔

”رات کے لیے مٹر قیمہ اور ماش کی دال پکے گی۔“ ثریا نے بتایا پھر اسے دھیان آیا۔

”آپ نے تو صبح کا ناشتا کیا ہوا ہے۔ دوپہر کے لیے کوفتے بنے تھے، روٹی ڈال دوں آپ کے لیے۔“ ثریا مستعد ہوئی۔

”نہیں...... تم اپنا کام کرو۔“ وہ اتنی زیادہ فرماں برداری سے گھبرا سی گئی۔

”بھوک لگی ہوگی آپ کو بی بی!“ ثریا نے ہمدردی سے کہا۔

بڑی بی بی تو دوپہر کا کھانا کھا کر اب آرام کر رہی تھیں، انہوں نے حریم کو کھانے پر بلانے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔ گھر کے ملازمین سے تو ایسی باتیں چھپی ہوئی نہیں رہ سکتی تھیں۔ چند لمحے وہ یونہی کھڑی انہیں مٹر چھیلتے دیکھتی رہی۔ پھر گہری سانس بھر کر ثریا کو مخاطب کیا۔

”بیسن وغیرہ ہوگا گھر میں؟“ ثریا نے اثبات میں سر ہلایا اور مسکرائی۔

”پکوڑے بنانے ہیں تو میں بنا دیتی ہوں۔“

”نہیں...... تم اپنا کام کرو اور مجھے بس بیسن اور آلو پیاز نکال دو۔“ اب کی بار وہ بھی نرمی سے مسکرائی تھی۔

ثریا نے مزید اصرار کیے بنا بیسن کا پیکٹ نکالا اور پیالے میں اسے بیسن چھان کر دیا۔

”چلو ٹھیک ہے۔ باقی میں خود کر لیتی ہوں۔“ اسے آلو پیاز چھیلنے پر آمادہ دیکھ کر حریم نے اسے ٹوک دیا تو وہ متفکر ہوئی۔

”نہیں بڑی بی بی غصہ نہ کریں...... کچن کے سب کام ہمارے ذمہ ہیں۔“

”مگر میں اپنی مرضی سے کر رہی ہوں ثریا! تم فکر مت کرو۔“

ثریا نے کڑاہی میں تیل ڈال کر برنر جلا دیا اور کچن میں موجود چھوٹی ڈائننگ کی کرسی پر بیٹھ کر نسرین کے

ساتھ اپنے کام میں مصروف ہوگئی تو حریم نے جلدی سے آلو پیاز چھیل کاٹ کر بیسن میں ڈالے اور پکوڑوں کا آمیزہ بنانے لگی۔ نسرین نے املی کی چٹنی کی بوتل نکال کر رکھی اور پودینے کی فریز کی ہوئی چٹنی کی ٹکڑیاں نکال کر انہیں دہی میں ڈال دیا اس کے پکوڑے تلنے تک چٹنی بھی تیار ہو جانے والی تھی۔ حریم کا دل بے حد ہلکا پھلکا اور مسرور سا تھا۔ ذرا دیر میں کچن تو کیا پورا گھر پکوڑے تلے جانے کی خوشبو سے بھر گیا۔ اس نے پکوڑوں کے بچ جانے والے بیسن میں پیاز گول گول کاٹ کر ان کے رنگز الگ کیے اور بیسن میں ڈبو کر تل لیا۔ پلیٹ پر ٹشو پیپر میں پکوڑے نکال کر اس نے چولہا بند کر دیا تھا۔ ایک پلیٹ میں دونوں ملازماؤں کے لیے پکوڑے نکال کر انہیں دیے تو وہ ممنون ہونے لگیں۔

''واہ...... کیا بات ہے...... کیا ڈرامے ہو رہے ہیں یہاں؟''

نزہت کی طنزیہ آواز اچانک ہی ابھری تھی۔ پکوڑوں والی پلیٹ حریم کے ہاتھ میں لرزی۔ انہوں نے ایک ہی نظر میں کام والیوں کے سامنے اور حریم کے ہاتھوں میں پکوڑوں کی پلیٹ دیکھ کر تمام صورت حال بھانپ لی تھی۔

''وہ...... چھوٹی بی بی کا دل چاہ رہا تھا خود پکوڑے بنانے کو۔'' ثریا شرمندہ ہو کر صفائی پیش کرنے لگی۔ اور حریم تو جیسے مارے شرمندگی کے گڑ سی گئی۔ نزہت مزید کچھ کہے بنا اسے تیز نظروں سے دیکھتی چلی گئیں تو وہ چٹنی کی پیالی اور بوتل اٹھا کر پلیٹ میں رکھتے ہوئے کچن سے نکل آئی۔ نزہت راستے میں لاؤنج میں ہی بیٹھی تھیں۔

''ادھر آؤ۔'' اسے دیکھتے ہی آواز دے لی تو وہ من من بھر ہوتے قدموں کے ساتھ ان کی طرف آ گئی۔ پکوڑوں والی پلیٹ اس کے ہاتھوں میں وزنی ہو گئی۔

''تم اس گھر کی بہو ہو۔ ان چاہی ہی سہی...... اپنی نہیں تو ہماری ہی عزت کا خیال کر لو۔ نوکروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا پینا تم لوگوں میں ہوتا ہوگا۔ ہمارے ہاں یہ رواج نہیں ہے۔'' وہ اس قدر حقارت سے کہہ رہی تھیں کہ حریم کی رنگت زرد پڑنے لگی۔

''وہ وہاں بیٹھی تھیں...... تو میں نے ان کو بھی...... انہوں نے نہیں کہا مجھ سے۔''

''یہی سمجھا رہی ہوں تمہیں کہ اپنا مقام پہچانو۔ کام والیوں کو کیا پتا ''کس کھاتے'' میں لائی گئی ہو یہاں۔'' وہ چبا کر بولیں۔

''مما۔'' خفا خفا سی قدرے تیز آواز آئی تو وہ دونوں ہی چونکیں۔

''تم...... کب آئے، پتا ہی نہیں چلا۔'' بیٹے کو سامنے دیکھ کر نزہت کا انداز بدلا جبکہ حریم تیزی سے پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ سنجیدہ سا ماں کو دیکھ رہا تھا۔

''کیا ہو رہا تھا؟''

''تمہاری بیگم کو سمجھا رہی تھی۔ پکوڑے بنانے پہنچ گئیں محترمہ کچن میں اور نا صرف خود بنائے بلکہ کام والیوں کو بھی کھلا رہی تھیں۔'' وہ جلے کٹے انداز میں بولیں تو وہ اسی سنجیدگی سے بولا۔

''تو کیا ہوا مما! نوکر بھی انسان ہی ہیں۔ کیا فرق پڑتا ہے اگر انہیں کھانے میں سے کچھ دے دیا جائے؟''

''کوئی فرق نہیں پڑتا یقیناً۔ ثریا اور نسرین کو میں خود کھانا نکال کے دیتی ہوں چاہے یہاں کھائیں چاہے گھر لے جائیں...... لیکن تمہاری بیوی نے تو حد ہی کر دی۔ خود سے پکا پکا کر کھلا رہی ہیں کام والیوں کو...... کام والیوں کو بگڑتے دیر نہیں لگتی بیٹا! وہ ہماری نوکر ہیں۔ ہم ان کے نوکر نہیں ہیں۔ اپنی بیوی سے کہو خاک سے اٹھ آئے اب۔''

وہ آخر میں بے حد نخوت سے بولیں اور اس کے کوئی جواب دینے سے پہلے ہی اٹھ کر بڑبڑاتی ہوئی کمرے

چلی گئیں۔ وہ گہری سانس بھرتا اپنے بیڈروم کی طرف بڑھا۔ پرسکون سی گرمائش سے بھرے کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے طائرانہ نظر ڈالی۔ پکوڑوں والی پلیٹ کاؤچ کے سامنے چھوٹی ٹیبل پر رکھ کر وہ بند کھڑکی کے شیشے کے سامنے کھڑی لان میں دیکھ رہی تھی۔ اس نے لیپ ٹاپ بیگ سائیڈ ٹیبل پر رکھا ایک نظر سکون سے سوئی ہوئی میرب پر ڈالی اور حریم کے پاس آیا۔

''آئم سوری۔'' اس کی معذرت غیر متوقع تھی۔ حریم کے اندر جو سب لاوے کی مانند ابل کر باہر نکلنے کو بے تاب تھا۔ وہ یک لخت ٹھنڈا پڑ گیا۔

''تم نے جو بھی کیا، بالکل ٹھیک کیا ہے۔ لیکن مما کا اپنا الگ مزاج ہے۔ ایک سیٹ اپ ہے گھر چلانے کا لیکن آہستہ آہستہ وہ تمہاری عادی ہو جائیں گی۔''

وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔ حریم کا وہ لاوا تو ٹھنڈا پڑ گیا مگر اسے اب اس بات پر غصہ آنے لگا کہ اس نے آتے ہی معذرت کر کے حریم کو دل کا غبار نکالنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔

''مجھے کوئی ضرورت نہیں کسی کو اپنا عادی کرنے کی۔ میں کون سا یہاں ساری عمر رہنے والی ہوں۔'' وہ چیخ کر بولی۔

''تم یہاں ساری عمر کے لیے ہی آئی ہو حریم! کسی غلط فہمی میں مت رہنا۔'' اس کا لہجہ ایک دم ہی خشک ہوا تھا۔ ''یہ بچی اس کی پرورش اس کی دیکھ بھال سب تمہاری ذمہ داری ہے۔''

''تم میرے گھر والوں کی میرے متعلق غلط فہمیاں دور کر دو۔ میں ایک دن بھی یہاں نہ رہوں۔'' سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے وہ تلخی سے بولی۔ چند لمحوں تک وہ اسے جانچتی نظروں سے دیکھتے ہوئے جیسے اس کی سرکشی بھانپتا رہا۔ پھر اطمینان سے بولا۔

''ویری گڈ..... بہت اچھا کیا وقت پر دل کی بات بتا کر۔ اب مجھے تمہارے لیے۔'' وہ پلٹا اپنی جیکٹ اتار کر ہینگ کر کے وارڈروب میں لٹکائی اور کاؤچ پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔ حریم گردن موڑے اسے دیکھ کر اس کی کہی بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پیروں میں سلیپر پہنتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' حریم کے ذہن میں دفعتاً خطرے کی گھنٹی بجی۔

''تم پکوڑے کھاؤ..... موسم انجوائے کرو۔'' سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ فریش ہونے واش روم میں گھس گیا۔ وہ کپڑے تبدیل کر کے باہر نکلا تو وہ مضطرب سی کمرے میں ٹہل رہی تھی، اسے دیکھ کر تھم گئی۔

''تمہاری بات کا کیا مطلب تھا؟'' حریم نے بات وہیں سے شروع کی۔

''دیکھو حریم! ایک بات لکھ کے رکھ لو۔ اس قدر برے حالات میں تم سے شادی کر کے لایا ہوں تو اب ہمیشہ کے لیے تم یہیں رہو گی اور اگر تم سمجھتی ہو کہ جب میں تمہارے پیرنٹس کے ساتھ تمہارا پیچ اپ (راضی نامہ) کرواؤں گا تو تم مجھے خدا حافظ کہہ کر اپنے راستے چل دو گی تو یہ تمہاری سب سے بڑی بھول ہے۔'' وہ خطرناک حد تک صاف گو تھا۔ حریم کو اس روز اندازہ ہوا پیسے والے سب ہی صاف گو ہی ہوا کرتے ہیں۔

حریم کو اس روز سیٹھی لیدرز کے آفس میں کھڑا شخص یاد آیا۔ کتنے آرام سے اس نے اپنی گراوٹ اور ہر بے غیرتی کا اعتراف کر لیا تھا حریم کے سامنے۔ کوئی اور ہوتا تو شاید آنکھوں دیکھی کو بھی جھوٹ بول کر غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتا۔

حریم نے اسے کاؤچ پر بیٹھ کر چٹنی میں ڈبو کر پکوڑا کھاتے دیکھا۔ اس شخص نے اس کی ساری زندگی تلپٹ کر دی تھی۔ آندھی و طوفان بن کر آیا وہ اس کی زندگی میں اور تلپٹ کر گیا تھا سب کچھ۔

''ہم..... بہت اچھے بنے ہیں۔ کھا لو۔ کیوں ٹھنڈے کر رہی ہو؟'' وہ کہہ رہا تھا۔ حریم کا دل ہر شے سے

اچاٹ ہونے لگا۔
''میرا دل بھر گیا ہے تم لوگوں کی باتوں سے ہی۔'' وہ اس کی بات کی تہہ تک فوراً پہنچا۔
''ہر گھر کے اپنے اصول ہوتے ہیں حریم! یہ گھر مما کا ہے وہی یہاں کی ''رولز میکر'' ہیں سوان کے رولز ماننا تو پڑے گا۔ تم بے فکر رہو، یہاں جو کچھ پکتا ہے۔ اس میں سے کافی کچھ ملازمین کو بھی جاتا ہے لیکن جس کام سے مما منع کریں۔ وہ مت کرنا۔ اس سے تم بھی پرسکون رہو گی اور وہ بھی۔'' وہ اسے سمجھا رہا تھا۔
''میں یہاں کسی کو خوش یا پرسکون کرنے نہیں آئی ہوں، میری زندگی تباہ ہوئی ہے تو میں بھی سب کو برباد کردوں گی۔'' حریم چیخی۔ تو وہ بھنوؤں کو استفہامیہ جنبش دیتے ہوئے جیسے اس کی بے وقوفی پر بے ساختہ مسکرا دیا۔
''تم حق پر ہو...... کرسکتی ہو کسی کو بھی برباد۔ لیکن میرو کو ایک سوئی برابر بھی تکلیف پہنچی تو تمہیں مجھ سے کوئی بچا نہیں پائے گا۔'' وہ اس قدر آرام سے بولا کہ حریم کا دل دہل گیا۔
''تم مائرہ سے شادی کرلیتے.. وہ پال سکتی تھی میرب کو.... تم نے میری زندگی کیوں برباد کی... ان فیکٹ (درحقیقت) میری ساری فیملی کی۔''
حریم تھک کر بستر کے کنارے ٹک گئی۔ جب سے اماں اور طوبیٰ سے مل کر آئی تھی۔ ابا کی یادوں میں زور پکڑنے لگی تھی۔ وہ ماں باپ کی حساس اور خیال کرنے والی بیٹی تھی۔ اس کے لیے یوں ان سے کٹ کر رہنا بلکہ ایک الزام کے ساتھ کٹ کر رہنا اخلاقی موت تھا۔
''میں بہتر سمجھتا ہوں جو میں نے کیا ہے اور میں نے کچھ بھی غلط نہیں کیا۔'' وہ ٹشو پیپر کھینچ کر ہاتھ صاف کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔ حریم بھی بے اختیار اٹھی تھی۔
''مجھ سے پوچھو۔ تم کتنے غلط اور قابل نفرت ہو۔''
''نفرت کا ہی سہی مگر کوئی رشتہ تو ہے نا ہمارے بیچ.. اتنا ہی کافی ہے... پکوڑے کھاؤ تا کہ تمہاری حس لطیف جاگے۔ میں ثریا کے ہاتھ چائے بھجواتا ہوں۔'' وہ کہتے ہوئے کمرے سے نکل گیا تھا۔ حریم نے پسلیوں پر ہاتھ جما کر بے بسی سے ادھر ادھر دیکھا جیسے کوئی چیز اٹھا کے زمین پہ دے مارنے کا سوچ رہی ہو۔

☆☆☆

رکشے میں بیٹھ کر بھی وہ تمام راستے چادر میں منہ چھپائے روتی رہی اور اپنے گھر جانے کے بجائے تجل کے گھر کے پاس اتری۔ وہ ایسا چہرہ لے کر گھر جانے کا رسک نہیں لے سکتی تھی جس سے حریم سمجھتی کہ وہ سب کہ دانا آئی ہے۔ تجل بھی آفس سے ابھی گھر پہنچی تھی۔ اس کی امی کو سلام کرکے سر جھکائے وہ سیدھی تجل کے کمرے میں آ گئی۔
''خیریت تو ہے نا؟'' اس کی خاموشی سے گھبرا کر تجل نے اسے بے اختیار جھنجوڑ ڈالا۔ نرمین کی چادر ڈھلک کر شانوں پر آ گری۔ رونے سے سوجی آنکھیں اور لال بھبو کا چہرہ دیکھ کر تجل دنگ رہ گئی۔
''مینو! کیا ہوا؟''
''تجل...... '' وہ اس کے سامنے بکھر گئی۔ تجل کا دل کسی نے مٹھی میں کرلیا۔
''عباد سے ملنے گئی تھیں نا تم؟'' اس نے متوحش ہو کر پوچھا تو اثبات میں سر ہلاتے ہوئے نرمین کے آنسو اور تیزی سے بہنے لگے۔
''رو مت...... پوری بات کرو نرمین! کیا ہوا ہے؟'' تجل کے ذہن میں کئی خدشات دوڑ گئے۔ نرمین کے لب کچھ کہنے کی کوشش میں لرزے مگر وہ پھپھک کر رو دی۔ تجل اس کی حالت دیکھتے ہوئے اس کے لیے پانی کا گلاس لے آئی۔ وہ گھونٹ گھونٹ کرکے پانی پیتے خشک حلق کو تر کر رہی تھی اور تجل متفکر سی اس کے پاس بیٹھی اس

کے سنبھلنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کا دل اوہام کا شکار تھا۔
زمین نے روتے ہوئے اسے ساری بات کہہ سنائی تو نگل کو اسے چپ کروانا بھی یاد نہ رہا۔
عباد نے اسے لوٹنے کی خاطر اس کی سب سے بڑی کمزوری کو نشانہ بنایا تھا۔ لیکن چمک دمک پر مرمٹنے والی لڑکی اس وار سے ڈھے نہیں جایا کرتی۔ کچھ نیک ماں کے دودھ کے اثر اور باپ کے اچھے ہوئے سر کی لاج رکھ بھی لیا کرتی ہیں۔ زمین کا ان سب آسائشات کے لیے لالچی ہونا الگ بات تھی مگر ''ایسی قیمت'' اس نے خواب میں بھی نہ سوچی تھی۔ وہ عباد سے دوستی کے بعد اس سے شادی کر کے یہ سب آسائشات حاصل کر لینا چاہتی تھی مگر شادی سے پہلے ایسے تعلقات؟ یہاں تو زمین و آسمان ہی الٹ پلٹ گئے تھے۔ عباد اس کے قریب آیا تو بے اختیار اور بلا ارادہ ہی زمین نے اس کے چہرے پر تھپڑ دے مارا۔
''تھوکتی ہوں میں تمہاری ان لگژریز پر عباد! عزت کے بدلے بادشاہت بھی ملے تو میں نہ لوں۔ تم نے مجھے کس جج (غلط سمجھا) کیا ہے۔''
زمین کا تو دل ہی مر گیا تھا۔ وہ روتی ہوئی عباد کے فلیٹ سے نکلی۔ اسے خوف تھا کہ وہ اسے زبردستی روکنے کی کوشش کرے گا لیکن وہ اوپن کچن کے کاؤنٹر سے ٹیک لگائے خاموشی سے اسے روتے ہوئے جاتا دیکھتا رہا۔ شاید وہ اس طرح کے تعلقات میں ''باہمی رضامندی'' کا قائل تھا یا شاید اس کے پاس ''ویسی'' لڑکیوں کی کمی نہیں تھی۔
''او میرے اللہ! اس قدر گراوٹ؟'' نگل سب سن کر ششدر رہ گئی۔
''میں تو کچھ سمجھ ہی نہ سکی۔ نگل! اس نے آج تک اتنی ساری ملاقاتوں میں کبھی بھی مجھ سے اشارتاً بھی کوئی گھٹیا بات نہیں کی تھی۔'' زمین کی حالت اس لٹے پٹے شخص کی سی تھی جس کی ساری دولت کے ساتھ اس کی ہر آس اور امید بھی لٹ چکی ہو۔
''میں رانا سے بات کروں گی۔'' نگل نے غصے سے کہا۔
''نن نہیں...... کسی سے کچھ مت کہنا، بات پھیل جائے گی۔''
زمین کے آنسو پھر سے بہہ نکلے۔ کیا ہی آسمان ٹوٹ پڑا تھا آج اس پر۔ دوپہر تک وہ کتنی خوش تھی۔ آج وہ عباد سے شادی کی بات کر لیتی اور بس...... خوشیاں اس کی دسترس اور ستارے مٹھیوں میں تھے...... مگر اب پتا چلا کہ وہ اس کی دسترس میں کبھی تھا ہی نہیں اور مٹھیوں کے ستارے...... انگارے تھے...... جن کی ایک چنگاری نے ہی آج اسے پور پور جلا ڈالا تھا۔
''اسے بھی تو پتا چلے، اس کا دوست کتنا گھٹیا ہے۔'' نگل کو مزید طیش آیا۔
''اسے پہلے سے پتا ہوگا...... وہ جگری دوست ہے اس کا۔'' زمین نے دکھ سے کہا۔
(اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ اسے کہو، یہیں سے اپنے قدم واپس موڑ لے۔ عباد سیٹھی تک جانے والا راستہ بہت پرخار ہے۔ اس نے ''کچھ اور'' ہی معیار بنا رکھا ہے اپنا)۔
نگل کو رانا سعید کی تنبیہ یاد آئی مگر تب اس نے اس کی باتوں کو درخوراعتنا نہ جانا تھا۔ وہ سختی سے لب بھینچ کر رہ گئی۔ یقیناً وہ اپنے دوست کی عادات و خصائل سے واقف تھا۔ زمین ٹھیک کہہ رہی تھی۔
''اچھا...... اب تم چپ کرو۔ پرسکون کرو اپنے آپ کو۔ ایسی شکل لے کر گھر جاؤ گی تو سب سوال پوچھیں گے۔'' نگل نے اس کا ہاتھ تھپکتے ہوئے تسلی دی۔
''وہ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہے نگل! میں نے سچ میں اس سے محبت کی ہے۔ اور اس نے میرے لیے کیا گرا ہوا سوچا۔'' وہ مچلی۔

"شکر کرو زمین کہ اللہ نے بچالیا ہے تمہیں۔ اس میں کوئی بہتری ہوگی تمہارے لیے۔"

"میرے سارے خواب...... آج ٹوٹ گئے کجل!" وہ کہتے ہوئے بے اختیار اونچی آواز میں رونے لگی۔ لب بھینچتے ہوئے کجل نے اسے شانے سے لگالیا۔

قسم ہے زمانے کی...... انسان خسارے میں ہے......

ایسے ہی نہیں کہا گیا.... پس ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہیں اللہ کے فیصلوں پر صبر و شکر کرنا نہیں آتا۔ زمین بھی اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے ابھی تک عباد کی اصلیت کھلنے کے دکھ میں تھی...... یہ سمجھے بنا کہ کسی دھوکا دہی کے مرتکب شخص کی اصلیت آپ پر کھلنا اللہ کے مہربان ہونے کی نشانی ہے۔

مگر کوئی ہے جو سوچے سمجھے؟

☆☆☆

اماں اپنا سوال پوچھ کر اس کے جواب کی منتظر تھیں اور حریم کی تو جیسے جان پر بن آئی تھی۔ اسی وقت ڈور بیل بجی تو حریم کے وجود میں بجلی سی دوڑ اٹھی۔

"زمین آگئی ہے اماں! آپ کے باقی ہر سوال کا جواب وہ خود دے گی۔" بعجلت کہہ کر وہ جوتی میں پاؤں اڑستی کمرے سے نکل گئی تھی۔ اماں ساکت بیٹھی رہ گئیں...... یعنی بات واقعی کچھ تھی...... یااللہ خیر...... ان کا دل لرزا۔

زمین بہت سست سی اندر داخل ہوئی مگر اندر اماں نے جو موضوع چھیڑ رکھا تھا اس کے زیراثر آئی حریم نے اس کے روئے روئے چہرے پر اتنا غور نہیں کیا تھا اس کے سلام کا جواب دیتی اسے کھینچ کر صحن کے ایک کونے تک لے گئی۔

"اماں نے اندر بات چھیڑ رکھی ہے تمہارے اور زلفی کے رشتے کو لے کر۔ موقع اچھا ہے، دل کی بات بتا دو زمین! میں نے تو اپنی پوری کوشش کی ہے اماں کی سوچ بدلنے کی۔ آگے کی منزل اب تمہیں خود طے کرنی ہوگی۔"

حریم نے کم ترین الفاظ میں اسے ممکنہ صورت حال سے آگاہ کیا تھا وہ کوئی جواب دیے بنا خاموشی سے اندر چلی گئی۔ حریم اس کی خاموشی پر پہلی بار ٹھٹکی۔ پھر تیز قدموں سے اس کے پیچھے چلتی کمرے میں آئی۔ وہ اماں کو سلام کر کے چادر اتار کر تہہ کر رہی تھی۔ تب حریم نے اس کا غیر معمولی سرخ چہرہ اور آنکھیں دیکھیں۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟ چہرہ اور آنکھیں لال ہو رہی ہیں۔" اماں نے بھی بغور اسے دیکھا تو وہ خود کو سنبھالتے ہوئے کھنکھاری۔

"صبح سے سر میں درد تھا... اب تھوڑا بخار بھی محسوس ہو رہا ہے۔"

"کھانا کھالو پھر چائے کے ساتھ دوا لے لینا۔" حریم متفکر ہوئی۔

"کھانے کا بالکل بھی موڈ نہیں۔ چائے پی لوں گی ٹھہر کر۔"

"خالی پیٹ تو دوا نہیں کھا سکتیں ناں۔ رسک یا بسکٹ لے لینا چائے کے ساتھ۔" اماں نے ٹوکا تو وہ خاموش رہی۔

"اماں تمہاری رضامندی پوچھ رہی ہیں زلفی کے رشتے کے متعلق۔ میں نے کہا کہ زمین خود بہتر طریقے سے جواب دے سکتی ہے اس سوال کا۔" حریم نے ان دونوں کو خاموش دیکھ کر بات پھر سے آئندہ پر ٹلتے دیکھی تو جان بوجھ کر وہیں سے سلسلہ جوڑا جہاں پر زمین کی آمد کے ساتھ ٹوٹا تھا۔ اماں نے گھور کر اسے دیکھا مگر وہ ڈھٹائی کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہوئے ان سے نظریں ملائے بنا اب منتظر نظروں سے زمین کو دیکھ رہی تھی۔ وہ چپ چاپ سر جھکائے اپنے ہاتھ کے ناخنوں کو گھور رہی تھی۔

''تمہارے باپ نے تمہیں اس دن کے لیے نہیں پڑھایا لکھایا کہ تم اس کے فیصلوں کے آگے اعتراض بن کر کھڑی ہو جاؤ۔ جو بڑے اپنے تجربوں کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں، چھوٹوں کو وہ ظاہری بینائی سے دکھائی نہیں دیتا۔''

اماں کو اندر سے اچھی خاصی تاب چڑھ رہی تھی مگر وہ جانتی تھیں کہ یہ معاملہ بڑی احتیاط سے ہینڈل کرنے والا ہے خصوصاً جب اس کا براہ راست تعلق زرمین کی ذات سے تھا۔

''اماں! یعنی کہ تعلیم ہمیں ذہن کھولنے کی اجازت تو دیتی ہے لیکن زبان کھولنے کی نہیں؟'' حریم کی ناراضی میں زبان پھسل گئی۔

''تم بیچ میں بکواس مت کرو۔'' اماں نے اسے جھڑکا تو وہ ان کے شانوں کے گرد بازو لپیٹتی ان سے چمٹ گئی۔

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اماں!'' کھنکھار کر گلا صاف کرتے ہوئے زرمین نے کہا تو حریم گویا حیرت سے مر جانے کے قریب ہو گئی۔

''کک.......کیا.......کس پر اعتراض نہیں ہے تمہیں؟ پہلے بات تو سن لو اماں کی۔''
وہ ہکلائی۔ ابھی تو باہر اس بے وقوف کو سارا معاملہ سمجھایا تھا اور اندر آ کر بنا سوچے سمجھے بولے چلی جا رہی تھی۔

''زلفی اور تمہارے رشتے کی بات کر رہی ہوں میں۔ دو ماہ بعد کی تاریخ دے رہی ہوں میں نصرت کو۔''
اماں کا چہرہ کھل اٹھا زرمین کی اتنی سی بات سے۔ جبکہ حریم بے تابی سے زرمین کا منہ دیکھ رہی تھی۔ ابھی پھٹی کہ پھٹی۔ لیکن اس طرف تو ردیا روپا شکس انداز تھا جیسے پروا ہی نہ ہو کہ اس کی زندگی کا کیا ہونے جا رہا ہے۔

''جو آپ کی مرضی ہو کریں۔'' زرمین کی آواز رندھ گئی تو اماں نے بے اختیار خوشی اور مسرت میں گھرتے گھرے مان کے ساتھ آگے بڑھ کر زرمین کو خود سے لپٹا لیا۔

''میری شہزادی دھی! اللہ نصیب بلند کرے۔ مجھے پتا تھا، اپنے باپ کا سر نیچا نہیں ہونے دے گی۔'' زرمین کی آنکھوں سے گرم گرم آنسو بہہ کر اماں کی چادر میں جذب ہونے لگے۔ حریم ساکت وجامد تھی۔ اس کا وجدان اسے کسی انہونی کے ہو جانے کی خبر دے رہا تھا، تب ہی اس کا دل گہری کھائی میں ڈوبتا جا رہا تھا۔

اتنے ہارے ہوئے تو محبت میں ''لٹ پٹ جانے والے'' ہوا کرتے ہیں۔ (تو کیا وہ بھی سب کچھ ہار کر لٹا کر آ رہی تھی؟) حریم پر اس لمحے اندر ہی اندر قیامت ٹوٹنے لگی۔ وہ ایک ٹک زرمین کو اماں کے شانے سے لگے آنسو بہاتے دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

ڈینیئل کی منگنی کی تقریب میں کیتھی نے بھی اپنے قریبی دوستوں میں سے زیڈ کو بطور خاص انوائٹ کیا جسے دیکھ کر مارک کی تیوری چڑھی ہوئی تھی۔ ساری تقریب میں وہ زیڈ اور کیتھی کو خوش گپیوں میں مصروف دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھتا رہا تھا۔

''اتنی پرائیویٹ تقریب میں اس کا کیا کام تھا؟'' تقریب ختم ہونے کے بعد جب مہمان چلے گئے اور صرف گھر والے ہی رہ گئے۔ مارک موقع پا کر کچن میں چلا آیا جب کیتھی سب کے لیے مزید ڈرنکس لینے کچن میں آئی تھی۔

''اس وقت میرے ساتھ بکواس مت کرنا مارک! میں بہت اچھے موڈ میں ہوں۔'' کیتھی نے اونچی آواز میں کہتے ہوئے اسے ٹوک دیا۔

''اوہو...... تو گویا یہ اشارہ ہے کہ مجھے بھی اچھے موڈ میں آجانا چاہیے؟'' دفعتاً لب ولہجہ بدلتے ہوئے وہ مسکرایا اور کیتھی کے انتہائی قریب چلا آیا۔

''دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' کیتھی بگڑی مگر اسی اثنا میں مارک اس کی کمر میں بازو حمائل کر چکا تھا۔

''بی ہیو یو......'' کیتھی نے بدک کر اسے دھکیلا مگر وہ ڈھیٹ بنا اس کی طرف جھکا۔ اسی وقت کسی نے اس کی شرٹ کا کالر پکڑ کر پیچھے گھسیٹ لیا۔

''جب کوئی لڑکی کہے نہیں۔'' تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ ''نہیں۔''

زیڈ نے سرد لہجے میں کہتے ہوئے اسے باہر کی طرف دھکیلا۔ تو مارک جو پہلے ہی اس کی وہاں موجودگی پر تلملا رہا تھا۔ اس نے زیڈ کے منہ پر مکا دے مارا جسے وہ پھرتی سے ایک طرف ہو کر ناکام بنا گیا لیکن جواباً مارک اس کی ناک پر پڑنے والے گھونسے سے محفوظ نہیں رہ سکا تھا۔ شور وغل سن کر سب کچن کی طرف بھاگے۔

''او گاڈ۔'' ڈینئل اور پال نے مارک کی ناک سے خون کے ٹپکتے قطرے دیکھے تو دونوں اس کی طرف لپکے۔ کیتھی نے گھبرا کر زیڈ کا ہاتھ تھام کر اسے باہر کی طرف دھکیلا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' پال نے غصے سے کیتھی کی طرف دیکھا۔

''یہ سب اس سور کی کارستانی ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' مارک زیڈ پر لپک رہا تھا۔ ڈینئل اور پال بے یقینی سے کیتھی اور زیڈ کو دیکھ رہے تھے۔

''یہ میرے ساتھ بدتمیزی کر رہا تھا۔'' کیتھی نے جلدی سے زیڈ کی طرف داری کرتے ہوئے مارک کو کینہ توز نظروں سے دیکھا۔

''میرے خیال میں یہ ہمارا فیملی میٹر ہے، تمہیں اب جانا چاہیے۔'' ڈورس نے معاملہ فہمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اشارتاً زیڈ کو نکلنے کا عندیہ دیا تو وہ سر جھٹکتا وہاں سے نکل گیا۔

''زیڈ۔'' کیتھی ماں کو خفگی سے دیکھتی اس کے پیچھے لپکی تو پال نے اونچی آواز میں اسے پکارا مگر وہ سب کچھ نظر انداز کیے دروازہ کھول کر سیڑھیوں کی طرف بڑھی جہاں وہ تیزی سے نیچے جاتا دکھائی دے رہا تھا۔

''زیڈ...... پلیز...... رکو۔'' کیتھی اونچی ہیل پہنے ہوئے تھی، تیزی سے اترنے کی کوشش میں ہیل کی ٹک ٹک پوری عمارت میں گونج رہی تھی۔

''آرام سے آؤ۔ میں یہیں کھڑا ہوں کیتھ! گر مت جانا۔'' وہ نہ رکتا لیکن کیتھی کے تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے گر جانے کے خوف سے وہ مجبوراً رک گیا۔ اس تک پہنچ کر کیتھی بے اختیار اس سے لپٹ گئی۔

''آئی لو یو زیڈ...... آئی رئیلی لو یو...... حالات چاہے کیسے بھی کیوں نہ ہوں۔'' کیتھی نے چہرہ اوپر کر کے اسے دیکھا۔ اور آج پہلی بار یہ اعتراف کیا۔

''وہ خبیث ہے...... لیکن میرا کزن ہے تو سب اسے اہمیت دیتے ہیں۔''

''میں آج اس کا منہ توڑ دیتا۔ اس کی ہمت کیسے ہوئی تمہیں چھونے کی۔''

وہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔ کیتھ کو خوشی ہوئی کہ وہ اس کے لیے پوزیسو اور پروٹیکٹو (محافظ) تھا۔ زیڈ نے اسے نرمی سے خود سے الگ کیا۔

''اب گھر جاؤ...... وہ پتا نہیں کیا بکواس کر رہا ہوگا۔'' وہ ہلکا سا مسکرایا۔ تو اس کی آنکھیں بھی مسکرا اٹھیں۔

''لفٹ ٹھیک ہو چکی ہے...... تم لفٹ کے ذریعے جا سکتے ہو۔'' وہ شرارت سے بولی۔ تو وہ لفٹ کا بٹن دباتے ہوئے مسکرا دیا۔ لفٹ میں داخل ہو کر وہ اس کی طرف پلٹا۔

''لو یو ٹو کیتھ!''

اس کی مسکراتی ہوئی آواز میں لفٹ کا دروازہ بند ہوتے ہوئے کیتھی نے اس کا اعتراف محبت سنا تو وہ سرشار سی ہو گئی۔ پھر کچھ یاد کر کے اس کی خوب صورت پیشانی پر بل پڑے۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی تو ایک ہنگامہ اس کا منتظر تھا۔

''پوچھو اس سے...... اپنے زخمی منگیتر کو چھوڑ کر یہ اس خبیث شخص کے پیچھے کیوں بھاگی تھی۔'' اسے دیکھتے ہی مارک نے کینہ توز انداز میں کہا۔ کیتھی کو اس کی سوجی ہوئی ناک دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔

''میرے دوست کے سامنے تم میری مرضی کے بنا مجھ سے فری ہونے کی کوشش کرو گے تو وہ تو اپنی دوست کے لیے ری ایکٹ تو کرے گا نا۔'' وہ اطمینان سے بولی لیکن پال قطعاً خوش نہیں تھا۔

''اگر وہ ہمارا مہمان نہ ہوتا تو یہاں سے ہاتھ پاؤں تڑوا کر ہی جاتا۔'' وہ سنجیدہ تھا۔ کیتھی نے خفگی سے باپ کو دیکھا۔

''اس نے پہلے زیڈ پر حملہ کیا تھا، اس نے تو صرف جوابی پنچ مارا ہے۔''

''آج کے بعد وہ لڑکا اس گھر میں تو کیا مجھے اس بلڈنگ کے آس پاس بھی دکھائی نہیں دینا چاہیے۔'' مارک کو سمجھا بجھا کر بھیجنے کے بعد پال نے قطعی انداز میں اعلان کیا تھا۔

''ڈیڈ...... فار گاڈ سیک...... مارک کی تنگ نظری سے آپ اچھی طرح واقف ہیں۔'' کیتھی جھنجلائی۔

''لیکن تمہارے دوست کی حرکت مجھے بالکل بھی پسند نہیں آئی۔ تمہارا اور مارک کا معاملہ تم دونوں کو آپس میں سلجھانا چاہیئے تھا۔'' پال نے غصے سے کہا۔

''او کے ڈیڈ! میں سمجھا دوں گا کیتھی کو...... ریلیکس۔'' ڈینئل نے آنکھ کے خفیف سے اشارے سے کیتھی کو اندر کمرے میں جانے کو کہا تو وہ خاموشی سے کھسک گئی۔

''گریجویشن مکمل ہوتے ہی ان کی شادی کر دینی چاہیے، اس سے پہلے کہ درمیان میں کوئی غلط فہمیاں آئیں۔'' پال نے اپنا فیصلہ سنایا تو ڈورس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جبکہ ڈینئل کی آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

☆☆☆

''تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے زرمین! یہ کیا گیم کھیل رہی ہو تم...... کل کو ابا تمہیں اپنے لفظوں سے پھرنے نہیں دیں گے۔ اگر یہ مذاق تھا تو تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اب تم بری طرح پھنس چکی ہو اماں ابا کل ہی جا کر پھپھو کو شادی کی تاریخ دے آئیں گے۔'' اماں کے جاتے ہی حریم اس پر چیخی تھی۔

''تو......؟'' زرمین نے دیکھتے سر کو دباتے ہوئے بے تاثر لہجے میں پوچھا تو حریم اسے دیکھ کر رہ گئی۔

''تو......؟ تو یہ کہ کیا تم واقعی میں زلفی سے شادی کرو گی؟'' حریم نے بے یقینی سے پوچھا۔ کل تک تو وہ بھانگ دہل زلفی کو گالیاں دیا کرتی تھی۔

''میں نے جو کہنا تھا، اماں سے کہہ دیا ہے حری! اب میرا دماغ مزید مت دکھاؤ۔''

''سب ٹھیک تو ہے نا مینو!؟'' حریم کا دل کسی گہری کھائی میں ڈوبا۔ ''تم تو عباد کے علاوہ کسی اور کے متعلق سوچنا بھی گوارا نہیں کرتی تھیں؟''

''نام مت لو اس کا۔'' زرمین نے سختی سے اسے ٹوک دیا۔

''کسی کی ناراضی اور ضد میں فیصلہ مت کرو زرمین! کل کو پچھتا کر فیصلہ بدلو گی تب تک دیر ہو چکی ہو گی۔''

حریم کو پکا یقین ہوا کہ عباد سے کسی بات پر لڑنے کے بعد ناراض ہو کر زرمین یہ فیصلہ کر رہی ہے۔

''میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔ تمہاری بہت مہربانی ہو گی اگر تم یہ بک بک چھوڑ کر چائے کا ایک کپ

بنالاؤں گی۔"

نرمین نے خشک لہجے میں کہا تو حریم نا چاہتے ہوئے بھی وہاں سے ہٹ گئی اور بس..... تنہائی سے کبھی شرم..... نرمین کے کب سے رکے آنسو پھر سے بہہ نکلے۔

وہ کسی کی بھی ضد میں آ کر خود کو تباہ و برباد کر دینے کی حد تک فیصلے کرنے والی خصلت رکھتی تھی۔ محبت اور نفرت میں شدت پسند..... فوری فیصلے کرنے والی عجلت پسند۔

"مر جاؤ تم اللہ کرے عباد وسیم! تم نے میرے سارے خواب توڑ ڈالے جس کا تم کوئی حق نہیں رکھتے تھے۔"

تکیے میں منہ چھپا کر وہ بے آواز بلک اٹھی۔

☆☆☆

زلفی پر تو شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری تھی۔ اسے یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ نرمین شادی کے لیے مان گئی ہے۔ نرمین کی اکڑ، غرور اور تنتنا زلفی کو یقین دلاتا تھا کہ وہ کسی طور اس رشتے پر راضی ہونے والی نہیں تھی لیکن آج اچانک ماموں، مامی کا مٹھائی کے ٹوکرے کے ساتھ آنا اور دو ماہ بعد کی شادی کی تاریخ دے کر جانا اسے بے یقینی بھری خوشی کا شکار کر گیا تھا۔

"اب آئے گی قابو میں..... سا....." وہ زیر لب گالی بکتے ہوئے سرشار بھی تھا۔ نرمین جیسی پڑھی لکھی طرح دار اور کھمن ملائی جیسی لڑکی کا یوں بیٹھے بٹھائے ہاتھ آ جانا اس جیسے ویلے نکھٹو کے لیے کروڑوں کی لاٹری نکلنے کے برابر تھا۔

"اب اپنے انداز ٹھیک کر لے پوتی! وقت پہ اٹھ کر اسٹور پر جایا کر۔" نصرت نے اپنی خوشی دباتے ہوئے اسے لتاڑا تو وہ بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے ہنسا۔

"ارے اماں! اب ہی تو عیش کے دن آ رہے ہیں۔"

"بکواس مت کر..... خود گھر بیٹھ کر بیوی کی کمائی کھائے گا کمبخت۔" نصرت نے اسے گھرکا۔

"میاں بیوی گاڑی کے دو پہیے ہوتے ہیں اماں! مل کر گاڑی چلے گی تو ہی گھر چلے گا۔" وہ مطمئن تھا۔

"اب پتا نہیں بھائی صاحب موٹر سائیکل کا سوچتے ہیں جہیز میں یا نہیں..... بھئی ہمیں تو لالچ ہے نہیں، ان ہی کی بیٹی کو آنے جانے میں آسانی ہو گی۔"

"دیں گے کیوں نہیں..... اتنے سالوں سے میری بیوی کما رہی ہے، جمع تو کرتے ہی رہے ہوں گے۔"

وہ ایسے ٹھسکے سے بولا جیسے واقعی نرمین اس کی بیوی ہو۔ جبکہ نصرت کو خوب صورت بہو کے ساتھ گھر بھر کے جہیز کی آس بھی لگ گئی تھی۔ زلفی کے ہونٹوں پر مستقل مسکراہٹ نے گھیراؤ کیا ہوا تھا۔

"اب اس الو کے پٹھے سے، کہو سنجیدہ ہو جائے۔ کام کاج سنبھالے تاکہ نکھٹو بن کر بیوی کی کمائی پر نہ پڑا رہے۔" پھپھا کو بیٹے کے کرتوت بالکل بھی پسند نہ تھے۔

"بھئی۔ ان دونوں کا آپسی معاملہ ہے اور دنیا کا دستور ہے میاں! بیویاں اپنے شوہر کی کمائی کھاتی آئی ہیں کیا حرج ہو جائے گا جو ہمارے زلفی نے چار پیسے اپنی بیوی سے لے لیے۔ حق بنتا ہے اس کا۔" نصرت نے مدبرانہ انداز میں کہا تو وہ کینہ توز نظروں سے بیوی کو دیکھنے لگے۔

"کبھی کبھی میں سوچتا ہوں، یہ بے حیا کس پہ گیا ہے..... پھر میں تجھے دیکھ لیتا ہوں۔" پھپھا نے دانت پیسے تو وہ ٹھٹھا لگا کر ہنسیں۔

"بڑے مذاقیہ ہو آپ بھی۔" پھپھا بکتے جھکتے گھر سے نکلے تھے۔

''ہونہہ...... بندر کیا جانے ادرک کا سواد۔'' وہ میاں کے جانے کے بعد ہاتھ جھٹک کر بولیں۔ ''جب بہو آ کر گھر کا آدھا خرچا اٹھائے گی تو سب سے پہلے یہی سکون میں آئیں گے اور مجھے شاباش دیں گے۔''

☆☆☆

شادی کی تاریخ رکھتے ہی گھر میں شادی کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ اماں نے نرمین کے لیے رکھی ساری چیزیں اٹھا کر حریم کے لیے رکھ دیں۔

''میری شہزادی کی ہر چیز اس کی پسند کی ہوگی۔'' انہوں نے نرمین کی پیشانی چومتے ہوئے کہا تو اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ دل مر چکا تھا، خوشیاں روٹھ گئی تھیں۔ ایک حریم ہی تھی جو نرمین کی خاموشی سے ہولتی رہتی تھی۔

اور پھر نرمین نے جاب سے استعفیٰ دے دیا لیکن چونکہ وہ جاب چھوڑنے سے دو ماہ پہلے کمپنی کو انفارم کرنے کی پابند تھی، اس لیے اسے شادی تک آفس جانا ہی تھا۔ شاپنگ کے لیے وہ ایک دن بھی بازار نہیں گئی تھی۔

''مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ؟'' ایک دن تنگ آ کر حریم نے اسے پکڑ ہی لیا تھا۔

''اب کیا ہے؟'' وہ بے زار تھی۔

''کیوں اس طرح ری ایکٹ کر رہی ہو۔ مجھے خوف آ رہا ہے تمہاری اس بے حسی سے۔'' حریم بے چارگی سے بولی۔

''تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟'' وہ اسی طرح ٹھس تھی۔

''کیا تم دل سے راضی ہو زلفی کے لیے؟'' حریم نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ اگر وہ اس کا اور عباد کا معاملہ نہ جانتی ہوتی تو شاید اماں کی طرح بے فکر ہو کر نرمین کی شادی کی شاپنگ کرتی ہوتی لیکن عباد جیسے ہر لحاظ سے نرمین کے آئیڈیل بندے کو چھوڑ کر زلفی کے ساتھ شادی کے لیے ہامی بھرنا حریم کو آنے والے کسی خاموش طوفان کی نشان دہی لگ رہا تھا۔

''خودکشی ہی کرنی ہے نا...... زلفی ہی سہی۔'' وہ سرسراتے لہجے میں بولی تو حریم کا دل تھم سا گیا۔ رکی سانس کھینچتے ہوئے اس نے نرمین کو دیکھا۔

''عباد کا کیا بنا؟''

''مر گیا ہے وہ۔'' نرمین نے ضبط سے کہا اور اسے دیکھا۔ تب حریم نے اس کی آنکھوں میں چمکتے آنسو دیکھے۔

''بہت برا جھگڑا ہوا ہے کیا؟'' حریم کا دل پگھلا۔

''تم نے ٹھیک کہا تھا اس کے بارے میں۔'' نرمین نے آنسو پیتے ہوئے کہا تو آواز گلے میں اٹکنے لگی۔

حریم کا دل گویا اچھل کر حلق تک آیا۔

''اب آگے کچھ مت پوچھنا حری! میں خود کو بہت مشکل سے اس زندگی کی طرف لائی ہوں۔ اب میں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا چاہتی۔'' حریم نے تھوک نگل کر سوکھتا حلق تر کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

نرمین نے کروٹ بدلتے ہوئے تکیے میں منہ چھپا لیا۔

''جاتے ہوئے لائٹ آف کر دینا۔'' حریم ہمدردی سے اسے دیکھتے ہوئے لائٹ آف کر کے کمرے سے نکل گئی۔ اسے نرمین سے ہمدردی سہی مگر وہ خوش تھی کہ زلفی کا کردار عباد جیسا نہیں تھا۔ اس کے باہر نکلتے ہی نرمین کے سارے دکھ جاگنے لگے اور آنکھوں کی زمین نم ہونے لگی۔ اس دل میں عباد نامی تیر گڑ چکا تھا نہ موت آتی تھی نہ ہی زندگی مل رہی تھی۔

''مینو اندر سے خوش تو ہے نا؟'' اماں بھی حریم کی طرح وسوسوں کا شکار تھیں حریم نے گومگو کی کیفیت میں

جواب دیا۔
"اندر کا تو نہیں پتا اماں! ہاں اوپر سے راضی ضرور ہے۔"
اماں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتی رہ گئیں جیسے اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔

☆☆☆

جو نہ مل سکا وہی بے وفا
یہ بڑی عجیب سی بات ہے
جو چلا گیا مجھے چھوڑ کر
وہی آج تک میرے ساتھ ہے
کرے پیار لب پر گلہ نہ ہو
یہ کسی کسی کا نصیب ہے
یہ کرم ہے اس کا، جفا نہیں
وہ جدا بھی ہے تو قریب ہے
وہی آنکھ ہے میرے روبرو
اسی ہاتھ میں میرا ہاتھ ہے
جو چلا گیا مجھے چھوڑ کر
وہی آج میرے ساتھ ہے
میرا نام تک نہ جو لے سکا
جو مجھے قرار نہ دے سکا
جسے اختیار تو تھا مگر......
مجھے اپنا پیار نہ دے سکا
وہی شخص میری تلاش ہے
وہی درد میری حیات ہے
جو نہ مل سکا وہی بے وفا
یہ بڑی عجیب سی بات ہے
جو چلا گیا مجھے چھوڑ کر
وہی آج تک میرے ساتھ ہے

"کہاں ہو؟ ملنا ہے تم سے۔" وہ ایک اداس سی شام تھی جب زمین سنجیدگی سے خودکشی کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ بے حسی کی چادر چھٹی تو اسے احساس ہوا کہ وہ زنگی نامی گٹر میں گرنے والی تھی۔ اسے لگا کہ مر جانا اس شادی سے بہتر فیصلہ تھا۔ جل کے میسج نے اسے جھنجوڑ سا دیا۔
"زندہ ہوں...... اسی دنیا میں۔" زمین کو جوابی میسج کرتے ہوئے اسے رونا آ گیا۔ کیا تھی وہ اور کیا بن چکی تھی۔
"اور مجھے کسی سے نہیں ملنا۔"
"تم آ رہی ہو یا میں گھر آ جاؤں؟"
"میں نہیں ملنا چاہتی جل! کسی بھی پرانے تعلق کو میں اپنی زندگی میں نہیں دیکھنا چاہتی۔" اس نے آنسو پیتے

نے کہا۔

"بکواس مت کرو اور فوراً آؤ۔ بہت ضروری بات کرنی ہے تم سے...... یوں سمجھو، زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔"

تجمل نے بعجلت کہہ کر اسے مزید کسی سوال جواب کا موقع دیے بنا ملنے کی جگہ بتا کر رابطہ منقطع کر دیا۔ زرمین نے گہری سانس کھینچی۔ پچھلے مہینے بھر سے وہ تجمل سے ماسوائے واٹس اپ میسجز کے کسی رابطے میں نہ تھی۔ اور آج......

اس نے ایک نظر اپنے شکن آلود کپڑوں پر ڈالی اور الماری کھول کر کھڑی ہو گئی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" حریم اندر آئی تو اسے میرون کلر کے گرم سوٹ پر گرے کوٹ اور مفلر اوڑھے بالوں میں برش کرتے دیکھ کر خوش گوار سے حیرت سے پوچھا۔ بہت دنوں بعد اس کا سوگوار سا حسن میرون رنگ میں کھلا کھلا دیکھا تو بہت اچھا لگا تھا۔

"یونہی...... تجمل نے بلایا ہے۔ سوچا چکر لگا لوں۔" وہ بال کیچر میں جکڑ کر مفلر لپیٹتی تیار تھی۔ حریم طمانیت سے مسکرائی۔

"بہت اچھی بات ہے۔ کب سے سڑی بسی پڑی رہتی ہو، کھلی ہوا میں طبیعت پر اچھا اثر پڑے گا۔"

وہ سر ہلاتی موبائل بیگ میں ڈالتے ہوئے اماں کو بتا کر گھر سے نکل آئی۔ رکشہ میں بیٹھ کر قریبی ریسٹورنٹ کے فیملی کیبن میں پہنچنے تک کئی بار اس نے راستے سے واپس لوٹ جانے کے متعلق سوچا تھا۔ وہ ریسٹورنٹ کے ہال پر طائرانہ نظر ڈالتی فیملی کیبن کی طرف آ گئی۔ شولڈر بیگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ کرسی پر گر سی گئی۔ کرسی سے سر ٹکائے آنکھیں موندے وہ نجانے کن تکلیف دہ سوچوں کی زد میں تھی کہ ٹیبل کی سطح کو کسی نے کھٹکھٹایا تو وہ ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔

"ہیلو۔" اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ مسکراتا ہوا اس کے سامنے عباد وسیم کھڑا تھا۔ زرمین کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں بھینچ لیا ہو۔

"جھوٹ بول کر ملنے کے لیے بلایا ہے تمہیں، لیکن معذرت بالکل بھی نہیں کروں گا۔"

وہ بشاشت سے کہہ رہا تھا اور زرمین کے حلق میں کڑواہٹ بھرتی جا رہی تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے جانے کے لیے اٹھی اور اپنا بیگ تھام کر کندھے پر ڈالا لیکن اپنے ہاتھ کو عباد کے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں پا کر وہ غصے سے بولی۔

"ہاتھ چھوڑو میرا...... اور میرا نہیں خیال کہ تم ساری زندگی میرا سامنا کرنے کے قابل رہے ہو۔"

"اور اگر میں کہوں کہ یہی ہاتھ مانگنے آیا ہوں تم سے تو؟" عباد نے پرسکون انداز میں کہا تو وہ ناسمجھی کی سی کیفیت میں اسے دیکھنے لگی۔

"شادی کرنا چاہتا ہوں تم سے بیوٹی فل گرل! تم جیسی قیمتی سوچ رکھنے والی لڑکی میں اپنی زندگی سے نفی نہیں کر سکتا۔" وہ بڑے جذب سے کہہ رہا تھا اور زرمین کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس پروپوزل پر اسے رونا چاہیے یا ہنسنا۔

☆☆☆

"یہ لو بھئی...... شادی کارڈز کے ڈیزائن ہیں جو پسند ہو مینو کو، وہ الگ کر لینا۔" ابا نے شادی کارڈز کی کیٹلاگ اماں کو تھمائی تو حریم اشتیاق سے کتاب ان کے ہاتھ سے لے کر کارڈز کے ڈیزائن دیکھنے لگی۔ طوبیٰ بھی اس کے ساتھ جھک آئی۔

"ابھی تو تین ہفتے پڑے ہیں مینو کے ابا! شادی کی تیاریاں ختم نہیں ہوئیں اور آپ کو شادی کے کارڈ چھپوانے کی فکر لگ گئی ہے۔" اماں جزبز ہوئیں۔ تو وہ مسکرا دیے۔

"تیاریاں تو آخری دن تک چلتی رہتی ہیں کارڈ چھپنے میں بھی وقت لگتا ہے...... پھر بانٹنے تو اپنی مرضی ہیں جب جی چاہے گا، تب بانٹ دیں گے۔ چھپ جائیں گے تو ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔" ابا نے تفصیل سمجھایا تو وہ مسکرا دیں۔

"رشتے داروں کی لسٹ بھی بنانی ہے ابا! کس کس کو بلانا ہے اور کتنے کتنے بندے بلانے ہیں۔" حریم کو ایک اور اہم کام یاد آیا۔

"بھئی۔ میرے گھر کی پہلی شادی ہے میں تو سب کو ہی بلاؤں گا اور پوری فیملی کو بلاؤں گا۔" ابا بہت خوش تھے۔ اماں کا دل گھبرانے لگا۔

"پتا نہیں کیا بات ہے... سب کام سیدھے ہو رہے ہیں پھر بھی میرا دل جیسے کسی شکنجے میں کسا ہوا ہے۔" آج نہ چاہتے ہوئے بھی اماں نے اپنے دل کی گھبراہٹ اگل ہی دی تھی۔ ابا خوب ہی ہنسے۔

"تم عورتیں بھی نا...... بہت خوب ہوتی ہو۔ جب کوئی مسئلہ ہو تب بھی سکون نہیں اور جب کوئی مسئلہ نہ ہو تب بھی ٹینشن کہ کوئی مسئلہ نظر نہیں آ رہا خدا خیر کرے۔"

حریم بھی ان کی بات سن کر ہنسنے لگی تو اماں جھینپ سی گئیں۔

☆☆☆

اس روز زرمین گھر آئی تو بہت خوش تھی۔ اتنی خوش جتنی کہ اس شادی کے طے ہونے سے پہلے خوش اور مطمئن ہوا کرتی تھی۔ حریم رات سونے کے لیے کمرے میں آئی تو اس کے لیے دودھ کا گلاس لے کر آئی اور ساتھ شادی کارڈز کی کیٹلاگ بھی۔

"یہ لو۔ اپنی شادی کا کارڈ پسند کر لو۔" حریم مسکرائی تو وہ دودھ ختم کر کے خالی گلاس سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے حریم کی طرف متوجہ ہوئی۔

"تم نے کبھی سزائے موت کے قیدی کی موت کی سزا کو پھانسی کے پھندے کے قریب جا کر معاف ہوتے دیکھا ہے حری!" زرمین کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ حریم کا دل خفیف سا لرزا۔

"کیا فضول باتیں کر رہی ہو...... کارڈ پسند کرو شادی کے لیے۔" حریم نے زبردستی کی بشاشت سے کہا۔ تو وہ کھل کر مسکرائی۔

"پہلے شادی کے لیے لڑکا تو پسند کر لوں۔"

وہ اطمینان سے کہتی حریم کے ارد گرد گویا دھماکہ کر گئی۔

"عماد نے پرپوز کیا ہے مجھے حری! وہ اپنی مما کو ہمارے گھر بھیجنا چاہتا ہے میرے رشتے کے لیے۔" وہ شرمیلی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہی تھی۔ حریم کو لگا اس کے دماغ کے پرخچے اڑ گئے ہوں۔

شادی والے گھر میں شادی کی تمام تیاریاں مکمل ہو جانے والی تھیں۔ شادی کے کارڈز چھپنے والے تھے اور دلہن اپنے لیے نیا بر تلاش کر آئی تھی۔

دروازے میں کھڑی تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ ان کی گفتگو سنتی اماں اپنے دل کے اوہام کو سچ ہوتے دیکھ چکرا کر گریں تو دھڑام کی آواز نے حریم اور زرمین دونوں کو ہڑبڑانے پر مجبور کر دیا۔ اماں کو کمرے کے دروازے کی چوکھٹ پر بے سدھ گرے دیکھ کر حریم بے اختیار چیختی چلی گئی۔

☆☆

باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ

عفت سحر طاہر

رنگ دے چنری

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آکر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آگیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

زمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

زمین کی سہیلی کنول کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔

زمین اپنی دوست صوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا سے جانے کی اجازت

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔

زمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ تھیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ تجل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں تجل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زمین کی دوستی کرا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ یمنی الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں تجل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ زمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کی ویسے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

تجل زمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آجاتی ہے زمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

زمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زمین، تجل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

زمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زمین کو فون کرتی ہے، فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر تجل کے نمبر پہ کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آجاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

زمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی، زمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو زمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔

نزہت گھر واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔

حریم عباد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آجاتی ہے عباد اسے دھمکاتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ زمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مارک ڈینئیل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ زمین گھر میں نہیں ہوتی۔

حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔

عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد زمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد زمین کو باپ کی بات یاد آتی ہے کہ دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔

عباد زمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آجاتی ہے۔ عباد کی پرکھ کہ وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھپھو تاریخ لینے آجاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر زمین شادی کی ہامی بھر لیتی

ہے۔ نصرت پھپھو اور زلفی خوش ہو جاتے ہیں۔ بجل فون کر کے زمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پرپوز کرتا ہے۔ زمین خوشی خوشی گھر آتی ہے۔

رات میں حریم زمین سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کرلو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کرلوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عباد وسیم نے اسے پرپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہو کر گر پڑتی ہیں۔

ساتویں قسط

جس قیامت کو حریم کی خاموشی کئی ماہ سے ٹالے ہوئے تھی، اماں کی بے ہوشی اسے ظہور میں لے آئی۔ اس روز اماں ہوش کے ساتھ ساتھ حواس میں بھی لوٹ آئیں۔ ابا کے گھر آنے میں ابھی وقت تھا انہوں نے زمین کو چوٹی سے پکڑ لیا۔

''اماں...... ایسے مت کریں۔'' بوکھلا کر گڑبڑائی ہوئی حریم کو اماں نے لال ہوتی آنکھوں سے گھورا اور چیخیں۔

''ایسے مت کروں......؟ تا کہ کل کو تو بھی کسی راہ چلتے کو پکڑ کر لے آئے۔'' حریم آنسو پیتی پیچھے ہٹ گئی۔ ماں کا اعتبار ٹوٹا تھا۔ بیٹی صفائی پیش کرنے کی مجاز نہیں تھی۔

''جان بھی لے لیں تو میرا فیصلہ یہی رہے گا اماں۔''

زمین نڈر و بے باک لہجے میں بولی۔ اماں نے اسے تھپڑوں کی زد پر رکھ لیا۔ حریم تھر تھر کانپتی پہلے تو اپنا دوپٹہ منہ میں ڈالے چیخیں روکتی رہی لیکن زمین کی ڈھٹائی اور اماں کو کمزور پڑتے دیکھ کر اس نے اماں کو آگے بڑھ کر تھام لیا۔

''بس کر دیں اماں! فائدہ تو وہاں ہو مار کا جہاں پتا ہو کہ کچھ اثر ہوگا بے کار میں خود کو تھکا رہی ہیں۔'' اس نے روتے ہوئے بے بسی سے کہا۔

''میں...... مر جاؤں گی میں...... اس کے باپ کو کیا منہ دکھاؤں گی...... یہ تربیت کی تھی میں نے اس کی۔'' وہ بھی تھک ہار کر رونے لگیں۔

''بیٹیوں کو فقط اعتماد اور آزادی ہی کی ضرورت نہیں ہوتی اماں! ان کی اپنی زندگیوں کے فیصلوں میں مشاورت بھی ہونی چاہیے۔'' زمین اپنی جگہ سے چلائی تھی۔

''ابا سے پوچھوں گی میں...... اگر گڑھے میں ہی گرانا تھا تو اندھا ہی رہنے دیتے۔''

''قیامت تو اب آئے گی۔'' اماں پھپھک کر رو دیں۔

''کوئی قیامت نہیں آئے گی۔ ابا کی لاڈلی بیٹی ہے۔ خود سمجھا لیں گے اسے...... آپ پریشان مت ہوں۔'' حریم کو ان کا بی پی بڑھ جانے کا ڈر تھا۔

''انہیں کچھ ہو جائے گا حریم! وہ سہہ نہیں پائیں گے۔'' اماں بے حد خوف زدہ تھیں۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا اماں! اتنی ہمت کی ہے اس نے تو آگے آنے والی قیامت کے متعلق بھی سوچ ہی رکھا ہوگا۔'' حریم تلخی سے بولی۔

''تو...... تجھے سب پتا تھا؟'' اماں متوحش ہوئیں۔ ''مجھے پتا چلا تھا اماں! لیکن اسی وقت وہ معاملہ ختم ہو گیا اور زمین نے زلفی کے لیے ہاں کہہ دی تھی۔'' حریم کی زبان لڑکھڑائی۔ جھوٹ بولنا سرشت میں نہ تھا لیکن وقت ایسا آن پڑا تھا کہ پہلو بچانا ضروری تھا۔

''ہاہ...... تجھے کیا الزام دوں۔'' اماں نے سسکاری بھری پھر دونوں ہاتھوں سے اپنا ماتھا پیٹنے لگیں۔

"جب میں ماں ہو کر اس کے بدلے تیوروں سے اس کے دل کی بات سمجھ نہ پائی۔"

"اماں...... اماں...... پلیز...... مت کریں۔" حریم نے ان کے ہاتھ تھام لیے، اس کی آنکھیں بھی برس رہی تھیں۔

"میں بات کرتی ہوں اس سے اماں! شادی کے کارڈ چھپنے والے ہیں...... رشتہ داروں کو منہ زبانی اطلاع ہو چکی ہے شادی کی۔ وہ ابا کی عزت رلنے نہیں دے گی۔"

زمین کی بے پناہ ضدی طبیعت سے واقف ہونے کے باوجود حریم نے کسی موہوم سی امید کے سہارے اماں کو تسلی دی۔ مگر ادھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ تھی۔

"مجھے کچھ مت سمجھاناحری! اب میں کچھ بھی نہیں سمجھوں گی۔" وہ سرکش تو تھی ہی، اب باغی بھی ہو رہی تھی۔ حریم نے اس کا بازو سختی سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

"تم نے مجھے اس بے غیرت شخص کے بارے میں بتایا تھا...... کیسے تنہائی میں فائدہ اٹھانا چاہا تھا اس نے تمہاری اندھی محبت کا۔" آہستہ لیکن سخت آواز میں اس نے زمین کو یاد دلایا۔ جب زمین زلفی کے لیے ہاں کرنے کے بعد اندر سے ٹوٹ گئی تھی تو اس نے حریم کو ساری بات بتا کر دل کا بوجھ ہلکا کر لیا تھا۔ حریم دنگ رہ گئی...... مگر پھر اللہ کا شکر بھی ادا کیا کہ عزت بچنے کے ساتھ ساتھ زمین کو اس ٹھوکر نے عقل بھی سکھا دی تھی۔

"وہ سب ڈرامہ تھا... وہ مجھے چیک کر رہا تھا کہ کہیں میں بھی تو عام لڑکیوں جیسی نہیں۔" زمین نے آسودہ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو حریم کو جھٹکا لگا۔

"اس قدر خبیث سوچ رکھنے والا شخص تمہارا آئیڈیل کیسے ہو سکتا ہے زمین! تم نے تو یہ "ٹیسٹ" پاس کر لیا...... جو فیل ہو جاتی ہوں گی، وہ کہاں تک اس کے ساتھ چلی ہوں گی یہ نہیں سوچا تم نے۔" مارے دکھ کے اس کی آواز پھٹ سی گئی۔ لیکن یہ سب گہرائیاں تو وہ دیکھتا ہے جو اندھی کھائی میں چھلانگ لگانے سے ڈرتا ہو۔

"جو لڑکیاں فیل ہوئیں، وہ اب اس کی زندگی میں نہیں ہیں، میں صرف اتنا جانتی ہوں۔" وہ مطمئن تھی۔

"بکواس مت کرو زمین! اور یہ سوچو کہ اگر تم اس روز اس خبیث شخص کی باتوں میں آ جاتیں تو وہ تمہیں برباد کرنے سے نہ چوکتا...... اور آج تم بھی ان ہی لڑکیوں میں سے ایک ہوتیں۔"

"میں یہ سب فضولیات کیوں سوچوں؟ اس نے مجھے چن لیا ہے اپنے لیے...... اینڈ دیٹس اٹ۔" وہ ناگواری سے بولی تو حریم نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

"اب بغاوت کا وقت نہیں ہے مینو! تم نے اپنی مرضی سے زلفی کے رشتے کے لیے ہاں کی تھی۔ ابا مر جائیں گے۔"

"شٹ اپ۔" زمین نے غصے سے کہا۔ "زندگی کے فیصلوں سے بھی کوئی مرا کرتا ہے کیا؟ میں نے بھی تو فیصلہ کیا تھا عباد کے بجائے زلفی کے ساتھ شادی کا...... میں تو نہیں مری۔"

"ایسے موقعوں پہ فرماں برداری بچوں کا فرض بن جاتی ہے زمین! ابا کا سر نیچا مت کرو۔"

"میں نے زلفی کے لیے ہاں کر کے ابا کی عزت ہی رکھی تھی... اب میری خوشی کی باری ہے۔" وہ اٹل تھی۔

"واہ.... کیا عزت رکھی تھی والدین کی۔" حریم تڑپی۔ "کل شادی کے لیے خود ہاں کی... اور اب جب شادی سر پہ ہے تو ان کی موت کا سامان کر رہی ہو۔" حریم کا دل چاہ رہا تھا، اماں کی طرح اسے پیٹ کر رکھ دے۔

"بس کر دو حریم! تم جانتی ہو، میں اپنے فیصلے سے ایک انچ بھی نہیں ہٹوں گی۔" زمین نے اطمینان سے کہا۔ "مرنے کے بعد زندگی پائی ہے میں نے... میری خوشی کا اندازہ لگا سکتی ہو تم؟"

"اپنی خوشی کے لیے خود غرض مت بنو زمین۔"

"اگر ابا اپنی خوشی اور عزت کے لیے خود غرضی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں تو جس کی زندگی کا فیصلہ ہو رہا ہے وہ کیوں نہ خود غرض بن کر اپنی خوشی کے بارے میں سوچے۔" وہ بہت ڈھیٹ تھی۔ زمین کو آج اندازہ ہوا۔

"یہ دولت اگر تمہارے نصیب میں ہے تو پھپھو کے گھر بھی مل جائے گی۔" اس نے سمجھانا چاہا۔

"بے وقوفوں جیسی باتیں مت کرو حری۔" زمین نے خفگی سے کہا۔ "تمہیں پتا ہے نا جب عباد سے مایوس ہو کر میں خودکشی کرنا چاہ رہی تھی تب میں نے زلفی کے لیے ہاں کہہ دی۔ اب جبکہ میرے سامنے زندگی ہے تو میں موت کو کیوں چنوں۔ زندگی کا ہاتھ کیوں نہ تھاموں؟"

"دوسروں کو مار کر زندہ رہنے میں کیا خوشی ہے بھلا؟" حریم دکھی تھی۔ آنے والے وقت کا خوف دل کو بھینچے ہوئے تھا، اسے تو لگ رہا تھا جیسے اسے سانس بھی ٹھیک سے نہیں آ رہی۔

☆☆☆

"دماغ تو خراب نہیں ہو گیا تمہارا عابی!" نزہت مارے صدمے و حیرت کے پوری کی پوری اس کی طرف گھوم گئیں۔

"لیں...... خود ہی تو پیچھے پڑی رہتی تھیں کہ لڑکی پسند کرو، شادی کرو۔ اب پسند کر لی لڑکی تو آپ کو میری ذہنی کیفیت پہ شک ہو رہا ہے۔" احتیاط سے گاڑی کا موڑ کاٹتے ہوئے وہ مسکرایا۔ لیکن نزہت مارے ٹینشن کے مسکرا بھی نہ پائیں۔

"تم نے کہا تھا، تمہیں کوئی بھی لڑکی پسند نہیں ہے۔"

"ہاں...... تو جب آپ نے پوچھا تھا تب تک تو واقعی کوئی لڑکی پسند نہیں تھی۔" وہ لاپروائی سے بولا۔

"شٹ اپ۔" نزہت بگڑیں۔ "شادی بیاہ مذاق نہیں ہوتا...... بھائی صاحب اور بھابی سے بات کر چکی ہوں، میں تمہارے اور مائرہ کے رشتے کی۔"

"واٹ؟" عباد کو جھٹکا لگا۔ "مجھ سے پوچھے بنا؟"

"پوچھنا اور کیسے ہوتا ہے اور خبردار جو کوئی ٹینشن پھیلائی ہو تو...... بھائی صاحب کی رضامندی لینے کے بعد میں تم سے پوچھنے والی تھی۔" وہ اطمینان سے کہہ رہی تھیں۔

"ایکسکیوزمی مما جانی۔" وہ ہنسا۔ "شادی میری ہونی ہے۔ پہلی رضامندی تو میری ہو گی نا کہ آپ کے بھائی صاحب کی؟"

"تم سیریس ہو؟" وہ سنجیدہ ہوئیں۔

"آف کورس یس مما۔" اس نے گیٹ کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے ہارن بجایا تو چوکیدار نے بھاگ کر گیٹ وا کر دیا۔ وہ سبک رفتاری سے گاڑی پورچ میں لے آیا۔

"کون ہے وہ؟" اندر لاؤنج میں پہنچنے تک بامشکل صبر کرتی نزہت نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔ انہیں یہ سب مذاق ہی لگ رہا تھا کیونکہ اس سے پہلے بھی کئی بار وہ لڑکی پسند کرنے اور پھر اسے ریجیکٹ کر دینے کی بیماری میں مبتلا رہ چکا تھا۔ ان کے خیال میں وہ ابھی بھی مذاق ہی کر رہا تھا۔

"لڑکی ہی ہے مما! ڈونٹ وری۔" وہ مسکرایا۔ تو چند لمحے اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ دوٹوک انداز میں بولیں۔

"تم اپنی پسند بتانے میں لیٹ ہو گئے ہو عابی! اب میں بھائی صاحب سے بات کر چکی ہوں۔"

"فار گاڈ سیک مما۔" وہ خفا ہوا۔ "میں کوئی مڈل کلاس گھرانے کی دبوسی لڑکی نہیں ہوں جس کی آپ زبردستی منگنی کروا دیں گی اور میں چپ چاپ شادی پہ آمادہ ہو جاؤں گا۔"

"تم نے کہا تھا کہ تمہیں کوئی لڑکی پسند نہیں، آپ جو چاہے کریں۔" وہ پریشان سی اسے یاد دلانے لگیں۔

"تب واقعی پسند نہیں تھی۔" وہ شانے اچکا کر لاپروائی سے بولا۔

"کون ہے؟ کس خاندان سے ہے؟ ہمارے خاندان کے ہم پلہ لوگ بھی ہیں یا کوئی راہ چلتی پسند کر لی؟" انہوں نے تیکھے لہجے میں کتنے ہی سوال کر ڈالے۔

"بہت اچھی لڑکی ہے۔ فیملی بھی ٹھیک ہی ہوگی آئی تھنک، غریب ہی ہیں...... لیکن مجھے تو لڑکی سے شادی کرنی ہے مما! فیملی سے نہیں۔" وہ ہمیشہ کی طرح بس اپنی پسند کی چیز پر اٹک گیا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں پتا عباد! اب تم اسے غلط سمجھو یا صحیح...... لیکن میں تمہاری وجہ سے اپنے بھائی کو نہیں چھوڑ سکتی۔" انہوں نے قطعی لہجے میں کہا تو عباد کو معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا۔ وہ واقعی مائرہ کے بارے میں سنجیدہ تھیں۔

"میں نے مائرہ سے شادی کرنا ہوتی تو بہت پہلے آپ سے کہہ دیتا مما! گھر کی لڑکی تھی، میری دوست ہے بہت اچھی۔ لیکن میں نے اس کے بارے میں ایسا کبھی نہیں سوچا کہ شادی ہی کر لوں...... سوری ٹو سے۔" اس نے بھی صاف گوئی کا مظاہرہ کیا تو نزہت حق دق رہ گئیں۔ وہ خراب موڈ لیے اٹھ کر چلا گیا تو نزہت نے سر تھام لیا۔ انہیں اپنے چھوٹے بیٹے کی بات یاد آئی...... "بھائی نے کہا ہے "فی الحال" انہیں کوئی لڑکی نہیں پسند.... آپ جلد بازی مت کیجیے گا۔" اس نے انہیں متنبہ کیا تھا لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ وہ واقعی اپنے بھائی کی حرکتوں سے زیادہ اچھی طرح واقف تھا۔

"اس کے باپ سے بات کرتی ہوں۔ الٰہی خیر...... کوئی نیا تماشا ہی نہ لگ جائے اب۔"

☆☆☆

"تم نے خود اس شادی کے لیے ہاں کی تھی زمین! یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں، جب جی چاہا کھیل لیا جب جی چاہا انکار کر دیا۔ والدین کی عزت پہ بن آئے گی...... ذرا سوچو۔"

"اور جو میری جان پہ بن آئے گی اس کا کیا؟"

وہ بہت خود غرض بھی، حریم کو شدت سے احساس ہوا۔

"تم بتاؤ...... ایک بار بھی ابا نے سوچا کہ زلفی میرے قابل ہے بھی یا نہیں۔" اس نے یکبارگی سوال پوچھ کر اسے لاجواب کر دیا تھا۔

"لیکن تم نے خود ہاں کی تھی، اپنی مرضی سے۔" حریم نے اس پر حاوی ہونا چاہا۔

"تو جب لڑکی کی ہاں مانی جاسکتی ہے تو پھر اس کی ناں کی بھی ویلیو ہونی چاہیے۔" وہ ہٹ دھرمی سے گویا تھی۔ حریم کے پیٹ میں گرہیں پڑنے لگیں۔ اچھی بھلی زندگی الجھے ہوئے ٹیڑھے میڑھے راستوں پہ چل نکلی تھی...... یوں کہ آپس میں ہی ایک دوسرے کا ساتھ چھوٹا جا رہا تھا۔

"ابا کی جان ہے اپنی بہن میں زمین! وہ بہت دکھی ہوں گے۔ طوفان مچا دیں گے اپنی چار دن کی محبت کے بارے میں سوچ رہی ہو، ابا کی بائیس سال کی محبت تمہیں دکھائی نہیں دے رہی؟" حریم کو رونا آ گیا۔

"تم نے دوسروں کی حمایت اور میری مخالفت ہی کرنی ہے تو براہ کرم یہاں سے چلی جاؤ۔ جو ہوگا میں خود دیکھ لوں گی۔" زمین نے رکھائی سے کہتے ہوئے کروٹ بدل لی۔ محبت ایسے ہی نڈر کر دیا کرتی ہے شاید اور بے باک بھی۔ حریم مزید سمجھانا عبث جان کر وہاں سے اٹھ گئی۔

"کیا کہتی ہے؟" ماں نے اسے دیکھتے ہی بے تابی سے پوچھا تو وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں ان کے پاس بیٹھ گئی۔

"کہتی ہے کہ ابا سے خود بات کرلے گی۔"

"میری غلطی...... ہائے...... میری غلطی......" اماں نے کلے پیٹے تو حریم نے تڑپ کر ان کو تھام لیا۔

"اللہ کا واسطہ ہے اماں! بس کریں۔ کرلینے دیں اسے ابا سے بات...... ہو جانے دیں اس کی حسرت پوری...... خود ہی ٹھیک کرلیں گے اپنی لاڈلی کو۔ آپ کیوں ٹینشن لیتی ہیں۔"

"ان کا دل ٹوٹ جائے گا۔ باپ بیٹی کا رشتہ خراب ہوگا حری! انہیں بہت تکلیف ہوگی بیٹی کی سرکشی سے۔"

"وہ حق رکھتی ہے بات کرنے کا اماں! ایک بار کرلینے دیں اسے...... عین وقت پر تماشے سے بہتر ہے کہ پہلے ہی تماشا ہو کر ختم ہو جائے۔" حریم نے انہیں ٹھنڈا کیا تھا۔ مگر وہ آنے والی گھڑیوں کے بارے میں سوچ سوچ کر دہل رہی تھیں۔

"پریشان مت ہوں۔ طوبیٰ بے چاری بھی سہم گئی ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ لائیں، میں آپ کا سر دبا دوں۔ سکون ہو جائے گا ذرا۔" حریم نرم ہاتھوں سے زبردستی ان کا سر دبانے لگی تو بیٹیوں والے مخصوص سکون کو محسوس کر کے ان کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

☆☆☆

"عباد...... کیوں تنگ کر رہے ہو ماں کو؟" وسیم سیٹھی تک بات پہنچی تو وہ رات گئے اس کے کمرے میں چلے آئے۔

"مائنڈ یو ڈیڈ۔ آپ کی مسز مجھے تنگ کر رہی ہیں آج کل۔" اس نے جواباً ناراضی دکھائی۔

"مذاق نہیں ہے یہ عباد! دو خاندانوں کا مسئلہ ہے۔ اپنے ماموں کی فطرت اچھی طرح جانتے ہو تم۔ تمہاری ماں کا میکہ ختم ہو جائے گا۔"

"تو مما سے کس نے کہا تھا کہ جا کر رشتہ پکا کر آئیں...... کم از کم میں نے تو نہیں کہا ان سے۔" وہ برہم ہوا۔

"یہ اب کی بات نہیں ہے عباد! شروع ہی سے تمہاری ماں کی خواہش تھی.. بیٹی کے طور پہ مارہ کو دیکھا ہے اس نے ہمیشہ...... سب کو پتا تھا وہی بہو بنے گی اس گھر کی۔ اور یہ بات اکثر تمہارے سامنے بھی ہوتی رہی ہے۔"

وہ اپنے اس بیٹے کی فطرت اچھی طرح جانتے تھے، اسی لیے بہت نرمی سے بات کر رہے تھے۔

"میں نے کبھی ان فضول باتوں کو سنجیدگی سے نہیں لیا ڈیڈ! بچپن کی باتیں بچپن کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہیں۔ مجھے اپنے لیے کیسی لائف پارٹنر چاہیے یہ میں زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں۔" وہ اسی رکھائی سے کہہ رہا تھا۔

"اسے دوستی کے خانے میں رکھ لو عباد! مارہ سے شادی کرلو۔ نزہت بہت ڈسٹرب ہے تمہاری ضد سے۔"

"دوستی ہی سے آزما کر تو لائف پارٹنر والے خانے میں فٹ کیا ہے اسے۔ آپ کیا جانیں اور ڈونٹ وری۔ مما کو میں سنبھالوں گا۔ انہیں تو لڑنے اور نکتہ چینی کرنے کے لیے ایک عدد بہو چاہیے، وہ میں لا دوں گا۔" عباد نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے آخر میں بات کو مزاحیہ رنگ دے دیا تو وہ مسکرا بھی نہ سکے۔

"یہ تم ٹھیک نہیں کر رہے عباد! خاندان کا معاملہ ہے۔"

"اور میری پوری زندگی کا معاملہ ہے ڈیڈ۔" وہ فوراً سنجیدہ ہو گیا۔

"کس فیملی سے ہے؟" انہوں نے اکھڑے لہجے میں اب اسے دوسری طرح سے گھیرنا چاہا۔

"کوئی اونچے خاندان سے نہیں ہے ڈیڈ! لیکن مجھے بس لڑکی سے غرض ہے۔" وہ محتاط انداز میں بولا۔

"زمین سے تو نہیں اگی ہوگی نا۔ ماں باپ، بزنس میں نام...... کچھ تو ہوگا اس فیملی کا؟" وہ تپے۔

"اس کے والد کسی گورنمنٹ کے ادارے میں جاب کرتے ہیں شاید...... مجھے ٹھیک سے علم نہیں لیکن نرمین بہت پڑھی لکھی اور خوب صورت لڑکی ہے ڈیڈ! اچھی جاب کر رہی ہے۔ انڈی پینڈنٹ ہے۔"

"ہم نے لڑکی سے جاب نہیں کروائی لیکن جن سے ماتھا جوڑنا ہے، ان کا جوڑ کا ہونا ضروری ہوتا ہے بیٹا جی! ورنہ قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔" انہوں نے در پردہ انکار ہی اس تک پہنچایا تھا۔

"جب مجھے ان سب باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں ڈیڈ۔" وہ اب اس ساری بحث سے اکتانے لگا۔

اس نے تو سوچا تھا کہ شادی کے لیے لڑکی پسند کر کے بتائے گا تو گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ جائے گی۔ یہاں تو کرنٹ ہی دوڑ گیا تھا گویا گھر بھر میں اور سب ہی کو لگا بھی زوروں کا تھا۔

"لیکن ہمیں فرق پڑتا ہے برخوردار۔" وسیم صاحب نے قطعی انداز میں کہا۔

"ہمارے گھر میں ایک انسان کا اضافہ ہونے والا ہے عباد! تو شرطیہ اسے اونچے خاندان سے ہونا چاہیے۔ بے نسلی تو ہم کتے بلیاں بھی نہیں پالتے۔" نتھنے پھلاتے ہوئے انہوں نے تنفر سے کہا تھا۔

"بہر حال...... شادی تو میں زمین ہی سے کروں گا ڈیڈ! اب خاندان متاثر ہو یا گھر...... آئی ڈیم کیئر۔" عباد نے اکھڑے لہجے میں کہا۔ سامنے بھی وسیم سیٹھی تھے۔ کئی پٹرول پمپس اور سیٹھی لیدرز اینڈ گارمنٹس کے کرتا دھرتا...... ان بچوں کے عیش ان ہی کے دم سے قائم و دائم تھے۔

"کان کھول کر سن لو عباد! شادی تمہاری مارہ ہی سے ہوگی۔ اس لڑکی کو کس حیثیت سے رکھنا چاہتے ہو، وہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔" وہ قطعیت سے کہتے اٹھ کھڑے ہوئے تو اس کی کنپٹیاں سلگیں۔

"وہ کسی اور کیٹگری کی لڑکی ہوتی تو شادی کے لیے اسے کبھی نہ چنتا ڈیڈ! مسئلہ ہی یہ ہے کہ وہ اس کیٹگری کی نہیں ہے۔ تب ہی میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اور میری خواہش ہے کہ آپ دونوں میرا پرپوزل لے کر جائیں اس کے گھر۔" عباد نے ان پر کھل کر زمین کی حیثیت واضح کر دی تھی۔

"اس گھر میں بہو بن کر صرف مارہ آئے گی عباد! اور یہ بات تم لکھ کر رکھ لو۔ ہم صرف اسی شادی میں شریک ہوں گے۔" انہوں نے واضح طور پر اس سے قطع تعلق کا اعلان کیا تھا۔ عباد کو بھی غصہ آ گیا۔

"او کے۔ آپ لوگوں کی مرضی...... لیکن میں شادی زمین سے کروں گا اور بس۔ مارہ کی میری زندگی میں کوئی جگہ نہیں۔" اس نے بھی صفاچٹ انداز میں جواب دے دیا۔

"تو پھر اسے اس گھر میں مت لانا۔" ان کا بھی میٹر گھوم گیا۔ ساری عمر کی عیاشیوں کا یہ بدلہ دے رہی تھی اولاد۔

"نہیں لاؤں گا۔" وہ کمرے سے باہر جاتے ہوئے دروازہ دھڑام سے بند کر کے گیا تھا۔ وسیم صاحب ماتھے پر آیا پسینہ پونچھنے لگے۔ بیٹا ہاتھ سے نکل چکا تھا یہ احساس انہیں بھی شدت سے ہوا تھا۔

☆☆☆

"کم آن ڈینیل.... ! تم اچھی طرح سے جانتے ہو کہ مارک اور میرے بیچ کتنا فرق ہے۔ ہماری سوچ بالکل الگ ہے ایک دوسرے سے۔ ڈیڈ کو سمجھاؤ...... بھتیجے سے پیار کے اظہار کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔ اسے داماد بنانا ضروری نہیں۔" کیتھی سخت اکتائی ہوئی تھی۔

"وہ تمہیں پسند کرتا ہے۔" ڈینیل نے آئس کریم کی کون اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے اسے گویا تصویر کا اچھا رخ دکھایا۔

"ہاہاہ...... اور اسے اپنی پسندیدہ چیزیں جمع کرنے کا بہت شوق ہے، یہ میں جانتی ہوں ڈینی! لیکن سوری...... میں کوئی چیز نہیں ہوں۔" وہ سخت اکتائی ہوئی تھی۔

"کم آن کیتھ! تم نے اپنی مرضی سے یہ منگنی کی تھی۔" ڈینیل نے ہنستے ہوئے اسے یاد کرایا۔

"تب میں چھوٹی تھی اور ڈیڈ کو خوش کرنے کے لیے بس ہاں کردی۔ مجھے کیا پتا تھا چند سالوں میں یہ اتنا عجیب نکل آئے گا۔" کیتھی ناگواری سے بولی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ محبت کرتا ہے تم سے، کیئرنگ ہے اس لیے تھوڑا جیلس بھی ہو جاتا ہے تمہارے دوستوں سے۔" ڈینیئل اسے سمجھا رہا تھا۔

"یہی کیئر اگر وہ اپنی کرے تو کوئی مینرز اور ایٹی کیٹس آ جائیں اسے۔۔ جن کے بارے میں پتا ہی نہیں اسے۔" وہ بدمزہ ہو کر بولی تو ڈینیئل نے بے اختیار اونچا قہقہہ لگایا۔

"بتاؤں گا میں مارک کو۔"

"سو واٹ...... پروا کسے ہے۔ اچھا ہے، پیچھا چھوڑ دے گا میرا۔" وہ اکتا کر بولی۔ ڈینیئل نے اسے بغور دیکھا۔

"کیا بات ہے...... تمہاری فیلنگز کچھ زیادہ ہی بری نہیں ہیں مارک کو لے کر؟"

"اس کا رویہ نظر نہیں آتا تم سب کو؟" کیتھی نے الٹا اس سے پوچھا۔

"لڑکے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ شادی کے بعد سب ٹھیک ہو جاتے ہیں۔" ڈینیئل نے کون ختم کرتے ہوئے ٹشو پیپر سے ہونٹ صاف کیے۔

"لیکن مجھے اس کا رویہ بالکل بھی پسند نہیں ہے۔ اگر وہ ایسا ہی رہا تو آئم سوری...... میں اسے اتنا موقع نہیں دوں گی کہ وہ مجھ سے شادی کر کے خود کو صحیح ثابت کر سکے۔" وہ ناراضی سے کہہ کر اپنی آئس کریم ختم کرنے لگی تو اس کی بات پر ڈینیئل مسکرا دیا۔

ڈینیئل کو آج واپس چلے جانا تھا۔ اس کی چھٹی ختم ہو گئی تھی۔ جانے سے پہلے وہ کیتھی کو کافی ہاؤس ڈراپ کر گیا جہاں وہ پارٹ ٹائم جاب کرتی تھی۔ چھوٹے مگر خوب صورت سے کافی ہاؤس میں داخل ہوتے ہی دائیں کونے کی مخصوص ٹیبل پر مخصوص کسٹمر کو دیکھ کر کیتھی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایپرن کی ڈوریاں باندھتی وہ کاؤنٹر کے پیچھے چلی آئی۔

"تمہارا کسٹمر آدھے گھنٹے سے بنا کسی آرڈر کے بیٹھا ہے، اب تم آ گئی ہو تو جاؤ اور آرڈر لو اس سے...... اور کسی کو تو دیکھتا بھی نہیں وہ۔"

اس کی ساتھی ویٹرس جیلس ہو کر بولی تو کیتھی بے اختیار مسکرا دی اور نوٹ پیڈ اور پین لے کر کونے والے ٹیبل کی طرف بڑھی۔

"واٹ وڈ یو لائک سر؟" پاس جا کر مودبانہ پوچھا تو وہ مسکرانے لگا۔

"یہ لٹو ہے کیتھی پر...... اسی کے لیے آتا ہے یہاں...... ہائے...... ہینڈسم...... اسی لیے تو دیکھتا نہیں ہے کسی اور ویٹرس کو اور نہ ہی آرڈر دیتا ہے اس کے آنے سے پہلے۔" سیاہ فام ویٹرس ڈورتھی وہاں نئی آئی تھی، ان دونوں کے مسکراتے ہوئے چہروں کو نظر میں رکھے ہوئے آہ بھر کر بولی تو کافی ہاؤس کی پرانی ویٹرس سیلینا نے جوس کے لیے تیزی سے گاجر چھیلتے ہوئے مسکرا کر اسے ٹوکا۔

"تمہیں تو دو دن میں ہی سمجھ جانا چاہیے تھا کہ وہ کافی کے لیے نہیں بلکہ کیتھی کے لیے آتا ہے یہاں۔"

"ڈیوڈ کو پتا چلے تو کیا وہ ناراض نہیں ہو گا؟" ڈورتھی نے اعتراض کیا۔

"اس کا کافی ہاؤس چل رہا ہے، کسٹمر آ کر کسی بھی بہانے کافی پیے، اس کا تو فائدہ ہی ہے۔" سیلینا نے گاجروں کی ٹوکری سنک میں رکھ کر پانی کھول دیا تھا۔

"تم اپنے باپ کا سارا پیسہ بلاوجہ کافی پینے پر لگا دو گے۔" آرڈر لیتے ہوئے کیتھی اسے چھیڑ رہی تھی۔

"خیر...... وجہ تو بہت سولڈ ہے میرے پاس یہاں آکر کافی پینے کی۔" وہ کیتھی کے چہرے کو نظروں میں رکھتے ہوئے مسکرایا۔

"جس دن ڈیوڈ کو پتا چل گیا نا...... بہت سولڈ ریزن کے ساتھ ہی نکالے گا تمہیں یہاں سے۔" کافی کا آرڈر لے کر وہ اسے چڑاتے ہوئے گئی تھی۔ زیڈ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"تم سے شادی کرنا چاہتا ہے وہ؟" ڈورتھی کو تجسس لگا ہوا تھا، کافی پھینٹتے ہوئے کیتھی کے ہاتھ ست ہوئے۔ بائیں ہاتھ کی انگلی کا چھلا جیسے گردن میں کسا ہوا محسوس ہونے لگا۔

"کون...... کس کی بات کر رہی ہو؟" وہ انجان بن کر زور زور سے کافی پھینٹنے لگی۔

"یہی ہینڈسم ایشیائی کسٹمر...... جو کسی اور ویٹرس کو آرڈر نہیں دیتا جب تک کہ تم نہ آجاؤ۔" ڈورتھی مزہ لے رہی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں۔ میرا یونی فیلو ہے...... رسپیکٹ کرتا ہے میری۔" کیتھی نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا وہ خوامخواہ اپنی نوکری کے متعلق کوئی ایشو نہیں بنانا چاہتی تھی سو ٹالنا ہی بہتر تھا۔

"اس سے پہلے کہ ڈیوڈ مجھے نوکری سے فارغ کردے، تم کوئی اور کافی ہاؤس دیکھ لو مسٹر۔" اپنے ڈیوٹی آورز ختم ہونے کے بعد وہ باہر نکلی تو زیڈ کو منتظر پاکر مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا اس کا قہقہہ فضا میں بکھر گیا۔

"اسے تو شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس کے پاس ایک ایسی ویٹرس ہے جس کی وجہ سے اس کا مستقل کسٹمر سسٹم قائم ہے۔" وہ اسے چھیڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ کیتھی مصنوعی خفگی سے اسے دیکھتے اپنی مسکراہٹ دبا گئی۔ وہ اس کے ہم قدم تھا، کیتھی جانتی تھی وہ اس کے گھر تک اس کے ساتھ ہی جانے والا تھا اور اسے یہ بات بہت اچھی لگتی تھی، وہ دونوں انڈر گراؤنڈ ٹرین اسٹیشن کے لیے سیڑھیاں اتر رہے تھے شدید سردی کی وجہ سے مسافر نہ ہونے کے برابر تھے، ٹرین آنے میں چند منٹ باقی تھے، وہ دونوں سیڑھیاں اتر کر ایک بینچ کی طرف بڑھے ایک دم ہی مارک اور اس کے ساتھ دو بدمعاش ٹائپ لڑکے ان کے سامنے آگئے۔ زیڈ نے غیر ارادی طور پر کیتھی کو اپنے پیچھے کر دیا۔

"ہمم...... تو تم اتنی آسانی سے کیتھی کا پیچھا نہیں چھوڑو گے؟" منتقمانہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے مارک نے کہا تو کیتھی گویا ہوش میں آکر چلائی۔

"واٹ دا ہیل از دس...... تمہیں پتا بھی ہے، تم خود کو کتنا گھٹیا ثابت کر رہے ہو؟"

"تم سے تو میں بعد میں بات کروں گا۔ پہلے اسے سبق سکھا دوں۔" وہ کینہ توز نظروں سے زیڈ کو دیکھ رہا تھا۔ بات کرتے ساتھ ہی اس نے اپنے ساتھ موجود لڑکوں کو اشارہ کیا تو وہ دونوں زیڈ پر پل پڑے۔ کیتھی کو مارک نے قابو کر لیا مگر وہ اسے بری طرح نوچ کھسوٹ رہی تھی۔ زیڈ نے کچھ پنچ کھائے اور کئی ان دونوں کو مارے، اسی وقت ٹرین آکر اپنے اسٹاپ پر رکی تو وہ تینوں ہی بھاگ گئے۔

"اسے پہلی قسط سمجھنا۔" جاتے ہوئے مارک نے فاتحانہ نظروں سے زیڈ کو دیکھا تھا۔

"تم ٹھیک ہو نا؟" کیتھی نے پوچھا۔

"ہاں...... شاید۔" بالوں میں انگلیاں چلا کر ٹھیک کرتے وہ کیتھی کا ہاتھ تھام کر ٹرین کے دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ واقعی ٹھیک تھا۔ لڑائی بھڑائی میں تو پچھلے تین سال سے وہ بھی ماہر ہو چکا تھا۔ ایک مکا اگر کھاتا تھا تو جواباً تین مکے مقابل کو مارنے کی بھی طاقت رکھتا تھا۔

"اس سور کو تو میں دیکھ لوں گی۔ بہت ہو گیا ڈیڈ کے بھتیجے کا خیال۔" وہ شدید غصے میں تھی۔

"اس کی قسط تو سود سمیت میں ادا کر دوں گا، تم فکر مت کرو۔" اس کے مقابل کھڑے ہوتے ہوئے وہ مسکرا رہا تھا کیتھی کو اس ایشیائی لڑکے پر بے حد پیار آیا۔ وہ جانتی تھی اگر آج وہ اس کے ساتھ نہ ہوتی تو وہ ان

تینوں کو ایسے بھاگنے نہ دیتا بلکہ آج ہی بدلہ چکا دیتا۔
"آئم سوری...... میری وجہ سے......" کیتھی شرمندہ ہونے لگی۔
"تمہیں تو مغرور ہونا چاہیے کہ وجہ "تم" ہو۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مسکرا کر بولا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو کیتھی واقعی قہقہہ لگاتی مگر فی الحال اسے مارک کی اس گری ہوئی حرکت پر شدید غصہ تھا اور وہ آج گھر جا کر اس سارے قصے کا خلاصہ کرنے والی تھی۔

☆☆☆

"مجھے پتا تھا، یہی سب ڈرامہ ہوگا۔ تم جیسا غیر مستقل مزاج بندہ ایسی ہی حرکت کرسکتا تھا برو! مما کو وارن کیا تھا میں نے۔" وہ سخت بیزار تھا۔ عباد کو چھوٹے بھائی کا انداز بہت برا لگا۔
"اگر مما کی حمایت اور ڈیڈ کے بودے نظریات کا جھنڈا بلند کرنے کے لیے کال کی ہے تو اللہ حافظ۔" اس نے سرد مہری سے کہہ کر واقعی کال ڈراپ کردی تھی۔
"حد ہے یعنی کہ......" وہ تپ اٹھا اور سگریٹ کیس سے سگریٹ نکال کر لبوں میں دبا کر سلگایا اور اٹھ کر آفس میں ٹہلنے لگا۔ توقع کے عین مطابق کال دوبارہ آئی تھی۔ چند لمحوں تک لب بھینچے وہ موبائل کو ہی کینہ توز نظروں سے گھورتا رہا پھر دوسری طرف موجود شخص کی ڈھٹائی سے ہار کر کال اٹینڈ کرہی لی۔
"بکو......" اس نے بہت برے طریقے سے کہا۔
"بکنا صرف یہ ہے کہ مارہ مما کی فرسٹ چوائس ہے اور برو! تمہاری بے وقوفی کی وجہ سے مما جا کر ماموں جان سے اس رشتے کی بات بھی کرچکی ہیں...... اب تم کیا اس خاندان کو توڑنا چاہتے ہو؟"
"تو ان سے اتنی جلد بازی کرنے کا کس نے کہا تھا؟" وہ بھڑکا۔
"اور اگر مما کو اتنا ہی احساس ہے اپنی فرسٹ چوائس کا اور اتنا ہی شوق ہے مارہ کو بہو بنانے کا تو تم کرلو اس سے شادی...... لیکن میں زرمین کے علاوہ اور کسی کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا۔" عباد نے دانت پیستے ہوئے کہا تو وہ رسان سے بولا۔
"مارہ بھی انوالو ہے برو! تم جانتے ہو کہ اس کی اسپیشل فیلنگز ہیں تمہارے لیے۔"
"اس کی فیلنگز کا اتنا خیال ہے سب کو...... اور میں نے تو محبت کرکے گویا جھک ہی ماری ہے۔ سنا تھا اگر کسی کو آپ پوری شدت سے چاہتے ہیں تو ساری دنیا مل کر پوری طاقت کے ساتھ اسے آپ سے ملانے میں لگ جاتی ہے...... پر یہاں تو الٹ ہی ہورہا ہے۔ سب ہی (سالے) پیچھے ہی پڑ گئے ہیں پوری طاقت کے ساتھ کہ یہ رشتہ ہونے نہ پائے۔"
گالی لبوں کے بیچ روک کر وہ بری طرح بگڑ کر بولا کہ دوسری طرف بے اختیار قہقہوں کی آواز سنائی دینے لگی...... نہ چاہتے ہوئے بھی عباد کا موڈ کچھ بہتر ہوگیا۔
"اب تم خود مما کو سنبھالو۔ میں خاندان کو جوڑنے والی ایلفی بننے کے موڈ میں بالکل بھی نہیں ہوں۔"
عباد نے حتمی لہجے میں کہا تو جواباً وہ محض ہنکارہ بھر کر رہ گیا لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ زرمین کے لیے ان سب کے دل میں بغض پیدا ہوگیا تھا جس نے ان کے خاندان میں دراڑ ڈال دی تھی۔

☆☆☆

"سنیے جی! آپ سے ایک بات کرنی تھی۔"
ابا کھانا کھا کر کچھ دیر صحن میں ٹہلنے کے بعد لیٹنے کے ارادے سے کمرے میں چلے گئے تو اماں کو موقع غنیمت لگا بیٹی کی سرکشی بتانے کا۔

"بات تو میں نے بھی کرنی تھی تم سے۔ کوئی پریشانی، کوئی ٹینشن ہے تو بتاؤ۔ شادی کی خریداری کے پیسے تو کم نہیں پڑ گئے؟ بھلی لوک! آج پھر کھانے میں نمک تیز تھا اور پودینے کی چٹنی گھوٹی ہی نہیں تم نے۔"

ابا مسکرا رہے تھے۔ پریشانی میں اماں یونہی بھلکڑ ہو جایا کرتی تھیں۔ ہر کام الٹا سیدھا کیے جاتیں۔ اماں کو ان کے اندازوں پر رونا آنے لگا۔

"اور وہ کارڈ پسند کر لیا مینو نے؟ بھئی تھوڑا ہی وقت رہ گیا ہے۔ چھپنے میں بھی دن لگتے ہیں پھر کہیں جا کر بانٹنے کی باری آئے گی۔" ابا بہت مطمئن تھے۔ پرسکون...... گھر کا سربراہ جب اپنی تمام ذمہ داریاں اچھے طریقے سے نبھا رہا ہو تو وہ اپنی طرف سے یونہی پرسکون ہوا کرتا ہے۔ یہ تو آس پاس والے ہوتے ہیں جن کی "کمی بیشی" زندگی کو پرسکون نہیں رہنے دیتی۔

"کہو...... کیا بات ہے۔" اماں کو ابھی بھی تذبذب اور پریشانی کا شکار دیکھ کر وہ ٹھٹکے۔

"وہ...... زرمین کی بات ہے۔" اماں کی آواز گلے میں پھنسی۔ ابا پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"کیا ہوا۔ کیا چاہیے اسے؟ میں نے کہا بھی تھا، میری بیٹی کو ساری شاپنگ اس کی پسند سے کروانا۔" ابا مسکرا دیے۔ اور ساتھ ہی زرمین کو آواز بھی لگا دی۔ ان کے خیال میں زرمین کا سب سے بڑا مسئلہ اپنی پسند کی شاپنگ ہی ہو سکتا تھا۔

"آرام اور تمیز سے بات کرنا مینو! سوچ سمجھ کر...... آنے والے حالات کی ذمہ داری سراسر تمہاری ہو گی۔" زرمین ابا کی آواز سن کر زرد چہرہ لیے چپلوں میں پاؤں ڈال کر، دوپٹہ صحیح کر رہی تھی، حریم نے اسے دیکھا اور دبے لہجے میں بولی خود اس کا دل جیسے اچھل کر حلق میں آ رہا تھا۔ وہ بوجھل قدموں سے چلتی ان کے کمرے کی طرف بڑھی۔ حریم کمرے کے باہر ہی کھڑی ہو گئی۔

"آؤ بھئی...... کیسی شاپنگ چل رہی ہے میری بیٹی کی؟" ابا اسے دیکھتے ہی مسکرائے تو زرمین کی آواز حلق ہی میں پھنس گئی۔

"میں چائے لاتی ہوں بنا کر...... آپ اس کا مسئلہ پوچھ لیں۔" آنسو پیتے ہوئے اماں کٹیلی نظر زرمین پر ڈالتی کمرے سے نکل گئیں، ان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ابا کا غیض و غضب دیکھتیں۔

"ہاں بھئی...... کیا مسئلہ ہو گیا ہے۔ پیسے کم پڑ گئے ہیں کیا؟" ابا نے مسکرا کر لاڈلی بیٹی کو دیکھا اور پھر شرارت سے اضافہ کیا۔ "یا پھر تمہاری اماں تمہاری پسند کی چیز نہیں لے کر دے رہیں۔"

"خوشیاں کم پڑ گئی ہیں ابا! اور واقعی اماں مجھے میری پسند پہ ٹوک رہی ہیں۔"

اپنی پوری ہمت جمع کرتے ہوئے زرمین اپنی زندگی کا مقدمہ لڑنے کے لیے میدان میں اتری تھی۔ باہر کھڑی حریم نے بے اختیار دروازے کا سہارا لیا۔

"میں بات کروں گا تمہاری اماں سے۔ بھئی شادی تمہاری ہے تو شاپنگ بھی تمہاری پسند سے ہونی چاہیے۔" ابا کی آواز ابھری۔

"اور لڑکا؟" زرمین ذرا توقف کے بعد مدھم لہجے میں بولی۔

"کون...... زلفی......؟ کیا ہوا اسے؟" ابا چونکے۔ ان کا ذہن یقیناً وہاں پہنچ بھی نہیں سکتا تھا جہاں سے زرمین بول رہی تھی۔

"مجھے پسند نہیں ہے وہ ابا۔" زرمین پل صراط سے گزر رہی تھی۔

ابا نے بغور اسے دیکھا۔ "لڑائی ہوئی ہے زلفی سے تمہاری؟"

"نہیں ابا۔" زرمین نے پسیجتے ہاتھوں کو آپس میں رگڑا۔ "کوئی لڑائی نہیں ہے۔"

"کارڈ پسند کرلیا ہے تم نے؟" ابا جانے انجان بن رہے تھے اس کی کہی بات سے یا واقعی نہیں سمجھے تھے۔
"نہیں ابا! میں نے کارڈ پسند نہیں کیا۔"
"تو کرو نا۔ دن ہی کتنے رہ گئے ہیں باقی۔ میں تو خاص طور پر تمہیں پسند کروانے کے لیے کیٹلاگ گھر لایا تھا۔"
"ابا! کیا میری شادی میں ہر چیز میری مرضی کی ہوگی؟"
وہ بڑی آس سے ان کا چہرہ دیکھتی انہیں چار پانچ سالہ زمین لگی جو ہر عید پہ ابا کی شہ پا کر اماں کے سامنے اعلان کیا کرتی تھی کہ مینو کے ابا مینو کو ہر چیز اس کی پسند سے دلوائیں گے۔ ان کا دل بڑے زور سے دھڑکا۔
"بالکل۔ جو چاہے خریدو۔ پیسے چاہئیں تو اور لے لو۔" وہ اس بار کوشش کر کے مسکرائے تھے۔
"خوشی چاہیے مجھے ابا! اور وہ پیسوں سے نہیں ملتی۔ نہ دنیا کے بازار میں۔" زمین نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا تو اب کی بار وہ کچھ بولنا ہی بھول گئے۔
"مجھے زلفی نہیں پسند ابا۔" زمین نے ہمت کر کے ایک ہی جملے میں پوری کہانی سمو دی تھی۔ ابا کے تاثرات ایک دم بدلے۔
"کیا بکواس کر رہی ہو؟"
"اس میں اور مجھ میں زمین آسمان کا فرق ہے ابا۔" زمین کی آواز آنسوؤں سے بوجھل تھی۔
"زاہدہ...... زاہدہ......" ابا کی گرج بہت دنوں بعد پورے گھر کے در و دیوار نے سنی۔ اماں جو باورچی خانے میں چائے کے بہانے خود کو چھپائے ہوئے تھیں، گرتی پڑتی افتاں وخیزاں کمرے کی طرف لپکیں۔
"یہ...... یہ تماشا...... کب سے چل رہا ہے...... یہ تماشا؟" وہ اماں کو دیکھ کر چیخے۔
"اماں کو کچھ نہیں پتا ابا! یہ سب میرا مسئلہ ہے۔"
زمین نے آنکھیں مسلتے ہوئے بہادری کا عظیم الشان مظاہرہ کیا۔ اور شکایتی انداز میں بولی۔
"شادی کے لیے سوئی سے لے کر ہاتھی تک بیٹی سے پسند کروانے والے جب لڑکے کی باری آتی ہے تو بیٹی کو چپ کر کے بٹھا دیتے ہیں ابا۔"
"یہ کیا بکواس کر رہی ہے؟" اماں کو لال آنکھوں سے گھورتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔ ان کی غیرت گوارا ہی نہیں کر رہی تھی کہ سامنے کھڑی جوان بیٹی سے کوئی ایسا سوال کریں جس کا جواب انہیں منہ کے بل گرا دے۔
"مم...... مجھے تو آج ہی کہا اس نے...... کہ زلفی سے شادی نہیں کرے گی۔" اماں جلبلا کر بولیں۔ ابا ساکت سے زمین کو دیکھنے لگے۔
"ابا پلیز۔ ابھی بھی وقت ہے ابا! کون سا شادی کے دعوت نامے بٹ گئے ہیں۔ کھانے پینے اوڑھنے اور پڑھ لکھ کر نوکری تک کرنے کی اجازت دے کر، اب جب پوری زندگی کا فیصلہ کرنے کی بات آئی ہے تو بیٹی کو منہ بند کر کے کونے میں مت بٹھائیں۔"
وہ گڑگڑائی۔ ابا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ چاہے بیٹیوں کو اتنی آزادی اور خود مختاری دی تھی لیکن اندر سے تو وہ وہی روایتی مرد اور باپ والی سوچ رکھتے تھے کہ جب جی چاہے وہ اولاد کی ڈور کھینچ سکتے ہیں، پر کاٹ سکتے ہیں۔
"خبردار...... خبردار......" ابا نے انگشت شہادت اٹھائی اور دھاڑے۔ "خبردار جو یہ بکواس دوبارہ منہ سے نکالی ہو تو...... دفع ہو جاؤ یہاں سے اور یہ خناس نکال دو دماغ سے کہ زلفی کے علاوہ کسی اور سے شادی ہوگی تمہاری۔"

"ابا...... پھر اتنی تعلیم اور شعور دلوانے کا کیا مقصد تھا ابا! کھائی میں دھکا ہی دینا تھا تو جاہل گنوار اور اندھا ہی رہنے دیتے ہمیں۔" وہ رو دی۔

"اس کی زبان بند کروالو زاہدہ! ورنہ میں مار ڈالوں گا اسے یا اپنے آپ کو۔" وہ چیخے تھے۔ اماں نے گھبرا کر زمین کی پشت پر دو تھپڑ مارے۔

"بس کر دے...... بے غیرت...... باپ کے سامنے کھڑی ہے۔"

"اسی باپ نے ہر چیز کا شعور دیا ہے اماں! اور اتنی ہمت بھی کہ میں ہر بات ان سے کر سکوں...... تو زندگی کے اس قدر اہم معاملے پر کیوں نہیں اماں! وہ زندگی جس میں آگے آپ لوگ کہیں نہیں ہوں گے...... جو صرف میں نے گزارنی ہے۔" زمین نے خود کو مضبوط بناتے ہوئے کہا۔

"یہ تعلیم اور شعور اس لیے نہیں دلوایا تھا کہ ایک روز تم میرے ہی سامنے آ کر کھڑی ہو جاؤ۔" ابا نے منہ سے کف اڑاتے ہوئے کہا۔

"ماں باپ سے بڑھ کر اچھا بھی کوئی سوچ سکتا ہے اولاد کے لیے۔"

"بی اے فیل...... ویلے نکمے کو چنا ہے آپ نے میرے لیے ابا! کیا میں اسی قابل ہوں؟ کیا میرا حق نہیں کہ میں اپنی مرضی سے اپنی خوشی سے یہ فیصلہ کروں؟" وہ دکھ سے بولی۔

"بکواس بند کرو اور دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔ خبردار جو ایک لفظ بھی مزید کہا اس رشتے کے خلاف۔"

ابا مزید بھڑکے۔ وہ بار بار مٹھیاں کھول اور بھینچ رہے تھے جیسے بمشکل اپنا ہاتھ اٹھنے سے روک رہے ہوں۔

نجانے کیوں...... ہر کلاس میں بچے کی پسند کے مضامین رکھنے سے لے کر کھانے پینے پہننے اوڑھنے تک میں اولاد کی مرضی کو اہمیت دینے والے والدین، شادی کے لیے ہم سفر پسند کرنے کے معاملے پر اتنے تنگ نظر کیوں بن جاتے ہیں۔ کیوں یہ معاملہ خوش اسلوبی سے طے کرنے کے بجائے اولاد کو ان کے سامنے سرکش بن کے کھڑا ہونا پڑتا ہے؟ مانا کہ زمین غلط تھی مگر کیا ایک بار بھی ابا نے سوچا تھا کہ زلفی اور زمین کے مابین زمین آسمان کا فرق ہے؟

"چل اب بس کر دے نالائق نکمی اولاد...... کیوں بوڑھے ویلے ہمارے سروں میں خاک ڈلوانا چاہتی ہے۔ دفع ہو یہاں سے۔" اماں نے اسے باہر کی طرف دھکیلا۔ مگر وہ ہلی نہیں۔

"ابا! پلیز...... ذرا سوچیں تو سہی۔ کیا آپ کا دل نہیں چاہتا کہ آپ کی بیٹیاں بہت اچھے گھروں میں بیاہی جائیں اور اگر اللہ نے موقع دیا ہے تو......"

"میرا ہاتھ اٹھ جائے گا زاہدہ! لے جاؤ اسے یہاں سے۔" وہ زور سے چلائے۔ تو اماں اسے دھکیلتی ہوئی باہر لے گئیں۔

"یا اللہ!" وہ اپنے بستر پر گر سے گئے۔ چھوٹی چھوٹی فرمائشوں کے لیے اماں کی شکایت لے کر ان کے سامنے کھڑی ہونے والی بیٹی اتنی بڑی فرمائش لے کر سامنے آ کھڑی ہوگی یہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ ابھی صرف انہیں یہ پتا چلا تھا کہ وہ زلفی سے شادی نہیں کرنا چاہتی تو وہ ڈھے گئے تھے۔ کہیں عباد وسیم کے بارے میں بھنک پڑ جاتی تو نجانے کیا کر بیٹھتے۔

☆☆☆

"زہے نصیب! آج پرنس عباد وسیم نے خود مجھے یاد کر لیا۔" عباد کا نمبر دیکھ کر کال اٹینڈ کرتے ہی مائرہ چہک اٹھی۔

"ہم...... یہ کیا تماشا چل رہا ہے گھر میں؟" وہ رکھائی سے پوچھتا سید حامد عابہ آیا۔
"کیا مطلب...... کون سا تماشا؟" وہ گڑبڑائی۔ اس نے تو سمجھا تھا کہ رشتے کی بات کو لے کر کسی چھیڑ چھاڑ کے لیے کال کی گئی ہے مگر ادھر تو کوئی الگ ہی سین چل رہا تھا۔
"یہی...... تمہارے اور میرے رشتے کو لے کر جو فضولیات چل رہی ہیں۔" وہ اس قدر ناگواری سے بولا کہ مائرہ بے اختیار برا مان کر اسے ٹوک گئی۔
"ایکسکیوزمی۔ اس میں فضول بات کیا ہے؟"
"فضول بات یہ ہے کہ ہم سے پوچھے بغیر ہماری زندگی کا فیصلہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔"
"مجھے اس معاملے میں مت گھسیٹو...... کیونکہ مجھ سے میری مرضی سو فی صد پوچھی گئی ہے۔" وہ تلخی سے بولی۔ تو لمحہ بھر کو عباد خاموش رہ گیا۔
"میں نرمین کو پسند کرتا ہوں مائرہ! آئم سوری...... لیکن نیک نیتی سے میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ میری زندگی میں تمہاری کوئی جگہ نہیں ہے۔ میں تم سے شادی کر کے سائیڈ افیئر نہیں چلانا چاہتا بہتر ہے کہ اسی افیئر کو شادی میں بدل لوں۔" وہ صاف گوئی سے کہہ رہا تھا، مائرہ چکرا گئی۔ اس قدر بے رخی...... اسے تو اندازہ بھی نہیں تھا کہ عباد وسیم اس کی قسمت کا ستارہ نہیں ہے۔ "اگر یہ بے ہودہ مذاق ہے تو اسے ختم کرو عباد! مجھے غصہ آرہا ہے۔" مائرہ نے بمشکل مسکراتے ہوئے کہا۔
"بدقسمتی سے...... یہ مذاق نہیں ہے مائرہ! مما نے تمہاری محبت میں جذباتی ہو کر مجھ سے پوچھے بنا ہی ماموں جان سے جا کر بات کرلی۔ حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ پہلے مجھ سے کنفرم کرتیں۔"
وہ قطعی لاتعلقی سے کہہ رہا تھا۔ اسے واقعی مائرہ کے جذبات اور خود سے لگاؤ کی کوئی پروا نہ تھی۔ وہ صرف اپنی خوشی اور طمانیت کے بارے سوچنے والی فطرت رکھتا تھا۔ بات شاید ختم ہو گئی تھی اور الفاظ بھی
فون کے دونوں طرف خاموشی تھی۔ جیسے کہنے سننے کو کچھ بچا نہ ہو۔ سب کہہ دیا گیا ہو۔ سب کچھ سن لیا گیا ہو۔ مائرہ نے آنکھوں میں آنسو لیے کال ڈراپ کر دی تھی۔ وہ گہری سکون بھری سانس لے کر رہ گیا۔ اسے خبر تھی، اب خود مائرہ اس رشتے سے انکار کر دینے والی تھی۔

☆☆☆

"ابا...... ایک بار پلیز...... ایک بار عباد سے مل لیجیے۔ اتنی آزادی اور اعتماد دے کر یوں بے اعتبار مت کریں، سانس مت گھونٹیں اپنی بیٹی کا۔" وہ اپنی پسند کے کارڈ چھپنے کو دے آئے تو نرمین ہذیانی انداز میں پھٹ ہی پڑی۔ وہ ساکت سے کھڑے اسے دیکھتے رہے۔
"وہ بہت اچھے گھر سے ہے ابا! بہت اونچا نام ہے ان کا...... اپنا بزنس ہے...... پڑھا لکھا ہے۔" وہ گڑگڑا رہی تھی۔ ابا کا ہاتھ بے اختیار اٹھ گیا۔ زندگی میں پہلی بار...... ورنہ انہوں نے کبھی اپنی بیٹیوں پر گرم نگاہ تک نہ ڈالی تھی۔
"یہ...... یہ صلہ دے رہی ہو میرے اعتماد اور اعتبار کا؟" ان کی آواز پھٹ گئی، مارے غصے کے وہ لرز رہے تھے۔
"آپ بھی تو اس اعتبار اور اعتماد کا بدلہ مانگ رہے ہیں ابا۔"
"جان سے مار ڈالوں گا تمہیں اگر تم نے دوبارہ اس بے شرمی سے کسی غیر مرد کا نام لیا ہو تو۔" ابا غرائے تھے۔
نرمین منہ پہ ہاتھ رکھے آنسو بہاتی بے بسی سے انہیں دیکھتی رہی۔
"تم اس گھر سے ڈولی کے ساتھ ہی رخصت ہو گی یا پھر کفن میں لپٹ کر۔ یہ بات پلو سے باندھ کر رکھ لو۔"

وہ سرد مہری سے بولے۔
"ابا! مت خریدیں یہ ظلم۔"
"واہ..... ساری عمر ناز نخرے اٹھائے اور آج اگر والدین کی خوشی کے لیے ایک کام کرنا ہے تو وہ ظلم ہو گیا۔"
وہ تڑخے۔
"اور اولاد کی خوشی...... وہ کہاں ہے ابا؟" زمین سسکی۔
"اسے کہہ دو زاہدہ! اس گھر سے اس کی لاش بھی نکلی نا تو وہ بھی زلفی کے ساتھ ہی رخصت کروں گا..... اب اس کی شکل دور کر لو مجھ سے... نفرت ہو رہی ہے مجھے اس محبت سے جو اس بیٹی سے کی تھی میں نے۔"
ابا بھرائے لہجے میں کہتے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے اور اماں چنگاریاں اگلتی نظروں سے زمین کو دیکھ رہی تھیں۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا اسے دھنک کر رکھ دیتیں۔

☆☆☆

"تم ہوتے کون ہو مائرہ سے جا کر بکواس کرنے والے...... رو رو کر بے حال ہو رہی ہے بے چاری بچی۔ طبیعت خراب کر لی ہے اس نے۔ فار گاڈ سیک عباد! اپنا خاندان اپنا اسٹیٹس دیکھو۔ ایسی لڑکیاں دوستی تک ٹھیک ہوتی ہیں مگر انہیں فیملی تک مت لاؤ۔ گھر کا ماحول ڈسٹرب مت کرو۔" ڈیڈی اس پر بھڑکے تو وہ اطمینان سے بولا۔
"ایسی ویسی لڑکی نہیں ہے وہ۔ "چیک شدہ" ہے۔ دولت دیکھ کر اپنا آپ لٹانے والی نہیں ہے۔"
"سوواٹ۔ وہ جانتی تھی تم اس پہ لٹو ہو۔ کچھ تو فنکاری اس میں بھی ہوگی نا جس نے عباد وسیم سیٹھی جیسے الو کے پٹھے کو پھنسالیا ہے۔" انہوں نے دانت پیسے۔
"ایک بات یاد رکھنا عباد! میں نے دنیا دیکھ رکھی ہے۔ کوئی دولت کی بھوکی چمٹ گئی ہے تم سے۔ ایسی لڑکیاں گھر بسانے کے لیے نہیں صرف اپنی قسمت چمکانے کے لیے شادی کیا کرتی ہیں۔ اور بھول جاؤ کہ اس گھر میں سے کوئی تمہارا رشتہ لے کر جائے گا ان ٹٹ پونجیوں کے گھر...... اور نہ ہی وہ رخصت ہو کر اس گھر میں قدم رکھے گی۔"
"یعنی آپ مجھے گھر سے نکال رہے ہیں؟" وہ بے یقینی سے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔
"یعنی تم اب بھی اپنے فیصلے پر قائم ہو؟" انہیں افسوس اور غصہ ایک ساتھ آیا۔
"جی بالکل۔ اپنی زندگی کے اس بڑے فیصلے کو میں اپنی دلی رضامندی کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں ڈیڈ۔"
"قیمت جانتے ہو کچھ بھی ہو؟" انہوں نے تلخی سے کہا تو عباد نے لاپروائی سے شانے اچکا دیے۔ وہ لب بھینچ کر رہ گئے...... آندھی ان کے گھر کا رخ بھی کر چکی تھی۔ اب کتنی تباہی آتی۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتانے والا تھا۔

☆☆☆

"عباد۔" سرگوشی جیسی آواز تھی۔ وہ ٹھٹکا۔
"کیا بات ہے...... گلا خراب ہے تمہارا؟"
"نہیں۔ قسمت خراب ہے۔" اس کی آواز بھرا گئی۔ "ابا مجھے زلفی کے ساتھ رخصت کر رہے ہیں عباد! کچھ کرو پلیز۔"
وہ سر تھام کر رہ گیا۔
"مما کسی طرح بھی تمہارے لیے پروپوزل لانے پر راضی نہیں ہیں زمین!"

"تو......" وہ ہچکچائی۔

"تو...... پھر کوئی تیسرا ہی راستہ نکالنا پڑے گا۔ سنو......" وہ پرسوچ انداز میں کہتا یک لخت ہی کسی بڑے فیصلے پر پہنچ گیا۔ زمین تیزی سے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ اس کی بات سننے لگی۔ جو سراسر غلط ہونے کے باوجود اسے حرف بہ حرف درست لگ رہی تھی۔

"کارڈ بٹ گئے ہیں شادی کے مینو! اب بس کردو۔" حریم نے اس کے آگے ہاتھ تک جوڑ دیے تھے۔ اماں نے دوپٹہ پیروں میں رکھ دیا۔ آنکھوں میں سرکشی لیے وہ چپ رہی...... اور آج صبح جب سب معمول کے مطابق اٹھے تو زمین گھر میں کہیں بھی نہیں تھی۔ حریم نے گھر کا کونہ کونہ دیکھ لیا۔

"بھاگ گئی؟" اماں کے منہ سے ٹوٹ کر لفظ نکلے تھے حریم بے جان ہوتے قدموں کے ساتھ چھت پہ جانے والی سیڑھیوں پر ہی بیٹھ گئی۔

☆☆☆

"ایک بار پھر اچھی طرح سوچ لو مینو!"

عباد اور رانا نکاح پڑھوانے کے لیے مولوی کا بندوبست کرنے گئے تھے۔ تجل نے برافروختہ ہو کر ایک بار پھر زمین سے کہا۔

"اچھی طرح سوچ لیا ہے تجل! جب کوئی آسانی سے آپ کی خوشیاں نہ دے تو چھین لینی چاہئیں۔ اب جو بھی ہو رہا ہے وہ بہت سوچ سمجھ کر ہو رہا ہے۔" وہ بالکل مطمئن تھی۔ تجل خاموش ہو کر رہ گئی۔

اگلے دو گھنٹوں کے دوران زمین اور عباد رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو چکے تھے۔ تجل اور رانا کے علاوہ عباد کے چند ایک دوست موجود تھے اور بس۔

ابا کی لاڈلی نے آج ان کے ہر لاڈ، ہر اعتبار اور ہر مان کو اسی دہلیز پہ چھوڑ دیا تھا۔ یہاں صرف دولت کی بھوکی اور اچھی زندگی کا خواب دیکھنے والی زمین آئی تھی جس نے جو چاہا، وہ پالیا تھا چاہے غلط طریقے سے ہی سہی۔ عباد کا چہرہ بھی سرشاری کی چمک سے جگمگا رہا تھا۔

☆☆☆

میرب کو ساتھ لیے وہ ٹیرس پہ آ گئی۔ موسم بہت اچھا ہو رہا تھا۔ کچھ اماں اور طوبیٰ سے ملنے آنے کی خوشی اور کچھ ابا سے متوقع ملاقات اور معاف کردیے جانے کی بندھتی والی امید نے حریم کو ان دنوں سرشار سا کر رکھا تھا۔ موسم اس کے دل پر اثر کرنے لگے تھے۔ میرب کے ساتھ چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے اس کے ساتھ پکڑن پکڑائی کھیلتے اس نے گاڑی کے ہارن کی آواز سنی۔ چوکیدار گیٹ کھول رہا تھا۔

"پاپا...... پاپا......"

میرب ریلنگ کی طرف لپکی، گاڑی کے ہارن سے وہ اچھی طرح واقف تھی۔ حریم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ بھی میرب کے پیچھے آ کھڑی ہوئی لیکن اس طرح کہ نیچے سے اس پر کسی کی نظر نہ پڑ سکے۔

وہ گاڑی سے اتر رہا تھا سیاہ گلاسز بالوں پہ چڑھا تا وہ اپنا لیپ ٹاپ بیگ نکال رہا تھا اور......

حریم نے تھوڑا اچک کر تعجب سے دیکھا۔ دوسری طرف سے مائرہ گاڑی سے اتر کر آئی تھی اور مسکراتے ہوئے کچھ کہہ رہی تھی جواباً وہ بھی مسکرا دیا۔ مائرہ نے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا جسے اس نے گرم جوشی سے تھام لیا وہ دونوں یونہی ہاتھوں میں ہاتھ دیے اندر کی طرف چل دیے۔

"پا...... پا......" میرب کی آواز لان کی فضا میں لہرائی تو ان دونوں نے بے اختیار ادھر دیکھا۔ میرب کی کلکاریاں گونج رہی تھیں لیکن وہ میرب کے پیچھے سے جھانکتی دو شکوہ کناں آنکھوں کو دیکھ رہا تھا جو انہیں اوپر دیکھتے

پا کر ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔

وہ میرب کو اٹھائے نیچے آئی تو وہ کمرے میں ہی تھا میرب دوڑ کر اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔

''پاپا......''

''او۔ پاپا کی جان۔'' اس نے جھک کر میرب کو اٹھایا اور اس کا رخسار چوم لیا۔

''پاپا کی جان تو ساتھ ہی آئی تھی... کہاں ہے وہ دکھائی نہیں دے رہی؟''

بھرپور طنز پر وہ کرنٹ کھا کر پورے کا پورا ہی حریم کی طرف گھوم گیا جو سینے پہ بازو لپیٹے سرد نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''جاؤ میرو! پاپا چاکلیٹ لائے ہیں۔ ثریا ماسی سے بولو وہ دیتی ہیں آپ کو۔'' میرب کو جھک کر نیچے اتارا تو وہ ننھے قدموں سے باہر کی طرف بھاگی۔

''ہمم......تو کیا طنز کے تیر چلائے جا رہے ہیں؟'' اب وہ حریم کی طرف متوجہ تھا۔

''طنز کیا ہے اس میں۔'' حریم نے شانے اچکائے اور کڑوے لہجے میں بولی۔

''تمہاری عیاشی سامنے ہے میرے......میرا رشتہ تڑوا کر مجھ سے زبردستی شادی کر لی اور پہلو میں سابقہ منگیتر بھی رکھی ہوئی ہے۔ بہت خوب۔ اچھی گیم کھیل رہے ہو۔''

اس نے اب کی بار بہت دھیان سے حریم کے تاثرات اور لہجہ ملاحظہ کیا تھا۔

''تم بتاؤ۔ بسنا چاہتی ہو میرے ساتھ تو یہ جگہ خالی بھی ہو سکتی ہے تمہارے لیے۔ تمہاری خواہش کی خاطر۔'' اس کی طرف دو قدم بڑھا کر درمیانی فاصلہ مٹاتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولا تو اس کے ملبوس سے اٹھتی خوشبو نے لحہ بھر میں ہی حریم کی سانس تنگ سا کر دی۔

''بولو......منتظر ہوں میں تمہاری ہاں کا۔''

کمرے کی فضا میں معنی خیز سی خاموشی کا راج تھا۔

''بسنا؟ اجڑنے والوں سے بسنے کا پوچھتے ہیں۔ گناہ ملے گا کہ اجاڑنے والے بھی تو تم ہی ہو۔'' حریم تنفر سے کہتی پلٹی مگر اس کا ہاتھ تھام کر وہ زبردستی اسے روک گیا۔

''بیوی بنی ہو، ماں بنی ہو......حقیقت کو سمجھو گی تو بس جاؤ گی حریم۔'' سنجیدگی سے کہا۔

''اجڑنا یا بسنا دل سے ہوا کرتا ہے۔ محض نام سے نہیں......لیکن تم جیسے دولت مند کیا جانیں، دولت سے سب کچھ خریدا جا سکتا ہے فیلنگز نہیں خریدی جا سکتیں۔''

''خریدی نہیں جا سکتیں......پیدا تو کی جا سکتی ہیں نا۔'' اس کا ہاتھ حریم کی ہتھیلی کے عین وسط میں آن ٹھہرا تھا۔

حریم نے کرنٹ کھا کر اس کی طرف دیکھا، وہ منتظر نگاہوں سے اسی کو دیکھ رہا تھا۔ حریم کا دل دھک دھک کرنے لگا۔

اسی وقت دھڑام سے دروازہ کھلا تھا۔

''واااہ......بہت خوب......مجھے ساتھ لا کر خود تم کمرے میں گھسے ہوئے ہو......چلو جلدی سے اب......پھپھو کو منتیں کر کر کے تیار کیا ہے میں نے......اس سے پہلے کہ یہ خوب صورت موسم بھاگ جائے لانگ ڈرائیو ہو جائے......میرب بھی پھپھو کے پاس ہی ہے۔'' مائرہ نے بڑی سہولت کے ساتھ اس کا ہاتھ حریم کے ہاتھ سے چھڑا لیا تھا اور افراتفری مچاتے ہوئے اسے بڑے ناز سے کھینچ کر کمرے سے باہر لے گئی۔ حریم ایک ٹرانس کی کیفیت میں کھڑی اپنی خالی ہتھیلی کو بس دیکھتی رہ گئی جہاں ایک انجانا سا لمس سرسرا رہا تھا۔

☆☆

باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ

عفت سحر طاہر

رنگ دے چنر میرے

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔
ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔
ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔
سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔
دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔
زمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔
زمین کی سہیلی بجل کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔
زمین اپنی دوست صوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا سے جانے کی اجازت

صائم اور زہبی رات کے دو بجے مراد کے گھر پہنچتے ہیں۔ وہ انہیں اپنے سرونٹ کوارٹر میں رکھتا ہے۔ مراد کو زہبی بہت بری لگتی ہے جو اپنے گھر والوں کو یوں دھوکا دے کر آ گئی تھی۔ سرمد ہسپتال پہنچ جاتا ہے۔ ٹرین میں بیٹھنے کے بعد انہیں دانیال اور ابراہیم اسٹیشن پر نظر آتے ہیں۔ وہ ٹرین سے اتر کر چھپ جاتے ہیں۔

زہبی اور صائم مسجد میں جا کر نکاح کرنا چاہتے ہیں لیکن مولوی صاحب منع کر دیتے ہیں کہ اتنی کم عمر لڑکی کا نکاح ولی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

ایک ٹیکسی ڈرائیور انہیں اپنے گھر لے جاتا ہے۔ صائم اسے پیسے دیتا ہے وہ ان کا نکاح کروا دیتا ہے۔ پولیس اس کے گھر آ جاتی ہے۔ وہ دونوں وہاں سے بھی بھاگ جاتے ہیں۔

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔

زمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ تھیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ تجل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں تجل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زمین کی دوستی کرا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ یمنیٰ الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں تجل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ زمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کی ولیسے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

تجل زمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آ جاتی ہے زمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

زمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زمین، تجل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

زمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زمین کو فون کرتی ہے، فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر تجل کے نمبر پہ کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

زمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی، زمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو زمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔

نزہت گھر واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔

حریم عباد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آ جاتی ہے عباد اسے دھمکاتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ زمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مارک ڈینیل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ زرمین گھر میں نہیں ہوتی۔

حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔

عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد زرمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد زرمین کو باپ کی بات یاد آتی ہے کہ دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔

عباد زرمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آجاتی ہے۔ عبد کی پرکھ کہ وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھپھو تاریخ لینے آجاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر زرمین شادی کی ہامی بھر لیتی ہے۔ نصرت پھپھو اور زلفی خوش ہوجاتے ہیں۔ تجل فون کر کے زرمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پروپوز کرتا ہے۔ زرمین خوشی خوشی گھر آتی ہے۔

رات میں حریم زریم سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کرلو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کرلوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عباد وسیم نے اسے پروپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہو کر گر پڑتی ہیں۔

آٹھویں قسط

وہ کئی لمحوں تک اپنی داہنی ہتھیلی پر موجود انجان سانس لیے ساکت کھڑی رہی۔ تو کیا یہ طے تھا کہ اب زندگی اک مسلسل امتحان بن کے گزرنے والی تھی؟ یا اک تماشا؟ اس نے آگے بڑھ کر کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھول دیا۔ باہر سے مائرہ کی اونچی شوخ آواز آرہی تھی...... بیچ میں میرب کی کھلکھلاہٹ۔ وہ یقیناً باہر جانے کا سن کر بہت خوش تھی۔ نزہت شاید نسرین یا کوثر کو ہدایات دے رہی تھیں۔

حریم کو کسی سے کوئی دلچسپی نہ تھی مگر نجانے کیوں اس کی سماعتیں کسی پکار کی منتظر تھیں...... جس میں اس کے نام کی گونج ہو...... لیکن اس کا یہ انتظار انتظار ہی رہا۔ تھوڑی دیر کی ہلچل کے بعد کوریڈور کا دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔

"ہونہہ...... مجھے کیا۔" وہ سر جھٹکتی بستر تک آئی۔ "یہ لوگ...... ان کی ضروریات اور ترجیحات...... ہنہ۔"

اس نے اپنے ذہن کو اس طرف سے ہٹانا چاہا۔ لیکن اندر ایک عجیب سی بے چینی اور سلگنے والی سی کیفیت تھی۔ اس نے نروس سے انداز میں چھنگلی کا ناخن دانتوں سے کترنا شروع کردیا، اسے اپنا آپ کسی فالتو اور بے کار سی چیز جیسا لگ رہا تھا۔ جسے کوئی "خرید" کر تو لے آیا تھا لیکن اب اس کا "مصرف" سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ گہری سانس بھرتی وہ دوپٹہ سائیڈ پہ رکھتے ہوئے لیٹ گئی۔ اس کا دل و ذہن بہت بوجھل ہو رہے تھے اور اعصاب کشیدہ۔

☆☆☆

میرب نے پارک کا شور مچادیا تو اس نے گاڑی عبداللہ مال کی طرف موڑ دی جہاں شاپنگ کے ساتھ پلے لینڈ اور جنک فوڈ کی سہولت بھی تھی۔ مائرہ نے سن گلاسز کے پیچھے سے ایک سرد نگاہ نزہت کی گود میں خوشی سے اچھلتی میرب کو دیکھا۔ اس کی بات آج بھی مائرہ کی بات سے آگے تھی۔

"جھولے کہاں سے آگئے درمیان میں۔ ہم تو کھانا کھانے جارہے تھے۔" مائرہ نے احتجاج کیا۔

"ہاں بیٹا! واپسی میں پارک میں چلیں گے۔" نزہت نے بھتیجی کے دل کی بات سمجھتے ہوئے اس کی بات آگے بڑھائی۔ تو وہ مسکرادیا۔

"میرب بہت انٹیلی جنٹ ہے مما! اسے پتا ہے کھانا کھانے کے بعد جھولے لینا صحت کے لیے مضر ہوسکتا ہے۔" مائرہ دانت پیس کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"چلو...... تم نے بھی کوئی رائیڈ کوئی سوئنگ لینی ہے تو......" میرب کو وائن سے چلنے والے جھولے پہ بٹھا کر نزہت کے اصرار پر وہ مارہ کی طرف چلا آیا تھا۔ مسکرا کر شرارت سے کہتا وہ مارہ کا موڈ بہتر کر گیا۔ وہ دونوں پلے لینڈ ہال سے نکل کر ساتھ ہی موجود کافی ہاؤس میں آبیٹھے۔

"سوئنگ" ہی تو کروایا ہے تم نے...... ہمارے رشتے کو۔ وہ بھی اتنی بے دردی کے ساتھ کہ میں خوف کے مارے ساری عمر چیختی رہوں تا تو وہ بھی کم ہے۔" مارہ کی طنزیہ بات پہ وہ خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ تم بار بار ہم دونوں کو گھسیٹ کر اسی فیز میں لے جاتی ہو جو کب کا گزر چکا ہے؟"

"طوفان گزر چکا ہے بے شک لیکن اس کی تباہ کاریاں تمام عمر کے لیے ہیں...... سمجھے تم۔" مارہ خفیف سا بھڑکی۔

"کم آن مارہ! جسٹ فارگیٹ اٹ.... اینڈ موو آن۔" (بھول جاؤ اور آگے بڑھو) وہ اسے ٹوک گیا۔

"ہنہ۔ تم مردوں کے لیے تو بہت آسان ہوتا ہے نا یوں "موو آن" کرنا۔" مارہ نے سر جھٹکا۔

"سیریسلی؟ تم اس ساری لایعنی بحث کے لیے پروگرام بنا کر باہر آئی تھیں؟" وہ بے حد سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ مارہ جذباتی ہونے لگی۔

"میرا خون کھولتا ہے جب میں اس لڑکی کو اپنی جگہ پہ دیکھتی ہوں تو...... کتنی آسانی سے تم نے اسے مجھ سے ری پلیس کر دیا نا۔"

"پہلا چانس تمہی کو دیا تھا مارہ! سارا الزام مجھ پہ مت ڈالو۔" وہ نا چاہتے ہوئے بھی تلخ ہونے لگا۔ کافی ان کے درمیان رکھی ٹھنڈی ہونے لگی۔

"تم نے میری میرے جذبات کی توہین کی۔ ایک بچی کو میرے مقابل لا کر جواب بھی بن ماں کے پل رہی ہے...... خیر۔ جو ہو گیا سو ہو گیا۔ گزرا وقت واپس نہیں آ سکتا۔" وہ اپنی سرشت سے مجبور ہو کر بے اعتنائی سے کہہ رہی تھی مگر اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھ کر درمیان میں سے ہی اپنی بات بدل گئی وہ خاموشی سے اپنا مگ اٹھا کر کافی پینے لگا۔

"آئم سوری۔" مارہ نے گہری سانس بھر کے خود کو معتدل کرتے ہوئے معذرت خواہانہ کہا تو وہ اسے دیکھنے لگا۔

"زندگی اس دائرے جتنی نہیں ہے مارہ جس میں تم نے اپنے آپ کو قید کر لیا ہے۔ باہر نکلو اس خود ساختہ مدار سے۔ بہت کچھ رکھا ہے تمہارے لیے اس دنیا میں۔"

"ہوں......" وہ کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے بے دلی سے مسکرائی۔

"اب تو پکا سوچ لیا ہے زندگی سے سب کچھ وصول لینے کا...... کیونکہ کھونے کو کچھ باقی پاس رہا ہی نہیں تم دیکھتے جاؤ بس۔"

"دیٹس لائک آ بریو گرل۔" وہ بھی مسکرا دیا تھا ان کی کافی ختم ہو چکی تھی۔

"چلو۔ چل کے میرب کو دیکھیں۔ مما کو تنگ ہی نہ کر رہی ہو۔" وہ بل پے کرتے ہوئے بولا تو مارہ کے چہرے کے عضلات ذرا سے کھنچے۔ یہ ڈیڑھ فٹ کی فتنی ان کے درمیان سے کبھی ہٹنے والی نہیں تھی۔

"پاپا۔" میرب نے ان دونوں کو آتے دیکھ کر اپنے بازو وا کر دیے تو وہ ہنستے ہوئے تیز قدموں سے اس کی طرف بڑھا اور اسے ڈونلڈ ڈک پر سے اٹھا کر شانے سے لگا لیا۔

"میں تو تھک گئی ہوں بھئی۔ کھڑے ہو کر۔ بچوں کو تو جتنے بھی جھولے جھلا دو، ان کا دل نہیں بھرتا۔" نزہت

نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا تھا۔
''آپ مائرہ کے ساتھ ''چیک ان'' چلیں۔ کچھ آرڈر کریں۔ میں بس ابھی آرہا ہوں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے آئیڈیا دیا تو نزہت استفہامیہ نظروں سے مائرہ کو دیکھنے لگیں۔
''یہاں آکر بھی تم نے اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد الگ ہی بنا کر رکھنی تھی (اس ڈیڑھ فٹ کی فتنی کے ساتھ) تو گھر ہی اچھے تھے ہم۔'' مائرہ نے منہ پھلایا۔
''ہم میرب کو انجوائے کروانے لائے ہیں باہر...... جب بچے ساتھ ہوں تو پھر اپنی نہیں ان کی پسند کو ترجیح دینی چاہیے۔ واپسی پر بچے منہ بسورتے ہوئے ہی جائیں تو کیا فائدہ اتنی خجل خواری کا۔''
وہ مائرہ کو سمجھا رہا تھا۔ نزہت نے مائرہ کا ہاتھ تھام کر غیر محسوس طریقہ سے ہولے سے دبایا۔
''ہاں۔ ٹھیک ہے...... ہم چل کے آرڈر کرتے ہیں۔ مس کال پہ آجانا بس تم۔'' مائرہ بددلی سے ان کے ساتھ خودکار سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ انہیں گراؤنڈ فلور پہ موجود ریسٹورنٹ میں جانا تھا۔
''یہ کیا ڈرامہ ہے پھپھو؟'' وہ خودکار سیڑھیوں پہ پاؤں رکھتے ہوئے ان سے الجھنے لگی۔
''صبر کرو مائرہ! پہلے ہی تمہاری ایک غلطی سے عمر بھر کی مصیبت ہمارے گلے پڑ چکی ہے۔'' نزہت نے اسے ٹوکا۔ ان کا اشارہ یقیناً حریم کی طرف تھا۔
''اس لڑکی کو تو میرا دل کرتا ہے کہ گولی ماردوں...... وہ اس قابل تھی کہ اسے مجھ پہ ترجیح دی جاتی۔'' حریم کے ذکر پر وہ تپ چکی تھی۔ نزہت نے ریسٹورنٹ میں نشست سنبھالتے ہوئے مشورہ دیا۔
''اسی لیے تو کہتی ہوں کہ اس بار ذرا صبر اور برداشت سے کام لو۔ تم تو ایک چھوٹی سی بچی سے ہی ہار گئی تھیں اب تو مقابلے میں اس کی بیوی بھی آچکی ہے۔'' ان کے ناصحانہ انداز پر سدا کی جلد باز اور اکھڑ طبیعت مائرہ سر تھام کر بیٹھ گئی۔
''گیا وقت واپس نہیں آتا مائرہ! لیکن آنے والے وقت کو ہم حکمت اور دانش مندی سے اپنے اختیار میں ضرور کرسکتے ہیں۔''

☆☆☆

ایسے ہی اونگھ آگئی تو ایک گھنٹہ کیسے گزرا اسے پتا بھی نہیں چلا۔ ایک دم سے آنکھ کھلی تو کمرے میں اندھیرا چھا رہا تھا۔ اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر ٹیبل لیمپ جلایا اور اٹھ گئی۔ واش روم جا کر فریش ہونے اور منہ ہاتھ دھونے کے بعد ذہن میں کچھ طے کرتی کمرے سے باہر نکل آئی۔ گھر میں چھائی خاموشی بتا رہی تھی کہ ابھی وہ لوگ لوٹے نہیں تھے۔ اس کا رخ کچن کی طرف تھا۔
''بی بی کچھ چاہیے؟'' نسرین اسے دیکھتے ہی مستعد ہوئی۔
''ہم...... نہیں...... وہ...... ڈرائیور باہر ہی ہوگا؟'' وہ ہچکچائی۔
''جی...... چھوٹے صاحب تو اپنی گاڑی خود چلاتے ہیں۔ ڈرائیور گھر پہ ہی ہے۔'' اس نے بتا کر حریم کو استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔
''اچھا...... ذرا ڈرائیور سے کہو، مجھے کہیں جانا ہے۔ دس پندرہ منٹ تک۔''
''جی...... میں ابھی کہہ کر آتی ہوں۔'' وہ مسکرا کر بولی اور حریم سے پہلے کچن سے نکل گئی۔ حریم نے رکی ہوئی سانس حلق سے آزاد کی۔
''گڈ ورک حریم! یہ تو آسان ہے بہت۔'' اپنے آپ کو شاباش دیتے ہوئے وہ کمرے میں آگئی۔ اب وہ خود کو پرجوش اور ہلکا پھلکا سا محسوس کررہی تھی۔ اس نے طے کرلیا تھا کہ اگر کسی کو اس کی پروا نہیں تو وہ بھی جو دل

چاہے گا وہی کرے گی۔
"ہنہ۔ کوئی روک کر تو دکھائے۔ میں بھی جو جی چاہے گا، کروں گی۔" تنفر سے سر جھٹکتے ہوئے اس نے وارڈ روب میں لٹکے اپنے کپڑوں میں سے چن کر خوب صورت سا جوڑا نکالا اور واش روم میں گھس گئی۔ اس نے راستے میں گاڑی رکوا کر شاپنگ مال سے جلدی جلدی طوبیٰ اور اماں کے لیے دو مہنگے سے سوٹ خریدے۔ طوبیٰ کے لیے پیارے سے میچنگ ایئر رنگ (بندے) اور کچھ بالوں کے کلپ۔ اور گاڑی میں آ بیٹھی ڈرائیور کو میکے کا ایڈریس بتایا۔ تو اس نے گاڑی اسٹارٹ کردی۔
"آپ ادھر ہی رہیے گا۔ گاڑی اندر نہیں جا سکتی۔ میں بس ابھی تھوڑی دیر میں آرہی ہوں۔" اس نے مین روڈ پر گاڑی رکوا کر اترتے ہوئے ڈرائیور سے کہا تو اس نے مؤدبانہ سر ہلا دیا۔ وہ حسب عادت دوپٹے کا نقاب سیٹ کرتی، شاپنگ بیگز سنبھالتی اپنے گھر کی طرف جانے والی گلی کی طرف بڑھی۔ ابھی ابا کے آنے میں ایک آدھ گھنٹہ تھا، وہ باآسانی اماں اور طوبیٰ سے مل کر آسکتی تھی۔ دروازہ طوبیٰ نے بھاگ کر کھولا۔ اس دستک کو تو وہ کئی سالوں سے پہچانتی تھی۔
"آپی......!" وہ بے اختیار خوشبوؤں میں لپٹی حریم سے لپٹ گئی تو وہ بھی نم آنکھوں سے مسکرا دی۔
"اماں کہاں ہیں؟" اس نے پوچھا۔ اتنی دیر میں اماں کمرے کے دروازے تک آگئی تھیں۔ وہ طوبیٰ کے ہاتھ میں شاپنگ بیگز تھماتے ہوئے بے تابی سے اماں کی طرف بڑھی۔
"اماں......"
"تم پھر آگئی ہو...... میں نے تمہیں سمجھایا بھی تھا اب ان راستوں پہ بار بار مت پلٹو۔"
"اماں۔" وہ دوڑ کر زبردستی ان سے لپٹ گئی بے تابی سے ان کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں بھر کے چوم لیا۔
"میری پیاری اماں! میں کہاں جاؤں گی۔ یہی گھر تو میری کل کائنات ہے۔"
"گھر سے بھاگتے وقت یاد وستیاں گانٹھتے ہوئے بیٹیاں یہ سوچ لیں تو رونا ہی کس بات کا ہے۔" اماں کا لہجہ تلخ اور بھیگا ہوا تھا۔ ان کی بات پر حریم تڑپ اٹھی۔
"اماں...... آپ تو ایسا مت کہیں۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ مجھے بے گناہی کی سزا دی ہے ابا نے...... اپنی بے اعتباری کا بھرم رکھا ہے انہوں نے...... بداعتمادی نباہی ہے بس۔" وہ رونے لگی تھی۔
"شاباش...... تو یہ چکر چل رہا ہے میرے پیچھے......" دروازہ کھلا تھا۔ ابا کب موٹر سائیکل گھسیٹ کر اندر لائے کسی کو پتا نہیں چلا۔
"ابا......" وہ ساکت کھڑی رہ گئی اسے ہوش اماں کے پہلے دھکے سے آیا تھا۔
"چلی جا...... نکل جا یہاں سے...... اب تیرا کچھ نہیں یہاں پر۔" وہ تڑپ اٹھی۔
"اماں۔ یہ ظلم مت کریں میرے ساتھ۔ میں تو خود ظلم کا شکار ہوئی ہوں۔"
"زاہدہ......! اسے کہو یہاں سے دفع ہوجائے۔ میں اس کی ساری بکواس سن چکا ہوں۔ اور مجھ پر ان معافیوں تلافیوں کا کوئی اثر نہیں ہونے والا۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب یہ گند اٹھا کر بار بار اس دہلیز پہ مت لاؤ۔"
"ابا۔ آپ جانتے تھے کہ میرا قصور نہیں ہے پھر بھی آپ نے مجھے اس شخص کے ساتھ رخصت کردیا۔" وہ گڑگڑائی۔
"بیٹیوں کا نام غیر مردوں کی زبانوں پر آجائے تو باپ بھائی کے لیے مر مٹنے کا مقام ہوتا ہے بتا دوں زاہدہ بیگم! اور ایسی بیٹیوں کی میتیں جب ایک بار گھر سے نکال دی جائیں تو پھر واپسی کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔" ابا کا دل سخت ہو چکا تھا۔ کرخت لہجے میں کہہ کر اماں کو خشمگیں نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ حریم کو ایک نظر

دیکھے بنا اندر چلے گئے تھے۔ یہ وہ مصطفیٰ احمد تو نہ تھے جو بیٹیوں پہ واری صدقے جانے کے لیے پورے خاندان میں مشہور تھے۔ جنہوں نے اپنی بیٹیاں خاندان بھر کے بیٹوں سے لاڈلی رکھی ہوئی تھیں۔ ان کے اندر جاتے ہی اماں نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

"اماں! بیٹھنے بھی نہیں دیں گی گرموں جلی بچی کو۔ ایک گلاس سادہ پانی بھی نہیں پوچھیں گی؟" وہ رونے لگی تو ابا کمرے کے دروازے کی دہلیز تک آکر دبے لہجے میں گرجے۔

"اسے کہو، تماشا مت کرے یہاں۔ جا کر اپنے محل میں آرام کرے اور شربت، شیرے پیے...... یہاں سے دانہ پانی اٹھ چکا ہے اس کا۔"

اس نے تڑپ کر اماں کی طرف دیکھا تو انہوں نے آنسو بہاتے ہوئے ہاتھوں سے اسے باہر کے دروازے کی طرف دھکیلا۔ وہ روتی ہوئی اس گھر سے نکلی۔

جہاں اسے کبھی زمین پر گر کر رونے نہیں دیا جاتا تھا۔ آج وہاں وہ پورے قد سے گرائی گئی تھی۔

ماۓ...... نی میں کنوآ کھاں
درد وچھوڑے دا حال نی
ماۓ...... نی میں کنوآ کھاں
دکھاں دی روٹی سولاں دا سالن
آہیں دا بالن بال نی
ماۓ...... نی میں کنوآ کھاں
درد وچھوڑے دا حال نی
ماۓ نی میں کنوآ کھاں

☆☆☆

مائرہ کو ڈراپ کر کے گھر آتے تھکی ہوئی میرب تو راستے ہی میں سو گئی۔

"حریم کہاں ہے؟" ثریا پانی لے کر آئی تو انہوں نے یونہی پوچھ لیا۔ لیکن غیر متوقع جواب نے ان کا دماغ ہلا دیا۔

"نسرین بتا رہی تھی۔ وہ ڈرائیور کے ساتھ گاڑی میں کہیں گئی ہوئی ہیں۔" نزہت کو جھٹکا لگا۔

"کہیں گئی ہوئی ہے...... کیا مطلب...... کہاں گئی ہے اور کتنی دیر ہوئی؟" انہوں نے تیز لہجے میں پوچھا تو ملازمہ خائف سی ہو گئی۔

"میں تو آپ کے کمرے کی ڈسٹنگ کر رہی تھی۔ نسرین نے ہی بتایا تھا مجھے...... ایک ڈیڑھ گھنٹہ تو ہو ہی چکا ہے اور کچھ بھی بتا کر نہیں گئیں۔" اس نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے بتایا۔ تو ان کی تیوری کے بل اور گہرے ہوئے۔

"یہ لے جاؤ۔" انہوں نے ٹرے اور گلاس کی طرف اشارہ کیا تو وہ جلدی سے گویا جان بچا کر نکل گئی۔

"حرام خور نہ ہو تو...... جیسے اس کے باپ کی گاڑی اور ڈرائیور ہے۔ سیروں پہ نکلی ہوئی ہیں محترمہ! اسے تو آج میں بتاتی ہوں۔ میں اسے یہاں سے نکالنے کے چکر میں ہوں اور یہ یہاں کی مالکن بن رہی ہے۔"

وہ تنفر سے وہیں بیٹھی سوچ رہی تھیں۔ ان کا ارادہ آج حریم کی اچھی طرح کلاس لینے کا تھا۔ بیٹے کو نیچے آتے دیکھا تو باآواز بلند بولیں۔

"تمہاری بیوی گھر پہ نہیں ہے۔ کچھ پتا ہے کہ کہاں گئی ہے؟" اس کے قدم آہستہ ہوئے۔ حیرت سے انہیں

دیکھا۔

"کہاں گئی ہے؟" وہ تو یہی سمجھ رہا تھا کہ حریم حسب عادت وشوق کچن میں گھسی ہوگی۔

"یہی تو پتا نہیں ہے۔ اور اسے دیکھو، کچھ بھی بتائے بنا ہمارے گھر سے نکلتے ہی کہاں نکل گئی ہے۔"

"گاڑی پہ گئی ہے؟" وہ موبائل نکالتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"ظاہر ہے...... نئی نئی امیر ہوئی ہے۔ سارے ہی شوق پورے کرے گی۔ چاہے چوری ہی سہی۔" نزہت ناپسندیدگی سے بولیں۔ بھتیجی کی آزردگی کا اثر ابھی تک ان کے دل و ذہن پر تازہ تھا۔

"ہوں...... شفقت کا موبائل بھی آف جا رہا ہے۔" وہ بڑبڑایا۔ اس نے ڈرائیور کو کال ملائی تھی۔

"ڈرائیور کو کال ملا کر اب تم اس سے پوچھو گے کہ وہ تمہاری بیوی کو کہاں لے کر گیا ہے...... حد ہوگئی اب یہ عزت رہ گئی ہے ہماری؟"

نزہت نے اسے گھر کا تو وہ خفیف سا ہوا۔ اسے دھیان آیا کہ حریم کے پاس موبائل نہیں تھا۔ اسے اپنی کوتاہی پر افسوس ہوا، اسے حریم کو موبائل لے کر دینا چاہیے تھا کبھی اچانک رابطے کی ضرورت بھی پیش آسکتی تھی۔ جیسے کہ آج......

"پریشان مت ہوں۔ ابھی آجاتی ہے۔ شاپنگ کے لیے گئی ہوگی۔ ڈرائیور گاڑی ساتھ ہے ڈونٹ وری۔ میں بھی دیکھتا ہوں۔"

وہ اپنی پریشانی چھپاتے ہوئے مسکرا کر انہیں تسلی دیتا باہر کی طرف بڑھا۔

"یہی تو فکر ہے۔ ٹٹ پونجیوں کی اولاد گاڑی لے کر ایسے اڑ رہی ہے جیسے باپ کی کمائی سے جہیز میں لے کر آئی ہے۔"

اسے حریم کے پیچھے باہر جاتے دیکھ کر وہ ناگواری سے اونچی آواز میں بولیں مگر وہ ان سنی کرتا باہر نکل گیا۔ نزہت غصے سے تلملا کر رہ گئیں۔

"اسے تو آج میں بتاتی ہوں۔" ان کا ارادہ آج اچھی طرح سے حریم کی طبیعت صاف کرنے کا تھا سو جم کر وہیں بیٹھی رہیں۔

☆☆☆

وہ بہت ٹوٹی پھوٹی کیفیت میں سارے راستے ڈرائیور سے منہ چھپائے چادر میں روتے ہوئے آئی تھی۔ وہ تو شکر تھا کہ اس نے ڈرائیور کو واپسی کے لیے روک لیا ورنہ اسے یوں دیس نکالا ملنے پر گھر واپسی کا ایڈریس بھی پتا نہ تھا۔ اکیلی تو شاید سڑکوں پہ ہی رلتی رہتی۔

ابا نے تو ایک منٹ کے لیے بھی نہیں سوچا تھا کہ اس کی واپسی کیسے ہوگی۔ کیا میکے آئی بیٹی کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے۔ اسے کھڑے قدموں سوکھے منہ واپس لوٹا دیا جاتا ہے؟ ابا...... میرے پیارے ابا...... آپ ایسے ظالم تو کبھی نہ تھے۔

اس کی آنکھیں چادر کے پیچھے ساون برسا رہی تھیں مگر اس کے سوالوں کے جواب دینے والا اس سے سب ہی رشتے توڑ اور منہ موڑ چکا تھا۔ وہ چادر سے چہرہ رگڑ کر شکست و ریخت کے نشان مٹاتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

☆☆☆

"نہیں ہے...... کیا مطلب نہیں ہے گھر میں؟" ابا زبردستی مسکرائے۔ جیسے اس صدمے سے بچنے کے لیے کسی جھوٹی تسلی کی پناہ، کسی جھوٹے بہانے کی آڑ لینا چاہتے ہوں۔

"پیارے ابا!

آپ کہا کرتے تھے کہ بیٹیاں پھول ہوتی ہیں اور پھولوں کی ناقدری کرنے سے انسان کی بدذوقی اور بد فطرتی ظاہر ہوتی ہے......تو اب آپ کی یہ پاکیزہ اور خاندان بھر سے الگ سوچ کہاں گئی ابا......

آپ نے ہمیں بیٹوں سے بڑھ کر مان دیا۔خاص طور پر مجھے۔میری فراک۔سینڈل۔پنسل بیگ سے لے کر پڑھائی کے سبجیکٹس اور کالج یونیورسٹی مجھے میری مرضی سے چلنے کا اختیار دینے والے ابا۔جب میرا آئندہ تمام زندگی گزارنے کا فیصلہ کرنے کا وقت آیا تو آپ ایک دم سے وہی روایتی بیٹیوں کے باپ کیوں بن گئے؟ اور ''میری'' زندگی کیسے گزرے گی اس کا اختیار'' آپ نے'' اپنے ہاتھ میں کیوں لے لیا؟

اگر یہاں زلفی کی جگہ کوئی پڑھا لکھا اور اچھا کاروباری انسان ہوتا تو شاید میں ہاں کر بھی دیتی ابا! لیکن آپ نے یہ بھی نہیں سوچا کہ ترازو کے دو پلڑے بے ایمانی سے برابر کرنے پر کوئی ثواب نہیں ملا کرتا۔میں اور زلفی ترازو کے وہی دو پلڑے تھے ابا! جو کبھی بھی برابر نہ ہو پاتے۔ماسوائے سب ایمانی سے رشتہ جوڑنے کے......

اپنی محبت اور مہربانیوں کا صلہ کسی کی زندگی مانگ کر نہیں لیا جاتا۔میں خوش ہوں اور آپ کو بھی تمام عمر پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی کیونکہ میں نے جس شخص کو ہمراہی کے لیے چنا ہے وہ شکل و صورت تعلیم یا پیسے کے لحاظ سے کسی ایک بھی خوبی میں مات نہیں کھاتا۔

ابا! اگر آپ میری چھوٹی سی درخواست مان کر عباد سے مل لیتے تو مجھے یہ انتہائی قدم نہ اٹھانا پڑتا۔لیکن بات یہی ہے کہ والدین ساری عمر بچوں کی ہر بات مان کر ان کی زندگی کا اہم ترین فیصلہ اپنے ہاتھ میں رکھ لیتے ہیں۔

زلفی کسی بھی طور میرے قابل نہ تھا ابا ورنہ میں آپ کی زبان کا پاس رکھنے کی کوشش ضرور کرتی۔دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

معافی کی خواستگار آپ کی بیٹی۔

زمین مصطفیٰ!''

ابا ڈھے گئے۔حریم نے روتے ہوئے اس کا آخری خط پڑھ کر سنایا تھا۔اماں چھاتی پیٹنے لگیں۔

"ہائے......زمین......تجھے میری آہ لگے۔ہمارے بالوں میں خاک ڈال گئی۔تیرا ستیاناس......''

اور ہمیشہ کی طرح بیٹیوں کے لیے کوئی غلط لفظ استعمال نہ کرنے والے ابا کی آج زبان تو کیا پورے ہی وجود پر لرزہ طاری تھا وہ اماں کو کیا روکتے ٹوکتے۔ان کا تو اپنا رواں رواں آج زمین مصطفیٰ کے لیے بددعا بنا ہوا تھا۔

☆☆☆

"کہاں سے آرہی ہو؟''

وہ غم کی شدت برداشت کر کے آئی تھی اب خود فراموشی کی کیفیت میں تھی۔نزہت نے لاؤنج میں ہی روک لیا تو بری طرح چونکی۔اور چونک تو اس کی حالت دیکھ کر نزہت بھی گئی تھیں۔رو رو کر سوجی ہوئی آنکھیں سپید پڑتی رنگت اور خود میں گم وہ جیسے اردگرد سے بے پروا ہو کر چل رہی تھی۔ان کے با آواز بلند ٹوکنے پر گڑبڑا سی گئی۔

"جی؟''

"میں پوچھ رہی ہوں کہ ہمارے گھر سے نکلتے ہی کہاں گئی تھیں......اور کس سے مل کے آرہی ہو؟''

وہ شک وشبے سے لبریز لہجے میں پوچھ رہی تھیں۔حریم کے حواس آہستہ آہستہ کھلنے لگے۔کچھ کوڑے وہ روح پر ابھی کھا کر آرہی تھی انہی کی تکلیف نہیں گئی تھی کہ نئے سرے سے ان ہی زخموں کو پھر سے ادھیڑا جا رہا تھا۔

"مم......میں......اماں سے ملنے گئی تھی۔'' اس نے ٹوٹی پھوٹی وضاحت دی۔

"کیوں۔ کس سے پوچھ کر؟ اور یہ ڈرائیور تمہارے باپ کا نوکر ہے کیا کہ اپنے اشاروں پہ نچا رہی ہو اسے؟"

نزہت نے تنک کر کہا۔ وہ پہلے ہی روحانی و ذہنی ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی اب تو بالکل ہی ڈھے گئی۔

"وہ جو تمہارا نام نہاد کا غذی شوہر ہے نا۔ دولت کے لالچ میں اپنی بہن کی طرح تم نے بھی جسے بے وقوف بنا رکھا ہے۔ وہ بھی بے خبر ہے کہ اس کی بیوی اس کی غیر موجودگی میں کس سے ملنے گئی ہوئی ہے۔"

وہ تنفر سے گویا ہوئیں۔ وہ ایک ہی وار اور ایک بار میں اس کی عزت نفس کی دھجیاں اُڑا دینا چاہتی تھیں تا کہ وہ کبھی ان کے سامنے آواز بلند کرنے کی ہمت ہی پیدا نہ کر سکے کجا کہ حق بات کرنا۔

"میں نے کہا نا کہ میں اپنے گھر گئی تھی اپنے ماں باپ سے ملنے۔" حریم نے اپنی پوری ہمت مجتمع کر کے بامشکل کہا۔ لیکن وضاحتیں وہاں کارگر ہوتی ہیں جہاں سامنے والا آپ کے متعلق اچھے خیالات رکھتا ہو اور یہاں تو ویسی بات ہی نہیں تھی۔

"یہ بہانے جا کر اپنے شوہر کو سناؤ۔ جو پورے شہر میں ڈھونڈ کے آیا ہے تمہیں۔" وہ بے اعتنائی سے ہاتھ جھٹک کر بولی تھیں پھر بڑبڑاتی ہوئی اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"اللہ......" حریم کا دل چاہا، یہیں سے باہر نکل جائے اور پھر کبھی اس گھر میں نہ لوٹے۔ وہ من من بھر کے قدموں کے ساتھ سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

اس وقت شام کے سات بج رہے تھے۔ اس نے نا چاہتے ہوئے بھاری دل کے ساتھ کمرے کا دروازہ کھولا تو نیم تاریکی اور پنکھے کی ٹھنڈی ہوا نے اس کا استقبال کیا۔ وہ میرب کو سلا رہا تھا، چونک کر سر اٹھا کر دیکھا پھر حریم کو اندر آتے دیکھ کر اطمینان کی سانس لی۔ کروٹ کے بل سوئی میرب کو شانے تک چادر اوڑھاتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھا۔ حریم مشینی انداز میں چپ چاپ جا کر کاؤچ پر بیٹھ گئی۔

"تم نہیں پوچھو گے کہ میں کہاں گئی تھی؟" وہ جوتے پہن رہا تھا جب اس نے حریم کی سپاٹ آواز سنی۔

"تم آگئی ہو، یہ بات زیادہ امپورٹنٹ ہے۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔ جانتا تھا کہ مما نے اسے آتے ہی خوب سنائی ہوں گی۔

"پھر بھی......شک تو ہوا ہوگا۔ کہیں بھاگ نہ گئی ہوں یا کسی کے ساتھ......"

"حریم۔ شٹ اپ۔" وہ برہمی سے کہتا اس کی بات کاٹ گیا تھا۔ اس کے پاس جا کر اسے بازو سے تھام کر اٹھایا اور درمیانی دروازہ کھول کر اسے ڈریسنگ روم میں لے آیا کہ وہاں بات کرنے سے میرب کے اٹھ جانے کا ڈر تھا۔ وہ کسی بے جان گڑیا کی طرح اس کے ساتھ گھسٹتی ہوئی چلی گئی۔

"کیا فضول بکواس ہے یہ؟" لائٹ آن کرتے ہوئے سابقہ برہم لہجے میں پوچھا پھر اس کا متورم چہرہ اور سوجی ہوئی سرخی مائل آنکھیں دیکھ کر چپ رہ گیا۔

"گھر گئی تھیں؟" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے پوچھا تو حریم کا دھاڑیں مار کر رونے کو دل چاہا۔

"نہیں۔ تم اسی بات کو سچ مانو کہ میں گھر سے بھاگ کر کسی سے ملنے گئی تھی کیونکہ یہ تمہاری ماں نے مجھ سے کہا ہے۔"

اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی۔ لہجے کی تلخی و ترشی کا امتزاج اپنے جوبن پر تھا۔

"کوئی جو بھی کہے۔ بس چپ کر کے سن لو۔ میں تو جانتا ہوں نا کہ سچ کیا ہے۔"

اپنی طرف سے اس نے بہت ہمدردانہ انداز اپنایا مگر وہ اس بری طرح ری ایکٹ کرے گی مقابل کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

"چپ کر کے سن لوں؟" حریم کو اس کی بات سن کر جھٹکا لگا۔ بے یقینی سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔
"کوئی کہے کہ میں کہیں منہ کالا کرنے گئی ہوئی تھی تو میں چپ کر کے سن لوں؟ کوئی کہے کہ ڈرائیور میرے باپ کا نوکر ہے اور میں اسے اپنی انگلیوں پر نچا رہی ہوں تو مجھے خوش ہو کر اس الزام کو خود پر لینا چاہیے۔ کیونکہ "تم" جانتے ہو کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔"
حریم نے کہتے ہوئے بے اختیار غصے میں اس کی شرٹ کے کالر کو دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑ کر جھٹکا دیا۔
"تم...... تم ہو کون؟ وہ۔ جس نے خود میری پوری زندگی کو ایک الزام بنا کر رکھ دیا ہے اور اب مجھے مشورے دے رہے ہو کہ ہر الزام چپ کر کے سہہ جاؤں...... کیوں کس کے لیے؟ اس ذلت بھری زندگی کے لیے؟"
حریم چیخی جبکہ وہ ساکت کھڑا اس کے غضب کو ابلتے۔ جوش کھاتے اور اب جذبات سے کناروں سے بہہ نکلتے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنا کالر حریم کے ہاتھوں سے چھڑانے کی کوشش نہیں کی تھی۔
"میں بری لڑکی نہیں ہوں۔ تم جانتے ہو یہ بات مگر آج...... میرے باپ نے...... میرے پیارے ابا نے...... مجھے کھڑے کھڑے گھر سے نکال دیا۔ ایک لمحہ بیٹھنے نہیں دیا۔ ایک گھونٹ پانی نہیں پوچھا۔ تم...... تمہاری وجہ سے وہ مجھے بدکار...... بے ایمان اور جھوٹی سمجھتے ہیں کیونکہ تم نے ان کے سامنے مجھے ایسا بنا کر پیش کیا تھا...... اور اب تم کہتے ہو کہ کوئی چاہے کچھ بھی کہے۔ تم سچ جانتے ہو...... تو پھر میرے ابا کے سامنے تم نے جھوٹ کیوں بولا؟ کیوں میرے لیے رحمت اور برکت والے دروازے اور دعاؤں والے لب بند کروا دیے...... کیوں۔" وہ اس کے کالر کو جھنجوڑتے ہوئے اونچی آواز میں رونے لگی۔
"شش...... بس کرو اب۔" اس نے بے اختیار حریم کو اپنے ساتھ لگا کر تسلی دینا چاہی مگر حریم نے فی الفور دونوں ہاتھ اس کے سینے پر رکھ کر اسے پیچھے دھکیل دیا۔
"تم اس قابل نہیں ہو کہ میں تسلی و تشفی کے لیے تمہارا سہارا لوں۔" وہ نفرت سے کہتے ہوئے دروازہ کھول کر کمرے میں چلی گئی تھی جبکہ وہ اپنی اس "پیش قدمی" پر شرمسار سا وہیں کھڑا رہ گیا۔

☆☆☆

"طوبیٰ کے ابا۔ کھانا کھا لیں۔" وہ حریم کے جانے کے بعد سے اندھیرے کمرے میں پڑے ہوئے تھے۔ کھانے کا وقت ہو گیا، تب اماں نے ہمت کر کے ان کے کمرے کی لائٹ آن کی۔
"مت پکارا کرو مجھے ان کے ناموں سے۔ پہلے زرمین۔ پھر حریم اور اب یہ......" وہ پھٹ پڑے ان کی آواز ہوتے سے ٹی وی لاؤنج کی میز پر کھانا لگاتی طوبیٰ کے کانوں سے ٹکرائی تو اس کے آنسو بہہ نکلے۔
یا اللہ! تیری دنیا کے دستور...... کرے کوئی بھرے کوئی۔ زرمین کا کیا تمام عمر کے لیے ان دونوں کو والدین کے لیے بے اعتبار کر گیا تھا۔
"دفع ہو گئی ہے وہ۔ اب کبھی نہیں آئے گی۔ آپ چھوڑ دیں اس کے بارے میں سوچنا۔ کھانا کھا لیں۔"
"تھوڑا سا زہر لے آؤ اس کھانے میں ملا کر زاہدہ! اس سے پہلے کہ ہماری تیسری بیٹی بھی ہمارے سروں میں راکھ ڈال جائے۔"
طوبیٰ نے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اپنی ہچکیاں روکیں۔
"ایسی باتیں مت کریں۔ آپ نے تو ہمیشہ مجھے ایسی باتیں کرنے سے منع کیا ہے۔" اماں تڑپ اٹھیں۔
"غلط کرتا تھا میں...... خاندان کی طرح میں بھی انہیں جوتیاں سیدھی کرنے پر لگائے رکھتا تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔" انہوں نے آہ بھری۔

اور جب کوئی اپنے غلط عمل پر ڈٹا رہے کہ وہ زیادتی کا مرتکب نہیں ہو رہا تو وہ درحقیقت سب سے زیادہ زیادتی کر رہا ہوتا ہے۔

اگر زمین سراسر غلط کر گئی تھی تو صحیح مصطفیٰ صاحب بھی نہیں کر رہے تھے۔ایک ناپسندیدہ بندے کو اس کے سر تھوپ کر۔ساری زندگی کے معاملات محض اپنے رشتہ داروں کو خوش رکھنے کے لیے نہیں کیے جاتے۔بلکہ جن کی زندگی کا فیصلہ ہو،ان کی رضامندی بھی ضروری ہے۔لیکن یہ بات انہیں کون سمجھاتا؟

"آئندہ اگر ان دونوں میں سے کسی نے بھی اس گھر کی دہلیز سے اندر قدم رکھا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا زاہدہ! یہ بات لکھ کر رکھ لو۔اور سلا دو اپنی بے وقوف ماں کو۔جس کا پہلے ہی وہ کافی فائدہ اٹھا گئی ہیں۔"

وہ سیتے چہرے کے ساتھ کہتے اماں کو بہت کمزور لگے۔وہ آنسو پیتے ہوئے ان کا ہاتھ تھام کر انہیں اٹھنے میں مدد دینے لگیں۔

☆☆☆

"عباد.....کہاں ہو تم......آفس کو تالا لگا دوں کیا؟ میں اپنا کام دیکھوں یا تمہارا؟" وسیم سیٹھی کی کال نے ہنی مون کا سارا نشہ ہرن کر دیا۔وہ کم ہی غصے میں آتے تھے لیکن جب غصہ کرتے تو پھر عباد کو بھی سنبھلنا پڑتا تھا۔

"بتایا تو تھا۔دو ہفتوں کے لیے دوستوں کے ساتھ گھومنے کا پروگرام ہے۔میرے کاروبار کی فکر مت کیجیے آؤٹ لیٹ ثمینہ اور فرحان کے حوالے ہے،وہ بہت اچھے سے مینج کر رہے ہیں۔"

"شاباش......میرا تو خیال ہے کہ تمہارا کاروبار ان ہی دونوں کے حوالے کر دوں اگر اتنے ہی بے فکر ہو تم ان کی مینجمنٹ کو لے کر۔" انہوں نے جما کر طنز کیا تو وہ زور سے ہنسا۔

"مذاق بہت اچھا کرتے ہیں آپ۔"

"یہ مذاق نہیں ہے الو کے پٹھے۔" انہوں نے اسے گھر کا تھا۔

"میں کون سا جوان لڑکی ہوں جو گھر سے باہر ہے تو آپ کو اتنی فکر لگی ہوئی ہے۔" وہ ایک ہاتھ سے زمین کا بازو تھام کر اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے شرارت سے بولا تو وہ منہ پہ ہاتھ رکھ کر بے آواز ہنس دی۔

زمین ہواؤں میں اُڑ رہی تھی......تھوڑا بہت گھر سے چوری چھپے نکل کر نکاح کرنے کا دکھ اگر تھا بھی تو نکاح کے تیسرے ہی دن عباد کے ساتھ نادرن ایریاز کے سفر نے اسے سب کچھ بھلا دیا۔

"ہنہ......یہی تو اصل زندگی ہے۔اپنی زندگی کو بنا کسی "افسوس اور کمی" کے اپنی من مرضی سے گزارنا۔" اس کا ہر دن عید اور ہر رات گویا شب برأت تھی۔اس نے عباد کو ایک روایتی امیر زادہ ہی سمجھا تھا لیکن وہ اس سے اتنی محبت کرے گا۔یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

فون بند ہوتے ہی وہ جی جان سے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"بتایا کیوں نہیں ڈیڈی کو کہ ہنی مون پہ آئے ہوئے ہو؟" زمین نے اسے چھیڑتے ہوئے پوچھا تو وہ ہنسنے لگا۔

"ہاہ......ان کو بتا دیتا تو جہاں لوگ کسی کی تلاش میں کنوؤں میں بانس ڈلواتے ہیں ڈیڈ نے "مون" پہ بانس ڈلوا دینے تھے۔" وہ برجستہ بولا اور پھر دونوں ہنسنے لگے۔ان دنوں تو بنا بات کے بھی ہنسی ہی آ رہی تھی۔

"خوش ہو نا،دیکھ لو۔میں اپنے قول سے نہیں پھرا ہوں۔" وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر اس کے شانے پہ بکھراتے ہوئے شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"تم نے تو ایک قول نبھایا ہے عباد! میں تو اپنی پوری زندگی کا داؤ کھیل آئی ہوں تمہاری محبت کی خاطر۔" زمین نے جواباً کہا تھا۔

یہ محبت کی ایک نگاہ اور چار لفظوں پہ مر جانے والی قوم نہیں جانتی کہ آپ کو "میری جان سے پیاری" کہنے والے اکثر آپ کے جان سے پیاروں کو چھڑوا دیا کرتے ہیں۔

مگر ابھی وہ نئی فضاؤں میں پر پھیلائے محوِ پرواز تھی تو صرف "ملن" ہی حقیقت لگ رہا تھا "جدائی" کا تو وہ سوچ ہی نہیں رہی تھی۔ وفا تو اس نے صرف اس ملن کے لیے نبھائی تھی۔ جن کو جدائی دے آئی تھی انہیں ساتھ بے وفائی کا درد بھی دیا تھا۔

بے تحاشا ہی تجھے یاد کیا۔۔!
اور بھلایا بھی بہت ہے تجھ کو
ساری رونق ہی تیرے دم سے ہے
اور ترے بکھرے ہوئے غم سے ہے
جس قدر
میں نے تعلق ترا محسوس کیا
اتنی گہرائی تو روحوں میں ہوا کرتی ہے
جس قدر
میں نے تیری ذات کو خود میں پایا
اتنی یکتائی صحیفوں کہاں ملتی ہے؟
فاصلے وقتیں کھو بیٹھے ہیں، دوریاں پھیکی پڑیں
اتنی شدت سے تجھے سوچا ہے
اتنی شدت سے تجھے چاہا ہے
شدتیں عشق کی معراج ہوا کرتی ہیں

عباد نے آخری لائن گنگنائی تو اس کی نگاہ زمین پر مرکوز تھی، وہ طمانیت سے مسکرا دی۔

☆☆☆

"میں تو طے کر کے بیٹھی ہوں عباد کے آتے ہی اس کی اور مارّہ کی شادی کی تاریخ طے کرنی ہے بس۔" نزہت نے اپنا تکیہ ٹھیک کرتے ہوئے قطعی لہجے میں کہا تو وسیم صاحب نے موبائل کیلکولیٹر پہ حساب کتاب چھوڑ کر گھورتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"میں کہہ رہا ہوں، کوئی فضول حرکت مت کرنا۔ تمہارا لاڈلا کچھ اور ہی ٹھانے ہوئے ہے۔ نئے گل ہی کھلائے گا کوئی۔ ادھر تم بھائی بھتیجی کے رشتے کو بھی گنوا بیٹھو گی۔"

"اوہو۔ آپ بھی نا۔ جوان لڑکے اور اڑیل گھوڑے میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ دونوں کو بڑی ہوشیاری سے قابو کرنا پڑتا ہے۔ اس نے کچھ الٹا سیدھا کہہ دیا تو کیا میں اب اپنی زبان سے پیچھے ہٹ جاؤں۔ زندگی میں کئی لڑکیاں پسند آتی ہیں لڑکوں کو پر شادی تو کسی ایک سے ہی کرنی ہوتی ہے انہوں نے۔ تو مارّہ ہی سہی۔" وہ مطمئن تھیں۔

"میں اسے سارے لالچ دے کر دیکھ چکا ہوں۔ اس کی سوئی اٹک چکی ہے اسی لڑکی پر...... مارّہ کو بیچ میں لا کر تم بھی اپنی رشتہ داری خراب مت کرو۔ وہ پہلے ہی اس کے ساتھ کافی بکواس کر چکا ہے فون پر۔" انہوں نے سختی سے نزہت کو منع کیا تھا۔

"میں آپ سے کہے دیتی ہوں وسیم! میں کسی ٹٹ پونجیے کی بیٹی کو اس گھر کی بہو بننے نہیں دوں گی۔ میں نے

ہمیشہ سے مائرہ کو ہی اس گھر کی بہو کے روپ میں دیکھا ہے۔" وہ جذباتی ہونے لگیں تو وسیم صاحب چڑ کر بولے۔

"ذرا اپنی آنکھیں اپنے لاڈلے کو بھی لگا دیتیں تا کہ وہ بھی صرف مائرہ ہی کو اپنی دلہن کے طور پہ دیکھتا۔" ان کے لطیف سے طنز پر نزہت جزبز ہوئیں۔

"میں نے تو ہمیشہ سے ہی یہی سوچ رکھا تھا اور عباد کی بھی تو کتنی اچھی دوستی تھی مائرہ کے ساتھ...... وہ راہ چلتی پتا نہیں کہاں سے چمٹ گئی میرے بچے کو۔" نزہت کف افسوس مل رہی تھیں۔

"وہ تو کیا چمٹی ہوگی تمہارا بیٹا بھی کم بدنام نہیں اس فیلڈ میں۔"

"آپ کو تو اتنی سیریس گفتگو میں بھی مذاق سوجھ رہا ہے۔" سر جھٹک کر خفگی سے کہتی وہ سونے کے لیے لیٹ گئیں تو بے کار کی بحث ختم ہوتے دیکھ کر وسیم صاحب بھی اپنے حساب کتاب میں مصروف ہو گئے۔

☆☆☆

"اب تو اٹھا دو اس کمبخت کو۔ دن کے بارہ بج رہے ہیں۔ لوگوں کے دوپہر کے کھانے کا وقت ہو چکا ہے اور اس پوتی کی نیند ہی پوری نہیں ہو رہی۔" پھپھا کو آج کھانا لینے خود آنا پڑا تھا اور زلفی کو ابھی تک نیند میں دھت پڑا دیکھ کر ان کا پارہ ہائی ہو گیا۔

"ارے کیا کرتے ہو، کبھی تو بخش دیا کرو۔ صدمے میں ہے بے چارہ۔" نصرت فوراً آنکھوں میں موٹے آنسو بھر لائیں۔

"صدمے میں ہے تین ماہ سے کمبخت یا نیند میں؟ اتنی بے عزتی کے بعد لوگوں کی آنکھیں کھل جاتی اور نیندیں اڑ جاتی ہیں۔ یہ الو کھا اور ہڈ حرام ہو گیا ہے۔ نیندیں پوری کر رہا ہے۔ میں نے کہا تھا نا۔ مت اڑو ان ہواؤں میں۔ وہ بھی اپنے نالائق اور نکمے بیٹے کی ہمراہی میں۔ چکھ لیے سارے مزے تم نے؟ کر لی بیٹے کی شادی پڑھی لکھی بھتیجی سے؟"

پھپھا کو تو حریم کی شادی کے بعد موقع مل گیا تھا نصرت پھپھو کی بے عزتی کرنے کا۔ نصرت نے دوپٹے کے کونے سے آنسو پونچھے۔

"بس کر دو زلفی کے ابا! مت چھڑکو میرے زخموں پہ نمک۔"

"میں کیا نمک چھڑکوں گا، تمہاری بھتیجیوں نے ہی بھر بھر کے خاک ڈالی ہے ہمارے سر پر۔ کہا بھی تھا مت پڑو اس چکر میں دوبارہ۔ ایک بہن کسی کے ساتھ نکل گئی تو دوسری کے خواب بھی چھوٹے نہیں ہوں گے...... مگر تمہیں تو شوق تھا عزت بیچ چوراہے میں رکھنے کا۔ لو اب ستھری ہو گئی۔"

پھپھا کے تو مانو منہ سے کف نکل رہا تھا۔ دو بار خاندان والوں کے سامنے نکو بن چکے تھے اور کرتے بھی تو کیا۔ سو شور مچا کر اندر کا غبار نکال لیا کرتے تھے۔ اور زلفی کی نیند اڑنے کے بجائے صدمے کے مارے اور گہری ہوتی جا رہی تھی۔ نصرت نے پھپھا کی مزید جلی کٹی سننے سے بچنے کے لیے جلدی سے ٹفن پیک کر کے ان کے ہاتھ تھمایا تب جا کر جان چھوٹی۔

ان کے جانے کے بعد نصرت نے جا کر بیٹے کے سرہانے بیٹھ کر اس کے الجھے بالوں میں ہاتھ پھیرا تو وہ جواباً گھرکیاں اور طنز سنتے ہوئے بدستور آنکھیں موندے سونے کی اداکاری میں مصروف تھا۔ ناراضی سے ماں کو دیکھنے لگا۔

"اٹھ گیا میرا شہزادہ۔" نصرت کے لہجے میں اتنی ہی شیرینی گھلی ہوئی تھی جتنا کہ چند لمحے پہلے پھپھا کے لہجے میں زہر بھرا تھا۔

"شہزادہ نہ کہو اماں! گرہن لگا چاند کہو۔ چونا لگا گئیں تمہاری دونوں بھتیجیاں مجھے...... گلی، محلے میں نکلنا دوبھر

ہو گیا ہے میرا۔" زلفی روہانسا ہو گیا۔

"تجھے بھی وقت سے پہلے یار دوستوں میں شو بازی کی کیا ضرورت تھی۔ جب ہو جاتی شادی تو آپ ہی دنیا کو پتا چل جاتا۔" نصرت کو بھی بیٹے کا دل ٹوٹنے کا قلق تھا۔

"تو جس کی شادی نہ ہو، اس کو جینے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ اسے خودکشی کر لینی چاہیے؟" وہ تلخ ہوا نصرت تڑپیں۔

"اللہ نہ کرے۔ کیا بدفال منہ سے نکال رہا ہے؟"

"ابا کی باتیں سن کر تو یہی لگتا ہے مجھے کہ جس کی منگنی ٹوٹ جائے، اسے جینے کا کوئی حق نہیں اور جس کی دو منگنیاں ٹوٹیں، اسے تو لازماً ہی ڈوب مرنا چاہیے۔" وہ بھنایا ہوا تھا۔

"تو نے بھی تو چار پائی توڑنے میں نام پیدا کیا ہوا ہے...... ہائے۔ کمبخت مارے...... اتنی حسین اور پڑھی لکھی لڑکیاں ہاتھ سے گنوادیں...... ہڈحرام کہیں کا۔ تو نہ ہوا اس قابل کہ کوئی ایک تیرے لیے بھی گھر چھوڑ آتی۔" نصرت کا نزلہ اب زلفی کی ہڈحرامی اور نالائقی پر گرنے لگا تھا۔ وہ چادر اتار کر پرے پھینکتا اٹھ گیا۔

"اس گھر میں تو دکھ بھی ٹھیک سے نہیں منا سکتا انسان۔" وہ چپلیں گھسیٹتا واش روم کی طرف بڑھا۔

"ارے کم بخت مارے۔ تین ماہ تو ہو گئے تجھے لیٹ کر سوگ مناتے...... تیری کون سی طلاق ہوئی ہے جس کی عدت پوری کر کے ہی اٹھے گا چار مہینے بعد۔"

نصرت کے سارے نرم جذبات اڑ گئے۔ انہیں اکثر احساس ہوتا تھا کہ زلفی کی نالائقی کی وجہ سے قسمت ان سے دغا کر گئی تھی۔ زلفی بڑبڑاتا ہوا واش روم میں گھس گیا تو وہ گہری سانس بھرتے ہوئے آزردہ سی باہر نکل گئیں۔

☆☆☆

"میں سمجھا دوں گا اسے۔ تم فکر مت کرو۔" پال نے مارک کی شکایت سن کر نرمی سے کیتھی کو دلاسا دیا مگر وہ شدید غصے میں تھی۔ اس نے انگلی سے منگنی کا چھلا اتار کر پال کی طرف بڑھایا تو وہ متحیر سا اس کا منہ تکنے لگا۔

"میں اس رشتے کا بوجھ مزید برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتی پاپا۔" اس نے صاف گوئی سے کہا تھا پال سے آنکھ تک نہ جھپکی گئی۔

"تم ایک چھوٹی سی بات پر ہم دونوں بھائیوں کے درمیان خلیج بنا رہی ہو کیتھ!"

"یہ چھوٹی بات نہیں ہے پاپا۔"

"یہاں گوروں اور کالوں میں مار پیٹ چلتی رہتی ہے...... میں سمجھا دوں گا مارک کو۔" پال اسے کیتھی کی وقتی جذباتیت سمجھ رہا تھا۔

"زیڈ اس وقت میرے ساتھ تھا پاپا! جب مارک نے اس پر حملہ کیا۔" کیتھی اپنے لفظوں پر زور دے کر بولی۔ وہ درحقیقت شدید صدمے اور غصے کی کیفیت میں تھی۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہیں لینا چاہیے۔" ڈورس نے کھنکھارتے ہوئے بڑے سبھاؤ سے گفتگو میں حصہ لیا۔ "پال تم مارک کو شام کی چائے پہ انوائٹ کرو۔ پھر بات کرتے ہیں تفصیل کے ساتھ۔" کیتھی ہاتھ سے اتارا چھلا سینٹر ٹیبل پر رکھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"شیور...... لیکن جاتے ہوئے یہ انگوٹھی اس کے ہاتھ پہ ضرور رکھ دیجیے گا۔" اس کے رکھائی سے کہنے پر ان دونوں کے منہ کھلے رہ گئے۔

"اتنی جلد بازی مت کرو کیتھ! مارک بے شک جذباتی ہے۔ دماغ کے بجائے زیادہ تر ہاتھ سے کام لیتا ہے لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ ایک اچھا انسان نہیں ہے۔" ڈورس نے اسے اس کے فیصلے سے باز رکھنے کے لیے مارک کی حمایت کی۔

"بس کردیں مام! اگر میں آپ سے مارک کی کوئی ایک ڈھنگ کی تعریف کرنے کا کہوں تو آپ سوچ میں پڑ جائیں گی تین دن کے لیے۔" کیتھی آزردہ سی مسکرائی پھر خاموش بیٹھے پال کی طرف مڑی۔

"آئم سوری ڈیڈ! لیکن میرا یہ فیصلہ بالکل بھی وقتی یا جذباتی نہیں۔ میں نے اس سارے عرصے میں مارک کو اچھی طرح جانچ لیا ہے وہ میرے ذہن کے مطابق لڑکا نہیں ہے۔"

"تو پھر اس کا نام بتا دو جو تمہارے ذہن اور ذوق کے مطابق ہے؟" وہ اپنے کمرے میں جانے لگی تھی جب پال کا چبھتا ہوا سوال کیتھی کی سماعت سے ٹکرایا۔

"جب ہو گا تب وہ بھی بتا دوں گی ڈیڈ!"

وہ مسکرا کر کہتے ہوئے چلی گئی تھی۔ ڈورس نے فکرمندی سے شوہر کی طرف دیکھا۔ وہ جانتی تھی کیتھی کو یہ فیصلہ پال کو بہت ڈسٹرب کر دے گا۔ اور اس نے پریشانی کو اس کے چہرے سے جھلکتے دیکھ بھی لیا۔

"فکر مت کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا ابھی وقتی جذباتیت ہے کیتھی کی۔ تم ذرا مارک کی بھی تو کلاس لو۔ اسے بھی اپنے رویے کو ٹھیک کرنے کی بہت ضرورت ہے۔" ڈورس نے ہمدردی سے مشورہ دیتے ہوئے اپنے شوہر کا شانہ تھپتھپایا تھا۔

"کیتھ کو میرے خیال میں ڈینیئل ہی ٹھیک طرح سے سمجھا سکتا ہے۔" پال نے امید افزا نظروں سے بیوی کو دیکھا تو اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆

"میرا تو دل بہت گھبرا رہا ہے عباد!" زمین متفکر تھی۔

"ہیں...... اتنی جلدی۔ "خوش خبری" تو نہیں کوئی؟" بیگ بند کرتے ہوئے وہ شرارت سے پوچھ رہا تھا۔ اس کا مطلب سمجھتے ہوئے زمین نے اس کے شانے پہ ہاتھ مارا۔

"شٹ اپ۔" وہ بھی ہنسنے لگی۔

"خود ہی تو کہہ رہی تھیں بار بار کہ گھر والوں کو شادی کی خوش خبری دے دینی چاہیے اور اب جب واپس جا رہے ہیں گھر تو خود ہی گھبرا رہی ہو۔" وہ اس کی گھبراہٹ کا مزہ لیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تم مجھے فلیٹ پہ چھوڑ جانا عباد! میں یہ جنگ و جدل والا ماحول نہیں دیکھ سکتی۔ جب سب کچھ سیٹل ڈاؤن ہو جائے تو مجھے لے جانا گھر۔"

زمین نے کہا تو اس نے زمین کا بازو تھام کر سہولت سے کھینچتے ہوئے اسے اپنے سامنے بٹھایا۔

"اچھا...... یعنی قصور دونوں کا ہے اور شیر کی کچھار میں بس میں اکیلا ہی جاؤں گا؟" عباد نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ شیر تمہارے ابا ہیں...... میرے نہیں۔" زمین مسکرائی...... مگر پھر مسکرا نہ سکی۔ اسے اپنے ابا یاد آئے تھے۔ زمین کے پیارے ابا۔ اس کی ہر چھوٹی بڑی فرمائش پہ آمنا و صدقنا کہنے والے ابا...... اس کی آنکھ بے اختیار بنا شعوری کوشش کے ہی بھر آئی۔

"ارے...... اتنے خوفناک نہیں ہیں میرے ڈیڈ......" عباد نے حیران سا ہو کر بے ساختہ اسے ساتھ لگا لیا۔

"میرے ابا بھی بہت اچھے ہیں عباد!" اس کی آواز مدھم تھی۔ عباد نے پل بھر میں ہی معاملہ سمجھتے ہوئے گہری سانس لی۔

"ابا سب ہی کے اچھے ہی ہوتے ہیں بس یونہی ان کو "ہٹلر کا" ہوتا ہے اولاد کی خوشیوں کے بیچ آنے کا۔" وہ اس کا موڈ ٹھیک کرنے کی خاطر مزاحیہ انداز میں بولا تو واقعی وہ ہنس دی۔ عباد نے دوسراہٹ کے احساس کے لیے اس کی

پشت تھپتھپائی۔ یہ اس کے ساتھ ہونے کا احساس ہی تھا جس کے بعد زمین کو آگے کی منزل آسان دکھائی دینے لگی۔

☆☆☆

"آر یو کڈنگ برو؟" گھر جاتے ہوئے راستے میں ڈرائیو کے دوران اس نے بلیوٹوتھ کان میں اڑستے ہوئے چھوٹے بھائی کو واٹس ایپ کال پہ شادی شدہ ہو جانے اور باقاعدہ ہنی مون منا کر آنے کی خوش خبری سنائی تو وہ دنگ رہ گیا۔

"مذاق کر رہے ہو نا؟"

عباد اس کی بے یقینی پہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"اب اس بات کا کیا ثبوت دوں تمہیں کہ شادی شدہ ہو چکا ہوں؟" زمین نے جھینپ کر اس کے بازو پر چٹکی بھری تھی۔

"گھر میں پتا ہے کسی کو؟" وہ شدید پریشانی کا شکار تھا۔

"آج واپسی ہے۔ وہی کے ٹو سر کرنے جا رہا ہوں۔ ابھی تو ہنی مون کا خمار طاری ہے میرے بھائی!" عباد بے حد خوش تھا۔

"شٹ اپ برو! ہمارے گھر کی بنیاد ہلا دی ہے تم نے۔ یہ تو گھر جا کے تمہارے سارے خمار اتریں گے۔" وہ ناراضی بھرے غصے سے بولا۔

"چلو۔ دیکھ لیتے ہیں۔ سب سود و زیاں دیکھ کر ہی یہ قدم اٹھایا ہے میں نے۔ تم فکر مت کرو۔" عباد نے چھوٹے بھائی کو پچکارا تو وہ تلخ ہوا۔

"فکر......؟ فکر تو چھوٹا لفظ ہے اس حادثے کے لیے۔ میں تو وہاں نہ ہوتے ہوئے بھی وہ قیامت دیکھ رہا ہوں جس کا تم وہاں ہو کر بھی تصور نہیں کر رہے۔"

زمین کو چاہے دوسری طرف کی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی لیکن عباد کی گفتگو سے جتنی سمجھ رہی تھی وہ اسے متفکر کر رہی تھی۔ جب یک جان دو قالب ہونے کا دعوا کرنے والا بھائی عباد کے اس اقدام پر اتنے تحفظات رکھتا تھا تو اس کے گھر والوں کے کیا حالات ہونے والے تھے۔ یہ اب آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا۔ واپس آ کر عباد نے اسے فلیٹ میں چھوڑا اور خود اپنا مقدمہ لڑنے گھر کی راہ لی۔ جہاں ایک قیامت اس کی منتظر تھی۔

☆☆☆

"کیتھ......"

ڈینیل اسے پکارتا ہوا دروازہ بجا کے اس کے کمرے میں آیا.... کیتھی واش روم میں تھی۔ ڈینیل کو افراتفری میں کیتھ اور مارک کا رشتہ ختم ہونے سے بچانے کے لیے بلایا گیا تھا۔ وہ اس کی بک شیلف کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ کیتھی کتابیں پڑھنے کی شوقین تھی وہ اکثر اسے کتابیں تحفے میں دیتا رہتا تھا۔ ڈینیل کو یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ کیتھی نے پچھلے ماہ دو نئی کتابیں خریدی تھیں۔ وہ اس کے بستر کے کنارے ٹک گیا۔ یونہی وقت گزاری کرتے ہوئے اس نے بلا ارادہ ہی سائیڈ ٹیبل کی دراز کو کھینچا تو وہ کھل گئی وہ مسکرا کر دوبارہ اسے بند کرنے والا تھا جب اس کی نظر دراز میں موجود چیز پر پڑ گئی۔ متجسس ہو کر ایک نظر واش روم کے بند دروازے پر ڈال کر ڈینیل نے وہ چیز اٹھا کر دیکھی۔ لمحہ بھر اس نے سمجھنے کی کوشش کی کہ وہ کیا تھی؟ اور جب وہ سمجھا تو گویا ہفت آسمان اس کی نظروں کے سامنے گھوم گئے۔

☆☆

باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ

عفت سحر طاہر

رنگ دیس تیرے

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

زمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

زمین کی سہیلی کجل کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔

زمین اپنی دوست صوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا لے جانے کی اجازت

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔

زمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ تھیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ بجل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں بجل، رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زمین کی دوستی کرا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ یمنی الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں بجل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ زمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کی ولیمے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

بجل زمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آ جاتی ہے زمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

زمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زمین، بجل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

زمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زمین کو فون کرتی ہے، فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر بجل کے نمبر پہ کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

زمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی، زمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو زمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔

نزہت گھر واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔

حریم عباد وسیم کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آ جاتی ہے عباد اسے دھمکاتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ زمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مارک ڈینیئل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ زمین گھر میں نہیں ہوتی۔

حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔

عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد زمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد زمین کو باپ کی بات یاد آتی ہے کہ دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔

عباد زمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آ جاتی ہے۔ عبد کی پر کھ کہ

وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھپھو تاریخ لینے آ جاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر زمین شادی کی ہامی بھر لیتی ہے۔ نصرت پھپھو اور زلفی خوش ہو جاتے ہیں۔ بجّل فون کر کے زمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پروپوز کرتا ہے۔ زمین خوشی خوشی گھر آتی ہے۔

رات میں حریم زمین سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کرلو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کرلوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عباد وسیم نے اسے پروپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہو کر گر پڑتی ہیں۔

نویں قسط

ڈینئیل نے اس سنہرے حروف سے سجی سبز رنگ کی موٹی سی کتاب کو بے اختیار اٹھا کر دراز سے نکال لیا۔

ایک بار...... دو بار...... سہ بار...... اس نے بے یقینی سے کتنی ہی بار انگریزی کے وہ چند حروف پڑھ لیے...... مگر ہر بار اس کے جھنجھناتے ہوئے ذہن نے جو سمجھا، وہ اسے ششدر کرنے کے لیے کافی تھا۔ اس نے خشک ہوتے حلق کے ساتھ کتاب کو کھولنا چاہا اسی وقت کیتھی واش روم سے باہر نکل آئی۔

"ہے ڈینی۔" وہ بھائی کو دیکھ کر خوش ہوئی تھی ڈینئیل اس کی طرف پلٹا تو اس کے ہاتھ میں موجود کتاب دیکھ کر کیتھی کی مسکراہٹ فوری طور پر غائب ہوئی اور چہرے کا رنگ واضح طور پر بدلا۔

"یہ...... کیا ہے؟" ڈینئیل نے کتاب والا ہاتھ اوپر کر کے بے یقینی سے پوچھا تو کیتھی نے زبردستی والی مسکراہٹ کھینچ کر ہونٹوں پہ سجانی پڑی۔

"یہ...... وہ...... میری ایک دوست، ہے اس سے لی تھی پڑھنے کے لیے۔" کیتھی نے آگے بڑھ کر سرسری سا لہجہ بناتے ہوئے کتاب ڈینی کے ہاتھ سے لے لی۔

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ مسلمز کی مذہبی کتاب ہے؟" ڈینی کا لب و لہجہ ترش ہوا۔

"تو کیا ہوا......؟ علم کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ ہمیں جاننے کی کوشش کرنی چاہیے کہ ہم جو اتنی دہائیوں سے ان مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے ہر حربہ آزما رہے ہیں تو وہ کون سی شے، وہ کون سا اعتقاد ہے جو ان کو بچائے ہوئے ہے...... یہ صرف جنرل نالج کے لیے پڑھ رہی ہوں۔ تم فکر مت کرو۔"

وہ کتاب واپس دراز میں رکھ کر دراز کو لاک کرتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں کہتی ڈینی کی فکر دور کر رہی تھی۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ ڈینئیل کا ذہن کن کڑیوں کو جوڑنے میں مصروف ہے۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں ان لوگوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی۔ اس سے بہتر ہے کہ تم اپنی الہامی کتاب پہ غور کرو۔ جس میں واضح اشارے ہیں کہ ہمیں ساری دنیا پہ حکمرانی کے لیے بھیجا گیا ہے ہمارا سب سے بڑا دشمن مسلمان ہے ہم نے کبھی تمہیں ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع نہیں کیا تو اس کا مطلب ہماری روشن خیالی ہے نا کہ اپنے مذہب سے لاپروائی۔" ڈینی نے کھردرے لہجے میں کہا۔

"میں بچی نہیں ہوں ڈینی! برا بھلا سب جانتی ہوں، تم فکر مت کرو...... دنیا جہان کے ناولز پڑھ کر میرے ذہن پہ دو دن سے زیادہ ان کی کہانی کا اثر نہیں رہتا تو اس کا کیا رہے گا۔" کیتھی نے لاپروائی کا تاثر دیا۔

"یہ انسانی ہاتھ اور ذہن سے لکھی گئی کتاب نہیں ہے کیتھ!" وہ بے ساختہ بولا پھر فوراً ہی بات تبدیل کر گیا۔

''خیر چھوڑو...... یہ مارک کا کیا معاملہ ہے؟'' ڈینی نے فی الوقت اس موضوع کا سرا تھاما جس کے لیے اسے اتنی ایمرجنسی میں بلایا گیا تھا۔

''اوہ......تو تمہیں اس مسئلے کے لیے ''امپورٹ'' کیا گیا ہے۔'' کیتھی نے آنکھیں سکیڑیں۔

''اس سے پہلے بھی ہم مل کر مسائل کا حل نکالتے رہے ہیں۔'' ڈینی نے اسے یاد دلایا۔

''وہ سب چھوٹے موٹے معاملات تھے ڈینی! تم جانتے ہو، ڈیڈ کی وجہ سے میں ہمیشہ مارک کی تمام تر بدتہذیبی کو نظرانداز کرتی آئی ہوں...... لیکن اس بار اس نے جو حرکت کی ہے، وہ ناقابل معافی ہے۔'' کیتھی کو نئے سرے سے مارک کی حرکت اور زید کا بہتا خون یاد آیا تو اس کے لہجے میں تختی اتر آئی۔

''میں اس بار اسے اچھی طرح سمجھا دوں گا کیتھی! تم اسے آخری موقع دے دو۔ ڈینئل نے مفاہمانہ انداز اپنایا لیکن کیتھی کسی بھی صورت انگوٹھی کے بوجھ سے خالی انگلی اور ذہن کو دوبارہ اسی بوجھ تلے دبانا نہیں چاہتی تھی۔

''سوری ڈینی! لیکن اب میں اس معاملے کو طول نہیں دینا چاہتی۔ مجھے مارک جیسا تنگ ذہن شخص اپنے لائف پارٹنر کے طور پہ کسی بھی طرح قبول نہیں۔'' کیتھی نے رکھائی سے جواب دیا تو ڈینی کی مسکراہٹ سمٹی۔

''اوکے۔'' اس نے شانے جھٹکے۔ پھر گویا یاددہانی کرانے والے انداز میں بولا۔'' لیکن مجھے امید ہے کہ تمہارے اس غلط فیصلے کی وجہ تمہارے مسلمان دوست نہیں ہوں گے۔''

''شیور۔'' کیتھی نے بے اختیار سکون بھری سانس کھینچتے ہوئے زبردستی کی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجائی تھی۔

''آجاؤ پھر...... کھانے کی میز پر ہمارا انتظار ہو رہا ہے۔'' ڈینئل کو اس کا سکون نظرانداز کرنے کے قابل نہیں لگا تھا لیکن فی الحال اس معاملے کو یہیں چھوڑنا بہتر تھا۔ وہ کیتھی کو لیے کمرے سے نکل گیا۔

☆☆☆

''اب بتاؤ...... کب جاؤں میں بھائی صاحب کے پاس جھولی پھیلانے؟'' نزہت نے بڑے خوش گوار موڈ میں عباد سے پوچھا۔ وہ دو گھنٹے پہلے گھر پہنچا تھا۔ ابھی دوپہر کا کھانا کھا کر فارغ ہوتے ہی چائے کا دور چلا تو نزہت نے اسے گھیرا، وہ انجان بن کر بولا۔

''میرا نہیں خیال کہ میرے دو ہفتے بزنس نہ دیکھنے کی وجہ سے کسی کے سامنے جھولی پھیلانے کی نوبت آگئی ہوگی۔''

وسیم صاحب نے تیکھی نظروں سے بیٹے کے تاثرات جانچے اور ہلکے پھلکے طنز سے بولے۔

''بات کو گھماؤ مت صاحبزادے! مائرہ کے رشتے کے لیے جا رہی ہے تمہاری ماں۔'' وہ بھی ان ہی کا سرپھرا بیٹا تھا، سنبھل کر بیٹھا مگر مسکراہٹ لبوں سے جدا نہ ہوئی۔

''واؤ...... گریٹ...... مائرہ کا رشتہ طے ہو گیا ہے...... بہت اچھی بات ہے۔''

''مائرہ کا رشتہ طے نہیں ہوا...... مائرہ کا رشتہ مانگنے جا رہی ہوں۔'' نزہت نے اسے پیار سے گھر کا۔

''مگر میں نے کب ڈیمانڈ کی ہے کہ آپ اس کا رشتہ لیں میرے لیے؟'' وہ شانے جھٹک کر آرام سے بولتا نزہت کو بے آرام کر گیا۔

''بات کو گھماؤ مت عباد! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اس گھر میں بہو بن کر اگر کوئی آئے گی تو وہ مائرہ ہی ہوگی۔''

''ہاں تو ٹھیک ہے۔ مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں، آپ چھوٹے سے اس کی مرضی پوچھ لیں اور بسم اللہ

کریں۔" اس نے اطمینان سے کہتے ہوئے ان کا اطمینان غارت کیا۔
"دماغ تو خراب نہیں ہو گیا تمہارا...... چھوٹے سے کیوں پوچھوں؟ تمہارا رشتہ کیوں نہ کروں۔"
"میں آپ کو اپنی مرضی بتا چکا ہوں ماما!" اس نے شانے اچکائے۔
"وہ سب میں تمہاری بے وقوفی سمجھ کر بھول چکی ہوں۔" نزہت بمشکل اپنا لہجہ معتدل رکھنے میں کامیاب ہوئیں تو وہ برجستہ بولا۔
"لیکن میں نہیں بھولا ماما! میں کل بھی زرمین سے شادی کرنا چاہتا تھا اور آج بھی۔"
"دیکھ رہے ہیں آپ اسے۔ کیسے منہ پھاڑ کر انکار کر رہا ہے۔" نزہت نے خاموش تماشائی بنے شوہر کو معاملے میں گھسیٹا۔
"میں نے اسے صاف منع کر دیا تھا کہ وہ لڑکی اس گھر میں نہیں آسکتی۔" انہوں نے ترش لہجے میں کہتے ہوئے بات ختم کی لیکن اگلا لمحہ ان دونوں کو بھک سے اڑا گیا جب وہ بے حد اطمینان سے بولا۔
"اسی لیے میں نے اسے فلیٹ میں رکھ لیا ہے یہاں نہیں لایا۔"
"فلیٹ میں...... مطلب......؟ تم نے...... لڑکی کو رکھا ہوا ہے؟" نزہت گڑبڑائیں۔ عباد گہری سانس بھرتا اٹھ کھڑا ہوا۔
"آئم سوری...... لیکن اگر آپ لوگ خوشی سے جینے کی اجازت نہیں دیں گے تو مجبوراً چوری سے زندگی گزارنی پڑے گی۔"
"تم نے شادی کر لی ہے اس لڑکی سے؟" وسیم سیٹھی سرعت سے اس کی بات سمجھے تھے۔ نزہت کا دل کھائی میں ڈوب کر ابھرا انہوں نے پرامید نظروں سے بیٹے کو دیکھا۔
"میں آپ لوگوں کی مرضی کے بنا ایسا کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا" وہ مفاہمانہ انداز میں کہنے لگا تھا کہ نزہت برافروختہ ہو کر اس کی بات کاٹ گئیں۔
"لفاظی مت کرو عباد! اور مجھے صرف یہ بتاؤ کہ تم نے ایسا کوئی بے ہودہ کام نہیں کیا ہے۔"
"آئم سوری! لیکن میں یہ کر چکا ہوں۔" وہ بنا کسی شرمندگی کے بولا تو وسیم سیٹھی اندر سے اٹھتی طیش کی لہر دباتے ہوئے گہری سانس بھر کر رہ گئے۔
انہیں معلوم تھا، جلد یا بدیر عباد کوئی ایسا قدم لازماً اٹھائے گا بچپن سے اس کی عادت تھی۔ ہر چیز اپنی پسند کی لیتا۔ چاہے بدلے میں ہزار چیزیں لے دو لیکن عباد کی پسندیدہ چیز کی طلب وہیں رہتی۔ جب تک کہ وہ ضد پوری نہ کر دی جاتی۔ مگر نزہت تو عورت تھیں...... اوپر سے ماں...... وہ تو سینے پہ ہاتھ رکھے بے یقینی سے بیٹے کے چہرے پہ مذاق کے تاثرات ڈھونڈتی رہ گئیں۔
"اب آپ لوگ اجازت دیں گے تو اسے یہاں لے آؤں گا ورنہ...... وہیں رہ لیں گے ہم۔" وہ ساری جمع تفریق کر کے بیٹھا ہوا تھا۔
"عباد...... مذاق بند کرو۔" نزہت نے سرسراتے لہجے میں کہا۔
"مذاق نہیں ہے ماما! نکاح کر چکا ہوں میں...... یہ بھی آپ لوگوں کی مہربانی کی وجہ سے...... کہا بھی تھا کہ میرا پرپوزل اس کے گھر لے جائیں۔ اس کی بھی شادی طے کر دی ہوئی تھی اس کے ماں باپ نے۔" وہ خفا سا بولا تو نزہت چلا اٹھیں۔
"ایسی بدکردار لڑکی...... جو شادی طے ہونے کے باوجود اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ بھاگ

آئی۔ اس کے لیے تم اپنا پروپوزل بھجوا رہے تھے۔ تف ہے تم پر عباد! مارّہ کو چھوڑنا تھا تو اس کے لیول کی لڑکی تو پسند کرتے۔"

وہ نادم تو تب ہوتا جب اسے کوئی پشیمانی ہوتی۔ وسیم صاحب نے اسے دیکھ کر سوچا۔ عباد کی پیشانی پر بل پڑ چکے تھے۔ نزہت اب رونا شروع ہو گئیں۔

"ایک ہی میرا بھائی ہے اس دنیا میں۔ وہ بھی چھڑا دیا آج اس لڑکے نے...... سالوں سے انہیں لارا لگایا ہوا تھا ان دونوں کے رشتے کا...... اب انہیں جا کر کیا بتاؤں کہ بیٹا نکاح کر چکا ہے اپنے ہی والدین کو شامل کیے بنا۔"

"شیم آن یو عباد! سخت مایوس کیا ہے تم نے مجھے...... تمام عمر کے لاڈ پیار کا یہ صلہ دیا ہے تم نے۔" وسیم تو اس سے بات بھی نہیں کرنا چاہتے تھے...... لیکن مجبوری...... کہ لمبی چوڑی اولاد تو تھی نہیں۔

"ہر انسان کو اپنی زندگی جینے کا اختیار ہونا چاہیے ڈیڈ! تمام عمر کے لاڈ پیار کا خراج ایک ہی بار میں وصول کرنے والا رواج اب ختم ہو جانا چاہیے۔" وہ شاید شروع ہی سے ظالمانہ حد تک صاف گو تھا لیکن ان دونوں کو آج پتا چلا تھا کہ یہ صاف گوئی ہر طرح کے حالات میں "خوبی" نہیں ہوا کرتی۔

نزہت اسے کسی بھی طور معاف کرنے کے حق میں نہیں تھیں۔

☆☆☆

ایک تو نرمین کا دھوکا دے جانا، اوپر سے پورے خاندان میں تھو تھو الگ۔ مصطفیٰ صاحب کے گھر میں تو گویا صف ماتم ہی بچھ گئی...... وہ سال ان کے لیے غم کا سال بن گیا۔ طوبیٰ کو کالج میں داخلہ لینے سے روک دیا گیا...... حریم کی بہت چاؤ سے شروع ہونے والی کالج لیکچرار کی جاب سے ابا نے فوراً استعفیٰ دینے کا کہہ دیا۔ وہ تو پرائیویٹ کالج کے رولز کے مطابق وہ سیشن پورا کرنے تک وہ جاب نہیں چھوڑ سکتی تھی ورنہ ابا تو اسے شاید باہر نکل کر دن کی روشنی بھی نہ دیکھنے دیتے۔ ادھر پھپھو نصرت نے بات دبانے کے بجائے واویلا مچا کر برادری کے ایک ایک بندے کو نرمین کے معاشقے اور راتوں رات گھر سے بھاگ جانے کی خبر سنائی بلکہ سب سے پہلے گھر آ کر وہ تماشا لگایا کہ سب ادھ موئے ہو گئے۔

ابا کا خیال تھا کہ وہ بہن کے لیے جان دیتے ہیں تو بہن ایسے مشکل وقت میں ان کی عزت رکھے گی اور بات دب جائے گی۔ لیکن نصرت نے تو نرمین کا پسند کی شادی کے لیے گھر سے چلے جانے کا سن کر دو منٹ سکتے میں رہنے کے بعد وہ شور مچایا اور گالیاں دیں کہ الامان الحفیظ۔ ساتھ آئے پھپھا الگ تلملا رہے تھے۔ اتنی بے عزتی کہ شادی سے چند دن پہلے لڑکی گھر سے بھاگ گئی۔

"نصرت...... اللہ کے واسطے۔ وہ جاتے جاتے مجھے مار گئی ہے...... تم بھی ایسا برتاؤ کرو گی تو یقین کرو قبر میں اتر جاؤں گا میں۔" ابا نے لرزتے ہاتھ دھاڑتی ہوئی بہن کے آگے جوڑے۔

"بس کریں بھائی صاحب! آپ کو مار گئی ہے تو ہماری بھی ناک کٹوا گئی ہے برادری میں...... اپنے ہیرا بیٹے کے لیے خاندان بھر کی لڑکیاں چھوڑ کے بھائی کا بوجھ اپنے سر لینے کی ٹھانی تھی...... اور وہ بدکردار راکھ ڈال کے نکل گئی ہمارے سروں پہ۔"

رونے سے لال ہوئی آنکھوں سے بھائی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"شش...... آہستہ نصرت! سارے محلے والوں کو خبر ہو جائے گی۔" اماں بے چاری کی تو آنکھ تب سے خشک ہی نہ ہوئی تھی...... جیسے نرمین آنکھ کی چبھن بن گئی ہو۔

"میرا منہ مت کھلواؤ زاہدہ! بیٹیوں کے کرتوتوں پر ڈالے جانے والے یہی پردے تمہیں لے ڈوبے

ہیں۔"
نصرت دھاڑیں۔ تو اماں دوپٹے میں منہ چھپا کر خوب ہی روئیں۔ اس نندوئی کے سامنے نصرت اپنی لمبی زبان کے باوجود ہمیشہ ہی بھائی بھاوج کی عزت بناتی آئی تھیں۔ لیکن آج تو غضب ہی ہو گیا...... ان کی بیٹی ان کی عزت بیچ چوراہے میں ٹھوکروں کی زد پر رکھ گئی تھی۔
"میں تو تم ہی کو اہمیت دے رہا تھا بیٹی کے مقابلے میں نصرت! مجھے رتی برابر بھی برا گمان ہوتا اس کی طرف سے تو اپنے ہاتھوں سے زندہ نہ گاڑ دیتا اسے۔" ابا کے شانے ڈھلکے ہوئے اور آواز پست تھی۔
"ناک تو ہماری بھی کٹ گئی نا برادری میں۔ کیا بتائیں سب کو...... ہونے والی بہو گھر سے بھاگ گئی۔" پھپھا بھی صدمے کی گرفت میں تھے۔
ابا کو جیسے کسی نے کند چھری سے ذبح کیا ہو۔ انہوں نے آنکھوں میں نمی لیے پھپھا کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تو حریم سے اپنے پیارے ابا کی یہ "روحانی موت" برداشت نہ ہوئی وہ بلک کر رو دی۔ نصرت پھپھو اور پھپھا اٹھ گئے۔
"یہی انجام ہوتا ہے خاندان بھر سے الگ ہو کر چلنے کا۔ جن کی بیٹیاں ان پڑھ تھیں، وہ سب عزت سے اپنے گھروں کو سدھاریں...... اور بھائی صاحب چلے تھے ان سے دنیا فتح کروانے...... موئی بے حیا...... اپنی ہی دنیا تسخیر کرنے نکل گئی۔ اب مجھے بھی تو بتائیں، میں سسرال میں کیا منہ دکھاؤں کیا بتاؤں؟" نصرت کی جاتے جاتے بھی مارے دکھ اور صدمے کے زبان تھم نہیں رہی تھی۔
"یہ وقت دونوں گھروں کی عزت بچانے کا ہے نصرت! عقل سے کام لو تو بگڑی بات بن سکتی ہے۔ کہو تو تمہارے پیر پکڑ کر معافی مانگ لیتا ہوں، دوسری بیٹی کا رشتہ دے دیتا ہوں۔" ابا نے عزت بچانے کی گڑگڑا کر آخری کوشش کی تو حریم کی سانس حلق میں ہی کہیں اٹک گئی۔
"اب چاہے پاؤں پکڑیں یا ہاتھ جوڑیں بھائی صاحب...... عزت کو دھبہ تو وہ لگا گئی...... اور یہ بھی تو اسی کی بہن ہے۔"
نصرت بھائی سے سارے رشتے توڑ کر ان کی دہلیز سے نکل گئی تھیں اور ابا وہیں ڈھے گئے۔ اماں چیخ کر حریم کو پانی لانے کا کہتی خوف زدہ سی ان کی طرف لپکیں۔
لیکن شاید عزت کو داغ لگا جانے والی اولاد کے ماں باپ اتنی جلدی نہیں مرا کرتے...... وہ مردوں کی طرح زندہ اور تا عمر آزمائش کی سولی پہ لٹکے رہتے ہیں۔ زندگی مشکل تو تھی ہی...... مشکل ترین بن گئی۔
☆☆☆
"لے لیا مزہ پڑھی لکھی نوکری پیشہ بہو کا۔" پھپھا نے گھر آتے ہی توپ کا دہانہ کھول کر رخ نصرت کی طرف کر دیا۔ زلفی تو صبح سے سر منہ لپیٹ کر گھر میں پڑا ہوا تھا۔
"بس کر دو زلفی کے ابا! مجھ میں سکت نہیں ہے اب...... وہاں بھی بول بول کر آئی اور یہاں تمہارے کمان سے نکلے تیروں کے بھی جواب دوں۔" نصرت نے غصے سے تپے شوہر کے آگے ہاتھ جوڑے۔
"دل تو کر رہا ہے کہ جوتا اتار کے تم دونوں ماں بیٹے کا دماغ ٹھکانے لگا دوں...... میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ اتنی پڑھی لکھی، خوب صورت اور کماؤ لڑکی...... اس دیلے نکمے سے شادی پہ راضی کیسے ہو گئی...... لے لیا سواد اب۔ بھگتنا لوگوں کی باتیں۔"
پھپھا سخت طیش میں تھے۔ زلفی منہ لٹکائے کرسی پہ آ بیٹھا وہ تو ہمیشہ سے یار دوستوں میں بیٹھ کر زمین جیسی حسین اور نوکری پیشہ منگیتر کے بل بوتے پر ہی شو بازی کرتا رہا تھا اس کے دوستوں کے تو خیالوں میں بھی کبھی زمین جیسی لڑکی کا گزر نہ ہوا تھا اور اب تو شادی میں محض چار پانچ روز تھے اور زمین دغا دے گئی تھی۔ وہ باہر جا ہی

نہیں رہا تھا کہ کس منہ سے سب کو زمین کے بھاگ جانے اور شادی کے ملتوی ہونے کی خبر سنائے۔

"میں تو کہتا ہوں، تمہارے بھائی بھابی کی ملی بھگت ہے ساری۔ رخصت کر دیا بیٹی کو کسی پڑھے لکھے امیر آدمی کے ساتھ...... اس نکھٹو سے بچانے کے لیے۔"

"خدا کو مانو زلفی کے ابا! اب ایسا بھی بے غیرت نہیں ہے میرا بھائی! ایسی بات ہوتی تو آج وہ منہ بھر کے بدلے میں زلفی کے لیے حریم کے رشتے کی بات نہ کرتا۔" نصرت تڑپ کر بولیں تو زلفی مانو کرسی سے اچھل ہی پڑا۔

"ہنہ۔ ڈرامے۔" پھپھا سر جھٹک کر رہ گئے۔

"کیا کہا اماں؟ ماموں میرے لیے حریم کا رشتہ دے رہے تھے؟" زلفی نے جس بے تابی سے پوچھا۔ اس نے پھپھا کے خون کو مزید تپایا تھا۔

"یہ دیکھو...... ابھی ایک بار بے عزت ہو کر شوق نہیں اترا دولہا بننے کا اس کا...... بے غیرت...... یہ سوچ کہ وہ شادی سے پہلے تجھ پہ لعنت بھیج کر بھاگ گئی ہے۔" انہوں نے زلفی کو غیرت دلانی چاہی۔

"ابا! یہ بھی تو سوچیں۔ کوئی تو ایسی بات ہے مجھ میں کہ ماموں مجھے ہی اپنی دامادی میں لینا چاہتے ہیں۔" زلفی کا اعتماد قابل دید تھا۔

"تف ہے تمہاری سوچ پہ۔" پھپھا نے دانت کچکچائے۔

"ہیں اماں! بتاؤ نا...... پھر کیا کہا تم نے؟ اچھا فیصلہ کیا ہے ویسے ماموں نے...... یہ شادی ہو جائے گی تو دونوں گھروں کی عزت رہ جائے گی......" زلفی کی تو گویا پھر سے دل کی کلی کھل گئی...... لیکن اسی وقت پھپھا نے پیر سے جوتا اتار لیا تو زلفی بگٹٹ دوڑا۔ پھپھا نے گالیاں بکتے ہوئے جوتا زمین پہ پٹخا اور نصرت کی طرف پلٹ کر خوں خوار انداز میں بولے۔

"خبردار...... میں کہتا ہوں زلفی کی ماں، خبردار، جواب اس گھر میں کسی نے مصطفیٰ احمد کی بیٹیوں کا نام بھی لیا ہو تو۔" اور یہ باب اس روز وقتی طور پہ بند ہو گیا۔

☆☆☆

ان کی شادی کو سال بھر ہو چکا تھا وہ دونوں عباد کے فلیٹ ہی میں رہائش پذیر تھے۔ عباد کے والدین نے بیٹے کو تو قبول کر لیا لیکن بہو کے لیے گھر کے دروازے بند ہی رکھے تو وہ کبھی کبھار گھر کا چکر لگا لیا کرتا تھا۔ مگر نہ ان دونوں نے اپنی جو دنیا بسائی تھی۔ وہ اس میں بہت خوش تھے اور اس خوشی کو بڑھانے اور ان کے تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے ننھی سی پری میرب دنیا میں آ چکی تھی۔ جس میں عباد اور زمین کی جان بستی تھی...... کبھی کبھار زمین کا اماں ابا اور بہنوں سے ملنے کو اتنی شدت سے دل چاہتا کہ وہ ڈپریشن کا شکار ہونے لگتی۔

"میری طرف سے تم پر کوئی بندش نہیں سویٹ ہارٹ! تم جب جی چاہے جاؤ، اپنے ماں باپ سے ملو...... مجھے بس اس چہرے پہ اداسی اور ان آنکھوں میں آنسو نہیں چاہئیں، خوش رہا کرو...... جیسے میں خوش ہوں۔" عباد آؤٹ لیٹ پہ جانے کے لیے نکلتے ہوئے پیار سے اس کا گال چھو کر بولا تو وہ پھیکا سا مسکرا دی۔

لیکن پھر ایک فوری ادراک نے اس کا دل بھینچ لیا۔

"تم نے میرے جیسا کچھ کھویا ہی کیا ہے عباد! جو تمہیں خوش ہونے سے روکے...... تم تو پھر سے لوٹ گئے ہو اپنے ماں باپ کے پاس۔ اک تمہاری محبت کے سوا باقی سب خسارہ ہی تو مول لیا ہے میں نے۔" اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

میرب کے کسمسا کر نیند میں رونے کی آواز نے اس کی سوچوں کو منتشر کر دیا۔ وہ سب کچھ بھلا کر لپک کر اس کی طرف بڑھی تھی۔

☆☆☆

وین والا دیر سے لینے پہنچا، تب تک حریم کا دم حلق میں آن اٹکا۔ وین والے کو ڈانتی بکتی جھکتی وین میں بیٹھنے تک وہ ادھ موئی ہو چکی تھی۔ وین والا حسب عادت و معمول ڈھٹائی سے دانت نکوستا لعنت ملامت سن کر اطمینان سے ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا اور وین اڑانا شروع کر دی۔

وہ نروس سی انگوٹھے کا ناخن دانتوں سے چبا رہی تھی۔ آج سیکنڈ ٹائم پیپر تھا اور اس کی ایگزامز کے طور پر چار گھنٹے ڈیوٹی کے بعد چار بجے چھٹی تھی مگر وین ساڑھے چار بجے کالج پہنچی تھی۔

(اور ابا شاید گھر آ چکے ہوں) اس کا دل کسی کھائی میں ڈوبا یا آنے والے ہوں گے...... اس نے خوش گمانی کو دل میں جگہ دینا چاہی۔ ساتھ بیٹھی خوش گپیاں لگاتی پیپر ڈسکس کرتی بے فکر لڑکیوں کو رشک بلکہ حسرت سے دیکھا کسی کو بھی اس آدھے گھنٹے کی معمولی سی دیر سے کچھ فرق نہ پڑا تھا۔ ماسوائے اس زرد پڑتی رنگت والی لڑکی کے۔ وہ یاسیت سے سوچ رہی تھی۔ گلی کے نکڑ پر اترتے ہی وہ چیل کی سی تیزی کے ساتھ گھر کی طرف لپکی اور ابھی دروازہ پوری طرح بجایا بھی نہ تھا کہ ایک دم سے دروازہ کھل گیا۔ اپنے ہی جیسی اڑی رنگت والی عورت کو سامنے دیکھ کر اس کی دھڑکن مدھم پڑی۔ وہ خوف زدہ عورت اس کی ماں تھی۔

''ابا آ گئے؟'' اس نے اندر داخل ہوتے سرگوشی میں پوچھا۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلایا تو اس کی جان ٹوٹنے لگی۔ اس کی آمد کی خبر اس کے باپ کو بھی ہو گئی تھی جب ہی وہ کمرے سے صحن میں نکل آئے۔ ان کی خشمگیں نگاہوں سے نکلتے شعلے پل بھر میں اسے راکھ کر گئے۔

''وہ...... ابا...... وین والا لیٹ تھا...... پیپر تو کب کا ختم ہو چکا تھا'' وہ خشک ہوتے حلق کے ساتھ ہکلائی۔

''میں کہہ رہا ہوں زاہدہ! پر فیبنچ کرا لو اس کے۔ روتی پھرو گی پھر۔'' وہ سرد مہری سے اماں سے مخاطب تھے مگر ان کی نگاہ سامنے کھڑی لڑکی کو چھیدے جا رہی تھی۔

''گھر بٹھاؤ اسے بھی۔ دو چار ماہ میں کہیں ٹھکانے لگاتا ہوں اسے تاکہ سر کا بوجھ اترے ہمارا...... یہ بھی بہانے بازیوں پر اتر آئی ہے۔ دغا دے گی کسی روز۔'' باپ کی کٹیلی نگاہ اور زہریلی بات پر اسے لگا وہ کھڑے کھڑے مر گئی ہو۔

باپ کا یقین بیٹی کے کردار پر سے اٹھ جائے تو جسمانی نہ سہی روحانی موت ضرور آ جایا کرتی ہے۔ وہ بھی ایسی ہی موت کا شکار ہو رہی تھی۔

وہ بکتے جھکتے اندر چلے گئے تو اماں نے سکھ کا سانس لیا اور اس کا بازو کھینچ کر تقریباً اسے گھسیٹ کر اس کے کمرے میں لے آئیں۔

''چلو شکر ہے، تھوڑے میں جان چھوٹ گئی۔'' اماں کی بات سن کر اس کے منجمد حواس پگھلنے لگے۔

''تھوڑے میں جان چھوٹی؟ بیٹی کے کردار کو مشکوک سمجھنا۔ آپ کی نظر میں یہ تھوڑی سی بات ہے اماں؟'' اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک گئے، آواز گلے میں گھٹ گئی۔

''بیٹی کے واقعی بدکردار نکلنے سے تو چھوٹی ہی بات ہے۔'' اماں یک دم سرد لہجے میں بولیں تو اس کے حواس ٹھٹھرے۔

''کوئی بھی والدین اپنی ساری اولاد کو ایک ہی پلڑے میں نہیں تولتے اماں! ہر بچے کی کرنی اسی کے پلڑے میں رکھنی چاہیے تاکہ سب ہی کو ایک ہی حساب سے تولنا شروع کر دیں۔'' وہ شدید دکھ کی کیفیت میں گھری بامشکل بول پائی۔

''دودھ کے جلے ہیں وہ۔ سانپ پر پاؤں آیا ہے تب ہی رسی سے بھی ڈر رہے ہیں۔'' اماں کی کیفیت ویسی نہ تھی جس کا شکار بیٹی تھی۔

''اپنی اولاد پر تو اعتبار کریں اماں!''

''اولاد پر اعتبار نے ہی تو انہیں پورے قد سے گرایا ہے۔ وہ بھی پوری دنیا کے سامنے۔'' وہ ایک دم سے اس کی طرف دیکھ کر بے حد تلخی سے بولیں تو اس کی بولتی بند ہو گئی۔ لمحہ بھر کے توقف کے بعد اماں نے اس کی چادر اتار کر اسے دوپٹا تھمایا اور چادر تہہ کرتے عام سے انداز میں بولیں۔

''تم یہ بتاؤ۔ بچیوں کے پیپر کتنے رہ گئے ہیں اور کالج والے کب فارغ کریں گے تمہیں؟''

''ہوں۔'' اس نے دبی دبی مگر گہری سانس بھری۔

''جاب کے وقت ہی انہوں نے کہہ دیا تھا کہ سال بھر سے پہلے جاب نہیں چھوڑ سکتے اور جاب چھوڑنے سے تین ماہ پہلے انتظامیہ کو بتانا ہو گا تا کہ وہ متبادل ٹیچر کا بندوبست کر سکیں۔ یہ مہینہ امتحانات کا ہے اماں اس کے بعد بھی ابھی چار ماہ باقی ہیں میری جاب کے۔''

''چلو خیر...... چار مہینے ہی او کھے ہیں پھر تو فری ہو جاؤ گی۔'' وہ اب یونہی وقت گزاری کے لیے اس سے باتیں کر رہی تھیں اور وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ ابا کی باتوں کی تلخی زائل کرنے کے لیے اماں اس سیشن کو آدھا گھنٹہ یونہی جاری رکھنے والی تھیں۔ سو وہ بھی ان کے سوالوں کے چھوٹے چھوٹے جواب دیتی رہی...... جانتی تھی، ذہنی پراگندگی دور کرنے کے لیے ماں کی یہ ''مینٹل تھیراپی'' اس کے لیے بہت کارآمد تھی۔

''اماں! آپ ابا سے کہیں، میں زلفی سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔'' بہت سوچ کر اور اپنے دل پر وزنی ترین پتھر رکھ کر اس نے اماں سے کہا تو انہوں نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

''میں ان کی یہ بداعتمادی اور بے اعتباری مزید نہیں سہہ سکتی اماں! ہر بار جب وہ کوئی زہریلی بات کرتے ہیں تو میرا وجود اس زہر کی تلخی سے نیلا ہو جاتا ہے۔'' وہ سسک اٹھی۔

''میری قربانی میرا اعتبار بحال کرنے کے کام آ جائے گی اماں! جس ذہنی عذاب سے میں گزرتی ہوں ابا کی باتیں سن کر اس سے میری چھوٹی بہن بچ جائے گی۔ اس کی راہیں کھل جائیں گی۔'' اس کی باتوں نے اماں کو گہری سوچ میں ڈال دیا۔

رات ابا سے بات کی تو وہ چپ سے رہ گئے جیسے انہیں اس کی طرف سے تا قیامت اس آفر کی امید نہ رہی ہو۔ پھر ایک دم تلخی سے بولے۔

''اس سے کہو سوچ لے، یہ نہ ہو کل کو میرے سر میں خاک ڈلوا دے۔''

''خدا کے لیے۔ کیسی باتیں کرتے ہیں، اللہ کی پناہ مانگیں۔'' اماں کا دل ان کی شقی القلبی پر لرز اٹھا تو وہ فی الفور انہیں ٹوک گئیں۔

''ایک اللہ ہی کی پناہ تو باقی رہ گئی ہے زاہدہ بیگم! باقی زمانے کے سامنے تو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا تمہاری اولاد نے۔'' وہ بہت عرصہ ہوا۔ میٹھی بات کرنا بھول چکے تھے۔ اماں بھی کیا جواب دیتیں۔ واقعی ان کے بے جا لاڈ اور اعتبار نے ہی انہیں منہ کی کھلائی تھی۔

''آپ نصرت کو فون تو کریں۔ دیکھیں، کیا کہتی ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اب اس کی ناراضی ختم ہو گئی ہو گی۔'' اماں کو امید تھی۔ ابا نے اگلے روز ہی بہن کو گھر بلا لیا اور جتنے جتن اس سلسلے میں انہیں کرنا پڑے یہ وہی جانتے تھے۔ اس نے اپنے کرلاتے دل کو بہلا کر سارا گھر چمکا دیا۔ دو سالن اور چاولوں کے ساتھ کباب اور چٹنی بھی بنالی۔

''آپی! آپ واقعی زلفی بھائی سے شادی کرنے والی ہو؟'' طوبیٰ اس سے دو سال چھوٹی تھی اماں سے خبر سن کر آئی تو بے یقینی سے پوچھا۔ اس کی بھی جیسے ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔ صوفے کے کشنوں کو یونہی تیسری بار

جھاڑتے ہوئے اس نے بنا نظر ملائے عام سے لہجے میں کہا۔

''ہاں......سوچا تو یہی ہے۔''

''کوئی ضرورت نہیں آپی! ایسا کون سا ڈاکٹر یا انجینئر کا رشتہ ہے جو ہاتھ سے نکل گیا تو زندگی برباد ہو جائے گی آپ کی۔ دنیا بھری پڑی ہے اعلا رشتوں سے۔ پھر زلفی بھائی ہی کیوں؟'' وہ ناپسندیدگی سے بولی۔ اب کی بار اسے مجبوراً طوبیٰ کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

''اور اگر میں پوچھوں کہ زلفی کیوں نہیں......تو؟''

''اتنے غنڈے سے تو لگتے ہیں آپی! ہر وقت پان چھالیہ چباتے رہتے ہیں اور ان کے گھر چلے جاؤ تو ہمارے سامنے بھی اپنی بہن کو ذرا ذرا سی بات پر غلیظ گالیاں دیتے رہتے تھے۔ ہم تو یہ سب برداشت نہیں کر سکتے۔'' وہ احتجاج کرتے ہوئے بولی۔

عجیب بات تھی کہ نرمین کے لیے اسے اور حریم کو زلفی کے عیب نظر نہیں آئے تھے۔ اس وقت حریم تو نرمین کو ہی سمجھاتی رہتی تھی بلکہ حریم تو عباد ۔۔ کے آفس بھی پہنچ گئی تھی۔ اگر دونوں بہنیں نرمین کے ساتھ مل کر ابا، اماں کو سمجھاتیں تو شاید نوبت یہاں تک نہ آتی۔

''اور ویسے بھی فضول سی عادتیں ہیں ان کی...... بلکہ مجھے تو ان کے دیکھنے کا انداز ہی اچھا نہیں لگتا۔''

قدرے توقف سے اس نے بے حد ناگواری سے جو بات کی، اس نے دل مٹھی میں لے لیا۔ طوبیٰ کو آج احساس ہوا تھا کہ زلفی کی نظریں ٹھیک نہیں ہیں۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا گڑیا! ابا ٹھیک ہوں گے تو سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے گا۔'' اس نے جیسے اس سے زیادہ اپنے آپ کو تسلی دی۔

''آپی! سب کچھ ٹھیک کرنے کے لیے اپنی زندگی خراب کرنا ضروری ہے کیا؟'' طوبیٰ بے بسی سے بولی۔

''بعض اوقات ہمیں دوسروں کی غلطیاں درست کرنے کے لیے اپنے ساتھ غلط ہونے دینا پڑتا ہے طوبیٰ!''

''اگر زلفی بھائی اچھے ہوتے تو پہلے نامراد نہ لوٹائے جاتے۔''

''کیا فضول باتیں لے کر بیٹھ گئی ہو تم۔ اب بس کرو، پھپھو آتی ہوں گی۔ سلاد وغیرہ بنا لو اب۔'' اس نے بات کو لمبے ٹریک کی طرف جاتے دیکھ کر بات پلٹ دی جبکہ طوبیٰ ابھی تک اس کے پاس کھڑی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر طوبیٰ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور نرمی سے بولی۔

''ابا پھر سے اچھے ہو جائیں گے طوبیٰ! تم بھی پرائیویٹ پڑھنے کے بجائے کالج جا کر پڑھ سکو گی۔ اگر میری چھوٹی سی قربانی سے سب کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔''

''مجھے بہت فرق پڑتا ہے آپی! کیونکہ میرا دل اللہ نے خود غرض نہیں بلکہ آپ جیسا حساس بنایا ہے۔ مجھے اپنی زندگی پر عیش بنانے کے لیے آپ کی خوشیوں کی قربانی نہیں چاہیے۔'' عجیب بات تھی نرمین کی قربانی دینے کے لیے طوبیٰ بھی تیار تھی۔

اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اسے خود سے چھوٹی بہن پر ٹوٹ کر پیار آیا۔ اس نے بے اختیار اسے گلے لگا لیا۔ مگر وہ دونوں ہی یہ بات اچھی طرح جانتی تھیں کہ اب آخری فیصلہ ابا ہی کا ہوگا۔

☆☆☆

پھپھو چلی تو آئیں مگر منہ ویسے ہی سوجا ہوا جیسے دو سال سے تھا۔

''بھائی اکرم کو بھی لے آتیں۔'' کھانے کے بعد مجرمانہ سی خاموشی کو توڑتے ہوئے اماں نے نند کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے نندوئی کا کہا تو پھپھو نے یوں تیز نظروں سے اماں کو دیکھا جیسے کھا جانے کا ارادہ ہو۔

"میں تو بہن ہوں۔ ذلیل ہو کر بھی دوبارہ بھائی کی چوکھٹ پر آ گئی ہوں۔ شوہر کو بتا کر آتی تو کاٹ ڈالتا مجھے۔" اماں جز بز ہو کر رہ گئیں۔

"بس اب غصہ تھوک دے نصرت! معاف کر دے۔ غلطی نہ ہونے پر بھی اپنی غلطی مانتا ہوں میں۔"

"واہ...... یہ بھی خوب کہی بھائی صاب! سارا قصور ہی آپ کے بے جا لاڈ پیار کا ہے۔ ارے میں کہتی ہوں ایسی بھی کیا منہ زوری کہ اولاد ماں باپ کو کچھ سمجھے ہی نہ۔ سر پہ خاک ڈال کے نکلی تھی آپ کی لاڈلی۔" وہ پھنکاریں۔ غصے کی تو پہلے ہی تیز تھیں اب تو انہیں جیسے بھائی بھابی پر سبقت حاصل ہو گئی تھی۔

"بس کرو نصرت! کب تک اسی لکیر کو پیٹتی رہو گی۔ مٹ جانے دو اس بدنما لکیر کو۔" ابا بھی غصے کے بہت تیز تھے۔ پہلے تو پھپھو کو ان کے سامنے تیز آواز میں بولنے کی جرات نہیں ہوتی تھی مگر اب تو وہ جیسے اپنا تمام تر غصہ ہر ایک کے سامنے انڈیل دینا چاہتی تھیں۔

"جو لکیریں نصیبوں پر لگ جائیں، وہ ان مٹ ہی ہوتی ہیں بھائی صاب! ان کو مٹانے کے لیے کوئی ربڑ نہیں بنا ان کی بدنمائی ساری زندگی برداشت کرنی پڑتی ہے۔"

ابا مزید کچھ بول ہی نہ پائے...... حریم کا دل برف کی سل بنا ہوا تھا۔ وہ جانتی تھی، اپنی بیٹی کا اپنے منہ سے رشتہ دینا کسی بھی ماں باپ کے لیے کیا معنی رکھتا ہے۔ اوپر سے پھپھو کی تیز دھار زبان۔ اس کے ماں باپ کی عزت گویا بیچ چوراہے پڑی تھی۔

"بندہ نادم ہو تو اللہ بھی معاف کر دیتا ہے نصرت!" ابا کا حوصلہ کمال تھا۔

"چونکہ وہ اللہ ہے اور ہم بندے۔"

وہ نخوت سے بولیں۔ اماں کا دل جیسے کسی نے کچل دیا ہو۔ بے اختیار اپنے شوہر کی طرف دیکھا۔ تمام عمر وہ جن کی کسی مقدس صحیفے کی طرح عزت کرتی آئی تھیں۔

"اسے ہماری معافی ہی سمجھو نصرت! اپنی بچی کا رشتہ دیتی ہوں میں زلفی کے لیے۔" میاں کا سر نیچا ہونے سے پہلے اماں نے گویا ہونے والی ذلت کا رخ اپنی طرف موڑ لیا اور پھپھو نے تو ایسا پیچ و تاب کھایا کہ رہے نام اللہ کا۔

"میری تو جوتی بھی نہ قبول کرتی اب اس گھر سے کوئی رشتہ۔ ارے نکل کے گئی تمہاری بیٹی سب کے سروں میں سواہ (راکھ) ڈال کے۔ ایک ہی بیج کے منڈ (تنے) ہیں سارے بھنو! ایک دانہ چکھ لیا تمہاری دیگ کا...... بس بہت ہو گئی۔ میں تو کرموں ماری بھائی کا منہ دیکھنے چلی آئی۔ تم تو اپنی بیٹی ہی میری جھولی میں ڈالنے لگیں۔ کل کلاں کو اس کی بھی نیت بدل گئی۔ ہم تو اتنے جوگے نہیں کہ تمہاری بیٹیوں کے پیچھے بدنامی کے ٹوکرے اٹھائے بھاگتے پھریں۔"

اس گھر کی ہوا تو کیا سب کی سانسیں بھی ساکت تھیں۔ ہونٹ پپڑی زدہ اور زبانیں تالو سے چپکی ہوئی۔

نصرت پھپھو جاتے ہوئے ان کی دہلیز پر تھوک کر گئی تھیں۔ ابا ان کے نکلتے ہی چارپائی پر گرے تو ان کا جسم کتنی ہی دیر یوں پھڑکتا اور لرزتا رہا جیسے پورے وجود پر رعشہ طاری ہو گیا ہو۔ اماں اور وہ روتی ہوئی ان کی ہتھیلیاں اور پیروں کے تلوے رگڑ رہی تھیں۔

"سوری ابا...... مجھے معاف کر دیں۔ مجھے نہیں پتا تھا، پھپھو اتنی سنگ دلی کا مظاہرہ کریں گی۔" وہ آنسو بہاتے ہوئے ان سے معافی مانگ رہی تھی۔

☆☆☆

وہ کالج کے گیٹ سے ذرا دور ہی وین سے اتری اور اپنے ہی دھیان میں چلتی گیٹ کی طرف بڑھنے لگی۔ سیاہ گاڑی کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی نے گاڑی سے ایک دم اتر کر اس کا بازو تھام لیا تو حریم گھبرا گئی اس نے تڑپ کر دیکھا اور اگلے ہی پل بے حس و حرکت ہو گئی۔

''نز...... مین......''

''کیسی ہو......؟'' زمین زبردستی اس سے لپٹ گئی۔

ہاہ...... یہ ماں جائیاں۔ کیا ہی مشفق اور جانی پہچانی خوشبو اور اپنائیت پھوٹتی ہے ان کے وجود سے...... زمین جیسی خودغرض لڑکی کی آنکھیں بھی نم ہونے لگیں۔

''کون ہو تم......؟ پیچھے ہٹو۔'' حریم نے سختی سے کہتے ہوئے اس کے ہاتھوں کو جھٹکا تھا۔

''حری...... پلیز...... تم تو ایسے مت کرو۔'' وہ فوراً آنکھوں میں آنسو بھرلائی۔

''اور تم...... تم نے جو کیا ہے ہمارے ساتھ...... زندہ ہی درگور کرگئیں۔'' حریم کے حلق میں آنسوؤں کا پھندا لگنے لگا۔

''وہ سب تو ماضی ہو چکا ہے اب۔''

''ہاں تمہارے لیے زمین عباد! ہماری زندگی پر تو دو سال پہلے کی وہ منحوس رات ابھی تک ڈیرہ لگائے ہوئے ہے...... وہ بری گھڑی ٹھہر ہی گئی ہے ہماری قسمتوں پر۔''

''حریم پلیز! سوچا اگر میرے دل میں تم لوگوں کی محبت نہ ہوتی تو میں کبھی یوں ڈھونڈتی تمہیں۔''

''اور تم...... ایک بار بھی سوچا تھا تم نے ہمارے بارے میں...... ابا کے بارے میں...... جن کی سب سے لاڈلی بیٹی تھیں تم۔'' حریم تڑپی۔

''تمہارا مطلب ہے کہ زلفی سے شادی کر کے میں زندہ درگور ہو جاتی، تب میں عظیم بیٹی ہوتی تم سب کے نزدیک۔'' اس نے آنکھوں سے ڈھلک کر رخساروں پہ آنے والے آنسوؤں کو انگلیوں کی پوروں سے جھٹکا۔ حریم نے دیکھا، اس سال سوا سال کے عرصے میں وہ اور بھی نکھر گئی تھی۔ حسین سے حسین تر ہو گئی تھی۔

''مجھے دیر ہو رہی ہے کالج سے۔''

''تم پانچ دس منٹ مجھے نہیں دے سکتیں حری! میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں۔'' وہ ملتجیانہ بولی۔

''اب کیا بات کرنا باقی رہ گئی ہے...... اب تو سب ختم ہو چکا۔'' حریم تپی۔ لیکن زمین یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔ مضبوطی سے اس کا بازو تھام لیا۔

''میں مرجاؤں گی حریم! اگر تم نے بھی مجھ سے منہ موڑا تو۔''

''تم نے اتنا بڑا دھوکا دیا ہے ہمیں زمین! ہم بھی تو جیتے جی مر ہی گئے ہیں۔'' حریم کا دل چاہا، وہیں بیچ راستے میں بیٹھ کر رونا شروع کر دے۔

''اللہ کا واسطہ ہے حریم! بس ذرا دیر کے لیے۔ یہ...... یہ دیکھو۔'' زمین نے اس کا ہاتھ چھوڑ کر لپک کر گاڑی کا دروازہ کھول کر پرام میں سے چند ماہ کی خوب صورت بچی کو اٹھا کر اس کے سامنے کیا۔

''یہ...... بھانجی ہے تمہاری...... میرب!'' اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ لیکن آنکھوں میں آنسو تھے۔ حریم کا دل بڑی بڑی آنکھیں کھول کر حیرت سے تکتی اس گول مٹول سی بچی کی طرف ہمکا۔ پھر اس نے زمین کی طرف دیکھا۔

''بیٹی ہے......؟'' اس کا لہجہ عجیب سا تھا۔

''بدعامت دینا حری!'' زمین تیزی سے بولی۔ ''تم دیکھنا...... میں اپنی بیٹی کو اس کی مرضی سے جینے کا حق دوں گی۔''

''یہ لو۔ اسے بھی تو پتا چلے...... خالہ ہو تم اس کی۔'' زمین نے زبردستی میرب کو حریم کے ہاتھوں میں تھما دیا تو نا چاہتے ہوئے بھی حریم نے بے اختیار اسے ساتھ لگا لیا اس کی آنکھیں بھرا گئیں۔

''کیوں کیا تم نے ایسا ہمارے ساتھ زمین!''

''کیا ہم کہیں بیٹھ کر اطمینان سے چند منٹ بات کر سکتے ہیں؟'' زمین نے التجائیہ کہا۔

"نہیں...... ابا کو پتا چلا تو قیامت آجائے گی...... تم...... اسے پکڑو...... میرا پہلا پیریڈ ہے آج۔" اس نے خوف زدہ ہو کر میرب کو اسے واپس تھمانا چاہا لیکن زمین نے اسے لینے کے لیے ہاتھ آگے نہیں بڑھائے۔

"پلیز حری...... صرف ایک بار...... چند منٹ کے لیے...... تم پھر کالج آجانا...... ابا کو پتا نہیں چلے گا۔" زمین منتوں پر اتر آئی۔ حریم کا جذباتی دل پگھلنے لگا۔ وہ سست روی سے چلتی اس کی شان دار گاڑی میں آبیٹھی...... یک بارہ...... یہی زندگی تو چاہیے تھی زمین کو۔ حریم نے اسے پر اعتماد انداز میں گاڑی چلاتے دیکھ کر سوچا۔ اور میرب کو دیکھنے لگی...... وہ اس کی گود میں لیٹی نیند کی وادیوں میں جانے کی تیاری میں تھی۔ ننھا سا منہ کھول کر جمائی لینے کے بعد اب وہ ہاتھ کی مٹھی سے آنکھ مسل رہی تھی۔ حریم کے اندر سے اس کے لیے بے ساختہ محبت امڈی۔ اس نے جھک کر میرب کو چوم لیا۔ زمین بے اختیار مسکرا دی۔ زمین اسے اپنے فلیٹ پہ لے گئی...... گلے شکوے...... رونا...... تسلیاں، وعدے...... ابا اماں کو منا لینے کے دعوے سب کچھ ہوا...... اور بس...... حریم کا دل پگھل گیا۔

اور اس کے بعد یہ پہلی ملاقات آخری ثابت نہ ہوئی...... وہ وقفے وقفے سے کئی بار زمین کے فلیٹ پر گئی...... اور کشش تھی...... ننھی میرب۔ اس دوران عباد سے بھی کئی بار حریم کی ملاقات ہوئی لیکن وہ سلام سے آگے اس سے کوئی بات نہ کر پائی...... کیونکہ وہ اسے شروع ہی سے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔

☆☆☆

دروازے کی دو بار گھنٹی بجانے کے بعد آنے والا اب بڑی شتابی بلکہ جانفشانی سے دروازہ پیٹ بھی رہا تھا۔ اسے وائپر کونے میں رکھ کر دوپٹہ اوڑھنے تک کا ہی وقت لگا تھا بس۔

"اللہ خیر...... دیکھ تو کون ہے اتنا اتاولا۔" اماں بھی گھبرا کر باہر صحن میں نکل آئیں۔

"ارے صبر تو کرو۔" اس نے جھنجلا کر کہتے ہوئے بنا پوچھے ہی دروازہ وا کر دیا تو ساتھ ہی بولتی بھی بند ہو گئی۔

"پھپ...... پھو......" وہ ہکلائی۔

"ارے ہاں۔ میں ہی ہوں کوئی جن بھوت نہیں ہے میرا۔" وہ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہو رہی تھیں اسے بھی پکڑ کر چٹا چٹ پیار کر ڈالا۔ پچھلے ہفتے ان کی دہلیز پر تھوک کر جانے والی پھپھو آج اس کا منہ ماتھا چوم رہی تھیں۔ اس کا دل ایک دم سے بند ہوا۔

اس نے ابھی برآمدہ اور صحن دھو کر وائپر سے پانی صاف کیا تھا۔ اگست کے آغاز میں بارشوں کے باوجود موسم نے گرمی اور حبس کر رکھا تھا۔ پھپھو لپٹ کر اماں سے ملتی برآمدے میں ان کے تخت پر ہی پھسکڑا مار کر بیٹھ گئیں۔

"دل کو لگتی کہوں گی زاہدہ بھابی! بڑے خراب دل سے گئی تھی میں یہاں سے...... کبھی واپس نہ آنے کے لیے مگر دعائیں دو میرے زلفی کو۔ کہنے لگا خبردار جو ماموں کے گھر سے ناتا توڑا ہو تو...... اور پھر اپنے ہی اپنوں کے عیب ڈھکا کرتے ہیں بھابی!"

وہ ان کی بات کی تہ گہرائی بجھتی اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے باورچی خانے تک لائی تو دل چاہا سلیب پر سر رکھ کر دھاڑیں مار کر روئے۔ پھپھو کے رشتے سے صفا چٹ انکار کے بعد وہ ابا کے سامنے سرخرو ہوئی تھی کہ وہ تو رشتے کے لیے تیار تھی۔ انکار پھپھو کی طرف سے تھا...... اب کی بار وجہ پھپھو بنی تھیں۔ مگر اب ان کا بیٹے سمیت آنا گواہی دے رہا تھا کہ حالات اسے دن میں تارے دکھانے والے تھے اور ابا کے آنے پر وہی ہوا۔

"بھائی صاب! کہا سنا معاف...... پر بہت دل بڑا کر کے آئی ہوں۔ زلفی نے سمجھایا مجھے کہ اماں ماموں کی بیٹی کے رشتے کو تم پھپھی ہو کر بھی انکار کر آئی ہو تو غیر کوئی کہاں ان کو بیاہ کر لے جائے گا۔ ترس آ گیا...... میں عیب نہیں ڈھکوں گی تو پرایا کون ہے جو اتنی ہمت کرے گا۔"

وہ ہمدردی کر رہی تھیں یا بھگو بھگو کر مار رہی تھیں۔ سپید پڑتے چہرے لیے اماں ابا اور ان کی دو بیٹیوں کی سمجھ

میں نہیں آ رہا تھا۔

تب اس نے شدت سے اپنے دل میں نفرت کا طوفان اٹھتا محسوس کیا۔

''مجھے آپ کی بچی کا رشتہ زلفی کے لیے منظور ہے۔ میرے زلفی نے تو میرے انکار کا سن کر گھر میں ایک طوفان اٹھا رکھا ہے قسم سے۔''

پھپھو نصرت نے دھماکا ہی تو کر دیا تھا۔ وہ جو پچھلے ایک ہفتے سے قیامت جیسا بار سر سے اتار کر مطمئن پھر رہی تھی اسے یوں لگا جیسے یک لخت کسی نے دماغ کے پرخچے اڑا دیے ہوں۔

''میں نے بڑی مشکل سے زلفی کے باپ کو اس رشتے کے لیے منایا ہے بھائی صاحب! ابھی انگوٹھی ڈالوں گی، چھ ماہ بعد شادی کر کے بہو لے جاؤں گی چھ ماہ کے لیے میری امانت آپ کے پاس ہے، خیال رکھیے گا اب کی بار ہماری عزت کو بٹہ نہ لگے۔'' پھپھو کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ گئی تھیں۔

''اور یہ انگوٹھی۔'' اس نے بائیں ہاتھ کی چھنگلی کے ساتھ والی انگلی میں پہنی باریک سی سونے کی انگوٹھی کو ہاتھ اٹھا کر دیکھا یہ محض ایک انگوٹھی نہ تھی ایک وزنی زنجیر تھی جس نے اس کی ساری خوشیوں کو قید کر لیا تھا۔

اس کے خوابوں کو...... اس کی سوچوں پر اس انگوٹھی نے تالے لگا دیے تھے وہ حساس طبیعت اور نازک احساسات کی مالک تھی۔ زندگی کا یہ موڑ کانٹوں بھرا تھا۔ اس کی عزت نفس مجروح ہوئی تھی پھپھو کی باتوں سے۔

''آپ کی یہ قربانی کسی کام نہیں آئے گی آپی! بس زلفی بھائی خوش ہو جائیں گے کہ بی اے فیل کی قسمت جاگ گئی ہے۔'' طوبیٰ تڑپ تڑپ گئی تھی۔ وہ بھی تو اسی جیسی تھی نازک دل اور حساس۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا طوبیٰ! تم دیکھنا، میں ابا سے تمہارے کالج میں ایڈمیشن کی بات کروں گی اور وہ مان بھی جائیں گے۔'' اس نے طوبیٰ کا دھیان بٹایا

''ہونہہ۔'' وہ رونے کو تھی۔

''کسی کا اعتبار قائم کرنے میں زمانے لگ جاتے ہیں طوبیٰ! لیکن جب یہ اعتبار جاتا ہے نا تو...... یوں۔'' اس نے بجھی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے چٹکی بجائی۔ ''یوں ختم ہوتا ہے اعتبار۔''

''لیکن جو رشتے کھرے ہی اعتبار کی بنیاد پر ہوں، ان میں تو اعتبار اتنی جلدی ختم نہیں ہونا چاہیے آپی!''

''وقت اور حالات سب بدل دیتے ہیں گڑیا! کسی کا دوبارہ اعتماد حاصل کرنے کے لیے انسان کو ہمیشہ چار گنا زیادہ کوشش کرنا پڑتی ہے۔''

''اپنے ہاتھوں اپنی زندگی برباد کرنا بھی تو ناشکری ہے اللہ کی، آپی۔ زندگی کو بہت مشکل بنا لیا ہے آپ نے اپنے لیے۔'' وہ دکھی تھی۔ حیرانی کی بات تھی نرمین کی شادی طے ہونے پر اس کے یہ احساسات نہیں تھے۔

''تو زندگی آسان ہی کب تھی طوبیٰ! گزرے ڈیڑھ سالوں میں ابا کے بداعتمادی میں ڈوبے الفاظ نے میرا مان، میرا اعتماد، میرا غرور سب کچھ ہی تو ختم کر دیا ہے...... اب اگر بہتری کی کوئی صورت نظر آئی ہے تو تم میری ہمت تو مت توڑو۔'' اس نے اذیت سے کہا تو طوبیٰ رونے کی خواہش کو دل میں دبا کر رہ گئی۔

زندگی خوب صورت ہے مگر تب تک جب حالات خوب صورت ہوں اور اسے یہ بات بہت اچھی طرح سے سمجھ میں آ گئی تھی اور نرمین کی بے بسی بھی۔

☆☆☆

''تو تم نے مارک کی چھٹی کرا دی۔'' وہ پرجوش انداز میں کیتھی کے سنائے گئے قصے پہ محظوظ انداز میں تبصرہ کر رہا تھا۔ کیتھی نے اس کے ہونٹوں پہ پھیلی اپنی پسندیدہ ترین مسکراہٹ کو دلچسپی سے دیکھا۔

''ہاں...... بہت ہوا۔ اب برداشت نہیں ہو رہا تھا اس کا پاگل پن۔'' کیتھی نے ناک چڑھائی۔

''ہوں...... پاگل تو وہ واقعی میں ہے...... اگر اس روز تم ساتھ نہ ہوتیں تو خیر نہیں تھی اس کی۔'' زیڈ نے سر ہلایا۔

''اسے اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہوگا۔ اور انگوٹھی بھی مل گئی ہے تو اب خاموش ہے وہ۔'' کیتھی کو اپنا آپ بہت ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔ ہلکی پھلکی دھوپ کے ساتھ چلتی نرم ہوا میں کیتھی کے سنہری بال اڑ کر اس کی نیلی آنکھوں کو ڈھانپتے اور وہ ایک ہاتھ کی انگلیوں سے وقفے وقفے سے انہیں کان کے پیچھے اڑس دیتی۔ زیڈ نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

''تم بہت بدل سی گئی ہو۔''

''اس کی جگہ تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ بہت خوب صورت ہو گئی ہو۔'' کیتھی نے ملامت کرنے والے انداز میں کہا تو وہ بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنسا۔

''لڑکیاں بہت سمجھ دار ہوتی ہیں، وہ خود ہی چھپی بات کا مطلب سمجھ لیتی ہیں۔'' وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔ کیتھی دل سے مسکرا دی۔ آئس کریم کون ہاتھ میں پکڑے وہ چلتے ہوئے یونہی چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے کتنی ہی دور نکل آئے۔

''اب کچھ عرصے تک شاید ہماری ملاقات نہ ہو سکے۔'' اس نے اچانک کہا تو کیتھی ٹھٹک گئی۔ ''کیا مطلب...... فائنل ایگزیمز تو اگلے ماہ ہیں تمہارے...... تم کہیں جا رہے ہو کیا؟''

''ہم...... مام ڈیڈ سے ملنے جانا ہے اور بھی کچھ حل طلب مسائل ہیں وہاں...... مام نے فوراً بلایا ہے۔''

''اووہ...... زیڈ...... ایسا مت کرو۔'' وہ ایک دم رو پڑی تھی زیڈ نے اسے نرمی سے پیچھے کیا۔

''میں کون سا ہمیشہ کے لیے جا رہا ہوں بے وقوف لڑکی! ایک دو ہفتے کے لیے بس۔''

''ابھی تو میں نے مارک کو چھوڑا ہے، اوپر سے تم بھی مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو...... یہ کوئی اچھی بات تو نہیں نا۔'' کیتھی نے معصوم سی شکل بنا کر آنکھیں پٹپٹائیں تو وہ اس کی اس حرکت پہ فدا ہی ہو گیا۔

''اس بار میں نے سوچ لیا ہے کہ مام سے اپنی شادی کی بات بھی کر کے آؤں گا۔'' اس نے دھماکا کیا تھا...... کیتھی نے بے اختیار اسے دیکھا۔

''کک...... کس کے ساتھ؟''

''بھئی ظاہر ہے کسی لڑکی کے ہی ساتھ۔'' وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔ ''ہمارے ہاں تو ویسے بھی والدین ہی بچوں کی شادی فکس کرتے ہیں۔''

''مطلب...... لڑکی بھی وہی پسند کریں گے؟'' وہ بے یقینی سے بولی اور اس کے مظلوم شکل بنا کر اثبات میں سر ہلاتے ہی دوبارہ آنکھوں میں آنسو بھی بھر لائی۔

''ہے...... کیتھ......'' وہ گڑبڑایا۔ لیکن اتنی دیر میں وہ پلٹ کر واپس بھاگنے لگی۔ لمحہ بھر اس کے اتنے شدید ردعمل پر بھونچکا رہنے کے بعد وہ کیتھی کے پیچھے آوازیں دیتے ہوئے بھاگا۔

''کیتھ! بات تو سنو...... رکو تو......'' وہ دوڑتے ہوئے اس کے سامنے آیا تو مجبوراً کیتھی کو رکنا پڑا۔ اس کی گلابی پڑتی آنکھیں دیکھ کر زیڈ کو ندامت ہوئی۔ سو مداوے کے لیے وہ فوراً وہیں بہتی سڑک پہ لوگوں کے ہجوم کے درمیان ایک گھٹنے پہ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''ہے پرنسس! کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟'' ذرا سا سر خم کر کے ایک دم سے اسے پرپوز کر دیا تو کیتھی کے آنسو جیسے جم گئے۔

''مذاق...... مذاق کر رہے ہو؟'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''زندگی میں اس سے بڑھ کر شاید ہی کبھی سنجیدہ ہوا ہوں گا۔'' وہ بڑی پیاری سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو کیتھی نے اس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا اور جذب سے بولی۔

''ہاں کروں گی...... میں تم سے ہی شادی کروں گی...... مجھے تمہارا پروپوزل دل و جان سے قبول ہے۔'' وہ کھلکھلا اٹھی تھی...... اور آنسوؤں میں بھیگی ہنسی زید کو سحر زدہ کر گئی۔

وہ شام ان کی زندگی کی بے حد قیمتی اور یادگار شام تھی۔

☆☆☆

بازو ہلائے جانے یا شاید جھنجوڑے جانے پر حریم نے مندی آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ اس پر تھوڑا جھک کر شاید کچھ کہہ رہا تھا۔ حریم آدھی رات تک رو رو کر سوئی تھی تو اب سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ کچھ نیند کی زیادتی کی وجہ سے حریم کو محض اس کے ہونٹ ہی ہلتے دکھائی دیے۔ اس نے پھر سے آنکھیں موند لیں، اس نے دوبارہ حریم کا بازو ہلایا تو اب کی بار وہ چونک کر حواس میں آ گئی۔

''مجھے آفس جانا ہے۔ جلدی سے فریش ہو جاؤ اور ناشتا بناؤ جا کر...... پھر اکٹھے ناشتا کرتے ہیں۔'' اب کی بار حریم کو اس کے تمام الفاظ اچھی طرح سمجھ میں آئے تھے مگر وہ ناگواری سے کروٹ بدل گئی۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔''

''مجھے تو بھوک ہے نا...... اٹھو شاباش...... میں آفس سے لیٹ ہو رہا ہوں۔'' وہ وارڈروب کھول کر شرٹ دیکھنے لگا۔

''تو جا کر کسی سے بھی ناشتا بنوا لو...... کچن میں دو دو کام والیاں موجود ہیں۔'' وہ تڑخ کر بولی۔

''یہ تمہارا فرض ہے نہ کہ کام والیوں کا۔'' وہ ترنت بولا اور شرٹ کے ساتھ میچنگ ٹائی نکال کر وارڈروب بند کر دی۔ حریم بل کھا کر اٹھ بیٹھی۔

''مجھ سے حقوق و فرائض کی بات مت کرنا...... سمجھے۔''

''جو ہو چکا، اس کا سوگ منانا اب بند کرو...... اور نارمل لائف کی طرف آؤ...... اپنی ذمہ داری سنبھالو۔'' وہ شرٹ پہن کر بٹن بند کرتے ہوئے سرد انداز میں کہہ رہا تھا۔

''میں تو نارمل زندگی ہی جی رہی تھی۔ طوفان تو تمہارا برپا کیا ہوا ہے اس میں۔'' وہ چیخی۔

''اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ گزرے ہوئے حالات پر رونا بند کر کے آگے کی زندگی کو بہتر کرو۔'' وہ آئینے کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ حریم دکھ کی شدت میں گھری تھی۔

''کتنا آسان ہے نا تمہارے لیے یہ سب کہہ دینا...... کیونکہ تم میری زندگی میں سب کچھ غلط کر کے اب اپنی زندگی میں سب ٹھیک چاہتے ہو...... جو کہ میں ہونے نہیں دوں گی۔'' وہ دانت پیس کر کہتے ہوئے آخر میں گویا چلا ہی اٹھی تھی۔ وہ ناگواری سے پلٹ کر حریم کو دیکھنے لگا۔

''اگر تمہاری زندگی میں، بہت کچھ غلط ہوا ہے تو صحیح میری زندگی میں بھی نہیں ہوا...... یہ تمہاری جگہ تو قطعاً نہیں تھی جہاں تم بیٹھی ہو...... محض اس بچی کی وجہ سے۔'' بیڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ میرب کا حوالہ دیتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

''مجھے بھی خواہش نہیں تھی اس جگہ پر آنے کی.... تمہاری ہی چال تھی یہ۔'' اس کی بات نے حریم کو اتنا تپایا کہ وہ مارے غصے کے بیڈ سے اٹھ گئی۔

''جو بھی ہوا۔ اب ہو گیا نا...... اس ماتم کو ختم کرو اور اپنی ذمہ داری سنبھالو۔''

''تم میری ذمہ داری نہیں ہو آئی بات سمجھ میں؟ دس بار بتا چکے ہو تم کہ میں یہاں اس بچی کی وجہ سے ہوں تو بس...... اس بچی کی ذمہ داری لی ہوئی ہے میں نے۔'' وہ چیخی تو وہ مسکرا دیا۔

''واہ...... بہت خوب...... یعنی اپنی ذمہ داری اٹھوانے کے لیے مجھے ایک اور بیوی لانی پڑے گی؟'' وہ یقیناً حریم کے تپے ہوئے انداز سے محظوظ ہوا تھا۔

"میری طرف سے چاہے تم بھاڑ میں جاؤ۔" شدید غصے سے حریم کی زبان پھسلی۔ ساتھ ہی اس نے گھبرا کر مقابل کی طرف دیکھا...... ٹائی کی ناٹ باندھتے ہوئے وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"یہ زبان قابل برداشت نہیں ہے میرے لیے...... سو آئندہ دھیان رکھنا۔" وہ تنبیہہ کر رہا تھا۔

"اس کا آسان حل یہی ہے کہ تم مجھ سے بات ہی نہ کیا کرو۔" حریم سلگ کر کہتی واش روم میں گھس گئی تھی۔

وہ سر جھٹک کر بیڈ کی طرف گیا۔ سوئی ہوئی میرب کی پیشانی کو نرمی سے چھوا اور اپنا لیپ ٹاپ بیگ اور گاڑی کی چابی لیے کمرے سے نکل گیا۔

☆☆☆

آج پھر شام سے کچھ دیر پہلے مائرہ آ کر نزہت کے کمرے میں گھسی جانے کون سے راز و نیاز میں مصروف تھی۔ میرب فیڈر پی کر فارغ ہوئی تو یونہی کھیلتے کھیلتے دادی کے کمرے میں گھس گئی۔ حریم اسے ایک دو بار آواز دے کر واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔ اندر ہی اندر کڑھتی وہ بستر پہ دراز ہو گئی۔ ایک تو میرب کے ساتھ بھاگ دوڑ اوپر سے رات نیند پوری نہ ہو سکنے کی وجہ سے یونہی الٹی سیدھی سوچوں میں گم اس کی آنکھ کب لگی اسے پتا ہی نہیں چلا۔

وہ ایک شور سا تھا جو اسے گہری نیند سے چونکانے کا باعث بنا۔ وہ سراسیمہ سی اٹھ کر جوتوں میں پاؤں پھنساتی باہر لپکی۔

"کیا ہوا ہے؟" اس نے ثریا کو بے بی سٹر لے کر گھبرائے ہوئے باہر کی طرف جاتے دیکھ کر روکا۔

"وہ میرب بے بی باہر لان کی سیڑھیوں سے گر گئی ہیں...... اتنا خون نکل رہا ہے۔ ابھی چھوٹے صاحب آئے تھے، ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے ہیں۔" ثریا بے چاری روہانسی ہو رہی تھی۔ خود حریم کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

"الٰہی خیر۔" وہ ثریا کے ساتھ باہر بھاگی۔ وہ مسلسل روتی ہوئی میرب کو اٹھائے چپ کروا رہا تھا۔ میرب کی پیشانی اور ہونٹ سے نکلنے والا خون اس کی براق شرٹ کو تیزی سے داغ دار کر رہا تھا۔ حریم نے بمشکل اپنی چیخ روکی۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" وہ بے اختیار میرب کو لینے کے لیے آگے بڑھی تو نزہت نے اس کا بازو پکڑ کر اسے روکا اور پیچھے کی طرف دھکیل دیا۔

"تم جاؤ...... جا کر اس عالی شان محل میں اپنی نیندیں پوری کرو۔ تمہیں کیا، کوئی مرے یا کوئی جیے۔" حریم سن رہ گئی۔ وہ بے بی سٹر گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ رکھ کر میرب کو اس میں بٹھانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ تکلیف کی شدت سے روتی اور مچلتی جا رہی تھی۔

"خدا کے لیے۔ یہ طعنے تشنوں کا وقت نہیں ہے...... مجھے میرب کو دیکھنے دیں...... اسے چوٹ لگی ہے۔" حریم یکلخت حواسوں میں لوٹی تھی۔ تیز لہجے میں کہتی زبردستی آگے بڑھی اور میرب کو بے بی سٹر سے اٹھا کر گود میں بھر لیا۔

"ہنہ...... ڈرامے......" نزہت نے اسے گھورا۔

"ماما...... ما...... ماما......" اتنے عرصے میں پہلی بار میرب اسے پکارتے ہوئے حریم کی گود پا کر اس سے لپٹ کر ہچکیاں بھر کر جس طرح روئی خود حریم کی آنکھیں برس پڑیں۔

"چلیے...... میں ساتھ چلتی ہوں۔" وہ میرب کو گود میں لیے گاڑی میں بیٹھ گئی تو بحث کو عبث جان کر وہ تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔

"بس بس...... میری جان...... ابھی ٹھیک ہو جائے گی...... بس اب رونا نہیں...... یہ دیکھو...... ماما پاس ہے اپنی میرو کے۔" وہ سارے راستے اسے پیار کرتی بہلاتی سہلاتی رہی تھی۔ جبکہ وہ لب بھینچے ونڈ اسکرین کے پار نظر جمائے گاڑی اڑاتے ہوئے ہاسپٹل لے گیا۔ سارے راستے ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔ ڈاکٹر نے میرب کو چیک کر کے انہیں تسلی دی۔ پیشانی کا زخم بہت گہرا نہیں تھا سو ٹانکوں کی نوبت نہیں آئی۔ زخم صاف کر کے بینڈیج کر دی گئی۔ اسی طرح

منہ کے بل گرنے کی وجہ سے اپنا ہی دانت ہونٹ پہ کھب جانے کی وجہ سے جو زخم ہوا تھا۔ اسے بھی صاف کر کے آئنٹمنٹ لگادی گئی۔ اس دوران میرب کے تڑپنے اور رونے کے ساتھ حریم بھی چپکے چپکے روتی رہی۔

"پریشان مت ہوں میڈم۔! بچی ٹھیک ہے خدانا خواستہ کوئی سیریس چوٹ نہیں ہے...... یہ زخم بھی دو چار روز میں بھر جائیں گے۔" ڈاکٹر نے میرب کو انجکشن لگاتے ہوئے اسے تسلی دی تھی۔

مگر یہ تو کوئی حریم کے دل سے پوچھتا کہ وہ کس تکلیف سے گزر رہی تھی...... ایک بار زمین کو کھونا اور اب اس کی آخری نشانی کو یوں تکلیف میں دیکھنا...... اس کا دل تسلسل کوئی کچل رہا تھا۔

"اگر تمہیں اتنی ہی تکلیف ہو رہی ہے تو دھیان کیوں نہیں رکھتی ہو اس کا؟" اسے واپسی پر بھی گاڑی میں سوں سوں کرتے دیکھ کر وہ رہ نہیں سکا تو درشت لہجے میں بولا۔ حریم خاموشی سے گود میں سوئی میرب کو دیکھتی رہی جو سوتے میں بھی ذرا دیر بعد سسکی بھر رہی تھی۔

"جو ہو چکا، اسے بھول جاؤ خدا کے لیے حریم! میں اب میرب کو کھونا نہیں چاہتا ہوں۔" وہ دکھ سے بوجھل لہجے میں بولا۔

"میں بھی۔" حریم نے دفعتاً آنسوؤں بھری آنکھیں اس کی طرف اٹھائیں تو وہ بے اختیار نرمی سے مسکرا دیا۔

(اور اس کے لیے چاہے مجھے تمہاری ماں سے ٹکر لینی پڑے چاہے تمہاری نام نہاد محبوبہ سے) وہ دوبارہ سے میرب کو دیکھتے ہوئے کرب سے سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

اگلی صبح وہ جاگا تو حریم کمرے میں نہیں تھی...... وہ سوئی ہوئی میرب کے پاس سے احتیاط سے اٹھا اور شاور لینے گھس گیا۔ تیار ہو کر باہر آیا تو مائرہ کو ناشتے کی میز پر نزہت کے ساتھ سرگوشیاں کرتے دکھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے میرو کی......؟ پھپھو سے پتا چلا کہ کل گر گئی وہ۔" اسے دیکھتے ہی مائرہ کی تمام تر توجہ اس کی طرف ہو گئی۔ وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے کرسی کھینچ کر بیٹھا۔

"اللہ کا شکر ہے، اب ٹھیک ہے...... باقی زخم بھرنے میں تھوڑے دن تو لگیں گے ہی۔"

"اور تم نے کئی روز سے گھر کا چکر نہیں لگایا...... ممی، پاپا بھی پوچھ رہے تھے۔" وہ فوراً ہی اس کی توجہ صرف اپنی طرف مبذول کرانے لگی۔ لیکن اسی وقت حریم ناشتے کی ٹرے کے ساتھ کچن سے نکلی۔

"یہ لیں آپ کا ناشتا...... مجھے پتا تو نہیں کہ آپ ناشتے میں کیا پسند کرتے ہیں لیکن ثریا سے پوچھ کر بنالیا ہے۔"

فیروزی رنگ کے لان کے سوٹ میں بالوں کو کیچر میں جکڑے وہ بہت تر و تازہ سی لگی (جیسے نئے سرے سے میدان جنگ میں اتری ہو) اور وہ تینوں نفوس ہی حیران تھے۔ سب سے پہلے وہ اس حیرانی سے نکلا۔ حریم نے ناشتا اس کے سامنے لگا دیا تھا۔

"واہ...... تھینک یو...... اس مہربانی کے لیے۔"

"ثریا بناتی تو ہے ناشتا...... پھر کیا ضرورت تھی تمہیں اپنے تجربے کرنے کی۔" نزہت ناگواری سے بولیں تو حریم اپنی نشست پہ بیٹھتے ہوئے قصداً مسکرائی۔

"دراصل آپ کے بیٹے کی بھرپور فرمائش تھی کہ میں ان کے لیے ناشتا بنایا کروں تو سوچا اس کام کا ذمہ بھی اٹھا ہی لوں۔"

مائرہ نے اڑی رنگت کے ساتھ پھپھو کو دیکھا جو بہو کے اس وار پر خود بے یقین ہو کر بیٹے کو دیکھ رہی تھیں۔ حریم کے دل میں سکون کی لہر دوڑ گئی۔ اب وہ انہیں ان کی ہی زبان اور انداز میں جواب دینے والی تھی۔

باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ

☆☆

عفت سحر طاہر

رنگ دے چنریے

ہائی وے پرٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے بجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈروم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سردرد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

زمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

زمین کی سہیلی بجل کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔

زمین اپنی دوست صوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا سے جانے کی اجازت

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔
زمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں: (جو کہ تھیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ بجل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔
راستے میں بجل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زمین کی دوستی کرا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ کمنی الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں بجل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ زمین بے یقین ہوتی ہے۔
وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کی ولیمے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔
بجل زمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آ جاتی ہے زمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زمین کو برا لگتا ہے۔
نصرت زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔
زمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زمین، بجل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔
عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔
زمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زمین کو فون کرتی ہے، فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر بجل کے نمبر پہ کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔
زمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی، زمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔
عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو زمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔
مارہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مارہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔
حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔
نزہت گھر واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔
حریم عباد تھی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آ جاتی ہے عباد اسے دھمکاتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ زمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔
مارک ڈینیل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ زمین گھر میں نہیں ہوتی۔
حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔
عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد زمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد زمین کو باپ کی بات یاد آتی ہے کہ دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔
عباد زمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آ جاتی ہے۔ عبد کی پرکھ کہ وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھپھو تاریخ لینے آ جاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر زمین شادی کی ہامی بھر لیتی

ہے۔ نصرت پھپھو اور زلفی خوش ہو جاتے ہیں۔ جل فون کر کے زمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پروپوز کرتا ہے۔ زمین خوشی خوشی گھر آتی ہے۔

رات میں حریم زمین سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کر لو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کر لوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عباد وسیم نے اسے پروپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہو کر گر پڑتی ہیں۔

دسویں قسط

حریم کی زلفی کے ساتھ بات کیا پکی ہوئی نصرت کو تو گویا طنز کے کھلے وار کرنے کا موقع مل گیا۔

"ہم تو دودھ کے جلے ہیں بی بی! تم بھی دھیان سے پھونک کے قدم رکھنا... میرا بھائی اتنے بوجھ نہیں سنبھال سکے گا بے عزتی کے اور نہ میں جوتے کھا سکتی ہوں شوہر اور خاندان والوں کے۔" وہ اکثر آتیں تو کام کرتی ہوئی حریم کو نظر میں رکھتیں۔

"تھوک کے چاٹا ہے بھائی ہم نے...... لاج رکھنا بس ہماری۔" حریم ان کی آمد اور نظروں سے گھٹن کا شکار ہونے لگی تو کوشش کرتی کہ پھپھو کے آنے پر کچن ہی میں مصروف رہا کرے لیکن مجبوری...... رشتہ ایسا تھا کہ اب وہ یہ "بے ادبی" نہیں کر سکتی تھی۔ پھپھو کا بھی ابھی زیادہ پڑھی لکھی ملازمت پیشہ بہولا کر بیٹے کو عیاشی کروانے والا شوق ماند نہیں پڑا تھا۔ بھائی کے علاوہ اور کون تھا جس کی بیٹی خوب صورت پڑھی لکھی اور کماؤ بھی ہوتی اور وہ زلفی جیسے نکمے کے لیے رشتہ دے دیتا۔ یہ تو مصطفیٰ احمد ہی تھے جن کے سر پر بہن کی محبت کا بھوت سوار تھا۔ ایسے کہ ان کے پیروں میں بیٹھنے والے آج ان کے سر پہ چڑھ کر بیٹھ گئے تھے۔ آج تو حد ہی ہو گئی۔

اتوار کی چھٹی کا فائدہ اٹھا کر نصرت کے ساتھ زلفی بھی چلا آیا۔ دروازہ حریم نے ہی کھولا، سلام دعا کر کے زلفی کی پرشوق نظروں سے جز بز ہوتی حریم کچن میں چلی گئی۔ طوبیٰ کو ویسے ہی زلفی پسند نہیں تھا۔

"میں پیپر کی تیاری کر لوں۔"

تھوڑی دیر بعد وہ بہانے سے اٹھ گئی تھی۔ ابا ابھی گھر نہیں لوٹے تھے۔ اب زلفی کس بہانے سے اٹھ کر کچن میں آیا یہ حریم کو نہیں پتا تھا۔ وہ تو ہانڈی میں ہرا دھنیا ڈال کر اپنے دھیان میں پلٹی تو زلفی کو دروازے کے فریم میں ایستادہ پرشوق نظروں سے خود کو دیکھتے پا کر ٹھٹک گئی، ناگواری کی تیز لہر حریم کے دل و دماغ میں دوڑ اٹھی۔

"کیا چاہیے؟"

"کچھ نہیں...... ایسے ہی...... پانی پینے اٹھا تھا۔"

"تم جا کر بیٹھو، میں لا دیتی ہوں۔" حریم نے ناگواری دباتے ہوئے رخ موڑا، اس کے لیے بڑا مسئلہ وہ شخص نہیں بلکہ اس کی حریص اور اندر تک اترنے والی غلیظ نظریں تھیں۔

"ارے...... واہ...... اتنی محبت اور فرماں برداری؟" زلفی چہکا۔ حریم نے فریج میں سے پانی کی بوتل نکالی اور زور سے فریج کا دروازہ بند کر کے گویا اپنی ناپسندیدگی جتائی وہ کاؤنٹر پہ گلاس رکھ کر اس میں پانی انڈیلنے لگی۔ زلفی اسے بڑی پسندیدگی سے دیکھ رہا تھا۔

"سچ بتاؤں تو شاید اب مجھے زمین کے گھر سے بھاگنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" زلفی کے ہونٹوں پہ بڑی خبیث مسکراہٹ تھی، اس کی طرف پانی کا گلاس بڑھاتی حریم کا ہاتھ لرزا۔

"اونہوں...... دھیان سے۔" زلفی نے زیر لب مسکراتے ہوئے گلاس ایسے تھاما کہ سائڈ سے حریم کی دو انگلیاں اس کے ہاتھ سے اچھی خاصی چھو گئیں۔ حریم نے کرنٹ کھا کر سفید پڑتے چہرے کے ساتھ ہاتھ کھینچا۔

"اب تم...... جاؤ یہاں سے...... مجھے کام کرنے دو۔"

حریم نے بامشکل خود کو "دفع ہو" کہنے سے روکا۔ مگر اس نے یونہی کھڑے کھڑے پانی کے گھونٹ بھر کے گلاس خالی کیا اور گلاس آگے بڑھ کر کاؤنٹر پہ رکھ دیا۔ حریم چھوٹے سے کچن میں سمٹ کر چولہے کے بالکل قریب کھڑی تھی۔

"مجھے اس لیے فرق نہیں پڑتا کیونکہ میرے مامے کی تینوں لڑکیاں ہی ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔" وہ خباثت سے کہتا حریم کو سن کر گیا۔ اسی وقت ابا کی موٹر سائیکل کی آواز آئی تو وہ جلدی سے مزید کوئی بکواس کیے بنا باہر نکل گیا۔

"یا اللہ۔" بے حس و حرکت کھڑی حریم نے اپنے دل کو تھاما۔ اس کی آنکھیں بے اختیار ہی بھر آئیں۔

"اس قدر بے غیرت شخص۔"

جس کے لیے دنیاوی رشتے ہوس کی آنکھ سے دیکھے جاتے تھے حرمت کے رشتے بنانے اور سمجھنے کا جو عادی ہی نہیں تھا۔ اسے خود سے چھوٹی طوبیٰ کی باتیں شدت سے یاد آئیں، وہ بھی زلفی کی بدنظری سے اچھی طرح واقف تھی گویا۔

"کاش...... بیٹیوں کے والدین کو بھی یہ "حس" اور "اندرونی آنکھ" نصیب ہو جایا کرے جو بیٹیوں کے اندر جوان ہوتے ہی "آگ" آیا کرتی ہے۔" وہ آنکھیں پونچھتے ہوئے چولہا بند کرنے لگی۔

☆☆☆

"تم اماں سے بات کرو حریم! میں ان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"میں......؟ میں کیا بات کروں؟ اور بات کرنے کو ہے کیا میرے پاس؟"

آج اس کا آخری پیریڈ فری تھا۔ وہ موقع کا فائدہ اٹھا کر آدھے پونے گھنٹے کے لیے زرمین کی طرف چلی آئی۔ حالانکہ اس نے خود سے کئی بار وعدہ کیا تھا کہ وہ اب کبھی زرمین سے رابطہ نہیں رکھے گی لیکن تھی میرب میں جانے کیسی کشش تھی کہ وہ خود سے کیے اس بودے وعدے پر قائم نہیں رہ سکی۔ اور کچھ زلفی کی خبیث حرکتوں کی وجہ سے زرمین کا اٹھایا قدم اسے صحیح لگنے لگا تھا۔ ہاں بے شک اس کے اپنی ضد منوانے کے انداز سے حریم کو اختلاف تھا۔

"میرب کو لے جاتی ہوں ساتھ...... اماں تو اس کی پیاری شکل دیکھتے ہی پگھل جائیں گی۔" زرمین کو زیادہ ہی خوش فہمیاں تھیں۔ "اور ابا تو ویسے ہی اب تک بھول چکے ہوں گے۔ یاد ہے نا...... میری ہر غلطی اگلی صبح تک ابا بھول جایا کرتے تھے۔"

"لیکن اس رات جو غلطی تم نے کی تھی نا زرمین! اس رات کی صبح کبھی اس گھر میں اتری ہی نہیں۔ ابا کیسے معاف کرتے تمہیں...... پوری برادری میں ناک کٹی ہماری۔ پھپھو نے ہمارے گھر کے صحن میں کھڑے ہو کر سب کو گالیاں دیں۔ ایک ایک بندے کو پکڑ کر تمہارے عشق اور گھر سے بھاگنے کی کہانی سنائی۔ اماں ابا اس کے بعد بھی زندہ ہیں تو غنیمت سمجھو۔" حریم کے لہجے میں دکھ بول رہے تھے۔ زرمین سناٹے میں آگئی۔

"پھپھو کی اتنی جرأت؟"

"جب بیٹیاں باپ کا شملہ رول جائیں تو اس کے بعد وہ شملہ کتنے پیروں تلے روندا جاتا ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ باپ کو صرف اپنی بیٹی کے اٹھائے قدم یاد رہتے ہیں مینو!"

حریم نے بات ختم کرتے ہوئے ہلکا سا مسکرانے کی کوشش کی اور اپنا ہاتھ الٹا کر زرمین کے سامنے کیا۔ زرمین نے دیکھا اس میں نصرت پھپھو کا مشہور زمانہ بدوضع سا باریک چھلا موجود تھا۔ زرمین نے بے یقینی کا جھٹکا کھا کر

حریم کو دیکھا۔

''یہ...... یہ...... کیا ہے؟'' زمین سمجھتے ہوئے بھی دیا سمجھنا نہیں چاہ رہی تھی۔

''یہ......'' حریم نے ہاتھ پیچھے کھینچتے ہوئے یاسیت سے کہا۔

''یہ انگوٹھی خاندان والوں کے سامنے ابا کا سر اونچا کرنے کی...... پھپھو کی زبان بندی کی...... خود پر لگا بے اعتباری کا ٹھپہ اتارنے کی...... اور طوبیٰ کے لیے آگے بڑھنے کے تمام بند راستے کھولنے کی ایک چھوٹی سی کوشش ہے۔''

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا۔ اس بے غیرت شخص کے لیے مان کیسے گئیں تم؟ ویلا نکما...... بے غیرت شخص...... جس کا ایک ہی خواب ہے...... گھر بیٹھ کر بیوی کی کمائی کھانا۔''

زمین کی سانس چڑھ گئی۔ درحقیقت اس کے اعصاب کو شدید جھٹکا لگا تھا وہ تو یہی سوچ رہی تھی کہ اسے اپنی زندگی میں خوش اور ضرورت سے زیادہ مطمئن دیکھ کر اماں ابا اس کی خطا معاف کر دیں گے لیکن اسے نہیں پتا تھا کہ اس کی خطا کے بدلے پھانسی کا پھندا اس کی پیاری بہن کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ حریم نے کبھی بھی زلفی کے معاملے میں زمین کا ساتھ نہیں دیا تھا لیکن زمین کو بہن سے محبت تھی۔

''تم ٹھیک کہتی ہو...... لیکن تمہارے جانے کے بعد ابا کو اب اپنی باقی بیٹیوں سے نفرت ہو گئی ہے۔ اس گزرے وقت میں ہم نے جو کچھ برداشت کیا ہے نا زمین! وہ ہم ہی جانتی ہیں۔ ابا کو ہم دونوں بہنوں کے ہر اٹھتے قدم میں تم دکھائی دیتی ہو۔ ہماری چھوٹی سی خواہش بھی تمہاری ضد لگتی ہے انہیں۔ طعنے تشنے اور کڑوے لہجے کے بنا بات ہی نہیں کر پاتے ہم دونوں بہنوں سے وہ...... کچھ نہ کرتے ہوئے بھی تمہارا چھوڑا ہوا بدکرداری کا دھبہ ہمارے کرداروں پہ لگا دیا گیا ہے۔ طوبیٰ کا کالج میں داخلہ منع...... میری جاب جس پہ مٹھائی خود لا کر بانٹی تھی انہوں نے...... میری عیاشی لگنے لگی تھی ان کو۔''

حریم نے سانس اندر کھینچتے ہوئے دانستہ مسکرا کر اسے دیکھا۔ زمین کی رنگت پیلی پڑ گئی تھی۔

''اس بدوضع چھلے کو پہننے کے بعد اب کچھ کچھ چیزیں بہتر ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ طوبیٰ کالج جانے لگی ہے۔ میری جاب کے چند ماہ تک اب شاید مجھے کوئی طعنہ نہ ملے۔ پھپھو کے خوش ہونے سے ابا بھی راضی ہو گئے ہیں ہم سے۔''

"اور تم......؟'' زمین کے لب پھڑ پھڑائے۔ تو حریم کی آنکھ نم ہو گئی۔

''لڑکیوں کا کیا ہے مینو! ان کے ماں باپ خوش ہوں۔ سر اٹھا کر چلتے ہوں بس۔ چاہے اس کے لیے بیٹیوں کو نکاح میں حق مہر کے بدلے ساری عمر کی خوشیاں رہن رکھنی پڑیں۔'' زمین تڑپ اٹھی۔

''تم نے کیوں یہ بے وقوفانہ قدم اٹھایا حری؟ چند مہینے یا سال لگتے...... سب ٹھیک ہو جاتا۔'' زمین اس سے لپٹ گئی۔ درحقیقت اسے بہت دکھ ہو رہا تھا۔ وہ کمینہ زلفی جسے وہ اپنی جوتی کی نوک پہ رکھتی تھی اب اس کی شہزادیوں جیسی بہن کے سر کا تاج بننے کو تھا۔

''اس ''سب ٹھیک ہو جاتا'' کے درمیانی عرصے میں جو قیامت ہم پہ ٹوٹ رہی تھی اس کا تم بس تصور ہی کر سکتی ہو زمین! خیر...... چھوڑو، دفع کرو۔ کالج سے چھٹی کا وقت ہو رہا ہے۔ میں چلتی ہوں اماں پریشان ہو جاتی ہیں ایک منٹ بھی اوپر نیچے ہو جائے تو۔'' حریم اداسی سے کہتے ہوئے ایک دم گھڑی پہ نظر ڈالتے ہوئے بات بدل گئی۔

''تمہارا گھر ماشاء اللہ بہت خوب صورت ہے۔ بالکل تمہارے خوابوں جیسا...... اور تمہاری بیٹی تو بالکل لٹل پرنس ہے۔''

"تم پر گئی ہے۔ عباد کو بھی لگتا ہے۔" زمین نم آنکھوں سے کہتے ہوئے ایک دم حریم کے گلے لگ گئی۔
"آئم سوری حری! مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے ابا کے اس فیصلے سے۔" اس کی آواز رندھ گئی۔
"زندگی جب ایک جگہ رک جائے تو اس میں ہلچل مچانے یا اسے آگے دھکیلنے کے لیے کچھ اہم فیصلے لینے ہی پڑتے ہیں۔" حریم نے مسکرا کر اس کی پشت پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور ہٹ کر میرب کو پیار کرنے لگی جو بے بی کاٹ میں بے خبر سو رہی تھی۔
"اللہ پاک تمہاری بیٹی کے نصیب بہت اچھے کرے زمین!" حریم نے دل سے دعا دی تھی۔
"آمین۔" زمین نم آنکھوں کے ساتھ اپنی دوست نما پیاری بہن کو دیکھ کر جذب سے بولی تھی۔
لیکن بعض دعاؤں کے نصیب میں شاید قبولیت لکھی ہی نہیں ہوتی۔ وہ آسمانوں پر جانے کے بجائے زمین پر ہی چکراتی رہتی ہیں۔

☆☆☆

وہ کل ہی پاکستان پہنچا تھا۔
"سیٹھی ہاؤس" میں بہت دنوں بعد کچھ خوشنما سی ہلچل مچ گئی۔ نزہت اتنے عرصے بعد بیٹے کو سامنے دیکھتے ہی آبدیدہ ہو گئیں۔ عباد سے اس کی ملاقات اگلے روز ہوئی تھی۔
"ہے مین...... لکنگ ہینڈسم۔" وہ چھوٹے بھائی کے گلے لگ گیا جو بھائی کم اس کا ہم راز دوست زیادہ تھا۔
"بتایا کیوں نہیں...... میں لینے آتا تمہیں۔" عباد خفا ہوا۔
"ایسے ہی سرپرائز دینے کو دل کر رہا تھا۔" وہ کھل کر مسکرایا۔
"تمہیں کہاں فرصت ملتی ہے۔ آفس سے واپسی پر پہلے ماں کے گھر پھر بیوی کے گھر۔" نزہت نے طنز کا کڑوا وار کیا جسے عباد نے مسکرا کر نظر انداز کر دیا۔ کھانے کے بعد وہ سب لاؤنج میں آ بیٹھے۔
"یہ سب کیا ہے برو؟ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم یوں کسی بھی لڑکی کے لیے اپنا گھر چھوڑ دو گے۔"
وہ ابھی تک بے یقین تھا۔ عباد اس سے زمین کے متعلق ایک ایک بات ڈسکس کرتا رہا تھا لیکن اس قدر بڑا قدم اس نے چھوٹے بھائی سے بھی مخفی رکھا تھا۔ اس کے بعد کے حالات اتنی جلدی بدلے کہ زیاد کو اپنی واپسی بے معنی لگی۔
"تم فائنل سمسٹر کی تیاری کرو...... جو ہونا تھا، وہ تو ہو چکا۔ تم اپنا فیوچر تباہ مت کرو۔" وسیم صاحب نے اسے آنے سے روک دیا تھا...... لیکن اب نزہت کا ڈپریشن اس قدر بڑھ گیا تھا کہ زیاد کو فوراً پاکستان آنا پڑا۔
"مجھے مجبور کیا گیا ہے اس سب کے لیے۔" عباد خود خفا تھا۔
"افہام و تفہیم کے ساتھ بھی فیصلے کیے جا سکتے تھے بھائی!"
"اور جہاں افہام و تفہیم کی گنجائش ہی نہ چھوڑی جائے وہاں؟" وہ چڑا۔ "لیو اٹ...... تم کون سا سارے حالات سے واقف نہیں ہو...... جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ پلوں کے نیچے سے ہی نہیں اوپر سے بھی بہت سا پانی گزر چکا ہے۔"
"میرا سارا خاندان تو باتیں بنا تا ہے نا...... کبھی مائرہ کی حالت دیکھو۔ پاگل ہو رہی ہے وہ...... اور میرے بھائی، بھابی اسے دیکھ دیکھ کے مر رہے ہیں۔"
نزہت اتنے عرصے بعد بھی وہیں کی وہیں کھڑی تھیں جہاں ان کا بھائی ان سے چھوٹ گیا تھا...... اور اس سارے قصے میں ہر ماں کی طرح قابل نفرت انہیں بہو ہی لگتی تھی جس نے ان کے بیٹے کو پھنسا لیا تھا۔
"بے وقوف ہے وہ۔ دنیا میں ایک میں ہی تو آدمی نہیں تھا شادی کے لیے۔"

''اس کے لیے تم ہی تھے عباد!'' نزہت سرد مہری سے بولیں۔

''چلو...... اب یہ ٹاپک چھوڑ دو۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے اور واپس نہیں آ سکتا۔''

وسیم صاحب نے عباد کے چہرے پہ چھایا تناؤ دیکھتے ہوئے قطعیت سے کہا۔ بہرحال وہ اپنے گھر میں سال ڈیڑھ سال بعد آیا سکون اور خوشی کی لہر کو ختم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ عباد سکون کی سانس لے کر مسکراتے ہوئے بھائی کی طرف متوجہ ہو گیا جبکہ نزہت کے چہرے پر دکھ کے تاثرات ٹھہر سے گئے تھے۔ آج بھی یہ موضوع انہیں اول روز جیسی تکلیف ہی دیتا تھا۔

☆☆☆

''واؤ...... ماشاءاللہ۔ بہت پیارا بے بی ہے بھئی یہ تو۔'' وہ عباد کے ساتھ فلیٹ پر آیا تو میرب کو دیکھ کر فدا ہی ہو گیا۔ نزمین عباد کو دیکھ کر مسکرا دی۔

''اوئے شونا بے بی۔ دیکھو چاچو ملنے آئے ہیں آپ سے۔'' وہ بے بی کاٹ میں سوئی ہوئی میرب پر جھک کر کہہ رہا تھا۔

''اور اپنی بھابی کو تو تم پہچان ہی گئے ہو گے۔'' عباد اس کے گلے میں بازو ڈال کر شرارت سے کہتا اسے لیے اوپن کچن کی طرف آیا جہاں نزمین تینوں کے لیے کافی بنا رہی تھی۔

''غاصبوں کو پہچاننے میں میں کبھی غلطی نہیں کرتا۔'' وہ رکھائی سے کہتا نزمین کو خفیف کر گیا۔

''چھوٹے......'' عباد نے تنبیہی انداز میں اسے پکارا تو وہ جھنجھلا کر لاؤنج کی طرف آ گیا اور ناراض سا صوفے میں دھنس گیا۔

''کیا یار...... تم بھی باقی سب کی طرح ری ایکٹ کرو گے تو کیا فائدہ اتنی دوستی کا۔ جب ایک دوسرے کو سمجھ ہی نہ پائیں۔'' عباد اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے شکوہ کناں انداز میں بولا۔

''مام بہت ہرٹ ہوئی ہیں تمہارے اس عمل سے۔ ماموں جان سے سلام دعا بھی گئے۔ مائرہ سے ان کی محبت سے ہم سب واقف تھے۔'' وہ آزردہ تھا۔

''میں ایک ان چاہے ریلیشن کو کاندھے پہ لاد کر گھسٹ گھسٹ کر زندگی گزارنے سے بہتر سمجھتا ہوں کہ انسان ''من چاہے'' ریلیشن کو لے کر چلے تاکہ زندگی کی خوب صورتی کو انجوائے کیا جا سکے۔''

عباد نے صوفے کی پشت پر بازو پھیلاتے ہوئے مسکرا کر کہا اس کے ہر انداز سے سکون اور ٹھہراؤ کی سی کیفیت جھلکتی تھی۔ جو پہلے اس میں کبھی دکھائی نہیں دی تھی وہ نا چاہتے ہوئے بھی متاثر ہوا۔

''مائرہ اچھی لڑکی ہے۔ تم کیوں نہیں ٹرائی کرتے۔ مما بھی خوش ہو جائیں گی۔'' عباد نے اسے مشورہ دیا تو وہ اسے گھورنے لگا۔

''اوو...... مطلب تم اس کیتھی کے لیے واقعی سیریس تو نہیں ہو گئے؟'' عباد بے اختیار ہونٹ سکیڑتا آگے جھک کر بیٹھا، زیاد کے لبوں پہ مسکراہٹ پھیلی۔

''مما بہت ماریں گی۔'' عباد کچھ اس انداز میں بولا کہ وہ قہقہہ لگائے بنا نہ رہ سکا۔

''سچ کہہ رہا ہوں۔ وہ میری وجہ سے ڈپریشن کا شکار ہیں اب تمہیں بلوایا ہے افراتفری میں تو یقیناً مائرہ کا ہی سوچ رہی ہوں گی، بہتر یہی ہے کہ تم کوئی نیا شگوفہ کھلنے سے پہلے خود ہی بات کر لو کیتھی کے متعلق۔'' عباد نے اسے سنجیدگی سے مشورہ دیا۔

''میں آتے ہی ان کو مزید ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا۔ کچھ دن ٹھہر کر پھر دیکھتے ہیں۔'' وہ مبہم سا مسکرایا۔ نزمین کافی کے مگ ٹرے میں رکھ کر لے آئی تھی۔ زیاد نے دیکھا وہ واقعتاً اتنی ہی خوب صورت تھی جتنی عباد فون کال پہ

بیان کیا کرتا تھا۔ لیکن عباد کی محبت اپنی جگہ۔ زمین نے گھر سے بھاگ کر شادی کرنے کا جو قدم اٹھایا تھا وہ زیاد کو بھی بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ وہ جتنی بھی دیر بیٹھا زمین کو اگنور کیے رہا۔ جسے زمین نے شدت سے محسوس کیا تھا۔ البتہ میرب سو کر اٹھی تو اسے گود میں لے کر اس کے ساتھ لایعنی گفتگو اور ڈھیر سارا پیار کر کے اس نے خوب ہی اچھا وقت گزارا۔

''مجھے تو ٹینشن ہونے لگی ہے اب۔ تمہارے گھر سے جو بھی آئے گا اس کے لیے تم اور میرب تو رشتہ دار ہو......اور میں اچھوت۔'' زیاد کھانا کھا کر گیا تھا رات۔ میرب کو سلا کر زمین نے عباد سے شکوہ کیا۔

''وہ واقعی تمہارے ساتھ روڈ تھا......اور میں نے اسے ٹوکا بھی تھا۔ کہہ رہا تھا آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' عباد نے اس کے شکوے کی تائید کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''اب لائٹ آف کردو، نیند آرہی ہے بہت۔'' زمین لائٹ آف کر کے ڈم لائٹ جلاتی بستر پہ آگئی۔

''مجھے تو تمہارے گھر والوں کی یہ لاجک سمجھ میں نہیں آتی۔ تم نے بھی تو مجھ سے پسند کی شادی کی ہے، پھر تم قابل معافی اور صرف میں مجرم کیوں؟'' زمین کھسک کر اس کے بازو پر سر رکھتے ہوئے قدرے جھنجھلا کر بولی تو وہ ہنسا پھر شرارت سے بولا۔

''بھئی میں گھر سے بھاگا نہیں ہوں۔ اس لیے میری تھوڑی بہت عزت کر لیتے ہیں وہ۔''

''عباد......'' زمین سناٹے میں آئی۔ اسے عباد کا مذاق میں کہا جملہ کوڑے کی طرح لگا تھا۔

''مذاق کر رہا ہوں یار۔'' عباد نے فوراً اسے قریب کرتے ہوئے اس کی پیشانی چوم لی۔

''یہ مذاق نہیں ہے عباد! یہ وہ ٹیگ ہے جو ساری عمر کے لیے تمہارے گھر والے مجھے دینے کی کوشش کر رہے ہیں......اور اب تم بھی......'' زمین کو غصہ آیا تھا۔

''اچھا اچھا......سوری یار......شرارت میں دھیان نہیں رہا......اور ویسے بھی تمہارا بھاگنا میری خاطر تھا...... مجھے تو پراؤڈ ہی لگتا ہے اپنے لیے......تمہیں نجانے کیوں شرمندگی ہوتی ہے یا غصہ آتا ہے سن کر۔''

وہ لاابالی تھا مزے سے بولا تو مزید بحث کو عبث جان کر زمین نے لب بھینچ لیے۔ لیکن ''گھر سے بھاگی لڑکی'' کے الفاظ مسلسل اس کے دماغ پہ ہتھوڑے برسا رہے تھے۔

☆☆☆

کچھ بھی تو نہیں ویسا
جیسا تجھے سوچا تھا
محسوس یہ ہوتا ہے
دکھ جھیلے تھے جواب تک
بے نام مسافت میں
بے سود ریاضت تھی
بے فیض عبادت تھی
جو خواب بھی دیکھے تھے
ان جاگتی آنکھوں نے
سب خام خیالی تھی
لیکن تجھے پا کر بھی
اور خود کو گنوا کر بھی

اس حبس کے موسم کی کھڑکی سے ہوا آئی
نہ پھول سے خوشبو کی کوئی بھی صدا آئی
رات کے ساتھ زمین کی آنکھ بھی بھیگ رہی تھی۔

☆☆☆

''میں کہہ رہا ہوں زلفی کی ماں! بہت ہوگیا۔ اب اگر اس گھر میں کسی نے اپنی من مانی کی کوشش کی تو دھکے دے کر باہر نکال دوں گا۔'' پھپھا نے بیوی کو گھر کا۔

''لو...... ایسی کیا من مانی کر لی ہم نے۔ بچے کی شادی کی تاریخ ہی تو طے کرنی ہے کون سا غوری میزائل چلانا ہے۔'' نصرت نے بھونڈا مذاق کیا۔

''بکواس بند کرو...... یہ...... یہ اس قابل ہوتا تو پہلے والی چھوڑ کر نہ بھاگتی۔ اب اسے سنجیدگی سے اسٹور سنبھالنے دے۔ مال لانے اتروانے اور اسٹور میں سیٹ کروانے کی عقل تک نہیں ہے اسے۔ صرف تجوری پہ بیٹھنا آتا ہے نواب صاحب کو۔'' پھپھا اکلوتی اولاد نرینہ سے نا کوں ناک تنگ اور شاید مایوس بھی تھے۔

''بعض لڑکے شادی کے بعد ٹھیک ہو جاتے ہیں زلفی کے ابا! فکر مت کرو۔'' وہ راز داری سے بولیں۔ پھر اطمینان سے اضافہ کیا۔ ''اور ویسے بھی کماؤ بہو ہے۔ کالج میں پڑھا رہی ہے...... دس پندرہ ہزار تنخواہ والے اسکول میں نہیں۔'' ان کی بات سن کر پھپھا کو مزید طرارہ آیا۔

''خبردااار...... ٹانگیں توڑ دوں گا جو کسی نے اس سے نوکری کروانے کا سوچا بھی تو۔'' انہوں نے آنکھیں دکھائیں۔ ''پہلی والی کو بھی مصطفیٰ نے ہی پر لگائے تھے۔ ایسے پھر سے اڑی کہ گرد بھی دکھائی نہیں دی اس کی۔ دیگ کا ایک دانہ پوری دیگ کا حال بتا دیتا ہے زلفی کی ماں! اس بے غیرت بیٹے سے کہو کہ یہ کمائے اور بیوی کو سات پردوں میں بٹھا کر کھلائے۔ اس گھر کی لڑکیوں کے پچھن کوئی خاص قابل بھروسا نہیں ہیں۔''

ان کی کھری کھری باتیں سن کر نصرت کلستی ہوئی بڑبڑانے لگیں۔

''منگنی کر لی تم نے...... شوق پورا ہوگیا۔ میں محض تمہارے بھائی کی عزت کی خاطر چپ کر گیا ہوں ورنہ جو کالک ایک بیٹی گھر والوں کے منہ پہ مل کے نکلی ہے نا۔ اس کے بعد تمہارا بھائی کوئی بیٹی بیاہ نہ پاتا کبھی۔'' وہ تلخ ہوئے۔ پھر سختی سے کہا۔

''سال بھر نام بھی مت لینا زلفی کی شادی کا۔ اسے کام سنبھالنے دے پہلے...... اتنی دیر اگر تمہاری بھتیجی کے پچھن ٹھیک رہے اور وہ گھر پہ ٹکی تو شادی کر دیں گے ورنہ کوئی اور بہو ڈھونڈ لینا۔''

ہماری ساری عمر کی نیک نامی کے بعد ہماری محض ایک غلطی پر ہمارے گن گانے والا زمانہ بہت کٹھور اور سخت گو بن جاتا ہے۔ مصطفیٰ احمد بھی اسی تھپیڑے میں تھے۔ نصرت کے دل کو ان کی باتیں لگیں تو اگلے روز پھپھا اور زلفی کے اسٹور پہ جاتے ہی وہ بھائی کے گھر روانہ ہوگئیں۔

''میں نے تو پورا زور لگالیا۔ پر زلفی کے ابا زلفی کی شادی کا نہیں مانتے۔'' نصرت مایوسی سے کہہ رہی تھیں اماں کا دل ہول گیا۔

''خیر تو ہے نا نصرت!''

''ہاں۔ خیر ہی ہے...... بس ان کا خیال ہے کہ زلفی پورا کاروبار سنبھال لے تو سال بھر بعد شادی کا سوچیں گے۔ خیر سے شادی کی ذمہ داری اٹھانی ہے اب زلفی نے۔'' نصرت نے ایسے منہ بھر کر کاروبار کہا جیسے چھوٹے سے اسٹور کے بجائے زلفی اور اس کے ابا کسی شاپنگ مال کے مالک ہوں۔

''چلو۔ خیر...... دیر سے ہو مگر بھلی ہو۔'' اماں نے سکون کی سانس لی۔

''ہاں بھئی۔ اب کیا کروں۔ زمین دغا دے کر سب کو بے اعتبار کر گئی۔ تو زلفی کے ابا کی ماننی پڑ رہی ہے......ورنہ میں تو اگلے مہینے ہی رخصت کروا کر بھول گئی ہوتی۔'' نصرت آہ بھر کر بولیں ان کا انداز طنزیہ نہیں تھا لیکن پھر بھی ان کی بات اماں کا دل چیر گئی۔ زمین کو اب اسی انداز میں یاد کیا جاتا تھا۔

حریم نے شادی لیٹ ہونے کا سنا تو اس کی فق پڑی رنگت شاداب ہو گئی۔

''اللہ تیرا شکر۔'' اس کی آنکھیں نم ہو گئیں، پھانسی کا پھندا گردن سے چند فٹ دور ہو گیا تھا۔

☆☆☆

سوچتا ہوں کہ بہت سادہ و معصوم ہے وہ
میں ابھی اس کو شناسائے محبت نہ کروں
روح کو اس کی اسیر غم الفت نہ کروں
اس کو رسوا نہ کروں، وقف مصیبت نہ کروں
سوچتا ہوں کہ ابھی رنج سے آزاد ہے وہ
واقف درد نہیں خوگر آلام نہیں
سحر عیش میں اس کی اثر شام نہیں
زندگی اس کے لیے زہر بھرا جام نہیں
سوچتا ہوں کہ محبت ہے جوانی کی خزاں
اس نے دیکھا نہیں دنیا میں بہاروں کے سوا
سوچتا ہوں کہ غم دل نہ سناؤں اس کو
سامنے بھی اس کے راز کو عریاں نہ کروں
(ن م راشد)

''کب آرہے ہو واپس زیڈ! بہت مس کر رہی ہوں تمہیں۔'' کیتھی سے واٹس ایپ پہ تقریباً روزانہ ہی بات ہو جاتی تھی اور تقریباً روز ہی اسے یہ جملہ سننے کو ملتا تھا۔

''ابھی تو دو ہفتے پڑے ہیں واپسی کے۔'' وہ ہنسا۔ کوئی آپ کے لیے بے چین ہے یہ خیال ہی شاد کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔

''کم آن زیڈ!'' وہ اس کے ہنسنے پر برا مان گئی۔

''زیاد......زے آاااد......نام تو ٹھیک لیا کرو یار۔'' اس کا دھیان بٹانے کے لیے زیاد نے اپنا نام کھینچ کے ادا کر کے دکھایا۔

''جب زیڈ کہنے سے کام چل جاتا ہے تو اتنا مشکل نام بندہ کیوں لے۔'' وہ کھلکھلائی پھر کچھ یاد آنے پر اسے بتانے لگی۔

''اچھا سنو۔ کل عائشہ آئی تھی۔ میں اس کے ساتھ مسلم کمیونٹی سینٹر گئی تھی۔'' اس نے سرگوشی میں بتایا۔

''گڈ......'' زیاد مسکرایا۔

''بہت اچھی باتیں سنیں وہاں ہم نے......مطلب......سیدھی دل میں اترنے والی۔ کبھی نہ سنی ہوئی۔ بہت انوکھی۔'' وہ بہت خوش تھی۔ زیاد کا دل طمانیت سے بھر گیا۔ اس کے نصیب میں لکھی جانے والی لڑکی کا دل ایمان کی روشنی کو از خود اپنانے اور روشن ہونے کو تیار تھا۔ مگر یہاں عباد کی وجہ سے جیسے حالات جا رہے تھے ان کو دیکھتے ہوئے وہ کم از کم اس بار نزہت کے سامنے کیتھی کا نام نہیں لے سکتا تھا۔

''احتیاط مائی لو! اگر تمہاری فیملی میں سے کسی کو پتا چل گیا تو تمہارے لیے مشکل ہو جائے گی۔'' زیاد نے اسے سمجھایا۔

''جو آسانی مجھے مل رہی ہے نا اپنے ''اصل'' اور اپنی روح کے بارے میں جان کر زیڈ! اس کے لیے تو شاید میں کوئی بھی مشکل سہہ سکتی ہوں۔''

وہ طمانیت سے مسکرائی۔ زیاد اس کے چہرے کی چمک اور دلفریب مسکراہٹ کو دیکھ کر مسحور سا ہوا پھر ہلکا سا کھنکھار کر اس طلسم کو گویا توڑتے ہوئے بات بدل گیا۔

''اور مارک...... اس کی طرف سے تو کچھ پیش رفت نہیں ہوئی؟'' مارک کے ذکر پر کیتھی کے تاثرات فوراً بدلے۔

''دفع کرو اسے۔ شکر ہے کہ جان چھوٹی۔ اب تو گھر میں بھی میرے سامنے اس کا ذکر نہیں کیا جاتا۔''

''چلو...... یہ تو بہت اچھی بات ہے۔''

''تم بتاؤ۔ واپس کب آ رہے ہو۔ میرا دل بہت اداس ہے۔ سچ میں۔'' وہ پھر سے اسی لائن پہ آ گئی تو زیاد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ جانتا تھا اگلا آدھا گھنٹہ اسے کیتھی کو بہلانے میں لگنے والا تھا۔

☆☆☆

''خود کو سنبھالو ماؤ! زندگی عباد وسیم پر ہی ختم نہیں ہو جاتی... وہ خوش ہے تو تمہیں خوش ترین لگنا چاہیے۔'' زیاد مائرہ کو لے کر ریسٹورنٹ آیا ہوا تھا، اس کا ارادہ مائرہ کی مینٹل تھراپی کا تھا جو عباد ہی کو اپنی زندگی مان کر زندگی کو ایک جگہ روک چکی تھی بمشکل اس کے ساتھ آئی۔

''وہ خوش ہے کیونکہ اس نے زندگی سے کچھ من چاہا پا لیا ہے۔ میں کیسے خوش رہوں۔ اسے کھو کر؟'' وہ تلخ ہوئی۔ سفید رنگ کے ٹراؤزر اور ٹاپ میں وہ اداس مرجھایا ہوا پھول لگ رہی تھی۔

''دیکھو...... سادہ سی بات ہے، تم بس یہ سوچو کہ اس نے آج تک تم سے لو ریلیشن رکھا ہی نہیں تھا تو دھوکا کیسا؟''

''میرا ریلیشن تو تھا نا...... اور وہ جانتا بھی تھا۔ پھر بھی اس نے میری فیلنگز کی ریسپیکٹ نہیں کی۔''

''محبت بھیک میں دی جانے والی شے نہیں ہوتی ماؤ۔'' وہ بچپن سے اسے ایسے ہی پکارتا آیا تھا لیکن اب مائرہ کو اس کا دیا یہ نک نیم بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

''زیاد پلیز! اگر تو تم مجھے اس بے وفا اور ظالم شخص کے لیے کنوینس کرنے آئے ہو تو سوری۔ ایم ناٹ انٹرسٹڈ...... اور اگر کھانا کھلانا ہے تو آرڈر کر دو۔'' وہ رکھائی سے بولی۔

''میں حالات کو ٹھیک کرنا چاہتا ہوں مائرہ! سب ایک دوسرے سے کھنچے کھنچے سے بالکل بھی اچھے نہیں لگتے۔''

''تو یہ سب اپنے جان سے پیارے بھائی کو سمجھاتے نا...... تم سے تو وہ اپنا کھایا ہوا ایک نوالہ تک نہیں چھپاتا۔ تب کیوں نہیں تم نے حالات ٹھیک کیے؟'' وہ تلخی و سرد مہری سے پوچھ رہی تھی۔

''وہ وقت تو گزر چکا...... جو ہاتھ میں ہے، اسے تو اپنے مطابق کر سکتا ہے انسان۔''

''ڈونٹ یو وری۔ وہ مجھے اچھی طرح کرنا آتا ہے۔ تم لوگ پریشان مت ہو۔''

وہ رکھائی سے بولتی زیاد کو زمانے بھر سے خفا لگی۔ اسے محبت کو کھو کر سروائیو کرتی لڑکی پر ترس آیا۔ گہری سانس بھرتا وہ ویٹر کو اشارہ کرنے لگا جبکہ مائرہ خود پہ قابو پاتی ریسٹورنٹ میں ادھر ادھر دیکھتی خود کو اس دل دکھانے والی بحث کے اثر سے نکالنے کی سعی میں تھی۔

☆☆☆

آج بہت دنوں کے وقفے کے بعد وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر میرب کو دیکھنے کے لیے زمین کے فلیٹ پر آئی۔ پچھلے کئی دنوں سے زمین نے کوئی بھی رابطہ نہیں کیا تھا۔

''اللہ کرے میرب ٹھیک ہو۔'' حریم سارے راستے یہی دعا کرتی آئی تھی۔

زمین اسے دیکھ کر بے حد خوش ہوئی۔ اور اس سے زیادہ خوشی حریم کو تب ہوئی جب میرب اسے پہچان کر اس کی گود میں آ کر قلقاریاں مارنے لگی۔

''دیکھا...... تمہاری گود کی کتنی پہچان ہو گئی ہے اسے۔'' زمین کو بھی خوشی ہوئی... اور اس سے زیادہ خوشی تب ہوئی جب حریم نے اسے اپنی اور زلفی کی شادی ٹل جانے کا بتایا۔

''اللہ کرے مر ہی جائے یہ زلفی! بدروح بن کے پیچھے پڑ گیا ہے ہمارے۔'' زمین نے بددعا دی تو حریم کے دل کو کچھ ہوا۔

''فضول مت بولو۔ پھپھو کا اکلوتا بیٹا ہے۔ ہمارے نہ سہی ان کے لیے تو باعث سکون ہے نا۔''

''تو ہمارے لیے کیوں بے سکونی کا سب سے بڑا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ دوسروں کی زندگی عذاب بنانے والا سب سے بڑا مجرم ہوتا ہے سمجھیں تم۔'' زمین نے غصے سے کہا۔

''اللہ بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ اب تو سال بھر کا سکون ہے آگے بھی بہتری ہی ہوگی۔''

''بہتری بہتری کرتے کنویں میں مت گر جانا حری! یقین کرو۔ عباد جیسا لاابالی اور بقول تمہارے فلرٹی شخص۔ اس قدر محبت کرنے والا ہے کہ میرے دل سے دعا نکلتی ہے، تمہیں بھی زندگی کے سفر میں ایسا ہی ہم سفر ملے۔'' مستقبل کے پوشیدہ رازوں سے ناآشنا زمین نے اس شاندار سے فلیٹ میں کھڑے ہو کر جو دعا حریم کو دی۔ وہ کہاں کس وقت لکھ لی گئی۔ یہ ان دونوں بہنوں میں سے کوئی نہیں جانتا تھا۔ حریم محض مسکرا کر رہ گئی۔

''آج تین چار گھنٹے رکوں گی۔ کالج میں اسٹاف کی پارٹی تھی... اسے مس کر کے یہاں آئی ہوں۔ بلکہ یوں کہو کہ تمہارے ہاتھ کا کھانا اور شام کی چائے لازم ہو گئی ہے آج۔'' میرب کو گدگداتے ہوئے حریم نے بتایا۔

''ہائے...... حری، طوبیٰ اور اماں کو بھی لے آتیں چپکے سے۔'' زمین کی آنکھوں میں حسرت اتری۔ کتنا عرصہ ہو گیا ہے ان لوگوں کو دیکھے۔

''تم نا صرف میرا آنا بند کرواؤ گی بلکہ اماں سے مجھے چھتر بھی پڑواؤ گی۔'' حریم نے اسے گھورا تو وہ مسکرا دی اور آگے بڑھ کر حریم کو چوم لیا۔

''چلو...... یہ بھی اللہ کا شکر ہے اس نے مجھے ایک رشتہ تو لوٹا دیا۔''

وہ کچن کی طرف بڑھتے ہوئے کھلکھلا کر بولی تو حریم یاسیت سے مسکرا دی۔

(تم کیا جانو زمین مصطفیٰ! میں بھی کس مشکل سے دل کو سمجھا کر آتی ہوں۔ تاکہ تم اب کبھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھو۔ جہاں اب تمہارے لیے ماسوائے نفرت کے کچھ بھی نہیں)

وہ ابھی چائے کے کپ لے کر بیٹھی ہی تھیں جب ڈور بیل ہوئی۔

''عباد آ گئے۔'' زمین مسکرائی تو حریم کے تاثرات بدلے۔

''مجھے چلنا چاہیے اب...... کافی دیر ہو گئی ہے۔''

''شٹ اپ۔ چائے پیو خاموشی سے۔ پھر خود ڈراپ کر کے آؤں گی تمہیں۔'' زمین اسے آنکھیں دکھاتی دروازہ کھولنے چلی گئی۔ اس کا خیال صحیح تھا۔ عباد آج وقت سے کچھ دیر پہلے ہی اٹھ آیا تھا۔

''بھئی یہ بھتیجی کے چاچو کی وجہ سے دوڑ لگانی پڑی مجھے۔ ان کا گزارہ نہیں ہو رہا تھا میرو کو دیکھے بنا۔'' عباد کا

خوشدلی سے کہا جملہ حریم کے کانوں سے ٹکرایا تو وہ کسمسائی۔ یعنی کوئی اور نمونہ بھی آیا تھا عباد کے ساتھ وہ سنبھل کر بیٹھی۔

''اوہو۔ بڑے بڑے لوگ آئے ہیں آج تو......'' عباد نے حریم کے سلام کا جواب دیتے ہوئے زیاد کو خفیف سا اشارہ کیا۔

''حریم یہ زیاد ہیں عباد کے چھوٹے بھائی۔ اور یہ میری سسٹر ہے حریم!'' زرمین نے پچھلے چند دنوں میں زیاد کے ساتھ ''کچھ'' تعلقات بہتر ہو جانے کی وجہ سے رسم تعارف نبھائی، حریم خاموشی سے بیٹھی رہی۔

''یہ بھی ابھی کوئی امیر کبیر بندہ ڈھونڈ رہی ہوں گی۔'' وہ بدتمیز نہیں تھا۔ لیکن نجانے کیوں ایک دم سے یہ جملہ زیاد کی زبان سے پھسل گیا۔ زرمین کے ساتھ ساتھ حریم کا رنگ بھی بدلہ۔

''ارے نہیں...... منگنی ہو چکی ہے حریم کی۔ کالج میں جاب کر رہی ہے۔'' عباد سنبھلا۔

''بھائی کو بھی تم دوران ملازمت ہی ملے تھے شاید۔'' زیاد نجانے کس موڈ میں تھا۔ عباد نے اسے گھورا۔ حریم نے چائے کا کپ میز کی سطح پر رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بیٹھو نا حری! چائے تو پیو۔'' زرمین بوکھلائی۔

''بس پی لی۔'' حریم کی رنگت ابھی بھی فق تھی۔ بھلا عزت کو بیچ چوراہے پہ ٹھوکروں کی زد میں پڑے دیکھنا آسان ہوا کرتا ہے؟

''بیٹھو حریم! زیاد تو یونہی مذاق کر رہا تھا۔''

''انسان کی زبان اس کی سوچ کا پتا دینے میں ایک منٹ نہیں لگاتی۔ میں چلتی ہوں۔ دیر ہو رہی ہے مجھے۔''

وہ سنجیدگی سے کہہ کر اپنا بیگ اٹھاتی جانے کے لیے تیار ہو گئی۔ زیاد اپنے الفاظ پر نادم تو ہوا لیکن اس مغرور لڑکی کے ان الفاظ کے بعد اس کا حریم سے معذرت کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں تھا۔

''میں خود تمہیں اسٹاپ تک ڈراپ کر کے آتی ہوں۔''

''کوئی ضرورت نہیں۔ تم اپنے مہمان دیکھو پلیز۔'' حریم قصداً مسکرائی تاکہ زرمین کی شرمندگی اور ٹینشن دور ہو۔

''تمہیں برا لگا ہوگا حری! میں معذرت کرتی ہوں۔ مہمان ہے اب کچھ کہہ بھی نہیں سکتی لیکن تم نے اچھا جواب دیا میں عباد سے بات کروں گی اس کے بارے۔'' زرمین اس کا ہاتھ تھامے معذرت خواہانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

''یہ سب تو اب زندگی میں ہوتا ہی رہے گا۔ سننا ہی پڑے گا کس کس سے لڑو گی؟ ہم تو اب عادی ہو چکے ہیں۔۔ اب تو عرصہ ہو گیا۔'' حریم اس کا گال چھوتی پلٹ کر چند قدم دوری پہ موجود سیڑھیاں اترنے لگی تو زرمین کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

☆☆☆

حریم نے ناشتہ کیا بنایا اس کے چند دنوں بعد اللہ جانے کیا سوچ کر نزہت نے گویا کچن کی ساری ذمہ داری ہی اس پر ڈال دی حالانکہ حریم کو اچھی طرح اندازہ تھا کہ اس کا یوں جرات دکھاتے ہوئے ناشتا بنانا نزہت کو قطعاً پسند نہیں آیا تھا۔ اب روزانہ ناشتا بنانے کے بعد نسرین برتن سمیٹ کر دھوتی اور ثریا سبزی بنا کر دیتی۔ باقی کی دو ہانڈیاں، میٹھا یا چاول حریم کی ذمہ داری تھے۔ اور مصروفیت کے ان ہی دنوں میرب کے گرنے رونے اور چوٹ لگنے کا سلسلہ اتنے تواتر سے شروع ہوا کہ حریم چکرا کر رہ گئی۔

''یا اللہ...... تم اس کا دھیان کیوں نہیں رکھتیں ثریا!'' ابھی بھی میرب مسلسل رو رہی تھی اور اس کی پیشانی پر

نیل پڑا ہوا تھا۔ حریم گرم استری کے ساتھ اپنا دوپٹا رگڑ رگڑ کر مائش سے میرب کی پیشانی پر ٹکور کر رہی تھی۔
"میں تو کھیل رہی تھی بے بی کے ساتھ۔ مجھے تو بڑی بیگم نے صاحب کے کپڑے استری کرنے کے لیے بھیج دیا تھا۔ میرب کو ان کے پاس چھوڑ کر گئی تھی میں۔" ثریا نے صفائی پیش کی۔
"وہ تو مائرہ کے ساتھ بزی ہوں گی۔ انہوں نے کیا دھیان کرنا تھا، جب میں کچن میں ہوں تب تم میرب کو بالکل بھی اکیلے مت چھوڑا کرو۔" حریم نے اسے سختی سے منع کیا تھا۔ مائرہ آج کل تقریباً روز ہی گھر کا چکر لگا لیتی تھی۔
"اب بڑی بیگم کوئی کام کہیں تو کیسے منع کروں؟" وہ بے چارگی سے بولی تو حریم پھر میرب کی طرف متوجہ ہو گئی جو دوبارہ درد کے مارے رونے کی تیاری میں تھی۔
"یہ...... کیا ہوا ہے میرو کو؟" کھانے کی میز پر حریم نے میرب کو اپنی گود میں بٹھا رکھا تھا وہ اپنی نشست سنبھالتے ہوئے ٹھٹکا اس کی مسکراہٹ سمٹی۔
"وہ...... گر گئی تھی۔" حریم چور بنی۔
"پھر سے......؟ تم کہاں تھیں؟" اس نے فوراً اٹھ کر میرب کو حریم کی گود سے لے لیا اور اس کی اس سائڈ سے نیلی ہوتی پیشانی کا جائزہ لینے لگا۔
"کیا ہوا ہے میرو کو۔ یہ چوٹ کیسے لگ گئی میرے بے بی کو؟" وہ اس کا گال چومتے ہوئے نرمی سے استفسار کر رہا تھا میرب دوبارہ چوٹ یاد آنے پہ منہ بسورنے لگی۔
"مت یاد کروائیں اسے۔ پہلے ہی بہت مشکل سے اس کا دھیان بٹایا ہے۔" حریم نے اسے ٹوکا۔
"ماما نے مارا ہے...... میرو کو...... ایسے...... ایسے......" اس سے اگلا لمحہ حیران کن تھا جب میرب نے روہانسے لہجے میں اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے دھکیلنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے حریم کا نام لگا دیا ڈائننگ ٹیبل پر سناٹا پھیل گیا۔
"کس نے مارا ہے میرو کو؟" وہ مدھم مگر بے یقین لہجے میں پھر سے سوال دہرا رہا تھا جیسے اسے جواب پر یقین نہ آیا ہو۔
"ماما نے...... میرو کو...... ماما مارتی ہے...... ایسے ایسے۔" وہ اب اپنے دونوں گالوں پہ تھپڑ مار کر بھی بتا رہی تھی پھر منہ بسورتے ہوئے اس سے لپٹ گئی وہ دونوں بازو میرب کے گرد لپیٹے لب بھینچے حریم کو دیکھنے لگا جو سن سی بیٹھی تھی نزہت جیسے ایک دم ہوش میں آئیں۔
"یہ لو...... یہ کرتوت کر رہی ہیں بہورانی ہماری پوتی کے ساتھ...... اور تم مطمئن ہو بچی کو ایک "سرٹیفائڈ ماں" کے حوالے کر کے۔"
"یہ...... یہ جھوٹ ہے۔ میں بھلا کیوں...... میں تو کچن میں تھی۔ ثریا سے پوچھ لیں آپ۔" حریم کی رنگت زرد پڑی۔ نزہت تو چاہے حریم کے خلاف جو بھی کہہ لیتیں ان کی گواہی کو کس نے سچ ماننا تھا کہ ان کی حریم سے چڑ سے ان کا بیٹا اچھی طرح واقف تھا لیکن اب میرب خود بتا رہی تھی کہ ماما اسے مارتی رہتی ہے تو کوئی کیسے یقین نہ کرتا۔ "جھوٹ مت بولو...... ثریا کو تو آج سارا دن کپڑے پریس کرنے پہ لگایا ہوا تھا میں نے...... جھوٹی گواہیوں کا عادی مت کرو گھر کی نوکرانیوں کو۔" نزہت غصے سے بولیں۔
"دیکھو لڑکی!" وسیم سیٹھی اس سے کبھی مخاطب نہ ہوئے تھے آج ہوئے بھی تو حریم کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔
"یہ سب ڈرامے اس گھر میں نہیں چلیں گے۔ اگر میری پوتی کو کچھ بھی ہوا تو میں تمہاری اس گھر میں حیثیت کا خیال کیے بنا پولیس بلوانے میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گا۔"
"اللہ جانتا ہے۔ میں نے تو میرب کو ہاتھ بھی نہیں......" حریم نے صفائی پیش کرنے کی کوشش کی لیکن

آنسوؤں سے گلا رندھ گیا۔

"ارے واہ۔ بچی کی حالت خراب ہوگئی اور یہ اپنی قسمیں دے رہی ہے۔ تم نہیں تو پھر گھر میں میں ہی بچتی ہوں...... میں نے مارا ہوگا نوچا کھسوٹا ہوگا بچی کو؟" نزہت بل کھا کر بولیں۔

"میں نے یہ نہیں کہا۔"

"تم نے جو بھی کیا اور کہا ہے وہ سب ہمارے سامنے ہے۔" وسیم صاحب نے سختی سے کہا تو وہ گھبرا گئی۔

"اوکے...... لیو دس...... کھانا کھائیں آپ لوگ۔ میں خود دیکھتا ہوں اس سارے معاملے کو۔" وہ میرب کو گود میں لے کر بیٹھتے ہوئے بولا تو یک لخت ہی سارا ماحول بدل گیا۔

"ہوں۔" نزہت سر جھٹک کر بڑبڑائیں۔ "غضب خدا کا...... حد ہوتی ہے نفرت کی بھی۔" حریم سے اس سے زیادہ برداشت نہیں ہوسکتا تھا وہ کرسی گھسیٹ کر اٹھی اور خود پہ قابو پاتے ہوئے تیز قدموں سے ڈائننگ روم سے نکل گئی۔

"دیکھا...... یہ ہوتے ہیں اجڈ گنوار لوگوں کے اطوار...... بیٹا اس نے اس شادی کو دل سے تسلیم ہی نہیں کیا اور اب سارا غصہ اس معصوم بچی پر نکال رہی ہے۔ جو بھی ہو...... لیکن یہ رویہ بہت خطرناک ہے اس کا۔ ایسے تو وہ بچی کو نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔" نزہت متفکرانہ انداز میں کہہ رہی تھیں اس کی پیشانی کے بل گہرے ہوگئے۔

وہ کمرے میں پہنچا تو میرب فیڈر تھامے اس کے شانے سے لگی ہوئی تھی۔ اس نے اندر داخل ہوتے نظر ڈالی حریم سر منہ دوپٹے سے لپیٹے کاؤچ پہ دراز تھی۔ اسے نظر انداز کرتے ہوئے وہ میرب کو بیڈ پہ لٹانے لگا۔ وہ فیڈر منہ میں لیے لیٹ گئی تو اس نے نرمی سے میرب کی پیشانی چوم لی۔ میرب نے جھٹ فیڈر منہ سے نکالا۔

"مما پاس جانا ہے۔" اس نے کاؤچ پہ لیٹی حریم کی طرف انگلی سے اشارہ کیا تو وہ گنگ رہ گیا ایک نظر حریم کو دیکھا وہ ابھی بھی بے حس و حرکت لیٹی تھی۔

"مما گندی ہے۔ میرو کو مارتی ہے۔ مما پاس نہیں جانا۔" وہ حریم کو سنانے کے لیے اونچی آواز میں بولا تو میرب مچل کر اٹھ بیٹھی۔

"نئیں...... مما پاس۔" وہ فیڈر دانتوں میں دبائے چاروں ہاتھوں پیروں کے بل بیڈ کراس کرتی لٹک کر نیچے اتری اور بھاگ کر حریم کے پاس گئی۔ وہ اپنی جگہ ششدر بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ حریم کے ظالمانہ رویے کے باوجود میرب کا اس سے لگاؤ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں تھا۔

"مما۔" چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے حریم کو جگانے کی کوشش کی تو اس نے تیزی سے دوپٹہ پیچھے کیا۔

"مماااا......" وہ فیڈر تھام کر کھلکھلاتے ہوئے کاؤچ پہ چڑھنے لگی۔

"جاؤ...... اپنے پاپا کے پاس جاؤ۔ جو تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔ مما تو مارتی ہے نا...... جاؤ...... مما مارے گی ورنہ۔" حریم نے اسے بازو سے پکڑ کر پیچھے کیا تو وہ تلملا کر اپنی جگہ سے اٹھا۔

"بی ہیو یور سیلف حریم! بچی ہے یہ...... اسے اپنی ضد اور نفرت کا نشانہ مت بناؤ۔"

"واہ صاحب! جو خود کسی کی ضد اور نفرت کی بھینٹ چڑھ چکا ہو وہ کسی دوسرے پہ یہ ظلم کر سکے گا کبھی؟" حریم نے کڑا طنز کیا اور اٹھ بیٹھی میرب اس کی گود میں گھس گئی۔

"تو کیا میرب جھوٹ بول رہی ہے؟۔ اس کے ماتھے پہ لگی چوٹ نقلی ہے؟" وہ بھڑکا۔

"تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟" حریم کو دکھ ہوا بلکہ وہ تو جب سے میرب نے اس کا نام لیا تب سے صدمے کی گرفت میں تھی۔

"تم بول سکتی ہو جھوٹ۔ میرب نہیں۔" وہ سنگ دلی سے بولا۔

"اللہ تو جانتا ہے نا۔ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ...... اگر میں اتنی ہی نفرت کر پاتی میرو سے تو ابھی یہ تمہیں چھوڑ

کر میری گود میں نہ گھستی۔" حریم کو اس کی بدگمانی نے جانے کیوں دکھ دیا تھا۔

"بچے تو معصوم ہوتے ہیں۔ ماؤں کی مار تو ویسے بھی بھول جاتے ہیں... لیکن میں ایک بات بتا دوں تمہیں حریم! آئندہ ایسا کچھ ہوا تو میں سخت ایکشن لوں گا... میرب کی شکل میں میری محبت بستی ہے سمجھیں تم۔" وہ بہت کم غصے میں آتا تھا لیکن اب جب سے میرب والی بات ہوئی تھی اس کی آنکھوں کی سلگتی کیفیت کچھ الگ سی ہی تھی۔

"آپ بتاؤ میرو! آپ کو چوٹ کیسے لگی؟" وہ میرب کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے نرمی سے ایک بار پھر پوچھنے لگی۔ تو وہ فیڈر منہ سے نکال کر پٹاخ سے بولی۔

"مما نے مارا...... میرو کو...... ایسے ایسے......" وہ جو سمجھ رہی تھی کہ اس کی گود میں بیٹھ کر شاید میرب کا بیان بدل جائے گا شدید خفت کا شکار ہونے لگی۔ وہ دکھ سے بولا۔

"یہ بچی ہے حریم! مار کھا کر بھی تمہارے ہی پاس آتی ہے پلٹ کر۔ اس پر اپنا غصہ مت نکالو۔ میری لڑائی میرے ساتھ لڑ کے ختم کرو۔"

"مجھے یہ لڑائی عمر بھر ختم نہیں کرنی۔ سمجھے تم...... اور میرب میری بھی پیاری بہن کے وجود کا حصہ ہے۔ صرف تمہاری جائداد نہیں ہے۔"

"اسے سلا کر بستر پر لٹاؤ...... پھر ہی میں سوؤں گا۔" چبا کر کہا تو حریم کو دکھ کے مارے رونا آنے لگا۔ اس قدر بے اعتباری۔

"اب یہ تم زیادتی کر رہے ہو۔"

"میرا اعتبار اٹھ گیا ہے تم پر سے حریم مصطفیٰ!! سیدھی سی بات ہے۔" وہ دوٹوک انداز میں بولا تو حریم خاموش ہو کر گود میں لیٹی نیند کی زد میں آئی میرب کو دیکھنے لگی... اس کے دل و دماغ سن سی کیفیت میں تھے۔

☆☆☆

"دیکھ لیا تم نے زبردستی کی شادی کر کے...... میرب کی ماں چاہیے ماں چاہیے...... لے آئے تھے نا ماں اس کے لیے...... اس سے تو اچھا تھا میڈ کی گود میں پل جاتی۔ مائرہ نے بھی تو یہی حل پیش کیا تھا۔" نزہت نے اگلے روز ناشتے کی میز پر وسیم صاحب کے اٹھتے ہی پھر سے بیٹے پر چڑھائی شروع کر دی۔

"مائرہ کا مسئلہ اور تھا مما! وہ میرب کو قبول نہیں کر سکتی تھی۔" وہ مدھم پڑا حریم کے عمل نے اسے کچھ کہنے لائق چھوڑا ہی کہاں تھا۔

"تو اس نے کہاں کر لیا؟ آئے روز کبھی تھپڑ کبھی چٹکی۔ ہر وقت بچی روتی رہتی ہے۔ مما نے مارا مما نے مارا۔" نزہت بھڑکیں۔ "مائرہ کا دل تو شفاف تھا بیٹا! اگر وہ تمہیں میرب کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتی تھی تو صاف کہتی تھی۔ وہ میرب کو سیڑھی بنا کر تم تک پہنچ بھی سکتی تھی لیکن بعد میں ایسی ہی بدمزگی پھیلتی جیسی اب پھیل رہی ہے۔ اسی لیے تو وہ صاف کہتی تھی کہ میرب کو میڈ سنبھال لے گی۔ تم لوگوں کے تعلقات بھی خوش گوار رہتے۔"

"اب وہ وقت تو گزر چکا مما! مجھے صرف حال کی فکر ہے۔"

"وقت کو واپس نہیں لایا جا سکتا لیکن دہرایا ضرور جا سکتا ہے میری جان! مائرہ ابھی بھی وہیں ہے۔ طلاق دو اس لڑکی کو اور جان بچاؤ اپنی بھی اور میرب کی بھی۔ ویسے بھی کون سا اسے تم دونوں کی پروا ہے۔ نفرت ہی نفرت دکھائی دیتی ہے اس کی آنکھوں میں مجھے...... حد ہے...... یہ بھی نہیں سوچتی کہ یہاں سے نکالی گئی تو نہ آگے کی نہ پیچھے کی۔ پھر کس برتے پر اتنی اکڑ دکھا رہی ہے۔" نزہت کڑوے لہجے میں کہہ رہی تھیں اور کچن میں موجود حریم نے حرف بہ حرف ان کی تمام باتیں سنی تھیں اور اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں کر لیا۔ وہ مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی مجرم بنائی جا رہی تھی... اور یہاں سے واپسی... اسے جھرجھری آئی۔ اب بھلا اسے وہاں کون قبول کرنے والا

تھا... ابا تو وہ تھے جنہوں نے اسے کھڑے کھڑے لوٹا دیا تھا...... تو وہ کس برتے پر اتنی اکڑ دکھا رہی تھی؟ کیا مائرہ کے لیے جگہ خالی کرنے کے لیے؟

وہ گاڑی میں بیٹھنے لگا تھا جب دروازہ کھولتے اس کے ہاتھ پر نرم سے ہاتھ کا لمس آن ٹھہرا وہ بے اختیار چہرہ موڑ کر دیکھنے لگا۔

''آئم سوری۔'' حریم کی آنکھیں نم تھیں اور لب کپکپاتے ہوئے...... جیسے یہاں تک آنے کے لیے جانے کتنی مشقت اٹھائی ہو۔

''فار واٹ؟ (کس لیے)۔'' اس نے ابرو اچکا کر رکھائی سے پوچھا۔

''فار ایوری تھنگ (ہر چیز کے لیے)۔'' حریم نے اپنے دل پر پاؤں رکھا چند لمحے اسے دیکھتے رہنے کے بعد گہری سانس بھر کر اس نے حریم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔

''ٹھیک ہے...... ایک موقع اور دیا تمہیں حریم! اپنی زندگی بنانے اور میرب کی زندگی میں خوشیاں بھرنے کے لیے۔'' حریم نے آنسو پیتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا وہ اچھی طرح جان گئی تھی کہ اس کی آئندہ زندگی کی بقا کس چیز میں ہے۔

وہ اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گیا تھا حریم بے تاثر نظروں سے اسے گیٹ سے گاڑی نکالتے ہوئے دیکھتی رہی۔

اخر گزر ہی جائے گی حیات!
یہ کوئی تا حیات تھوڑی ہے

☆☆☆

''یہ ابھی تک اسی گھر میں ہے؟'' وہ میرب کا فیڈر بنا کر نزہت کو دینے آئی تو مائرہ ان کے پاس بیٹھی تھی۔ حریم کو دیکھ کر جان بوجھ کر ناک چڑھا کر نزہت سے پوچھا تو انہوں نے فیڈر تھام کر حریم کو جانے کا اشارہ کیا۔

''بس تھوڑے ہی دن رہ گئے ہیں...... فکر مت کرو۔ جو لایا ہے اسے وہی دھکے دے کر نکالے گا۔'' اس نے اپنے پیچھے نزہت کی ہلکی سی آواز سنی تو اس کا دل ڈوبنے لگا اس گھر میں یقیناً اس کے خلاف سازشیں شروع ہو چکی تھیں۔ وہ کھانا پکا کر فارغ ہو چکی تھی جب میرب کے رونے کی آواز پہ افتاں و خیزاں کچن سے باہر لپکی۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو وہ اسے سلا کر آئی تھی... شاید خواب میں ڈر گئی ہو۔ وہ کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے اندازے لگا رہی تھی سامنے ہی ثریا روتی ہوئی میرب کو اٹھائے بہلاتی ہوئی دکھائی دی تو حریم تیزی سے اس کی طرف بڑھی۔

''ارے ارے...... کیا ہو گیا میری پرنس کو...... میرا بچہ۔'' اس نے ثریا کی گرفت سے میرب کو لے لیا تھا۔ ''میں تو جب اوپر آئی تو رو رہی تھی بے بی۔'' ثریا نے بتایا۔

''سوتے میں ڈر گئی ہو گی۔ تم جا کر سلاد بنا لو اور کچن صاف کر دینا ذرا۔'' حریم نے اسے ٹہلایا۔ اور میرب کو تھپک کر چپ کروانے لگی۔

''کیا ہو گیا ہے میرو کو...... کیوں رو رہی ہے میری شہزادی؟'' وہ بہلاتے ہوئے میرب کو کمرے میں لائی۔

''ماما نے مارا ہے۔'' میرب نے منہ بسورتے سسکتے ہوئے کہا تو وہ دھک سے رہ گئی۔ اگلے ہی پل اس کے ذہن میں بجلی سی کوندی۔

''کس نے مارا ہے میرو کو...... دادو جان نے؟'' اس نے آہستہ آواز میں میرب سے پوچھا تو اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ شاید اس راز سے پردہ اٹھنے والا تھا جو حریم کی زندگی میں ہلچل مچا رہا تھا۔

☆☆

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

عفت سحر طاہر

رنگ دے چنریے

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی
ائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آ
ڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ
ے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ
لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی
ئے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس
ں نے تم سے شادی کی ہے۔

نرمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

نرمین کی سہیلی سجل کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔

نرمین اپنی دوست صوبائی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان
ڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا نے جانے کی ا

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔

زمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ حریم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ تجل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں تجل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زمین کی دوستی کرا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ کمینی الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں تجل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ زمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کی دیسے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

تجل زمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آ جاتی ہے زمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دم ان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

زمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زمین، تجل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

زمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زمین کو فون کرتی ہے، فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر تجل کے نمبر پہ کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

زمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی، زمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو زمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔

نزہت گھر واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔

حریم عباد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آ جاتی ہے عباد اسے دھمکاتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ زمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مارک ڈینئیل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ زمین گھر میں نہیں ہوتی۔

حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔

عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد زمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد زمین کو باپ کی بات یاد آتی ہے کہ دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔

عباد زمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آ جاتی ہے۔ عبد کی پرکھ کہ وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھپھو تاریخ لینے آ جاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر زمین شادی کی ہامی بھر لیتی

ہے۔ نصرت پھپھو اور زلفی خوش ہو جاتے ہیں۔ بجل فون کر کے زمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پرپوز کرتا ہے۔ زمین خوشی خوشی گھر آتی ہے۔

رات میں حریم زمین سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کر لو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کر لوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عباد وسیم نے اسے پرپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہو کر گر پڑتی ہیں۔

گیارہویں قسط

زیاد کے واپس جانے کے دن قریب تھے، اس کے لیے نزہت اور عباد کے بیچ کی دوریاں ناقابل قبول تھیں سو اس نے دل میں تہیہ کر رکھا تھا کہ جانے سے پہلے ان دونوں کے مابین موجود فاصلے ختم کروا کے ہی جائے گا لیکن اسے پتا تھا کہ بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنا آسان کام نہیں ہے۔

''ڈیڈ! آپ کیوں نہیں سمجھاتے مما کو۔ سب کچھ کتنا ابنارمل چل رہا ہے۔ گھر کا بیٹا بے گھر ہوا بیٹھا ہے۔ کئی لوگ پسند کی شادیاں کرتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ بچوں کو ساری عمر کے لیے خود سے جدا کر دیا جائے۔''

اس نے پہلے وسیم صاحب کے آفس میں کافی پینے کے دوران انہیں اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کی تھی۔

''بچے غلط کام کریں تو انہیں سزا دینا ضروری ہوتا ہے برخوردار!''

''لیکن اب تو پتا چل چکا کہ عباد نے ایسا بھی کوئی غلط کام نہیں کیا۔ لڑکی باوفا ہے۔ اچھے طریقے سے اس کا گھر سنبھالے ہوئے ہے۔ ایک پیاری سی بیٹی کے ساتھ وہ بہت ہیپی لائف گزار رہا ہے۔'' زیاد نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''بات یہ ہے کہ من مرضی کرنے والے تو اکثر ہی ہیپی لائف گزارتے پائے جاتے ہیں۔ مسئلے تو ان کے پچھلوں کے لیے بنتے ہیں۔ جو رشتہ داروں کو جواب دہ ہوتے ہیں۔''

''ڈیڈ پلیز! اب تو اس ''خاندان فوبیا'' سے نکل آئیں آپ لوگ۔ معاملے کو غیر جانب داری سے دیکھیے۔ گیا وقت واپس نہیں لوٹ کر آ سکتا۔ عباد نے جو کرنا تھا وہ کر لیا، وہ خوش بھی ہے۔ گھر ملنے آ رہا ہے آپ سے باقاعدگی کے ساتھ، تو آپ لوگوں نے کیوں اپنی اچھی بھلی چلتی زندگی کو اسی ایک پوائنٹ پہ روک رکھا ہے۔ کچھ عرصے میں مائرہ بھی سیٹل ہو جائے گی۔ بھول بھال جائے گی یہ سب۔ آپ لوگ تب بھی بیٹے بہو اور پوتی کو خود سے دور کیسے رکھیں گے؟''

''یہ سب تم اپنی ماں کو سمجھاؤ۔ اسی کو بھائی اور بھتیجی کا غم کھا رہا ہے۔ یہ عورتوں کے معاملات ہوتے ہیں۔ گھر کا ماحول انہوں نے مل کر بنانا ہوتا ہے۔ ہم تو شام کو گھر جاتے ہیں۔ ہمیں تو بس پرسکون ماحول سے غرض ہے۔'' ان کا اپنا ہی نظریہ تھا، زیاد نے سر تھام لیا۔

''پرسکون ماحول بنانے کے لیے اگر مرد کو بھی اپنا حصہ ڈالنا پڑے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ والد محترم! اگر مما کو اپنی بھتیجی کا غم ہے تو کیا مجھے اپنی بھتیجی کو اپنے گھر سے دور پلتے دیکھ کر دکھ نہیں ہوا؟'' اس نے ناراضی سے انہیں دیکھا۔

''چلو، دیکھتے ہیں۔ تم ڈال رہے ہو نا حصہ۔ لگ پتا جائے گا، کتنا پرسکون ماحول بنتا ہے تمہاری کوشش سے۔'' وہ اس کے انداز پر مسکرائے تھے، زیاد خفا سا اپنی کافی ختم کرنے لگا۔

''تم اپنی بات کرو۔ تم کب تک شادی کا ارادہ رکھتے ہو؟'' انہوں نے دلچسپی سے پوچھا، زیاد کے ساتھ ان سب کا تعلق الگ ہی تھا بوجہ کہ وہ اپنی دادی کی گود میں پلا بڑھا تھا۔

''پہلے ایک کا مسئلہ تو حل ہو لینے دیں، ورنہ سوچا تو یہی تھا کہ اسی سال میں بھی اس بحر بیکراں میں کود پڑوں گا۔'' وہ کافی کا خالی مگ رکھتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر بولا۔

''اسے چھوڑو۔ تم گھر میں رونق شونق لگاؤ کچھ۔ باقی مسئلے مسائل تو ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں۔''

''اسی لیے تو کہتا ہوں کہ عباد اور اس کی بیوی کو گھر بلا لیں۔ ختم کریں اس خود ساختہ ناراضی کو۔ پھر دیکھیے آپ کی پوتی کتنی رونق لگاتی ہے آپ کے گھر میں۔ لیکن آپ لوگ تو بس...... دنیا کو راضی اور خوش کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔'' وہ کلسا۔ وسیم صاحب مسکرا دیے۔

''چلو۔ دیکھتے ہیں اس مسئلے کو بھی۔ ظاہر ہے مستقل حل تو نکالنا ہی ہوگا۔''

''شکریہ۔ مہربانی۔'' وہ میز پر سے گاڑی کی چابی اور موبائل اٹھاتے ہوئے جانے کو تیار ہوا تھا۔

☆☆☆

''ہے۔ کیتھ...... لسن......'' وہ اسلامک سینٹر سے نکل کر عائشہ کو خدا حافظ کہتی تیز قدموں سے چل کر فٹ پاتھ پر آئی ہی تھی کہ جانی پہچانی تیز آواز نے اس کا، جو دسنا دیا۔ اس نے قصداً اس پکار کو نظر انداز کرتے ہوئے سر جھکا کر اپنے قدموں کی رفتار اور تیز کی لیکن مارک دوڑتے ہوئے اس کے سامنے آ گیا، ناچار کیتھی کو رکنا پڑا۔

''یہ کیا بے ہودگی ہے۔ ہٹو میرے سامنے سے۔'' اس نے سخت لہجے میں کہا۔

''تم اسلامک سینٹر کیوں گئی تھیں؟'' مارک نے سختی سے پوچھا، وہ یقیناً اسے عائشہ کے ساتھ اسے دیکھ چکا تھا۔

''اٹس نن آف یور بزنس (یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے) ہٹو سامنے سے۔'' کیتھی بھڑکی۔

''میرا نہیں لیکن یہ تمہارے باپ اور بھائی کا مسئلہ ضرور ہو سکتا ہے۔ خاصی دلچسپ لگے، یہ بات ان کو۔'' مارک خباثت سے اسے دھمکاتے ہوئے بولا۔

''تم چاہو تو ہیون میں جا کر میرے باپ کے باپ کو بھی یہ بات بتا سکتے ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔'' کیتھی نے دانت پیس کر کہا اور سائیڈ سے ہو کر آگے نکل گئی۔

''لیکن ہماری کمیونٹی کے لوگوں کو ضرور ہی اس سے فرق پڑے گا، کیتھ! تم کو معافی نہیں ملے گی۔ کیا تم اسلام سے متاثر ہو رہی ہو؟''

وہ اسے پوری طرح سے ہراساں کرنا چاہتا تھا اور کیتھی ہراساں تو نہیں لیکن اس کی بات سے خائف ضرور ہو گئی۔

''بکو اس بند کرو...... اور جاؤ، جس کو جو بتانا ہے، بتا دو...... مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سب جانتے ہیں، تم مجھ سے کتنا بغض رکھتے ہو۔''

کیتھی نے حقارت سے کہا، وہ کمزوری دکھا کر مارک کو خود پر حاوی نہیں ہونے دینا چاہتی تھی، اس کے انداز نے مارک کو نروس کر دیا۔ وہ شش و پنج میں مبتلا وہیں کھڑا تھا۔ کیتھی موقع غنیمت جان کر دل ہی دل میں اسے برا بھلا کہتی فوراً ہی ٹیکسی روک کر اس میں بیٹھ گئی۔

مارک نے پرسوچ نظروں سے ٹیکسی کو دور تک جاتے ہوئے دیکھا۔ اس کے دل میں یقیناً شک جڑ پکڑ چکا تھا۔

☆☆☆

کالج سے نکلتے ہی وہ تیز قدموں سے دوسرے گیٹ کی طرف بڑھی جہاں سے گلی میں نکل کر آگے روڈ پہ اس کی وین کھڑی ہوتی تھی جب کسی نے بڑے بے ڈھنگے انداز میں اپنی بائیک اس کے سامنے روکی حریم نا صرف

ایک جھٹکے سے رکی بلکہ اس کے منہ سے چیخ بھی نکل گئی۔
''ڈر گئی...... ؟ میں ہوں پگلی!'' زلفی نے دانت نکوستے ہوئے ڈارک سن گلاسز ماتھے پہ چڑھائے۔
''یہ کیا بدتہذیبی ہے؟ بیچ سڑک پہ ایسے روکتے ہیں کسی کو۔'' حریم کو سخت غصہ آیا۔
''ہا...... ہا...... ہا......'' وہ بے ڈھب انداز میں ہنسا۔
''کسی کو یا اپنی منگیتر کو؟'' اس نے اپنے ہی لفظوں کا گویا مزہ لیا تھا۔ حریم غصے سے لال چہرہ لیے سائڈ سے ہو کر گزرنے لگی تو زلفی نے پیروں کے زور سے بائیک دھکیل کر اس کے آگے کی۔
''ڈیڑھ گھنٹے سے تمہارے کالج کے باہر کھڑا انتظار کر رہا ہوں تو صرف اس لیے کہ اپنی منگیتر کو کہیں گھمانے لے جاسکوں اور تم یوں نخرے دکھا رہی ہو۔''
''ایک تو یہ فضول سا منگیتر منگیتر کا راگ الاپنا بند کرو۔ دوسرے یہ کہ میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جارہی۔'' حریم سرتا پا چٹخی اور بھینچے ہوئے لہجے میں اسے گھورکا۔
''ارے واہ...... بڑی جلدی بھول گئیں سونے کی انگوٹھی پہنا کر منگیتر ہونے کا اعزاز حاصل کیا ہے...... تو اب انسان فائدہ بھی نہ اٹھائے۔ بکواس بند کرو اور چپ چاپ بائک پہ بیٹھو۔'' زلفی بھی تنک کر بولا تھا۔ حریم کا دل چاہا سونے کا وہ چھلکا سا چھلا اتار کے زلفی کے منہ پہ دے مارے تاکہ وہ بھی دیکھ سکے کہ ایسے کون سے ڈائمنڈ لگے ہوئے ہیں اس میں۔
''میری وین دوسرے گیٹ پہ کھڑی ہوتی ہے زلفی! تم خوامخواہ مجھے دیر کروا رہے ہو۔ ڈرائیور انتظار کر رہا ہوگا۔''
''کرنے دو انتظار...... آج تم میرے ساتھ ہی جاؤ گی۔ پہلے سیر اور پھر گھر۔'' وہ ہٹیلے انداز میں بولا۔
''شٹ اپ۔'' حریم برہمی سے اسے جھڑک کر آگے بڑھی تو زلفی نے غصے سے اس کا بازو کھینچا نا صرف وہ اپنی جھونک میں لہرا کر رہ گئی بلکہ اس کے ہاتھ میں موجود فائل بھی زمین پہ جاپڑی۔ زلفی آس پاس موجود رش کی پروا کیے بنا بائیک سے اتر آیا تھا۔ حریم کی رنگت سب کے بیچ بے عزتی کے خوف سے زرد پڑی۔
''اوئے۔ کب سے دیکھ رہا ہوں میں...... کیوں بچی کو تنگ کر رہے ہو؟'' ایک باریش لیکن تگڑے سے آدمی نے زلفی کا گریبان پکڑا اور غصے سے بولا۔ وہ بھی اپنی بہن بیٹی کو کالج سے پک کرنے آیا ہوگا۔ ایسے لوگ تو ان واقعات کے بارے میں اور بھی جذباتی ہوتے ہیں۔ حریم جلدی سے پیپر سمیٹ کر فائل میں لگانے لگی۔ اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ وہ ایک ہی پل میں یہاں سے غائب ہو جانا چاہتی تھی۔
''کیوں...... تمہاری کیا لگتی ہے جو تمہیں مروڑ اٹھ رہے ہیں؟'' زلفی نے بدتمیزی کا مظاہرہ کیا لیکن غلط موقع پر۔ یہ اس کا محلہ نہیں تھا جہاں اس کی یہ زبان سن کر لوگ عزت بچا کر نکل لیتے تھے۔ یہاں تو فوراً ہی اسے کان کے نیچے ایک ہاتھ بجا۔
''بکواس کرتا ہے...... تیری تو......''
''کیا ہوا؟ لڑکی کو چھیڑا؟ مارو اسے۔'' آس پاس بہنوں کو لینے آئے لڑکے گویا ثواب سمجھ کر اس کار خیر میں شامل ہوئے۔ حریم مارے خوف اور دہشت کے سر جھکائے تیز قدموں سے گیٹ پار کر کے گلی میں نکل گئی۔ اب زلفی نے کس طرح ہاتھ پیر جوڑ کے اپنی جان بچائی۔ یہ وہی جانتا تھا۔ پھٹروں سے لال چہرہ پھٹا ہونٹ لیے وہ بائیک پہ نکل بھاگا۔
''ہائے...... یہ کہاں سے اتنی چوٹیں لگوا کے آگیا میرا بچہ! ایکسیڈنٹ ہوا ہے کیا؟'' زاہد نے دیکھتے ہی کہا۔

''ایکسیڈنٹ نہیں ہوا اماں! وہ سالی...... تمہاری بہو کو کالج سے اٹھانے گیا تھا۔ اس نے مار پڑوائی ہے اپنے ہوتے سوتوں سے۔'' زلفی نے دانت کچکچائے اور صحن میں لگے بیسن پہ جھک کر منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگا۔

''ہائیں...... کیا بکواس کر رہا ہے؟'' زاہدہ ششدر ہوئیں۔ ''کسے اٹھانے گیا تھا کالج سے؟'' زلفی تولیے سے اپنا چہرہ تھپتھپا کر خشک کرتا ماں کی طرف آیا۔

''وہی۔ تمہارے بھائی کی بیٹی۔ تمہاری ہونے والی بہو۔ بڑی غیرت والی بن رہی تھی۔ مجال ہے جو بچایا ہو مجھے۔ الٹا بھاگ لی وہاں سے۔'' زاہدہ منہ کھولے متحیری سارا معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''حریم کے کالج گئے تھے تم؟''

''ہاں۔ ادھر سے گزر رہا تھا، سوچا، اسے گھر چھوڑ دوں گا۔ یہ صلہ دیا اس نے میری نیکی کا۔'' زلفی نے مظلوم بن کر اپنے لیرو لیر حلیے کی طرف اشارہ کیا۔

''تمہیں ضرورت ہی کیا تھی یہ نیکی کرنے کی۔ الٹا مار کھا کے آ گیا۔'' زاہدہ نے اسے گھر کا۔

''تمہاری بھتیجیاں نا اماں! بہت چھوئی موئی بنتی ہیں۔ دوسروں کے ساتھ چاہے گل چھرے اڑاتی پھریں گی۔ زلفی کے ساتھ پھرنے پر اپنا دین ایمان پیارا ہو جاتا ہے ان کو۔'' وہ تلملا رہا تھا۔

''آئے ہائے...... تو تم ہی صبر کر لو۔ دن ہی کتنے باقی ہیں شادی میں'' ٹکور کے لیے استری گرم کرتی زاہدہ چڑی۔

''یہ...... یہ ساری صورت حال جا کر بتاؤ ذرا ماموں ممانی کو۔ انہیں بھی تو پتا چلے ان کی یہ بیٹی بھی کن ہواؤں میں اڑ رہی ہے۔'' زلفی نے اپنی حالت کی طرف اشارہ کیا تو زاہدہ بڑبڑاتے ہوئے کپڑا استری کے ساتھ گرم کر کے زلفی کی چوٹوں پہ ٹکور کرنے لگیں۔

☆☆☆

''تیرا بیڑہ ہی تر جائے حری!'' اماں نے حریم کی اڑی رنگت دیکھ کر استفسار کیا تو اس نے ساری بات کہہ سنائی۔ اماں نے کلیجہ تھام لیا۔

''تو کیا کرتی، نکل جاتی اس کی موٹر سائیکل پہ بیٹھ کے۔'' حریم تپی۔

''یہ کب کہہ رہی ہوں میں۔ لیکن وہاں رک کر بات تو سنبھال سکتی تھیں تم۔'' اماں کو تو ہول اٹھنے لگے، خدا جانے زلفی کا کیا حال ہوا ہوگا۔ اب تند جانے کیسے اس معاملے کو اٹھائے گی۔

''اماں! وہ میرے کالج کے باہر آ کر مجھے زبردستی اپنی بائیک پہ بٹھا رہا تھا۔ میں وہاں پڑھاتی ہوں۔ کتنی ہی اسٹوڈنٹس اور لوگ وہاں موجود تھے۔ زلفی کو خود شرم نہیں آئی ایسی حرکت کرتے ہوئے۔'' حریم کا خوف اب بے بس سے غصے میں بدل چکا تھا۔

''اپنے ابا کا سوچ حریم! وہ تو طوفان مچا دیں گے۔ ان کے بھتیجے کو لوگوں سے مار لگوائی ہے تو نے۔'' اماں کی سوچ روایتی تھی۔ خاندان اور رشتے داروں کی سوچ سے بندھی۔

''اسے اس کی بدفطرتی نے مار لگوائی ہے اماں! اور کیا وہ ابا کی اجازت سے آیا تھا مجھے پک کرنے؟'' حریم نے تیز لہجے میں پوچھا۔

''کیا بکواس کر رہی ہو۔ وہ کیوں دینے لگے اجازت۔'' اماں ناراض ہوئیں۔

''تو پھر......؟ میں کیوں چلی جاتی اس کے ساتھ؟'' حریم تپی۔

''ساتھ جانے کا نہیں کہہ رہی ہوں۔ لیکن تم بات سنبھال بھی تو سکتی تھیں۔ کہہ دیتیں کہ میرا کزن ہے۔''

''اماں! وہ مجھے بازو سے کھینچ کر بائیک پہ بٹھا رہا تھا زبردستی۔ مار اسے اپنے کرتوت کی وجہ سے پڑی ہے۔

اب بس سب کو بتی کیا آپ لوگ براہ مہربانی اپنا کام کریں۔ اسے زبردستی کرنے دیں میرے ساتھ کیونکہ یہ میرا کزن ہے۔'' اس کی آنکھیں ضبط، برداشت سے گلابی ہونے لگیں۔

''اوہو۔'' اماں دھیمی پڑیں۔ ''یہ کب کہا میں نے۔ لیکن اب بھی تو مسئلہ ہی بنا۔ جانے تمہارے ابا تک کیا رپورٹ پہنچے گی۔''

''پہنچنے دیں۔ آپ کو ساری بات بتا دی ہے میں نے۔ بتا دیجیے گا ان کو، ان کے بھتیجے کے کرتوت۔'' وہ ناراضی سے کہتی واش روم میں گھس گئی۔ اماں پریشان سی سر تھام کر بیٹھ گئیں۔

ابا شام کو گھر آئے تو دل ہی دل میں ان سے خفا حریم پہلے ہی کھانا کھا کر اپنے کمرے میں گھس چکی تھی۔ ابا کے کھانا کھا کر چائے پینے تک اماں لفظوں کے جوڑ توڑ کرتی بات شروع کرنے کا طریقہ سوچتی رہیں۔

''اب کہہ دو جو اندر مچل رہا ہے۔'' ابا نے خالی کپ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو وہ چونکیں، پھر ذرا ہمت باندھی۔ کپ تھام کر سائڈ پہ ٹرے میں رکھا۔

''زلفی آج حریم کے کالج پہنچ گیا تھا۔''

اماں نے دھڑکتے دل کے ساتھ بات شروع کی تو وہ چونکے، حیران ہو کر انہیں دیکھا۔

''وہ کیا کرنے گیا تھا؟''

''حریم کو کالج سے لینے چلا گیا...... زبردستی۔'' اماں نے اپنی طرف سے لہجہ عام ہی رکھا لیکن مصطفیٰ صاحب کے اعصاب کشیدہ ہونے لگے۔

''حریم نے انکار کیا تو اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی موٹر سائیکل پہ بٹھانے لگا، پاس موجود لوگوں نے مار لگا دی اس کو۔'' اماں نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوری بات بتا کر گویا سانس روک لی اور نظریں ان کے چہرے پر جما دیں جو سرخ پڑ گیا تھا۔

''دو کوڑی کی عزت جو رہ گئی ہے ہماری۔ اب تو ہر کوئی اتنا ہی ہلکا لینے لگے گا نا۔'' ان کی بات اماں کو کوڑے کی طرح لگی۔

''کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔ ہم جیسے بھی ہیں اپنے گھر پہ ہیں۔ زلفی کو سمجھائیں۔ ہماری بچیاں ایسی نہیں۔'' وہ روانی میں کہہ گئیں پھر زبان دانتوں تلے داب کر چور نظروں سے ان کی طرف دیکھا تو وہ پھیکے پڑ گئے۔

''کاش...... دعوے سے اب یہ جملہ کہہ سکتا۔''

کمرے کے باہر کھڑی حریم کا دل چاہا، محبت کرنے والے باپ کی اس قدر بے اعتباری پر دھاڑیں مار کر رو دے۔

☆☆☆

''بس کر دو مائرہ! اب اس سوگ سے نکل آؤ۔ عباد سے آگے بھی دنیا ہے، وہ تو اپنی دنیا میں خوش ہے اور تم اس کی یاد میں جوگن بنی ہوئی ہو۔ اسے تو یاد بھی نہیں ہوگا کہ اس کی مائرہ نامی ایک کزن بھی ہے۔'' رابعہ نے زچ آ کر بیٹی کو سمجھایا۔

''ٹھیک تو ہوں اب۔ بھنگڑے ڈالنے سے تو رہی۔'' مائرہ نے ناگواری سے ماں کو دیکھا تو وہ دھیمی پڑیں۔

''زندگی کسی کے جانے سے ختم نہیں جاتی ماہی! آگے بڑھنے کے ہزار راستے ہیں، ایک بند ہوا تو کیا۔ دوسرا تلاش کر لو۔ بلکہ یہاں تو راستہ سامنے ہی ہے۔ تلاش کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔'' ان کا لہجہ آخر میں معنی خیز ہو گیا تو مائرہ چونکی۔

''کون سا راستہ؟''

''اسی لیے کہتی ہوں کہ اب ذرا حواس کی دنیا میں لوٹ آؤ، دنیا سے اپنا حصہ وصولنے کا ڈھنگ سیکھو۔ تمہاری پھپھو نے دبے لفظوں میں تمہارے اور زیاد کے رشتے کی بات کی ہے۔''

''واٹ؟'' مائرہ کو جھٹکا لگا۔ ''دماغ تو ٹھیک ہے ان کا۔'' وہ ناراضی سے بولی۔

''دماغ تو تمہارا خراب ہے۔ پاگل لڑکی! اپنے فیوچر کے بارے میں کچھ سوچو۔ نزہت کے گھر سے زیادہ تم کہاں خوش اور سکھی رہ سکو گی۔ جان چھڑکتی ہے تم پہ...... نہ ساس نندوالی کھچ کھچ ہے، نہ بڑی فیملی کا جھنجھٹ۔ عباد نہ سہی زیاد سہی۔ دونوں ہی ایک سے بڑھ کر ایک ہیں بلکہ زیاد کی تربیت تو اس کی دادی نے بہت اچھی کی ہے۔ تم سے دوستی بھی ہے اس کی خاصی۔''

''تو کیا اب اس دوستی کو بھی خراب کر دوں؟ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ میں عباد میں انوالو تھی۔'' مائرہ کا موڈ بگڑا۔

''تو تم کون سا زبردستی اس کے سر چڑھ رہی ہو۔ بیٹا! اس کی ماں خود رشتہ مانگ رہی ہے تمہارا۔ اب ظاہر ہے پہلے بیٹے ہی سے پوچھا ہوگا نزہت نے۔'' رابعہ مطمئن تھیں کہ مائرہ کا ردعمل سخت نہ تھا۔

''مجھے نہیں پتا ماما! میں نے کبھی ایسا نہیں سوچا۔'' وہ الجھی۔

''تو اب سوچ لو۔ اسی لیے تمہیں بتایا ہے تاکہ تم اپنی سوچ کا انداز بدلو۔'' وہ مسکرائیں۔

''یہاں زندگی بدل گئی ہے۔ آپ سوچ بدلنے کی بات کرتی ہیں۔'' وہ اداس ہوئی۔ اب تو عباد کی بیٹی بھی سال کی ہونے کو تھی شاید......

''اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ تم بھی اب اپنی زندگی کو بدلو۔ جو اپنی زندگیوں میں مگن ہیں، تم کیوں ان کو بتا رہی ہو کہ تم ان کے پیچھے ابھی تک اپنی زندگی برباد کیے ہوئے ہو؟''

رابعہ بڑی مہارت سے چوٹ لگا کر اس کی ذہنی کیفیت بدلنا چاہ رہی تھیں اور شاید اس میں تھوڑی کامیاب بھی رہیں۔

''بھاڑ میں جائیں سب۔ میں کسی کے لیے بھی زندگی برباد نہیں کر رہی۔'' وہ حسب توقع بھڑکی۔

''ہاں تو بس۔ پھر ٹھیک ہے۔ زیاد کے لیے ہامی بھر لو۔ عباد کو بھی تو پتا چلے کہ اس گھر میں بہو کے طور پہ اصل اہمیت کس کو ملنی تھی۔'' انہوں نے ایک بار پھر سے معنی خیز انداز میں کہتے ہوئے اس کی سوچ کو نئے ٹریک پر ڈالا تو وہ چپ چاپ ان کی شکل دیکھنے لگی۔ لیکن یہ تو طے تھا کہ سوچ کے ساکت پانی میں ہلچل سی لازمی مچی تھی۔

☆☆☆

زیاد کو اس پرپوزل کے بارے میں پتا چلا تو وہ گنگ رہ گیا۔

''بس اب تم عباد کی طرح انکار مت کرنا۔ میری عزت رکھ لینا۔ رابعہ بھابی سے بات کر آئی ہوں میں۔ ان کے انداز سے نیم رضامندی جھلک رہی تھی۔''

نزہت نے پیار سے اس کا چہرہ تھپتھپایا تو وہ چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔

''یہ...... آپ کیا کہہ رہی ہیں مما! مجھ سے پوچھے بغیر آپ ممانی جان سے کیسے بات کر آئیں...... یا اللہ۔'' وہ بدحواس ہوا۔

''لو...... اب تم سے بھی پوچھنا پڑے گا مجھے۔ اس خبیث نے تو چلو کوئی رکھی ہوئی تھی جس کی وجہ سے رسی تڑا کے بھاگ گیا۔ تمہارے ساتھ تو ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے، مائرہ دوست ہے تمہاری۔''

''فار گاڈ سیک مما! مائرہ کو میں نے ہمیشہ عباد کے ساتھ سوچا ہے یا پھر اچھی دوست کے طور پہ۔ آپ

ہمارے رشتے کو گنجلک مت بنائیں۔" وہ بوکھلا گیا۔

"اچھی دوست اچھی بیوی بھی ثابت ہوگی ان شاءاللہ۔ تم نے حالت دیکھی ہے مائرہ کی؟ اس کے ذمہ دار ہم ہیں تو اب اسے خوشیاں بھی ہم ہی لوٹائیں گے۔"

نزہت تو کسی بھی طریقے سے بس مائرہ کی مسکراہٹ اور بھائی بھاوج کا رشتہ واپس چاہتی تھیں۔ زیاد کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ اس کے دل کے آسمان پہ تو ایک ہی چہرہ جگمگا رہا تھا۔ کیتھرین کا چہرہ...... اس نے بے چینی سے ماں کو دیکھا۔

"آپ اس سلسلے کو نیا رخ مت دیں مام! مائرہ آہستہ آہستہ سنبھل رہی ہے۔ میں نے بھی سمجھایا ہے اسے۔ وہ جلد ٹھیک ہو جائے گی۔ اسے ٹھیک ہو کر اپنی پسند کا فیصلہ کرنے دیں نا کہ پہلے کی طرح پھر سے اس پر اپنا فیصلہ تھوپیں۔" نا چاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ روکھا ہو گیا تھا۔ نزہت ناراضی سے بولیں۔

"نہ اس پہ پہلے ہم نے فیصلہ تھوپا تھا نہ اب اسے مجبور کریں گے۔ میں نے تو بس پروپوزل دیا ہے تمہارا بھابی کو۔ اب وہ ظاہر ہے کہ مائرہ کی رضامندی کے بعد ہی ہاں کریں گی نا۔"

"یا اللہ۔" زیاد چکرا کر رہ گیا۔

"یہ آپ کن چکروں میں پڑ گئی ہیں، میں مائرہ سے شادی نہیں کرنا چاہتا مما! میں نے اسے کبھی اس روپ میں سوچا ہی نہیں۔"

"تو اب سوچ لو۔ بہت وقت پڑا ہے تمہارے پاس۔ بس اب میرا مان مت توڑنا زیاد! عباد نے تو میری ساری خوشیاں سارے پلان تباہ کر دیے۔ سوچا تھا اللہ نے بیٹی نہیں دی تو بیٹیوں جیسی بہو گھر لے آؤں۔ باہر سے آئی کا کیا اعتبار۔ کل کو کیا سلوک کرے۔ یہاں اپنے ہی بیٹے نے اعتبار توڑ دیا۔"

نزہت نے ٹشو سے نم آنکھیں پونچھیں۔ زیاد کے الفاظ گم ہونے لگے اس نے تو یہی سوچا تھا کہ کیتھی کے اسلام قبول کرتے ہی وہ نزہت سے اس کا ذکر کر دے گا، عباد کی وجہ سے جو بے اعتباری نزہت کے دل میں بیٹھ چکی تھی، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے نزہت سے اپنی اور کیتھی کی انوالومنٹ چھپانا پڑی لیکن اب حالات ایک دم سے ایسا پلٹا کھا گئے کہ وہ خود چکرا کر رہ گیا تھا۔

عباد کو پتا چلا تو پہلے تو وہ خوب ہی ہنسا۔

"ہنسو مت۔ یہ سارا میس (گند) تمہارا ہی پھیلایا ہوا ہے۔" زیاد اچھا خاصا تپا ہوا تھا۔

"چائے۔" زمین نے ٹرے رکھتے ہوئے کہا تو وہ چونکا۔

"تھینکس۔" اس کے انداز میں ناراضی تو تھی ہی لیکن وہ نرمی بھی تھی جو زمین کو ذہنی طور پر عباد کی بیوی "قبول کرنے" پر اس کے انداز میں کچھ دنوں سے در آئی تھی۔

"میں بات کروں گا مما سے۔ کیتھی کے بارے میں بتاؤں گا تو فوراً ہی مائرہ کا خیال چھوڑ دیں گی۔ وہ مائرہ کے لیے اس بار رسک نہیں لیں گی۔"

"شٹ اپ برو۔" وہ تپا۔ "یہ سب اتنا آسان ہوتا تو میں بھی کر لیتا۔ ان کے تو پہلے آنسو ہی خشک نہیں ہوئے۔ دوسرا اپنی اولاد پہ موجود مان۔ میں بھی توڑ دوں کیا؟"

"تو پھر چپ چاپ گھوڑی چڑھ جاؤ۔" عباد نے طنز کیا۔

"میں کیتھی کا نام درمیان میں لائے بغیر اس مسئلے کا حل چاہتا ہوں۔ میں کسی بھی طور مما کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتا۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"یا تو تم ماں کا دل رکھ لو یا محبوبہ کا۔ اس دنیا میں یہ دونوں کام ایک ساتھ تو ہو نہیں سکتے میں نے آزما لیا ہوا

ہے۔" عباد نے چائے کا کپ اٹھا کر زیاد کی طرف بڑھاتے ہوئے اسے چھیڑا تو کپ تھامتے وہ اسے گھور کر رہ گیا۔

☆☆☆

"زلفی کو سمجھاؤ زاہدہ! حریم کالج کی ٹیچر ہے۔ عزت اور بے عزتی کا معاملہ ہے وہاں۔" حریم اور طوبیٰ کی غیر موجودگی میں زاہدہ حریم کی شکایت لیے آئیں تو چائے پانی اماں نے ہی پوچھا۔

"حد ہی کر دی ویسے حریم نے۔ ارے اگر بچہ چلا ہی گیا تھا شوق میں اسے لینے تو آجاتی اس کے ساتھ۔ حرج ہی کیا تھا۔ منگیتر ہے، کوئی غیر تو نہیں۔" وہ ناراض تھیں، اماں اندر ہی اندر ان کی بات پہ کڑھیں۔

"حریم اس کالج میں پڑھاتی ہے زاہدہ! اچھے برے کی خبریں یوں بھی فوراً پھیلتی ہیں۔ زلفی کو منع کرو ایسی حرکت سے جو اس کی بدنامی کا باعث بنے۔" اپنی طرف سے اماں نے بہت نرمی اور معاملہ فہمی کا مظاہرہ کیا لیکن زاہدہ پھپھویوں تپیں کی، یہ انہیں اندازہ نہیں تھا۔

"اے لو۔ یہ اچھی کہی۔ اچھی خاصی مار پڑوا دی اسے لوگوں سے۔ ارے اتنا ہی ڈر تھا بدنامی کا تو چپ چاپ بیٹھ کے آجاتی زلفی کے ساتھ۔"

"تم خود ہی سوچو۔ جب سارے لوگوں کے بیچ وہ حریم کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی کرے گا تو لوگوں کو تو موقع چاہیے ہوتا ہے ایسے معاملے میں۔"

"زبردستی بھی حریم کی ڈھٹائی کی وجہ سے کرنی پڑی۔ اب اس میں مضائقہ ہی کیا تھا بھابی؟ طعنہ نہیں دے رہی لیکن بنا کسی رشتے کے زمین بھی تو اڑتی پھرتی تھی اس لپاڑے کے ساتھ۔ زلفی تو پھر حریم کا کزن اور منگیتر ہے۔"

زاہدہ نے تیز لہجے میں کہتے ہوئے سارا حساب پورا کر لیا۔ طعنہ نہ دیتے ہوئے بھی تیر چلا ہی دیا۔ اماں کا رنگ بدلا۔

"وہ زمین تھی۔ یہ میری حریم ہے۔ ایک ماں کے سب بچوں کی سوچ ایک جیسی نہیں ہوتی زاہدہ! حریم میرے گھر تمہاری امانت ہے تو تمہارے ہی گھر بہو بن کے اترے گی۔ زلفی کو ان حرکتوں سے منع کر دو بس۔ زمین والے واقعہ کے بعد تمہارے بھائی صاحب نے بچیوں پہ کافی پابندیاں لگا رکھی ہیں۔ اس سے کہنا، آئندہ اگر حریم کو کالج سے لینا ہو تو اپنے ماموں سے اجازت لے لے۔ پھر حریم کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

اماں نے رسان سے کہتے بڑی خوب صورتی سے سارا ملبہ ان ہی پر گرایا تو زاہدہ منہ بنا کر چائے کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ جس بات کی اماں اجازت دے رہی تھیں۔ وہ ناممکنات میں سے تھی۔ مصطفیٰ صاحب ایسی فرمائش پہ بھانجے کو یقیناً جوتے مارتے۔

☆☆☆

چھوٹی سی غلط فہمی کر دے گی جدا ہم کو
حالات نہ بدلیں گے، معلوم نہ تھا ہم کو
رشتوں کی ہمیں پہلے پہچان نہ تھی اتنی
کہنے کو مراسم بھی اپنے تھے بہت گہرے
اشکوں کے سوا لیکن کچھ بھی نہ ملا ہم کو

وہ اس کی کال پہ ریسٹورنٹ آ تو گئی تھی لیکن ابھی وہ پہنچا نہیں تھا تو مائرہ کا دل چاہ رہا تھا کہ اس کے آنے سے پہلے واپس چلی جائے۔ بھلا وہ کیوں اس کی ایک کال...... اور ذرا سے اصرار پہ اس سے ملنے کو راضی ہو گئی

تھی؟ وہ اندر ہی اندر خود سے بھی خفا تھی۔ عباد ذرا دیر میں ہی پہنچ گیا۔ وہ بے خودی اسے اپنی ٹیبل کی طرف آتے دیکھتی رہی۔ بلیو جینز اور وائٹ ٹی شرٹ میں وہ پہلے سے بے حد کھلا اور نکھرا ہوا سا تھا۔ جیسے کوئی غم اسے کبھی چھو کر نہ گزرا ہو۔

''ہیلو...... ہیلو...... سوری بھئی...... لیٹ ہو گیا۔ کچھ کسٹمرز ڈیل کرنے پڑ گئے تھے خود۔'' وہ معذرت خواہانہ انداز میں کہتا اس کے سامنے والی کرسی پہ براجمان ہو گیا۔

''کیسی ہو؟ کافی طویل عرصے کے بعد ملاقات ہو رہی ہے ہماری۔'' وہ جیسے پچھلی ساری باتیں بھلا چکا تھا مائرہ ڈبل مائنڈڈ ہونے لگی۔ اب اس سے ناراضی جتاتی یا وہ کام پوچھتی جس کے لیے عباد نے اسے یہاں بلایا تھا۔

''یہ عرصہ مزید طویل بھی ہو سکتا تھا لیکن مما کا خیال تھا چونکہ اب اس گھر سے میرا ایک نیا رشتہ جڑنے جا رہا ہے تو مجھے ہونے والے ''جیٹھ جی'' کی بات سننے ضرور جانا چاہیے۔'' وہ بڑے دل جلانے والے لہجے میں بولی تھی۔ عباد اس کے انداز پر بے ساختہ مسکرا دیا۔

''واؤ...... جسٹ امیزنگ۔ تم نے تو اس عرصے میں کافی امپرومنٹ دکھائی ہے۔''

''شٹ اپ۔'' مائرہ سلگی۔

''اچھا بس۔ لڑنے کی نہیں ہو رہی۔ میں نے اتنے عرصے بعد تمہیں اس کام کے لیے یہاں نہیں بلایا۔ کیا آرڈر کروں؟'' وہ اپنی مسکراہٹ کو گویا سیز فائر کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ٹیبل پر سے مینیو کارڈ اٹھاتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''کھانا میرے گھر بھی بنتا ہے الحمدللہ۔ تم وہ بات بتاؤ، جس کے لیے مجھے کال کی تھی۔'' وہ بے حد رکھائی سے بولی۔

اس کے اٹل انداز کو دیکھتے ہوئے عباد نے مینیو واپس ٹیبل پر ڈال دیا۔ لمحہ بھر کے توقف کے بعد اس نے مائرہ کے چہرے پہ نظر جماتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''تم زیاد کے پرپوزل کے لیے انکار کر دو۔'' چار سو چالیس وولٹ کا کرنٹ بھی کیا جھٹکا لگاتا ہوگا۔ جو جھٹکا عباد کی اس بات سے مائرہ کو لگا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ بلکہ اس سارے معاملے سے تعلق ہی کیا ہے تمہارا؟'' وہ بھڑکی۔

''میرا تعلق کیوں نہیں۔ میرا بھائی ملوث ہے اس معاملے میں۔'' وہ شانے اچکا کر بولا۔ مائرہ چونکی۔

''تمہیں زیاد نے کہا ہے یہ بات کرنے کو؟''

''نہیں۔'' عباد نے سچائی سے بتا دیا۔

''تو پھر؟'' مائرہ نے اندر ابلتے تلملاہٹ کے طوفان کو دباتے ہوئے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

''تو پھر یہ کہ تمہارا اس کا کوئی میچ نہیں۔ تم اس کے ساتھ زندگی میں سروائیو نہیں کر سکتیں۔ تم اور نیچر کی بندی ہو۔'' وہ آرام سے کہہ رہا تھا۔

''اتنا جانتے ہو مجھے؟'' وہ چیخی۔ ''اتنا ہی احساس ہو رہا ہے میرے سروائیول کا تو تم نے کیوں چھوڑا مجھے؟ اور اب جب میں زندگی میں آگے بڑھنے کا سوچ چکی ہوں تو پھر سے میری راہ کھوٹی کرنے آ گئے ہو...... ہمدرد بن کے۔'' وہ غصے سے لال ہو گئی۔

''ٹھنڈے دماغ سے سوچو گی تو میری شکر گزار ہو گی مائرہ! مما کے کہنے پہ تم سے جبراً شادی کر کے بھی میں زرمین کے ساتھ سائیڈ افیئر رکھتا تو یہ تمہارے ساتھ دھوکا ہوتا جو کہ میں اپنی پیاری سی کزن اور اچھی دوست ہونے

کے ناتے تمہیں دینا نہیں چاہتا تھا۔'' عباد نے اسے سمجھایا۔
''بہت خوب۔'' مائرہ نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔
''اور اب...... اب تمہیں کیا تکلیف ہے اس ہونے والے رشتے سے۔''
''مجھے کیوں تکلیف ہوگی بھلا۔ الحمدللہ ہیپی لائف گزار رہا ہوں اپنی فرسٹ لیڈی اور لٹل پرنس کے ساتھ۔'' وہ بے حد طمانیت سے کہتا مائرہ کے دل کو دکھا گیا۔
''تو وہ خود انکار کردے اگر اسے اتنا ہی اعتراض ہے اس رشتے پر تو...... وہ کون سا دودھ پیتا بچہ ہے۔'' مائرہ تلملا ئی۔
''وہ نہیں کرے گا۔ مما کا تمہاری طرف رجحان اور محبت تم جانتی ہی ہو۔ میں نہیں چاہتا ایک ان چاہے رشتے میں بندھ کر تمہاری زندگی خراب ہو۔''
عباد نے صاف گوئی سے کہا تو مائرہ چپ رہ گئی۔ درحقیقت اسے تکلیف ہوئی تھی۔ عباد کی بات سے صاف ظاہر تھا کہ زیاد اس رشتے پر نزہت کے مجبور کرنے پر راضی ہوا ہے۔
''یہ تم لوگوں کے گھر کا مسئلہ ہے... تمہیں خود ہی حل کرنا ہوگا۔ میرے کندھے پہ رکھ کر بندوق مت چلاؤ۔'' وہ دفعتاً رکھائی سے بولی۔
''اپنی زندگی خراب مت کرو مائرہ! زندگی صرف ''پھپھو کا گھر'' ہی نہیں ہے۔'' عباد نے اسے سمجھانے کی ایک اور کوشش کی تو وہ کرسی پیچھے دھکیلتی ایک جھٹکے سے کھڑی ہوگئی۔
''تو پھر ٹو ہیل ود دس...... یہ سب فرمان جا کر اپنے گھر والوں کو سناؤ۔ میں اپنا پرپوزل لے کر کسی کے گھر نہیں گئی۔'' وہ ماربل کے فرش پر ٹھک ٹھک جوتا بجاتی چلی گئی۔ عباد گہری سانس بھر کے رہ گیا۔
''زیاد وسیم! تمہاری محبت تو پڑ گئی خطرے میں۔''
بڑبڑاتے ہوئے اس نے خود کلامی کی اور پاس آتے ویٹر کو اپنے لیے فریش جوس کا آرڈر دے کر وہ اس معاملے کا حل سوچنے لگا۔

☆☆☆

وہ میرب کے لیے ڈھیر سارے کھلونے اٹھا لایا تھا وہ بھی جن کے ساتھ وہ کھیل سکتی اور وہ بھی جن کے ساتھ کھیلنے کے لیے ابھی اسے دو تین سال کا ہونا تھا۔
''مان گئے بھئی...... ہمارے بعد میرو کو دادا اور لوگ بھی بے تحاشا چاہنے والے ہیں۔'' عباد خوش دلی سے کہتا نرتین کے پاس صوفے میں دھنسا جو مسکراتے ہوئے زیاد کو میرب کے ساتھ لاڈ کرتے دیکھ رہی تھی۔
''دو کیوں؟ مما، ڈیڈا بھی کچھ خفا ہیں۔ ان کی تو جان بن جائے گی ہماری چھوٹی سی پرنسس۔'' زیاد نے تصحیح کی۔
''چلو...... فی الحال تو دو ہی ہیں نا۔ ایک میرو کے چاچو اور دوسری اس کی خالہ۔'' عباد ہنسا۔ ''حریم بھی پاگل ہے اس کے پیچھے۔''
زیاد سر جھٹک کر میرب کی طرف متوجہ ہوگیا۔
''تو بھئی۔ ہم سے زیادہ اپنی پرنسس سے کوئی پیار نہیں کرسکتا۔'' وہ اب میرب کو اٹھا کر ہوا میں اچھال رہا تھا اور لاؤنج میں میرب کی ننھی قلقاریاں گونج رہی تھیں۔ وہ کھلے دروازے پہ دستک دیے بنا اندر آئی تو میرب کو اس طرح ہوا میں اڑتے دیکھ کر اس کا دل جیسے اچھل کر حلق میں آنے لگا۔ ہاتھ میں موجود فائل شانے سے لٹکتا بیگ سب زمین بوس ہوا۔

''کیا کر رہے ہیں آپ...... بس کریں...... گر جائے گی وہ۔'' وہ بے اختیار ہی چیخ اٹھی تھی۔ وہ تینوں بری طرح چونکے۔ زیاد نے میرب کو شانے سے لگالیا اور پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ زمین فوراً حریم کے پاس پہنچی۔

''ارے حری! کیسی ہو؟ کھیل رہی ہے میرب اپنے چاچو کے ساتھ۔ دیکھونا، کیسے خوش ہو رہی ہے۔''

زمین ہنسی۔

''دماغ خراب ہے تمہارا۔ کھلا رہے ہیں یا اڑا رہے ہیں بچی کو۔'' وہ زمین پہ الٹ پڑی اس کے ہاتھ پاؤں ابھی تک سنسنا رہے تھے۔ عباد کا بے اختیار قہقہہ نکلا وہ صورت حال کو پوری طرح انجوائے کر رہا تھا۔

''مائنڈ یو...... میڈم ایکس وائی زیڈ۔ ہم جیسے چاہیں کھیلیں۔ آپ سے مطلب؟ بھتیجی ہے ہماری۔'' زیاد نے لفظ چبائے۔

''بچے کے ساتھ کھیلنے اور اسے پتنگ کی طرح اڑانے میں فرق ہوتا ہے مسٹر! اور مطلب کیوں نہیں بھانجی ہے میری۔'' حریم نے اسی کے انداز میں جواب دیا تو زمین اسے کھینچ کر بیڈروم میں لے گئی۔

عباد صوفے کے کشن پہ اوندھا لیٹا ہنس رہا تھا۔

''کیا بکواس ہے یار۔'' زیاد جیسے جھرجھری لے کر ہوش میں آیا اور ناگواری سے بولا پھر تپ کر بولا۔

''تمہیں بڑی ہنسی آ رہی ہے۔''

''میں ابھی یہی کہہ رہا تھا کہ میرو کی خالہ اور چاچو کو بہت محبت ہے میرو سے۔'' عباد ابھی بھی ہنس رہا تھا۔ زیاد نے خفگی سے سر جھٹکا اور میرب کو لے کر بالکنی میں نکل گیا۔

''ریلیکس۔ کیا ہو گیا ہے حری! وہ کھیل رہا تھا میرب کے ساتھ۔ دیکھا نہیں کیسے قلقاریاں مار رہی تھی میرب۔'' زمین نے اسے ٹھنڈا کیا۔

''خدا کے لیے یار! وہ بچی ہے۔ اسے کیا پتا غلط صحیح کا۔ میرا تو دل ابھی تک قابو میں نہیں آیا۔ پنکھے کے پاس تک گئی تھی وہ...... ڈفر۔''

اس کی یہ بات سن کر زمین کو ہنسی آ گئی جبکہ وہ کتنی ہی دیر زیاد کی اس حرکت پر کڑھتی رہی۔

''تم سناؤ۔ گھر میں اماں ابا، طوبیٰ سب کیسے ہیں؟'' زمین نے اس کا دھیان بٹایا تھا۔

☆☆☆

''ماما نے مارا ہے۔'' میرب نے منہ بسورتے سسکتے ہوئے کہا تو وہ بھک سے اڑی۔ اگلے ہی پل اس کے ذہن میں بجلی سی کوندی۔

''کس نے مارا ہے میرو کو۔ دادو جان نے؟'' اس نے آہستہ آواز میں میرب سے پوچھا تو اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ شاید اس راز سے پردہ اٹھنے والا تھا جو حریم کی زندگی میں ہلچل مچا رہا تھا۔

''نہیں...... میرب نے چھوٹی چھوٹی پونیوں والا سر معصومیت سے نفی میں ہلایا۔ ''مما نے۔''

''مما تو میں ہوں میرو کی۔ میں نے تو میرو کو نہیں مارا۔'' حریم کو جھٹکا لگا۔ اس نے بمشکل خود کو سنبھالتے ہوئے دوبارہ میرب سے سوال کیا۔ ''میرو کی مما کون ہے؟''

میرب نے اپنی چھوٹی سی انگلی حریم کے سینے پہ رکھی۔

''میں میرو کو مارتی ہوں؟'' حریم نے بہت پیار اور دلار سے پوچھا۔ میرب نے بھیگی پلکوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

''تو کون مارتا ہے میرب کو؟'' حریم نے پریشان ہو کر پھر پوچھا۔

''مما۔'' نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔

حریم نے بے اختیار میرب کو سینے سے لگالیا۔
''یا اللہ..... جانے کون سکھا رہا ہے اس معصوم کو یہ سب۔'' وہ دنگ تھی۔
رات کھانے سے فراغت کے بعد وہ میرب کو لے کر اس کے پاس آئی تو لیپ ٹاپ بیگ کھولتا وہ ٹھٹک گیا۔
''کوئی کام ہے کیا؟''
''وہ..... کیا ہم تھوڑی سی لانگ ڈرائیو پہ جاسکتے ہیں؟'' حریم جھجکتے ہوئے اٹک کر بولی تو وہ ہنس دیا۔
''تھوڑی سی لانگ ڈرائیو۔ اچھی ٹرم ہے۔ مطلب شارٹ ڈرائیو پہ جانا ہے؟'' وہ اب مزاح کے طور پر پوچھ رہا تھا۔
''یہی سمجھ لو۔'' حریم نے نظر چرائی۔
''چلو، ٹھیک ہے۔ ریڈی ہو تم؟'' کہتے ہوئے حریم پہ سرتاپا نظر ڈالی، سفید اور سیاہ پرنٹ کے لباس میں سادہ سا چہرہ اور گھنی پلکوں والی آنکھیں۔ جو زیادہ تر تو اس نے خفا ہی دیکھی تھیں... شانوں سے نیچے آتے بالوں کو پونی چڑھا کر کھلا چھوڑ دیا۔ وہ اسے کسی کی یاد دلا گئی تو خود سے گھبرا کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
''ایسے ہی ٹھیک ہے۔ گاڑی ہی میں تو بیٹھے رہنا ہے۔'' حریم نے سستی سے کہا۔
''او کے۔ تم میرب کو لے کر چلو، میں مما کو انفارم کر کے آتا ہوں۔'' وہ گہری سانس بھر کر اندر کی کثافت کو کم کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔ حریم سر ہلاتی میرب کو اٹھائے کمرے سے باہر نکل گئی۔
وہ ماں کے کمرے میں آیا تو وسیم صاحب سونے کے لیے لیٹ چکے تھے جبکہ نزہت ابھی ٹی وی ڈرامہ دیکھ رہی تھیں۔
''خیریت؟'' وہ متفکر ہوئیں۔
''جی۔ خیریت ہی ہے۔ حریم اور میرب کو لانگ ڈرائیو پہ لے کر جا رہا ہوں، سوچا، آپ کو انفارم کرتا جاؤں۔'' وہ مسکرایا تو جہاں بیٹے کی اچھی سوچ نے ان کا دل خوش کیا۔ وہیں حریم کے ساتھ لانگ ڈرائیو کے تذکرے نے پہلو بدلنے پر مجبور بھی کر دیا۔ وہ بھڑکیں۔
''واہ۔ یہ اچھی رہی۔ وہ میرب پہ ظلم کے پہاڑ توڑ رہی ہے اور تم اسے عیاشیاں کروا رہے ہو۔''
''نزہت۔'' وسیم صاحب نے تنبیہی انداز میں انہیں پکارا تو وہ جھنجلائیں۔
''کوئی ظلم کے پہاڑ نہیں توڑ رہا میرب پر۔ بچوں کو بعض اوقات سختی سے بھی سمجھانا پڑ جاتا ہے۔ حریم کو وارن کر دیا ہے نا۔ اب انجوائے کرنے دو انہیں لائف کو۔'' انہوں نے تادیبی انداز میں بیوی کو سمجھایا تو وہ تلملاتے ہوئے کروٹ بدل کر لیٹ گئیں۔ ''جاؤ۔ جو مرضی میں آئے وہ کرو۔'' وسیم صاحب نے بیٹے کو اشارہ کیا تو وہ شانے جھٹکتا واپس پلٹ گیا۔
''ایک تو آپ کا ہر بات میں بولنا ضروری ہوتا ہے۔ اچھا بھلا وہ میری بات سمجھ رہا تھا، آپ نے بیچ میں لقمہ دے کر سارا ماحول ہی بدل دیا۔'' نزہت شوہر سے الجھنے لگیں۔
''اسے اب اس کی زندگی جینے دو نزہت! زندگی کی طرف لوٹ رہا ہے تو اسے لوٹنے دو۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولے۔
''میں اس لڑکی کی طرف دیکھتی ہوں تو مجھے اس کی بہن یاد آتی ہے۔ جس نے میرا گھر برباد کر دیا۔ میری خوشیاں..... میرا بیٹا مجھ سے چھین لیا اور اب اسی کی بہن میرے گھر میں دندناتی پھر رہی ہے۔'' ان کی آواز رندھ گئی۔
''بہت نصیحت حاصل ہو گئی نزہت! اب بچوں کو ان کی پسند کی زندگی گزارنے دو۔'' وہ بھی دکھ سے بوجھل

لہجے میں بولے تو ان کی بات سمجھتے ہوئے نزہت تکیے میں منہ چھپا کر خود پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگیں۔

☆☆☆

تمہارا میرا تعلق ہی کچھ عجیب سا ہے
نہ اس پہ زور میرا اور نہ کچھ تمہارا ہے
یہ سارا کھیل ہی دیکھو تو کچھ نصیب کا ہے
ہمارا ساتھ ہے دریا کے دو کناروں سا
کہ جن کے بیچ سدا فاصلے نے رہنا ہے
کریں تو کیسے کریں یہ پیچیدہ مسئلہ حل
سمے نے رکنا نہیں پانیوں نے بہنا ہے
ملے تھے ہم تو بہت دیر ہو چکی تھی تب
کچھ اتنی دیر کہ موسم گزر گئے اپنے
اور اب ہے یوں کہ کوئی راستہ نہیں ملتا
ہمارے خواب کہیں ساتھ چل نہیں سکتے
چراغ ایسی ہواؤں میں جل نہیں سکتے
کچھ ایسے ڈھب سے بنا دائرہ مقدر کا
کسی طرف سے بھی ہم تم نکل نہیں سکتے
کشش ہو کتنی بھی "باہم" مگر حقیقت ہے
مدار اپنا مگر ستارے...... بدل نہیں سکتے!

☆☆☆

"کہاں چلنا ہے؟" مین روڈ پہ گاڑی لاتے ہی اس نے گاڑی میں چھائی خاموشی کو توڑنے کے لیے حریم سے پوچھا جو گود میں بیٹھی میرب کے گرد بازو لپیٹے چپ چاپ ونڈ اسکرین کے پار مناظر دیکھ رہی تھی۔

"بس، یونہی۔ سیدھی سڑک پہ۔" حریم چونکی پھر پھیکے لہجے میں بولی۔

"میرب کو تو ابھی سے نیند آرہی ہے۔" وہ میرب کو چپ چاپ اس کی گود میں لیٹے دیکھ کر بات برائے بات بولا لیکن اس کی خاموشی نہیں ٹوٹی۔ چند منٹ گاڑی اور خاموشی کا یہ سفر مزید جاری رہا۔

"کیا بات ہے۔ کوئی ٹینشن ہے کیا؟"

"ہوں۔" وہ کسی خیال سے چونکی۔

"کوئی پریشانی ہے تو شیئر کر سکتی ہو۔" وہ دوستانہ انداز میں بولا تو حریم بولنے کے لیے الفاظ جمع کرنے لگی۔

"نہیں۔" کچھ دیر بعد گہری سانس کھینچتے اپنے اندر کی کثافت کم کرتے ہوئے وہ بوجھل انداز میں بولی تو اس نے لمحہ بھر کو چہرہ موڑ کر حریم کو دیکھا اور پھر دوبارہ سامنے متوجہ ہو گیا۔

"اعتبار کیا کرتے ہیں مسز! رشتے بنا اعتبار کے نہیں پنپتے۔" اس کے لہجے میں لطیف سا طنز تھا۔

"زبردستی کے رشتے بھی؟" حریم نا چاہتے ہوئے بھی تلخ ہوئی۔

"زبردستی کے رشتوں میں بھی اگر بین السطور خلوص موجود ہو تو میرا جواب ہے کہ...... ہاں۔ زبردستی کے رشتوں کو بھی آگے بڑھانے کے لیے باہمی اعتبار مجبوری ہے۔" وہ بہت پرسکون تھا۔ ٹھہرے ہوئے پانی کی سطح

کی مانند۔ شانت۔ حریم کو اس کے سکون نے بے چین کیا۔

''میں نے بھی تم سے محبت کی شادی نہیں کی...... مگر ''کمپرومائز'' کا دامن تھام رکھا ہے۔'' وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

''تمہارا ''ایڈونچر'' تو اس شادی کے ساتھ ہی ختم ہو گیا تھا لیکن کبھی تم نے میرے بارے میں سوچا ہے۔ کتنے بڑے امتحان میں ڈال دیا ہے تم نے مجھے۔ ماں باپ سے جدائی ایک طرف رہی۔ یہاں تو سسرال کی نفرتیں بھی لامحدود ہیں۔ روز ایک تازہ واردات اور مجرم...... صرف میں۔'' حریم کی آنکھیں سلگنے لگیں۔

''اگر تو تم میرو والے واقعہ کی بات کر رہی ہو تو ایک بات ذہن نشین کر لو حریم! بس ایک میرب کے معاملے میں تمہاری کوئی کوتاہی برداشت نہیں کروں گا۔ باقی تم اس گھر میں اپنی خوشی سے جیسے جی چاہے رہ سکتی ہو۔ لیکن میرے والدین کی ریسپیکٹ کر کے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''اور میری گواہی کون بنے گا؟ رشتہ ہی کون سا ہے تمہارے میرے بیچ اعتبار کا؟'' وہ تلخ ہوئی۔

''رشتے بنانے سے بنتے ہیں ڈیئر وائف! میرے نکاح میں ہو۔ رشتہ تو بنا بنایا ہے تم خود ہی اپنی مرضی سے مجھ سے دور ہو۔'' وہ شانے اچکا کر آرام سے بولا تو اس کی بات سمجھ کر حریم کے سارے جسم کا خون گویا چہرے پہ سمٹ آیا۔ وہ بات کو کسی اور ہی رخ پہ لے گیا تھا۔

''میں...... باہمی اعتبار کی بات کر رہی ہوں۔'' وہ بمشکل بولی۔

''میاں بیوی کا باہمی رشتہ ہی نہ ہو تو باہمی اعتبار کی باتیں تمہیں کچھ عجیب نہیں لگتیں؟'' اس کی گھبراہٹ نوٹ کر کے وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ حریم سلگی۔

''زبردستی کے رشتے گلے کا طوق ہوتے ہیں مسٹر! ان میں ''باہم'' ہونے کی گنجائش نہیں ہوا کرتی۔'' حریم کے اس قدر سلگتے جواب پہ اس کا ہلکا سا قہقہہ بے اختیار تھا۔

''باہم ہونے کے لیے صرف باہمی رضامندی کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور بس۔'' وہ یقیناً اسے چھیڑ رہا تھا۔ حریم آزردہ ہونے لگی۔

''کاش یہ بات تم اس زبردستی کی شادی سے پہلے سوچ لیتے۔''

''پھر وہی بے وقوفانہ بات۔'' وہ اسے ٹوک گیا۔ ''جو ہو چکا، اس پہ ماتم کیے جانے سے وہ بدل نہیں جاتا۔ آگے کے لائحہ عمل طے کیے جاتے ہیں۔ یا سرنڈر کیا جاتا ہے یا مقابل سے بدلے لیے جاتے ہیں۔'' وہ اسے مشورہ دے رہا تھا۔

''ہاہ۔'' وہ آزردگی سے ہنسی۔ ''بدلہ؟ بدلہ تو وہ لے جس کے پاس واپس لوٹنے کی راہ کھلی ہو۔ بدلہ لے اور واپس لوٹ جائے۔''

''بدلہ لینے کے بعد معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔'' وہ برجستہ بولا۔

''کچھ جرم ناقابل معافی ہوا کرتے ہیں...... سمجھے تم۔'' وہ اس کی بات سمجھ کر سلگ کر بولی تھی۔ ''اور میں اس ڈرائیو پہ تمہارے ساتھ ''باہمی تعلقات'' ڈسکس کرنے نہیں آئی۔ مجھے میرب کے بارے میں کچھ تحفظات ہیں۔''

''کیا تحفظات ہیں تمہارے؟'' وہ فوراً سنجیدہ ہوا۔

''مجھے لگتا ہے...... میرب کو کوئی میرے خلاف کر رہا ہے۔''

''شٹ اپ۔'' ہلکے پھلکے انداز میں ٹوکتے ہوئے اس نے حریم کی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا تھا۔ ''اتنی سی

بچی کسی کے خلاف کیسے ہو سکتی ہے؟ ہر وقت تو تمہاری گود میں جانے کی ضد کر رہی ہوتی ہے۔"
"تو پھر روتے ہوئے مجھ پہ مارنے کا الزام کیوں لگائی ہے؟" حریم بے بسی سے بولی۔
"تو مت مارا کرو۔ زبان سے پیار کے ساتھ سمجھایا کرو۔" وہ چبھتے ہوئے لہجے میں بولا تو حریم جو اس سے آرام سے بات سننے اور سمجھنے پہ مطمئن ہو رہی تھی، بھک سے اڑی۔
"تمہارا خیال ابھی بھی وہی ہے کہ میں اسے...... مارتی رہتی ہوں۔"
"میرب کہتی ہے۔" حریم کے صدمانی انداز کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ جتا کر بولا۔ تو وہ چپ چاپ سی ونڈ اسکرین کے پار گزرتے مناظر کو گھورنے لگی۔ پھر دفعتاً خشک لہجے میں بولی۔
"واپس چلو۔ ہو گئی لانگ ڈرائیو۔ اتنی ہی کافی ہے۔"
"تم اپنا اعتبار بحال کر سکتی ہو، یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔" وہ شاید اس کا دل رکھنے کے لیے کہہ رہا تھا۔
"گاڑی واپس موڑ لو پلیز۔ میں تمہارا وعظ نہیں سننا چاہتی۔ بہت ہو گیا۔" وہ دفعتاً اکتا گئی تھی۔ اس نے خاموشی سے گاڑی واپس موڑ لی۔ واپسی پہ گاڑی میں پہلے سے زیادہ خاموشی تھی۔

☆☆☆

مصطفیٰ صاحب چپ چاپ کمرے میں لیٹے تھے اماں کاموں سے فراغت پا کر آئیں تو بیڈ پہ ان کے پائنتی بیٹھ کر نرم ہاتھوں سے پاؤں دبانے لگیں۔
کئی لمحے خاموش سرکے۔
"آپ سے ایک بات کہنی تھی۔"
"کہو۔" وہ نیند کے جھونکوں کی زد میں تھے۔
"گزرتے وقت کے ساتھ گزری باتوں کو بھولنے کی کوشش کرنا ہی دانش مندی ہوتی ہے مصطفیٰ صاحب!" اماں نے بڑے ہی دل گیر لہجے میں بات شروع کی، ان کی آنکھیں فوراً کھلیں۔ عام طور پر وہ انہیں بچیوں میں سے کسی کے نام کے ساتھ مخاطب کیا کرتی تھیں۔ پہلے نرمین کے ابا پھر حریم کے...... پھر حالات ایسے رہے کہ انہیں طوبیٰ کے ابا کہلوانے کا موقع ہی نہ ملا اور نہ اس لقب کا شوق رہا۔ ان کا نام تو اماں کبھی ناراض ہوتیں تو تب لیا کرتی تھیں۔
"سیدھی اور صاف بات کرو۔"
"مانا کہ نرمین دھوکا دے گئی۔ لیکن حریم کو تو آپ نے خود اس گھر سے رخصت کیا ہے۔ اس کے لیے میکے کے دروازے بند مت کریں۔ میں نے اس کی آنکھوں میں بڑی بے بسی اور بے چارگی دیکھی ہے۔" اماں نے بات کے اختتام پہ ان کے آگے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔
"واہ...... یعنی شوہر کی عزت کا جنازہ اٹھتا تمہیں دکھائی نہیں دیا۔ اور من پسند شادی کرنے والی بیٹی کی آنکھوں سے جھلکتا دکھ دکھائی دے گیا۔ واہ۔"
ان کے الفاظ سے جھلکتی آزردگی بتا رہی تھی کہ اماں کے الفاظ نے ان کے دل پہ گہری ضرب لگائی ہے ورنہ تو وہ اس موضوع پر ایک لفظ بولنے نہیں دیتے تھے۔
"سب دکھائی دیا ہے مصطفیٰ صاحب! آپ کے ساتھ جھیلا بھی ہے کھڑے ہو کر۔ لیکن یقین کریں، یہ ایک ماں کے دل کی گواہی ہے۔ حرمی کا معاملہ مینو سے بالکل الگ لگتا ہے مجھے۔"
"بتی بجھا دو...... اور جو دل چاہتا ہے کرو۔ مجھے مرا ہوا سمجھ لو بس۔" وہ ہارے ہوئے سے انداز میں کہتے

لیٹ گئے تو اماں نے بے اختیار روتے ہوئے ان کے پیر تھام لیے۔

''ایسا مت کہیں۔ اللہ پاک آپ کا سایہ ہم پر قائم رکھے۔ میں تو صرف یہ کہہ رہی تھی کہ حریم اور طبیعت کی ہے۔ اب سوچتی ہوں تو خیال آتا ہے کہ اگر یہ رشتہ اس کی مرضی سے آیا ہوتا تو وہ بار بار انکار کیوں کرتی۔ چپ چاپ شادی کر کے جان چھڑا لیتی۔ لیکن وہ تو پلٹ پلٹ کر واپس آرہی ہے۔ مینو کو دیکھیں۔ ایک بار بھی مڑ کے دیکھا اس نے؟ پسند کی زندگی حاصل کرنے والے ایسے ہوتے ہیں۔ حریم جیسے نہیں۔''

اماں نے اپنا دل کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا تھا۔ اب اللہ جانے ان کی باتیں ابا کے دل کو لگیں یا نہیں۔ لیکن وہ آنکھیں موندے بالکل چپ چاپ لیٹے رہے تو اماں ان کی خاموشی کو غنیمت جان کر پھر سے ان کے پاؤں دابنے لگیں۔ آج کی خاموشی کل کی رضامندی بھی بن سکتی تھی، یہ اطمینان ان کے دل میں اترنے لگا۔

☆☆☆

وسیم صاحب اور نزہت ناشتا کر کے اٹھ چکے تھے وہ چونکہ آوٹ لیٹ ذرا دیر سے پہنچتا تھا اس لیے حریم اور وہ ابھی ناشتا کر رہے تھے جب بڑی فریش سی مائرہ زلفوں کو لہراتی مسکراتی چلی آئی۔ حریم نے بے زاری محسوس کرتے ہوئے بے ساختہ سامنے بیٹھے ناشتے میں مگن شوہر کو دیکھا جو ناشتے کے ساتھ حسب عادت و معمول اخبار کے صفحات بھی کھنگالنے میں مصروف تھا۔

''اف۔ لیٹ لطیف۔ ابھی تک ناشتے میں مصروف ہو۔'' وہ کھلکھلاتے لہجے میں کہتی حریم کو مکمل طور پہ اگنور کرتی کرسی گھسیٹ کر عین حریم کے سامنے بیٹھی۔ اس کے شوہر کے ساتھ۔ جس نے مائرہ کی آواز سنتے ہی پچھلے پندرہ منٹ سے منہ کے آگے رکھا اخبار فوراً ہی لپیٹ دیا تھا۔

''لکنگ پریٹی۔ مگر صبح صبح۔ خیریت تو ہے۔؟'' وہ بہت مسکرا کر کہہ رہا تھا۔ حریم خوامخواہ ہی جز بز ہونے لگی۔

''یونہی..... گھر میں بور ہوتی رہتی ہوں۔ سوچ رہی ہوں کیوں نہ تمہیں آوٹ لیٹ پہ جوائن کرلوں؟ وقت اچھا گزر جائے گا اور بوریت بھی دور ہو جائے گی۔'' مائرہ دلکش سی مسکراہٹ کے ساتھ بڑے اعتماد سے اپنے شانوں پہ لہراتے ڈارک براون بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے آئیڈیا دے رہی تھی تو اس نے فوراً سے پیشتر مائرہ کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تم نے۔ فارغ رہنے سے بہتر ہے کہ کچھ نہ کچھ کرتی رہو۔'' حریم کے ناشتا کرتے ہاتھ سست پڑے۔ اتنے شوق سے بنوائے افغانی آملیٹ سے دل ہی اچاٹ ہوگیا، وہ کھنکھاری۔

''ناشتا کرو گی مائرہ! بنواؤں کچھ تمہارے لیے؟''

آج وہ پہلی بار مائرہ سے مخاطب ہوئی تھی تب ہی تو مائرہ کی آنکھوں میں اس کی ''جرأت'' پہ پہلے حیرانی اور پھر رکھائی اتر آئی۔

''نو تھینکس۔ میں ناشتا کر کے آئی ہوں۔ تم میری فکر مت کرو۔'' اس کی آنکھوں ہی جیسی رکھائی اس کے لہجے میں بھی تھی اور ہونٹوں پہ واجبی سی مسکراہٹ۔

''تم کتنے بجے تک نکلتے ہو آفس کے لیے؟'' وہ دوبارہ اپنے ''من پسند'' بندے کی طرف پلٹی۔

''بس۔ ابھی پانچ دس منٹ لگیں گے۔'' وہ مسکرایا یعنی مائرہ کے اس فیصلے پر اسے واقعی کوئی اعتراض نہیں تھا۔

''تم دوبارہ سے یونیورسٹی جانا کیوں نہیں شروع کر دیتیں۔ وقت بھی اچھا گزرے گا اور ڈگری بھی مل

جائے گی۔''
حریم کی سرشت میں شامل نہیں تھا کسی پہ ''سوار'' ہونا۔ لیکن اللہ جانے کیا بات تھی، یہاں وہ بے اختیار ہو جاتی تھی۔ مائرہ کی آنکھوں میں پہلے حیرت اور پھر ناگواری اتر آئی۔
''تمہیں شاید کسی نے بتایا نہیں کہ جب تک کوئی مشورہ نہ مانگے تب تک نہیں دینا چاہیے۔'' نتھنے پھلاتے ہوئے بولی تو حریم شانے جھٹک کر اپنی چائے ختم کرتی اٹھ گئی۔
''میں میرب کو دیکھ لوں ذرا۔''
''کہاں سے اٹھا کر لائے ہو اس گنوار کو۔ جسے ABC کی اسپیلنگ بھی نہیں آتے۔'' حریم نے ڈائننگ روم سے نکلتے ہوئے اپنے پیچھے مائرہ کی غصیلی لیکن مدھم سی آواز سنی تھی۔ آگے سے اس نے کیا جواب دیا، یہ وہ سن نہیں پائی ہاں البتہ جب وہ عجلت آمیز انداز میں کمرے میں داخل ہوا تو حریم کا غصہ دوبارہ سے عود کر آیا۔
''اب یہ آفس بھی جایا کرے گی تمہارے ساتھ؟'' میرب کو کمفرٹر اوڑھا کر وہ وارڈروب کی طرف آئی جہاں وہ اپنی میچنگ ٹائی سلیکٹ کر رہا تھا۔
''کون؟ مائرہ کی بات کر رہی ہو؟'' وہ ٹائی نکالتے ہوئے بے توجہی سے پوچھ رہا تھا۔
''ظاہر ہے۔ ایک وہی ہے جسے دوسروں کی زندگی میں دخل دیے بنا بوریت ہوتی ہے۔'' حریم چیخی۔ تو وہ وارڈروب بند کرتا پورے کا پورا اس کی طرف گھوم گیا۔ سینے پہ بازو لپیٹے کھڑی وہ اس کے احتساب کے موڈ میں تھی۔
''اب کیا مسئلہ ہو گیا ہے؟'' وہ سمجھ نہیں پایا تھا یا جان بوجھ کر صرف نظر کر رہا تھا۔
''میرا مسئلہ یہ ہے کہ اس گھر میں زبردستی کی ہی سہی لیکن تم مجھے اپنی بیوی بنا کر لائے ہو۔ پھر مائرہ کس سلسلے میں دندناتی پھرتی ہے یہاں؟''
حریم اپنے لفظوں پہ زور دیتے ہوئے بولی۔ مائرہ جس طرح اسے ''تھرڈ ورلڈ کنٹری'' سمجھ کر ٹریٹ کرتی تھی۔ اس پہ شاید یہ تپ چڑھنا فطری عمل تھا۔ حریم کی بات پر وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔
''تم بیوی ہو تو وہ کزن ہے۔ یہ اس کی پھپھو کا گھر ہے۔ یہاں دندنانے پہ اس کا پورا حق ہے۔'' وہ ٹائی کی ناٹ باندھنے کے دوران اسے دیکھ رہا تھا۔
''اور آفس یقیناً اس کے پھپھو زاد کا ہے۔ سو وہاں دندناتے پھرنا بھی اس کا حق ہی تسلیم کیا جائے گا۔ سو میرا اعتراض خارج کیا جاتا ہے۔''
اس کی بات کاٹ کر مائرہ کا انداز یاد کر کے حریم خفیف سا بھڑکی تو اس نے بے اختیار ہی حریم کا ہاتھ تھام کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔
''پہلے یہ طے کر لو مسز! کہ تم چاہتی کیا ہو؟ میں تمہارے پاس نہ آؤں...... یا کوئی بھی میرے پاس نہ آئے؟''
اس نے مسکرا کر حریم کو چھیڑتے ہوئے مدھم لہجے میں پوچھا۔ اس کی یہ حرکت اور الفاظ اس قدر اچانک اور غیر متوقع تھے کہ حریم اس کی گرفت میں سن سی رہ گئی۔

☆☆

ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ

عفت سحر طاہر

رنگ دیس تیرے

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آئے۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

نرمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

نرمین کی سہیلی نجل کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔

نرمین اپنی دوست صوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا سے جانے کی اجازت

ہوئے ہوتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔

زمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ تمیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ نجل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں نجل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زمین کی دوستی کرا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ یمنیٰ الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں نجل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ زمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کی وہ بے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

نجل زمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آ جاتی ہے زمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

زمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زمین، نجل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

زمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زمین کو فون کرتی ہے۔ فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر نجل کے نمبر پہ کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

زمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی، زمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو زمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ وہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔

نزہت گھر واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔

حریم عباد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آ جاتی ہے عباد اسے دھمکاتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ زمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مارک ڈینئیل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ زمین گھر میں نہیں ہوتی۔

حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔ عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد زمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد زمین کو باپ کی بات یاد آتی ہے کہ دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔

عباد زمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آ جاتی ہے۔ عبد کی پرکھ کہ وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھپھو تاریخ لینے آ جاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر زمین شادی کی ہامی بھر لیتی

ہے۔ نصرت پھپھو اور زلفی خوش ہو جاتے ہیں۔ کجل فون کر کے نرمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پروپوز کرتا ہے۔ نرمین خوشی خوشی گھر آتی ہے۔
رات میں حریم نریم سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کرلو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کرلوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عباد وسیم نے اسے پروپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہو کر گر پڑتی ہیں۔

بارہویں قسط

میں وہی ہوں
نظر بھر کے دیکھو ذرا
سارے خوشحال موسم بھی جس نے فقط!!
پچھلے زخموں کی بے کل اداسی میں کاٹے
جس کی آنکھوں نے بس ایک چہرے کے عکس منور کو دیکھا
سنبھالے رکھا
جس کے ہاتھوں نے اک لمس آخر کو صدیوں بچانے کی خاطر
کسی کو چھوا تک نہیں
میں وہی ہوں
نظر بھر کے دیکھو ذرا!!

"تم آخر چاہتی کیا ہو؟ میں کسی کے پاس نہ جاؤں یا کوئی میرے پاس نہ آئے؟"
اس کے ہاتھوں کی گرفت میں حریم کی سانس حلق میں ہی کہیں اٹکی رہ گئی، وہ اس کی گھنی پلکوں والی سیاہ آنکھوں کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا لیکن یہ پل بھر کا ہی کھیل تھا، اسی وقت زور سے دروازہ بجنے اور مائرہ کے بولنے کی آواز آئی۔
"اب آ بھی جاؤ۔ پانچ منٹ پہلے تو تم لیٹ ہو رہے تھے۔ بس دو منٹ کا کہہ کر آئے تھے۔ اب تمہیں دیر نہیں ہو رہی۔" وہ یقیناً اسے گھٹنوں کے بل گرنے اور پھسلنے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔ حریم کے ہاتھوں پہ اس کی گرفت ڈھیلی پڑی۔
"آرہا ہوں یار۔" وہ اونچی آواز میں کہہ کر بعجلت واپس پلٹ گیا۔ یہ دیکھے بنا کہ اس کے لمس سے منجمد ہو چکی شہزادی ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔ وہ سوئی ہوئی میرب کی پیشانی چوم کر حریم کو اللہ حافظ کہتا باہر نکل گیا تھا۔
"کیا چاہتی ہو۔ میں کسی کے پاس نہ جاؤں یا کوئی میرے پاس نہ آئے۔" حریم اس کے شرارتی سے سوال کی بازگشت کو اپنے اردگرد چکراتے ہوئے محسوس کرتی ششدر تھی کہ اپنی خوشیوں کے دشمن اپنے رشتوں کے قاتل سے واقعی "وہ کیا چاہتی تھی؟"
میرب کے کسمسانے پر وہ چونک کر حواسوں میں لوٹی اور تیزی سے اس کی طرف بڑھی۔ لیکن دھیان کے سارے تار اسی خیال سے جڑے تھے کہ آج مائرہ اس کے آفس میں ہوگی۔
(میرے سارے رشتے ختم کروا کے خود نئے رشتے جوڑ رہے ہو۔ ایسا تو میں ہونے نہیں دوں گی) وہ مسلسل تکلیف دہ سوچوں کے ایک گرداب میں پھنسی تھی۔

☆☆☆

"مائنڈ مت کرنا، لیکن تمہاری مسز کو مینرز سیکھنے کی اشد ضرورت ہے۔" وہ دونوں گاڑی میں آکر بیٹھے تو مائرہ نے منہ پھلا کر سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے شکایت کی۔ اگنیشن میں چابی گھماتے ہوئے وہ کھل کر مسکرایا۔

''خیر۔ مہمان کو چائے پوچھنا گڈ مینرز ہی میں شمار ہوتا ہے۔'' مائرہ تپی۔
''تم اس سے کہو کہ مجھ سے مخاطب بھی نہ ہوا کرے۔ زہر سے بری کوئی شے لگتی ہے مجھے۔''
''ہمم......'' وہ گاڑی گیٹ سے نکالتے ہوئے مین روڈ پہ آگیا۔ اس نے مائرہ کے اتنے سخت جملے پہ کوئی ری ایکشن نہیں دیا تھا۔ مائرہ نے جز بز ہو کر پہلو بدلا۔
''پھپھو بتا رہی تھیں میرب کے ساتھ بھی کوئی خاص اچھا سلوک نہیں کرتی؟''
''پتا نہیں۔ شاید کوئی مس انڈر اسٹینڈنگ ہوگئی ہے۔ مجھے لگتا تو نہیں کہ وہ ایسا سلوک کرسکتی ہے میرو کے ساتھ۔''
''پردے مت ڈالو۔'' مائرہ تلخ ہوئی۔
''ایک غلط فیصلے کے نتیجے میں ہونے والی بدمزگیاں تم دیکھ ہی چکے ہو اور آئندہ شاید اس سے بڑھ کر ہو۔''
''ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ تم فکر مت کرو۔ میرب کے پاس میں بھی تو ہوں۔'' وہ پر یقین انداز میں بولا۔
''ہاہ۔ تم...... تم تو اب اس کی نئی ماما کے دولہا بن چکے ہو بس۔'' مائرہ نے تمسخر اڑایا تھا۔
''تم سے شادی کے بعد بھی یہی عہدہ ملتا شاید۔'' وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔
''شٹ اپ۔'' مائرہ اسے گھور کر پھر ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔
''میں کچھ بھی ہوتی، میرب کی سوتیلی ماں نہ بنتی۔ جیسے کہ وہ بن رہی ہے۔'' ملول سے انداز میں مائرہ نے کہا تو اس کے دل کو کچھ ہوا۔ کیا خبر حریم اس پھول سی بچی کے ساتھ کیسا سلوک کرتی ہو۔ وہ تو حریم پہ اعتماد کرکے میرب کو اس کے حوالے کرکے آجاتا تھا۔
''اللہ خیر کرے۔'' اس نے گہری سانس بھری۔
''میں نے تم سے کہا تھا مائرہ! لیکن تمہاری ترجیحات کچھ اور ہی تھیں۔ زندگی بار بار موقع نہیں دیا کرتی۔''
''تم اچھی طرح جانتے تھے میری ضدی طبیعت کو۔ پھر کیوں اتنی شرائط کے بدلے اپنا آپ رکھ دیا؟ میرب کو پالوگی تو انعام میں مجھے حاصل کرسکوگی ورنہ نہیں۔'' اس کی آنکھوں کے زیریں کنارے سرخ ہونے لگے۔
''تو...... کیا ہوجاتا مائرہ! ایک بچی ہی تو تھی۔'' وہ تاسف سے بولا۔
''اس بچی سے پہلے اس کی ماں بھی تھی۔ تم بھول رہے ہو کہ میری زندگی میں جا بجا اس کی ماں نے مچائی۔ پھر تم اس بچی کو ہمارے بیچ لے آئے۔ مجھے تو مکمل زندگی، مکمل خوشیاں کبھی ملی ہی نہیں۔'' وہ تلخی سے بولی۔
''خوشیوں کو ڈھونڈنا پڑتا ہے مائرہ! یہاں کون ہے جسے مکمل زندگی اور پوری خوشیاں ملی ہوں۔ ہماری زندگی بھی آدھی ادھوری ہی ہے۔ مل کر پوری ہوسکتی تھی، لیکن خیر...... اب موو آن کا وقت ہے۔'' وہ رک کر قدرے مسکرایا۔
''وہ وقت تو اب گزر گیا۔ حریم کو میری زندگی میں آنا تھا وہ آچکی۔''
''ہونہہ......!'' مائرہ نے نخوت سے سر جھٹکا تھا۔
(دیکھتی ہوں کب تک رہتی ہے تمہاری زندگی میں)

☆☆☆

تجمل کو اتنے عرصے کے بعد سامنے دیکھ کر زمین پہلے تو حیران و پریشان ہوئی پھر اس سے لپٹ گئی۔
''کتنی کمینی ہو تا۔ اتنے عرصے بعد شکل دکھائی۔ میں تو سوچ رہی تھی شادی کرکے مر کھپ گئی ہوگی کہیں۔ نہ کوئی کال نہ رابطہ۔ فون، واٹس ایپ سب بند۔''
''دھیرج...... دھیرج......'' تجمل نے ہنستے ہوئے میرب کو گود میں لیا تھا۔
''بس کچھ نہ پوچھو۔ زندگی جیسے اس گزرے سال میں زیروزبر ہوگئی ہے اور شادی نہیں ہوئی بلکہ شادی کا

کارڈ دینے آئی ہوں۔"

"شکر اللہ کا۔ تمہارے والے کو بھی خیال آیا کہ رخصت کروالے تمہیں۔" زمین نے اس کے رخسار پہ چٹکی بھری۔ چھ سات ماہ بعد اس سے ملاقات ہو رہی تھی۔

"تم سناؤ۔ کیسی گزر رہی ہے؟ مسٹر سیٹھی کیسے ہیں؟ تبدیلی قائم ہے یا واپس اپنی دنیا میں لوٹ چکے؟" سجل اسے چھیڑ رہی تھی۔

"سب اے ون ہے ماشاءاللہ۔ اور اتنی حسین بیوی پا کر کون واپس لوٹے گا۔" زمین اوپن کچن میں برنر جلا کر چائے کا پانی رکھتے ہوئے ناز سے مسکرائی۔

"یہ تو ہے۔ بڑی مشکل سے پایا ہے اس نے تمہیں، اور قربانی بھی دی اپنے رشتوں کی۔" سجل نے میرب کو گدگداتے ہوئے اونچی آواز میں اعتراف کیا تو پتی کا ڈبہ اپنی جگہ پہ واپس رکھتے زمین کے ہاتھ ٹھٹک گئے۔

"قربانی تو میں نے دی ہے صحیح معنوں میں۔ وہ تو مرد ہے۔ شام کو واپسی پہ ماں باپ سے مل کے آجاتا ہے۔ دل لگی کے لیے یہاں بیوی بچی بھی موجود ہیں۔ مسئلہ تو میرا ہے سجل! لڑکیوں کے ماں باپ تو دلوں پہ پکے تالے لگا کر معافی کی چابی گم ہی کر دیتے ہیں۔" وہ چائے کے مگ سجل کے سامنے آبیٹھی۔

"آہستہ آہستہ رابطے کی کوشش کرو۔" سجل نے اس کا دکھ محسوس کرتے ہوئے مشورہ دیا۔ پھر آزردگی سے بولی۔

"لڑکیوں کے پیچھے ان کی باقی کی نسل رل جاتی ہے یار! ایک کا کیا، باقیوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔ بیٹیوں کی بخشی "ہار" والدین کو ساری عمر یاد دلائی جاتی ہے۔ والدین کا دکھ پرانا ہی نہیں ہونے دیا جاتا تو وہ بے چارے اتنی جلدی معاف کیسے کریں۔"

زمین چپ رہ گئی۔

"خیر...... ابھی تو فی الحال میری شادی میں شرکت کی تیاریاں کرو۔ جو کہ بڑی مشکل سے وقوع پذیر ہونے جا رہی ہے۔" سجل نے ہنستے ہوئے اس کا موڈ بدلنے کی سعی کی۔

"حریم آئی ہے یہاں مجھ سے ملنے۔" زمین کے بتانے پر وہ خوش ہوئی تھی۔

"ارے واہ۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ اس کا مطلب ہے اب باقی گھر والے بھی جلد ہی مان جائیں گے۔" سجل نے خوش فہمی میں گھرتے ہوئے پوچھا۔

"ابا نے میری جگہ اس کی بات طے کر دی ہے ذکی کے ساتھ۔" زمین نے لہجہ بھرا سے دیکھ کر تکلیف سے کہا۔ تو سجل کی مسکراہٹ گم ہوگئی۔

"واٹ......؟" اسے جھٹکا لگا تھا۔

"اس نے انکار کیوں نہیں کیا یار! یہ فرماں برداری ثابت کرنے کا کون سا انداز ہے بھلا۔" سجل جز بز ہوئی۔ "ایک تو ہمارے معاشرے کی یہ سوچ۔"

"بس...... وہی...... ایک بیٹی کے کرم کی سزا باقیوں کو۔" زمین دکھ سے مسکرائی۔

"بڑے افسوس کی بات ہے ویسے یار! یہ ذکی کون سا ڈاکٹر، انجینئر لگا ہوا ہے جو ایک بیٹی تو اس کے نکاح میں لازمی دینی ہی دینی ہے۔" سجل نے تاسف سے کہا۔

"بس......" زمین گہری سانس بھرتی اٹھی۔

"یہی دنیا ہے۔ مجھ سمیت سب ہی کو بس اپنے اصول اپنی ضد پیاری ہے۔ دوسروں کے جذبات نہیں۔" سجل اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"تم خود جاتیں، بات کرتیں اماں ابا سے۔" سجل کو دکھ ہوا۔

"جو مجھے کنویں میں دھکیلنے پر راضی تھے ان کے لیے ایک بیٹی کیا تو دوسری کیا۔" وہ آزردہ سی مسکرائی۔
"خیر۔ یہ تو سراسر ظلم ہے حریم بے چاری پر۔" تحمل نے میرب کو اٹھا کر پرام میں ڈالتے ہوئے سیٹ بیلٹ لگائی۔
"تم جاؤ اور بات کرو اس کے حق کے لیے نرمین! اب تم ایک مضبوط پوزیشن میں ہو۔ عباد وسیم جیسی ہستی کی بیوی ہو۔ تمہاری بات میں دم ہوگا، وزن ہوگا۔" تحمل نے پورے خلوص سے اسے مشورہ دیا تھا۔ نرمین گہری سانس بھرتی مسکرا کر اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔

☆☆☆

زلفی چوٹ کھائے ناگ کی طرح بل کھا رہا تھا۔
"میں اسے ساری زندگی معاف نہیں کروں گا تم دیکھنا اماں! مامی نے تو شہ دے دے کر سر پہ چڑھا رکھا ہے اسے۔ اسی لیے اتنی منہ زور اولاد ہے ماموں کی۔" ماں نے آکر ممانی کی دھمکی سنائی تو زلفی نے تڑپ کر کہتے ہوئے منہ بنایا۔
"بکواس بند کر لے اپنی۔ اور بندے کا رنگ کالا ہو مگر کرتوت کبھی کالے نہ ہوں پتر! تجھے کہا کس نے تھا یہ شکل لے کے اسے کالج سے لینے پہنچ جا۔ اچھی خاصی بنی ہوئی اپنی عزت رول کے رکھ لی۔" زاہدہ بھی بیزار تھیں۔
"اماں! میں کہہ رہا ہوں کہ اپنی بھتیجی کی رخصتی کی تیاری پکڑو۔ ورنہ اس کے تیور بھی بڑی والے ہی دکھائی دے رہے ہیں مجھے۔" زلفی نے دانت کچکچائے۔
"تو کسی پاسے لگ تو سہی۔ ایک اسٹور تو سنبھالا نہیں جا رہا تجھ سے۔ کس بنیاد پہ رخصت کروا لاؤں اسے۔ اس کا بھی خرچا اٹھانا پڑا تو تیرا ابا چار جوتے لگا کر ہم تینوں کو گھر سے باہر پھینک دے گا۔" زاہدہ نے اسے گھورا۔
"اماں! میری پیاری اماں! بس ایک بار تو یہ بات منوا لے ابا سے۔ ساری عمر اسٹور ہی سنبھالوں گا۔" زلفی ماں کو مکھن لگا رہا تھا لاڈ سے زاہدہ کے گلے میں بانہیں ڈالیں تو اس نے پیچھے جھٹک دیا۔
"دفع دور، خبردار...... جواب اپنے پیروں پہ کھڑے ہوئے بنا نام بھی لیا حریم کا۔ اور اتنا سمجھ لے زلفی! یہ دنیا کی آخری پڑھی لکھی اور خوب صورت لڑکی ہے جو شاید قسمت سے تجھے مل جائے۔ یہ نہ ملی تو کوئی بھی مفلس میٹرک فیل اور عام سی شکل کی لڑکی ملے گی۔" زاہدہ نے صاف گوئی کا شان دار مظاہرہ کیا تو زلفی منہ بنا کر دل ہی دل میں اللہ نہ کرے کا ورد کرنے لگا۔
یہی بات اپنے جگری یار رفیق عرف فیقے پان والے کو بتائی تو اس نے اپنی کمزور پسلیوں والے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے بڑھک ماری۔
"مجھے بتا نا زلفی! چک کے ہی نہ لے آتا پڑتا۔ اسے بھی پتا چلتا۔ زلفی کی پاور کا۔"
"اوئے دفع کراوئے! پہلے ہی کیا کم مار پڑی ہے محض موٹر سائیکل پہ بٹھاتے کے پیچھے۔" زلفی بددل ہوا۔
"ایک پان لگا ذرا کتھے چونے والا۔"
"حد ہے ویسے یار! ایسی میسنی لڑکیاں ہوتی ہیں جو ہوتی زمانے بھر کی تیز طرار ہیں لیکن گھروں میں سر پہ دوپٹے ڈال کے پھرتی ہیں جیسے ان سے زیادہ شریف کوئی اور نہ ہو۔" رفیق کے ہاتھ تیزی سے پان بنانے میں مصروف تھے اور زبان باتیں بنانے میں۔
"بس یہ بھی ایسی ہی ہے۔" زلفی نے اس کی تائید کرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے پان لے کر منہ میں ڈالتے ہوئے بے دلی سے کہا۔ درحقیقت حریم کے ردعمل نے اسے جی بھر کے مایوس کیا تھا۔
"دھیان رکھیو۔ پہلی والی بھی ایسے ہی پھسل گئی تھی ہاتھ سے۔ اب اسے گنوایا تو وہ موٹے شیشوں کی عینک والی نصرت ہی بچے گی پھر۔" رفیق خباثت سے مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے الٹی میٹم دے رہا تھا۔

"تو دیکھتا جائیو۔ تیرے بھائی کی قسمت بڑی تیز ہے۔ یہ والی تو کسی قیمت نہ جانے دوں گا۔ کل ہی بیٹھتا ہوں جا کر اسٹور پر۔ دیکھتا ہوں ابا کیسے چھ مہینے سے پہلے میری شادی پہ راضی نہیں ہوتا۔"

زلفی نے دوسرا پان میٹھا بنوایا تھا۔ پان منہ میں ڈال کر بالوں سے ہاتھ صاف کرتا "حساب کھاتے میں لکھ لے" کہتا وہ بے نیازی سے چل دیا تو رفیق اسے اونچی آواز میں گالی دے کر رہ گیا۔

اور یہی بات رات زلفی نے ابا سے کہی تو وہ پہلے تو بے یقینی سے اسے دیکھتے رہے۔ پھر جلبلا کر بولے۔

"کہیں میرا اسٹور بیچنے کا ارادہ تو نہیں ہے تم بخت مارے؟" ان کا دماغ دور کی کوڑی لایا تھا، کہ زلفی جیسے ہڈحرام سے وہ اچھائی کی توقع تو کبھی بھی نہ رکھتے تھے۔

"دیکھ لے اماں! کام نہ کروں تو ہڈحرام۔ کرنا چاہوں تو چور ڈاکو۔" زلفی ان کی بے اعتباری پر اپنی جگہ تلملا کر رہ گیا۔

"لے ہائے۔ مذاق کر رہے ہیں تجھ سے۔ چل میرا بچہ۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔ صبح وقت پہ جگا دوں گی میں تجھے۔ اچھا ہے نا احساس ذمہ داری پیدا ہو گئی ہمارے بچے میں۔" زلفی کو آنکھ کے اشارے سے اندر بھیجتے ہوئے زاہدہ نے منہ میں گویا شیرینی بھر کے پھوپھا کے سامنے تعریف کی۔

"ہمم۔" انہوں نے طنزیہ ہنکارہ بھرا۔ "جو احساس پیدا ہوا ہے نا اس کے اندر، وہ میں اچھی طرح سے جان گیا ہوں۔ صبح چابیاں دے کر مجھ سے پہلے اسے بھیجنا اسٹور پہ۔ ذرا جھاڑو پوچا کرے پہلے، پھر گاہکی شروع ہو گی۔ اسے بھی پتا چلے شادی کی ذمہ داری کے قابل کیسے ہوا جاتا ہے۔" شوہر کی تلخ و تند باتیں سن کر زاہدہ تو منہ بنا کر رہی تھی۔ اندر کمرے میں سن گن لیتا زلفی بھی اپنے بال نوچنے کو ہو رہا تھا۔

(یہ ابا بھی نا...... معجزہ ہی ہے جو میری شادی ہونے دی جائے)

ادھر ادھر ٹہلتے ہوئے وہ تمام "اچھی باتیں" سوچنے لگا جو اپنے اندر پیدا کر کے چھ ماہ کے اندر اندر ابا کو مجبور کر دیتا کہ وہ حریم اور اس کی شادی خانہ آبادی پر راضی ہو جاتے۔

"پھر دیکھنا حریم مصطفیٰ! تم سے تمہارے ہی نہیں، تمہاری بہن والے سود بھی چکواؤں گا۔" وہ زہریلے انداز میں مسکرایا تھا۔

☆☆☆

لے آئی پھر کہاں پر قسمت ہمیں کہاں سے
یہ تو وہی جگہ ہے، گزرے تھے ہم جہاں سے
لے آئی پھر کہاں پر......
مجبور کر رہی ہے پھر گردش زمانہ
ہم چھیڑ دیں وہیں سے گزرا ہوا افسانہ
لیکن کوئی بتا دے بھولے تھے ہم جہاں سے
یہ تو وہی جگہ ہے گزرے تھے ہم جہاں سے

کہیں پاس ہی کسی دوکان پر پرانے گانوں کے شوقین دکاندار نے نور جہاں کی آواز میں بڑا دکھی سا گانا چلا رکھا تھا۔ مغنیہ کی پرسوز آواز سن کر اس کے دل میں ہوک اٹھی۔ لفظ بھی کیا خوب شے ہیں۔ موقع محل کے لحاظ سے ہوں تو غم، خوشی، پیار نفرت سب کا آسانی سے اظہار کر دیتے ہیں۔

وہ جانی پہچانی گلیوں میں چلتی بنا کسی ٹھوکر کے ہی ہر قدم پر لڑکھڑا رہی تھی۔ قیمتی لباس، مہنگا جوتا...... لیکن سر تا پا خود کو بڑی سی سیاہ چادر میں ڈھانپے وہ ان جانے پہچانے لیکن اجنبی ہو چکے راستوں پر کسی ننھی بچی کی طرح چل

رہی تھی۔ جس نے آج ہی پہلے قدم اٹھائے ہوں اور ٹھوکریں کھا کھا کر چلتی ہو۔

دروازے کی بیل بجانے کے بعد اس کی سانس دھونکنی کی طرح چل پڑی تو اس نے بے طرح ہی دروازہ بجادیا۔

”ارے۔ دم تو لو۔ دروازے کے ساتھ تھوڑی بندھے بیٹھے ہیں ہم۔“ اماں کی آواز آہستہ آہستہ دروازے کے قریب آئی اور کھٹاک سے کنڈی کھل گئی تو زمین دروازے کے پٹ پہ زور ڈالے کھڑی تھی دونوں دروازے وا ہونے پر لڑکھڑا کر تقریباً اماں کے اوپر گر ہی گئی۔

اُف! یہ بیٹیاں! ہزاروں کا پرفیوم لگا بھی لیں تو ایک ماں نے جو اپنی بچی کو پہلی بار گود میں لیے خوشبو سونگھی ہوتی ہے۔ وہ اپنی اس خوشبو کو اس مہنگی خوشبو میں نہیں چھپا سکتیں۔ لاکھوں کے جوڑے میں ملبوس اس وجود کے لمس میں سے ماں کو اس ننھے لمس کا اشارہ مل جاتا ہے جو پہلی بار اس کی گود میں سما کر اسے معتبر کر گیا تھا۔

اماں نے نرم مگر کپکپاتے ہاتھوں سے تھام کر اسے سنبھالا۔ اس کی سیاہ چادر سر اور چہرے سے سرک کر کندھوں پہ گر گئی۔ گویا ماہتاب بدلیوں سے باہر نکل آیا ہو۔ خوب صورت تو وہ پہلے بھی بہت تھی لیکن اب تو حسین تر ہو رہی تھی۔

”اماں!“ وہ لرزتی کپکپاتی اماں سے لپٹ گئی۔ آنسوؤں بھری آنکھیں لیے اماں کے بازو اسے لپٹانے کے لیے اٹھتے ہی نہ تھے۔

”میں نے آپ کو بہت یاد کیا اماں!“ وہ بچے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

”جاؤ۔ پانی لے کر آؤ۔ مسافروں کو پانی پلائیں تو بہت ثواب ملتا ہے۔“ اماں نے ساکت کھڑی حریم کو کہا تو زمین تڑپ اٹھی۔ اماں تسلی سے اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

”مجھے یاد نہ کرتیں زمین! گھر سے بھاگتے ہوئے اپنے ابا کی عزت کو یاد کرتیں۔ اس کے اونچے سر کو یاد کرتیں۔ ہماری برادری میں عزت کو یاد کرتیں۔“

”اماں! پلیز۔ خدا کے لیے۔ آپ کا دل سکون میں نہیں کہ میرے تن پہ قیمتی کپڑے ہیں۔ شان دار سی گاڑی میں بیٹھ کے آئی ہوں، روپے پیسے کی کمی نہیں جس کے ساتھ گھر سے نکلی تھی آج اسی کے عالی شان گھر میں عزت کے ساتھ رہتی ہوں۔ وہ دھوکے باز اور غاصب نہیں نکلا۔ پڑھا لکھا اور محبت کرنے والا شخص ہے۔“ زمین نفع گنواتے ہوئے ہانپنے لگی۔

”مجھے تو اپنے محبت کرنے والے بندے کی بے عزتی رلاتی ہے پگلی! ناخوش تو میں اس کا اونچا شملہ رلنے سے ہوں۔“ اماں دکھ سے بولیں۔

تو زمین نے ان کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

”یہ میرے ہاتھ دیکھیں اماں! جس راستے پہ آپ لوگ بیٹیوں کو چلانا چاہتے ہیں۔ وہ بہت مشکل ہے۔ اس پہ پاؤں جلتے ہیں اماں! بدن راکھ ہوتا ہے اور روح تن سے نکلنے کو ہر پل مچلتی ہے۔ اتنا پیار، اتنی محبت اور مان دے کر ایک ہی وار میں اس کا خراج وصول کر لینا بھی تو محبت نہیں ہے اماں!“

”پانی پی لیا ہو تو جاؤ اب۔ تم مر چکی ہو ہمارے لیے اور ہم تمہارے لیے۔“ اماں کی کرختگی عود آئی۔

”اماں!“ حریم ان کی سنگ دلی پہ تڑپی۔

”میں تو اپنی ”کرنی“ کی وجہ سے مر چکی ہوں آپ کے لیے اماں! تو اسے، اپنے ہاتھوں سے کیوں مار رہی ہیں۔“ زمین اب خود کو سنبھال چکی تھی۔ حریم کا ہاتھ تھام کر تلخی سے بولی تو اس کا رنگ فق ہو گیا۔

”بکواس بند کرو اور جاؤ یہاں سے۔ کیوں مرے ہوؤں کو پھر سے مارنے چلی آئی ہو۔“ اماں کی رنگت زرد سے لال پڑنے لگی۔

''میرا قصور تھا تو سزا مجھے ملتی اماں! میری بہن سے قصاص کیوں لیا جا رہا ہے؟'' زرمین بھڑکی تو حریم کا دل خون کے آنسو رونے لگا۔

''بھاگ جانے والے اپنی من مرضی کی زندگی پا لیتے ہیں۔ پیچھے رہ جانے والوں کی قسمت میں ان کے حصے کا قصاص ہی بچتا ہے پھر۔'' اماں تلخ ہوئیں۔

''مینو...... بس کرو۔ کیا فضول قصہ چھیڑ کے بیٹھ گئی ہو۔ اتنے عرصے بعد آئی ہو۔'' حریم نے اسے ٹوکا۔

''اتنے عرصے بعد اسی لیے آئی ہوں حری! برداشت نہیں ہو رہا مجھ سے۔ میری ہیرے جیسی بہن کے لیے وہ زمانے بھر کا ٹھکرایا ہوا تھرڈ کلاس اور کم تعلیم یافتہ جوٹھرا ہے مزے ہی رہ گیا ہے۔ اماں! یہ...... ہماری صورتیں دیکھیں اماں! ہماری ڈگریاں...... کیا ہم زلتی کے ہی قابل تھیں؟ نہیں رشتہ ڈھونڈا جاتا تو مجھے بتائیں، میں حریم کے لیے ایک سے ایک اعلا رشتہ لاؤں گی۔'' زرمین کی آواز میں بے دھڑک سی سرکشی تھی۔

اماں کا ہاتھ بے اختیار ہی اٹھ گیا۔ ہلکا سا تھپڑ تھا لیکن زرمین کو چپ کروا گیا۔

''یہ وہ تھپڑ ہے، جو مجھے تمہاری پہلی سرکشی پر ہی مار دینا چاہیے تھا۔'' اماں سرتا پا غصے سے کانپ رہی تھیں۔ حریم کو افسوس ہوا۔ اس کے لیے زرمین خواہ مخواہ آگے آ گئی۔

''تھینکس اماں! آپ جیسے والدین کو تو بیٹی کو پیدا ہوتے ہی مار دینا چاہیے۔'' زرمین انگلی کی نوک سے آنکھ کے کنارے آیا آنسو جھٹکتے ہوئے تلخی سے مسکرائی۔

''بکواس بند کرو اور جاؤ یہاں سے۔ اپنی قیمتی گاڑی میں بیٹھ کر اپنے امیر شوہر کے عالی شان گھر میں۔'' اماں سختی سے کہہ کر یوں کھڑی ہوئیں، جیسے اس کے نکلتے ہی دروازہ بند کرنے کا ارادہ ہو۔

''وہ تو میں چلی ہی جاؤں گی اماں! لیکن یاد رکھیے گا کنواری بیٹی کا ایک دکھ لیکن شادی شدہ بیٹیوں کے ہزار دکھ ہوتے ہیں۔ تب مائیں بہت روتی ہیں، ان کی ہر ہوک اور کوک سن کر...... لیکن کچھ نہیں کر پاتیں۔'' وہ جاتے ہوئے کہہ گئی تھی۔

''دروازہ اچھی طرح بند کر دے حریم! تیرے ابا کو پتا نہ چلے کہ وہ کم بخت آج آئی تھی یہاں۔'' اماں کی سرسراتی آواز سن کر حریم چونک کر تیزی سے آگے بڑھ کر دروازہ بند کرنے لگی۔

اس نے کبھی، زندگی میں کبھی بھی نہیں سوچا تھا کہ ایک دن اس گھر کی اسی دہلیز سے بالکل ایسے ہی اسے بھی لوٹایا جائے گا۔

☆☆☆

''تم گئی کیوں تھیں وہاں؟ حالت دیکھو ذرا اپنی۔''

عباد شام کو گھر لوٹا تو اس کی متورم آنکھیں، بکھرے بال اور بے حد ٹوٹا ہوا انداز دیکھ کر سمجھ گیا کہ کہاں سے ہو کر آ رہی ہے۔ ابھی صبح ہی تو وہ اسے سختی سے منع کر کے گیا تھا۔

''جانا ہے تو میرے ساتھ چلو۔ اکیلے نہیں جانے دوں گا تمہیں۔'' اور زرمین زور سے ہنسی تھی۔

''لو...... مجھے کیا وہ اکیلے گھر میں گھسنے نہیں دیں گے؟''

اور اب...... آثار بتا رہے تھے کہ اس کی ہنستی مسکراتی اپنی زندگی میں مطمئن بیوی ماں باپ کے در سے ٹھکرائی گئی تھی۔

''عباد......!'' وہ ٹوٹ کر اس کے شانے سے لگ گئی۔

''اماں تو بہت پیار سے ملیں، لیکن ناراض ہیں مجھ سے۔ بہت۔ ابا کے آنے سے پہلے گھر سے جانے کا کہہ دیا مجھے۔ اسی بات کا دکھ ہو رہا ہے۔''

وہ اس سے نظر ملائے بغیر جھوٹ سچ ملا کر کہہ رہی تھی۔ عباد بچہ نہیں تھا، ایسی سچویشن سے وہ بھی گزر چکا تھا۔
بنا کوئی تبصرہ کیے اس کا سر تھپتھپانے لگا۔ وہ خاموشی سے آنسو بہائے گئی۔

”میں نے کہا بھی تھا میرے ساتھ جانا۔ دونوں ان کی باتیں سنتے تو آدھی آدھی سہہ لیتے۔ پوری تم اکیلی سے سہی نہیں جا رہی۔“ کچھ دیر بعد وہ ٹھہری ہوئی آواز میں بولا۔

اُفف اس کے الفاظ...... اور ان لفظوں سے جھلکتی پروا۔ کس قدر بدلا تھا اس انسان کو محبت نے۔ زمین دکھی ہونے کے باوجود بڑے دل سے مسکرائی۔ عباد نے جھک کر اس کی مسکراتی شکل دیکھی تو مصنوعی خفگی سے بولا۔

”واہ۔ ہماری جان گئی اور ان کی ادا ٹھہری۔“ زمین بے ساختہ ہنس دی۔

”بس اب یہ طے ہے زمین عباد! جب بھی تم نے اپنے پیرنٹس سے ملنا ہوگا، ہم دونوں اکٹھے جائیں گے۔“ وہ تھوڑی دیر بعد کھانے کے دوران اٹل لہجے میں اسے کہہ رہا تھا زمین مسکرا دی۔

”اور تمہارے گھر؟“

”وہاں جب مما کا موڈ ٹھیک ہوگا۔“ وہ گہری سانس بھرتا پھر سے کھانا کھانے لگا۔

”زیاد کی شادی پر ہی راضی نامہ ہو سکتا ہے تم لوگوں کا۔“ وہ اظہار خیال کر رہا تھا۔

”وہ بے چارہ تو ہماری وجہ سے پھنس گیا ہے۔ کیا بنا مائرہ والے قصے کا۔“ زمین نے دلچسپی سے پوچھا۔

”پتا نہیں۔ مجھے تو لگ رہا ہے جب سے میں نے اسے زیاد سے شادی کرنے سے روکا ہے، وہ اپنے ارادے میں مزید اٹل ہو گئی ہے۔“ عباد نے بے چارگی سے کہا۔

”تم ملے ہو اس سے؟“ زمین نے اسے گھورا۔

”ہاں۔ ریسٹورنٹ بلایا تھا، مگر صاف پتا چل رہا ہے کہ اب وہ بدلہ لینے پر اتر آئی ہے۔ خاص طور پر میرے منع کرنے کے بعد۔“ عباد نے تاسف سے کہا۔

”خیر۔ بدلے بدلے میں زندگی برباد کرنے سے کیا حاصل۔“ زمین کے تبصرے پر سر ہلاتا وہ کھانا ختم کرنے لگا۔ زمین بھی سویٹ ڈش لانے کے لیے اٹھ گئی۔

☆☆☆

”ایک تو تم اور تمہارے کام۔ اپنے بزنس میں کون اتنا سر کھپاتا ہے بھلا؟ اپنا بزنس تو کرتے ہی وہ ہیں جو کام کی ٹینشن سے بچنا چاہتے ہیں۔“ مائرہ لنچ ٹائم میں اس کے آفس کا دروازہ کھول کے اندر آتے ہوئے بولی، جہاں وہ لیپ ٹاپ سامنے رکھے ای میلز چیک کر رہا تھا۔

”ہوں، اچھا۔“ وہ بے ساختہ مسکرایا۔ پھر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر گہری سانس اندر کھینچتے خود کو ریلیکس کرنے کی کوشش کی۔

”تم تو ایسے جان کھپا رہے ہو، جیسے نائن ٹو فائیو کی جاب ہے تمہاری۔“ مائرہ کرسی کھینچ کر اس کے مقابل بیٹھتے ہوئے اس کی مصروفیت پہ چوٹ کرتے ہوئے بولی۔ وہ ہنسنے لگا۔

”نائن ٹو فائیو جاب ہی میں کام کیا جاتا ہے کیا؟ اپنا بزنس کیا ٹھپ کرنے کے لیے شروع کرتے ہیں لوگ۔“

”اچھا۔ دفع کرو لوگوں کو، اور اٹھو۔ کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں اچھا سا لنچ کراؤ۔“ مائرہ نے بے چینی سے کہا۔ ”سخت بھوک لگ رہی ہے۔“

”ذرا صبر کرو۔ لنچ یہیں آ رہا ہے۔“ وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے کرسی جھلاتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

”کہاں سے آ رہا ہے؟“ مائرہ نے آنکھیں پھیلائیں۔

”گھر سے۔ لنچ ٹائم نو ریسٹورنٹ۔ اونلی ہوم فوڈ۔“ اس نے مسکراہٹ دبائی تو مائرہ بے اختیار آگے کو جھکی۔

''ڈونٹ ٹیل می۔ مطلب...... تمہاری وہ مشرقی بیوی گھر سے ''ٹفن'' بھیجتی ہے تمہارا؟'' مائرہ کا سوال اس قدر بے ساختہ تھا کہ وہ بے اختیار قہقہہ لگا بیٹھا۔

''یہی سمجھ لو۔ وقت نہیں ملتا آفس سے نکلنے کا تو میں نے خود یہ روٹین بنائی ہے۔''

''بہت بور ہو گئے ہو یار! واقعی...... سنا تھا صحبت اثر ڈالتی ہے بندے پہ۔ آج دیکھ لیا جیتا جاگتا نمونہ۔ تمہاری لوئر مڈل کلاس بیوی لے بیٹھی تمہیں۔'' مائرہ بدمزا ہو کر بولی۔ وہ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے پیون کا لایا ہوا لنچ باکس کھول رہا تھا۔ پورے آفس میں اشتہا انگیز سی خوشبو پھیلنے لگی۔

''آج تم بھی یہیں لنچ کرو۔ بہت مزے کا کھانا بناتی ہے حریم۔'' وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا مائرہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بہت شکریہ۔ تم کھاؤ یہ چیلڈی اور جرمز فری فوڈ۔''

''اوہوں۔ واہ۔ چیک تو کرو۔'' وہ کریمی چکن چمچے میں بھر کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

''مجھے اتنے ہیوی کھانے ہضم نہیں ہوتے۔ تم ہی چڑھاؤ چربی کی تہیں۔'' وہ مسکراتے ہوئے چمچا اپنے منہ لے گیا۔

''یو آر امپاسیبل۔'' مائرہ اسے کھاتے دیکھ کر پہلو بدل رہی تھی۔

اسی وقت فون بجنے لگا تو وہ چونک کر سیل فون کی طرف متوجہ ہوا۔

''حریم کی کال ہے۔'' وہ مسکرایا اور فوراً کال اٹینڈ کی۔ مائرہ سرتاپا ان دیکھی آگ میں جلتی اس کے کال اٹینڈ کرتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ہیلو سویٹ ہارٹ۔''

اس کا بے حد نرم لب و لہجہ باہر نکلتی مائرہ کے کانوں سے ٹکرایا تو وہ بل کھا کر رہ گئی اس کے روم سے نفرت کے شرارے پھوٹ پڑے تھے۔

☆☆☆

ان کے آفس جانے کے بعد حریم کا وہ سارا دن جیسے کوئلوں پہ سلگتے گزرا۔ مائرہ نے جو کھیل اس کی آنکھوں کے سامنے شروع کیا وہ ناقابل برداشت تھا۔

''گھر میں ہر کام کے لیے نوکر موجود ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ تم بالکل ہی بیگم صاحبہ بن کے پھرتی رہو۔ ان کے سر پہ کھڑی ہو کر صفائی کروایا کرو۔'' نزہت نے سخت انداز میں کہہ دیا تھا۔

سو آج بھی وہ نوکروں کے سر پہ کھڑی ہو کر سارے گھر کو شیشے کی طرح چمکا کر فارغ ہوئی تھی۔ لیکن دھیان کے سارے تار جیسے ادھر ہی بندھے ہوئے تھے۔ لنچ آج ویسے ہی ثریا کے ہاتھ کا بھیجا جا رہا تھا۔

وہ لنچ کی تیاری کے لیے کچن میں گئی تو وہاں ثریا کے ساتھ نزہت کو کچن میں دیکھ کر رک گئی۔

''آہم۔ کیا آج کے لنچ کا مینیو ڈیسائڈ ہو چکا ہے؟''

''ہو چکا ہے۔ لیکن تم صرف اوپر کے کام کر دو۔ پکانے کا کام یہ خود کر لے گی۔'' نزہت نے دوٹوک انداز اپنایا۔

حریم ٹھٹکی۔ یہ نیا آرڈر ملا تھا جبکہ پچھلے ہفتے سے نا صرف گھر کے لیے بلکہ آفس میں بھی اس کے ہاتھ کا بنا کھانا ہی جا رہا تھا۔ نزہت باہر نکل گئیں۔ ایک نظر ثریا پہ ڈالتی حریم تیزی سے ان کے پیچھے لپکی۔

''مجھے اچھا نہیں لگتا کہ خاتون خانہ کے ہوتے ہوئے کام والیوں سے ہانڈی پکوائی جائے۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے پکانے میں۔ میں مینیج کر سکتی ہوں۔'' جلدی سے کہا۔

pklibrary.com

''سنا نہیں تم نے۔ میں نے ثریا کو مینیو بتا دیا ہے۔ جا کے اسے ہیلپ آؤٹ کرو اور بچی کو سنبھالو۔ جس کام کے لیے یہاں آئی ہو۔'' انہوں نے تحکمانہ اور کاٹ دار انداز میں ہر جملہ کہا تھا۔ حریم کا جمع شدہ اعتماد ختم ہونے لگا۔

''لیکن...... آفس میں تو میں ہی کھانا بھیج رہی ہوں کئی روز سے۔ آپ کے بیٹے کے کہنے پر۔'' حریم نے یاد دلایا۔

''تم سے پہلے بھی آفس میں کھانا جاتا تھا بی بی! تم کون سا ایسے تنجن بنا کے بھیج رہی ہو اسے، جو کام والیاں نہیں بنا سکتیں۔ جس حد میں رکھا جائے انسان کو اسی میں رہنا چاہیے۔'' نزہت تنخ ہوئیں تو حریم مزید بحث کو عبث جان کر وہاں سے ہٹ گئی۔

مگر ہوا وہی تھا جو نزہت نے آرڈر کیا۔ اس نے سبزی بنوانے میں لہسن پیاز کاٹنے میں مدد کی کھانا ثریا اور نسرین نے مل کر بنایا تھا۔ ہاں حریم نے اپنے لیے کریم چکن بنایا تو وہ ایک چھوٹے باکس میں ساتھ رکھ دیا نجانے کیوں؟

''ہونہہ۔ مجھے کیا۔ خود کے بیٹے کا ہی آرڈر تھا کہ نوکروں کے ہاتھ کی پکی ہانڈی نہیں کھا سکتا۔'' وہ ''مجھے کیا'' والے انداز میں کندھے اچکاتی اپنے کمرے میں آ گئی۔ میرب کے ساتھ کھیلتے، لایعنی باتیں کرتے بھی لنچ ٹائم پہ اللہ جانے کیوں اس کا دھیان پھر سے اس طرف چلا گیا۔

اسے یاد آیا جب وہ پہلی بار ''بی لیڈرز'' کی آؤٹ لیٹ پر گئی تھی۔ عباد کو نزمین سے ملنے سے روکنے کے لیے، اسٹاف کی نظر بچا کر وہ جلدی سے عباد کے آفس میں داخل ہوئی تو وہاں وہ اور اس کی دوست انتہائی قربت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سوچتے ہوئے حریم کا دل گھبرا سا گیا۔

اس نے بے اختیار ہی موبائل اٹھایا اور اس کے نمبر پہ کال ملا دی۔ جو فوری طور پر اٹینڈ ہوئی۔

''ہیلو سویٹ ہارٹ۔'' دوسری طرف سے بڑا ہی میٹھا لہجہ تھا، حریم ٹپٹا گئی۔

''ہ...... ہیلو......''

''جی۔ بولیے۔ سن رہا ہوں۔'' وہ شاید کچھ کھاتے ہوئے بات کر رہا تھا۔

''وہ...... یہ...... میرب یاد کر رہی تھی تمہیں۔'' حریم کو یاد کرنے پر بھی یاد نہ آیا کہ اس نے کیوں کال کی تھی۔

''اچھا...... میرب کو میرا تھینکس کہنا۔'' مسکراتی ہوئی آواز۔

حریم خود میں جھنجلائی۔

''تم نے کھانا نہیں بنایا آج؟ چکن کے سوا کچھ بھی اچھا نہیں بنا۔'' اس کا اگلا جملہ...... حریم ساکت رہ گئی۔

''ممانے منع کر دیا ہے۔'' وہ شکایتی انداز میں کہتے کہتے احساس ہوتے پہ ایک دم بات اور لہجہ دونوں ہی بدل گئی۔

''خیر۔ میں کون سا تمہاری میڈ بن کے آئی ہوں اس گھر میں۔ بقول تمہارے یہاں تمہاری مما کے اصول چلتے ہیں۔ پہلے بھی پکتا ہو گا نوکروں کے ہاتھ کا کھانا۔'' وہ اب قدرے تیکھے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''ہمم...... ان حالات میں بھی تم نے کریمی چکن بنایا۔ شکریہ۔'' وہ منہ چلاتے ہوئے شرارت سے بولا۔ یقیناً ساتھ ساتھ اسی چکن سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ حریم سن ہو گئی (اسے کیسے پتا چلا؟)

''آہم......'' وہ کھنکھاری۔ ''مائرہ کہاں ہے؟ وہ تو بہت بزی ہو گی بزنس چلانے میں۔'' نا چاہتے ہوئے بھی ہلکی سی کڑواہٹ حریم کے لہجے میں اتر آئی جس کا اسے خود بھی احساس نہیں تھا۔

''نہیں۔ ابھی یہیں تھی۔ تمہاری کال آئی تب ہی گئی ہے۔'' وہ عام سے لہجے میں بولا تو حریم کو فوراً یاد آیا اس

نے کال ریسیو کرتے ہی حریم سے اپنا لگاؤ ظاہر کرنے کے لیے جو الفاظ بولے تھے۔
کیا مائرہ کو کچھ جتانے کے لیے؟ اسے خود سے دور رکھنے کے لیے......
اس نے بنا مزید بات کیے کال کاٹ دی تھی دل مضطرب کا اضطراب مزید بڑھا تھا۔

☆☆☆

میرا من کرتا ہے کہ میں ہر روز تم سے
کچھ نئے الفاظ میں محبت کا اظہار کروں
لغت تمام ہو جائے تو
نئی زبانوں میں محبت کا اظہار کروں
زبانیں تمام ہو جائیں تو
نئے اشاروں میں محبت کا اظہار کروں
میں چاہتی ہوں کہ تم ہر روز
میری محبت کا ایک نیا زاویہ دیکھو
یہاں تک کہ تمہیں میری ہر سانس محبت لگنے لگے
یہاں تک کہ میری ذات فنا ہو جائے
اور محبت امر!!

"زیڈ! کب آرہے ہو؟ اور یہ سیٹ آگے کیوں کروائی ہے تم نے؟" کیتھی کا بلا مبالغہ یہ پچاسواں فون تھا ان تین دنوں میں۔ اب جبکہ اس کی کل کی واپسی کی سیٹ تھی تو پتا چلا کہ اس نے مزید پندرہ دن کی ٹکٹ ایکسٹینڈ کروالی ہے۔

"بس یار! یہاں کے سلسلے ہی ایسے ہیں کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے۔ لیکن یقین رکھو پندرہ دن بعد لازمی آرہا ہوں۔" وہ اس کی خفگی پر بے اختیار مسکرا دیا۔

"مس کر رہی ہو مجھے؟" جان بوجھ کر پوچھا۔

"میں نے ایسا تو نہیں کہا۔" وہ اسے چڑانے کے لیے بولی۔

"اچھا...... مجھے تو ایسا ہی لگا کہ تم یہی کہنا چاہ رہی ہو۔" وہ ہنسا۔

"آلاٹ......(بہت)" وہ لفظوں کو کھینچ کر فوراً بولی تو زیاد قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"مس یو ٹو ڈیئر! بس یہاں کچھ مسائل آن پڑے ہیں۔ امید ہے کہ ان چند دنوں میں وہ سب حل کر کے واپس آجاؤں گا۔" زیاد نے اسے تسلی دی۔

"پندرہ دن چند دن نہیں ہوتے مسٹر!" وہ ناراضی سے بولی۔

"جب چٹکی بجاتے گزر جائیں گے دیکھنا تب چند دن ہی لگیں گے۔" زیاد نے اسے چھیڑا۔

"سنو! مارک نے مجھے مسلم کمیونٹی سینٹر سے نکلتے دیکھ لیا تھا۔" کیتھی نے مدھم آواز میں کہا جو وہ بمشکل سمجھ پایا۔

"اوہ...... پھر......؟" زیاد پریشان ہوا تھا۔

"کچھ نہیں۔ اسے تو میں نے ڈاج دے ہی دیا تھا لیکن اب وہ یقیناً میرے گھر والوں کو میرے خلاف کرنے کی کوشش کرے گا۔ ڈیڈی پہلے ہی میرے پاس قرآن پاک دیکھ چکا ہے۔" کیتھی نے بتایا۔

"اپنا دھیان رکھو سویٹ ہارٹ! یہ کوئی چھوٹا معاملہ نہیں ہے۔ تم بڑے مصائب کا شکار ہو سکتی ہو۔"

"اب کشتی بیچ سمندر ڈال دی تو موجوں سے کیا ڈرنا۔" وہ ہنسی تھی۔
اس کی ہنسی کی جلترنگ نے زیاد کو مسحور کیا۔ کافی بات کرنے کے بعد وہ جب اپنے کمرے سے باہر آئی تو اس کا موڈ بہت فریش تھا۔ ڈینئل چھٹی پہ آیا ہوا تھا اور آج کیتھی کا اس کے ساتھ لانگ ڈرائیو اور چھوٹی موٹی پارٹی کا پروگرام تھا۔ وجہ...... ڈینئل کی تنخواہ میں اضافہ ہوتا تھا۔ وہ دونوں لانگ ڈرائیو پہ نکلے تو کیتھی کو احساس ہوا کہ ڈینئل بہت کم بات چیت کر رہا تھا۔
"کوئی پریشانی ہے کیا؟ میں بہت زیادہ خرچہ نہیں کرواؤں گی یقین رکھو۔" کیتھی نے اسے چھیڑا تھا۔ وہ بمشکل مسکرایا۔ یا شاید زبردستی۔ کیتھی کی بھائی کے ساتھ بے حد اچھی دوستی تھی وہ اس کے موڈ کے سارے رنگوں سے واقف تھی۔ ڈینئل کبھی لگی لپٹی رکھے بغیر صاف سیدھے مزاج کا بندہ تھا۔ لیکن آج جیسے کسی کشمکش کا شکار ہو۔
"تم لاسٹ ٹائم چرچ کب گئی تھیں؟" ڈینئل نے اس کے ہاتھ میں آئس کریم تھماتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھا تو کیتھی کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ اگر وہ پرانی کیتھ ہوتی تو تڑخ کر بھائی کو یاد دلاتی کہ مذہب اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ لیکن اب دل میں چور تھا تو رنگ بدل گیا۔
"کیوں۔ یہ سوال پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی تمہیں؟" کیتھی نے خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔
"میرے کسی دوست نے تمہیں مسلم کمیونٹی سینٹر سے نکلتے دیکھا ہے۔" ڈینئل اتنا کہہ کر چپ ہو گیا۔ جیسے چاہتا ہو کہ آگے کی تمام وضاحت کیتھی خود ہی کر دے۔ اور ادھر کیتھی لفظوں کے جوڑ توڑ میں مصروف تھی کہ کن الفاظ میں اپنی صفائی پیش کرے پھر یک دم اس کے ذہن کی گرہ کھلی۔
"یہ یقیناً تمہیں اس خبیث مارک نے بتایا ہوگا۔" وہ تنفر سے بولی۔ "میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ تمہارا کوئی بھی دوست اتنا فارغ نہیں ہے کہ میرے ویئر اباؤٹس کی خبریں تم تک پہنچاتا رہے۔" کیتھی نے تلخی سے کہا۔
"تو کیا اس نے جھوٹ بولا ہے؟" ڈینئل نے اس کی باتیں نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔
"سچ کہا بھی ہو تو کیا؟ ہمارے ملک ہمارے شہر میں کسی بھی جگہ جانے پر پابندی نہیں ہے۔ ہر جگہ ہماری گورنمنٹ کی ملکیت ہے۔" کیتھی نے لاپروائی کا تاثر دیا۔
"لیکن ہم مسلم کمیونٹی سینٹر نہیں جا سکتے کیتھ! تم جانتی ہو وہاں واعظ ہوتے ہیں مسلمانوں کی ذہن سازی ہوتی ہے۔"
"تو...... ؟ اپنا عقیدہ مضبوط ہونا چاہیے انسان کا بس۔" کیتھی نے اس کی بات ہنسی میں اڑائی۔
"خود کو امتحان میں مت ڈالو۔" ڈینئل نے اسے نصیحت کی۔
"میرا بھی تمہارے لیے یہی مشورہ ہے ڈیئر! خود کو مارک کے گھیرے اور اثر سے نکالو۔ یہ شخص کسی کا بھی دماغ خراب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔" کیتھی نے اسے جواباً نصیحت کی تھی ڈینئل نے اسے گھورا۔
"شٹ اپ۔ اور دھیان سے سنو۔ ان مسلمان دوستوں سے پیچھا چھڑاؤ اپنا۔ باقاعدگی کے ساتھ چرچ جایا کرو تاکہ اگر تمہارے ذہن میں کوئی ابہام ہیں تو وہ دور ہوں۔" ڈینئل نے سنجیدگی سے اسے ٹوکا۔
"ہم...... ٹھیک۔" بات جس رخ پہ جا رہی تھی، کیتھی جانتی تھی مزید بحث کیے بنا اچھی بچیوں کی طرح سر ہلا دیا۔ ڈینئل اس کی فرماں برداری پر بے ساختہ مسکرا دیا۔

☆☆☆

"میرب کا سیکنڈ برتھ ڈے پلان کر رہا ہوں میں، گھر میں ہی۔ میرب خوش ہو جائے گی۔" وہ حریم کو بتا رہا تھا۔ لیکن ان دنوں وہ اس قدر پژمردہ اور ڈیپریسڈ ہو رہی تھی کہ ٹھیک سے خوش بھی نہیں ہو پائی۔ بس غائب دماغی سے سر ہلا دیا۔ نہ کوئی خوشی نہ تبصرہ۔

''کوئی مسئلہ ہے کیا؟'' وہ زیرک نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔
''مسئلہ......؟'' حریم نے بے تاثر نظروں سے اسے دیکھا۔ ''زندگی تو خود ایک مسئلہ بن چکی ہے۔ اس میں مزید کیا مسئلے ہوں گے۔''
''تم مائرہ کو لے کر ان کمفر ٹیبل فیل کرتی ہو؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔ ایک دم حریم کے حواس الرٹ ہوئے۔
''میں......میں......؟ وہ کیوں بھلا؟'' وہ ہڑبڑائی۔
''یہ تو تم بتاؤ گی مجھے۔'' وہ آرام سے بولا۔
''مجھے کیا ضرورت ہے غیر اہم لوگوں کو اہمیت دینے کی۔ میں کیوں ان کمفر ٹیبل فیل کرنے لگی اس سے۔'' حریم نے تیکھے انداز میں بھنویں اچکائیں۔
''ویری گڈ۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم کسی سے بھی متاثر نہ ہو۔ میری بیوی ہو۔ میرب کی ماں ہو تم...... اور کوئی بھی اس مقام پر نہیں ہے۔'' وہ لیپ ٹاپ کھول کر اپنی ٹانگوں پہ رکھتے ہوئے دونوں تکیے اپنی کمر کے پیچھے رکھ رہا تھا۔ حریم نے اسے گھور کر دیکھا۔ (وہ کیا جتا رہا تھا؟)
''تم کسی کو بھی اس مقام پر فائز کر سکتے ہو میری طرف سے کھلی اجازت ہے۔'' حریم تنفر سے کہتے ہوئے سامنے کاؤچ پہ جا بیٹھی۔ وہ بے اختیار نظریں لیپ ٹاپ اسکرین سے ہٹا کر اسے تحیر سے دیکھنے لگا۔
''تم نے بھی مفاہمت، کمپرومائز جیسے الفاظ نہیں پڑھے کیا؟'' اس نے بہت تحمل سے پوچھا۔
''ہاہ! جس نے پڑھا ہو وہ بھی کمزور سے ہی ان جذبات کی توقع کرتا ہے۔ تم نے کیوں نہ کیا اپنی مجبوریوں سے کمپرومائز اور مفاہمت؟'' وہ چیخی۔
''تمہیں کیا معلوم حریم مصطفیٰ! میں نے بھی کون کون سے کمپرومائزز (سمجھوتے) کیے ہیں اپنی زندگی میں۔'' وہ پھیکا سا مسکرا دیا۔
''مجھے صرف اپنی زندگی کی پروا ہے۔'' حریم نے پاؤں کاؤچ پہ رکھتے ہوئے گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے اور آزردگی سے بولی۔
''مجھے صرف اپنی زندگی کو ٹھیک کرنا ہے۔ واپس اس مقام پہ لے جانا ہے جہاں میں اماں ابا کی بہت فرماں بردار بیٹی تھی۔ ان کی نظروں میں میرے لیے مان تھا نفرت نہیں۔'' حریم کے انداز میں اس قدر بے بسی و بے چارگی تھی کہ اسے ایک پل لگا سمجھنے میں کہ وہ ڈپریشن کی کس اسٹیج پہ کھڑی تھی۔ جہاں انسان خود کو بالکل تنہا سمجھ کر اپنی زندگی کو ''آسان ترین'' طریقے سے ''من پسند'' بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ لیپ ٹاپ بند کر کے بستر سے اتر کر حریم کی طرف آیا۔
''کیا کیا سوچتی رہتی ہو؟'' ہلکے پھلکے انداز میں پوچھتا وہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔
''بس یہی......کہ زندگی کو آسان کیسے بناؤں۔'' حریم نے سلگتی آنکھیں موند لی تھیں ماتھا گھٹنوں پہ ٹکا دیا۔
''مشکل چیزیں آسان بن سکتی ہیں اگر کوئی ساتھ دینے والا ہو۔'' وہ نرمی سے بولا۔ حریم نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔
''ہم مل کر میرب کا برتھ ڈے سیلیبریٹ کرتے ہیں۔ میرب سے بھی تو محبت ہے تمہیں۔ مجھ سے اس کا کیا رشتہ ہے وہ اگنور کر دو صرف یہ سوچو کہ تمہاری بیٹی ہے وہ۔'' اس نے حریم کے دل کو جیسے مٹھی میں بھینچ لیا تھا۔ اس کے آنسو بہہ نکلے۔
''تو پھر ٹھیک ہے۔ دو چار ہی دن باقی ہیں، تیاری کر لو۔ میرب بھی خوش ہو جائے گی۔'' وہ اس کا سر تھپتھپا کر بولا تھا۔

☆☆☆

''تم کون سی تیاریوں میں مصروف ہوا شو پڑ؟'' رابعہ نے ابھی شاپنگ کر کے لوٹتی بیٹی کو گھر کا تھا۔

''مام پلیز! موڈ خراب مت کیجیے گا لیکچر سنا کر۔ آپ کو اچھی طرح پتا ہے میرب کا برتھ ڈے انوی ٹیشن آیا ہوا ہے۔'' مائرہ بدمزہ ہوئی۔

''ایک تو تم اور دوسری تمہاری پھپھی۔ دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے اس عورت نے بلکہ ہماری زندگیاں بھی۔'' رابعہ اس پہ چلائی تھیں۔

''اب دیکھیے گا، سارے بدلے ایک ہی بار چکا دوں گی میں۔ آپ فکر نہ کریں۔'' مائرہ نے چمکتی آنکھوں کے ساتھ کہا۔

''بکو مت۔ اور سیدھے سیدھے آنے والے پروپوزلز میں سے کسی ایک کو سلیکٹ کر کے عزت سے اپنا گھر بساؤ۔'' رابعہ کو اس کی دماغی کجی سے خلجان ہونے لگا۔

''گھر ہی بساؤں گی... آپ فکر مت کریں... لیکن اپنی پسند سے۔''

''بس کر دو۔ اللہ کا واسطہ ہے۔ ضرور اسے طلاق دلوا کر سوتن کی بیٹی پالنی ہے تم نے؟ ایسا ہی تھا تو پہلے ہی ہمت کر لیتیں۔'' رابعہ نے اس کے آگے عاجز آ کر ہاتھ جوڑے۔

''اللہ کے لیے، بس کر دیں یہ میلوڈرامہ۔ اف مجھے سمجھانے کے بجائے اگر آپ خود کو سمجھا لیں تو بہتر ہو گا مما! یہ میری زندگی ہے اور اس کا ہر فیصلہ میں خود کروں گی۔'' وہ اپنے شاپنگ بیگز اٹھائی اندر چلی گئی رابعہ سر تھام کر رہ گئیں۔

☆☆☆

رنگ ریز میرے
اور رنگ ریز میرے
کون سے پانی میں تو نے
کیسا رنگ ڈالا؟
کہ......
مو پہ رنگ ڈالا!

وہ میرب کو تیار کر کے نزہت کے حوالے کر کے آئی تو پرسکون تھی۔ اب بس مائرہ کی فیملی کے آنے تک حریم نے خود تیار ہونا تھا وہ اپنی جھونک میں کمرے میں داخل ہوئی تھی ساتھ ہی اسے لگا خوشبوؤں سے گھرے پہاڑ سے ٹکرا گئی ہو۔ چاند تارے سب ہی چکرا کے نظر آ گئے۔

''اوہو! سنبھل کے بھئی۔'' اس نے حریم کو نرمی سے سنبھال کر کھڑا کیا تھا۔

''آر یو اوکے؟'' وہ متفکر سا اسے پیشانی تھامے دیکھ رہا تھا۔

''اففف۔ دیکھ کر تو چلیے کم از کم۔'' حریم کی ناک پہ بھی چوٹ آئی تھی سو آنکھوں میں پانی بھر آیا۔

''سوری۔'' وہ انگشت شہادت سے اس کی سرخ ہوتی ناک نرمی سے سہلا کر مسکراتے ہوئے بولا۔ حریم کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی۔

''جلدی سے تیار ہو کر آ جاؤ۔ مہمان آ چکے ہیں تقریباً۔'' اس کے انداز پر مسکراہٹ دباتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ ماموں کی فیملی کے علاوہ چند بہت قریبی اقارب کو انوائٹ کیا گیا تھا اس برتھ ڈے پلس فیملی ڈنر میں۔ اس کے جاتے کے بعد حریم نے بے اختیار ہی اپنی ناک کو ہاتھ سے چھوا تھا۔ پھر جھرجھری لے کر جیسے حواس میں

لوٹی۔

''استغفراللہ۔''

وہ تیزی سے آگے بڑھ کر تقریب میں پہننے کے لیے جوڑا نکالنے لگی جو کل اس کے شوہر کی مہربانی کی بدولت آج اس کی وارڈروب میں باقی نئے جوڑوں کے ساتھ بڑی شان سے لٹک رہا تھا۔

وہ کپڑے بدل کر جلدی سے پیر جوتوں میں پھنساتی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ خیال یہی تھا کہ الٹے سیدھے بال بنا کے کیچر لگا کر جلدی سے جا کر تقریب میں شامل ہو جائے۔ مگر آئینے میں خود کو پہلی ہی نظر میں دیکھ کر وہ خود ہی مسمرائزسی ہو گئی کامدانی میرون کلر کا لباس اس کی شفاف رنگت پر کھل اٹھا تھا۔

''تو ایسے لگتے ہیں امیر لوگ۔'' اس نے مغموم انداز میں مسکراتے ہوئے برش اٹھا کر اپنے سیاہ سلکی بالوں کو سیدھا کیا تھا۔ سامنے رکھا گولڈن باکس اٹھا کر حریم نے کھولا۔ یہ آج ہی وہ دے کر گیا تھا۔

''فیملی کے لوگ ہوں گے تو میں چاہتا ہوں کہ تم اس گھر میں اپنی حیثیت کے مطابق تیار ہو۔''

اس وقت اس کے الفاظ سن کر حریم تپ گئی تھی لیکن اب اس نے چپ چاپ گولڈ اور ڈائمنڈ سے سجے خوب صورت آویزے کانوں میں ڈالے اور ڈائمنڈ سے سجا گولڈ کی چین والا پینڈنٹ شفاف گردن کی شان بڑھانے لگا۔ اس نے بالوں کو سمیٹ کر سوئس رول بنایا اور حسب عادت کیچر میں مقید کر دیا آنکھوں میں کاجل کی لائنیں کھینچیں لپ اسٹک اٹھائی۔ لیکن پھر واپس رکھ دی۔

''میں کیوں اسے یہ طمانیت دوں کہ میں یہاں ایک مطمئن زندگی گزار رہی ہوں۔''

ضدی سی سوچ کا دماغ سے گزر ہوا تو اس کا دل چاہا جیولری بھی اتار دے اور ماسی شکل بنا کر مہمانوں کے بیچ پہنچ جائے اور یہ سوچ اس قدر شدید تھی کہ حریم خود اپنی کیفیت سے گھبرا سی گئی۔ دروازہ کھٹکھٹا وہ اندر آیا تھا۔

''مہمان آچکے ہیں حریم!'' وہ کہتے ہوئے اس کی طرف آیا اور پھر لحہ بھر چپ رہ گیا۔ حریم چونک کر ڈریسنگ ٹیبل کی چیزیں سیٹ کرتی درحقیقت اپنے اندرونی خلفشار کو دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''نائس۔'' وہ دو قدم مزید آگے بڑھا تو حریم نے اپنی پشت پر اس کے مدھم سے تعریفی الفاظ سنے اس نے بے ساختہ چہرہ اٹھا کر آئینے میں دیکھا۔ وہ اس کے دائیں جانب کھڑا آئینے میں ہی اسے دیکھ رہا تھا۔

''یو آر لکنگ بیوٹی فل۔'' وہ مسکرا رہا تھا۔ کھلے ماحول کا پروردہ۔ ان کے لیے کسی کی تعریف کرنا عام سی بات تھی۔ لیکن حریم کے تو تمام مساموں سے پسینہ نکلنے لگا۔ یہ کسی مرد کی جانب سے اس کی زندگی کی پہلی تعریف تھی۔

حریم نے جلدی سے پلٹ کر بیڈ سائڈ سے اپنا دوپٹہ اٹھا کر شانوں پر ڈالا تھا۔

''میں آہی رہی تھی۔'' بالوں کی لٹ کو نروس انداز میں کان کے پیچھے اڑستی وہ صفائی پیش کرتے ہوئے بولی۔

''بس...... یہ تیاری مکمل ہے؟ مطلب...... نو میک اپ لک؟'' وہ تھوڑا پیچھے ہٹ کر سرتاپا اسے دیکھتے ہوئے ہنس دیا۔ حریم کا اعتماد لوٹنے لگا۔

''بس...... اتنا ہی کافی ہے۔''

''چلیں پھر......'' اس نے بازو آگے پھیلا کر اسے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔

''تم جاؤ، میں آجاتی ہوں۔'' حریم جز بز ہوئی۔

''ہر کام میں ضد نہیں لگایا کرتے مسز! کچھ لوگوں کی رائے توڑنے کے لیے بہت سے ان چاہے اقدام بھی کرنے پڑتے ہیں۔'' وہ سنجیدگی سے بولا تو حریم چپ چاپ اس کے ساتھ چل دی۔

ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی سب کی نظریں جیسے ان کے خوب صورت کپل پہ گڑ گئیں، وہیں مائرہ

سرتاپا سلگی تھی۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ کوئی منتر پڑھ کر حریم کو اس کے پہلو سے غائب ہی کر دے۔ نزہت کو بھی اپنے بیٹے کے ساتھ اتنے اعتماد اور دعوے کے ساتھ حریم کا آنا بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ مگر وہ جانتی تھیں کہ فی الحال بازی ان کے ہاتھ میں نہیں تھی۔

☆☆☆

مہمانوں کو ڈنر سرو کرنے کے بعد میرب کو ڈھونڈتی حریم اپنے کمرے تک آئی۔ کیک کاٹنے اور گفٹ لے کر خوش ہونے کے بعد وہ تھوڑی ہی دیر کھیلی تھی۔ حریم نے اسے زبردستی تھوڑا کھانا اور کچھ کیک کھلایا اس کے بعد وہ نیند سے بوجھل آنکھیں مسلنے لگی۔

"میرے خیال میں اسے نیند آرہی ہے۔" وہ حریم کے پاس آکھڑا ہوا جو اپنے قیمتی جوڑے کی پروا کیے بنا منہ بسورتی میرب کو شانے سے لگائے تھپک رہی تھی جو اس کے لیے بہت سکون آور منظر تھا۔ ان کی کلاس میں ایسے ہر فنکشن میں بچے کام والیوں کے سپرد ہوتے تھے اور مائیں قیمتی کپڑوں اور زیورات کی نمائش میں مصروف۔

وہ بہت دلچسپی سے میرب کے لیے حریم کی فکر اور پیار دیکھ رہا تھا۔

"ہاں۔ میرا خیال ہے میرب تھک گئی ہے بہت، میں اسے سلا دوں۔ کھانا آ کے سرو کرتی ہوں ابھی آدھا گھنٹہ باقی ہے۔"

حریم نے پریشان حال ماں کی طرح فکرمندی سے کہا تو وہ عجیب سے احساس میں گھرا اسے میرب کو لے کر جاتے دیکھتا رہا۔

میرب کو سلا کر حریم نے جلدی سے ثریا اور نسرین کے ساتھ مل کر ڈنر سرو کیا۔ تو اس نے میرب کو کچن کی طرف آتے دیکھا۔

"اففف...... یہ جاگ گئی۔ اتنی جلدی۔" اس نے جلدی سے میرب کو پیالے میں اسپگیٹی ڈال کر ٹی وی کے سامنے بٹھایا اور باقی کا کام نمٹانے لگی۔ اور اب جب کاموں سے فارغ ہو کر دیکھا تو میرب کہیں بھی نظر نہیں آئی۔ اس نے ڈرائنگ، ڈائننگ چھان مارا کہ شاید مہمانوں کے بیچ جا بیٹھی ہو لیکن وہ مہمانوں کے بیچ تو کیا بیڈروم میں بھی نہ ملی۔ حواس کو قابو میں رکھتے ہوئے حریم نے نزہت کے بیڈروم میں بھی جھانک لیا۔ یا اللہ! اس کا دماغ چکرا گیا۔ کہاں گئی؟

وہ کچھ خیال آنے پر تیزی سے لان کی طرف بڑھی تو کوریڈور سے مڑتے مائرہ سے ٹکرا گئی۔

"وہ...... ہم...... میں واش روم جا رہی تھی۔" مائرہ گڑبڑائی۔

لیکن حریم کے اعصاب میرب کے رونے کی آواز سن کر تن سے گئے۔ وہ مائرہ کی بات ان سنی کرتی میرب کو آوازیں دیتی، اندھیرے لان کی طرف تیزی سے دوڑی۔ میرب کے اونچی آواز میں بلک کر رونے کی آواز قریب تھی۔ حریم نے جھپٹ کر اسے خود سے لپٹا لیا۔

"اوہ میری جان! تم یہاں کیسے آگئیں۔" اس نے بے تحاشا روتی ہوئی میرب کو سینے سے لگاتے ہوئے یہی سمجھا کہ وہ اندھیرے سے ڈر گئی ہے۔ اس نے جھک کر اس کے رخسار چومے...... تو میرب کا بے تحاشا رونا اور ہاتھوں پہ چپچپاہٹ کا عجیب خوف زدہ کر دینے والا احساس اسے سن کر گیا۔ اسی وقت لان کی تمام لائٹس کسی نے آن کر دیں تو میرب کا چہرہ اور کپڑے خون سے بھیگے ہوئے تھے۔ اس نے بے ساختہ خوف زدہ سی چیخ کے ساتھ میرب کو خود سے دور کیا تھا۔

باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ

عفت سحر طاہر

رنگ دے چنریے

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

نرمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

نرمین کی نبیلی نکل کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔

نرمین اپنی دوست صوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ ـــ سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا اسے جانے کی اجازت

www.pklibrary.com

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔

زرمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ تھیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ نجل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔
راستے میں نجل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زرمین کی دوستی کرا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زرمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ کمنی الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں نجل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ زرمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کے ویسے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکنڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

نجل زرمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آ جاتی ہے زرمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زرمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زرمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

زرمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زرمین، نجل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زرمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زرمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

زرمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زرمین کو فون کرتی ہے، فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر نجل کے نمبر پہ کال کرتی ہے۔ اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھرنے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

زرمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی، زرمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو زرمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔

نزہت گھر واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔

حریم عباد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آ جاتی ہے عباد اسے دھمکاتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ زرمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مارک ڈینکیل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ زرمین گھر میں نہیں ہوتی۔

حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔

عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد زرمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد زرمین کو باپ کی بات یاد آتی ہے کہ دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔

عباد زرمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آ جاتی ہے۔ عبد کی پرکھ کہ وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھپھو تاریخ لینے آ جاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر زرمین شادی کی ہامی بھر لیتی

www.pklibrary.com

ہے۔ نصرت پھپھو اور زلفی خوش ہو جاتے ہیں۔ کجل فون کر کے زمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پروپوز کرتا ہے۔ زمین خوشی خوشی گھر آتی ہے۔

رات میں حریم نریم سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کر لو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کر لوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عباد وسیم نے اسے پروپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہو کر گر پڑتی ہیں۔

تیرہویں قسط

لان اب روشنی سے بھر گیا تھا۔

حریم نے دہشت اور خوف کا شکار ہو کر پہلے ردعمل کے طور پر بے اختیار ہلکی سی چیخ کے ساتھ میرب کو پیچھے دھکیلا۔

پھر پھٹی نگاہوں سے میرب کے ہونٹوں اور ٹھوڑی سے ٹپکتے خون کو دیکھا تو تڑپ کر اسے بانہوں میں بھرنا چاہا اسی اثنا میں وہ تیزی سے آگے آیا تھا۔

"اووہ......مائے......گاڈ......" اس کے اعصاب جھنجھنا اٹھے، صدمے سے کہتے ہوئے اس نے حریم سے پہلے لپک کر میرب کو اٹھالیا جو زاروقطار روئے چلی جارہی تھی۔

"کیا ہوا ہے میرب کو؟" نزہت نے پریشان ہو کر پوچھا جو ابھی مائرہ کے ساتھ آئی تھیں۔

"مم......ممانے......ممانے......مارا۔"

میرب زاروقطار روتی اور ہچکیاں بھرتی اٹھانے والے کے شانے میں خون آلود چہرہ چھپاتے ہوئے شاید درد، خوف اور دہشت سے کانپ رہی تھی۔ حریم جو پہلے ہی اس قدر دل خراش واقعہ پر تھرا کر رہ گئی تھی، میرب کی بات سن کر اس کے اعصاب چٹخے اس نے وحشت و بے یقینی سے میرب کی طرف دیکھا تو نگاہ اس کی شعلے اگلتی آنکھوں سے مل گئی۔

"تم......دور رہو......" کچھ کہنے کو کھلتے لبوں کو سختی سے بھینچتا تمام کڑواہٹ اندر اتارتا میرب کو شانے سے لگائے وہ تیزی سے پورچ کی طرف بڑھا اس وقت میرب کو ہسپتال لے کر جانا سب سے اہم تھا۔ حریم لان کی سرد نم گھاس پہ بیٹھی رہ گئی۔

نزہت زہر آلود نگاہ اس پر ڈالتی مائرہ کے ساتھ اندر مہمانوں کے پاس چلی گئیں۔ ابھی فی الحال اندر کسی کو اس واقعہ کی خبر نہیں ہوئی تھی ورنہ تو تماشا لگنے میں کوئی کسر نہ رہ جاتی۔

حریم کو اپنا دل اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میرب لان کی طرف آئی کیسے......اندھیرے میں وہ ویسے ہی باہر نکلنے سے ڈرتی تھی اور بالفرض باہر نکل ہی آئی تھی تو لان کے اس طرف اکیلی کیسے چلی آئی اور اتنے زور سے کیسے گری کہ زخمی ہی ہو گئی۔ حریم کا سوچ سوچ کر دماغ سن ہونے لگا۔ تو وہ بدقت تمام اٹھ کھڑی ہوئی۔

☆☆☆

وہ ساکت و جامد سی لاؤنج میں بیٹھی میرب کے اس قدر عجیب و غریب بلکہ خوف زدہ کر دینے والے رویے کے بارے سوچنا چاہ رہی تھی لیکن دکھتا ہوا دماغ کسی بھی سوچ پہ مرتکز نہیں ہو پا رہا تھا۔ مہمان ڈنر کے بعد جاچکے تھے۔ خدا جانے نزہت نے ان سب کو کیا بتایا، حریم سیدھی کمرے میں چلی گئی کپڑے تبدیل کیے۔ مہمانوں کی گاڑیوں کے جانے کی آواز پہ وہ باہر نکلی تو مسلسل آنسو بہاتی میرب کے لیے دعاوں میں مشغول تھی۔

www.pklibrary.com

نزہت آکر اس کے سامنے والے صوفے پہ بیٹھیں تو وہ خالی نظروں سے انہیں دیکھے گئی۔

''بہت خوب...... اچھا کھیل کھیل رہی ہو۔'' وہ استہزاء سے بولیں۔

''میں نے کچھ نہیں کیا...... یقین کریں...... میں تو ڈنر سرو کررہی تھی۔ مجھے نہیں معلوم میرب کب لان میں گئی۔'' اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے حریم کی آواز بھرا گئی۔

''جھوٹ مت بولو۔ ہم یہاں بے وقوف نہیں بیٹھے ہوئے۔ مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ تم بدلہ کس بات کا لے رہی ہو اس معصوم سے۔'' نزہت نے گویا اس کی بات سنی ہی نہ تھی، تیز لہجے میں بولیں۔ وہ ہراساں ہونے لگی۔

''میری بھانجی ہے وہ۔ میں کیوں اس سے کوئی بدلہ لوں گی۔ مجھے جان سے پیاری ہے وہ۔'' حریم کی آنکھوں سے آنسو ٹپکے۔

''یہ مگرمچھ کے آنسو اپنے شوہر کو دکھانا۔ فریفتہ ہے تم پر...... یقین بھی کرلے گا۔ میں ان ہتھکنڈوں میں نہیں آنے والی۔'' وہ نخوت سے بولیں۔

''آپ جانتی ہیں میں میرو کا کتنا خیال رکھتی ہوں آنٹی! میں بے گناہ ہوں۔'' وہ تڑپی۔

''تو پھر میرب پاگل ہے؟ اسے دکھائی نہیں دیتا کہ کون مار رہا ہے اسے۔'' وہ تڑخ کر بولیں۔

''یہی تو سمجھ میں نہیں آتا مجھے۔'' حریم پھپھک کر رو دی۔ نزہت اٹھ کھڑی ہوئیں اور ایک سنگدلانہ سی سرد نگاہ حریم پہ ڈال کر بولیں۔

''لیکن میں اچھی طرح سمجھ رہی ہے کہ تمہارا مزید میرب کے پاس رہنا اس کی زندگی کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہوگا۔'' ان کی بات نے حریم کو گنگ کر دیا تھا۔ وہ ان کا مطلب سمجھ کر تیزی سے اٹھی۔

''نہیں...... آنٹی پلیز۔'' وہ برافروختہ تھی۔ نزہت بے اعتنائی سے اسے دیکھتی ہوئی وہاں سے چلی گئیں۔ اس واقعہ نے انہیں موقع دے دیا تھا کہ حریم کو گھر سے نکلوا سکیں۔ وہ گرنے کے سے انداز میں صوفے پر بیٹھی اور ہاتھوں میں منہ چھپا کے آنسو بہانے لگی۔

''دیکھ لیا۔ اپنے بیٹے کی بے جا جذباتیت کا نتیجہ...... اس وقت اگر آپ میرا ساتھ دیتے تو دو گھریوں تباہ نہ ہوتے۔''

نزہت کمرے میں آتے ہی وسیم صاحب سے الجھنے لگیں۔ وہ خود حریم کی اس ظالمانہ حرکت پر مشتعل تھے لیکن چاہتے تھے کہ بیٹا سب کچھ دیکھ کر خود فیصلہ کرے کہ اس کی آئندہ زندگی میں حریم کی گنجائش ہے یا نہیں۔

''نزی پلیز...... میرا سر پہلے ہی دکھ رہا ہے میں مزید کوئی ڈرامہ نہیں چاہتا۔'' وسیم صاحب نے مدافعانہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر قطعیت سے کہا۔ ''اس نے اپنی زندگی بگاڑی ہے تو اس میں اتنی صلاحیت ہونی چاہیے کہ اسے سنوار بھی سکے۔ لائٹ آف کردو اور سو جاؤ تم بھی۔''

''اسے آتو لینے دیں۔ اللہ جانے بچی کا کیا حال ہے۔'' نزہت ان کے غیر جذباتی انداز پہ جزبز ہوئیں۔

''کال کی تھی میں نے۔ میرب ٹھیک ہے۔ ابھی آنے والے ہی ہوں گے۔'' وسیم صاحب نے کمبل اوڑھتے ہوئے بتایا اور آنکھیں موندلیں تو وہ گہری سانس بھر کے رہ گئیں۔

☆☆☆

وہ میرب کو لے کر بیڈروم میں داخل ہوا تو حریم تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھی جبکہ حریم کو اٹھتے دیکھ کر اس نے

www.pklibrary.com

سرد تاثرات کے ساتھ وہیں سے ہاتھ اٹھا کر حریم کو روک دیا۔ یہ گویا خاموش اشارہ تھا کہ اسے میرب کے پاس آنے کی اجازت نہیں۔ حریم اندر ہی اندر کلس کر رہ گئی۔ وہ سوئی ہوئی میرب کو بیڈ پہ لٹا کر کمبل اوڑھاتے ہوئے حریم کی طرف پلٹا تو بال پیشانی پہ بکھرے ہوئے تھے۔ شرٹ مسکی ہوئی اور شانے پر میرب کے سوکھے ہوئے خون کے گہرے نشان۔

''کیسے...... کہاں چوٹ لگی۔ ڈاکٹر نے کیا کہا ہے؟'' حریم کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ وہ وحشت زدہ سا اسے دیکھنے لگا۔ پھر دانت پیس کر آواز کو بھینچتے ہوئے بولا۔

''یہ تو تم مجھے بتاؤ گی۔ کیوں میری بیٹی کی جان کی دشمن بنی ہوئی ہو؟'' حریم بے اختیار لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹی اس کا چہرہ فق پڑ گیا تھا۔

''تم...... میں......؟''

''ہاں...... تم......'' وہ جبڑے بھینچتا سرخ ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس کی طرف بڑھا۔

''تم بتاؤ۔ کیا کیا ہے تم نے میرب کے ساتھ...... کیوں...... کیوں حریم؟'' اس نے حریم کو شانوں سے پکڑ کر جھنجوڑا تو وہ اس کی بے دردانہ گرفت میں خالی الذہنی کیفیت میں جھولتی ہوئی اسے بے یقینی سے دیکھنے لگی۔

''میرے ساتھ دشمنی ہے نا تمہاری؟ تو مجھے مار دو...... زہر دے دو...... شوٹ کر دو...... لیکن اس معصوم کو بخش دو۔'' اس نے آگ اگلتے لہجے میں کہہ کر ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا تو وہ دیوار سے جا ٹکرائی۔

''تم...... دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟'' حریم ہوش میں آئی تھی تڑپ کر بولی۔

''اب ہی تو ہوش آیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ کسی بڑے نقصان سے پہلے تم میرب سے دور چلی جاؤ۔'' شعلہ بار نظروں سے دیکھتا وہ حریم کو بے حد ظالم لگا وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی پھر جیسے اس کا دماغ الٹ گیا۔

''تم...... تمہارا ہر فیصلہ یک طرفہ ہوتا ہے۔ تین زندگیاں...... اور فیصلہ صرف ایک...... مسٹر سیٹھی کا کیونکہ تمہارے پاس نام ہے، پیسہ ہے، تمہیں ہر بات کی اجازت ہے۔ دوسروں پہ اپنے فیصلے مسلط کرنے کی، دوسروں کی زندگی کے ساتھ کھیلنے کی۔ میرا کوئی ٹھکانا چھوڑا ہے تم نے جہاں میں واپس جا سکوں؟'' غصے اور صدمے سے چلاتے ہوئے حریم کا سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگا تو وہ اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتا سائڈ ٹیبل کی دراز سے سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹر لیے بالکونی میں نکل گیا۔ سخت سردی میں بھی سینے میں بھرتی کثافت سانس لینا مشکل کر رہی تھی۔ سرد ہوا میں گہری سانسیں بھرتے اس نے جیسے خود کو معتدل کرنے کی کوشش کی پھر سگریٹ لبوں میں دبا کر اسے لائٹر سے آگ دکھانے لگا۔ اس نے حریم کو بالکنی میں آتے محسوس کیا تھا لیکن وہ اسے نظر انداز کیے نیچے لان کے اندھیرے میں جھانکتے ہوئے سگریٹ کا دھواں اڑاتا رہا۔

''تم نے یہ کیوں کہا کہ میرب کو میں نے مارا ہے؟'' حریم کی آواز صدمے اور سردی سے کپکپا رہی تھی۔ اس نے سویٹر نہیں پہنا تھا ہاں پارٹی والا لباس ضرور تبدیل کر لیا تھا جس کی شال اوڑھے ہوئے بھی وہ ٹھنڈ سے کانپ رہی تھی۔

''کیونکہ تم نے ہی اسے مارا ہے...... اور یہ بات میرب بتا چکی ہے۔'' وہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولا۔ ''فار گاڈ سیک حریم! ڈرامہ بازی مت کرو میرے ساتھ۔'' تیز لہجے میں کہتے ہوئے آخر میں وہ کرخت ہوا تھا۔ اتنے عرصے تک حریم نے ہر معاملے پر اس کا اتنا نرم لہجہ اور انداز دیکھا تھا کہ اب اس کے انداز پہ اعصاب ٹھٹھر سے گئے۔ اس نے محض نفی میں سر ہلایا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

www.pklibrary.com

''پروناٹ مت۔ آئی ہیٹ یور ٹیئرز (مجھے تمہارے آنسوؤں سے نفرت ہے)۔'' اس نے سگریٹ تھامے ہاتھ اٹھا کر کرختگی سے اسے تنبیہ کی اور سگریٹ کو جوتے تلے مسل ڈالا۔

''میں جھوٹ کیوں بولوں گی۔ میرب میری جان ہے۔ میں اس کے ساتھ......''

''شٹ اپ۔'' وہ بھڑک اٹھا۔ ''یہ جھوٹ کی دوکان کہیں اور جا کر سجاؤ۔ یہ پہلی بار نہیں ہے۔ ہر بار وہ تمہارا نام لیتی ہے۔''

''میں اسے پیار کرتی ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ عادتاً میرا نام لیتی ہو۔'' حریم اس کی سوچ کا انداز بدلنے کے لیے آنکھیں رگڑ کر اس سے پر لہجے میں بولی۔

''وہ ڈاکٹرز کے سامنے بھی روتے ہوئے یہی کہتی رہی ہے حریم! میں تو شرم کے مارے سر نہیں اٹھا پایا۔ اتنی ظالم ماں؟'' وہ صدمے سے پردیسی آواز میں بولا تو حریم کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

''لیکن میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ میں تو کبھی اسے پھولوں کی چھڑی سے بھی نہ چھوؤں۔ اتنی قیمتی ہے وہ میرے لیے۔''

حریم کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

''وہ صرف تمہاری ہی نہیں میرے لیے بھی نشانی ہے۔ میری ماں جائی کی نشانی...... مجھے نہیں پتا یہ سب کیا ہو رہا ہے لیکن میرا یقین کرو یہ سب میں نہیں کر رہی۔'' وہ تھک کر چپ ہو گئی۔ جیسے اپنے حق میں تمام دلائل دے چکی ہو اور اب کچھ بھی کہنے کو باقی نہ رہا ہو۔

''تمہیں صرف یہ ڈر ہے کہ میں نے تمہیں اس گھر سے نکال دیا تو تم کہاں جاؤ گی۔'' کتنی ہی دیر کے بعد اس نے جو نکتہ اس کی ساری گفتگو میں سے اٹھایا اس نے حریم کو صدمے کا شکار کیا۔

''میں میرب سے دور نہیں جانا چاہتی۔'' حریم نے بدقت تمام تصحیح کی لیکن وہ اس کی بات کاٹ کر کرختگی سے بولا۔

''تم اب بھی میرب کے پاس بھی نہیں جاؤ گی ورنہ میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گا تمہیں اس گھر سے باہر نکالنے میں۔ میری نرمی کا بے جا فائدہ مت اٹھاؤ حریم مصطفیٰ! میں اتنا بھی اچھا آدمی نہیں ہوں۔''

''ایسا مت کرو۔ میں اس سے دور کیسے رہ سکتی ہوں۔'' وہ گھگھیائی۔

''تو پھر اس گھر سے چلی جاؤ۔'' وہ بھڑکا تو اس کی بات سن کر حریم اونچی آواز میں رونے لگی اس نے مٹھیاں بھینچے دانتوں پہ دانت جمائے جیسے خود پہ ضبط پانے کی کوشش کر رہا ہو۔

''لیکن اگر یہاں رہنا ہے تو میں تمہیں میرب کے قریب بھی نہ دیکھوں۔ ابھی میرے ذہن کو پرسکون ہونے دو۔ میں صحیح، غلط کچھ سوچ نہیں پا رہا۔ جاؤ یہاں سے۔ کہیں میں کوئی انتہائی فیصلہ نہ کر بیٹھوں۔'' وہ انتہائی سرد و بے مہر لہجے میں بولا تو حریم خائف سی ہو کر کمرے میں چلی گئی۔

وہ دکھ کے گہرے حصار میں گھرا کھڑا کتنی ہی دیر حریم کو پھر سے بے اختیار رو دیے جانے والے موقع کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے سوچتا رہا۔ بری طرح گرنے کی وجہ سے میرب کی تھوڑی پہ گہرا کٹ آیا جس کی وجہ سے تھوڑی پہ دو ٹانکے لگے تھے اور اوپر کا دانت نچلے ہونٹ میں کھبنے کی وجہ سے ہونٹ بھی زخمی تھا۔ درحقیقت میرب کی حالت ایسی نہ تھی کہ حریم کے ساتھ کوئی ہمدردی برتی جاتی یا نرمی کا سلوک کیا جاتا۔ لیکن نہ جانے کیا بات تھی کہ وہ انتہائی فیصلہ نہیں کر پایا۔ شاید وہ اس کے ساتھ جو کچھ کر چکا تھا اس وجہ سے؟ وہ سر جھٹک کر پیکٹ سے نیا سگریٹ نکال کر سلگانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ بیڈ پر میرب سے کچھ فاصلے پر بیٹھی اسے دیکھ کر بے آواز آنسو

www.pklibrary.com

بہانے میں مشغول تھی۔ اس کی رگ و پے میں تیزاب سا دوڑ گیا اس نے لپک کر حریم کو بازو سے تھام کر میرب کے پاس سے اٹھایا تھا۔

"میں نے تم سے کہا تھا اب تم اس کے پاس نہیں آؤ گی۔" وہ اس کے کان کے پاس مدھم آواز میں پھنکارا تھا۔ حریم کا حلق خشک ہوا۔ وہ اسے یونہی بازو سے جکڑے تقریباً کھینچ کر کمرے کی سائڈ پہ لایا اور اسے کاؤچ پر دھکیل دیا۔

"آج تم یہاں سوؤ گی...... اور کل سے گھر میں کہیں بھی اپنا روم سیٹ کروالو۔ لیکن میری بیٹی سے دور۔ ورنہ اس کے بعد جو ہوگا اس کی ذمہ دار صرف اور صرف تم ہوگی۔" وہ جلا دبنا ہوا تھا انگلی اٹھا کر وارننگ دیتا واپس پلٹ گیا تو کتنے ہی آنسو حریم کی آنکھوں سے ٹوٹ کر گرنے لگے۔

☆☆☆

نرمین کے جانے کے بعد اماں گھٹ گھٹ کر کتنی ہی دیر روتی رہیں۔

"اتنا دکھ ہو رہا ہے تو نکالا کیوں اسے اماں! دو گھڑی بیٹھ کے جی بھر کے اسے دیکھ لیتیں باتیں کر لیتیں۔ پھر جانے کبھی ملنا ہو پانہ ہو۔" حریم نے آزردگی سے کہا تو اماں نے گریہ سے لال آنکھوں سے اسے دیکھا اور نکر نے والے لہجے میں بولیں۔

"مجھے بھلا اس کے لیے کیوں رونا آئے گا۔ دیکھا نہیں تھپڑ بھی مارا اسے اور گھر سے بھی نکالا ہے۔ تمہارے ابا سے کیا وعدہ نبھایا ہے میں نے۔"

"وہ اپنے گھر میں خوش ہے اماں! کیا یہ سوچ کر ہم لوگ خوش نہیں رہ سکتے؟" حریم نے ان کی سوچ بدلنے کی سعی کی۔ لیکن ان پڑھ والدین نے اولاد کو پڑھا لکھا کر بھی اپنے اعتقادات نہیں بدلے تھے۔ اول برادری خاندان...... بعد میں اپنی ذات۔

"جن کی بیٹیاں گھر سے بھاگ کے شادی کریں ان پر تمام عمر کا سوگ واجب ہو جایا کرتا ہے حری! والدین کی عزت کی خاطر اولاد کا اپنی خواہشات دبا لینا اولاد کے لیے باعث ثواب ہوتا ہے۔" ان کی ان پڑھ اماں بھی کبھار فلاسفر بھی بن جایا کرتی تھی۔ اب وہ فلسفہ غلط ہو یا سچ...... اس پہ کوئی اعتراض نہیں اٹھا سکتا تھا۔

"اماں! ایک بات پوچھوں؟" ان کا سر دباتے ہوئے حریم نے جھجک کر پوچھا۔

"ہمم۔"

"آپ کو...... ذلفی بہت پسند تھا نرمین کے لیے؟ مطلب...... اس کے جوڑ کا لگتا تھا؟" حریم نے اٹک کر پوچھا۔ اماں نے آنکھیں کھول کر گہری نگاہ اس پہ ڈالی تو حریم پسینہ پسینہ ہوئی۔

"ماں باپ کی زبان بیٹیوں کے لیے جان سے زیادہ پیاری ہونی چاہیے حری! اس کمبخت سے ایک دل نہ مارا گیا۔"

(دل مارنے کے لیے پہلے خود مرنا پڑتا ہے ماں) حریم کا دل کرلایا۔ مگر وہ خاموشی سے ان کا سر دباتی رہی۔

"ہم نے تم لوگوں کو پڑھایا لکھایا اس لیے ہے تاکہ اپنا اچھا برا جان سکو۔ زمانے کے ساتھ چل سکو۔ اس لیے نہیں کہ اپنی من مرضی پہ اتر آؤ۔ تم بھی حری! دھیان رکھنا۔ تم نے دھوکا دیا تو تمہارا باپ ڈھے جائے گا اور ماں جیتے جی مر جائے گی۔" اماں کی بات پر وہ جھرجھری لے کر ان سے لپٹ گئی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اس روز اماں کے منہ سے نکلے الفاظ آنے والے وقت میں سچ ثابت ہو جائیں گے۔

"ایسے مت کہیں اماں!...... بس آپ میتو کو معاف کر دیں۔ ماؤں کی بددعا اولاد کو بڑی آزمائش میں ڈال

www.pklibrary.com

دیا کرتی ہے۔ اس لیے کہہ رہی ہوں۔ میں نے عزت رکھ لی نا ابا کی۔ پھپھو کو ہاں کر کے (اپنے دل اور خود کو مار کے)۔"

اس نے آنسو پیتے ہوئے ان سے منت کی تھی اماں نے چپ کر کے آنکھیں بند کر لیں اور ہونٹ بھی۔ جیسے اب مزید ایک لفظ بھی نہ بولنے کا ارادہ ہو۔ حریم آہ بھر کے رہ گئی۔

☆☆☆

تمہیں پتا ہے "انت الحیات" کا مطلب؟
اس کا مطلب ہے "تم زندگی ہو میری"
سانس لینے کو؟
نہیں......
زندہ رہنے کو؟
نہیں......
تمہاری آواز کو تمہاری دید کو نہیں کہتے ہیں زندگی!
"تم" ہو انت الحیات......
سنو!
اب دعا کرو میری عمر دراز ہو
اور عمر دراز تب ہوتی ہے جب "اسباب" میسر ہوں
تمہاری صحبت
درازیٔ عمر کا "سبب" ہے
تو ذرا سنبھال رکھنا اپنا
کہ "انت الحیات" ہو تم

ابھی کل ہی اس نے کیمی کو اس خوب صورت نظم کا انگلش ترجمہ سنایا تھا اور وہ ہزاروں میل دور موبائل کان سے لگائے مسمرائز سی اس کے دلکش لب و لہجے کو اپنی سماعتوں میں جذب کر رہی تھی۔ اور آج صبح ناشتے سے فراغت پاتے ہی نزہت نے گویا چھوٹا موٹا بم ہی پھوڑ دیا۔

"میں چاہتی ہوں کہ تم واپس جانے سے پہلے مائرہ کے ساتھ منگنی یا نکاح کر کے جاؤ۔"

زیاد کا دل اچھل کر حلق میں آیا۔ اس نے شکایتی نظروں سے باپ کی طرف دیکھا تو انہوں نے کھنکھارتے ہوئے اخبار جھٹک کر منہ کے آگے کر لیا۔

"مما پلیز! آپ ایک ہی بات کو لے کر ضد پہ کیوں اڑی ہوئی ہیں...... نہ تو میں کہیں بھاگا جا رہا ہوں اور نہ ہی مائرہ۔" وہ خفگی سے بولا تو وہ مسکرائیں اور پھر لاڈ دکھانے لگیں۔

"ارے میرے شہزادے! میں نے کب کہا کہ تم کہیں بھاگ رہے ہو۔ بس میرا اپنا دل کرتا ہے کہ اس گھر میں شہنائیاں گونجیں۔ خوشیاں آئیں۔ عباد نے تو نالائقی دکھا دی۔ اب تو میری ساری خوشیاں اور امیدیں تم ہی سے وابستہ ہیں۔"

"مما......" زیاد بے بس ہونے لگا۔ اگر وہ عباد جیسا ایک فیصد بھی خود غرض ہوتا تو بنا ماں کا دل ٹوٹنے کی پروا کیے یہیں صاف اس رشتے سے انکار کر دیتا۔ اور وسیم بھی یہ بات اچھی طرح جانتے تھے تب ہی اخبار لپیٹ کر سائڈ پہ رکھتے ہوئے آنکھوں سے چشمہ اتار کر نزہت کی طرف متوجہ ہوئے۔

www.pklibrary.com

"لو بھلا..... پہلے کہا ہوتا بیگم!! ارے بھئی۔ بیٹے نہیں تیار شہنائیاں بجوانے کو..... تو میں موجود ہوں بلکہ یوں سمجھو سر تسلیم خم ہے۔ ابھی تین کی گنجائش باقی ہے۔ ایک ایک کر کے رونق لگالیں گے تو آپ کا کافی عرصہ نکل جائے گا خوشیاں مناتے ہوئے۔" وہ خوش مزاجی سے بولے تو اتنے سنجیدہ ماحول میں بھی زیاد نے بے ساختہ قہقہہ لگایا جبکہ نزہت نے برا مان کر شوہر کو دیکھا۔

"آپ کی ان ہی نان سیریس باتوں نے آپ کی اولاد کو چھوٹ دی ہوئی ہے۔"

"بچوں پہ اپنی خواہشات منوانے کے لیے اتنا دباؤ مت ڈالو کہ ان کی اپنی خوشیاں ان کے دل میں ہی دبی رہ جائیں۔" وہ قدرے سنجیدہ ہوئے۔

"اب میں سوچتا ہوں کہ عباد نے شاید ٹھیک ہی فیصلہ کیا۔ وہ اس لڑکی کے ساتھ جتنا خوش ہے اتنا اپنی مرضی کے برخلاف مائرہ سے شادی کر کے خوش نہ ہوتا۔" نزہت تلملا کر پہلو بدلنے لگیں۔

"حد ہے وسیم صاحب! اب آپ اس کے غلط فیصلے کی بھی داد دیں گے۔ مائرہ کے ساتھ شادی کر کے کچھ عرصے بعد وہ اس لڑکی کو بھول بھال جاتا۔"

"نزہت بیگم! اگر میں تمہیں تمہارا ناپسندیدہ ترین سوٹ زبردستی پہنا کر کسی پارٹی میں لے جاؤں تو تم ایک منٹ کے لیے بھی خوش نہیں ہو پاؤ گی کیونکہ تمہارا دل اس لباس کی بدصورتی میں اٹکا رہے گا۔ یہ تو پھر زندگی کے ساتھی کا معاملہ ہے۔ ہم چند گھنٹوں کے لیے ناپسندیدہ کپڑا جوتا نہیں پہن سکتے اور بچوں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ناپسندیدہ ہم سفر کے ساتھ ساری زندگی گزار دیں۔ وہ بھی خوشی خوشی۔ شکر کرو تمہاری بھانجی کی زندگی خراب ہونے سے بچ گئی۔"

"یہ تو آپ کی سوچ ہے نا۔ اس بے چاری کی حالت دیکھیں ذرا۔"

"وہ بے چاری نہیں بے وقوف ہے۔" وسیم صاحب نے اطمینان سے کہا تو نزہت کو رونے پہ آمادہ دیکھ کر زیاد نے آنکھ کے اشارے سے انہیں مزید کوئی کو پریشان کرنے سے منع کیا۔

"ارے۔ دنیا میں ایک سے بڑھ کے ایک بہترین لڑکا پڑا ہے اور تم ہو کہ اپنی بھانجی کو اپنی نالائق اولاد کے پلے باندھنے پہ مصر ہو۔ یہ اچھی محبت ہے بھائی بھتیجی سے..... واہ بھئی۔" وہ اسی موڈ میں تھے۔ رونے والا منہ بناتے ہوئے نزہت کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔

"کیا فضول باتیں کیے جا رہے ہیں۔"

"فضول بات تو یہ ہے کہ تم بچوں کو مکمل کے سانس بھی نہیں لینے دے رہیں۔ عباد نے من پسند لڑکی سے شادی کر لی۔ مائرہ بمشکل ہی سہی لیکن سنبھل گئی تو تم دوسرے بیٹے سے بنا اس کی مرضی پوچھے جا کر بھابی سے اس کے رشتے کی بات کر آئیں۔ مطلب..... حد ہی ہے۔" وہ اب سنجیدہ تھے۔ نزہت نے باری باری ان باپ بیٹے کو دیکھا۔

"یعنی..... زیاد.....! تم بھی راضی نہیں ہو اس رشتے پر؟"

"آہم۔" وہ ہلکا سا کھنکھارا۔ "میں نے اول روز ہی آپ سے کہا تھا کہ مائرہ مجھے اس لحاظ سے بالکل بھی پسند نہیں مما!! وہ اچھی کزن ہے اور دوست۔ اینڈ دیٹس آل۔" اس نے سنجیدگی سے بتایا تھا۔

"زیاد! میرے شہزادے۔ شادی تو کہیں بھی کرنی ہی ہے نا تم نے۔ پھر مائرہ سے ہی کر لو۔ تم کون سا کسی کو پسند کرتے ہو۔" نزہت کی وہی مرغے کی ایک ٹانگ تھی۔ زیاد نے گہری سانس بھری۔

"اچھا..... بالفرض..... یہ کسی اور کو پسند کرتا ہو تو؟" وسیم صاحب نے اچانک پوچھا تو جہاں زیاد کو تاثرات چھپانے مشکل ہوئے وہیں نزہت آرام سے بولیں۔

www.pklibrary.com

"جی نہیں۔ مجھے پورا یقین ہے۔ یہ عباد جیسا بے شرم بالکل بھی نہیں۔"
"لو جی...... کام ہی تمام......" وہ ہنسے۔ "مطلب یہ کہ پسند تمہاری ہی ہوگی ہر حال میں۔"
"فی الحال میں ایسا کوئی سلسلہ نہیں چاہتا مما! جس سے میرا ذہن منتشر ہو۔ مجھے سب کچھ وائنڈ اپ کر کے لوٹ آنے دیں۔ پھر کوئی فیصلہ کریں گے۔" زیاد نے محتاط الفاظ میں کہتے ہوئے گویا بات ختم کرنا چاہی۔ نزہت ایک ٹک اسے دیکھے گئیں پھر گہرے لہجے میں بولیں۔
"میں نے اپنے بھائی بھابی کو زبان دی ہے زیاد! اس بات کا لحاظ ضرور رکھنا۔" اور زیاد نے محض اثبات میں سر ہلاتے مسکرا کر اس مہلت کو قبول کیا۔ کچھ وقت کے لیے ہی سہی لیکن اسے کوئی حکمت عملی وضع کرنے کا موقع مل گیا تھا۔
عباد کو پتا چلا تو وہ اسے چھیڑنے لگا۔
"مبارک ہو بھئی۔ پتا چلا ہے کہ پھانسی گھاٹ دو قدم پہ تھا جب صیاد نے اپنا ارادہ بدل دیا۔"
"شٹ اپ برو!" وہ بدمزہ ہو رہا تھا۔ "مجھے تو یہ فکر ہے کہ اس مہلت کے بعد کیا ہونے والا ہے۔"
"جو بھی ہوگا اچھا ہی ہوگا تم فکر مت کرو۔" عباد نے اسے تسلی دی۔ "گھر چلو۔ تمہیں نرمین کے ہاتھ کی کافی پلواتا ہوں۔ مجھ سے بھی اچھی بنانے لگی ہے۔"
عباد نے موبائل اور کی چین اٹھاتے ہوئے اسے بھی اٹھنے کا اشارہ کیا۔
وہ دونوں فلیٹ پہ پہنچے تو نا صرف نرمین بلکہ حریم بھی موجود تھی ان دونوں کو دیکھتے ہی حریم جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ زیاد کو اس کا انداز برا لگا۔
"ارے حریم! بیٹھو...... کافی پیتے ہیں۔"
"میں دیر سے آئی ہوئی ہوں میرب کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ اب وہ سو چکی اور نرمین سے ساری باتیں بھی کرلیں۔ سو جانا ہی بنتا ہے۔" وہ خفیف سا مسکرائی۔
"یہ بے چاری بھی تم جیسی ہی ہے۔ جیسے میری منگیتر تمہارے سر منڈھی جا رہی ہے ویسے ہی نرمین کا منگیتر اس کے پلو سے باندھ دیا گیا ہے۔"
عباد منہ پھٹ تو تھا ہی لیکن اس کی زندگی کے سب سے حساس معاملے کو مذاق میں یوں اڑائے گا یہ حریم کو قطعاً اندازہ نہیں تھا خجالت اور شرمندگی سے سرخ پڑتا چہرہ لیے وہ نرمین کو خدا حافظ کرتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ نرمین نے گھور کر تنبیہی نظروں سے عباد کو دیکھا تو اس نے لاپروائی سے شانے اچکا دیے۔
"یہ تم سچ کہہ رہے ہو یا ایسے ہی کہانی بنائی ہے اپنی طرف سے؟" حریم نے اپنے پیچھے عباد کے بھائی کی پر تجسس آواز سنی تھی وہ نرمین کے معذرت خواہانہ الفاظ پر مسکراتے ہوئے سیڑھیاں اترنے لگی۔

تجھ سے ناراض نہیں زندگی
حیران ہوں میں...... حیران ہوں میں
تیرے معصوم سوالوں سے
پریشان ہوں میں...... پریشان ہوں میں

لیکن حریم مصطفیٰ زندگی سے ناراض بھی تھی اور دنیا کے سوالوں سے پریشان بھی۔ دل تھا کہ کسی پل چین نہیں پاتا تھا۔ وہ سڑک کنارے پیدل ہی چل پڑی۔ سر جھکائے زندگی کے نشیب و فراز پہ غور کرتی وہ یک لخت ایک جگہ رک گئی۔ آتی جاتی ٹریفک، ہنستے مسکراتے کہیں پہ قہقہے لگاتے لوگ، مستی کرتے کالجز کے لڑکے، اسکول وین اور رکشوں میں سے جھانکتی پر تجسس اور زندگی سے بھرپور روشن آنکھیں...... اسے لگ رہا تھا سب کی زندگی

www.pklibrary.com

میں حسن ہے۔ خوشی ہے، قہقہے ہیں۔ ماسوائے اس کے۔ وہ خود ترسی کی گہری کیفیت میں گھرنے لگی۔ اسی وقت ایک گاڑی اس کے پاس رکی تو حریم نے چونک کر غائب دماغی کیفیت میں دیکھا۔

''ہے...... نرمین بھابی کی بہن! آؤ میں ڈراپ کر دیتا ہوں تمہیں۔'' وہ نا جانے کیا سوچ کر اسے پہچان کر رک گیا تھا۔ دوستانہ انداز میں آواز دی تو حریم کا اپنی زندگی کے نشیب و فراز پر اتنی دیر کا جمع تمام تر غصہ عود کر آیا، وہ ڈرائیونگ سیٹ کی کھلی کھڑکی کی طرف ذرا سا جھکی۔

''تمہارے ساتھ چلی جاؤں، تاکہ تم یہ سوچنے میں حق بجانب ہو سکو کہ میں ایک دولت کی بھوکی لڑکی ہوں جو اپنا لائف اسٹائل بہتر کرنے کے لیے تم جیسے آدمی کی آفر کو فوراً قبول کر سکتی ہے۔'' اس نے نخوت سے کہتے ہوئے اپنا سارا غصہ اس شخص پہ انڈیلا جس کے چہرے کی مسکراہٹ حریم کے الفاظ سن کر سمٹتی چلی گئی اور وہ ایک جھٹکے سے گاڑی آگے بڑھا لے گیا تھا۔

☆☆☆

وہ اپنی کچھ چھوٹی موٹی شاپنگ کرنے آئی تھی، شاپنگ مال سے نکلتے ہوئے کسی نے بڑے جوشیلے انداز میں اسے بازو سے جکڑ لیا۔ حریم خائف سی پلٹی تو کنول کا ہنستا ہوا چہرہ دیکھ کر پل بھر کو جہاں کی تہاں رہ گئی۔ کنول بڑے پیار سے اسے گلے ملی۔

''تم سے میری دوست کی خوشبو آرہی ہے۔'' نرمین کو یاد کرتے ہوئے کنول آب دیدہ ہو گئی تھی حریم کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔ واقعی...... کنول کو سامنے دیکھ کر اسے بھی نرمین ٹوٹ کر یاد آئی۔ وہ دونوں مال کے کیفے میں آبیٹھیں۔

''کہاں ہو...... کیسی ہو...... اماں ابا کیسے ہیں؟ اور نرمین کی بیٹی؟ میں نے تو بس جنازے اور قل والے روز دیکھا تھا اسے۔ اب تو بڑی ہو گئی ہو گی۔'' وہ تھوڑے وقت میں سب جان لینا چاہتی تھی۔

''سب ٹھیک ہیں۔'' حریم عجیب سی کیفیت کا شکار ہونے لگی۔

''ہم دراصل یہیں شفٹ ہو گئے ہیں۔ اب تو اکثر ملاقات رہے گی۔ تم سناؤ۔ شادی ہو گئی تھی تمہاری؟'' کنول نے پیار سے میز کی سطح پہ رکھا اس کا ہاتھ تھاما۔

''ہم......'' وہ مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کنول کو دیکھنے لگی۔

''وہ...... کیا نام تھا تمہارے کزن کا۔ شاید ذلفی کے ساتھ۔ نرمین نے بتایا تھا مجھے۔'' کنول صحیح معنوں میں نرمین کی راز داں تھی۔ ہر بات سے واقف۔ حریم نے گہری سانس بھری۔

''بہت لمبی داستان ہے۔ چائے منگوالو پھر سناتی ہوں۔'' وہ تھکے ہوئے انداز میں کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بولی۔ کب سے کوئی ہمدرد ڈھونڈ رہی تھی۔ نہ ماں نہ بہن...... اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے اسے جیسے نرمین کا ساتھ مل گیا تھا۔ کنول کھل کر مسکراتے ہوئے چائے اور اسنیکس آرڈر کرنے لگی، اور حریم دل ہی دل میں اپنی داستان حیات کے صفحات ترتیب دینے لگی۔ چائے آنے تک اس کی داستان غم جاری تھی جو چائے اور اس کے آنسوؤں کے ساتھ ہی ختم ہوئی۔

''مجھے تو سمجھ میں نہیں آتا حریم! میں تمہیں بے وقوف کہوں یا بے جا جذباتیت کی شکار لڑکی۔'' کنول نے گہری سانس بھرتے ہوئے کہا۔ یہ حریم کی داستان غم پر اس کا پہلا تبصرہ تھا جو حریم کو بالکل بھی اچھا نہیں لگا۔

''میں تو خود وکٹم ہوں۔ ہر طرح سے استحصال ہوا ہے میرا۔'' حریم نے خفگی سے پر لہجے میں احتجاج کیا تو کنول نے تحیر سے اسے دیکھا۔

''مجھے ڈی گریڈ کیا ہے اس شخص نے...... میرے ماں باپ کے سامنے۔ اس کے ایک غلط فیصلے اور زبردستی

www.pklibrary.com

کی اس شادی کی وجہ سے میرے اپنے مجھ سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔ میں اپنے والدین اپنی سگی بہن سے مل نہیں سکتی۔" وہ آنکھوں میں آنسو بھر کے بولی۔

"تمہیں زلفی سے محبت تھی؟" وہ تھمی تو کمل نے اچانک غیر متوقع سوال پوچھا۔ حریم جز بز ہوئی۔

"ایک بی اے کمل...... آوارہ مزاج اور نظر باز شخص سے کوئی پڑھی لکھی اور باشعور لڑکی محبت نہیں کر سکتی۔" اس نے ٹشو سے اپنی آنکھیں پونچھیں۔

"پھر بھی...... آئیڈیل ہو گا وہ تمہارا شاید۔" کمل اپنی بات پہ مصر تھی حریم کو زلفی کے انداز گفتگو یاد کر کے جھرجھری سی آئی۔ اس کا چھچھورا پن شکل وصورت کا نہیں عادات واطوار کا برا تھا۔ اس کی آنکھ کی گندگی اس کے عورت کو دیکھنے کے انداز ہی سے جھلکتی تھی۔

"اتنے بھی برے حالات نہیں تھے میرے۔ ابا ہی کو خاندان اور اپنی بہن کو دی ہوئی زبان پیاری تھی۔" حریم اداس ہو کر بولی۔

"تو پھر تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم رو کس نقصان پہ رہی ہو؟ تمہارے شوہر نے تمہیں زلفی نامی جہنم سے بچا کر کیا غلطی کی ہے؟" کمل نے دونوں بازو میز کی سطح پہ ٹکاتے ہوئے پوچھا تو حریم نے چونک کر اسے دیکھا۔ کمل کے سوال پر اس کا ذہن ایک دم خالی ہو گیا۔

"کبھی تم نے اپنی خود ساختہ بے چارگی سے ہٹ کر یہ سوچا ہے کہ اپنے شوہر کی وجہ سے آج تم ایک موالی اور بدطینت شخص کے بجائے بلاشبہ ایک کروڑ پتی شخص کی بیوی ہو جس کا اس معاشرے میں باعزت نام ہے۔ شان دار گھر، گاڑی کی مالک ہو۔ کیا تم نے کبھی اپنی بے وجہ کی نفرت اور غصے کو سائڈ پہ رکھ کے اس بات کا شکر ادا کیا ہے کہ اس شخص نے تمہیں زلفی سے نجات کے لیے زمین جیسا راستہ اختیار کرنے سے بچا لیا ہے؟" کمل چند سوالات اس کے سامنے رکھنے کے بعد اب جواب طلب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ حریم کا ذہن بھک سے اڑا اور پیشانی چمک اٹھی۔

"زندگی میں ہر کسی کو سب کچھ ایک ہی طرح سے نہیں ملا کرتا حریم! اس کا طریقہ مانا کہ غلط سہی...... لیکن نادانستگی میں ہی وہ تمہیں زلفی سے...... اور ایک ان چاہی زندگی گزارنے سے بچا چکا ہے۔ اس سے شادی کے بدلے میں دنیا کی ہر قابل خرید شے تمہارے قدموں میں آ چکی ہے پھر بھی وہ تمہارے لیے قابل نفرت ہے۔ مجرم ہے...... اور مزے کی بات یہ کہ وہ تمہاری یہ بے وجہ کی نفرت اتنے حوصلے اور صبر سے سہہ بھی رہا ہے۔ واہ...... کیا ہی برا شخص ملا ہے تمہیں زلفی کے بدلے۔" کمل نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے مسکرانہ انداز میں کہا تو حریم کے ذہن میں بندھی بہت سی گرہیں جیسے یکلخت کھل گئیں۔

"والدین خفا ہو گئے...... چھوٹ گئے...... بہت برا ہوا۔ لیکن اب تو یہ سب ہو چکا نا؟ تو جو" ہو چکا "اس پہ کیا ساری عمر روتی رہو گی؟ بے وقوفی مت کرو اور جو ملا ہے اسے بچانے اور اپنانے کی کوشش کرو حریم! وہ تمہارے اماں ابا کو بھی منانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ تم اسے اپنے ساتھ کا احساس تو دلاؤ۔ الٹا تم اس پر یہ ظاہر کر رہی ہو کہ زلفی جیسے خوابوں کے شہزادے سے بچھڑ کر تم ساری عمر اسی کے سوگ میں گزار دو گی۔"

"نن...... نہیں۔ میں نے یہ تو نہیں کہا۔" حریم خفیف ہوئی۔

"تمہارا رویہ کافی ہے یہ سب جتانے کے لیے بے وقوف لڑکی! اس نے بہتر سمجھا کہ میرب کی پرورش کسی غیر کے بجائے اس کی محبت کرنے والی خالہ کرے تو اس میں برا کیا تھا؟ اسے اس کے سرکل کی کریم میں سے کوئی بھی لڑکی مل جاتی۔ تم لوگوں کی گلی کے آگے سے تو اس کی گاڑی بھی نہیں گزرتی حریم! نہ وہ تمہارے عشق میں مبتلا تھا۔ پھر کیوں اس نے تم سے شادی کرنے کے لیے ہر جائز و ناجائز طریقہ اپنایا؟ وجہ صرف ایک ہے، جو تم دونوں

www.pklibrary.com

کو ایک زنجیر سے جوڑتی ہے۔ اور وہ زنجیر ہے میرب عباد!" بجل نے آہستہ آہستہ ساری گتھی سلجھا کر ہر رنگ کا دھاگہ الگ کر کے اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔ وہ سارے رنگ جو الجھ کر ایک دوسرے میں مدغم ہو کر اتنے مہینوں سے حریم کو مایوسی اور خود ترسی کا سیاہ ماتمی رنگ بنا کر دکھا رہے تھے۔ آج سلجھے تو حریم کو بہت خوش رنگ لگے۔ واقعی...... کیا کمی تھی اس کی زندگی میں؟؟

اکثر ہم ایک غم اور کمی پہ روتے اور شکوے کرتے ہوئے کئی سکھوں اور خوشیوں پہ ہنستا اور ان کا شکر ادا کرنا بھول جاتے ہیں۔

اس نے بے اختیار بجل کا ہاتھ تھام لیا اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ بجل مسکرانے لگی اور دوسرے ہاتھ سے حریم کے ہاتھوں کو نرمی سے تھپتھپایا۔

"اگر وہ کسی اور سے شادی کر لیتا تو تم لوگ نرمین کے بعد میرب کو بھی ترس جاتے۔ انجانے میں ہی سہی...... لیکن تمہارے ساتھ وہ نیکی ہی کر گیا ہے حریم! اب یہ تمہارے ہاتھ میں ہے کہ بگڑے ہوئے حالات پہ کیسے قابو پاتی ہو۔" بجل نے اسے حوصلہ دینے والے الفاظ کہے تھے حریم نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"گھر آنا...... تمہیں تو پتا ہی ہے میرے گھر کا۔"

"ان شاء اللہ...... ضرور۔ اب تو دوبارہ اس گھر سے رشتہ بن گیا ہے میرا۔" بجل اوا سی سے مسکرا دی تھی۔

"میں چلتی ہوں...... ڈرائیور انتظار کر رہا ہوگا۔ تھوڑی دیر کا کہہ کر آئی تھی شام ہونے والی ہے۔" حریم اٹھ گئی بجل نے بھی اس کی تقلید کی۔ اس نے بہت پیار سے حریم کو رخصت کیا تھا۔

☆☆☆

"اب تک تو فیصلہ ہو جانا چاہیے تھا پھپھو! آپ لوگ کس انتظار میں ہیں۔ جب وہ میرب کو جان سے مار ڈالے گی تب ہوش آئے گا آپ لوگوں کو۔" مائرہ ان کے ساتھ کچن میں کھڑی الجھ رہی تھی۔

"میرے اس بیٹے کا دماغ تم جانتی ہو نا اور ہی طرح کا ہے۔ اب بھی سب کچھ اس کے سامنے ہے لیکن وہ جانے کس بات کی چھوٹ دیے جا رہا ہے اسے۔ شاید نرمین کی بہن ہونے کی وجہ سے۔" نزہت خود بے بس تھیں ان کا بس چلتا تو وہ شام سے پہلے حریم کو گھر سے نکال کر مائرہ کو بہو بنا کر لے آتیں۔

"آپ نے بھی تو اسے چھوٹ دی تھی پھپھو! اگر اسی وقت لگامیں کس لی ہوتیں تو اس کی کیا مجال تھی کہ نرمین کے بعد اسی کی بہن کو اس گھر کی بہو بنا کے لے آتا۔" مائرہ کو ان کی بھی اگلی پچھلی ساری غلطیاں یاد آنے لگیں نزہت نے گہری سانس بھری۔

"اس وقت کی نزاکت سے تم بھی واقف ہو مائرہ! بلکہ پہلا موقع تو تمہیں دیا تھا میرب کو سنبھالنے اور اس گھر کی بہو بننے کا۔ تم خود ہی پیچھے ہٹ گئیں۔"

"کیونکہ آپ کے بیٹے کو ایک بیوی نہیں بلکہ اپنی بیٹی کے لیے ایک آیا کی ضرورت تھی۔" وہ چیخی۔ نزہت نے اس کی کیفیت سمجھ کر اسے بے اختیار گلے سے لگا لیا۔

"تم فکر مت کرو۔ حالات خود بخود تمہارے حق میں ہو رہے ہیں۔ شاید قدرت کو بھی یہی منظور ہے کہ تم ہی اس گھر کی بہو بنو۔" اس کے بالوں کو چومتے ہوئے کہا تو ان کی باتیں سن کر امید اور خوش فہمی کی شمع مائرہ کے دل میں پھر سے روشن ہو گئی۔ اسے پورا یقین تھا کہ جو اس کا ہے وہ لوٹ کر اسی کے پاس آئے گا۔

"چائے بن گئی ہے تو چلیے، وہاں لان میں انتظار ہو رہا ہوگا۔" مائرہ نے مسکرا کر ماحول بدلا تو نزہت مسکراتے ہوئے نسرین کو آواز دینے لگیں۔

www.pklibrary.com

"یہ چائے اور اسنیکس ٹرالی میں لگا کر لان میں لے آؤ۔" نسرین کچن میں آئی تو اسے ڈیوٹی سمجھا کر نزہت، مائرہ کو لیے لان میں چلی گئیں جہاں وسیم بھی اپنے بیٹے کے ساتھ چائے کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"میرو کہاں ہے؟" اس نے ماں کو دیکھتے ہی پوچھا تھا۔

"اندر ہے ثریا کے ساتھ کھیل رہی ہے۔ ابھی بس اس کے بھی کھانے کا وقت ہونے والا ہے۔" نزہت نے بتایا۔ مائرہ بیٹھی اس کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھی۔

"حریم نے جو کچھ کیا ہے اس کے بعد تمہیں نہیں لگتا کہ اس کا اس گھر میں رہنا میرب کے لیے خطرہ ہو سکتا ہے۔" مائرہ نے پھر سے وہی بات شروع کر دی جس سے دھیان ہٹانے کے لیے نزہت کے پرزور اصرار پر آج وہ اور وسیم صاحب سرِ شام اس گیدرنگ میں موجود تھے۔

"اس وقت بیٹا پلیز مت چھیڑو مائرہ! میں اس ٹینشن کو چائے کے ساتھ نگلنا نہیں چاہتا۔"

"ٹھیک کہہ رہا ہے۔ چائے پہ صرف خوش گوار باتیں ہونی چاہئیں بھئی...... ویسے یہ چائے ہے کدھر...... کینیا سے براہِ راست تو نہیں آ رہی؟" وسیم صاحب نے ماحول بدلنے کے لیے خوش گواریت کا مظاہرہ کیا تھا مائرہ پہلو بدل کر رہ گئی۔

حریم گھر لوٹی تو ایک الگ زاویہ نظر اس کے ہمراہ تھا۔ گیٹ سے گاڑی اندر داخل ہوئی وہ گاڑی سے اتری تو دائیں جانب لان سے اٹھتے خوش گوار قہقہوں نے اس کے قدم ٹھٹکا دیے۔ نزہت نے یقیناً چمکتی دھوپ کو غنیمت جان کر سرِ شام لان ہی میں چائے کا اہتمام کر لیا تھا۔ رخصت ہوتی نرم سی دھوپ اور نزہت کے مقابل کین چیئر پہ مائرہ کے دائیں جانب بیٹھا وہ۔ جانے کس بات پر قہقہے لگائے جا رہے تھے۔ لیکن حریم کو اپنی نادانی کا شدت سے احساس ہوا۔ اسے دیکھ کر لان میں لمحہ بھر کو خاموشی چھا گئی پھر مائرہ نے ہلکی آواز میں کچھ کہا تو نزہت کی ہنسی نے حریم کو بلاوجہ خفیف سا کر دیا وہ شاپنگ بیگ تھامے ان کی طرف دیکھے بنا تیز قدموں سے چلتی کوریڈور کا دروازہ کھول کر اندر چلی گئی اس وقت اس کا کسی کو بھی امتحان میں ڈالنے کا ارادہ نہ تھا۔

"مما۔" ثریا کی بانہوں میں مچلتی میرب اسے دیکھتے ہی بری طرح اس کی طرف لپکنے لگی۔

"کیا بات ہے ثریا! کیوں تنگ ہو رہی ہے یہ؟" حریم نے میرب کے اپنی طرف اٹھے ننھے بازوؤں سے نظر چراتے ہوئے ثریا سے دریافت کیا تو وہ بے بسی سے بولی۔

"بے بی کو بھوک لگی ہے لیکن نہ دودھ بنانے دے رہی ہیں نہ نوڈلز۔"

"کیا بات ہے میرو! پرنسس! بھوک لگی ہے آپ کو؟" حریم نے شاپنگ بیگ صوفے پر ڈالتے ہوئے پیار سے میرب کو پچکارا تو اس نے معصومیت سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تو آپ بوا کو نوڈلز بنانے دیں پھر ہم دونوں مل کر کھائیں گے۔" حریم نے اسے للچایا تو وہ کسمسا کر ثریا کی گود سے نیچے اتر آئی۔

"بوا! میرو کو نوڈلز بنا دیں۔" اس نے اپنے مخصوص انداز میں ہاتھ لہرا کر ثریا کی گویا جان بخشی تو وہ مسکراتے ہوئے کچن میں چلی گئی۔ "گڈ گرل۔" حریم نے ہلکی سی تالی بجا کر اس کی تعریف کی تو وہ خوش ہو کر بھاگی اور حریم کے گھٹنوں سے لپٹ گئی۔

"مما! میرو کو اٹھا لیں (اٹھا لیں)۔" چہرہ حریم کی طرف اٹھائے وہ فرمائش کر کے منتظر نظروں سے حریم کو دیکھ رہی تھی۔ پچھلے دو ہفتوں سے اس نے دل پہ جبر کر کے میرب کو خود سے دور کیسے رکھا تھا یہ وہی جانتی تھی۔ اب اس

www.pklibrary.com

نے اتنی معصومیت سے کہا کہ تمام تر احتیاط اور ڈر کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حریم نے اسے جھک کر اٹھالیا اور بے تحاشا اس کا منہ چوما۔ گلے سے لگایا تو نم آنکھوں کے ساتھ دل ٹھنڈا پڑ گیا۔

''چلیں بھئی۔ پیاری سی میرو کے لیے جب تک نوڈلز بنتی ہیں ہم اتنی دیر میں میرب کو ایک مزیدار سی فیری ٹیل سناتے ہیں۔'' حریم نے خوش گواریت سے کہا اور میرب کو بازوؤں میں اٹھائے ادھر ادھر چکر لگاتے ہوئے کہانی سنانے لگی تھوڑی دیر ہی گزری تھی جب وہ شاید میرب کو دیکھنے کے لیے ہی اندر آیا تو اسے حریم کی گود میں دیکھ کر آگ بگولہ ہونے لگا۔

''تم...... میں نے تم سے کہا تھا کہ میرب کے پاس مت آنا۔'' لاؤنج میں داخل ہوتے ہی دبے لہجے میں کہتے ہوئے جھپٹ کر میرب کو اس سے چھینا تو حریم کی بے اختیار چیخ نکلی ہی تھی میرب نے بھی اس کے سخت لہجے اور کھردرے انداز سے گھبرا کر رونا شروع کر دیا۔

''گیٹ لاسٹ۔'' حریم کو غصے سے دیکھ کر وہ پھنکارا۔

''ایسے مت کرو۔ بچی ڈسٹرب ہوگی۔'' حریم نے اسے احساس دلانا چاہا۔

''پپا...... مما پاس جانا ہے۔'' میرب نے حریم کی طرف بازو پھیلاتے ہوئے ٹانگیں چلائی تھیں۔

''میری پرنسس کو بھوک لگی ہوگی۔ ابھی ہم کھانا کھائیں گے۔'' وہ حریم کی طرف سے رخ موڑے میرب کو پچکار رہا تھا، حریم گنگ کھڑی صدمے سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کیا واقعی وہ اس کی طرف سے اس قدر بدگمان تھا کہ اسے میرب کی دشمن سمجھنے لگا تھا۔ وہ تو یہی سمجھی تھی کہ وقتی غصہ ہے اترے گا تو وہ دوبارہ سے وہی نرم دل شخص بن جائے گا جو اس کی ہر نرم گرم بات میرب کی خاطر سہہ لیا کرتا تھا۔

''میرو! مما سے کھانا کھائے گی۔'' میرب مچلی۔

''مما سے نہیں...... آج پپا کھلائیں گے میرو کو۔'' وہ جبر سے مسکرایا۔

''نہیں...... نہیں۔'' میرب نے اور شدت سے ٹانگیں چلائیں۔

''میرو! پتا ہے نا۔ یہ مارتی ہے آپ کو۔'' اس نے حریم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سنگ دلی کی تمام حدود پار کر دی تھیں حریم کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔

''نہیں...... میرو کو مما کے پاس جانا ہے۔'' میرب کی ایک ہی رٹ تھی۔ ثریا نوڈلز کا باؤل لے کر آئی تو حریم جلدی سے منظر سے ہٹ گئی۔ وہ اپنے کمرے میں آگئی تھی ملازمہ کے سامنے بے وقعت ہونا اسے گوارہ نہ تھا حالانکہ وہ جانتی تھی شاید ملازمین اس گھر کے تمام رازوں سے واقفیت رکھتے ہوں۔ لیکن بہر حال...... بظاہر پردہ تھا تو پردہ ہی رہتا۔ اسے اپنے پیچھے میرب کے چلانے کی آواز آرہی تھی۔ دل پہ پتھر رکھتی وہ کمرے میں آکر بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی۔

خوش حال سے تم بھی لگتے ہو
یوں افسردہ تو ہم بھی نہیں
پر جاننے والے جانتے ہیں
خوش تم بھی نہیں
خوش ہم بھی نہیں
تم اپنی خودی کے پہرے میں
اور دام غرور میں جکڑے ہوئے
ہم اپنے زعم کے نرغے میں

www.pklibrary.com

اتنا ہاتھ ہمارا پکڑے ہوئے
اک مدت سے غلطاں وپیچاں
ہم اپنے آپ سے الجھے ہوئے
گو تم نے ستارے ڈھونڈ لیے
جینے کے سہارے ڈھونڈ لیے
طوفاں سے سنبھلے ہم بھی نہیں
کہنے کو کنارے ڈھونڈ لیے
خاموش ہے تم ہم مہر بہ لب
جگ بیت گئے تک بات کیے
پچھتاوے کے انگاروں میں
محسور حلاطم آج بھی ہیں
ستو! کھیل ادھورا چھوڑتے ہیں
بنا چال چلے بنا مات کیے
جو بھاگتے بھاگتے تھک جائیں
وہ سائے رک بھی سکتے ہیں
چلو توڑو قسم اقرار کرو
ہم دونوں جھک بھی سکتے ہیں

وہ آزردہ تھی...... بے حد آزردہ...... کچھ زندگی کی اتھل پتھل اور کچھ کل کی ذہن میں ہلچل مچاتی باتیں...... کبھی اپنا آپ بے حد مظلوم لگنے لگتا اور کبھی پہلی بار یہ احساس ہونے لگتا کہ شاید یاد وہی...... حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے بن مانگے اسے سب کچھ دے دیا تھا۔ زندگی سے چھٹکارا...... گھر، گاڑی، روپیہ، ہینڈسم شوہر اور پیاری سی میرب...... زندگی گزارنے کے لیے اور کیا چاہیے ہوتا ہے؟ اُف...... میرے اللہ۔ کیا صحیح ہے اور کیا غلط...... اس نے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔

دروازہ کھلا اور میرب بھاگتی ہوئی اندر آئی تھی۔ حریم نے بے ساختہ ہی جھک کر بانہیں وا کردیں تو وہ اس کے سینے میں سما گئی۔ مگر اگلے ہی لمحے حریم ٹھٹکی۔ وہ نوڈلز کا باؤل ہاتھ میں لیے میرب کے پیچھے تھا۔

"یہ اسے کھلا دو۔ اس کی ضد ہے۔"

وہ باؤل آگے بڑھاتے ہوئے ہارے ہوئے لہجے میں بولا تو اتنے سنجیدہ ماحول میں بھی حریم کا دل چاہا چٹاچٹ میرب کے بوسے لے ڈالے اس نے آرام سے باؤل تھام لیا اور میرب کو سامنے بٹھا کر نوڈلز کھلانے لگی۔

وہ سامنے کاؤچ پہ سرد تاثرات لیے بیٹھا ان دونوں کی لگاوٹ کے مظاہرے دیکھتے ہوئے یقیناً سچ جھوٹ کی تمیز نہیں کر پا رہا تھا۔ میرب کے الفاظ اور انداز آپس میں میل نہیں کھاتے تھے۔ اتنی ظالم ماں کے لیے میرب کی بے ساختہ اور والہانہ محبت اگنور کیے جانے والی نہیں تھی۔ وہ لاشعوری طور پہ حریم پر نظر جمائے سوچوں کے اژدھام میں گم تھا۔ پھر اسی خاموشی سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ حریم نے گویا کب کی رکی سانس آزادانہ سینے سے خارج کی تھی۔

میرب کے معاملے میں وہ کسی بھی طور سہی لیکن حریم پر بھروسا کرنے پر مجبور تھا۔ شک کے ساتھ ہی سہی۔ حریم کے ہونٹوں پر معصوم سی مسکراہٹ آگئی۔

www.pklibrary.com

☆☆☆

''اب بس بھی کردو۔ دیکھ لیا نا تم نے اپنی من مانی کر کے۔ کیا ملا اپنی اور میرب کی زندگی برباد کر کے تمہیں۔'' نزہت اس پر خفا ہو رہی تھیں ابھی وہ مائرہ کو گھر ڈراپ کر کے آیا تھا۔

''مما پلیز...... اس وقت نہیں۔ میرا موڈ آل ریڈی بہت خراب ہے۔'' وہ تھکا تھکا سا صوفے میں دھنس گیا۔ ''سارے راستے مائرہ میرا دماغ کھاتی گئی ہے۔''

''اب کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ...... میرب کے ساتھ اس لڑکی کے ظالمانہ رویے نے فیصلہ بہت آسان کر دیا ہے تمہارے لیے۔ مائرہ بھی بہت بدل گئی ہے۔ اب وہ میرب کو سنبھال سکتی ہے بیٹا۔'' نزہت یہ موقع گنوانا نہیں چاہتی تھیں۔

''میں اس وقت ذہنی طور پہ بہت ڈسٹربڈ ہوں مما! مجھے کوئی بھی بات اچھی نہیں لگ رہی... اور میں نہیں چاہتا کہ جذباتیت میں آ کر مزید غلط فیصلے کر ڈالوں۔'' اس نے بلاواسطہ نزہت کو اس لایعنی بحث سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔

''زندگی برباد کرنے والا فیصلہ تو کر ہی چکے ہو اب ہمت کرو اور دوبارہ سے زندگی آباد کر لو اپنی۔ یہ لڑکی ہمارے گھر کو برباد کر دے گی۔ اپنی بہن کی طرح۔'' نزہت نے اسے نئی راہ دکھائی۔

''مما پلیز۔'' نا چاہتے ہوئے بھی وہ اپنی آواز اور لہجے کو تیز ہونے سے روک نہیں پایا تھا۔

''اب تو معاف کر دیں اسے۔ جو اس دنیا میں موجود ہی نہیں۔'' وہ ضبط کی تصویر بنا تھا نزہت خفیف سی ہو گئیں۔

''مجھے صرف تمہاری اور میرو کی خوشی اور سکون عزیز ہے۔ اس لیے جذباتی ہو جاتی ہوں بیٹا۔'' انہوں نے فوراً اپنا انداز بدلا اور پیار سے بولیں۔

''اٹس او کے۔'' اس نے بھی خود کو نارمل کیا۔ ''بس یہ موضوع چھوڑ دیں۔ میں اس معاملے کو خود سکون سے حل کرنا چاہتا ہوں مما! پلیز۔'' اس نے آخر میں ان سے التجا کی تو نزہت بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

وہ کمرے میں آیا تو ذہنی کیفیت پراگندگی کا شکار تھی نزہت کی باتیں اور حریم کا میرب کے ساتھ ناروا سلوک اس کے سکون کو درحقیقت درہم برہم کر چکا تھا۔

میرب کو سلاتی حریم نے سر گھما کر اسے اندر آتے دیکھا۔ وہ اچٹتی نگاہ بیڈ کی طرف ڈال کر کپڑے تبدیل کرنے ڈریسنگ روم میں چلا گیا پھر باہر آ کر اپنا لیپ ٹاپ لیا اور بیڈ پہ ٹیک لگا کر بیٹھ کر اپنی دراز کی ہوئی ٹانگوں پہ لیپ ٹاپ رکھتے ہوئے آن کر لیا۔ میرب کو سلا کر حریم بھی کپڑے تبدیل کرنے کے ارادے سے اٹھی۔ کل تو وہ تھیں کاؤچ پر سو گئی تھی لیکن آج کے لیے صاحب کا حکم تھا کہ وہ کہیں اور بندوبست کر لے وہ ڈریسنگ روم سے کپڑے تبدیل کر کے نکلی تو وہ اپنے کام میں منہمک تھا حریم سست روی سے چلتی بیڈ کی طرف آئی اور ہاتھ بڑھا کر اپنا تکیہ اٹھا لیا۔ وہ چونک کر حریم کی طرف متوجہ ہوا تو وہ گڑبڑائی۔

''آہم۔'' اس نے کھنکھارتے ہوئے بات شروع کی۔ ''میں ڈریسنگ روم میں سونے کے لیے جگہ بنا لیتی ہوں۔''

''ہم...... جو تم کر چکی ہو ان حالات میں یہی بہتر ہوگا۔'' وہ بے رخی سے بولا تو حریم کا دل دکھ سا گیا۔ نا جانے کیوں اب اس کا بدلا ہوا رویہ بے حد محسوس ہونے لگا تھا۔

''میں اپنی صفائی میں مزید ایک لفظ بھی نہیں کہوں گی۔ میرب کا مجھ سے لگاؤ تم دیکھ چکے ہو۔ اگر میں مجرم

www.pklibrary.com

ہوتی تو تم میرب کی مجھ سے نفرت اور خوف دیکھتے۔'' حریم کو اس کے انداز نے تکلیف دی تھی لیکن وہ بہت تحمل سے کہتی پلٹ گئی۔

''مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی تھی جو میں نے میرب کے لیے تمہیں چنا۔ لیکن مجھے امید ہے ان حالات کو دیکھتے ہوئے میں بہت جلد کوئی بہتر فیصلہ کرلوں گا۔ مما چاہتی ہیں کہ میں مائرہ سے شادی کرلوں۔ مائرہ یقیناً میرب کے لیے بہترین ماں ثابت ہوگی۔'' وہ پرسکون انداز میں کہہ رہا تھا حریم تڑپ کر بے اختیار اس کی طرف پلٹی۔

''تم یہ بات دعوے سے کیسے کہہ سکتے ہو؟ مائرہ کو بچوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ بالخصوص میرب سے۔'' حریم نے تیز لہجے میں احتجاج کیا۔

''تمہیں میرب میں جتنی دلچسپی ہے اور جتنا اس کا خیال ہے وہ بھی سب دیکھ رہے ہیں۔'' اس نے کڑا طنز کیا تھا جسے حریم نے بڑے حوصلے سے برداشت کیا۔

''میری سچائی کا گواہ صرف اللہ ہے۔ میں اپنے لیے مزید قسمیں نہیں کھاؤں گی۔ لیکن میں میرب کو کبھی بھی مائرہ کے حوالے نہیں کروں گی میرب میری بہن کی بیٹی ہے۔ اور معذرت کے ساتھ مائرہ کے لیے میرب کی حیثیت اس کی سوتن کی بیٹی سے زیادہ ہرگز نہیں۔ مجھ سے زیادہ میرب سے کوئی بے غرض پیار نہیں کرسکتا۔ مائرہ کو ''تم'' چاہیے ہو جبکہ مجھے صرف میرب۔'' آج پہلی بار اپنے حق کے لیے لڑتے ہوئے حریم کا دل عجیب سی بے چینی اور بے ترتیبی سے دھڑکنے لگا تھا۔

''اپنے فضول کے تجزیے اپنے پاس ہی رکھو۔ میں اپنے کسی فیصلے کے لیے تمہاری اجازت اور مرضی کا محتاج نہیں ہوں۔'' اس کے الفاظ سن کر وہ خفیف سا بجھ گئی۔

''تم نے جس طور میرے قدموں تلے سے زمین نکالی ہے۔ مجھے بے یار و مددگار کیا ہے اس کے بعد اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ اتنی آسانی سے مجھے چھوڑ کر مائرہ کو میری جگہ دے دو گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔'' حریم نے ایک بار پھر سے بے ترتیب ہوتے تنفس کے ساتھ بڑی ہمت کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ پہلے تو شاید اس کی ہمت پہ حیران ہوا پھر لیپ ٹاپ زور سے بند کر کے سائڈ پہ ڈالتا اٹھ کر حریم کے مقابل آیا۔

''تمہاری جگہ......؟'' وہ عجیب سے انداز میں بولا اور بازو سینے پر لپیٹے۔

''ان چھ ماہ میں تم نے کبھی غور کیا ہے کہ تم نے میری زندگی میں خود کو کس جگہ پہ رکھا ہوا ہے...... اور ہمارا آپس میں رشتہ کیا ہے؟''

حریم نے دم سادھ لیا۔

''تم ایک امتحان کے لیے آئی تھیں حریم! اور مجھے افسوس ہے کہ تم زیرو بٹا زیرو ہو۔ یعنی مکمل فیل۔'' وہ اس کے بالمقابل کھڑا اس کی ذات کے پرخچے اڑا رہا تھا اور حریم بے بسی سے اسے دیکھنے پر مجبور تھی۔

''امید ہے ان سب باتوں پر غور کرتے ہوئے تمہیں اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے آسانی ہوگی۔'' وہ سنگ دلی سے کہہ رہا تھا حریم کا دم حلق میں اٹکنے لگا۔

☆☆

باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ

عفت سحر طاہر

رنگ دست تیرے

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

زمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

زمین کی نکلی نجل کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔

زمین اپنی دوست صوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا سے جانے کی اجازت

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔
نرمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ قسیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ جگل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔
راستے میں جگل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے نرمین کی دوستی کرا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں نرمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ یمنی الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں جگل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا نمبر چھ رہا تھا۔ نرمین بے یقین ہوتی ہے۔
وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔ جگل ڈاکٹر فریحہ کی وسیم کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکنڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دی ہیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔
جگل نرمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آ جاتی ہے نرمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔
دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ نرمین کو برا لگتا ہے۔
نصرت، زکی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ نرمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زکی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔
نرمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ نرمین، جگل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔
عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر نرمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ نرمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔
نرمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے نرمین کو فون کرتی ہے، فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر جگل کے نمبر پہ کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔
نرمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی، نرمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔
عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو نرمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔
مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔
حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔
نزہت پھپھو واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔
حریم عباد وسیم کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آ جاتی ہے عباد اسے دھمکاتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ نرمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔
مارک ڈینیل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ نرمین گھر میں نہیں ہوتی۔
حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔
عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد نرمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد نرمین کو باپ کی بات یاد آتی ہے کہ دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔
عباد نرمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آ جاتی ہے۔ عبد کی [illegible] وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھوپھو تاریخ لینے آ جاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر نرمین شادی کی ہامی بھرتی

ہے۔ نصرت پھپھو اور زلفی خوش ہو جاتے ہیں۔ کجل فون کر کے زمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پرپوز کرتا ہے۔ زمین خوشی خوشی گھر آتی ہے۔
رات میں حریم نریم سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کرلو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کرلوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عباد وسیم نے اسے پرپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہو کر گر پڑتی ہیں۔

چودھویں قسط

سب اداس لوگوں کی ایک سی کہانی ہے
ایک جیسے لہجے ہیں، ایک جیسی تانیں ہیں
شہر یار پر سب کی ایک سی اڑانیں ہیں
سب اداس لوگوں کے بے مراد ہاتھوں پر
ایک سی لکیریں ہیں
سب کے زرد ہونٹوں پر
قرب کی مناجاتیں، وصل کی دعائیں ہیں
بے چراغ راتوں میں بے شمار شکنوں کے
ایک سے فسانے ہیں
کھلکھلاتے لمحوں میں بے وجہ اداسی کے
ایک سے بہانے ہیں
اشک آنکھ میں رکھ کے مسکرانے کی
ایک سی تشریحیں، ایک سی وضاحت ہے
ایک جیسے شعلوں میں سب کے خواب جلتے ہیں
ایک جیسی باتوں پر سب کے دل دھڑکتے ہیں
سب اداس لوگوں کی ایک سی کہانی ہے

حریم نے اس ساری گرما گرمی کے بعد حالات کو انتہا پہ آتے دیکھا تو غیر جانب داری سے اپنا جائزہ لینے پر مجبور ہو گئی۔ وہ چاہے جیسے بھی بدترحالات میں یہاں تک پہنچی ہو...... لیکن آگے اپنی زندگی کو اس نے اپنے ہاتھوں سے تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔

واقعی...... کجل نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ اس سارے معاملے میں ایک وہی بے وقوف تھی۔ جو خواہ مخواہ کی جذباتیت میں اپنے بگڑے حالات کو خراب سے خراب تر کرتی چلی جارہی تھی۔ جو یقیناً مائرہ کے حق میں جاتا۔

"مجھے کچھ وقت دو پلیز...... میں میرب کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتی۔" حریم نے اپنے آنسو اندر اتارتے ہوئے کہا۔

(میرے یہاں ہوتے ہوئے کوئی میرب کے ساتھ اتنی نفرت کا اظہار کررہا ہے میرے بعد تو شاید اس سے بھی برا کرے)

اس نے عجیب سی نگاہوں سے حریم کو دیکھا۔

"سب کچھ ہی تمہارا تھا۔ تم ہی کو ٹھیک سے استعمال کرنا نہیں آیا۔"

"میں اب سب کچھ ٹھیک کرنا چاہتی ہوں پلیز۔" اس نے اضطراری طور پر کہتے ہوئے بے اختیار اس کا

ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا، اس نے ایک نظر حریم کے ہاتھوں میں تھمے اپنے ہاتھ پر ڈالی دوسری حریم کے ستے ہوئے چہرے پر۔

"او کے۔" اس نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

"لیکن یہ لاسٹ چانس ہے حریم مصطفیٰ! اس کے بعد تمہیں یہاں سے جانا پڑے گا۔ اس گھر سے بھی اور یقیناً ہماری زندگیوں سے بھی۔"

اس نے حریم کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ محسوس کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں سے چھڑایا تو وہ خجل سی ہو کر پیچھے ہٹ گئی۔

"میرب کے ہر اچھے برے کی ذمہ دار اب تم ہو حریم! میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گا تمہیں گھر سے باہر کرنے میں۔"

وہ واپس بیڈ کی طرف پلٹ گیا تو حریم نے بے اختیار پرسکون سی ہو کر گہری سانس لی وہ یقیناً آنے والے دنوں میں اپنی زندگی کو بہتر بنا سکتی تھی...... لیکن شاید یہ اس کا خیال ہی تھا۔

مائرہ نے اس گھر میں اپنے قدم جمانے کی پوری تیاری کر رکھی تھی، وہ روزانہ صبح ناشتے کے وقت پہنچ جاتی، اپنی پھپھو اور اس کے بیٹے کے ساتھ گپیں لگاتی اور پھر اس کے شوہر کے ساتھ بڑے استحقاق کے ساتھ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ کر آفس کے لیے نکل جاتی۔

ایسے میں نزہت کے لیے حریم کو سنبھلنے کے لیے ایک اور چانس دینا سخت ناپسندیدہ عمل تھا۔

"اسے میرب کی آیا گیری کرنے دیں، پھپھو! اس سے آگے نہیں بڑھ سکے گی وہ۔" مائرہ نے نخوت سے کہا تو انہیں خاموش ہونا پڑا۔ ویسے بھی وہ جانتی تھیں مائرہ کو میرب میں ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں تھی، حریم کا اسے سنبھال لینا مائرہ کے لیے جان کی خلاصی کا باعث تھا، اسے میرب کو مصنوعی طور پہ پچکارنا بھی پہاڑ لگتا تھا، عماد اور نرمین کی محبت کی جیتی جاگتی نشانی پہ اسے پیار آ بھی کیسے سکتا تھا۔ انہوں نے گہری سانس کھینچی اور ناشتے کے بعد کی میڈیسن کھانے کے لیے اٹھ گئیں۔

"سنو......" وہ مائرہ کے پیچھے آفس کے لیے نکل رہا تھا جب سن گلاسز بالوں پہ چڑھاتے ہوئے حریم کی آواز پہ ٹھٹکا۔

"موسم بدل رہا ہے۔ میرب کی کچھ شاپنگ کرنی ہے میں نے۔"

"ہمم...... اپنی آؤٹ لیٹ پہ موجود ہے سب کچھ......"

"میں خود میرو کے لیے اپنی پسند سے لینا چاہتی ہوں۔" حریم نے کہا۔

"ڈرائیور کے ساتھ آ جانا۔" وہ کہتے ہوئے واپس ہوا۔

"اے۔ ایک اور بات بھی تھی۔" وہ گہری سانس بھرتے ہوئے پلٹا۔

"وہ...... میں اماں سے ملنے جانا چاہتی ہوں۔"

"تو جاؤ۔ کس نے روکا ہے۔"

"میں...... میرب کو ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔" وہ اٹکی۔

"نہیں۔" وہ فی الفور کرختگی سے بولا۔

"تم میرب کو اپنے ساتھ کہیں نہیں لے جا سکتیں حریم! یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ خود جہاں تمہارا دل کرتا ہے جاؤ، کوئی پابندی نہیں تم پر۔"

وہ جس انداز میں بات ختم کر کے گیا تھا اس نے حریم پہ واضح کر دیا کہ وہ اب میرب کے معاملے میں اڑ پر

اعتبار نہیں کرتا تھا، اسے موقع شاید مجبوراً دیا تھا کہ اپنی غلطی سدھار سکے۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں پیچھے کرسی پہ ڈھے گئی۔

زندگی اک جہد مسلسل بن گئی تھی۔ روز نیا کنواں کھودنا پڑ رہا تھا...... نئی توانائی...... نئی سوچ...... نئی امید...... و۔ حاصل وصول کچھ بھی نہیں۔

☆☆☆

''بھئی، شادی میں ابھی کافی وقت سہی...... پر میرا دل ہے کہ اپنی بہو کی پسند سے کپڑے لتے خرید کر اس کا بکسا بھر دوں، آٹھ دس ماہ گزرتے کون سا وقت لگتا ہے۔''

نصرت چائے میں بسکٹ ڈبوتی بڑے لاڈ سے کہہ رہی تھیں۔ اماں کے چہرے پہ مسکراہٹ نے چمک پیدا کر دی۔ طوبیٰ نے بے اختیار حریم کا زرد پڑتا چہرہ دیکھا۔

''تم نے تو تیاری شروع کر دی ہوگی۔'' نصرت بھابی کا چہرہ دیکھتے ہوئے وثوق سے بولیں پھر ان کے کچھ جواب دینے سے پہلے ہی کہنے لگیں۔

''ہاں بھئی۔ لڑکیوں کے تو سو ارمان ہوتے ہیں، جہیز میں یہ بھی ہو، وہ بھی ہو...... کپڑا لتا، زیور فرنیچر...... عین شادی کے روز بھی بازار کا ایک چکر لازمی ہوتا ہے ان کا۔''

''بالکل۔ بیٹیوں کے لیے تو ان کے پیدا ہوتے ہی مائیں جہیز جمع کرنے کی تیاری کرنا شروع کر دیتی ہیں۔'' اماں مسکرائیں تو نصرت کا چہرہ کھل گیا۔

''واہ۔ یہ اچھی کہی۔ میں تو ڈرتی تھیں یہ نہ ہو وہ اللہ ماری نرمین زیور پیسہ لے اڑی ہو بھاگتے وقت۔'' طمانیت سے کہا تو جہاں اماں کا کلیجہ کسی نے نوچ لیا وہیں دونوں بہنوں کے چہروں کی رنگت بھی بدل گئی۔

''دل پہ مت لینا۔ بس یونہی بات سے بات نکل آئی۔ کیا کروں یہ نگوڑ ماری زبان...... ورنہ سوچ لیا تھا زندگی بھر اس خبیث کا نام نہیں لوں گی اپنی زبان سے۔'' ان تینوں کی یک دم خاموشی نے نصرت کو گڑبڑا دیا تو تنک کر بولیں۔

''اس نے صرف اپنی مرضی سے شادی کی ہے۔ باقی یہاں سے کچھ نہیں لے گئی۔'' اماں نے بڑے حوصلے سے جواب دیا تھا۔

''اے۔ باپ کی عزت تو پیچھے رہنے ہی دی اور کیا لے جاتی ساتھ۔ خیر دفع کرو۔ یہ بتاؤ سلامی کیا دے رہی ہو زلفی کو؟ ابھی کافی مہینے پڑے ہیں بیاہ میں۔ اس لیے سوچا بات پہلے ہی کھول دوں تاکہ اگر بیسی وغیرہ ڈالنی ہو اس مد میں تو ڈال لینا۔'' نصرت بڑی بے تکلفی بھرے لاڈ سے بولیں۔

''سب حالات تمہارے سامنے ہیں نصرت! ایک اکیلے تمہارے بھائی صاحب کمانے والے ہیں۔ باقی جو بچت ہے اس سے بیٹیوں کے لیے ہر ماہ کچھ نہ کچھ خرید کے پیٹی میں رکھ دیتی ہوں۔''

''اے لو...... بھائی صاحب کی کمائی کیوں، میری بہو بھی تو کماتی ہے۔ بھئی میرا تو دل ہے بلکہ زلفی کا بھی خیال ہے کہ حریم کی تنخواہ سے کمیٹی ڈال کے سلامی میں اسے موٹر سائیکل دے دو نئی نکور...... بھئی آرام بھی تو حریم کا ہی ہوگا۔ زلفی کو تو بس اس کا ڈرائیور ہی سمجھو۔''

وہ اپنی بے تکی اور بے ہودہ باتوں کے بعد بھونڈے انداز میں ہنسیں۔ حریم نے شکایتی نظروں سے ماں کو دیکھا اور چائے کے برتن لیے وہاں سے چلی گئی۔

''آ ہم...... بات یہ ہے کہ حریم کے ابا اس کی نوکری چھڑوا رہے ہیں۔ ایسے میں موٹر سائیکل کہاں سے آئے گی۔''

"ائے ہئے۔ کیوں......نوکری کیوں چھڑوا رہے ہیں؟" نصرت اچھلیں۔
"بھئی میرے بیٹے کی تو خواہش ہے نوکری والی بیوی ہو۔ بھلا آج کے دور میں کہاں گزارا ہوتا ہے ایک کی کمائی سے۔ سمجھاؤ بھائی صاحب کو۔ یہ کون سا دور ہے بچی کو پڑھا لکھا کے گھر بند کر کے بٹھانے کا۔"
نصرت سخت بدمزہ ہو کیں جیسے اپنی بچی پتا نہیں پڑھ لکھ کر کتنے گریڈ کی آفیسر لگی ہوئی ہو۔
"اچھا اچھا۔ تم دل پہ مت لو۔ بات کروں گی اس کے ابا سے میں۔" اماں نے گھبرا کر کہا۔
"ہم ایسے چھوٹے دماغ کے لوگ نہیں ہیں بھابھی! کہ ایک بہن کی کری کا الزام دوسری پہ لگا کر اسے گھر کے جیل خانے میں بند کر دیں۔ خیر سے ہم حریم کا نوکری کا شوق شادی کے بعد بھی پورا کروائیں گے۔"
نصرت اب بظاہر بڑی اپنائیت سے کہہ رہی تھیں۔ اماں سر ہلاتی سنتی رہیں۔ بچھ میں نہیں آرہا تھا زینت کی کرنی پہ شرمسار ہوں یا نند کی "وسیع القلبی" پہ خوشی کا اظہار کریں۔
"شرم تو نہیں آتی پھپھو کو...... لالچی کہیں کی۔ اتنا ہی شوق ہے نئی موٹر سائیکل کا تو اپنی کمائی سے لیں زلفی بھائی۔ اب آپ خرید کر دیں گی انہیں اپنی کمائی سے۔"
طوبی نے اندر سب اچھی طرح سنا اور اب وہ بگڑ کر حریم سے بولی جو خود منجمد سی کیفیت میں بیٹھی پھپھو کے ارشادات سن رہی تھی۔
"اماں ابا کو چاہیے کہ ہمیں کنویں میں دھکا دے دیں۔ کم از کم وہ پھپھو جیسے لوگوں کے گھر سے تو بہتر ہوگا۔" وہ دل برداشتہ تھی۔
"تم فکر مت کرو طوبی! میں تمہارے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گی۔"
حریم نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے یقین دلایا۔ پھیکا پڑتا چہرہ، غم سے نم ہوتی آنکھیں لیکن ماں جائی کے لیے امڈتا پیار اور فکر۔ طوبی تڑپی۔
"تو میں کیوں ہونے دوں آپ کے ساتھ یہ سب آپی! مجھے بھی آپ سے اتنی ہی محبت ہے۔"
حریم نے اسے بانہوں کے گھیرے میں لے کر ساتھ لگا لیا۔
"اللہ کی آزمائش بھی ہوتی ہے بعض لوگوں کے لیے۔ میرے لیے بھی یقیناً بہتر ہی ہوگا۔" حریم نے اس کے ساتھ ساتھ یقیناً خود کو بھی تسلی دی تھی۔

☆☆☆

وہ بنا بتائے واپس پہنچا تو کیتھی کے لیے سرپرائز ہی تھا، وہ بھی تب جب کیفے بند ہوتے وقت اس کی ساتھی ویٹرس نے اس کی توجہ دلائی۔
"ہے کیتھ! وہ تمہارا اسپیشل کسٹمر لگ رہا ہے مجھے۔" کیتھی نے ایپرن کی گرہ کھولتے ہوئے بے توجہی سے مڑ کر دیکھا۔
"وہ اسٹوپڈ تو پاکستان جا کر بیٹھ ہی گیا ہے، وہ یہاں کہاں۔"
اور پھر زیاد کی دلکش مسکراہٹ سے سجے چہرے کو دیکھ کر گویا وہیں جم گئی۔ زیاد نے ہاتھ ہلایا تو وہ ہوش میں آئی، ایپرن کاؤنٹر پہ پھینکا اور تقریباً بھاگتی ہوئی اس کی ٹیبل کی طرف آئی۔
"یو اسٹوپڈ۔ بتایا کیوں نہیں، کب سے آئے ہوئے ہو واپس؟" اس کا چہرہ جگمگا اٹھا تھا۔ زیاد ہنستے ہوئے اٹھا۔
"لکنگ ہینڈسم۔" کیتھی نے اس کی نکھری صحت پہ نظر ڈالتے ہوئے محبت سے کہا تو زیاد نے ابرو اچکایا۔
"جسٹ لکنگ...... (صرف دکھائی دے رہا ہوں؟)"

کیتھی نے ہنستے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ مارا اور اس کے ساتھ ہی باہر نکل آئی۔
"واقعی ہینڈسم ہو بھئی۔ اس قدر خوشی ہو رہی ہے مجھے تمہارے واپس آنے کی کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"
اس کا بازو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بھینچتے ہوئے کیتھی نے جذب سے کہا۔
"سوچ سکتا ہوں...... کیونکہ مجھے بھی اتنی ہی خوشی ہو رہی ہے تمہیں دیکھ کر۔" وہ کھل کر مسکرایا۔
"وہاں سب ٹھیک ہے؟"
"ہمم...... بھائی نے پسند کی شادی کر لی۔ مما اور ڈیڈ نے اسے گھر سے نکال دیا۔ وہ اب الگ فلیٹ میں رہتا ہے۔ بھائی کی منگنی ٹوٹنے سے ماموں کی فیملی ناراض ہے۔ بھائی کی منگیتر کو میرے سر منڈھنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ باقی سب ٹھیک ہے۔" وہ گہری سانس بھرتے ہوئے بولا۔ کیتھی نے آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا۔
"ہائی رہ کیا گیا ہے؟"
"ہائی...... یہ تمہارا بندہ بچا ہے مشکل سے۔" وہ سینے پہ ہاتھ رکھ کر اس کے سامنے ذرا سا خم ہوا۔
"انگیجڈ ہو کر تو نہیں آئے ہو؟"
کیتھی نے اس کا ہاتھ تھام کر الٹ پلٹ کرتے گویا کوئی رنگ کوئی چھلا ڈھونڈنے کی سعی کی۔ زیاد نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور معنی خیز انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولا۔
"یہاں جو ہو چکا تھا وہاں کیسے انگیجڈ ہوتا۔" کیتھی کے چہرے پہ ہنسی کھل اٹھی۔
"ویری گڈ...... بچ جا رہے ہو۔"
"تم بتاؤ۔ اسٹڈیز کیسی جا رہی ہیں؟" زیاد نے پوچھا۔
"بہت کچھ سیکھ لیا ہے، جان لیا ہے۔ لیکن طلب ہے کہ اور بڑھتی ہے۔ مزید جاننے کی، مزید گہرائی میں جانے کی۔ مجھے لگتا ہے زیڈ! اس گہرائی کی تہ میں میرا اپنا آپ ہے۔ ایک بار میں اس گہرائی میں پورا اتر گئی تو خود کو پالوں گی۔" وہ اپنی بات کے اختتام پہ مسکرائی تھی۔
"ان شاء اللہ۔ ایسا ہی ہوگا۔"
"ان شاء اللہ۔"
کیتھی نے جواباً برجستہ کہا تو زیاد کھل کر مسکرایا۔ اس کے دل میں سکون کی لہر اترتی چلی گئی۔ زندگی کا حساب کتاب بالکل کلیئر ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔
مگر کیا زندگی اتنی ہی آسان ہوا کرتی ہے ہر کسی کے واسطے؟ تو پھر یہ امتحان اور آزمائشیں کیا ہیں اور کن لوگوں کے لیے اتاری جاتی ہیں؟
یہ ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔

☆☆☆

"اب کافی وقت گزر چکا ہے کیتھ! گزری باتوں پہ دھول پڑ چکی۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم اور مارک ایک بار پھر اپنے مستقبل کے بارے میں سوچو۔"
پال اور ڈورتھ کے ساتھ ابھی وہ مہینے بھر کی گروسری کے بعد گھر لوٹی تھی، ڈورتھ چیزوں کو کچن میں ٹھکانے پر رکھ رہی تھی تب ہی پال نے نرم خو انداز میں بات شروع کی۔
"میں تو اچھی طرح جانتی ہوں کہ مجھے مستقبل میں کیا کرنا ہے ڈیڈ! آپ مارک کو مشورہ دیں۔ وہ اپنے ذہن کو کسی اور طرف لگائے۔" کیتھی نے روکھے لہجے میں کہا۔
"تم ابھی تک اس کی بچکانہ حرکت کو دل پہ لیے ہوئے ہو جبکہ وہ اس پہ شرمندہ بھی ہے اور کئی مرتبہ معافی بھی

مانگ چکا ہے۔"

"مجھے ایسے مرد بالکل بھی پسند نہیں ہیں ڈیڈ! اور بار بار غلطیاں کر کے معافی مانگنے والے تو مجھے مرد ہی نہیں لگتے۔" کیتھی نے سرد لہجے میں کہا وہ باپ کو تھی سی امید کا سرا بھی نہیں تھمانا چاہتی تھی۔

"کیتھی! تم اسے بچپن سے جانتی ہو۔ وہ صرف بے وقوف ہے۔"

"اور آپ کیا سمجھتے ہیں آپ کی بیٹی زندگی گزارنے کے لیے ایک بے وقوف شخص کو چنے گی؟"

"نن...... نہیں۔" پال گڑبڑایا۔

"کم آن ڈیڈ! موو آن۔ مجھے مارک سے شادی کرنے میں ایک فیصد بھی دلچسپی ہوتی تو میں انگوٹھی واپس نہ کرتی۔ اب اس موضوع کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیں۔" وہ اکتا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"لیکن مجھے امید ہے میری بچی! کہ تم نے جب بھی شادی کی یقیناً ہمارے مذہب کا نام روشن کرنے کا باعث بنوگی۔"

ڈورتھ نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بڑی خوب صورتی سے بات بدل کر اسے گویا پابند کیا تھا۔ کیتھی نے چہرہ موڑ کر ماں کو دیکھا۔ اس کے تیکھے نقوش والے چہرے پر عام سی مسکراہٹ تھی لیکن کیتھی جانتی تھی اس کے الفاظ عام نہیں تھے۔ یہودیوں کی کمیونٹی میں ان کی فیملی ایک خاص مقام رکھتی تھی۔ اس کا باپ تبلیغ کی حد تک اپنے مذہب کا پرچار کرتا تھا اور اسے کمیونٹی کی طرف سے اس مد میں پیسہ بھی ملتا تھا ایسے میں وہ اپنی بیٹی کی شادی کرتے وقت احتیاط سے کام لینا چاہتے تھے۔

"آئی ہوپ سو مما! (مجھے امید ہے)۔" کیتھی مدھم سا مسکرائی۔ ڈورتھ کی دوررس نگاہوں میں فکرمندی کی جھلک تھی۔

☆☆☆

"کیتھ! لسن...... میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" وہ کچھ کتابیں خریدنے آئی تو واپسی پر مارک نے اسے روک لیا۔

"میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ مجھ سے اب کبھی بات مت کرنا۔" کیتھی نے اسے گھورا۔

"کم آن کیتھی! ہم کزنز ہیں۔ بچپن کے اچھے دوست ہیں۔" مارک کا لب ولہجہ گزشتہ سے بہت بدلا ہوا تھا۔

"وہ سب ختم ہو گیا مارک! تمہارے میرے راستے الگ ہیں اب۔" وہ رکھائی سے کہتی اپنی کتابوں کا لفافہ سنبھالتی بس اسٹاپ کی طرف بڑھی۔ مارک لمبے ڈگ بھرتا اس کا ہم قدم ہوا۔

"آئم سوری۔ تمہیں میری وجہ سے تکلیف ہوئی۔"

"وہ تو اب ہو گئی نا۔" کیتھی جھنجلائی۔ "گزرا وقت واپس نہیں آسکتا۔"

"تم چاہو تو میں تمہارے دوست سے بھی سوری کہہ سکتا ہوں۔" مارک کی بات پر کیتھی کی آنکھیں پھٹنے والی ہو گئیں۔

"تم پی کر تو نہیں آئے؟ اتنے اچھے خیالات بنا نشے کے کبھی نہیں ہو سکتے تمہارے۔"

"نہیں، میں نشے میں نہیں ہوں۔ ڈیڈی کا خیال ہے کہ ہم دونوں کو آپس میں صلح کر لینی چاہیے۔" مارک کے منہ سے پھسلا اور ساتھ ہی اس نے دانتوں تلے زبان دبائی لیکن بے فائدہ۔

"اوہ۔" کیتھی نے گہری سانس کھینچی۔ "تو یہ ڈیڈی کے الفاظ بول رہے ہو تم۔"

"نہیں نہیں...... سچ میں، میں چاہتا ہوں کہ ہم دوبارہ ایک ہو جائیں۔"

"یہ سب باتیں ہم پہلے بھی کر چکے ہیں مارک! اور یقین جانو، ان کو بار بار دہرانے سے کچھ بھی حاصل نہیں

ہوگا۔ ہمارے درمیان جتنی دوری ہے اتنی ہی رہے گی، دوسرے یہ کہ میں نے ڈیڈ کو صاف لفظوں میں بتادیا ہے کہ اب یہ رشتہ دوبارہ بھی نہیں جڑ سکتا۔" وہ خشک لہجے میں کہتی سامنے رکنے والی بس کا آٹومیٹک دروازہ کھلتے ہی جلدی سے بس میں سوار ہوگئی۔ مارک نے دانت پیستے ہوئے جاتی ہوئی بس کو کینہ توز نظروں سے دور تک دیکھا۔

"اچھی طرح جانتا ہوں میں کن ہواؤں میں اڑ رہی ہو۔ بس ذرا ثبوت آلینے دو میرے ہاتھ...... منہ کے بل گراؤں گا تمہیں۔"

☆☆☆

"کب تک ایسے گھر والوں سے دور رہو گے۔ معافی مانگو اور نرمین اور بچی کو لے جاؤ گھر۔ ماؤں کا دل تو ویسے بھی بہت نرم ہوتا ہے دیکھنا فوراً معاف کردیں گی۔" رانا سے بڑے عرصے کے بعد کنول کی شادی کے دوران عباد اور نرمین کی ملاقات ہوئی تھی۔

"وہ اور مائیں ہوتی ہیں...... میری مما کو اپنی بھتیجی کا دکھ میری خوشی سے زیادہ ہے۔" عباد کھل کے مسکرایا۔

"یہ تو تم سوچتے ہونا۔ ایک ماں کے لیے سب سے مشکل کام اولاد سے دور رہنا ہے عباد! وہ صرف نرمین کی وجہ سے اس دوری کو برداشت کررہی ہیں اگر تم اکیلے ہوتے تو دوسرے ہی دن جاکر منالاتیں تمہیں۔"

"اس کی اپنی لاپروائی بھی ہے بھائی!" نرمین نے ان کی گفتگو میں حصہ لیا اور شکایتی انداز میں عباد کو دیکھ کر رانا کو بتانے لگی۔

"اب تو میں بھی اسے کہتی ہوں کہ دونوں میرب کو لے کر ان کے سامنے چلے جاتے ہیں، زیادہ سے زیادہ ڈانٹ پڑ جائے گی۔ گھر سے تو نہیں نکالیں گی نا۔ لیکن اس کے سر پہ اپنا فلیٹ ہونے کا نشہ ہے۔ اگر بے گھر ہوتے تو شاید جلدی لوٹ جاتے واپس۔"

"میں پرسکون چلتی زندگی میں کوئی انتشار نہیں چاہتا یار۔ اچھی بھلی زندگی میں کبھی بیوی کے گلے تو کبھی ماں کے شکوے شامل ہو جائیں گے۔ دور ہیں تو اس میں بھی اللہ کی بہتری ہے۔"

عباد مطمئن تھا لیکن نرمین کے بے سکون دل کو کوئی کیسے سکون دیتا۔ اتنی جائیداد اور شان دار کوٹھی ہونے کے باوجود وہ ایک چھوٹے سے فلیٹ میں محدود سی زندگی گزارنے پر مجبور تھی جبکہ سیٹھی ہاؤس جاکر بڑی بڑی پارٹیز اٹینڈ کرنا اور سیٹھیوں کی حسین بہو کے طور پہ مشہور ہونا اس کا خواب تھا جو حقیقت بن کر ہی نہیں دے رہا تھا۔ اوپر سے عباد کے خیالات۔

"سن لیں آپ۔" نرمین نے رانا سے کہا۔

"یعنی تمہارا ساری عمر اسی فلیٹ میں زندگی گزارنے کا پلان ہے؟" رانا نے نرمین کا مطلب سمجھتے ہوئے عباد کو گھر کا۔

"نہیں خیر...... ایسا بھی نہیں۔ بس مائرہ کی کسی اچھی جگہ شادی ہو جائے تو پھر مما کا دھیان بٹ جائے گا۔ اسی چکر میں بے چارہ زیادہ پھنس رہا ہے مما کے ہاتھوں۔" وہ ہنسا۔

"میں ذرا کنول کے پاس جارہی ہوں برائیڈل روم میں۔ کہیں میرب جاگ نہ گئی ہو۔" نرمین نے کہا وہ پرام میں سکون سے سوئی میرب کو شور ہنگامے سے پرے کنول کے پاس چھوڑ آئی تھی تاکہ اس کی نیند پوری ہو جائے، باقی فنکشن میں پھر اس کے تنگ کرنے کے چانسز کم ہوتے۔

جبکہ رانا نے اچھی طرح عباد کی برین واشنگ کی تھی۔ تب ہی شادی سے واپسی پر نہ جانے کس ترنگ میں اس نے راستے میں نرمین سے پوچھا۔

"کیا خیال ہے پھر...... اپنی سسرال کا چکر لگانا ہے؟" نرمین اس قدر غیر متوقع آفر۔ دنگ رہ گئی۔

"اس وقت۔ دس بجنے والے ہیں۔"
تحمل کی شادی میں دوپہر کا فنکشن تھا پھر بھی رخصتی ہوتے اور مہمانوں کے نکلتے نکلتے واپسی پہ کافی وقت ہو گیا تھا۔
"وہاں ابھی ٹاک شو دیکھا جا رہا ہوگا۔"
"نہیں...... ابھی نہیں۔ پھر کسی وقت۔ فی الحال میرا مائنڈ سیٹ نہیں بنا ہوا۔" ترمین کنفیوز ہوئی۔ عباد ہنسنے لگا۔
"بس...... یہی بہادری ہے۔ ساس کا سامنا نہیں کر سکتیں تم۔"
"شٹ اپ۔" ترمین نے اسٹیئرنگ تھامے اس کی کلائی پہ ناخن چبھوئے۔
"اف! ظالم۔" وہ جلبلایا۔
"ڈرائیو کرتے ہوئے یوں ڈسٹرب کرو گی تو کہیں ٹھونک دوں گا گاڑی۔"
"ہونہہ۔" وہ ناراض ہو کر بیٹھ گئی۔ "ایسے منہ اٹھا کر کیسے جا سکتے ہیں ہم کوئی طریقہ ہوتا ہے۔"
"اپنے گھر جانے کا کون سا طریقہ ہوتا ہے بھلا۔" وہ سی ڈی پلیئر آن کرتے ہوئے اسے چھیڑ رہا تھا۔
"ہاں نا۔ میں گفٹس لے کر جاؤں گی مما اور ڈیڈ کے لیے......
اور ایسے تھکی ہوئی شکل لے کر نہیں بلکہ فریش۔" وہ مسکراتے ہوئے اپنا پروگرام بتا رہی تھی۔ گاڑی میں مترنم سی آواز گونجنے لگی۔

تم حقیقت نہیں ہو حسرت ہو
جو ملے خواب میں وہ دولت ہو
کس لیے دیکھتی ہو آئینہ
تم تو خود سے بھی خوب صورت ہو
داستاں ختم ہونے والی ہے
تم میری آخری محبت ہو

گاڑی میں معنی خیز سی خاموشی چھا گئی۔ غزل مکمل ہو چکی تھی۔
"آ ہم...... میں آخری...... تو پہلے والیوں کے بارے میں کیا خیال ہے جناب کا؟"
ترمین نے کھنکھارتے ہوئے تیکھا سا سوال کر کے اس غزل کے بولوں کے فسوں کو توڑا تو عباد بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔
"جو موجود ہو وہی حقیقت ہوا کرتی ہے سویٹ ہارٹ!"
"تم خوش ہو اس زندگی سے عباد!" ترمین کو جانے کیا خیال آیا تھا پھر اضافہ کیا۔
"مطلب...... میرے ساتھ۔ یوں سب سے الگ تھلگ۔"
"بہت۔" عباد کا جواب فوراً سے پہلے آیا۔ "بلکہ کبھی کبھار تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ بنا کسی آزمائش اور امتحان کے اتنی خوش گوار زندگی جس میں سب کچھ حاصل ہو، اسے نظر ہی نہ لگ جائے۔"
"اللہ نہ کرے۔" ترمین نے دہل کر کہا۔ عباد نے ہنستے ہوئے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔

☆☆☆

"نصرت باتوں باتوں میں جہیز کے لیے کافی سنا کر گئی ہے۔ ذرا دھیان کریں اب اس طرف، شاید مدثر سائیل کی بھی خواہش ہے رخی کو سلامی کے طور پہ۔" اماں نے مصطفیٰ صاحب کے پیروں کا مساج کرتے ہوئے

پرتشویش مگر دھیمے لہجے میں کہا تو انہیں دھچکا لگا۔

''اسے پتا بھی ہے ہمارے حالات پھر بھی...... اپنوں میں رشتے کا تو یہی مقصد ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کا پردہ رکھ لیا جائے۔''

''بلکہ وہ تو کہہ رہی تھی کہ حریم کی نوکری بھی نہ چھڑوائی جائے، کیونکہ زلفی کو پسند ہے کہ اس کی بیوی نوکری کرتی ہو۔'' اماں نے ڈرتے ڈرتے بتایا تو ابا کا چہرہ لال ہو گیا۔ اپنے پاؤں ان کے سامنے سے ہٹاتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھے۔

''دماغ تو خراب نہیں ہو گیا اس کا۔ پتا بھی ہے اسے کہ حالات و واقعات کیا ہیں پھر بھی۔''

''حریم کے ابا! ٹھنڈے دماغ سے سوچیں، جب ہماری بیٹی ان کی بہو بن جائے گی تو وہ چاہے اس سے نوکری کروائیں یا نہیں یہ تو پھر ان کی مرضی ہو گی نا۔ ہمارا کیا اختیار رہ جائے گا بیاہی بیٹی پر۔'' اماں نے انہیں سمجھایا۔

''وہ الگ بات ہوتی، لیکن یوں شادی سے پہلے ہی اپنے منہ سے اس طرح کی مانگ کرنا کوئی اچھی بات ہے۔ لولا لنگڑا ہے زلفی کہ کما کر بیوی کو نہیں کھلا سکتا، اور یہ موٹر سائیکل......'' انہوں نے تپے ہوئے لہجے میں کہہ کر دانت پیسے۔

''اسے تو میں خوب اچھی طرح سے سلامی دوں گا...... دیکھنا تم۔''

''بات مت بگاڑیے گا میاں! ہم تو پہلے ہی داغ دار چادر لیے بیٹھے ہیں سر پر۔'' اماں نے انہیں سہولت اور نرمی سے ٹوکا۔

''بس...... یہی بات مار جاتی ہے مجھے۔ ورنہ کسی کی کیا مجال تھی کہ مصطفیٰ احمد کی بیٹیوں کے رشتے مانگتے وقت بھاؤ تاؤ کرتا۔'' وہ بجھ سے گئے۔

''اللہ خیر کرے گا۔ کرنے دیں حریم کو نوکری۔ جب ان لوگوں کو اعتراض نہیں تو ہمیں کیوں ہو۔ ابھی چھوڑی تو بعد میں شاید ہی ایسی اچھی نوکری ملے۔'' اماں نے انہیں نئی سوچ تھمائی تھی۔

''خیر...... یہ بات تو میں ضرور ہی کروں گا کہ جو بھی دینا ہوا ہم نے اپنی بیٹی کو اس کی قسمت کا لکھا ضرور دیں گے مگر اپنی حیثیت کے مطابق۔ ایسے لسٹ نہ بنا کر دے کوئی مجھے۔''

انہیں بہن سے یہ امید نہیں تھی تب ہی ان کے لب و لہجے سے وہ گھن گرج مفقود تھی جس کا انتظار حریم کر رہی تھی۔

''بنی بات بگاڑ مت دیجیے گا۔ بیٹی والوں کو تو یوں بھی بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے، اور یہ کون سا نیا رواج ہے، پشتوں سے دینے دلانے کی رسمیں چلی آ رہی ہیں۔'' اماں نے دھیمے لہجے میں کہا تو انہوں نے تھکے ہوئے انداز میں لیٹ کر آنکھیں موند لیں اماں نرمی سے ان کے پاؤں دبانے لگیں۔

☆☆☆

''میں مسلمان ہونے کا سوچ رہی ہوں۔'' کیتھی نے سمندر کنارے ریسٹورنٹ کے اوپن ایئر روف پر لنچ کے دوران سرسری انداز میں کہا تو زیاد نے خوش گوار حیرت میں گھرتے ہوئے کھانے سے ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔

''کیا تم اپنے یقین ہو؟''

''بالکل۔'' کیتھی طمانیت سے مسکرائی۔

''تم مسلمان ہونا چاہتی ہو تا کہ مجھ سے شادی کر سکو، کیونکہ تمہیں علم ہے میں کسی غیر مذہب کی عورت سے

شادی نہیں کروں گا۔" زیرلب مسکراتے ہوئے زیاد نے اسے چھیڑا تو وہ سنجیدہ ہو گئی۔

"قطعاً نہیں...... تمہیں دیکھ کر، مل کر، دوستی کر کے تمہاری چاہت میں تمہارے مذہب کو جاننے کا تجسس ضرور ہوا تھا زیڈ! لیکن اب تم مجھے اپناؤ یا نہ اپناؤ وہ بعد کا معاملہ ہے۔ میرا اسلام قبول کرنا میری اپنی زندگی کے لیے میری پہلی ترجیح ہے۔"

وہ کھل کے مسکرایا۔ "تم خوش نصیب ہو، جس کا دل نور سے روشن کر دیا ہے اللہ نے۔"

"بے شک۔" وہ ڈوبتے سورج کو چمکتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"گھر والوں کے بارے میں کیا سوچا ہے تم نے؟"

"کچھ نہیں۔"

"ایسے ہی کوئی قدم مت اٹھانا کہ تمہیں نقصان پہنچ جائے۔"

"وہ تو جب بھی انہیں پتا چلے گا — یہی ہو گا۔ اس لیے پہلے — سوچ رہی ہوں کہ کینیڈا کی جاب چھوڑ کر عائشہ نے جو جاب بتائی تھی، وہ شروع کرلوں اور اسی کے روم میں شفٹ ہو جاؤں۔" وہ مطمئن تھی۔

"اور تمہارے پیرنٹس؟" زیاد نے پوچھا تو اس کی آسمان کے سے رنگ جیسی آنکھوں کی چمک قدرے ماند پڑی۔

"ہمارے معاشرے میں اولاد کا خودمختارانہ زندگی گزارنا ایک عام سی بات ہے۔ میں کوشش کروں گی کہ اپنے پیرنٹس سے اچھے روابط رکھ سکوں۔ اپنے بھائی سے دور ہونا مجھے بہت چبھ رہا ہے۔" اس نے رک کر جیسے لہجے کی کپکپاہٹ پر قابو پانے کی سعی کی۔

"لیکن...... دین کامل کو جان لینے کی خوشی اور اپنے اصل کی طرف لوٹ جانے کا احساس زیادہ خوش کن ہے میرے لیے۔" وہ بات کے آخر میں مسکرائی، زیاد نے متاثر ہونے والے انداز میں سر ہلایا۔

"تم بہت بہادر ہو۔"

"بس تم میرا ساتھ کبھی مت چھوڑنا زیڈ!" اس نے جذباتی ہو کر زیاد کو دیکھا۔

"کبھی نہیں...... ان شاء اللہ۔" اس کا لہجہ پر یقین تھا۔ بات اللہ کے چاہنے نہ چاہنے پہ چھوڑ دی گئی تھی تو پھر جو اللہ چاہے۔

"ڈیڈ کا خیال ہے کہ مجھے مارک کے بارے میں پھر سے سوچنا چاہیے۔ ان کے خیال میں وہ بہت بدل چکا ہے۔" کیتھی بات بدلتے ہوئے شرارت سے بولی تو وہ اسے گھور کر رہ گیا۔

☆☆☆

"عباد نے معافی مانگ لی ہے۔ اب وہ گھر واپس آنا چاہتا ہے۔ لیکن مجھے مائرہ کی فکر ہے۔ بھائی صاحب کیا سوچیں گے میرے بارے میں۔" نزہت کا فون آیا تو وہ بہت پریشان اور الجھی ہوئی تھیں، زیاد نے گہری سانس بھری۔

"آپ دوسروں کی اولاد اور گھر کی فکر چھوڑیں مما! اپنے گھر اور اس کے سکون کی طرف دھیان دیں۔ مائرہ کوئی اپاہج نہیں ہے خدانخواستہ کہ اب اس کی شادی کہیں اور نہیں ہو سکتی۔"

"تم جانتے ہو مائرہ میرے لیے بالکل بیٹی جیسی ہے زیاد!"

"اور ہم بیٹے نہیں ہیں کیا؟ ہم سے زیادہ آپ کو اس کی خوشیوں کی فکر ہے۔" زیاد خفا ہوا لہجہ بھر کو وہ چپ رہ گئیں۔

"جو تکلیف میں ہو اس کی فکر زیادہ ہوا کرتی ہے۔ بہرحال...... تم سے مائرہ کی شادی کے بعد سب ٹھیک ہو

جائے گا۔ گھر کا ماحول بھی اور رشتے بھی۔" قدرے توقف کے بعد وہ بولیں تو زیاد بھک سے اڑا۔
"مام پلیز! پھر وہی بات شروع مت کیجیے گا۔"
"بات شروع نہیں۔ ختم کرنے کے لیے فون کیا ہے زیاد!" وہ سرد مہری سے بولیں تو زیاد سننے پر مجبور ہوا۔
"عباد گھر واپس آنا چاہتا ہے۔ میں اس کی بیوی کو مالکن بنے اس گھر میں چلتے پھرتے نہیں دیکھ سکتی۔ وہ بھی اس صورت میں کہ میری بیٹی وہاں زندگی کی خوشیوں سے محروم ہو لیکن تم وجہ بن سکتے ہو عباد کی واپسی کی اگر تم مائرہ سے شادی کر لو۔"
"اولاد کی خوشیوں پہ شرطیں مت لگائیں مما!" وہ جھنجھلا پڑا۔
"شرط ہی سمجھ لو...... مجھے اپنا بھائی بہت عزیز ہے اور بیٹی اس سے زیادہ۔ اگر میں اپنے بھائی کی محبت میں اتنا کچھ سوچ سکتی ہوں تو تم بھی اپنے بھائی سے محبت کا ثبوت دو۔"
نزہت نے صاف گوئی سے کہا تو وہ موبائل کو دیکھ کر رہ گیا۔ ان ماؤں کے پاس بھی اولاد کو بلیک میل کرنے کے سو طریقے ہوتے ہیں۔ اس نے سوچا۔ اور حقیقت تو یہ تھی کہ اگر کیتھی اس کی زندگی میں نہ ہوتی تو وہ مائرہ سے اب تک شادی کر چکا ہوتا۔ لیکن اب یہ کمٹمنٹ توڑنا اسے قیامت لگتا تھا۔
"آپ یہ کیوں نہیں کرتیں کہ مائرہ کا کسی بہت اچھی جگہ رشتہ کروا دیں۔ بجائے اپنے گھر کے سکون کو برباد کرنے کے۔" زیاد نے مشورہ دیا۔
"شٹ اپ۔" وہ بھڑکیں۔
"خود تو کسی قابل ہو نہیں...... مشورے دینے آتے ہیں بس۔"
انہیں ٹھنڈا کرنے کی خاطر وہ خلوص دل سے بولا۔
"سچ کہہ رہا ہوں مما! ہم سے اچھے لوگوں سے دنیا بھری پڑی ہے۔"
"ہاں بس...... تم دونوں بھائیوں کی ہی ناک بہتی ہے باقی ساری دنیا ہی اچھی ہے۔" وہ اس قدر چڑ کر بولیں اور زیاد بے ساختہ ہنستا ہی چلا گیا۔

☆☆☆

وہ میرب کو ساتھ لیے آؤٹ لیٹ پہ چلی آئی۔ گلاس ڈور سے اندر داخل ہوتے ہوئے اسے یاد آیا جب وہ پہلی بار عباد کو نرمین سے ملنے کے لیے منع کرنے یہاں آئی تھی اور عباد نے اسے چور سمجھ کر کیسے دھمکایا تھا اس کے لبوں پہ پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی تو وہ آزردہ کر دینے والی سوچوں کو دھکیلتی اپنی بانہوں سے نیچے اترنے کو مچلتی میرب کی طرف متوجہ ہو گئی اسے نیچے اتار کر اس کا ہاتھ تھاما اور بچوں کے کپڑوں والے سیکشن میں آ گئی۔ آؤٹ لیٹ پہ عورتوں اور لڑکیوں کا رش لگا ہوا تھا۔ وہ میرب کے لیے کپڑے دیکھتے ہوئے ساتھ ساتھ کاؤنٹر پہ بھی نظر ڈال لیتی جہاں اس وقت وہ موجود نہیں تھا صرف کاؤنٹر گرل ثمینہ اور کمپیوٹر پہ فرحان کھڑے کسٹمرز کو خوش مزاجی اور پھرتی کے ساتھ ڈیل کر رہے تھے پھر اس نے مائرہ کو آفس سے نکل کر کاؤنٹر کی طرف آتے دیکھا تو حریم کا دل عجیب سا ہونے لگا۔ اس کی نظروں کے سامنے وہ لڑکی اس کے شوہر کو اس سے چھیننے کا کھیل کھیل رہی تھی اور وہ دیکھتے رہنے پر مجبور تھی۔
"میرو...... پاپا سے ملنا ہے؟"
اس نے جھک کر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ میرب سے پوچھا تو میرب نے چمکتی آنکھوں کے ساتھ اثبات میں سر ہلایا۔ حریم نے اس کا رخسار چومتے ہوئے اسے اٹھایا اور نظر بچا کر آفس کی طرف آئی اور ہلکا سا دروازے پہ دستک دے کر اندر سے اجازت ملے بنا ہی اندر داخل ہو گئی وہ اپنے لیپ ٹاپ میں مگن تھا دستک اور اب دروازہ

کھلنے کی آہٹ پہ سر اٹھایا تو اسے میرب کے ساتھ دیکھ کر بے ساختہ مسکرا دیا۔
"گڈ ٹو سی یو۔"
"پاپا۔" میرب نے خوشی سے ہاتھیں پھیلائیں تو وہ اٹھا اور آگے بڑھ کر میرب کو حریم سے لے لیا۔
"چائے، کافی، جوس چلے گا کچھ؟" وہ حریم سے پوچھ رہا تھا۔
"ابھی تو فی الحال کچھ بھی نہیں۔"
"ہمم...... کچھ پسند کیا میرب کے لیے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔
"ابھی تو بس نظر ہی ڈالی ہے۔ سوچا تمہارے ساتھ مل کر میرو کے لیے کچھ پسند کروں تو شاید آسانی ہو۔"
حریم نے زندگی آسان کرنے والی راہ پہ پہلا قدم رکھا اس نے چونک کر حریم کو دیکھا تو وہ خفیف سی ہو کر بولی۔
"ویسے بھی...... میرے پاس پیسے تو تھے ہی نہیں۔ پے منٹ کہاں سے کرتی۔"
اسے دھیان آیا۔ اس نے کبھی حریم کو جیب خرچ کی مد میں کچھ دیا ہی کہاں تھا، اب تک شاید وہ سلامیوں کے پیسے خرچ کرتی رہی تھی۔
"اچھا...... چلو پھر...... مل کر شاپنگ کرتے ہیں میرب کی وہ بھی فری میں۔" وہ مسکرایا تھا۔
"یہ فرکیبی نیشن دیکھو، ذرا ونٹر شال کے لیے۔" مائرہ اپنی دھن میں اندر آئی تو کیٹلاگ اس کے ہاتھ میں تھی لیکن اسے میرب کو بانہوں میں اٹھائے حریم کے ساتھ دیکھ کر مائرہ کے اندر تک کڑواہٹ اتر گئی۔
"بھئی اب کام تو بعد میں ہوگا۔ میں ذرا اپنی بیگم اور پرنسس کو شاپنگ کروا دوں پہلے۔" وہ خوش گوار موڈ میں بولا، مائرہ کا تاریک پڑتا چہرہ ان دونوں کی نظر سے اوجھل نہیں تھا۔
"آج سب کلر اور ڈیزائن فائنل ہونے ہیں...... اور تمہیں ان محترمہ کے چونچلوں کی پڑی ہے۔" مائرہ نے کیٹلاگ ٹیبل کی سطح پر پٹختے ہوئے تلخی سے کہا۔
"میں جا کر کچھ کپڑے سلیکٹ کرتی ہوں، تم آجانا کام ختم کر کے۔" حریم نے بمشکل مائرہ کا انداز گفتگو ہضم کیا تھا۔
"تم ہو نا...... مجھے تمہاری پسند پہ پورا اعتبار ہے۔ اس بار شالوں کی ڈیزائن سلیکشن تمہاری ہوگی۔ کپڑوں کے کلرز میں نے ڈیسائڈ کر لیے تھے ان کی ڈیٹیل فرحان سے لے لینا۔ میں تھوڑا وقت فیملی کو دینا چاہتا ہوں۔"
وہ مائرہ کی بات نظر انداز کرتے ہوئے مسکرا کر بولا اور حریم کے ساتھ ہی باہر کی طرف بڑھا۔ پھر رک کر مائرہ کو آفر کی۔
"ویسے شاپنگ کے بعد ہمارا لنچ کا بھی پروگرام ہے...... تم چلو گی؟"
(بھاڑ میں جاؤ تم اور تمہاری فیملی) مائرہ نے اسے گھور کر دیکھا اور چبا کر بولی۔
"بہت شکریہ۔ شاید باہر کا کھانا صحت کے لیے بہتر نہیں ہوتا۔ تم ہی نے بتایا تھا مجھے۔"
وہ خفیف سا ہوا۔
"خیر...... کبھی کبھار کی بد پرہیزی تو جائز ہی ہوتی ہے۔"
"جاؤ...... بس دھیان رکھنا کہیں بدہضمی نہ ہو جائے۔" مائرہ نے کرسی میں دھنستے ہوئے جل کر کہا تو وہ مسکراہٹ چھپاتا آفس سے نکل گیا۔
"یا اللہ۔ کیا میں ہی سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہوں بے وقوفوں کی طرح؟" مائرہ نے سر ہاتھوں میں تھام لیا۔
اس نے حریم کے ساتھ مل کر میرب کے لیے کپڑے سلیکٹ کیے پھر فرحان اور ثمینہ کو چند ہدایات دے کر

حریم اور میرب کو لیے باہر نکل آیا۔ پارکنگ میں آکر گاڑی میں بیٹھنے تک حریم کا دل عجیب سی متضاد کیفیات کا شکار تھا۔

"چائنیز فوڈ یا پاکستانی؟" وہ گاڑی سیدھی سڑک پہ ڈالتے ہوئے حریم سے پوچھ رہا تھا۔

"پاکستانی۔ چائنیز تو صرف سوپ اور نوڈلز کھائی ہیں میں نے۔" وہ چونکی۔

میرب کو سائیڈ پہ لگے جھولے میں بٹھا کر وہ کھانے کے لیے آرڈر پلیس کرنے اپنی ٹیبل پہ آیا تھا ایک ہاتھ حریم کی کرسی کی پشت پہ دوسرا ٹیبل کی سطح پہ جمائے وہ حریم کے آگے کھلے مینیو کارڈ ہی پہ جھک گیا۔

"ہم...... کیا پسند ہے تمہیں۔ چکن کڑاہی، ملائی بوٹی، قورمہ، بریانی، چائنیز چاول۔"

"تمہارے لیے بھی یہ ان چاہی زندگی گزارنا مشکل ہو گا...... ہے نا؟" حریم کے منہ سے وہی پھسلا جو وہ سوچ رہی تھی۔ اس نے بہت حیرت سے چہرہ موڑ کر حریم کو دیکھا۔

"تم مائرہ کو پسند کرتے ہو لیکن تمہیں مجھ سے زبردستی شادی کرنا پڑی۔ کیونکہ مائرہ میرو کو پسند نہیں کرتی اور تم میرب کے لیے کوئی رسک نہیں لینا چاہتے تھے۔"

وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سارا جوڑ توڑ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی وہ ساری خوش گواری بھول کر سنجیدہ تاثرات لیے اس کے مقابل آبیٹھا۔

"ہم یہاں کھانا کھانے آئے ہیں۔" وہ نارمل سے انداز میں بولا۔

"یہ مذاق نہیں ہے میں واقعی بہت آکورڈ فیل کر رہی ہوں۔ کسی کی زندگی میں زبردستی جگہ بنانا، کسی کے ساتھ محض سمجھوتے کا رشتہ رکھنا آسان نہیں ہوتا۔"

حریم کو احساس ہو رہا تھا کہ اگر وہ مشکل زندگی گزار رہی تھی تو پھولوں کی سیج پر وہ بھی نہیں تھا۔

"تم بھی تو ان ہی حالات کا شکار ہو۔"

"لیکن میں کسی کو پسند نہیں کرتی تھی۔"

"میں بھی مائرہ کو پسند نہیں کرتا تھا۔" وہ مدھم سا مسکرایا تو حریم نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ مدھم سی کیفیت میں ہر دم سلگتی آنکھیں...... ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ مبتلائے غم نہ ہوتا۔

"تو کسی اور سے......؟" بے ساختہ ہی حریم کے منہ سے نکلا تو چند لمحے وہ یونہی اسے دیکھتا رہا۔ حریم خجل سی ہو کر مینیو پر جھک گئی۔

"تم کیا یہاں میری لائف کی مسٹری سولو کرنے آئی ہو؟" وہ مدھم سا مسکرایا۔

"مجھے دوسروں کے دکھ بھی دکھی کرتے ہیں۔" حریم نے سنجیدگی سے کہا۔ "ان چاہی زندگی کا دکھ دنیا کا سب سے بڑا دکھ ہوتا ہے۔"

"یعنی تم اس وقت دنیا کے سب سے بڑے دکھ میں مبتلا ہو۔" وہ تاسف سے بولا۔

"نہیں۔" حریم نے فی الفور نفی میں سر ہلایا پھر اس کی آنکھوں میں اترتے تحیر کو دیکھ کر بات بدل گئی۔

"کھانا منگوالیں، بھوک لگ گئی ہے اب تو۔"

کھانے کا آرڈر دے کر وہ حریم کی طرف متوجہ ہوا۔

"مجھے بہت زیادہ دیر ایک ہی فیز (کیفیت) میں رہنا پسند نہیں۔ میں خوشی کی سیلیبریشن کرنے اور غم سے فوراً نکل کر آگے بڑھنے کو ترجیح دیتا ہوں۔ اس لیے تم میری فکر مت کرو۔"

"مجھے کوئی فکر نہیں ہے تمہاری۔ بس احساس ہوا تھا کہ تم بھی آسان اور پسندیدہ زندگی نہیں گزار رہے۔" حریم نے نظریں چرائیں۔

"مجھے اچھا لگا یہ جان کر کہ تم میرے متعلق ہمدردی سے سوچتی ہو۔ حالانکہ میں نے تمہاری زندگی کو مشکل بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔"

وہ متاسف تھا۔ حریم اس سے کہنا چاہتی تھی۔ وہ سب جو اسے نگل نے سمجھایا تھا...... ورنہ یہ بھی کہ انجانے میں ہی سہی وہ اسے کتنی مشکل زندگی سے بچا گیا تھا۔ زلفی نامی اس کمین سے...... جو اس کی پوری زندگی سیاہ کر دیتا اور آج بھی وہ کما کما کر نکھٹو شوہر کو پال رہی ہوتی۔

"میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرب کو ماں کا پیار ملے۔ اس کی طرف سے کوتاہی مت کرنا، میں پچھلی ساری باتیں بھلا دوں گا۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"میں نے ہمیشہ میرب سے ویسی ہی محبت کی ہے جیسی اپنی بہن سے کرتی تھی۔ تم سوچ نہیں سکتے کہ وہ میرے لیے کیا ہے۔ میں اپنی بے گناہی کی قسمیں نہیں کھاؤں گی لیکن میرو کے ساتھ ہونے والے حادثے میں میرا کوئی قصور نہیں۔"

حریم کے لہجے کی سچائی اسے کچھ سوچنے پر مجبور کر رہی تھی۔ لیکن ابھی وہ یقین اور بے یقینی کے درمیان جھول رہا تھا۔

☆☆☆

"تم کہاں گئی تھیں بنا میری اجازت کے، اور میرب کو ساتھ لے جانے کی جرات کیسے ہوئی تمہاری۔"

واپسی پہ نزہت نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا۔ ثریا کو آواز دے کر نیند کے جھکولے لیتی میرب کو اس کے حوالے کیا تو وہ اسے ساتھ لے گئی حریم اطمینان سے نزہت کی طرف پلٹی۔

"میں میرب کے لیے شاپنگ کرنے گئی تھی اپنے ہسبینڈ کے ساتھ، ان کی اجازت سے۔" صوفے پہ پڑے شاپنگ بیگز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حریم نے انہیں بتایا حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ مائرہ فون کر کے سارا قصہ انہیں بتا چکی ہوگی۔

"تم میرے بیٹے کے سر پہ سوار ہونے کی کوشش مت کرو۔ آفس وہ کام کرنے کے لیے جاتا ہے گلچھرے اڑانے نہیں۔"

نزہت بھڑکیں تو حریم کو ان کے الفاظ و انداز پہ افسوس ہوا، اپنی بھتیجی کی اندھی محبت میں وہ سچ اور غلط کی پہچان بھی بھول گئی تھیں۔

"میرا ارادہ تو بازار جانے کا تھا لیکن انہوں نے خود ہی کہا تھا کہ آؤٹ لٹ پہ آ جانا پھر وہاں سے لنچ کا پروگرام بن گیا۔"

حریم نے نرمی سے وضاحت کی، اس کا مزید اب نزہت سے ڈرنے اور اپنی زندگی کو ٹینشن زدہ بنانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

"وہ مائرہ کو پسند کرتا ہے۔ شادی بھی اسی سے کرے گا۔"

"جب وہ مائرہ سے شادی کرے گا میں اسی روز اسے چھوڑ جاؤں گی۔" حریم تحمل سے بولی۔ تو وہ اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئیں۔

☆☆☆

اس نے طوبیٰ کے انٹر میں بہت اچھے مارکس لینے کی خبر سنی تو دل جھوم ہی اٹھا۔ ابا کی مہربانی کہ انہوں نے حریم کی دگرگوں حالات میں شادی کے بعد طوبیٰ کو کالج سے نہیں اٹھایا تھا۔ طوبیٰ بھی بہت احتیاط کے ساتھ حریم کے ساتھ موبائل پہ رابطے میں تھی۔ وہ میرب کے ساتھ بلاکس کی گاڑی بنانے میں مصروف تھا، جب اس نے حریم کی بے چینی محسوس کی۔

"کیا پرابلم ہے؟"
"میری چھوٹی بہن طوبیٰ نے انٹر میں بہت اچھے مارکس لیے ہیں۔ میں اسے مبارک دینے گھر جانا چاہتی ہوں۔" اسے پچھلی بار بنا بتائے جانے پر نزہت کی گفتگو یاد تھی۔
"میں نے تمہاری پاکٹ منی تمہاری سائیڈ ٹیبل کی دراز میں ڈال دی ہے۔ تم اس کے لیے اچھا سا گفٹ بھی لے جاسکتی ہو، جو تمہارا دل کرے۔" وہ مسکرایا۔
"تھینکس۔ اس کی ضرورت نہیں تھی۔" حریم مدھم پڑی۔
"تحفے ضرورت سے نہیں چاہت سے دیے جاتے ہیں۔" وہ میرب کے ساتھ مصروف تھا لیکن اس کی توجہ کو حریم نے پوری شدت سے محسوس کیا، وہ ان مردوں میں سے تھا جو خود سے منسلک رشتوں کو پوری دیانت داری سے نبھاتے ہیں۔
"کیا میں میرو کو ساتھ لے جاسکتی ہوں؟"
اس نے اٹک کر پوچھا تو وہ بلاکس سے بنائی گاڑی کا آخری پیس جوڑ کر میرب کے آگے رکھتے ہوئے قصداً مسکرایا۔
"ہاں۔ لے جاسکتی ہو۔ تم پر اعتبار کرنے کے لیے یہ امتحان لینا بھی ضروری ہے۔"
اس نے کہا تو حریم سن رہ گئی۔

☆☆☆

وہ ڈرتے دل کے ساتھ دروازے پہ دستک دے کر کھڑی تھی۔ دروازہ طوبیٰ نے ہی کھولا اور چیخ مار کر اس سے لپٹ گئی۔
پھر اس کے شانے سے لگی خوب صورت سی بچی کو دیکھ کر حیران ہوگئی۔
"یہ کون ہے؟"
"تم یہ شاپنگ بیگز اٹھاؤ۔ اماں کہاں ہیں؟"
اس کا سوال نظر انداز کرتی وہ طوبیٰ سے پہلے اندر چلی آئی۔ اماں اس بار بہت محبت سے ملیں۔ وہ شعوری طور پہ اپنی سرد مہری کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھیں۔
"یہ...... یہ کون ہے؟" اماں کے حواس میرب کو دیکھ کر منتشر ہے۔
"یہ......" حریم کے اعصاب تنے۔ اس گھر میں ابھی صرف اسے خوش آمدید کہا گیا تھا۔ زرمین کا تو نام بھی نہیں لیا جاتا تھا۔ کجا اس کی بیٹی...... اور پھر اس دھوکے کی شادی کی تفصیل...... حریم نے جھرجھری لی اور بمشکل مسکرا کر بولی۔
"یہ...... میری بیٹی ہے......"
"یہ تو...... بالکل مینو ہے۔ بنی بنائی زرمین...... جب گڑیا سی تھی تو بالکل ایسی ہی تھی۔ نازک حسین گڑیا۔"
اماں نے اس کے جواب پہ غور کیے بنا خواب آلود لہجے میں کہا تو حریم کو کرنٹ سا لگا لیکن وہ ساکت سی اماں کو دیکھ رہی تھی جو میرب کو گود میں لیے بے ساختہ پیار کر رہی تھیں۔
"کیا کہا تھا تم نے...... یہ تمہاری بیٹی ہے؟" اماں کو اب دھیان آیا۔ حریم نے گہری سانس لی اور لب بھینچ کر مسکرا کر بولی۔
"میرے شوہر کی بیٹی...... میری ہی ہوئی نا۔" اماں کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

www.pklibrary.com

عفت سحر طاہر

رنگ دے چنر یے

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

نرمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

نرمین کی سہیلی بجل کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔

نرمین اپنی دوست صوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا سے جانے کی اجازت

www.pklibrary.com

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔

نرمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ حریم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ نجل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں نجل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے نرمین کی دوستی کرا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں نرمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ کسی الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں نجل بتاتی ہے کہ عباد وسیم ہی رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ نرمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کی ولیمے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

نجل نرمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آ جاتی ہے نرمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ نرمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ نرمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

نرمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ نرمین، نجل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر نرمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ نرمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

نرمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے نرمین کو فون کرتی ہے۔ فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر نجل کے نمبر پہ کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

نرمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی، نرمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو نرمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔

نزہت کی واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔

حریم عباد وسیم کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آ جاتی ہے عباد اسے دھمکاتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ نرمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مارک ڈینیئل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ نرمین گھر میں نہیں ہوتی۔

حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔

عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد نرمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد نرمین کو باپ کی بات یاد آتی ہے کہ دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔

عباد نرمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آ جاتی ہے۔ عبد کی پرکھ کہ وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھپھو تاریخ لینے آ جاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر نرمین شادی کی ہامی بھر لیتی

www.pklibrary.com

ہے۔ نصرت پھپھو اور زلفی خوش ہو جاتے ہیں۔ کمل فون کر کے نرمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پروپوز کرتا ہے۔ نرمین خوشی خوشی گھر آتی ہے۔

رات میں حریم زریم سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کر لو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کر لوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عباد وسیم نے اسے پروپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہو کر گر پڑتی ہیں۔

کمل کے سمجھانے پر حریم کو احساس ہوتا ہے کہ وہ غلطی پر ہے، اس نے اپنی زندگی کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ حالات کو انتہا پر آتے دیکھ کر حریم شوہر سے کہتی ہے کہ وہ میرب سے دور نہیں رہ سکتی۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اسے آخری چانس دے رہا ہے، اس کے بعد اسے یہاں سے جانا پڑے گا۔

وہ میرب کے لیے شاپنگ کا کہتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آؤٹ لیٹ پر آجاتا۔ زیاد واپس پہنچتا ہے تو کیتھی کی ساتھی ویٹرس اسے بتاتی ہے کہ اس کا اسپیشل کسٹمر آیا ہے۔

زیاد کیتھی کو بتاتا ہے کہ اس کے بھائی نے پسند کی شادی کر لی ہے اور ماں باپ نے اسے گھر سے نکال دیا ہے اور بھائی کی منگیتر اس کے سر منڈھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر آیا ہوں۔

پال کیتھی سے کہتا ہے کہ اسے اب مارک کے مستقبل کی پلاننگ کرنی چاہیے۔ وہ اکتا کر وہاں سے ہٹ جاتی ہے۔

مارک اس سے راستے میں معافی مانگتا ہے، کیتھی کے انکار پر ثبوت ملنے کا کہتا ہے۔

کیتھی زیاد سے کہتی ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ عباد ماں باپ سے معافی مانگ کر گھر واپس آنے کا کہتا ہے۔

مائرہ، حریم کو آؤٹ لیٹ پر دیکھ کر برہم ہو جاتی ہے۔ نزہت بھی اس پر ناراض ہوتی ہے۔ حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر آتی ہے۔

پندرہویں قسط

راستوں کی مرضی ہے
بے زمین لوگوں کو
بد نصیب قدموں کو
جس طرف بھی لے جائیں
راستوں کی مرضی ہے

”یہ میرے شوہر کی بیٹی ہے۔“

حریم نے پرسکون انداز میں مسکرا کر بتایا تو اماں ساکت سی اس کا منہ دیکھتی رہ گئیں۔ کچھ ایسا ہی حال میرب کو چٹا چٹ پیار کرتی طوبیٰ کا بھی تھا۔ بچی کا پیارا ہونا اپنی جگہ لیکن یہ جان کر کہ وہ اس کے شوہر کی بیٹی ہے، طوبیٰ نے بے اختیار اسے گود سے نیچے اتارا۔

”یہ سوکن کی بیٹی ہے تمہاری..... شادی شدہ ہے تمہارا شوہر؟“ اماں بدکیں۔

”سب ہی کے شوہر شادی شدہ ہوتے ہیں اماں!“ حریم نے ہنس کر بشاشت سے کہتے ہوئے میرب کو گود میں لیا اور اماں کے پاس چارپائی پہ بیٹھ گئی۔

”سوکن بھی ہے تمہاری..... مطلب..... اس کی ماں؟“ اماں دم بخود تھیں۔ رشتہ مانگتے وقت نزہت نے ایسا کوئی اشارہ نہیں دیا تھا۔

www.paklibrary.com

"نہیں اماں! اماں نہیں ہے اس کی۔" حریم نے قدرے توقف سے جواب دیا۔ اس کا دل کسی نے مٹھی میں بھینچا۔ اس کا دل چاہا کہ اماں سے لپٹ کر زمین کو خوب روئے۔ انہیں بتائے کہ میرب کوئی غیر نہیں ان کی سب سے پیاری بیٹی کے دل کا ٹکڑا ہے۔

"چلو...... یہ بھی اچھا ہوا۔ زندہ ہوتی تو تمہارے لیے ہی مشکل بنتی۔" اماں کے اگلے جملے نے حریم کو شاکڈ کر دیا۔ نادانستگی میں وہ اپنی ہی بیٹی کی موت کا شکر منا رہی تھیں۔

"ایسے مت کہیں اماں!" وہ تکلیف کے حصار میں گھری بے اختیار انہیں ٹوک گئی۔

"ہائے...... تو کیا سوکن برداشت تھی تمہیں؟" اماں نے اسے گھورا۔

"وہ زندہ ہوتی تو یہ شادی ہی نہ ہوتی اماں!" حریم نے آنسو پیتے ہوئے پھیکی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجائی۔

"اچھا...... تو بچی کے لیے شادی کی ہے اس نے۔" اماں نے بغور اسے دیکھا۔

"جی اماں!"

"تو وہ پسند کی شادی کا قصہ؟" اماں جتانے لگی تھیں جب گھبرا کر حریم نے انہیں ٹوک دیا۔

"اس وقت یہ سب باتیں مت کریں اماں! زندگی جس ڈگر پہ چل نکلی ہے، اسے لڑکھڑاتے ہوئے سنبھلنے دیں اب۔" وہ ملتجیانہ بولی پھر رک کر توقف سے کہا۔ "میں بھی یہی کر رہی ہوں اماں! زندگی کے بگڑے زاویوں کو سیدھا کرنے کی کوشش۔"

"خوش ہو؟" اماں نے کئی لمحوں کی گہری چپ کے بعد پوچھا تو حریم کو اس سوال کے جواب کے لیے اپنا آپ اندر سے ٹٹولنا پڑا۔

"ابھی تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا اماں! پہلے غصہ تھا حالات پہ...... اپنے لیے خود ترسی تھی۔ اب وہ نہیں ہیں، نہ غصہ نہ خود ترسی۔ ہاں لیکن خوشی نہیں ملی دل کو ابھی تک۔" حریم بے ساختہ بول گئی پھر خفیف سا ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔

"مجھے تمہارے حالات کا تو نہیں پتا، لیکن میں نے تمہارے ابا سے یہ ضرور کہا ہے کہ حریم اور زمین کے حالات میں بہت فرق تھا۔" اماں نے مدھم لہجے میں کہا تو حریم نے بے چینی سے پوچھا۔

"پھر...... ابا نے کیا کہا؟"

"کچھ بھی نہیں۔" انہوں نے گہری سانس بھری حریم مایوس ہوئی تو انہوں نے قصداً مسکرا کر کہا۔

"لیکن ان کا کچھ نہ کہنا ہی اس بات کی نشانی ہے کہ ان کی ناراضی میں تمہارے لیے وہ شدت نہیں جو مینو کے لیے ہے۔"

"مینو کو بھی معاف کر دیں اماں!" حریم کی آنکھیں بھر آئیں۔

"اپنی زندگی سے اسے نکال دیا۔ جا کر اس کا گریبان نہیں پکڑا...... اسے مار نہیں ڈالا...... معاف کرنا اور کسے کہتے ہیں؟" اماں کی آنکھیں لال ہونے لگیں جیسے آنسو ضبط کر رہی ہوں۔

"ایسے نہیں اماں! اس کے کیے کو معاف کر دیں۔ اللہ سے اس کے لیے دعا کیا کریں دل سے۔"

"دل چھوڑا ہی کہاں ہے اس نے۔" وہ پھیکے لہجے میں کہہ کر طوبیٰ کی گود میں کھلکھلا کر ہنستی ہوئی میرب کو دیکھنے لگیں، جو اس وقت انہیں زمین کی یاد دلا رہی تھی۔ اماں حسرت زدہ سی میرب کو دیکھ رہی تھیں اور حریم ان کے بدلتے تاثرات کو۔

☆☆☆

"آج جلدی آف لے لینا آفس سے۔ بلکہ میں تو کہتی ہوں کہ جاؤ ہی مت۔" فوزیہ نے مائرہ کو آفس کے

www.pklibrary.com

لیے تیار ہو کر آتے دیکھا تو مسکرائیں۔

"کیوں بھئی؟ آج کیا ہے؟" مائرہ نے حیرت سے ماں کی مسکراہٹ دیکھی۔

"ایک چکر پارلر کا لگالو، اسکن اتنی رف ہو رہی ہے تمہاری اور بالوں کا اسٹائل پچھلے کئی ماہ سے یہی ہے تمہارا۔ تبو لک دوا سے۔" وہ اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے اس کے بالوں کی ایک لٹ تھام کر ذرا سی ناک چڑھا کر بولیں۔ اتنی دیر میں مائرہ جلدی جلدی ذہن میں سب کی سالگرہ کی تاریخیں دہرا چکی تھی لیکن آج ایسا کوئی بھی ایونٹ نہیں تھا جس کے لیے اتنا اہتمام پیش ہوا جاتا یا آفس سے آف ہی لے لیا جاتا۔

"جیسا ہے، سب اچھا ہے اور مجھے ایسے ہی پسند ہے فی الحال۔ ٹائم نہیں ہے ان چونچلوں کے لیے میرے پاس۔" مائرہ نے عام سے لہجے میں کہا تو انہوں نے اس کے شانوں پہ ہاتھوں کا دباؤ ڈال کر اسے صوفے پر بٹھا دیا۔

"آج تم سے ملنے کچھ خاص مہمان آ رہے ہیں گھر پہ۔ اس لیے کہہ رہی ہوں کچھ حلیہ درست کر لو اپنا۔" وہ پیار سے بولیں تو مائرہ کے چہرے کا رنگ بدلا۔

"خدا کے لیے مما!" وہ جھنجلا کر کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ "یہ ڈرامے مت شروع کریں گھر میں۔"

"ارے واہ۔ ڈرامہ کیسا؟ ہر لڑکی کی زندگی میں ایسا موقع آتا ہے کبھی نہ کبھی۔"

"میں بہر حال ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں مما! پلیز...... مجھے میری زندگی اپنے مطابق جینے دیں۔ ان بکھیڑوں میں مت ڈالیں مجھے۔"

"تو کیا تمہاری "ممی" بنا کر گھر میں سجا لوں؟ حد ہوتی ہے ضد کی بھی۔ بیٹیاں گھروں میں رکھنے والی چیز نہیں ہوتیں میری جان!" وہ جھنجلا کر کبھی غصے اور کبھی پیار سے سمجھا رہی تھیں۔

"مما! آپ ہر بات جانتی ہیں پھر بھی۔" اس نے پیر پٹخے تو وہ سختی سے بولیں۔

"ہاں۔ میں ہر بات جانتی ہوں اسی لیے تمہیں سمجھا رہی ہوں کہ تمہاری پھپھو نے تمہیں جس خوش فہمی میں ڈال رکھا ہے نا، وہ ٹرک کی بتی کے سوا کچھ بھی نہیں۔" فوزیہ کو بھی غصہ آیا تھا۔

"یہ میرا اپنا فیصلہ ہے، پھپھو کا نہیں۔" مائرہ کڑھی۔

"تمہاری پھپھو کی اس کے گھر میں سنی جاتی تو آج تم اس گھر میں ہوتیں۔ لیکن اب بہت ہو گیا مائرہ! ہم تمہاری زندگی ایک سراب کے پیچھے تباہ نہیں ہونے دیں گے۔"

"زندگی تو جتنی تباہ ہونی تھی ہو چکی مما! اب تو اسے سنوارنے کا وقت ہے۔" اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ انہوں نے سر جھٹکا۔

"فضول باتیں مت کرو، اور شام سے پہلے آجانا۔ یونہی فارمل سی ملاقات ہے بس۔" انہوں نے اسے جھڑکا۔

"مجھے کوئی ضرورت نہیں فالتو لوگوں سے ملاقاتوں کی۔" مائرہ نے بیزاری سے کہا۔

"اپنی پھپھو کی دنیا سے نکلو گی تو تمہیں اندازہ ہوگا کہ دنیا میں پھپھو کے بیٹے سے اچھے لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔" انہوں نے طنز کیا تو مائرہ غصے سے پیر پٹختی بنا انہیں خدا حافظ کہے باہر نکل گئی۔

"دماغ خراب ہو چکا ہے تمہارا بس، اور کچھ نہیں۔ شام کو جلدی آجانا ٹائم تک۔" فوزیہ نے پیچھے سے باآواز بلند تجزیہ پیش کیا تھا۔ جو لاؤنج سے باہر نکلتی مائرہ نے بخوبی سنا تو اس کا دل سلگ اٹھا۔

☆☆☆

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔ میرب کو کہاں بھیجا ہے تم نے؟"

www.pklibrary.com

نزہت آج ذرا دیر سے سو کر اٹھیں تو گھر میں چھائی خاموشی دیکھ کر ناشتے کی تیاری کے دوران ثریا سے میرب کے بارے میں استفسار پر پتا چلا کہ وہ حریم کے ساتھ اس کے میکے گئی ہے۔ اسی بات پہ ان کا پارہ ہائی ہو گیا۔ آج صبح سویرے وسیم صاحب کے ناشتہ کرنے کے دوران وہ ایک کپ چائے پی کر ان کے آفس جانے کے بعد اپنی دوا لے کر آرام کرنے لگیں۔ اب ناشتا بیٹے کے ساتھ کرنے کا ارادہ تھا وہ بھی لیٹ ہی جاگا اور ابھی آ کر اپنی کرسی پہ بیٹھا ہی تھا کہ نزہت ضبط کے بندھن توڑ بیٹھیں۔

''ریلیکس مما! کیا ہو گیا ہے؟'' وہ قصداً ذرا سا مسکرایا۔

''میں تو کہتی ہوں، دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔ مرواؤ گے اسے تم۔'' نزہت اس کے ''کول'' انداز پہ سلگیں۔

''اللہ نہ کرے۔ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔'' وہ انہیں بے اختیار ٹوک گیا۔

''جانتے ہو نا، میرب کی ماں کیسے ''رخصت'' ہو کر آئی تھی اس گھر میں۔ اب کیا وہ بدلہ اس بچی سے نہ نکالیں گے؟''

''ایسی کوئی بات نہیں۔ ان شاء اللہ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ حریم ساتھ ہے اس کے۔''

''اس کل کی آئی لڑکی پہ اتنا اعتبار کب سے ہو گیا ہے تمہیں؟ بھول گئے ہو کیا کیا کرتی رہی ہے وہ میرب کے ساتھ۔'' نزہت اپنے بال نوچنے کو ہو گئیں۔

''وہ سب تو اب ماضی ہوا۔ اسے ایک آخری موقع دیا ہے میں نے۔ وہ میرب سے بہت پیار کرتی ہے مما! ہو سکتا ہے اس کی مصروفیت اور لاپروائی کی وجہ سے وہ حادثات ہوئے ہوں۔ اس نے وعدہ کیا ہے اب وہ میرو کا بہت خیال رکھے گی۔ آخر اس کی بھی بہن کی بچی ہے۔''

وہ توس پہ جیم لگاتے ہوئے نرمی اور سادگی سے کہتا یقیناً ان کے تحفظات دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن نزہت تو گویا پھٹی آنکھوں سے بازی کو پھر سے پلٹ کر حریم کے پلڑے میں جاتا دیکھ رہی تھیں۔

''تم...... تم نے جان بوجھ کر میرے سونے کے دوران بھیجا ہے اسے۔ تمہیں پتا تھا کہ میں اسے ہرگز حریم کے ساتھ جانے نہیں دوں گی۔ لیکن یہ مت بھولو کہ میری پوتی ہے وہ...... میرا پورا حق اور تحفظات ہیں میرب پر۔''

''بالکل ہے، بلکہ مجھ سے زیادہ حق ہے آپ کا مما!'' اس نے ادھ کھایا توس پلیٹ میں رکھتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''تو پھر تم نے میرب کو کیوں اس قدر غیر ذمہ داری سے اس کے حوالے کر دیا۔ وہ لڑکی دو بار پہلے بھی میرب کو مارنے کی کوشش کر چکی ہے۔'' نزہت کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئیں۔

''ایسا کچھ نہیں ہے مما!'' وہ ان کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بے چارگی سے بولا تو وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر غصے سے بولیں۔

''یاد رکھنا میری بات...... اب اگر میرب کو ذرا سی خراش بھی آئی تو میں ایک منٹ بھی اس لڑکی کو اپنے گھر میں برداشت نہیں کروں گی۔''

''اللہ سے اچھے کی امید رکھیں مما! وہ اس گھر میں محض میرب کے لیے ہی آئی ہے۔ کیونکہ وہی ہے جو اسے ایک ماں کی طرح پال سکتی ہے۔''

''ہاں۔ وہ تو دیکھ ہی رہی ہوں۔ تمہیں بھی اور باقی سب کو بھی۔'' نزہت نے تلخی سے کہتے ہوئے سر جھٹکا۔

''ایسے ہی پالنا تھا تو مائرہ کیا بری تھی اس رشتے کے لیے۔''

''گزری باتوں کو بھلا دیں مما! زندگی آگے بڑھتے جانے کا نام ہے۔ آپ کو پتا ہے حریم کے لیے بھی یہ

www.pklibrary.com

سب ایک "حادثہ" ہی تھا۔ آپ جانتی ہیں وہ کیسے اس گھر میں آئی ہے، اسے بھی سنبھلنے کے لیے وقت چاہیے تھا۔ اب تو کافی بہتری آئی ہے اس کے رویے میں۔"

وہ انہیں سمجھا رہا تھا۔ نزہت بنا جواب دیے بے زاری سے سر جھٹک کر کپ میں چائے انڈیلنے لگیں یہ اشارہ تھا کہ مزید بحث کی گنجائش نہیں۔ وہ بھی گہری سانس بھرتا اپنا ناشتہ مکمل کرنے لگا۔ اسی وقت مائرہ آگئی اور اس نے آتے ہی جلدی جلدی کا شور مچا دیا تو نزہت مسکرانے لگیں۔ یہی رونق اور شور ہنگامہ تو وہ چاہتی تھیں اس گھر میں۔ جو مائرہ کے ہی دم سے ممکن تھا۔

"آج آپ کی بہورانی سر پہ چڑھ کر نہیں کھڑی ہوئی خیریت؟" اس کے بیڈروم سے اپنا لیپ ٹاپ اور کی چین لانے کے دوران مائرہ نے نزہت سے تیکھے لہجے میں پوچھا تھا۔

"میکے گئی ہوئی ہے اپنے...... اور اس بے وقوف کی عقل دیکھو ساتھ میرب کو نتھی کر کے بھیج دیا۔" نزہت نے کڑھتے ہوئے اسے اپنا رونا سنایا۔

"چلو، اچھا ہوا۔ میں تو پہلے ہی کہتی تھی کہ میرب کو اس کے ننھیال بھجوا دیں۔ یہاں بھی تو خالہ ہی پال رہی ہے آکر۔" مائرہ نے ہاتھ جھاڑے تو نزہت پریشان سی اسے دیکھ کر رہ گئیں۔ اب وہ اسے کیا بتاتیں کہ میرب ہی تو ایک ذریعہ تھی اس گھر میں داخلے کا۔ اور اسی میں مائرہ کو دلچسپی نہ تھی۔ لیکن پھر بھی انہیں اپنی بھتیجی کے دل کی خوشی بہت عزیز تھی۔ حریم انہیں زیادہ دیر اس گھر میں ٹکتی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

☆☆☆

"آپی! یہ میرب تو اتنی اچھی بچی ہے۔ ذرا جو پرایا پن دکھایا ہو۔ کوئی اجنبیت نہیں۔ اتنے آرام سے میرے پاس چلی آئی اور خوب کھیلی۔" طوبیٰ خوش تھی، حریم مسکرا دی۔

"اب بتاؤ پیاری آپی! آج کیا پکاؤں آپ کے لیے؟" طوبیٰ نے لاڈ سے اس کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"بھئی میں تو ہر چیز کھا لیتی ہوں، تمہیں پتا ہی ہے۔ سو جو چاہے بنا لو۔ ہاں روٹی اماں کے ہاتھ کی کھاؤں گی۔" حریم نے فرمائش کی۔

(ہک ہاہ...... یہ ماؤں کی پسند پہ چلنے والی بیٹیاں۔ کب سوچ اور پسند بدل لیتی ہیں پتا ہی نہیں چلتا)

"پھپھو کی سنائیں اماں! آتی ہیں ابھی بھی؟" حریم پہلے سے کچھ زیادہ پراعتماد دکھائی دی تھی انہیں۔

"نہیں۔ تمہاری شادی کے وقت جو تماشا لگا کر گئی تو دوبارہ کبھی نہیں پلٹی۔" اماں نے ٹھنڈی آہ بھری۔ حریم کو وہ تماشا یاد کر کے جھرجھری سی آگئی۔

"اچھا ہی ہوا۔ ان کا کیا بھروسا تھا اب کی بار طوبیٰ کے لیے رشتہ ڈال جاتیں زلفی کا۔" حریم نے سلگتے لہجے میں کہا تو اماں ساکت رہ گئیں۔

"طوبیٰ! میں نے کچن میں چکن تو ڈلز کا پیکٹ رکھا ہے، نرم سی نوڈلز بوائل کر دینا میرب کے لیے۔" وہ لاپروائی کا تاثر دیتی وہیں سے کچن میں کام کرتی طوبیٰ سے بولی۔

"اچھا آپی! پہلے وہی بناتی ہوں۔ بھوک لگ رہی ہے پرنسس میرب کو۔" طوبیٰ اونچی آواز میں بولی۔ وہ بے حد خوش تھی، بڑے عرصے بعد گھر میں کسی بچے والی رونق لگی تھی۔

"تم بھی مینو کی طرح ہمیں ظالم سمجھتی ہوگی؟" اماں نے بھیگے لہجے میں کہا تو حریم مسکرائی۔

"آپ لوگوں نے شاید اپنی طرف سے بہتر فیصلہ کیا ہو۔ لیکن ہوا وہی جو اللہ کی رضا تھی۔ اب ان باتوں کو کیا دہرانا اماں! آپ بس دعا کیا کریں اپنی بیٹیوں کے لیے اور مینو کو معاف کر دیں...... دل سے۔ ابا کو کون سا پتا

www.pklibrary.com

چلے گا کہ آپ نے اسے معاف کر دیا ہے۔" ان کے ہاتھ تھام کر وہ ملتجیانہ انداز میں بولی۔
"ماؤں کے دل بہت نرم ہوتے ہیں اماں! ان کی معافی بیٹیوں کی بہت سی مشکلات آسان کر دیتی ہے۔"
"ماؤں کے دل تو نرم ہی ہوتے ہیں، یہ تو اولاد کی کرنیاں ہوتی ہیں جو دلوں کو سخت کر دیتی ہیں۔" اماں نے اسے جتایا۔
اور وہ کہہ نہ پائی کہ اولاد کی زندگیوں کے غلط فیصلے کر کے ان سے اظہار رائے تک کا اختیار چھین لینا اولاد کے دل کو بھی سخت کر دیتا ہے۔
اسی وقت میرب دوڑ کر اس کی گود میں آ گئی، اس نے جھک کر میرب کو چوم لیا۔
"میرو کو بہت اچھا لگ رہا ہے یہاں آ کر؟" اس نے مسکرا کر پوچھا تو میرب نے چمکتی آنکھوں کے ساتھ شدت سے اثبات میں سر ہلایا۔
"وری گڈ۔ اب تو ہم بار بار آئیں گے یہاں۔ چلو اب کھانا کھاتے ہیں۔ میرو کو بھوک لگی ہوگی۔" حریم نے مسکرا کر کہا تو وہ کچن کی طرف بھاگ گئی۔
"بچے تو بس پیار کے ہوتے ہیں، جہاں پیار ملا اسی کے ہو گئے۔ ایسا لگتا ہے تمہاری ہی بیٹی ہے۔" اماں بے ساختہ کہہ گئیں۔
"یہ آپ کی بیٹی کی ہی بیٹی ہے اماں! اسی لیے تو آپ کو بھی اتنی پیاری لگی ہے۔" حریم اٹھتے ہوئے مسکرا کر بولی تو اماں نے منہ بنا لیا۔ ان کا اتنی جلدی ماننے کا کوئی ارادہ نہ تھا شاید...... حریم مسکراتے ہوئے کچن میں چلی گئی۔

☆☆☆

میں وہی ہوں
نظر بھر کے دیکھو ذرا
سارے خوش حال موسم بھی جس نے فقط!
پچھلے زخموں کی بے کل اداسی میں کاٹے
جس کی آنکھوں نے بس ایک چہرے کے عکس منور کو دیکھا
سنبھالے رکھا
جس کے ہاتھوں نے اک لمس آخر کو صدیوں بچانے کی خاطر
کسی کو چھوا تک نہیں
میں وہی ہوں
نظر بھر کے دیکھو ذرا!!

"کیا بات ہے، آج بہت خاموش ہو۔ کوئی پریشانی ہے کیا؟" لنچ کے دوران اس نے مائرہ کی خاموشی کو نوٹس کر ہی لیا تھا بالآخر۔ وہ مسکرا کر طنز سے بولی۔
"اچھا، تمہیں بھی میری خوشی اور پریشانی دکھائی دیتی ہے؟"
"کم آن مائرہ! اب بڑی ہو جاؤ۔" وہ ہنسا۔
"ایسے ہی...... مما نے تنگ کر رکھا ہے۔ جانے کیسے کیسے لوگوں کو گھر بلا رہی ہیں۔" وہ تنگی۔
"مطلب؟" وہ ٹھٹکا۔
"ہوں گے کوئی۔ سو کالڈ رشتے والے۔" منہ بنایا۔

www.pklibrary.com

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ بروقت اچھا فیصلہ انسان کو بہت سی پریشانیوں سے بچالیتا ہے۔"
"مجھے زندگی بس تمہارے ساتھ چاہیے۔" وہ ایک دم سے بولی۔
مگر وہ جان بوجھ کر کوئی تاثر دیے بنا کھانے میں مگن رہا جیسے مائرہ نے یونہی کوئی عام سی بات کہہ دی ہو۔
"سن رہے ہو تم؟" مائرہ نے کھانے والا کانٹا اٹھا کر اس کے بازو میں چبھویا۔
"ہش...... " وہ اسے گھورنے لگا۔ "کھانا کھانے کے لیے دیا ہے یہ فورک ہوٹل والوں نے۔ دہشت گردی کے استعمال کے لیے نہیں۔"
"اس طرح مجھے اگنور کر کے تم خود اپنی جان کو خطرے میں ڈال رہے ہو۔" مائرہ نے جواباً اسے گھورتے ہوئے دھمکی دی۔
"مجھے اپنی جان بہت عزیز ہے۔ تمہیں اگنور کر کے جان سے نہیں جانا۔" وہ مصنوعی بے چارگی سے بولا تو مائرہ کو تسلی ہوئی۔
"پھپھو بتا رہی تھیں کہ آج میرب کو تم نے اس کے ننھیال بھیجا ہے؟" مائرہ کی دلچسپی کھانے میں برائے نام ہی تھی۔
"ہم۔" اس نے نوالہ نگلتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔
"یہی فیصلہ تم پہلے کر لیتے تو زندگی کتنی آسان ہو جاتی نا۔" مائرہ نے جیسے حسرت سے کہا۔
"زندگی اب بھی بہت آسان ہے، اگر اسے اچھے طریقے سے سمجھ لیا جائے۔"
"کیسے لوگوں میں پھنس گئے ہو تم۔ مجھے تو سمجھ میں نہیں آتا...... نہ تو نرمین ہمارے خاندانی معیار کی تھی اور نہ اب یہ اس کی بہن۔ میرا انہیں خیال تھا کہ تم بھی اپنے لیول سے اتنا نیچے آ کر فیصلہ کرو گے۔ محض جذباتی ہو کر۔" وہ نرمین کے متعلق بھی ایسے ہی ہتک آمیز انداز میں بات کیا کرتی تھی جیسے اب حریم کے بارے میں کر رہی تھی۔
"ہم سب انسان اور مسلمان ہیں۔ یہ لیولز کیا ہوتے ہیں؟" وہ تحمل سے پوچھنے لگا پھر خود ہی بولا۔ "لیول سے تمہاری مراد اگر روپیہ پیسہ ہے تو میں بھی کون سا لکھ پتی خود بنا ہوں۔ سب کچھ ڈیڈ کی کمائی کا ہے۔ ہم تو بس اس پہ عیش کر رہے ہیں۔ ہم کیا اور ہمارا لیول کیا۔"
"اُف......" مائرہ نے چمچہ رکھ کر سر ہاتھوں میں تھام لیا۔
"پھر تم کہتے ہو کہ تمہاری سوچ نہیں بدلی۔ اس لڑکی کے ساتھ رہ کر تمہاری بھی غریبوں والی سوچ ہوتی جا رہی ہے، سوری ٹو سے۔"
"یہ تو اچھی بات ہے نا۔ غرور کرنا بھی کس بات کا۔" وہ مزے سے بولا۔
"تم نے جن حالات میں اس سے شادی کی ہے وہ مجھے بتائے ہیں پھپھو نے۔ زبردستی کے رشتے کو وہ دل سے قبول نہیں کر رہی، اسی لیے میرب کو مار کر بدلہ لے رہی ہے۔" مائرہ نے کہا۔
"ڈونٹ وری مائرہ! یہ اس کا لاسٹ چانس ہے۔ اگر اب اس نے میرو کے متعلق کوئی لاپروائی دکھائی تو میں اسے معاف نہیں کروں گا۔"
"یہی تم نے لاسٹ ٹائم بھی کہا تھا۔" مائرہ نے طنز کیا۔
"رشتے جتنی مشکل سے جڑتے ہیں، توڑتے ہوئے بھی اتنا ہی وقت لگانا چاہیے ورنہ غلطی کا احتمال رہ جاتا ہے۔ اور پچھتاوے۔" اس کا اپنا ہی فلسفہ تھا، مائرہ کڑھی۔
"مجھے تو سمجھ میں نہیں آتا زبردستی کے اس رشتے میں اتنی محبت کیسے آ گئی جو تمہیں کوئی فیصلہ نہیں کرنے دے رہی۔"

www.pklibrary.com

"زندگی کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پہ چلتی ہے مائرہ! وہ بس میری ماں بن کے دکھا دے، مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ میں تو بس سمجھو ایک وعدے کے گھیرے میں ہوں۔" وہ اداسی سے مدھم سا مسکرایا۔

"اور یہی تمہاری بے وقوفی تھی۔" مائرہ بڑبڑائی۔

اس کے نرم خو انداز اور حریم کے متعلق فیصلے میں کشش دبیج نے مائرہ کو نیا حوصلہ دیا تھا۔ وہ سارا دن مسروری نئے نئے ارادے باندھتی رہی۔ آگے کی زندگی کچھ بہتری کی طرف مائل ہوتی نظر آرہی تھی۔ حریم کے انداز سیٹھی ہاؤس میں بسنے والے تھے ہی نہیں۔ وہ آج قدرے خوش تھی۔ حریم صرف ایک "مجبوری" کا سودا تھی۔ محض ایک "وعدے کی پاس داری" تھی...... تو مجبوری ختم ہوتے یا وعدے توڑتے کون سی دیر لگتی تھی۔ وہ سرِ شام ہی آفس سے اٹھ گیا۔

"اتنی جلدی؟ میں نے تو باہر ڈنر اور واپسی پہ لانگ ڈرائیو کا پروگرام بنایا تھا۔" مائرہ نے اسے اپنے کیبن میں دیکھ کر منہ بسورا۔

"پروگرام تو بہت اچھا تھا، لیکن آج مجھے جلدی نکلنا ہے۔ ہری اپ۔" وہ جلدی جلدی کا شور مچا کر اسے بھی اٹھا لایا۔ پارکنگ تک وہ اپنے شولڈر بیگ میں اپنا موبائل اور چین وغیرہ ڈالتی آئی تھی۔ بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے اسے گھورا۔

"ایسا کون سا طوفان آنے والا ہے اس کے بعد؟"

"حریم اور میرب کو پک کرنا ہے مجھے۔ آؤٹ آف داوے جا کر۔ اس لیے تمہیں جلدی چھوڑ رہا ہوں۔" وہ سن گلاسز ماتھے پہ چڑھاتے ہوئے بتا رہا تھا۔ مائرہ کے قدم رکے۔

"آؤ نا...... لیٹ ہو رہا ہوں میں۔ میرب ویٹ کر رہی ہو گی۔" وہ اس کی طرف کا دروازہ کھولے گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا۔ مائرہ دھاڑ سے دروازہ بند کرتی سیٹ پہ بیٹھی۔

"اتنی ہی جلدی تھی محبوب بیوی کو پک کرنے کی تو مجھے کیب ہائر کروا دیتے۔ زحمت کر رہے ہو آؤٹ آف دا وے جانے کی۔" سینے پہ بازو لپیٹے وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"اُفوہ...... تمہیں تھوڑی کہہ رہا ہوں۔ ان دونوں کو آؤٹ آف دا وے جا کر لاتا ہے۔ تمہارا تو روز کا ساتھ ہے۔" وہ سنبھل کر کہتے ہوئے مسکرایا لیکن مائرہ کا دل بری طرح سے ٹوٹا تھا۔

وہ اس کی دسترس سے باہر جا چکا تھا۔ آدھا ادھورا ہی سہی مگر کسی کا ہو چکا تھا یا ہونے والا تھا۔

جہاں پھولوں کو کھلنا تھا، وہیں کھلتے تو اچھا تھا
تم ہی کو ہم نے چاہا تھا، تم ہی ملتے تو اچھا تھا

مائرہ نے شدید دکھ سے سر کو سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا۔

☆☆☆

"ابا کے آنے تک رکیں گی نہیں آپی؟" اسے سرِ شام ہی واپسی کے لیے تیار ہوتے دیکھ کر اماں سے نظر چرائی لیکن طوبیٰ بے اختیار پوچھ بیٹھی۔

"ابا سے ملنے کا بہت دل کرتا ہے لیکن مجھے پتا ہے میں ان کی بے اعتنائی سہہ نہیں پاؤں گی۔ بس ذرا سا دل موم ہو جائے ان کا، پھر ضرور ملوں گی ان سے۔ ابھی تو ان کا موڈ بھی خراب ہو گا اور میرے اگلے کئی دن بھی دکھی گزریں گے۔" طوبیٰ کے گال کو نرمی سے چھوتے ہوئے حریم کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

"اگر آپ یونہی آتی رہیں گی تو جیسے اماں کا دل موم ہو گیا ہے، ویسے ہی ابا کی ناراضی بھی دور ہو جائے گی۔" طوبیٰ اس سے لپٹ گئی۔

www.pklibrary.com

اسے اپنی یہ آپی ویسے ہی بڑی پیاری تھی۔ زمین کی بے چین اور خود غرض طبیعت کے برعکس حریم کی فطرت میں ایک ٹھہراؤ اور بے غرضی تھی۔ سب کے لیے اچھا اچھا سوچنا۔ اپنی خوشی پہ دوسرے کی خوشی کو مقدم جاننا۔ اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی تو حریم کا دل دھڑکا۔

ابا تو آتے ہی موٹر سائیکل کا ہارن بجاتے تھے۔ یہ یقیناً یا تو حریم کے لیے ڈرائیور آیا تھا یا وہ خود......

طوبیٰ نے دروازہ کھولا۔ وہ اماں کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھی رہی۔ ذرا دیر بعد وہ اپنے اونچے لمبے شان دار وجود کے ساتھ ان کے سامنے تھا۔ شائستگی سے اماں کو سلام کر کے ان کے آگے جھکا۔ اماں نے جھجکتے ہوئے اس کے شانے پہ ہاتھ پھیر دیا۔

''کیسی ہیں آپ؟'' وہ سامنے صوفے پہ بیٹھا اماں سے پوچھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ حریم کو بہت اچھا لگا۔

''میں ٹھیک ہوں۔ اللہ کا شکر ہے۔''

''حریم بہت یاد کرتی ہے آپ سب کو۔ کبھی چکر لگائیں نا آپ بھی۔ چھوٹی کو بھی لے کر آئیں۔''

وہ طوبیٰ کے ہاتھ سے کولڈ ڈرنک کا گلاس تھامتے ہوئے اماں کو دعوت دے رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اثبات میں سر ہلاتی رہیں۔ یہاں وہ مخصوص ساس داماد والا خوش دل سا رشتہ کہاں تھا جو وہ خوش مزاجی سے اس کی ماں بہن کا احوال پوچھتیں۔ وہ کولڈ ڈرنک ختم کرتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

''اب چلتے ہیں، مما انتظار کر رہی ہوں گی میرب کا۔ کہاں ہے وہ؟'' بات ختم کرتے ہی اسے یاد آیا تو وہ بے تحاشا چونکا۔ حریم مسکرا دی۔

''کھیل کھیل کے تھک گئی تھی تو سو رہی ہے اندر کمرے میں۔ جا کر اٹھانا پڑے گا۔''

وہ پرسکون سا ہو کر اس کی معیت میں اس کمرے میں آ گیا۔ جہاں میرب معصوم چہرہ لیے گہری نیند میں تھی۔ اس نے جھک کر احتیاط سے میرب کو بازوؤں میں اٹھایا اور باہر نکل گیا۔ حریم، اماں اور طوبیٰ سے ملنے لگی۔

''ابا سے کہیے گا' مجھے اور مینو کو بھی معاف کر دیں۔ شاید ایسے ہی ہمیں اللہ آسانی عطا کر دے۔'' وہ اماں کو پیغام دے کر نم آنکھوں سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆

مائرہ گھر میں داخل ہوئی تو تباہ کن ذہنی کیفیت میں تھی۔ اس وقت ابلتے دماغ اور دکھتے سر کے ساتھ سیدھا اپنے کمرے میں جا کر تکیے میں منہ دے کر بہت سارا رونے اور چیخنے کی خواہش ہو رہی تھی۔ لاؤنج میں داخل ہوئی تو باتوں کے ساتھ خوش گوار سی ہنسی اور اجنبی آوازوں نے اسے باور کرایا کہ جن مہمانوں کے لیے صبح وہ ماں کو منع کر کے گئی تھی وہ شاید آئے بیٹھے تھے۔ مائرہ سرسری سا سلام کر کے اپنے کمرے میں جانے لگی اس نے کسی بھی مہمان کی شکل تک نہ دیکھی تھی۔

''مائرہ! ادھر آؤ۔ مہمان آئے ہیں بیٹا! کب سے تمہارا ویٹ کر رہے ہیں۔'' فوزیہ کی مسکراتی ہوئی پیار بھری آواز میں موجود تنبیہ اسے صاف محسوس ہوئی۔

''سوری مما! میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔ آپ کمپنی دیجیے اپنے مہمانوں کو۔'' بدلحاظی سے کہتی وہ سب کو حیران کر گئی۔

''مائرہ! بی ہیو یور سیلف۔'' فوزیہ فوراً اٹھ کر اس کی طرف آئیں۔ اسے کلائی سے تھام کر ہلکی آواز میں سرزنش کی۔

''فار گاڈ سیک مما! میں نے آپ سے کہا تھا کہ یہ ہجوم مت اکٹھا کیجیے گا میرے لیے۔ میں کوئی عجوبہ یا ڈیکوریشن پیس نہیں ہوں جسے یہ لوگ دیکھنے اور پسند کرنے آئے ہیں۔'' وہ چیخی۔ اس کی آواز کم تھی لیکن لاؤنج کی

www.pklibrary.com

خاموشی میں ہر ذی روح نے بخوبی سنی۔

"ہر لڑکی اس دور سے گزرتی ہے بیٹا!" فوزیہ نے اسے سمجھانا چاہا۔

"میں ہر لڑکی جیسی نہیں ہوں مما! مجھے اپنی زندگی اپنی طرز اپنی سوچ پہ گزارنی ہے۔ آپ کائنڈلی ان سب کو اچھا سا کھانا کھلایئے، گپیں لڑایئے لیکن پلیز...... فار گاڈ سیک! مجھے معاف رکھیے شادی نامی اس عذاب سے۔"

جو منہ میں آیا واہی تباہی بک کر آخر میں ان کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے وہ تنی سے بولی اور ہیل کی ٹک ٹک بجاتی اپنے کمرے میں جا کر دھڑ سے دروازہ بند کر لیا۔ فوزیہ اپنے مہمانوں کے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہ رہی تھیں۔ دونوں مہمان خواتین اور ایک مرد اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آپ پلیز...... اس بے وقوف کی باتوں کو اگنور کر دیجیے گا۔ کسی ٹینشن میں ہے۔ ابھی پوچھتی ہوں میں جا کر۔ آپ بیٹھیے پلیز۔" وہ روہانسی ہونے لگیں۔ جانتی تھیں، اب سرکل میں مائرہ کے متعلق کیسی کیسی باتیں مشہور ہوں گی۔

"فوزیہ! مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ کی بچی اپنی مرضی کی شادی کرنا چاہتی ہے ورنہ میں گھر سے آتی ہی نہیں۔ عزیر کو کون سی لڑکیوں کی کمی ہے۔ یہ تو آپ نے نیم رضامندی ظاہر کی اس رشتے پر تب میں بھی تیار ہوئی لڑکی دیکھنے پر...... لیکن اب افسوس ہو رہا ہے اپنے اس فیصلے پر، گھر بلا کر انسلٹ کی ہے آپ نے ہماری۔" وہ ساس، بہو اور بڑا بیٹا آئے تھے مائرہ کو دیکھنے۔ بہو کے چہرے پر بھی غصے کے تاثرات تھے لیکن وہ خاموش ہی رہی۔ ساس ہی نے تلخی سے بات ختم کی۔

"مسز رحیم! پلیز آپ مائنڈ مت کیجیے۔ بچیوں کو عادت ہوتی ہے چھوٹی چھوٹی باتیں سر پہ سوار کر کے ڈیپریشن کا شکار ہو جاتی ہیں۔ ورنہ مائرہ کی نیچر تو بہت سویٹ ہے۔" فوزیہ نے اڑی رنگت کے ساتھ بات سنبھالنے کی کوشش کی۔

"ہاں۔ وہ تو دیکھ ہی لی ہے ہم نے۔"

ان کی بہو نے بظاہر بڑے تحمل سے کہتے ہوئے طنز کیا تھا اور وہ تینوں یونہی کچھ کھائے پیے بنا چلے گئے۔

فوزیہ غصے سے بھری مائرہ کے کمرے کی طرف بڑھیں، دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں تو وہ آنکھوں پہ بازو رکھے بیڈ پہ نیم دراز تھی۔ ماں کی آمد کو محسوس کر کے بازو ہٹا کر انہیں دیکھا۔ وہ شدید غصے کی کیفیت میں تھیں۔

"آج اس قدر ذلیل کروایا ہے تم نے مجھے کہ حد نہیں مائرہ! یہ تربیت کی تھی میں نے تمہاری کہ گھر آئے مہمانوں کی انسلٹ کر دو۔ جو منہ میں آئے ان کے سامنے بک دو۔"

"میں نے آپ سے کہا تھا اس گھر میں یہ ڈراما مت لگایئے گا۔ اب بھگتیں پھر۔" وہ سرکشی سے بولی۔

"بکواس مت کرو مائرہ! زندگی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔" انہوں نے اسے بری طرح جھڑک دیا۔ "ایک شادی شدہ بندے کے پیچھے خواہ مخواہ زندگی برباد کر رہی ہو اپنی۔ وہ تو اپنی لائف بنا چکا ہے، تم پاگلوں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے پھر رہی ہو۔" انہوں نے بھی ساری شائستگی ایک طرف رکھتے ہوئے اسے خوب سنائیں۔

"ہاں۔ پڑی رہوں گی پیچھے...... کیونکہ وہ میرے نصیب کا شخص ہے۔ غلطی سے کسی اور کو مل گیا تو کیا میں چپ کر کے بیٹھ جاؤں۔ آپ دیکھیے گا ایک دن وہ میرا ہی ہو گا۔" وہ آرام سے بولی تو انہیں طرارہ آیا۔

"شٹ اپ۔ شرم نہیں آتی یوں فقیروں کی طرح توجہ کی بھیک مانگتے ہوئے۔ یہ سارا قصور تمہاری گھنی پھپھی کا ہے۔ خود کا گھر بسا کے میرا گھر میری بیٹی کو برباد کرنے کی قسم کھا رکھی ہے اس نے۔ شادی شدہ بیٹے کے پیچھے لگا رکھا ہے تمہیں۔"

"اُفف مما!" وہ پہلے ہی بھرا ہوا دماغ لے کر گھر آئی تھی۔ ماں کی کھری کھری باتوں نے اسے مزید پاگل

www.pklibrary.com

کر دیا۔

"ایک تو پہلے ہی میری زندگی برباد ہو چکی ہے۔ ایک بار نہیں دو دو بار ریجیکٹ ہوئی ہوں میں۔ اوپر سے آپ نے نیا تماشا شروع کر دیا ہے۔ لوگوں کو گھر بلا کر میری نمائش لگا دی ہے۔ اتنی ہی فالتو ہوں میں بوجھ ہوں آپ پر۔" وہ بات کرتے کرتے ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔ فوزیہ گھبرا سی گئیں۔

"مائرہ! ہوش کرو۔" انہوں نے اسے جھنجوڑا تو وہ روتے ہوئے ان کی بانہوں میں بے دم سی ہو کر جھول گئی۔ انہوں نے گھبرا کر اپنی کام والیوں کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔

☆☆☆

اجالا سسکیاں لیتا رہا گھر میں
دیا دہلیز پہ جلتا رہا
جس کو
کسی جاں بخش ساعت میں
مقدس آگ سے روشن کیا اس نے
وہ انسان دیوتا تھا یا مسیحا تھا؟
وہ بھولا تو نہیں ہوگا؟
نہ جانے بے وفا دنیا کے کتنے کام تھے
اس کو
نہ جانے کتنے دھندے تھے
کہ وہ اب تک پلٹا نہیں
دیا تو صبح ہونے تک سدا ہی جلتا رہتا ہے
کوئی اتنا بتا دیتا!!
کہ وہ جن راستوں میں ہے
وہاں اس کو
اندھیرا تو نہیں ملتا؟
(ادا جعفری)

ڈاکٹر نے مائرہ کو اعصابی سکون کا انجکشن لگایا اور کچھ میڈیسن دے گئی۔ کئی گھنٹے اس نے پرسکون نیند میں گزارے تھے۔ صبح تک فوزیہ اس کے سرہانے سے ہلی نہ تھیں۔

فوزیہ نے ملامت کا شکار ہوتے ہوئے جھک کر اس کی زرد پڑتی پیشانی چوم لی۔ مائرہ نے آنکھیں کھول کر اپنے ماں باپ کو دیکھا۔ لمحہ بھر کے بعد اس کی آنکھ کے کونے سے پانی ٹپکنے لگا۔

"آئم سوری مما!"

"نہ میرا بچہ! معافی تو مجھے مانگنی ہے۔ تمہاری ذہنی حالت کا بھی احساس نہیں کیا میں نے۔"

"اچھا۔ اب یہ سارے قصے پیچھے چھوڑ دو اور زندگی کا نیا باب شروع کرو۔" پاپا نے نرمی سے دونوں کو صلاح دی تھی مائرہ نے جلتی آنکھیں موند لیں۔

مگر اسی دوپہر جب فوزیہ نے ملازمہ کے ہاتھ مائرہ کے لیے سوپ بھیجا اور خود ظہر پڑھنے کے لیے وضو کر رہی تھیں تب ملازمہ کی ہذیانی چیخیں سن کر ان کا دل ڈوب گیا وہ برافروختہ سی واش روم سے نکل کر بھاگیں۔

www.pklibrary.com

مائرہ کے کمرے تک پہنچتے تک وہ بے دم ہو چکی تھیں۔ مائرہ کو بستر پہ خون میں لت پت بے سدھ پڑے دیکھ کر وہ بے دم سی ہو کر زمین پہ گر گئیں۔

☆☆☆

اس نے فجر کا آخری سلام پھیرا تو اس کی روح تک تھرا گئی۔ اسے اچھی طرح یاد تھا اس نے اپنے ہاتھوں سے دروازہ اچھی طرح لاک کر کے پھر نماز پڑھنا شروع کی تھی لیکن نماز ختم کرنے تک نا صرف دروازے کا لاک کھل چکا تھا بلکہ پال کو خاموشی سے ایک طرف کھڑے دیکھ کر کیتھی کی روح جسم سے گویا پرواز کر گئی۔

''ڈیڈ۔'' اس کے لب کپکپائے۔ پال نے آگے بڑھ کر زوردار تھپڑ کیتھی کے منہ پر دے مارا۔ اس نے اپنے منہ میں خون کا ذائقہ گھلتے ہوئے محسوس کیا شاید اس کی زبان دانتوں تلے آ کر کٹ گئی تھی...... یا گال کا گوشت اندر سے پھٹ گیا تھا۔ کیتھی کے منہ سے بے اختیار چیخ برآمد ہوئی۔ مگر اس پہ زندگی میں پہلی بار ہاتھ اٹھانے والا پال رکا نہیں تھا ویسے ہی دو تھپڑ کیتھی کو اور رسید کرنے کے بعد وہ اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لے گیا۔ شور کی آواز سن کر ڈورتھ اور چھٹی پہ آیا ڈینئل بھی گھبرا کر کمروں سے نکل آئے تھے۔

''ڈیڈ۔'' دم بخود سا ڈینی، کیتھی کو باپ کے شکنجے میں پھڑ پھڑاتے دیکھ کر تیزی سے آگے بڑھا کہ اسے چھڑا سکے۔

''دور رہو اس سے...... ناپاک ہے یہ۔ مسلمانوں کی عبادت کر رہی تھی چھپ کر۔'' پال غرایا تو ڈینی وہیں تھم گیا۔ اس نے پہلی بار غور کیا کہ کیتھی پورے بازوؤں والے مکمل لباس اور سر کے بالوں کو اسکارف سے لپیٹے ہوئے تھی۔ بالکل اپنی مسلم دوستوں کی طرح۔ ڈینئل کا دل ڈوب سا گیا۔ پال نے کیتھی کو گھسیٹ کر زمین پر پھینکا تھا۔

''مجھے مارک نے بتایا تو یقین نہیں کیا میں نے اس کی بات پر۔'' پال اونچی آواز میں کہتے ہوئے رو پڑا۔ کیتھی اس کی بہت پیاری بیٹی تھی۔ وہ بیٹی جسے کبھی وہ خواہ مخواہ ڈانٹتا تک نہیں تھا اور آج اسے تھپڑوں سے مارنا پڑا۔ وہ بیٹی جو کمیونٹی میں ان کی ذلت کا باعث بننے والی تھی۔

''اسے یونہی شوق ہے اپنے مسلمان دوستوں کے مذہب کو جاننے اور اس کی پریکٹس کرنے کا۔ جیسے ہم دوسرے کئی مذاہب کو جسٹ فار فن پریکٹس کرتے ہیں کبھی کبھار۔'' ڈینئل کو بہن کے الفاظ پر پورا یقین تھا۔ یہی تو کہا تھا کیتھی نے اس سے جب ڈینی کو اس کے کمرے سے قرآن کا نسخہ ملا تھا۔

''تم بتاؤ۔ کیتھی! تم ہمارے مذہب پر ہو نا؟ تم نے ہمارے منہ پہ ذلت کا نشان تو نہیں ڈال دیا؟'' ڈورتھ اڑی رنگت کے ساتھ بے ربط انداز میں پوچھتی زمین پہ ساکت پڑی کیتھی کی طرف بڑھی تو اس نے تمام تر خوف کو پس پشت ڈال کر سر بلند کیا اور صاف آواز میں بولی۔

''کیتھی نہیں...... آمنہ...... یہ میرا مسلمان ہونے کے بعد کا نام ہے مام!''

اس چھوٹے سے فلیٹ کی چھت گویا ان تینوں نفوس کے سروں پہ آن گری تھی۔

☆☆☆

وہ مسلسل تین روز سے کیفے جا رہا تھا لیکن کیتھی کہیں بھی دکھائی نہیں دی تھی۔

''ملو گے تو ایک سرپرائز دوں گی۔'' وہ دوستوں کے ساتھ ایک ہفتہ کے لیے تفریحی ٹور پر گیا ہوا تھا جب اسے کال کر کے کیتھی نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

''یہ صحیح سرپرائز ہے۔ گم ہی ہو گئی ہو بلکہ چھپ ہی گئی ہو۔'' زیاد نے بڑبڑاتے ہوئے کافی کے پیسے بل کے ساتھ رکھتے ہوئے سیاہ فام ویٹرس کو اشارے سے بلایا اور اس سے کیتھی کے بارے استفسار کیا۔

www.pdflibrary.com

"آئی ڈونٹ نو۔ وہ بتا رہا ہے غائب ہے چار دن ہو گئے۔" ویٹرس نے لاعلمی کا اظہار کیا تو زیاد پریشانی کے عالم میں وہاں سے اٹھ کر سیدھا کیتھی کے فلیٹ پہ گیا۔ لفٹ رکتے ہی وہ باہر نکلا اور کیتھی کے فلیٹ کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ سوچتے ہوئے ڈور بیل پہ ہاتھ رکھ دیا۔

دو بار بیل بجانے کے بعد وہ انتظار میں تھا جب کھٹاک سے دروازے کا لاک کھلا اور کسی اجنبی عورت نے دروازے کا چین لاک کھولے بنا ادھ کھلے دروازے سے ہی جھانکا۔

"کس سے ملنا ہے؟"

"کیتھ...... کیتھی سے۔" زیاد کنفیوز ہوا۔ یہ عورت کیتھی کی ماں یعنی ڈورتھ تو ہرگز نہ تھی۔

"یہاں کوئی کیتھی نہیں رہتی۔ ہم پرسوں شفٹ ہوئے ہیں یہاں۔" اس عورت نے بتایا تو وہ سن رہ گیا۔

"یہ فلیٹ کس نے بیچا ہے آپ کو؟"

"ہم نے تو ایجنسی کے ذریعے خریدا ہے۔ براہ راست مکان مالک سے نہیں۔"

زیاد کے پوچھنے پر اس عورت نے بتایا۔

"کائنڈلی آپ مجھے اس ایجنسی کا ایڈریس یا فون نمبر دے سکتی ہیں۔ ہوسکتا ہے انہیں علم ہو کہ ڈینئل کی فیملی کہاں شفٹ ہوئی ہے فلیٹ بیچ کر۔" زیاد نے التجائیہ انداز اپنایا تو اس عورت کو شاید اس کی شکل پر ترس آ گیا اس نے اندر سے ایک وزیٹنگ کارڈ لا کر زیاد کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"یہ لو...... اور ہاں۔ یاد رکھو اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتی۔" یہ آئندہ نہ آنے اور ڈسٹرب نہ کرنے کا اشارہ تھا۔ زیاد سر ہلا کر کارڈ تھامے اس کا شکریہ ادا کرتا واپس ہولیا۔

☆☆☆

"میرا اعتماد قائم رکھنے کے لیے تھینکس۔" میرب کو بستر پر لٹاتے ہوئے وہ حریم کی طرف پلٹا۔ حریم نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"سچ بتاؤں تو سب کو تسلی دیتے ہوئے۔ تمہاری طرف سے مطمئن کرتے ہوئے میں خود اندر سے کہیں نہ کہیں بے اطمینانی کی کیفیت میں تھا۔ دل کو ایک دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہیں میرو کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ دانستہ نہ سہی نادانستہ ہی سہی، چوٹ تو بچوں کو ویسے بھی لگ جاتی ہے نا کبھی کبھار۔" وہ مدھم لہجے میں سچائی سے کہہ رہا تھا۔ حریم کو دکھ سا ہوا۔ لیکن جو کچھ میرب کے ساتھ ہو چکا تھا اسے یاد کرتی تو وہ حق پہ لگنے لگتا تھا۔

"میرو نے بہت انجوائے کیا ہے وہاں۔ طوبیٰ کے ساتھ تو اتنا کھیلی ہے کہ بس پھر تھک کر ہی سوئی۔"

"ان لوگوں کو بتایا ہے تم نے میرب کے متعلق۔"

"ابھی تو صرف یہی بتایا ہے کہ یہ میرے شوہر کی بیٹی ہے۔" حریم اطمینان سے بولی تو وہ دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔

"اچھا...... پھر......؟"

"پھر یہ کہ اماں کو دکھ ہوا کہ میرا شوہر شادی شدہ ہے۔" حریم نے مسکراہٹ دبائی اور مزید بولی۔ "مگر میں نے انہیں یاد دلایا کہ تمام ہی شوہر شادی شدہ ہوتے ہیں اماں۔" حریم کے انداز پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا اور اس روز پہلی بار حریم کو احساس ہوا کہ اس کا شوہر ایک ہینڈسم آدمی ہے اور ہنستے ہوئے بہت اچھا لگتا ہے۔

"میں چینج کرلوں، مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہ نظریں چراتے ہوئے وارڈروب کی طرف بڑھی مگر اپنا ہاتھ اس کی گرفت میں پا کر وہیں ساکت رہ گئی۔ بے اختیار پلٹ کر اسے دیکھا۔

جو بھاگتے بھاگتے تھک جائیں

www.pklibrary.com

وہ سائے رک بھی سکتے ہیں
چلو توڑو قسم اقرار کرو
ہم دونوں جھک بھی سکتے ہیں

وہ گمبیر لہجے میں کہتا اسے سنسناہٹوں میں دھکیل گیا۔ بچی تو نہ تھی کہ اس حد درجہ التفات کا مطلب نہ سمجھتی۔

"مم...... میں کپڑے چینج کرلوں۔" حریم منمنائی۔

"ان میں بھی اچھی لگ رہی ہو۔" وہ اسے ہلکے سے کھینچ کر اپنے سامنے کھڑا کرتے ہوئے نرمی سے بولا۔

"میرے خیال میں ہمارا رشتہ جتنا مضبوط ہوگا، میرب اتنی ہی زیادہ محفوظ ہوگی۔" حریم نے اس کی بات کو گہرائی سے سمجھتے ہوئے قدرے خفگی سے جواب دیا۔

"میرب ہمارے محض کاغذی رشتے کے دوران بھی بالکل محفوظ ہاتھوں میں ہی ہے۔"

"آہاں۔ بڑی سمجھ دار ہے ہماری مسز۔ پوری بات سمجھ گئیں فوراً۔" وہ چمکتی آنکھوں اور مسکراتے لبوں کے ساتھ محظوظ کن انداز میں کہتا حریم کو کنفیوز کر گیا۔ اس کی ہتھیلیاں پسیجنے لگیں حریم کا ایک ہاتھ ابھی تک اس کے مضبوط ہاتھ کی حال دل بیان کرتی ہتھیلی میں مقید تھا۔ اسی وقت کسی نے زوردار آواز میں ان کے کمرے کا دروازہ دھڑ دھڑا دیا۔ وہ دونوں ہی چونک اٹھے۔ اس نے تیزی سے بڑھ کر دروازہ ان لاک کیا تو نزہت کو سامنے بکھری ہوئی حالت میں پا کر گنگ رہ گیا۔

"بھابی کا فون تھا۔ مائرہ کی طبیعت سخت خراب ہے۔"

"کچھ دیر پہلے ہی تو ڈراپ کیا تھا میں نے اسے۔ آپ حوصلہ کریں۔ ہوا کیا ہے اسے یہ بتائیں؟" وہ ان کے شانے پہ بازو پھیلاتے ہوئے ان کے ساتھ ہی چلا گیا۔ حریم ابھی تک وہیں کھڑی صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

☆☆☆

وہ منزلیں بھی کھو گئی ہیں
وہ راستے بھی کھو گئے
جو آشنا سے لوگ تھے
وہ اجنبی سے ہو گئے
نہ چاند تھا نہ چاندنی
عجیب تھی وہ زندگی
چراغ تھے کہ بجھ گئے
نصیب تھے کہ سو گئے
یہ پوچھتے ہیں راستے
کہ رکے ہو کس کے واسطے؟
چلو...... تم بھی چلو کہ!!
وہ مہربان...... کھو گئے

ایجنسی سے بھی اسے کیتھی کی فیملی کے بارے میں کوئی خاطر خواہ معلومات نہ مل سکی تھیں۔ وہ فوری طور پہ اس کی دوست عائشہ سے ملا مگر اس نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ تریاسر تھام کر بیٹھ گیا۔ یہ کوئی چھوٹی سی بات نہ تھی کہ وہ نظر انداز کر دیتا۔ کیتھی کا بنا بتائے فیملی سمیت روپوش ہو جانا کم از کم اس کا سرپرائز نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اسلام قبول

www.pklibrary.com

کرنے والی تھی۔

کیا خبر اس کے گھر والوں کو علم ہو گیا ہو۔ ڈینئل نے بھی تو اس کے پاس قرآن پاک کا ترجمہ دیکھ لیا تھا۔ تب تو بات دب گئی تھی، اب شاید وہ سب کی نظروں میں آ گئی ہو؟

"اوہ گیتھ! میں تمہیں کہاں ڈھونڈوں۔" وہ جیسے ایک دم سے تھک ہارا گیا تھا۔ کسی اندھیری گپھا میں، جہاں صرف وہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں ہی مار سکتا تھا۔ پولیس کی مدد بھی اسی صورت میں لے سکتا تھا جب اکیلی گیتھی غائب ہوئی ہوتی۔ یہاں وہ لوگ باقاعدہ فلیٹ کو اپنی مرضی سے اونے پونے بیچ کر روپوش ہوئے تھے تو وہ کس پہ شک ظاہر کرتا؟

زیاد بے بس تھا۔

☆☆☆

"شدید ٹینشن اور ڈپریشن کا شکار تھی وہ۔ ابھی ڈاکٹر انجکشن لگا کر گئی ہے۔ اب سو رہی ہے۔" اس نے نزہت کے بارہا کہنے پر مائرہ کا حال پوچھنے کے لیے کال کی تو فوزیہ نے اس کے ساتھ بھی سرد مہری سے بات کی۔

"یہ سب تمہارا قصور ہے۔ رل گئی میری بھتیجی۔" نزہت فون بند ہوتے ہی رونے لگیں تو وہ زچ ہوا۔

"میں تو اسے بالکل صحیح سلامت چھوڑ کے آیا تھا۔"

"ہنستے چہروں کو کوئی دکھ نہیں ہوتا کیا؟ اس کا پرپوزل آیا ہوا تھا گھر پہ۔ اسی وجہ سے اسٹریس لیا ہے مائرہ نے۔ وہ تمہارے علاوہ کہیں اور شادی نہیں کرنا چاہتی۔" وہ چپ تو سیڑھیوں کے پاس کھڑی حریم کا رنگ اڑ گیا۔

"اسے تو اب پھر بے وقوفی ہی کہا جا سکتا ہے۔ اگر زندگی آگے بڑھنے کا موقع دے رہی ہے تو اسے خوش دلی سے قبول کرنا چاہیے نا کہ بستر پہ پڑ جانا چاہیے۔" وہ جھنجلا کر بولا۔

"جس تن لاگے وہی تن جانے بیٹا! اتنا ہی آسان ہوتا آگے بڑھ جانا تو وہ بھی بڑھ جاتی۔ کس چیز کی کمی ہے اس میں...... لیکن تمہاری بے وفائی لے ڈوبی ہے اسے۔" نزہت کا اپنا ہی رونا تھا حریم دو قدم پیچھے ہٹی۔

"فار گاڈ سیک مما!" وہ چڑ گیا۔ "آپ تیروں کا رخ خواہ مخواہ ہی میری طرف کر رہی ہیں۔" نزہت خاموشی سے ٹشو پیپر کے ساتھ آنکھیں صاف کرتی رہیں تو اس نے چند لمحے خود پر قابو پانے میں صرف کرنے کے بعد آگے بڑھ کر ماں کو بازو کے گھیرے میں لیا۔

"چلیں اب بس کریں۔ اپنی بھی طبیعت خراب کر لیں گی آپ۔ صبح ہونے دیں میں خود بات کرتا ہوں مائرہ سے۔"

انہیں کافی دیر تسلی دینے کے بعد وہ کمرے میں آیا تو حریم، میرب کے بالکل پاس کمفرٹر اوڑھے شاید سو رہی تھی۔ وہ گہری سانس بھرتا پراگندہ ذہن لیے چینج کرنے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد حریم نے آنکھوں پر سے بازو ہٹاتے ہوئے سینے سے گہری سانس آزاد کی تھی۔ زندگی ابھی نجانے کتنے روپ بدلنے اور رنگ دکھانے والی تھی۔ وہ اداس سی تھی۔

اور صبح اس کے مائرہ کو فون کرنے سے پہلے ہی خبر آ گئی کہ مائرہ نے خودکشی کر لی ہے۔ وہ دنگ سا غم سے نڈھال ہوتی نزہت کو سنبھالنے لگا۔

باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ

عفت سحر طاہر

رنگ دے چنریے

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے۔ کار بری طرح
ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔
گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آکر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آگیا ہے۔
سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے بجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے
لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈروم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے
چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے
میں نے تم سے شادی کی ہے۔

زمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔
زمین کی کیلی نجل کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔
زمین اپنی دوست سوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان
لڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا سے جانے کی اجازت

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔

زرمین سومو کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ ہیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ تجل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں تجل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زرمین کی دوستی کروا... کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زرمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ اس کی ... ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں تجل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ زرمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کی ویسے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور ... ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

تجل زرمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آ جاتی ہے زرمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زرمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زرمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

زرمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زرمین تجل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زرمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زرمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

زرمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زرمین کو فون کرتی ہے فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر تجل کے نمبر پہ کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

زرمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی، زرمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو زرمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔

نزہت بیگم واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔

حریم عباد بیگ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آ جاتی ہے عباد اسے دھمکاتا ہے وہ اسے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ زرمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مارک ڈینیل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ زرمین گھر میں نہیں ہوتی۔

حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبی بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔

عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد زرمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد زرمین کو باپ کی بات یاد آتی ہے کہ دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔

عباد زرمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آ جاتی ہے۔ عبد کی پرکھ پر کہ وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھپھو تاریخ لینے آ جاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر زرمین شادی کی ہامی بھر لیتی ہے۔ پھپھو اور زلفی خوش ہو جاتے ہیں۔ تجل فون کر کے زرمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پرپوز کرتا ہے۔

نئی خوشی گھر آتی ہے۔

عمارت میں حریم نزہت سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کر لو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کر لوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عماد بیگم نے اسے پروپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہو کر گر پڑتی ہیں۔

نزہت کے سمجھانے پر حریم کو احساس ہوتا ہے کہ وہ غلطی پر ہے۔ اس نے اپنی زندگی کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ حالات کو اچھا ہوتے دیکھ کر حریم شوہر سے کہتی ہے کہ وہ میرب سے دور نہیں رہ سکتی۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اسے آخری بار مل سکتی ہے اس کے بعد اسے یہاں سے جانا پڑے گا۔

وہ میرب کے لیے شاپنگ کرتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آؤٹ لیٹ پر آ جاتا۔ زیاد واپس پہنچتا ہے تو کیتھی کی ساتھی ورکر اسے بتاتی ہے کہ اس کا اسپیشل کسٹمر آیا ہے۔

زیاد کیتھی کو بتاتا ہے کہ اس کے بھائی نے پسند کی شادی کر لی ہے اور ماں باپ نے اسے گھر سے نکال دیا ہے اور بھائی کی بیوی اس کے سر منڈھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر آیا ہوں۔

یال کیتھی سے کہتا ہے کہ اسے اب مارک کے مستقبل کی پلاننگ کرنی چاہیے۔ وہ اٹھ کر وہاں سے ہٹ جاتی ہے۔ مارک اس سے جانے میں معافی مانگتا ہے، کیتھی کے انکار پر ثبوت ملنے کا کہتا ہے۔

کیتھی زیاد سے کہتی ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ عماد ماں باپ سے معافی مانگ کر گھر واپس آنے کا کہتا ہے۔

مائرہ، حریم کو آؤٹ لیٹ پر دیکھ کر برہم ہو جاتی ہے۔ نزہت بھی اس پر ناراض ہوتی ہے۔ حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر آتی ہے۔

حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر جاتی ہے۔ اماں کو یہ سن کر بہت صدمہ ہوتا ہے کہ حریم کا شوہر پہلے سے شادی شدہ ہے۔ وہ بچی کو پیار کرتی ہیں کہ اس میں نزہت کی شباہت ہوتی ہے۔

مائرہ کو دیکھنے کچھ لوگ آنے والے ہیں۔ وہ ماں پر ناراض ہوتی ہے لیکن وہ کہتی ہیں کہ اپنی پھپھو کے سراب سے باہر نکل آؤ۔

نزہت بچے پر ناراض ہوتی ہیں کہ اسے حریم کے میکے کیوں بھیجا۔ مائرہ اسے اپنے آنے والے رشتے کے بارے میں بتاتی ہے۔ وہ اسے سمجھاتا ہے کہ اسے اب زندگی میں آگے بڑھ جانا چاہیے۔ مائرہ باہر جانے کا پروگرام بناتی ہے لیکن وہ منع کر دیتا ہے کہ اسے حریم اور میرب کو لینے جانا ہے۔ مائرہ شدید غصے میں گھر آتی ہے جہاں اس کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آئے ہوتے ہیں۔ وہ ان سے بدتمیزی کرتی ہے۔ فوزیہ بیگم کو لاتیں ہیں، وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔ زیاد ہر کیتھی کے گھر والوں کو پتا چل جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہے۔ وہ اسے لے کر غائب ہو جاتے ہیں۔ زیاد ہر جگہ اسے تلاش کرتا ہے لیکن اس کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ مائرہ خودکشی کر لیتی ہے۔

سولہویں قسط

”ممّا پلیز۔۔۔۔۔ خود کو سنبھالیں۔“ وہ مائرہ کی خودکشی کی خبر سن کر غم سے نڈھال نزہت کو قریبی صوفے پر بٹھاتے ہوئے گھبرا کر ان کی ہتھیلیاں اپنے ہاتھوں سے رگڑنے لگا تو وہ اونچی آواز میں رونے لگیں۔ حریم تقریباً بھاگتی ہوئی آئی تھی لاؤنج کا منظر دیکھ کر اس کا دل پریشان ہوا تھا۔

”خیر تو ہے۔۔۔۔۔ کیا ہوا ہے؟“

”یہ۔۔۔۔۔ یہ قصوروار ہے سارے قصے میں۔“ نڈھال پڑی نزہت ایک دم زخمی شیرنی کی طرح حریم پر جھپٹ پڑیں عماد یہ اچانک ہوا کہ وہ دم بخود رہ گیا، وحشت زدہ ہو کر پیچھے ہٹتے ہوئے بھی ان کا تھپڑ حریم کے چہرے پر پڑ گیا۔ نزہت کا دماغ گھوما ہوا تھا۔ وہ شاید اتنے پر بس نہ کرتیں مگر وہ یک لخت اٹھ کر ان دونوں کے بیچ آیا اور ان کے ہاتھ تھام لیے۔

”یہ کیا کر رہی ہیں ممّا؟ حریم کا کیا قصور ہے اس سارے معاملے میں؟“

”پیچھے ہٹ جاؤ...... جان سے ماردوں گی میں اسے...... کھا گئی میری بچی کو
ہی کھانی ہے ہماری نسل ختم کرنے کی۔ اس سے کہو دفع ہو جائے...... مجھے دکھائی نہ دے بس۔“ نزہت پھوٹ
پھوٹ کر رودیں۔

اس نے مڑ کر حریم کو جانے کا اشارہ کیا تو وہ اہانت سے سرخ پڑتا چہرہ لیے واپس چلی گئی۔ وسیم صاحب
افتاں وخیزاں کمرے سے نکلے۔

”مجھے مائرہ کے پاس لے جاؤ...... ہائے...... میرے بھائی کی ایک ہی اولاد۔ اس کا بھی کوئی سکھ نہیں دیکھ
پایا۔“ نزہت تڑپ رہی تھیں۔

”اچھا، ٹھیک ہے۔ فوراً چلتے ہیں۔ بس آپ خود کو سنبھالیں میں گاڑی کی چابی لے کر آتا ہوں۔“ اس نے
باپ کو مختصراً مائرہ کے بارے میں بتایا تو وہ بھی پریشان ہو گئے، نزہت کو ان کے حوالے کرتا لمبے ڈگ بھرتے
ہوئے وہ سیڑھیاں چڑھ گیا۔

حریم بیڈ کے کنارے ٹکی گود میں ہاتھ رکھے ساکت بیٹھی تھی۔ اسے ایک نظر دیکھ کر وہ اپنا والٹ موبائل اور
گاڑی کی چابی اٹھا کر لمحہ بھر کو رکا۔

”مائرہ نے خودکشی کی کوشش کی ہے۔ دعا کرنا اللہ تعالیٰ خیریت رکھے۔“ وہ گہری سانس بھرتا کمرے سے
نکل گیا تھا حریم کا ہاتھ بے اختیار اپنے دل پہ آ ٹھہرا۔

ایک اور جرم اس کے سر۔ وہ اب نزہت کے غصے کی وجہ بھی تھی۔ اور اگر خدانخواستہ مائرہ کو کچھ ہو گیا
تب میرا کیا بنے گا؟ حریم کو سوچ کر ہی جھرجھری آ گئی، وہ خالی الذہن کیفیت میں سوئی ہوئی میرب کو دیکھنے لگی۔
اب جبکہ وہ زندگی کو سیدھی سڑک بنانا چاہ رہی تھی تو اچانک ہی اونچے نیچے ٹیڑھے میڑھے راستے سامنے آنے
لگے تھے۔

☆☆☆

”اللہ کا واسطہ ہے نزہت! اب میری بیٹی کا پیچھا چھوڑ دو۔ جی لینے دو اسے اپنی زندگی۔“ وہ ہاسپٹل
پہنچیں تو فوزیہ انہیں دیکھتے ہی کرلا اٹھیں۔ نزہت اہانت کا شکار ہوئیں لیکن موقع ایسا تھا کہ کچھ کہہ بھی نہیں
سکی تھیں۔

”مائرہ کیسی ہے بھائی صاحب!“ وہ چوری ہو کر بھائی کے پاس آ کھڑی ہوئیں۔

”ابھی انتہائی نگہداشت میں ہے۔ سرجری ہوئی ہے کلائی کی۔“

”گاڈ۔“ فوزیہ سے سلام دعا کر کے ماموں جان کی طرف متوجہ ہوا تو وہ ششدر رہ گیا۔

”کل میرے ساتھ لنچ کیا تھا اس نے۔ میں خود گھر ڈراپ کر کے آیا تھا۔“

”وہ جب آئی، تبھی اس کا موڈ خراب تھا۔“ فوزیہ تڑپیں۔

”یا ئے گاڈ! ممانی جان! ہمارے بیچ کوئی ایسا ایشو ڈسکس نہیں ہوا۔ اور نہ ہی مائرہ کے کسی انداز سے لگا کہ
وہ کچھ انتہائی سوچ رہی ہے۔“ وہ انہیں یقین دلاتے ہوئے بولا۔

”اچھا بس...... یہ فضول باتیں چھوڑو، اور بچی کے لیے دعا کرو۔“ ماموں جان نے بیوی کو تادیبی لہجے میں
کہا تو وہ دوپٹے سے آنکھیں پونچھتی خفگی کے ساتھ بینچ پہ جا بیٹھیں۔

”ڈاکٹر نے کہا ہے اب خطرے کی کوئی بات نہیں۔ کلائی کی نس کاٹ لی تھی اس نے۔ بروقت ہاسپٹل پہنچ
گئے۔ فوری سرجری ہو گئی تو اللہ نے دوبارہ زندگی دے دی اسے بھی اور ہمیں بھی۔“ وہ تھکے ہوئے انداز میں بتا
رہے تھے۔

نزہت کی شکایتی نظریں بیٹے کی طرف اٹھیں تو وہ ان سے نگاہ چرا کر رہ گیا، نزہت دوپٹہ سر پہ لیتے دکھی دل کے ساتھ دعاؤں میں مشغول ہو گئیں۔ ان کے بس میں نہیں تھا ورنہ شام سے پہلے جادو کی چھڑی گھما کر سارے ملال ختم کر دیتیں۔

شام کو مائرہ کو ہوش آیا تو اسے کمرے میں شفٹ کر دیا گیا۔ زرد رنگت اور زندگی کی رمق سے عاری چہرہ لیے وہ پرانی شوخ و زندہ دل مائرہ لگ ہی نہیں رہی تھی۔ نزہت نے اس کی پیشانی چومی تو ان کا کلیجہ پھٹ رہا تھا۔

"میری بچی! پھپھو قربان۔"

مائرہ کی آنکھوں کے کونے نم ہونے لگے۔

"مما پلیز! آپ نے مل لیا۔ اب ذرا مجھے مل لینے دیں محترمہ سے۔" اس نے دونوں کو جذباتی دیکھ کر فوراً ہی ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے نزہت کو پیچھے کیا اور خود اس کے پاس آ کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

"کیسی ہو؟"

"زندہ ہوں۔" اس کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔

"بری بات۔ ماؤ! تم اتنی بزدل تو کبھی بھی نہیں تھیں۔ یہ تو مشکلوں سے لڑنے والوں کے بجائے راہ فرار اختیار کرنے والوں کا طریقہ ہے۔" وہ نرمی اور تفکر سے کہہ رہا تھا۔ مائرہ نے آنکھیں موند کر چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ جیسے مزید کوئی بات کرنے کے موڈ میں نہ ہو۔ وہ گہری سانس بھرتے ہوئے ماموں جان کی طرف پلٹ گیا۔

☆☆☆

حریم کو کسی پل چین نہیں تھا۔ وہ لوگ ہاسپٹل سے رات گئے گھر واپس آئے تو وہ جلے پاؤں کی بلی کی طرح کمرے میں پھر رہی تھی۔ خیال یہی تھا کہ وہ آئے تو اس سے مائرہ کا حال پوچھے گی۔ لیکن وہ رات ساڑھے دس بجے گھر آ کر بھی تجانے ماں کے ساتھ کون سے راز و نیاز کی باتیں کر رہا تھا کہ سوا بارہ بجے کمرے میں داخل ہوا۔

حریم اسے دیکھ کر بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ سلام کرتا کاؤچ پہ بیٹھ کر جوتے اتار کر چپل پہننے لگا پھر اٹھ کر وارڈروب سے اپنا نائٹ سوٹ نکالا۔ تھکے ہوئے اعصاب اس وقت ایک طویل شاور اور پرسکون نیند کے متقاضی تھے۔

"مائرہ کیسی ہے؟" اسے واش روم کی طرف بڑھتے دیکھ کر حریم رہ نہیں پائی۔

"بڑی جلدی خیال آ گیا۔" وہ رک کر خفیف سے طنز سے بولا تو حریم چکرائی۔

"کیا مطلب......؟"

"مطلب یہ کہ سارے دن میں ایک بار بھی تم نے زحمت نہیں کی کہ ایک کال کر کے مجھ سے یا ممانی جان ہی سے مائرہ کا حال پوچھ لیتیں۔ موت کو چھو کر واپس لوٹی ہے وہ۔" وہ تلخی سے کہتا یقیناً نزہت کی زبان بول رہا تھا۔ حریم کو الفاظ ختم ہوتے محسوس ہوئے۔

"آنٹی کا رویہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو۔" حریم نے صفائی پیش کی۔

"ہر کسی کا عمل اس کے ساتھ ہوتا ہے تمہارا فرض تھا کہ تم میرے سیل فون پہ کال کر کے کم از کم ممانی جان سے ہی احوال پوچھ لیتیں۔" وہ درشتی سے کہہ کر کپڑے لیے واش روم میں چلا گیا۔ حریم دھک سی بیٹھی اس کے انداز پہ ہی غور کرتی رہ گئی۔

"میں صبح کال کرلوں گی آپ کی ممانی جان کو۔" وہ شاور لے کر فریش ہو کر نکلا تو حریم [illegible] وہیں اٹکی ہوئی تھی۔ وہ ٹھٹکا۔

"زندگی بہت مشکل چیز ہے حریم! آسان کرنے کا ایک بھی موقع ملے تو اسے ضائع مت [illegible] کی طرف سے میں معذرت کرتا ہوں تم سے۔" وہ حواس کھو بیٹھی تھی۔ مائرہ کی خودکشی کا سن کر [illegible] کر آئینے کے سامنے اپنے گیلے بالوں میں برش کرنے لگا۔

(ہونہہ...... مجھ سے زیادہ زندگی کی مشکلات سے اور کون واقف ہوگا) وہ خود اذیتی سے سوچ کر پھیکا سا مسکرائی۔

"اب کیسی طبیعت ہے مائرہ کی؟"

"ہمم...... بروقت میڈیکل ٹریٹمنٹ مل گیا تو خون ضائع ہونے سے بچ گیا۔ آپریٹ کیا ہے [illegible] کلائی کو...... اب ہوش میں ہے...... کمرے میں شفٹ کر دیا گیا ہے اسے۔"

"اتنا انتہائی قدم کیوں اٹھالیا اس نے؟" حریم نے جھجک کر پوچھا۔

"اس کا پروپوزل آیا ہوا تھا اسی کو لے کر شاید اپ سیٹ ہوگئی تھی۔" وہ تکیہ اٹھا کر اپنی جگہ جھاڑتے ہوئے بولا تو حریم کی دھڑکن سست پڑی۔

"وہ... آپ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔" حریم نے شاید پوچھا نہیں بتایا تھا مگر اس نے ان سنی کر کے لائٹ آف کی اور لیٹ گیا۔ حریم اندھیرے میں اس کی جگہ کو گھورتی رہی۔

"سوجاؤ۔ یہ سوالنامہ صبح بھی حل ہوسکتا ہے۔ ہاسپٹل بھی جانا ہے مجھے۔" چند لمحوں بعد اندھیرے میں اس کی نیند سے بوجھل آواز گونجی تو وہ گہری سانس بھرتی میرب کے ساتھ دراز ہوگئی۔

☆☆☆

اس کے اگلے روز مائرہ ہاسپٹل سے گھر آئی تو وہ مانو وہیں کا ہو گیا۔ کبھی نزہت کو لے کر جا رہا ہے تو کبھی خود آفس سے سیدھا وہیں اور رات گئے کھانا کھا کر گھر واپسی۔ حریم کا دل مستقل اوہام نے جکڑا ہوا تھا۔ ایسے کوئی قربتوں کے رشتے نہ تھے کہ مان سے اس کو کٹہرے میں کھینچ لیتی۔

دو دن سے تقریباً وہ آدھی رات کو گھر آرہا تھا اور صبح افراتفری میں میرب کے سوتے میں ہی ناشتا کر کے آفس کے لیے نکل جاتا لیکن آج سرشام ہی میرب کے پاپا کے نام کی مستقل ضد لگانے پر حریم نے مجبور ہو کر اس کا نمبر اپنے موبائل سے ملایا جو پہلی بار تو اٹینڈ نہ ہوا لیکن دوسری بار کال کرنے پر متعدد رنگز ہونے کے بعد اس نے اٹینڈ کر ہی لیا۔

"السلام علیکم۔" کھنکار کر بات شروع کی۔

"ہمم...... وعلیکم السلام۔ خیریت؟" دوسری طرف سے جوابی سلامتی کے ساتھ فوری سوال آیا جیسے وہ بہت جلدی میں ہو۔ حریم گڑبڑائی۔

"وہ...... یہ میرو ونگ کر رہی تھی تمہیں یاد کر کے تو میں نے سوچا۔" حریم نے ہلکے پھلکے انداز میں کال کرنے کی وجہ بتانا شروع کی تو وہ اس کی بات کاٹ کر بہ عجلت بولا۔

"آ کر دیکھ لوں گا اسے۔ ابھی تم مینج کرلو۔ میں مائرہ کو چیک اپ کے لیے ہاسپٹل لے کر جا رہا ہوں۔"

حریم اندر تک سلگ اٹھی۔

"مائرہ کو ہاسپٹل لے جانے والے کئی ہوں گے۔ لیکن میرو کی ضد پوری کرنے کے لیے صرف تم ہو۔" وہ بے اختیاری تیز لہجے میں کہہ گئی تو دوسری طرف خاموشی چھا گئی حریم کو فی الفور اپنی فاش غلطی کا احساس ہوا۔

"ایم سوری۔"

"آ کے بات کرتا ہوں۔ تم میرو کو بہلا لو ذرا۔"

"کھانا اس کے ساتھ ہی کھانا آ کر۔" حریم دھیمی پڑی۔ دوسری طرف سے گہری سانس کی آواز آئی۔

"اوکے۔ آٹھ بجے تک کھانا لگا دینا۔"

کال بند ہو گئی تھی۔ حریم نے موبائل آف کر کے بے دلی سے ایک طرف ڈال دیا۔

"پاپا کب آئیں گے۔" میرب کی رٹ پھر سے شروع ہوئی۔ جو کل سے کال ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی کیونکہ
نے کہا تھا وہ ابھی کال کر کے پاپا کو بلائیں گی۔

"جی جان!" حریم نے ساری سوچیں جھٹکتے ہوئے جھک کر میرب کو گود میں لیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہم ابھی چل کے کھانا لگاتے ہیں۔ پاپا آئیں گے تو انہیں سرپرائز ملے گا۔ پھر پاپا اور میرو مل کر کھانا کھائیں گے۔"

میرب کو جتنی بھی بات سمجھ میں آئی ہو۔ وہ حریم کو مسکراتے پرجوش لہجے میں بولتے دیکھ کر ہمیشہ ہی پرجوش ہو جایا کرتی تھی۔

"اوکے۔" حسب عادت میرب نے نعرہ لگایا تو وہ ہنستی ہوئی اسے باہر لے آئی۔

آٹھ بجے تک اس نے ثریا کے ساتھ مل کر کھانا لگا دیا تھا۔ آج بہت دنوں کے بعد حریم نے اس کی من پسند بریانی کے ساتھ مٹن چانپ روسٹ کی تھی۔ نزہت ٹھٹکیں۔

"اتنا اہتمام کس خوشی میں ہوا ہے؟" انہوں نے تیوریاں چڑھا کر ثریا کو مخاطب کیا تو رائتے کا ڈونگا اٹھاتے کچن میں گئی حریم وہیں رک گئی۔

"بی بی بتا رہی تھیں آج چھوٹے صاحب کھانا گھر پہ کھائیں گے۔" ثریا کی آواز آئی تو حریم کا دل دھک دھک کرنے لگا۔

"اسے بڑا پتا ہے چھوٹے صاحب کی ٹائمنگ کا۔" نزہت کی پرنخوت آواز نے حریم کی طاقت چھینی۔

"میرو بے بی بھی شام سے ہی تنگ کر رہی ہیں۔ اپنے پاپا کو یاد کر کے۔"

"سب سمجھتی ہوں میں۔ جاؤ تم...... کام کرو اپنا۔"

ذرا دیر میں وسیم صاحب بھی کھانے کی میز پہ پہنچ گئے۔ حریم بھی میرب کو کرسی پر بٹھا کر اس کی فراک پہ نیپکن
لگانے لگی پھر اس کے لیے تھوڑے سے چاول پلیٹ میں نکالے۔ وسیم صاحب نے کلاک پہ نظر ڈالی

"صاحب بہادر کہاں رہ گئے ہیں کیا آج بھی نہیں آنا اس نے؟" نزہت اپنا موبائل ا
ہوئے پوچھا تو حریم کا رواں رواں متوجہ ہو گیا۔

"ابھی کال کر کے پوچھتی ہوں۔ مائرہ کو چیک اپ کے لیے لے جانا تھا اس نے۔"

کر کال ملانے لگیں۔

"کیسی طبیعت ہے مائرہ کی؟" وہ پوچھ رہی تھیں۔ دوسری طرف سے یقیناً صحت یابی کی خوش خبری سنائی گئی تھی۔

"چلو...... اللہ کا شکر ہے۔" وہ خوش ہو گئیں۔

"دیکھا...... تم ساتھ ہوتے ہو تو مائرہ کو جیسے کوئی تکلیف ہوتی ہی نہیں۔ تم ذرا دھیان کرنا مائرہ کا۔ کھانا اپنی نگرانی میں
کھلانا خود۔"

نزہت چہکیں۔ "ہاں...... میرو دیکھیں ہے۔ کھانا کھا رہی ہے۔ بے بھابی کا تو وہ بالکل بھی کہنا نہیں مانتی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں۔ وہ بھی اپنا ہی گھر ہے تمہارا۔" مسکراتے ہوئے کہہ کر انہوں نے بات

سمیٹی تھی۔

"کب تک آرہا ہے؟" وسیم صاحب کے استفسار پہ وہ پلیٹ اٹھاتے ہوئے اس میں بریانی ڈالتے ہوئے اطمینان سے بولیں۔

"وہ کھانا کھا کر ہی آئے گا۔ فوزیہ نے کافی اہتمام کیا ہوا ہے آج کھانے پر۔"

"مائرہ کیسی ہے اب؟" انہوں نے استفسار کیا۔

"اللہ کا شکر ہے۔ بہت بہتر ہے۔ اسی لیے میں نے کہا کہ آرام سے آئے۔ اس کی موجودگی میں مائرہ خوش رہتی ہے۔ بچپن کا ساتھ جو ہوا۔" انہوں نے بریانی کی پلیٹ وسیم صاحب کے سامنے رکھی اور دوسری پلیٹ میں روسٹڈ چاپ کا پیس اور گرین سیلڈ ڈال کر انہیں سرو کیا۔ پھر خفت سے لب کاٹتی حریم پہ نگاہ غلط ڈالتے ہوئے اپنے لیے کھانا نکالنے لگیں۔ اتنے شوق سے بنائے گئے کھانے کے چند لقمے حریم نے گویا زہر مار کیے اس کی بھوک یکلخت ہی ختم ہو گئی تھی۔

☆☆☆

تھوڑا سا کھانا کھا کر اس نے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

"ارے...... بس۔ ابھی یہ جاؤ من تو لیا ہی نہیں تم نے۔" فوزیہ کا رویہ مائرہ کی سنبھلتی حالت دیکھ کر اس سے بدل گیا تھا اسے فوراً ٹوک کر کہا تو وہ مسکرا دیا۔

"بس ممانی جان! اتنا بہت ہے۔ میرب کھانے پہ انتظار کر رہی ہوگی۔"

"میرب...... یا اس کی نام نہاد ماں؟" مائرہ نے اس کی بات اچکی تو اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"مائرہ۔" فوزیہ نے تنبیہی انداز میں اسے پکارا۔

مائرہ نے سوپ کا پیالہ پیچھے کیا اور کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہر جگہ میں ہی غلط ہوں۔ اکیلی ہوں اور برباد بھی میں ہی ہوں۔" وہ اب بات بے بات ایسے ہی جذباتی ہو جاتی تھی۔

"کم آن ماؤ...... کیا بچپنا ہے یہ۔ تمہاری خاطر ہی تو یہاں بیٹھا ہوا ہوں۔ ورنہ جب میرب کی کال آئی تھی اسی وقت نکل جاتا۔" اس نے تحمل سے سمجھایا تو ماں کی آنکھ کے اشارے پہ وہ منہ پھلائے بیٹھ گئی۔ اس نے زبردستی سوپ پلایا اور ابھی اٹھنے کا قصد کر رہا تھا کہ ماموں جان دوستوں کی دعوت سے واپس تشریف لے آئے۔

اسے ایک گھنٹہ مزید بیٹھ کر ملکی سیاست پہ سیر حاصل گفتگو کرنی پڑی مائرہ تھک کر سو گئی تب کہیں جا کر وہ گھر واپس آیا تو سوائے لاؤنج کے ساری ہی لائٹس آف تھیں۔ وہ دل ہی دل میں میرب سے شرمندہ تھا کمرے میں آیا تو حسب توقع لائٹ آف تھی۔ اس نے سوئچ بورڈ پہ ہاتھ مار کر ہلکی لائٹ آن کی۔ تو حریم نے آنکھوں پہ رکھا بازو ہٹا کر اسے دیکھا۔

"سوری فار ڈسٹربنگ۔" وہ دھیمی آواز میں کہتا والٹ، کی چین اور موبائل سائیڈ ٹیبل پہ رکھ کر شرٹ کے بٹن کھولنے لگا جوتے تبدیل کیے اور حسب عادت نائٹ سوٹ لے کر فریش ہونے چلا گیا، حریم اٹھ بیٹھی۔" میرب کے ساتھ ہی سونے کے لیے لیٹ گئی تھی لیکن نیند تھی کہ آ کر نہیں دی۔

تھوڑی دیر بعد وہ واش روم سے نکلا تو حریم کو بیٹھے دیکھ کر حیران ہوا۔

"کیا بات ہے؟ کوئی مسئلہ ہے کیا؟"

"ہاں...... ہے مسئلہ۔" وہ اٹھ کر چلتی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"کیا مسئلہ ہے؟ بتاؤ۔" وہ نیم تاریکی میں اس کے تاثرات کا اندازہ لگانے سے قاصر رہا تو نرمی سے بولا۔

"یہ میرا کام ہے مائرہ۔" سینے پہ بازو لپیٹتے ہوئے جلتی آنکھوں کے ساتھ وہ بے خوفی سے بولی تو اسے

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"
"مطلب یہ ہے کہ تم مجھے شادی کر کے اس گھر میں لائے ہو۔ شاید تمہیں یاد نہیں۔" حریم تلخی سے بولی۔
"ہاں...... ایک یہی حقیقت تو یاد ہے۔" وہ بڑبڑایا حریم سن نہیں پائی۔
"خائن ہو تم...... اپنی فیملی کا وقت دوسروں پہ لٹانے والے خائن ہی ہوا کرتے ہیں۔" حریم سلگی تو اس نے
بے اختیار خود پہ قابو کھو کر حریم کا بازو تھام کر ہلکا سا جھٹکا دیا۔
"تم اپنا انداز درست کرو۔"
"یہاں ہر کسی کا ہی انداز غلط ہے پھر درستی کا آرڈر صرف میرے لیے ہی کیوں؟" حریم نے غصے سے اپنا
بازو چھڑایا۔
"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ مائرہ کس کنڈیشن میں ہے۔ اسے توجہ کی ضرورت ہے۔" اس نے اپنے غصے کو
دباتے ہوئے تحمل سے حریم کو سمجھانا چاہا تھا۔
"اچھا...... یعنی خودکشی کی ایک کوشش مجھے بھی کرنا پڑے گی؟" حریم کی آنکھیں غم و غصے سے سلگنے لگیں۔ حد
ہی تو ہو گئی تھی۔ زبردستی کی شادی۔ گھر لا کر لاتعلقی اور اب ناک تلے پھر سے پرانے معاشقے جاری و ساری تھے۔
وہ کہاں تک برداشت کرتی۔
"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟" وہ متحیر تھا۔
"ایسا کیا ہو گیا ہے جو اتنی فضول باتیں کر رہی ہو تم؟"
"واہ......" حریم نے بے آواز تالی بجائی۔ "ابھی کچھ ہوا ہی نہیں...... پر اوہ۔" طنز سے بھرپور پرتپش لہجے
میں کہا تو وہ اسے کہنی سے تھام کر زبردستی ڈریسنگ روم میں لے آیا۔ لائٹ آن کی تو اس کی آنکھیں لمحہ بھر کو چندھیا
گئیں۔
"روشنی میں بات کرو۔ اندھیرے میں بہادری دکھانے والے عموماً بزدل ہوا کرتے ہیں۔" وہ ٹھنڈے
لہجے میں بولا۔ سیاہ زیرک نگاہیں یقیناً روشنی میں حریم کے تاثرات جانچنے کی چاہ میں اس کے چہرے پہ جمی تھیں۔
"میں بزدل نہیں ہوں۔" حریم نے پھنکارتے ہوئے اپنی کہنی جھٹکے سے چھڑائی۔ "میں صرف مجبور اور بے
بس ہوں۔" غم و غصے سے اس کی رنگت سرخ اور تنفس بے ترتیب تھا۔ آنکھوں کی سفیدی میں خون کا گلابی پن
جھلک رہا تھا۔
"کیا کرنے میں بے بس ہو؟ مجھے اور میرب کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جانے میں؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا
تھا۔
"تم......" حریم نے نم آنکھوں سے اسے دیکھ کر دانتوں پر دانت جمائے پھر چیخ کر بولی۔ "بے بس اور مجبور تو میں
صرف میرب کے لیے ہوں۔ تم تو میری زندگی میں ہو ہی نہیں۔ صرف کاغذوں میں ہی لکھے ہوئے ہو۔"
"مجھے تمہارا انداز گفتگو بالکل بھی سمجھ میں نہیں آ رہا۔" چند لمحے توقف کے بعد وہ رسان سے بولا۔ "دیکھو
اگر تم چاہتی ہو کہ ہم اپنی میرڈ لائف شروع کر دیں تو مجھے کوئی اعتراض......" وہ اس کی جذباتی کیفیت کا اپنی سمجھ
کے مطابق حل نکالتے ہوئے کہنے لگا تھا کہ شرم و اہانت کے احساس کے ساتھ کانپ کر وہ بلا ارادہ و بے اختیار
"شٹ اپ......"

'' تمیز سے...... ہاں۔'' وہ بھی بھڑکا۔

'' حد ہو گئی ہے۔ یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں...... تو پھر کیا؟ اصل مسئلہ کیا ہے تمہارا؟'' اسے شانوں سے تھام کر پیچھے دھکیلا تو وہ دیوار کے ساتھ جا لگی۔ وہ آج تک اس پہ کبھی یوں نہیں بھڑکا تھا جیسے حریم کی لایعنی باتوں اور الزامات نے اسے بھڑکا دیا تھا اور یہ پہلی بار تھا کہ حریم اس کے غصے سے خائف ہوئی۔

'' تم...... مجھے چھوڑ دو۔ میں میرب کو یہاں سے لے کر چلی جاؤں گی۔ تم مائرہ سے شادی کر لینا۔'' سسک کر کہا۔

'' تم نا۔'' دانتوں پہ دانت جما کے اس نے جبڑے بھینچے تھے۔ پھر اس کے چہرے کے بالکل پاس دیوار پہ مکا مارا تو حریم کی چیخ نکل گئی۔

'' امتحان بن گئی ہو میری زندگی کا سب سے بڑا۔ مائرہ سے شادی کر کے گھر لانا ہوتا تو میں اسی کو لاتا۔ کوئی نہیں روک سکتا تھا مجھے ڈیم اٹ...... تمہارے عشق میں پاگل نہیں ہو رہا تھا جو تمہیں سر پہ لا دلیا۔ اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔''

تلخی سے کہتے ہوئے وہ ڈریسنگ روم سے باہر نکل گیا تو حریم کتنی ہی دیر دیوار کے ساتھ بے حس و حرکت کھڑی اپنے حواس سنبھالتی رہی۔

زندگی!
مجھ کو تیرا پتا چاہیے
روشنی کے لیے دیا چاہیے
روٹھے رب سے دعا
ٹوٹے دل کی صدا
گم شدہ راستوں میں پناہ چاہیے
زندگی! مجھ کو تیرا پتا چاہیے

☆☆☆

'' مجھے بھی جانا ہے مائرہ کا احوال پوچھنے۔'' صبح ناشتے کی میز پہ دل کڑا کر کے اس نے کسی کو بھی بطور خاص مخاطب کیے بنا کہا تو ایک دم خاموشی پھیل گئی، میرب کو ناشتا کرواتی حریم کو اپنی دھڑکن کانوں میں سنائی دینے لگی۔

'' کیوں۔ کس ناتے سے؟'' نزہت پہلے ہوش میں آئیں۔ وسیم صاحب نے بس ایک سرسری نظر حریم پہ ڈال کر چائے ختم کی اور آفس کی تیاری کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے وہ گھر کے معاملات میں بس اتنا ہی پڑتے تھے جتنا نزہت انہیں کھینچ کر معاملے میں لاتی تھیں۔

'' آپ کی بہو ہونے کے ناتے سے۔'' اس نے مضبوطی سے کہا۔ '' ماموں اور ممانی جان کو گلہ ہو گا مجھ سے۔''

'' دیکھ رہے ہو اپنی بیوی کی زبان درازی۔ کیا فضول فرمائشیں کر رہی ہے۔'' بیٹے کو آتا دیکھ کر نزہت نے جلبلا کر شکایت لگائی۔ وہ اپنی نشست سنبھالتے ہوئے استفہامیہ نظروں سے ماں کو دیکھنے لگا۔

'' مائرہ کا پتا لینے جانا ہے بی بی کو...... مطلب...... جو مرا کیں۔ اسے خدانخواستہ گھر جا کے مارے گی یہ۔'' نزہت جھلا اٹھی تھیں۔ اس کی فرمائش پہ اس نے ایک اچٹتی نظر حریم پہ ڈالی اور سنجیدگی سے بولا۔

'' میں کال پہ ممانی جان سے بات کروا دوں گا تمہاری۔''

''سب وہاں جارہے ہیں تو میں کیوں نہیں جا سکتی؟ میری ایسی کوئی دشمنی نہیں مائرہ کے ساتھ۔'' حریم نے احتجاج کیا۔

''اس کی جگہ اس گھر میں آئی ہو۔ پہلے تمہاری بہن اور اب تم...... ابھی بھی اپنا قصور پتا نہیں ہے تمہیں۔'' نزہت کہتے ہوئے بھول گئیں کہ حریم کا رشتہ لے کر وہ خود گئی تھیں۔

''آپ نے رشتہ مانگتے ہوئے کہا تھا کہ آپ کا بیٹا مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ میں زبردستی اس گھر میں نہیں آئی آنٹی! آپ خود میرے والدین سے مجھے مانگنے گئی تھیں۔'' وہ خوف کو اندر دباتے ہوئے بولی۔

''دیکھ رہے ہو اسے۔ کیا بکواس کیے جارہی ہے۔'' نزہت نے تلملا کر بیٹے کو دیکھا جو جانچتی نظروں سے حریم کو دیکھتے ہوئے اندازہ لگانے کی کوشش کررہا تھا کہ آخر وہ چاہتی کیا ہے۔ پھر آرام سے بولا۔

''حریم! اس ٹاپک کو چھوڑ دو۔ صاف بات ہے مائرہ تم سے ملنا نہیں چاہے گی۔ اس لیے ایسی حرکت کا کوئی فائدہ نہیں جو عزت نہ دے پائے۔''

حریم اس کی بات سن کر ہوا نکلے غبارے کی طرح ہوگئی۔ وہ مطمئن ہوکر ناشتا کرنے لگا جبکہ نزہت فاتحانہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اٹھ گئیں۔

''آفس جانے سے پہلے مائرہ کی طرف جاؤ گے تم؟'' بیٹے کو مخاطب کیا تو جواب دینے سے پہلے اس کی نگاہ سامنے بیٹھی حریم کی تنی ہوئی شکل پہ پڑ گئی۔

''جی ہاں۔ روز ہی جاتا ہوں پانچ دس منٹ کے لیے۔'' توس پہ مکھن لگاتے ہوئے بے نیازی سے بولا۔

''میں بس دو منٹ میں تیار ہوکر آتی ہوں۔ مجھے مائرہ کے پاس چھوڑ دینا۔'' نزہت سرشاری ہوگئیں۔ وہ سر اثبات میں ہلا کر ناشتا کرنے لگا۔ ثریا اس کے لیے تازہ اورنج جوس کا گلاس رکھ گئی تھی۔

''تم ابھی بھی آفس جانے سے پہلے مائرہ کی طرف جاتے ہو؟'' حریم نے بے یقینی سے پوچھا۔

''ابھی اس کی طبیعت سنبھلی نہیں۔ اسے اس سارے فیز سے نکلنے کے لیے من پسند باتوں، ماحول اور کمپنی کی ضرورت ہے۔''

''جو کہ بس تم ہی ہو۔'' وہ تڑخی۔

''خوش قسمتی سے۔'' وہ سر ہلا کر جوس کا گلاس لبوں سے لگا گیا۔ حریم کا جی چاہا وہی گلاس لے کر اس کے سر میں دے مارے۔

☆☆☆

''عباد۔''

''ہمم....''

''ہم تمہارے گھر کب جائیں گے؟'' زمین ابھی میرب کو سلا کر آئی تھی۔ کینڈی کرش کا کوئی مشکل سا لیول [illegible] کرتے عباد نے بے توجہی سے اس کی بات سنی۔

''ہمم....'' زمین کو اس کی بے جا مصروفیت پہ غصہ آیا۔

''یہ کیا فضول حرکت ہے بھئی۔'' اس نے عباد کے ہاتھ سے موبائل اچک لیا تھا۔

''ارے..... لیول تو کمپلیٹ کرنے دو۔'' عباد نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے احتجاج کیا۔

''ہر وقت [illegible] اپنی لیول بڑھا رہے ہو تم۔'' زمین نے منہ پھلایا۔ عباد کی ساری توجہ اپنے موبائل کی طرف تھی جسے زمین نے آف کرکے ایک طرف ڈال دیا تھا۔ وہ ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''اب کیا ہو گیا ہے بھئی؟''

''اب یہ ہوا ہے کہ شادی کے محض پونے دو سال بعد ہی تم مجھ سے اتنے اکتا گئے ہو کہ ہمارے درمیان سے... بات بھی نہیں سنتے۔'' زرمین نے منہ پھلایا تو اس کے تاثرات فوراً بدلے۔ نظر میں استحقاق کی چمک اتری تو اس نے چہرے کو اس کی مخصوص مسکراہٹ نے کھلا دیا۔

''میں پوچھ رہی تھی ہم تمہارے گھر کب جائیں گے؟''

''میرا گھر؟'' عباد نے دہرایا پھر مسکرا دیا۔

''ہمارا گھر تو یہی ہے جانم! وہ تو مما ڈیڈ کا گھر ہے جہاں انٹری کی فی الحال اجازت نہیں ہمیں۔''

''تم زیاد سے کیوں نہیں بات کرتے۔ وہ منا سکتا ہے مما اور ڈیڈ کو۔'' زرمین نے اسے راہ سجھائی تو وہ جیسے پھر گویا ایک راز فاش کیا۔

''مما نے کہا ہے کہ اگر میں زیاد کی شادی مائرہ سے کروا دوں تو راضی نامہ ہو سکتا ہے۔''

''تو وہ جی...... تو اس سے اچھی کیا بات ہے پھر؟'' زرمین پھڑکی۔

''اس سے اچھی بات یہ ہے کہ زیاد کو بھی اپنی پسند کی زندگی گزارنے کا حق ہے۔ اور مجھے کوئی حق نہیں کہ میں اپنی خود غرضی کے لیے اس کے جذبات کا استعمال کروں۔''

عباد نے اس کے گرد بانہوں کا گھیرا تنگ کرتے ہوئے مسکرا کر کہا تو وہ خفا ہوئی۔

''تو بھلا۔ اچھی خاصی پیاری لڑکی تو ہے وہ۔ زیاد کو بھلا کیا اعتراض ہوگا۔''

''اچھا......'' وہ اس کی بات سن کر محظوظ ہو کر ہنسا پھر اسے چھیڑنے لگا۔

''مجھے تو تم نے نہیں کہا تھا یہ سب۔ نہ اس پیاری لڑکی کے لیے مجھے راضی کیا تھا۔''

''تم تو......'' زرمین نے اس کی شرارت سمجھ کر دانت پیسے پھر خفا ہونے لگی۔

''فضول باتیں کروا لو بس تم سے۔ سوال گندم جواب چنا۔''

''وہ کسی اور کو پسند کرتا ہے میری بھولی سرکار۔'' عباد نے اس کی آخری امید کے غبارے کی ہوا بھی نکال دی تھی۔ زرمین کا منہ لٹک گیا۔

''حد ہے بھئی۔ ہر کوئی اپنی اپنی تیز رہا ہے۔''

وہ جھنجھلا کر پیر پٹختی وہاں سے چلی ہی گئی۔ عباد کا زوردار قہقہہ اس کے پیچھے تک آیا تو زرمین مزید چڑی۔ لیکن اس نے طے کر لیا تھا کہ کوئی نہ کوئی پلان بنا کر جیٹھ کی ہاؤس جانا ہی ہے۔ وہ اونچے خاندان کی حسین بہو بننے کا ذائقہ چکھنے کو بے چین و بے تاب تھی۔ مگر اب یہ بات عمل کر عباد کو کون سمجھاتا یقیناً اسے خود ہی کوئی لائحہ عمل طے کرنا تھا۔

☆☆☆

یہ چبھن اکیلے پن کی یہ گھٹن اداس شب سے
میں ہوا سے لڑ رہا ہوں تجھے کیا بتاؤں کب سے
ترے نام سے شفا ہو کوئی زخم وہ عطا کر
میرا نام ہو تو لے تو اسے کہنا یہ ادب سے
وہ جواں رتوں کی شامیں کہاں کھو گئی ہیں محسن
میں تو بجھ کے رہ گیا ہوں وہ بچھڑ گیا ہے جب سے

(محسن نقوی)

اس نے زمین و آسمان ایک کر ڈالا لیکن کیتھی اور اس کی فیملی کو جیسے زمین نگل گئی تھی یا آسمان۔ کہیں کوئی نام و نشان بھی نہ چھوڑا تھا ان لوگوں نے۔ زیاد رات کو تڑپ تڑپ اٹھتا۔ نیند، کھانا پینا، سونا سب متاثر ہونے لگا۔

"کیا ہوا ہے یار! ٹھیک تو ہے تو......؟" عباد اسے ویڈیو کال پہ دیکھ کر پریشان ہوا تھا۔

"کیتھی کہیں نہیں ہے۔ کہیں بھی نہیں۔" دوستوں جیسے ہمدرد بھائی کو سامنے پا کر زیاد ہمت چھوڑ بیٹھا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں ایک ہفتے کے لیے دوستوں کے ساتھ آؤٹنگ پہ تھا۔ واپس آیا ہوں تو وہ بنا رابطے کے غائب ہے۔"

"یہیں کہیں ہوگی۔ اس کے دوستوں سے پوچھو۔" عباد نے اسے تسلی دی۔

"کسی کو کچھ بھی پتا نہیں۔ راتوں رات وہ لوگ اپنا فلیٹ بیچ کر خدا جانے کہاں روپوش ہو گئے ہیں۔" وہ سر تھامے بیٹھا تھا۔

"پولیس سے رابطہ کیا تم نے؟"

"جو ہوا کیا ہوا اس کے بارے میں تو رپورٹ کروا دیتا لیکن جو اپنی مرضی سے پلان کر کے چھپے ہوں ان کے لیے کیا رپورٹ درج کرواؤں۔" وہ ہارا ہوا تھا۔ عباد دم بخود تھا۔

"یہ کیا ہو گیا یار؟"

"میرے خیال میں تو کیتھی کے گھر والوں کو اس کے اسلام قبول کرنے کا پتا چل گیا ہوگا اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی اس کیموفلاج (چھپنے) کی۔" زیاد نا امید تھا۔

"بہادر بنو یار۔" عباد کو اس کی حالت تکلیف دے رہی تھی۔

"بہادر ہی تو بنا ہوا تھا پورے ایک ماہ سے...... زمین آسمان ایک کر دیا۔ چھوٹے سے چھوٹے نشان کے پیچھے گیا ہوں اسے ڈھونڈنے۔ لیکن اب تو ہر آس امید ختم ہو گئی ہے۔" زیاد کا لب و لہجہ ہارا ہوا تھا عباد بے چین ہوا تھا۔

"مل جائے گی۔ ہو سکتا ہے وہ لوگ خود اپنی کمیونٹی کے خوف سے چھپے ہوں۔ تم نے بتایا تھا کہ وہ مذہب تبدیل کرنے والی تھی۔"

اور جب وہ سب امیدیں کھو بیٹھا تھا تو ایک ریسٹورنٹس میں اسے مارک دکھائی دے گیا وہ اپنی ایک دوست

شائع ہو گئے ہیں

خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

☆ فصل غم کا گوشوارہ — رضیہ جمیل — قیمت: -/300 روپے

☆ زرد موسم — راحت جبیں — قیمت: -/1000 روپے

☆ حساب دل رہنے دو — نبیلہ عزیز — قیمت: -/400 روپے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

کو اوپن ریسٹورنٹ میں کھانا کھلانے کے بعد رخصت کر رہا تھا۔ اس کے جاتے کے بعد وہ اپنی کافی ختم کرتے ہوئے موبائل پہ کچھ سرچ کر رہا تھا جب زیاد کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے آ بیٹھا۔

''ہیلو۔'' مارک نے بے اختیار نظریں گھمائیں تو زیاد کو سامنے دیکھ کر گھبرانے کے بجائے محظوظ ہوتے ہوئے مسکرا دیا۔

''او..... ہائے..... محبت میں ناکام ---- انسان۔'' اس کے جوابی تخاطب پہ زیاد کی کنپٹیاں تپ اٹھیں۔ یعنی یہ سب ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔ وہ سب جانتے تھے کہ زیاد ابھی تک کیتھی کو ڈھونڈ رہا ہے۔

''کیتھی کہاں ہے؟''

''تمہیں پتا ہوگا۔ تمہاری گرل فرینڈ تھی۔ مجھ سے تو منگنی بھی توڑ دی تھی اس نے۔'' وہ شانے اچکا کر بولا۔

''میرے صبر کا امتحان مت لو مارک! میں اپنے گزشتہ رویے کی معافی مانگتا ہوں تم سے۔ مجھے کیتھی کا پتا دو۔'' وہ اپنا سارا امان سمان بھولے ہوئے منت کرنے پہ اتر آیا۔ مارک محظوظ ہوا۔ زیاد کے شکست خوردہ انداز نے اس کی زخمی انا کو بہت تسکین پہنچائی تھی۔

''میں تمہیں بتا رہا ہوں نا۔ وہ لوگ میرے بھی رابطے میں نہیں۔ ہم نے تو منگنی ختم ہونے کے بعد ملنا جلنا ہی چھوڑ دیا تھا ان لوگوں سے۔'' وہ رکھائی سے بولا تو زیاد کو اس کے لب و لہجے کی تختی سے اندازہ ہو گیا کہ وہ اس سے زیادہ ایک لفظ بھی نہیں بتائے گا۔

☆☆☆

آج مائرہ اس حادثے کے تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد گھر آئی تھی۔ لاؤنج میں دونوں فیملیز کی باتیں، ہنسی قہقہے سب کچھ تھا۔ صرف ایک حریم ہی تھی جو چائے کی ٹرالی سیٹ کر کے ثریا کے ہاتھ بھجوا کر اب مجرموں کی طرح کچن میں چھپی کھڑی تھی۔ ہمت ہی نہ ہوتی تھی کہ باہر جا کر ان کے بیچ بیٹھ جاتی۔ نزہت نے بطور خاص اسے چائے بھجوا کر اپنے کمرے میں چلے جانے کا آرڈر پہلے ہی سے دے دیا تھا۔

دل مضبوط کرتے ہوئے وہ لاؤنج میں چلی آئی تو اسے دیکھ کر سب خاموش ہو گئے، حریم کا اعتماد متزلزل ہوا۔ نزہت نے بے حد خفگی سے بیٹے کو دیکھا لیکن وہ ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

''وہ..... میرب کے سونے کا وقت ہو رہا ہے۔ میں اسے لینے آئی تھی۔''

''ایک تو لوگوں کا ''آیا پن'' جاگ اٹھتا ہے بے وقت۔'' مائرہ کی بڑبڑاہٹ بھی نے سنی تھی وہ مزید نروس ہوئی تو اس نے اپنی گود میں بیٹھی میرب کو اٹھ کر حریم کے حوالے کرتے ہوئے اس کی مشکل آسان کی۔

''یہ لو..... اور کھانا کھلا دینا سلانے سے پہلے۔ اس نے چند نوالے ہی لیے تھے۔'' حریم نے خفگی و بے بسی سے پر نگاہ اپنے شوہر پہ ڈالی اور میرب کو لے کر لاؤنج سے نکل کر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

''اس کا شکل دکھانا ضروری ہوتا ہے۔ سارا موڈ خراب کر دیتی ہے تمہاری بیوی۔'' مائرہ اونچی آواز میں کس سے مخاطب تھی یہ حریم اچھی طرح جانتی تھی۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں طے کر گئی اس کا دل بہت دکھا ہوا تھا۔ آنکھیں ضبط کے باوجود بھری جا رہی تھیں۔

اس کا شدت سے دل چاہ رہا تھا اس گھر اور اس ماحول سے کہیں دور چلی جائے۔

☆☆☆

''بے وقوف مت بنو حریم! ایسے بھی کوئی اپنی جگہ کسی کے لیے خالی کرتا ہے؟'' کمل بہت دنوں بعد اس سے ملی تو حریم کی باتیں سن کر سر تھام لیا۔

''تو کیا کروں۔ قدموں میں گر جاؤں اس شخص کے۔ جسے بیوی کی عزت بنانی نہیں آتی۔''

''دیکھو...... اس کے لیے بھی یہ سب اچانک اور غیر متوقع صورت حال ہے۔ وہ بھی ابھی تک حالات سدھارنے کے لیے ہاتھ پیر مار رہا ہے۔ یوں اسے بار بار خود سے مائرہ کی طرف دھکیلو گی تو وہ تم سے بدظن ہو جائے گا۔'' تحمل نے اسے سمجھایا۔

''پہلے کون سے محبت کے گیت سناتا رہتا ہے وہ۔'' حریم کو اس کی آفر یاد آئی تو کان تپ سے گئے۔ اس جب جب اس بات کو یاد کیا اسے غصہ ہی آیا تھا۔ کیا سمجھتا ہے یہ مجھے۔ جذبات کے ہاتھوں مجبور ہو کر پکے پھل کی طرح گود میں گرنے والی۔ اففف...... اسے ہر بار تپ چڑھتی تھی۔

''اپنی سلطنت اپنے ہاتھوں کسی کو سونپ دینے والے ذلت آمیز شکست یافتہ قرار پاتے ہیں حریم! زندگی ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ اپنا حق وصول کرو۔ دیکھو، جہاں رشتہ نبھانا ہو جوڑے رکھنے کی تگ و دو ہو وہاں انا اور خودداری کا کیا کام؟''

''اب کیا کروں۔ بھیک مانگوں اس کی توجہ کی؟'' حریم کے سر میں درد شروع ہو گیا تھا۔

''بھیک مت مانگو۔ لیکن یوں بھیک میں کسی اور کو دان بھی مت کرو اپنا شوہر۔'' تحمل زچ ہوئی۔

''جو میرا ہے ہی نہیں اسے کسی اور کا ہونے کے لیے میری اجازت کی بھلا کیا ضرورت ہے۔'' حریم سلگی تو تحمل نے سر تھام لیا۔

''میں اس زندگی کے ہاتھوں تنگ آچکی ہوں تحمل! کیا تھا جو اللہ مجھے سادہ سی نارمل سی زندگی اور خوشیاں دے دیتا۔ میں تو ان آزمائشوں کے قابل ہی نہیں۔'' وہ مایوس تھی۔

''اللہ کسی پہ اس کی استطاعت سے بڑھ کے بوجھ نہیں ڈالتا۔ تم یقین رکھو جس نے تم پہ آزمائش ڈالی ہے اس کا صلہ بھی بہترین دے گا تمہیں۔'' تحمل نے اسے تسلی دی۔

''مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ مائرہ سے محبت کرتا ہے۔''

''اگر وہ مائرہ سے محبت کرتا تو شادی تم سے کیوں کرتا؟''

''کیونکہ مائرہ کو میرب پسند نہیں۔ وہ اسے پالنا نہیں چاہتی تھی۔'' حریم نے ترنت کہا۔

''اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ وہ مائرہ سے محبت بھی کرتا ہے؟'' تحمل نے پوچھا۔

''اس کی آنکھیں کہتی ہیں۔ وہ محبت میں ہارا ہوا شخص ہے تحمل! میرے پاس آتا ہے تو اس کے انداز سے بے ساختگی مفقود ہوتی ہے جو اس رشتے کی جان ہوا کرتی ہے۔'' حریم نے آج ساری داستان کھول دی تھی۔

''اور جب سے مائرہ نے خودکشی کی کوشش کی ہے وہ اس کے گھر کے چکر نہیں چھوڑ رہا۔''

''اگر ایسا ہے بھی تو تمہاری حیثیت بہت مضبوط ہے حریم!'' کچھ حساب لگا کر تحمل پر جوش سی آگے کو جھکی۔

''اس گھر میں وہی دلہن بن کے آسکتی تھی جو میرب کی ماں بنتی...... اور وہ تم ہو...... یعنی کم از کم تمہیں اس سے نکال کوئی نہیں سکتا۔''

''تم ابھی میری ساس کو نہیں جانتیں۔'' حریم نے چائے کے کپ میں چمچ گھماتے ہوئے بیزاری سے تھا۔

''تو اچھی ساسیں بھی کون سا سارے زمانے کی ہوتی ہیں۔ ایک تمہیں بری مل گئی تو کیا؟'' تحمل نے حقیقت کا آئینہ دکھایا۔

''اصل بات ہوتی ہے شوہر کی۔ اس پہ غور کرو۔ اسے باندھو خود سے۔ ایسے کہ گزارہ نہ کر پائے تمہارے بغیر۔''

''اور اگر شوہر بھی وہ ملے جو پہلے ہی کسی اور سے بندھا ہو، تب کیا کرنا چاہیے؟'' وہ تجل کی باتوں پہ اندر جزبز ہوتی خود سے ہی خفا ہوتی جا رہی تھی۔

''فضول کے قیافے مت لگاؤ۔ اس کا نقصان بھی تو دیکھو کتنا بڑا ہوا ہے۔ میرب کے لیے اسے اپنے جذبات بدلنے پڑے ہیں اور یہ آسان کام نہیں ہوتا اب یہ تم پر ڈیپینڈ کرتا ہے کہ کس طرح اس کے دل میں اپنی جگہ بناتی ہو۔''

''خدا کے لیے تجل!'' حریم کا چہرہ خفت سے گلابی ہوا۔ ''میں نے اس کے ساتھ لو میرج نہیں کی ہاے واوے۔''

''ہر میرج لو میرج نہیں ہوتی۔ اس میں لو خود ایڈ کرنا پڑتا ہے میری جان۔'' تجل ہنسی تو وہ خفا خفا سی اپنی چائے ختم کرنے لگی۔

☆☆☆

''کیوں اپنی زندگی برباد کر رہی ہو کیتھی!''

ڈینئیل نے دکھ سے کیتھی کو دیکھا۔ اس سال خوردہ کمرے میں ایک زنجیر سے بندھی وہ چپ چاپ اپنے بستر پہ بیٹھی ہوئی تھی۔ زرد رنگت۔ لیکن بے خوف چہرہ۔ آنکھوں کی چمک حد سے سوا۔ اس کے پیر سے بندھی لوہے کی موٹی چین بس اتنی ہی لمبی تھی کہ وہ اپنے بستر کے ساتھ موجود اٹیچ باتھ تک ہی جا سکتی تھی۔ کمرے کے دروازے تک بھی اس کا ہاتھ نہیں پہنچتا تھا۔

''اللہ کا شکر ہے۔ اب ہی تو زندگی آباد ہوئی ہے میری۔ تمہیں کیا پتا اللہ۔ ایمان لانا کیا ہے ڈینی! یوں لگتا ہے جیسے اپنا کھویا ہوا باقی آدھا حصہ مل گیا ہو۔'' اس کے چہرے کی چمک نے ڈینئیل کو متحیر کیا۔

پچھلے سوا مہینے سے وہ یہاں چھوٹے سے کمرے میں قید تھی آسمان اور سورج کی روشنی گویا اس کی نظروں کے لیے حرام کردی گئی تھی۔ اس کا قرآن، حجاب اس سے چھین لیا گیا تھا کہ ابھی نئی نئی مسلمان ہوئی ہے۔ چند دنوں میں سب بھول جائے گی لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ نماز کے لیے اسے ظاہری حجاب کی نہیں کامل نیت کی ضرورت تھی جو وہ لوگ اس سے چھین نہیں سکتے تھے۔ وہ واش روم میں وضو کر کے بستر پر بیٹھ کر ننگے سر ہی نماز ادا کرتی اور اللہ کے سامنے مکمل کر روتی۔

''اے اللہ!! تو بہت رحیم اور رحمن ہے۔ فضل فرمانے والا ہے۔ میری اس بے پردہ عبادت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمانا۔ تو جانتا ہے یہ بے پردگی تیرا نام لینے پر میرا نصیب کردی گئی ہے۔''

ڈینئیل اس روز تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ اس کے پاس رکا۔ پیار محبت، غصہ، چیخ و پکار سب کر کے اسے سمجھالیا لیکن کیتھی نے ایک وقت پہ آکر گونگوں بہروں کی مانند چپ سادھ لی۔ ڈینئیل اس روز بک جھک کر روتے ہوئے وہاں سے گیا تھا۔ کیتھی نے یہ آخری موقع بھی کھو دیا۔

اس روز کے بعد کیتھی کو کسی نے بھی کھلے آسمان تلے نہیں دیکھا تھا کہ وہ زندہ ہے یا مار دی گئی۔

☆☆☆

''میرا بالکل بھی دل نہیں کر رہا تمہیں گھر لے جانے کو...... حالانکہ مما کو بتا چکا ہوں کہ تمہیں اور میرو کو لے کر آرہا ہوں۔'' عباد الجھا الجھا سا تھا۔ میرب کو تیار کرتی زمین پر جوش تھی اس کی مسلسل ضد اور خواہش آج رنگ لے ہی آئی تھی۔

''کم آن عباد! کیا بہویں اپنے سسرال میں خوش نہیں رہتیں؟'' وہ اب خود تیار ہونے جا رہی تھی۔

''تمہیں نہیں لگتا کہ ہم یہاں اکیلے میں زیادہ خوش ہیں جانم!''

''لو...... یوں ایک کونے میں گھس کر سب سے کٹ کر زندگی گزارنے کا کیا مزا (جب تک شریکوں کو جلایا نہ جائے)۔'' اس نے چمکتی آنکھوں کے ساتھ آدھی بات دل میں کہتے ہوئے عماد کے بالوں میں انگلیاں پھنسائیں۔

''مجھے اچھا نہیں لگے گا اگر رما نے تمہیں کچھ الٹا سیدھا کہا۔'' عماد نے سچائی سے کہا۔

''خوابوں کی تعبیر پانے کے لیے تھوڑی سی تکلیف برداشت کرنے میں کیا حرج ہے عماد؟'' اس نے منہ بناتے ہوئے کہا تو وہ بے اختیار مسکرا دیا۔

''تم عورتوں کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ تمہیں ساس کے ساتھ رہ کے چین نہیں پاتیں تمہیں ساس سے دور چین نہیں پڑ رہا۔'' وہ نرمین کو چھیڑ رہا تھا وہ بے ساختہ کھلکھلا دی۔

☆☆☆

ایکسیڈنٹ اس قدر شدید تھا کہ کار کا اگلا حصہ بہت بری طرح پچک گیا تھا۔ ٹرالر کا بھی خاصا نقصان ہوا مگر ڈرائیور کی اپنی بچت ہو گئی تھی وہ بھاگ کے وہاں سے فرار ہو گیا۔ ہائی وے پولیس کی پاس ہی گشت کرتی گاڑی سب سے پہلے موقع پر پہنچی۔

''مجھے نہیں لگتا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی بچا ہوگا۔'' ریسکیو ٹیم کو کال کرنے کے بعد ایک پولیس اہلکار نے گاڑی کا جائزہ لیتے ہوئے تاسف سے کہا۔ گاڑی کی اگلی نشستوں پر ڈرائیونگ سیٹ پر ایک مرد اور پسنجر سیٹ پر عورت موجود تھی جو گاڑی کے دروازے اور فرنٹ بری طرح پچک جانے کی وجہ سے اندر دب گئے تھے اور بے حس و حرکت خون میں لت پت دکھائی دے رہے تھے۔ ایکسیڈنٹ کی وجہ سے ٹریفک کی روانی متاثر ہوئی تھی اور لوگوں کا اژدہام وہاں جمع ہونے لگا تھا۔ جنہیں اس تکلیف دہ صورت حال میں بھی جائے حادثہ کی سب سے پہلے ''موبائل کوریج'' کی فکر لگی ہوئی تھی۔

یک ہاہ...... آج کے معاشرے کا المیہ...... حادثات کی صورت میں بھی انسان کسی کی مدد کرنے سے پہلے جائے وقوعہ کی تصویریں لیتا ہے ویڈیوز بناتا ہے۔ ہمیں کو لوگوں کا دکھ تفریح اور اپنا دکھ ہی بس ''دکھ'' لگتا ہے۔ یہاں بھی یہی صورت حال تھی۔ اس حادثے کا شکار لوگوں کے زندہ بچنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی تھی۔ پولیس کو ریسکیو کے عملے کا انتظار تھا گاڑی کی باڈی کاٹ کر ہی دونوں لاشوں کو نکالا جا سکتا تھا اور جب سب ناامید کھڑے تھے۔ اسی وقت کسی بچے کے رونے کی گھٹی گھٹی سی آواز آئی تو دو پولیس اہلکار بے اختیار گاڑی کے پچھلے دروازے کی طرف لپکے جو بری طرح جام ہو چکے تھے۔ ایک پولیس والے نے اپنی ناک گاڑی کے ڈارک براؤن شیشے کے ساتھ چپکا کر اندر جھانکنے کی سعی کی، پچکی ہوئی سیٹوں کے درمیان ایک چھوٹا بچہ اوندھے منہ گرا ہوا تھا اور اب یقیناً حواس میں لوٹا تو دبی آواز میں رونے کی کوشش کر رہا تھا وہ لوگ پُرجوش ہو کر گاڑی کا دروازہ کھولنے اور کھڑکی کا شیشہ توڑنے کی کوشش کرنے لگے۔

زندگی ابھی سانس لیتی تھی۔ پوری طرح مری نہ تھی اور نیٹ پر ویڈیوز اپ لوڈ کرنے کی شوقین عوام ہی ویڈیو بنانے کے لیے پُرجوش اور بے تاب ہونے لگی کوئی نہیں جانتا تھا کس کا گھر لٹا کس کا چمن اجڑ گیا ہے۔

☆☆☆

عماد اور نرمین کے ایکسیڈنٹ کی خبر سیٹھی ہاؤس کے مکینوں پر قیامت صغریٰ بن کر ٹوٹی تھی۔ نزہت اپنی تمام ناراضی بھلا کر دھاڑیں مار کر رو دیں۔ زیاد سیٹھی کی گمشدگی کا غم بھلا کر پہلی میسر فلائٹ سے پاکستان لوٹ آیا۔ زندگی سے بھرپور جوان بھائی کو مشینوں کے سہارے سانس لیتے دیکھ کر وہ نڈھال والدین کے گلے لگ کر سسک

اٹھا۔

ہاسپٹل کا سرد کوریڈور اس شام مزید سرد اور بے رحم لگ رہا تھا۔ بنچوں پر نڈھال سے بیٹھے نفوس ساکت سی کیفیت میں تھے۔ یقین ہی نہ آتا تھا کہ یہ حادثہ ان کے ساتھ پیش آچکا بلکہ ایک قیامت ان پر آکر گزر چکی ہے۔

دفعتاً آئی سی یو کا دروازہ کھلا اور ایک نرس تیزی سے باہر آئی۔

''سر! آپ کے پیشنٹ کو ہوش آگیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں' جلدی کیجیے۔'' وہ عجلت بولی تو وہ سب یوں آئی سی یو کی جانب لپکے جیسے دوبارہ سے زندگی کی نوید مل گئی ہو۔ مگر زندگی جیسی قیمتی چیز یونہی نہیں مل جایا کرتی۔

''مسٹر زیاد؟'' نرس نے آئی سی یو کے دروازے پر رک کر ان سب کو باہر ہی روکتے ہوئے استفہامیہ نظروں سے دیکھا تو زیاد نے ___ انگشت شہادت اٹھائی۔

''ابھی صرف آپ آئیے۔ پیشنٹ نے آپ کا ہی نام لیا ہے ابھی ان کی کنڈیشن ایسی نہیں کہ ان کے پاس رش لگایا جائے۔'' نرس کے الفاظ نے سب کو آب دیدہ کر دیا۔ زیاد کی رگوں میں خون سرعت سے دوڑا تھا وہ تیزی سے آئی سی یو کا دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہو گیا، موت جیسی یخ بستگی لیے سرد ماحول نے اس کے مضبوط اعصاب کو ٹھٹھرا دیا تھا۔

☆☆☆

حریم تیار ہو کر باہر نکلی تو وہ اسے دیکھ کر ٹھٹکا۔

''کہیں جا رہی ہو؟''

''ہاں۔ تمہارے پاس وقت نہیں ہے اس لیے میرو کو کسی پارک میں لے کر جانے کا ارادہ ہے۔'' حریم نے طنز کرتے ہوئے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بالوں میں برش پھیرا اور پھر چٹیا بنانے لگی۔ وہ بے دھیانی میں اسے لمبے سیاہ بالوں کی چٹیا کرتے دیکھ رہا تھا۔ اس نے باقی بچے بالوں پر ربڑ بینڈ چڑھا کر چٹیا کو کمر پہ پھینکا تو جیسے کوئی طلسم سا ٹوٹا وہ چونکا تھا۔

''میں لے چلتا ہوں۔ سنڈے ہے آج تو گھر پر ہی ہوں۔'' جانے کس رو میں کہتا وہ مائرہ کے ساتھ کیا وعدہ بھول رہا تھا۔

حریم نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

''تمہیں یقین ہے اس پر جو تم کہہ رہے ہو؟'' معصومیت سے پوچھا تو وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر اندر آتی پنک فراک میں ملبوس میرب کو اٹھا کر ہوا میں اچھالنے لگا۔ کمرے میں میرب کی قلقاریاں گونج اٹھی تھیں۔

''بس پپا....... بس......'' وہ انجوائے بھی کر رہی تھی اور ڈر بھی رہی تھی۔ خود حریم کو اسے دیکھ کر خوف آنے لگا۔

''یہ کیا کر رہے ہو۔ وہ گر جائے گی۔''

''نہیں گرتی۔ ہم کھیل رہے ہیں۔''

''کھیل رہے ہو یا ہوا میں اڑا رہے ہو؟'' حریم کی بات نے اسے نجانے کیا یاد دلایا کہ وہ بے اختیار ہنستا چلا گیا۔

حریم کی نگاہ اس کے ہنستے ہوئے وجیہہ چہرے پہ کچھ پل کے لیے تھم سی گئی۔ اسے زینی یاد آیا۔ پھر اسے اللہ کی خود پہ کی گئی مہربانی کا شدت سے احساس ہوا۔

''چلیں۔'' وہ اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ حریم حواس میں لوٹتے ہوئے اسے

سامنے دیکھ کر بے اوسان ہوئی۔
"ہاں۔ چلتے ہیں۔" اس کا چہرہ تپا۔ جلدی سے پلٹ کر وہ اپنا موبائل شولڈر بیگ میں ڈالنے لگی۔ دھڑکنوں
کا شور اسے اپنے کانوں میں گونجتا محسوس ہو رہا تھا۔
پارک جا کر میرب ادھر اُدھر اڑتی پھری، اس کے ہم عمر کئی بچے اسے ساتھ کھیلنے کے لیے مل گئے تو وہ دونوں
سامنے بنچ پر بیٹھ کر اسے کھیلتا دیکھنے لگے۔
"تم نے کہا تھا کہ میں اپنا سوال نامہ بعد میں پیش کر سکتی ہوں...... تو کیا میں تم سے کچھ پوچھ لوں؟" حریم
اپنی ڈولتی ناؤ کو کسی کنارے لگانا چاہتی تھی۔ سو کچھ سوچ کر سامنے کھیلتی میرب پہ نظریں جمائے ہوئے
پوچھا۔
"کچھ باتوں کو کریدنے سے تکلیف ہی ہوا کرتی ہے حریم! کیا بہتر نہیں کہ ہم ماضی کو چھوڑ کر حال میں
جئیں۔" جواب کچھ لمحوں کے بعد آیا تھا۔
"حال ہی تو مشکوک ہے میرا۔" وہ ہنسی۔ اور یہ چڑچڑا پن کبھی بھی حریم کی زندگی کا حصہ نہیں رہا تھا یہ ان
حالات کی دین تھا جو شادی کے بعد اسے پیش آ رہے تھے۔
"کیا ہوا ہے تمہارے حال کو؟" وہ چہرہ موڑ کر حریم کو دیکھنے لگا پھر ہلکی سی شرارت سے بولا۔ "خوب صورت
بیوی...... بڑا سا گھر...... ہینڈسم شوہر......" حریم نے تپ کر اس کی بات کاٹی۔
"اور اس کی سابقہ منگیتر۔" حریم کی کاٹ دار بات پر اس کے مسکراتے لب سکڑے تھے۔
"کبھی کبھی تم بہت زیادتی کر جاتی ہو حریم!" وہ سنجیدگی سے بولا تو حریم خفیف سی ہو گئی۔ مگر وہ کیا کرتی۔
نزہت اور مائرہ نے ماحول ہی کچھ ایسا بنا دیا تھا کہ نا چاہتے ہوئے بھی ہر بات کا غلط رخ اس کے ذہن کو الجھا جاتا
تھا۔
ایک اچھے سے لنچ کے بعد لمبی سی ڈرائیو نے میرب کو تھکا دیا وہیں ان دونوں کے درمیان خاموشی کی ایک
محسوس کن دیوار اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ گھر آئے تو نزہت کے ساتھ مائرہ بھی موجود تھی۔ حریم کا منہ کڑوا ہونے
لگا۔
"واٹ اے سرپرائز...... پارٹنر......" وہ مائرہ کو دیکھ کر چہکا تھا۔
ان تینوں کو اکٹھے اندر آتے دیکھ کر مائرہ کے تاثرات بدلے۔
"آج سنڈے تھا۔ تمہاری کمٹمنٹ تھی میرے ساتھ...... کہاں غائب تھے تم...... میں سارا دن تمہارا انتظار
کرتی رہی۔" مائرہ اس کے انداز کے برعکس چبا کر بولی۔
"سوری یار۔" اس نے فوراً معافیانہ انداز میں ہاتھ اٹھا دیے۔
"بالکل بھی یاد نہیں رہا۔ دراصل حریم نے میرو کو پارک لے جانے کا پروگرام بنا لیا تھا۔" وہ صوفے پر گرنے
والے انداز میں بیٹھا اور پانگ لگائی۔
"حریم! ٹھنڈا پانی بھجواؤ یار۔"
"حریم بچی تو نہیں۔ خود بھی لے جا سکتی تھی میرب کو۔ ویسے بھی تو ڈرائیور کے ساتھ نکل جاتی ہے، کبھی بیکے تو
کبھی بازار۔" نزہت نے سرد مہری سے کہا تو کچن کی طرف جاتی حریم ان کے الفاظ کے چناؤ پہ حاف سے
ہوئی ثریا کو ٹھنڈے پانی کی بوتل اور گلاس دے کر وہ سوئی ہوئی میرب کو شانے سے لگائے سیڑھیوں کی طرف
بڑھ گئی۔
"چھوڑیں بھی مما! میں نے خود کہا تھا ساتھ چلنے کو... وہ تو لے کر جا رہی تھی میرب کو۔"

''تو لے جانے دیتے نا۔'' نزہت چپیں۔
''تم سناؤ۔ طبیعت کیسی ہے اور آفس کب سے جوائن کر رہی ہو؟'' وہ دانستہ طور پر مائرہ کی طرف متوجہ ہو گیا لیکن وہ ابھی بھی اندر ہی اندر تلملا رہی تھی۔
''بس...... میرا دل تنگ پڑ گیا ہے آفس ورک سے...... میں کچھ بھی نہیں کرنا چاہتی۔'' اکتا کر کہا تو وہ ناصحانہ انداز میں بولا۔
''کام کرنا معروف رہنا ذہن کو ریلیکس رکھتا ہے فالتو کی سوچیں نہیں آتیں۔ چند دن مزید آرام کر لو پھر جوائن کر لینا۔''
مائرہ بے زار کن انداز میں سر ہلا کر رہ گئی۔

☆☆☆

وہ کمرے میں آیا تو حریم وارڈ روب سے کپڑے نکال نکال کر بیڈ پر پھینک رہی تھی۔
''ارے...... یہ کیا کر رہی ہو؟'' وہ بڑبڑا کر سامنے آیا اور اپنی شرٹ کھینچ لی۔
''وہ کر رہی ہوں جو میں اپنا غصہ اتارنے کے لیے کر سکتی ہوں۔'' حریم تھک کر بے بسی سے کاؤچ پر گر گئی۔
''مگر کس بات کا غصہ؟'' وہ انجان بنتے ہوئے شرٹ بیڈ پہ پھینکتا اس کے پاس آیا۔
''وہ کون ہوتی ہے مجھ پہ طنز کرنے والی۔ تم پہ میرے سامنے اس قدر حق جتا کر بات کرنے والی، جبکہ کاغذات میں ہی سہی...... تم میرے شوہر ہو۔''
''ہاں تو پھر...... جب یہ بات جانتی ہو کہ میں ''تمہارا'' شوہر ہوں تو دوسروں کی کیوں سنتی ہو۔'' وہ سہولت سے اس کے ساتھ کاؤچ پہ آ کر بیٹھا تو حریم بے اختیار ذرا سا پرے کھسک گئی۔ ''پہلے خود کو تو سمجھا لو۔'' اس نے حریم کی حرکت پہ طنز کیا تو وہ اس کی بات سمجھ کر خجالت کا شکار ہوئی۔
''آنٹی کی مجھ سے پرخاش کی وجہ کیا ہے...... مجھے تو ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی اس بات کی۔'' حریم نے بات بدلی۔
''وجہ صاف ہے، مما کی اپنی بھتیجی سے بے پناہ محبت...... انہوں نے ہمیشہ اپنی بہو کے طور پہ مائرہ کو سوچا تھا۔''
''تو پھر بتاؤ...... مجھے ان حالات میں کیا کرنا چاہیے، نہ سر ڈھکنے کو چھت میری ہے نہ پیر رکھنے کو زمین۔'' اس کا لہجہ بھرا گیا۔ ''حد ہے۔ جب سے آئی ہوں اس گھر میں آزمائش آزمائش اور صرف آزمائش۔''
''میں سب سنبھال لوں گا حریم! تھوڑا عرصہ تم بس صبر کرو...... اجر ضرور ملے گا۔''
''صبر پہ ملتا ہے اجر...... جبر پہ نہیں۔'' وہ چیخی۔ اور اٹھ کر بستر پہ چلی گئی وہ وہیں بیٹھا اسے دیکھنے لگا اسے یاد آیا۔ جب سے وہ بیاہ کر آئی تھی اس نے کبھی حریم کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ ہمیشہ آنسو......
وہ گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اندر کا شور بڑھنے لگا تو وہ بالکنی میں نکل گیا۔ سوچنے کو بہت کچھ تھا لیکن حل فی الحال نظر نہیں آ رہا تھا۔

☆☆☆

نرس دروازہ دھکیل کر آئی سی یو میں داخل ہوئی، زیاد اس کی تقلید میں تھا، پٹیوں میں لپٹے مشینوں میں جکڑے عباد کو دیکھ کر زیاد کا کلیجہ حلق تک آیا۔ آنکھیں بے اختیار ہی اپنے ماں جائے کو اس دگرگوں حالت میں دیکھ کر نم ہو گئیں۔
''بھائی۔'' وہ بے اختیار ہی اس پر جھکا۔ عباد کی آنکھوں اور چہرے پر چوٹوں کی سوجن اور ونڈ اسکرین کی

ہونٹوں کی خراشیں تھیں۔ اس کی آواز سنتے ہی عباد نے آنکھیں کھول کر نظر پھیر کر اسے دیکھا اس کے ماتھے کو
کی پلیٹ کے ساتھ بیڈ کے ساتھ اٹیچ کیا گیا تھا کیونکہ وہ گردن ہلانے پہ قادر نہیں تھا اور اگلا لمحہ شاید
لیے بھی اتنا ہی تکلیف دہ تھا جتنا عباد کے لیے۔ اپنی حالت اور بے بسی پہ بے پناہ جذباتی ہو کر عباد کا تنفس
بولنے کی کوشش کرتے ہوئے آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس کا سینہ سانس کھینچنے کے لیے تیزی سے پھول
پچک رہا تھا۔

"مت بولو۔ کچھ مت کہو۔ میں یہیں ہوں تمہارے پاس۔" زیاد تڑپ کر بولا۔

"میرو؟" اس کی آواز سرگوشی سے زیادہ نہیں تھی زرمین کا نام لیتے ہی اس کی آنکھوں کے کونوں سے آنسو بہہ کر کنپٹی کے بالوں میں جذب ہونے لگے۔

"سب ٹھیک ہے برو! تم بس ایک بار پہلے جیسے ہو جاؤ صحت مند۔ بالکل ٹھیک ہو جاؤ۔ آئی پرامس! میں اسے بہت سنبھال کے رکھوں گا۔ میرو بھی بے چینی سے اپنے پپا کا ویٹ کر رہی ہے۔" زیاد کی آواز آنسوؤں کی آمیزش سے بھاری ہو رہی تھی، دل کر رہا تھا دھاڑیں مار کر روئے، اندر کا سارا غم دکھ درد نکال دے۔ عباد نے بے بسی سے زیاد کی طرف آنکھیں گھمائیں۔ بھلا جس ایکسیڈنٹ نے اس کے جسم کی ہڈیاں چور چور کر دی تھیں اس میں چھوٹی سی بچی کیسے بچ سکتی تھی۔

"سسٹر! آپ ذرا ان کی بیٹی کو لے آئیں۔ ان پر اچھا اثر پڑے گا اس سے مل کر۔" زیاد نے نرس سے التجا کی تو وہ سر ہلاتی باہر نکل گئی ذرا دیر میں وہ میرب کو اٹھائے ہوئے واپس آئی تو اسے صحیح سلامت کسی بھی خراش کے بنا دیکھ کر عباد رونے لگا۔

"پلیز برو! اپنے جذبات پہ کنٹرول رکھو، اعصاب پر برا اثر پڑے گا۔ پلیز...... ورنہ پھر کسی سے ملنے نہیں دیں گے تمہیں۔" زیاد نے جھک کر ملتجیانہ اس کے کان میں سرگوشی کی۔ اس التجا میں اپنے بہت پیارے کو کھو دینے کا خوف تھا، کرلاہٹ تھی آنسوؤں کی نمی تھی۔ عباد نے آنکھیں موند لیں وہ خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ صد شکر کہ اس کا دماغ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے عاری نہیں ہوا تھا ورنہ ڈاکٹرز کے مطابق اس کا وجود اتنی بری طرح گاڑی کے ساتھ ہی پچکا تھا کہ اس کا بچ جانا اور ہوش میں آکر گھر والوں کو یاد کرنا ایک معجزہ ہی تھا۔ عباد کے بچ جانے کی خوشی پہ زیاد کو اس کی حالت کا دکھ بھاری لگ رہا تھا۔

"میرے بیٹے کو معاف کر دو مائرہ! وہ بہت تکلیف میں ہے۔" آئی سی یو کے باہر عباد کے ہوش میں آنے کی خبر سن کر اب ماموں جان کی فیملی دوبارہ آگئی تھی۔ نزہت نے مائرہ سے روتے ہوئے استدعا کی تھی۔

"پھپھو! کیسی باتیں کرتی ہیں آپ۔ دعا کریں وہ بالکل ٹھیک ہو جائے بس۔ آپ کے گھر کی خوشیاں پھر سے لوٹ آئیں گی۔"

زرمین جا چکی تھی اس دنیا سے اس کی میت فی الحال اسی ہاسپٹل کے سرد خانے میں رکھی گئی تھی کیونکہ کسی کے پاس زرمین کی رسومات کا وقت ہی نہیں تھا۔ فی الحال تو ان کی جان عباد میں اٹکی ہوئی تھی جو آئی سی یو میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ دوسرا یہ کہ زرمین کے میکے کا ماسوائے عباد کے کسی کو اتا پتا نہیں تھا ورنہ اس کی میت اس کے گھر پہنچا دی جاتی اور وہ لوگ آخری رسومات ادا کر دیتے۔ اللہ اکبر...... خوشیوں سے شروع ہونے والی کہانی آج سرد خانے اور آئی سی یو میں ختم ہو رہی تھی۔

باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ

عفت سحر طاہر

رنگ دے چنری

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

نرمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

نرمین کی سہیلی کجل کہتی ہے کہ تمہیں عماد وسیم پوچھ رہا تھا۔

نرمین اپنی دوست صوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا اسے جانے کی اجازت

www.pklibrary.com

www.pklibrary.com

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔

زرمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ سیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ گل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔

راستے میں گل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زرمین کی دوستی کروا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زرمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ کسی الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں گل بتاتی ہے کہ عباد وسیم اور رانا سعید سے تمہارا نام چھپایا تھا۔ زرمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔ گل ڈاکٹر فریحہ کی ویسے ہی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکنڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دی ہیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

گل زرمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آ جاتی ہے۔ زرمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زرمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زرمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

زرمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زرمین، گل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زرمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زرمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

زرمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زرمین کو فون کرتی ہے۔ فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر گل کے نمبر پہ کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

زرمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں گئی، زرمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو زرمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے وہ گھبرا جاتی ہے۔

نزہت گھر واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔

حریم عباد وسیم کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آ جاتی ہے عباد اسے دھمکاتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ زرمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مارک ڈینیئل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بچی کو لے کر آتی ہیں۔ زرمین گھر میں نہیں ہوتی۔

حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔

عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد زرمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد زرمین کو باپ کی بات یاد آتی ہے کہ دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔

عباد زرمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آ جاتی ہے۔ میری پرکھ کہ وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھپھو تاریخ لینے آ جاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر زرمین شادی کی ہامی بھر لیتی ہے۔ نصرت پھپھو اور زلفی خوش ہو جاتے ہیں۔ گل فون کر کے زرمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پرپوز کرتا ہے۔

www.pklibrary.com

نرمین خوشی خوشی گھر آتی ہے۔
رات میں حریم نرمین سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کر لو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کر لوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عباد وسیم نے اسے پرپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہو کر گر پڑتی ہیں۔
کمل کے سمجھانے پر حریم کو احساس ہوتا ہے کہ وہ غلطی پر ہے۔ اس نے اپنی زندگی کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ حالات کو انتہا پر آتے دیکھ کر حریم شوہر سے کہتی ہے کہ وہ میرب سے دور نہیں رہ سکتی۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اسے آخری چانس دے رہا ہے۔ اس کے بعد اسے یہاں سے جانا پڑے گا۔
وہ میرب کے لیے شاپنگ کرنے گئی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آؤٹ لیٹ پر آ جانا۔ زیاد واپس پہنچتا ہے تو کیتھی کی ساتھی ورکرز اسے بتاتی ہے کہ اس کا اوبر کال آیا ہے۔
زیاد کیتھی کو بتاتا ہے کہ اس کے بھائی نے پسند کی شادی کر لی ہے اور ماں باپ نے اسے گھر سے نکال دیا ہے اور بھائی کی منگیتر اس کے سر منڈھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر آیا ہوں۔
پال کیتھی سے کہتا ہے کہ اسے اب مارک کے مستقبل کی پلاننگ کرنی چاہیے۔ وہ اکتا کر وہاں سے ہٹ جاتی ہے۔
مارک اس سے راستے میں معافی مانگتا ہے۔ کیتھی کے انکار پر ثبوت ملنے کا کہتا ہے۔
کیتھی زیاد سے کہتی ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ عباد ماں باپ سے معافی مانگ کر گھر واپس آنے کا کہتا ہے۔
مائرہ، حریم کو آؤٹ لیٹ پر دیکھ کر برہم ہو جاتی ہے۔ نزہت بھی اس پر ناراض ہوتی ہے۔ حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر آتی ہے۔
حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر جاتی ہے۔ اماں کو یہ سن کر بہت صدمہ ہوتا ہے کہ حریم کا شوہر پہلے سے شادی شدہ ہے۔ وہ بچی کو پیار کرتی ہیں کہ اس میں نرمین کی شباہت ہوتی ہے۔
مائرہ کو دیکھنے کچھ لوگ آنے والے ہیں۔ وہ ماں پر ناراض ہوتی ہے۔ لیکن وہ کہتی ہیں کہ اپنی پھپھو کے سراب سے باہر نکل آؤ۔
نزہت بیٹے پر ناراض ہوتی ہیں کہ اسے حریم کے میکے کیوں بھیجا۔ مائرہ اسے اپنے آنے والے رشتے کے بارے میں بتاتی ہے۔ وہ اسے سمجھاتا ہے کہ اسے اب زندگی میں آگے بڑھ جانا چاہیے۔ مائرہ باہر جانے کا پروگرام بناتی ہے لیکن وہ منع کر دیتا ہے کہ اسے حریم اور میرب کو لینے جانا ہے۔ مائرہ شدید غصے میں گھر آتی ہے جہاں اس کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آئے ہوتے ہیں، وہ ان سے بدتمیزی کرتی ہے۔ فوزیہ بیگم بیٹی کو ڈانٹتی ہیں، وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔
کیتھی کے گھر والوں کو پتا چل جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہے۔ وہ اسے لے کر غائب ہو جاتے ہیں۔ زیاد ہر جگہ اسے تلاش کرتا ہے لیکن اس کا کچھ پتا نہیں چلتا، مائرہ خودکشی کر لیتی ہے۔

سترہویں قسط

نرمین کی موت اور عباد کی دگرگوں حالت نے پورے سیٹھی ہاؤس پہ ایک قیامت ڈھا دی۔ ڈیڑھ ہفتے سے ہاسپٹل کے سرد لمبے کوریڈور ہی ان کا اوڑھنا بچھونا بنے ہوئے تھے ایسے میں ننھی میرب سارا وقت کھیلتی رہتی یا سوئی رہتی لیکن جب بھوک لگتی تو اس کا ماں کے لمس کو تلاشنا اور بلک بلک کر رونا سب ہی کو ہلکان کر دیتا۔
عباد نے اپنی موت کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ ہر کسی کو موت آنی ہی آنی ہے لیکن فرمان الٰہی ہے کہ ہر ذی نفس کو موت کا ذائقہ "چکھنا" ہے۔ اور زندہ رہ کر یہ ذائقہ "چکھنا" کس قدر تکلیف دہ عمل تھا کوئی اس وقت عباد وسیم سے پوچھتا جس کے قدموں کی دھمک سے زمین لرزا کرتی تھی۔ جس کی وجاہت ایک زمانے میں مشہور تھی اور اب وہ اس ذائقے کو چکھ رہا تھا جو اس کے تمام ہی اعمال سے مل کر اس کے حصے میں آیا تھا۔
وہ ہوش میں تھا جب ڈاکٹرز کی لاعلمی میں وہ ان کی نرمین کی موت کے بارے میں تصدیق کی خبر سن چکا تھا۔ مرنا چاہتا تھا لیکن بھرپور صدمے کا شکار ہو کر بھی زندہ تھا۔

www.pklibrary.com

"ہم...... مجھے معاف کر دیں۔ میں نے آپ کا بہت دل دکھایا ہے۔" اس نے نزہت کو آب دیدہ دیکھ کر مدھم آواز میں معافی مانگی تو نزہت نے تڑپ کر روتے ہوئے جھک کر نرمی سے اس کی پیشانی چوم لی۔

"میں صدقے...... میں قربان...... عماد! میں نے صدق دل سے معاف کیا تمہیں میرے بچے! بس ایک بار ٹھیک ہو کر پہلے کی طرح ہنستے مسکراتے ہوئے اپنی ماں کے پاس لوٹ آؤ۔ ماؤں کی ناراضی تو بس دکھاوا ہوتی ہے، اولاد کی شکل دیکھ کر سب بھول جاتی ہیں میرے شہزادے!"

ان کے آنسو پلکوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے عماد نے مسکرانے کی مقدور بھر کوشش کی لیکن اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اپنی زندگی کے سارے پل خرچ کر چکا ہے اور زندگی کا یہ سودا نہ تو نقد ملتا تھا نہ ہی ادھار۔ نزہت کو اس کے چہرے سے جھلکتی ناامیدی نے خوف دلایا۔

اب عمر کی نقدی ختم ہوئی
اب ہم کو ادھار کی حاجت ہے
ہے کوئی جو ساہوکار بنے؟
ہے کوئی جو دیون ہار بنے؟
کچھ سال مہینے دن لوگو
پر سود بیاج کے بن لوگو؟

وہ ان کی پہلی اولاد تھا، لاڈلا...... ہٹیلا...... ضدی اور والدین کی سب سے زیادہ محبت پانے والا۔ ورنہ زیاد تو پیدائش کے کچھ عرصہ بعد ہی ان کی بیماری کی وجہ سے دادی کی گود میں ڈال دیا گیا تھا جب ہی تو دادی کی تربیت اس کی نرم خوئی اور اس کی خود سے زیادہ دوسروں کے احساسات کی فکر سے بخوبی جھلکتی تھی۔ وہ عماد سے بالکل الگ تھا نہ ضد، نہ نافرمانی، نہ دوسروں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا لیکن تھے دونوں یک جان اور دو قالب۔

سارے دن کی روداد ایک دوسرے کو سنا کر ہی چین پانے والے۔

زمین کے معاملے میں بھی اس نے سب سے پہلے زیاد ہی پہ اعتبار کیا۔ اپنی ہر فیلنگ...... تمام حالات و واقعات اس نے زیاد ہی سے شیئر کیے۔ اپنے ایک ایک لمحے کی روداد سنا کر عماد کو جیسے سکون ملتا اور زیاد اپنی حیرت کا برملا اظہار کرتا۔ عماد کسی ایک کا ہو کر رہنے والی فطرت کا مالک ہی نہیں تھا نجانے زمین پہ آ کر اس کی نظر کیسے ٹھہر گئی تھی۔ وہیں زیاد نے بھی کیتھی کے اپنی زندگی میں آنے کے بارے میں صرف عماد کو بتایا تھا۔ گھر میں تو آج تک کوئی زیاد کے اس راز کو جانتا ہی نہیں تھا۔

اور اب...... جیسے نظر بد کھا گئی تھی اس ہنستے بستے گھرانے کو۔ دل کو وحشت و ناامیدی میں جکڑتا دن اور خوف زدہ کرتی رات...... نزہت...... وسیم صاحب اور زیاد کی تو جیسے سانسیں ہی عماد کی آتی جاتی بھی مدھم پڑتی سانسوں کے ساتھ جڑ گئی تھیں۔

"ہم اسے امریکہ لے جاتے ہیں ڈاکٹر پلیز۔ آپ کوئی مشورہ دیں۔" وسیم صاحب کی رنگت پچھلے ڈیڑھ ہفتے سے زرد تھی۔ انہیں اپنی تمام دولت چٹکیوں میں بڑی خود پہ ہنستی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"پیشنٹ کی کنڈیشن آپ کے سامنے ہے وسیم صاحب! اس کا زندہ بچ جانا ایک معجزہ ہے۔ ورنہ ایک سرجن ہونے کی حیثیت سے میں جانتا ہوں کہ ایسے حادثے سے اتنی سنگین چوٹوں کے بعد بچنا ناممکنات میں سے ہے۔ دنیا کا کوئی بھی ڈاکٹر اتنی انجریز (چوٹوں) کے ساتھ ہوائی سفر کی اجازت نہیں دے گا۔"

ملک کے مہنگے ترین اور مشہور و معروف سرجنز کی ٹیم کے سربراہ نے معذرت خواہانہ انداز اپنا لیا تو وسیم صاحب نے لڑکھڑا کر زیاد کا سہارا لیا۔

www.pklibrary.com

''یہ ایک معجزہ ہی ہے کہ یہ شخص سانس لے رہا ہے، باتیں کر رہا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کا دماغ کام کر رہا ہے ورنہ اس کی باقی باڈی آلموسٹ ڈیڈ (تقریباً مردہ) ہے۔''

انہوں نے آخری امید بھی کھو دی۔ نزہت کے سجدے، دعائیں اور صدقات بڑھ گئے، میرب کی عباد سے ہر روز ملاقات کروائی جاتی۔ اسے دیکھ کر عباد کی آنکھیں بھر آتیں۔ اس کے متعلق عباد نے زیاد کو کئی وصیتیں کی تھیں اسے کئی باتوں کا پابند کیا تھا۔

''سب کچھ برو! تمہارے لیے کچھ بھی کروں گا۔ بس ایک بار تم بالکل پرفیکٹ..... بالکل پہلے جیسے عباد وسیم بن جاؤ۔ تم جو کہو گے میں آنکھ بند کر کے کر جاؤں گا۔''

زیاد سسک اٹھا۔ اگلے چند گھنٹوں میں عباد کو ہارٹ اٹیک ہوا، اس کے دل کے پٹھے کام کرنا چھوڑنے لگے تو بی پی خطرناک حد تک لو ہو گیا اسے وینٹی لیٹر پر ڈال کر گھر والوں سے ملاقات بند کر دی گئی وہ سب آئی سی یو کے بند دروازے کے شیشے کی کھڑکی سے کئی کئی گھنٹے اسے دیکھتے رہتے، آنسو بہاتے ان کا رواں رواں عباد کے لیے دعا گو رہتا، دکھ کی راتیں ہی نہیں دن بھی طویل ہوا کرتے ہیں۔

☆☆☆

اس کا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ زرمین کو لے کر سیٹھی ہاؤس جائے نا جانے کیوں، حالانکہ جب اس نے زیاد سے ڈسکس اپ پر ذکر کیا تو اس نے فوراً زرمین کی حمایت کی۔

''بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں بھابھی! اس کا حق بنتا ہے برو! ساری عمر مام ڈیڈ سے دور رہ کر تو نہیں گزار سکتے تم۔ بھابی کا فیصلہ بہت اچھا ہے۔''

''شاباش۔'' عباد نے اسے گھورا۔

''کم آن برو! اپنے تعلقات بہتر کرو مام کے ساتھ تب ہی تم انہیں کیتھی کی مجھ سے شادی کے لیے کنوینس کر سکتے ہو، ورنہ تو وہ مائرہ کے لیے بس میرا فائنل سلیکشن کر چکی ہیں۔'' زیاد کے اپنے مسائل تھے۔

''مما کو زرمین بالکل بھی پسند نہیں اور میں نہیں چاہتا کہ وہاں جا کر میں دونوں کے درمیان فٹ بال بن جاؤں۔ کسی ایک کی حمایت یا مخالفت کرنا تعلقات کو مزید خراب ہی کرے گا۔''

''وہ دونوں اکیلے ہیں یار! مما ضد پہ ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم ان سے بڑھ کر ضد دکھانا شروع کر دو۔ ایسے تو دوریاں بڑھتی جائیں گی۔'' زیاد اس کی نسبت نرم مزاج تھا۔ دوسروں کے جذبات واحساسات کی زیادہ پروا کرنے والا۔

''دیکھا۔ میں نے کہا تھا نا میرا فیصلہ بالکل درست ہے۔'' زیاد کی باتیں سن کر زرمین کھل اٹھی۔

''ہماری میرب کو مکمل رشتے مل جائیں گے عباد! پھر میں اماں ابا کو بھی راضی کر لوں گی۔'' وہ بے حد خوش تھی۔

''زندگی کو خود ہی مشکل بنانے جا رہی ہو تم۔ یہاں اتنی اچھی لائف گزار رہے ہیں ہم۔'' عباد نے گہری سانس بھری۔

''اصل زندگی تو وہی ہو گی یار! لوگوں کو پتا تو چلے کہ سیٹھی ہاؤس کی اکلوتی بہو کون ہے۔'' زرمین نے اترا کر کہا۔

''ہم یہاں خوش تھے زرمین!'' عباد جانتا تھا، گھر جا کر وہ زرمین اور نزہت کے درمیان بری طرح پسنے والا ہے۔ وہ بہت دوٹوک فطرت کا مالک تھا، کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر فوری فیصلہ لینے والا۔ اب اس فیصلے سے چاہے جس کا بھی دل دکھے اس کی بلا سے۔

www.pklibrary.com

اور یہاں دونوں ہی فریق جو ایک دوسرے کے مقابل آنے والے تھے اس کے دل کے قریب تھے وہ نہ زرمین کو چھوڑ سکتا تھا اور نہ مزید نزہت کا دل دکھا سکتا تھا لیکن زرمین بہت خوش تھی۔ حریم کافی عرصے سے اس کی طرف نہیں آئی تھی ورنہ اسے بھی اپنی خوشی میں شریک کرتی۔

"میرو کی پیاری خالہ کو نہیں بتایا۔" عباد نے اسے چھیڑا تھا۔

"اسے سرپرائز دوں گی وہاں بلا کر۔" زرمین مسکرائی۔

"میرب سے بہت پیار کرتی ہے بھئی اس کی خالہ! اس روز دیکھا نہیں تھا جب زیاد میرو کو ہوا میں اچھال رہا تھا۔ لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی تھی میرب کے خالہ اور چچا کی۔" عباد کو اچھا لگتا تھا کہ ان دونوں کے علاوہ بھی میرب سے بے پناہ محبت کرنے والے موجود تھے۔ ننھیال اور ددھیال کے ہوتے ہوئے وہ ان رشتوں کی شفقت سے محروم تھی۔

"دونوں گھروں کا پہلا بچہ جو ہوئی میرو! اس لیے دونوں کو پیاری ہے۔ چچا اور خالہ کی جان ہے میرو میں۔" زرمین تفاخر سے بولی۔

☆☆☆

اس روز زرمین نے صبح سے ہی تیاری شروع کر دی تھی سیٹھی ہاؤس جانے کی۔ عباد نے نزہت کو اپنے اور زرمین کے آنے کا بتایا تو اتنے عرصے بعد بھی اپنی انا کو سنبھالتے ہوئے نزہت نے رکھائی سے ہی جواب دیا۔

"تمہاری مرضی...... اپنا گھر ہے تمہارا۔"

اور بس...... زرمین اس میں بھی راضی تھی۔ اس نے میرب کو تیار کر کے عباد کے حوالے کیا ضرورت کے کپڑے بیگ میں ڈال لیے۔ باقی سارے کپڑے اور ضروری اشیاء اس نے پیک کر لی تھیں۔

"یہ سب بعد میں لے جائیں گے۔" اس نے عباد کو یاد دہانی کروائی۔

وہ خوب صورت تو تھی ہی...... میرون لباس میں تیار ہو کر حسین تر لگنے لگی۔

"نظر نہ لگوا لینا آج۔" عباد نے وارفتگی سے اسے تکتے ہوئے نرمی سے اپنے قریب کیا تھا۔

اور نظر شاید لگ ہی گئی، پیار کی محبت کی۔

سیٹھی ہاؤس جاتے ہوئے وہ بے حد خوش تھی اور عباد اسے دیکھ کر خوش ہو رہا تھا میرب کو پرام میں ڈال کر سیٹ بیلٹ کے ذریعے پچھلی سیٹ پہ ایڈجسٹ کیا ہوا تھا فیڈر پیتے پیتے وہ سو چکی تھی۔

"پہلی بہو دیکھی ہے جو سب سے ملنے اور ان کے ساتھ رہنے کے لیے اس قدر بے تاب اور خوش ہے۔" عباد نے گہری نظر سے اس کی تمتمائی رنگت اور حسین نقوش دیکھے۔ گاڑی میں زرمین کا قہقہہ لہرایا، لمحے بھر کی چوک تھی۔ اس کے بعد عباد کو سنبھلنے اور اسٹیئرنگ گھمانے کا موقع تک نہ مل سکا، سامنے سے آتا بدمست ٹرالر اپنے کنٹینرز سمیت گاڑی کو کسی کھلونے کی طرح رگیدتا چلا گیا۔ خوف اور پھر شدید تکلیف۔ عباد کی سماعتوں میں محفوظ آخری آواز زرمین کی بے ساختہ اور دل دوز چیخ کی تھی۔

اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔ زیاد نے اس کا ہاتھ تھپتھپایا۔

"وہ چلی گئی مجھے چھوڑ کر۔" اس کی آواز میں تکلیف تھی۔ نوحے تھے۔

"میرے لیے وہ سب کو چھوڑ کے آئی تھی۔"

"اللہ کی رضا، اس کی مصلحت وہی جانتا ہے بھائی! تم میرب کو دیکھو۔ اس کے لیے اٹھ کھڑے ہو۔" زیاد بمشکل تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا اور جس حوصلے سے وہ عباد کے پاس رہتا تھا یہ وہ اور اس کا اللہ جانتا تھا۔ بھائی کی تکلیف دیکھ کر اس کا دھاڑیں مار کر رونے اور یہاں سے بھاگ کر کہیں چھپ جانے کو دل کرتا تھا۔ جب وہ

www.pklibrary.com

واپس لوٹے تو سب کچھ پہلے کی طرح بالکل ٹھیک ہو۔

"میتو تو نہیں ہے نا...... نرمین۔" وہ نرمین کو پکارتا ایک دم سے حوصلہ چھوڑ بیٹھا تھا۔ زور سے رو دیا تو زیاد نے گھبرا کر نرسنگ الارم پہ ہاتھ رکھا اور خود عباد پہ جھک کر اسے حوصلہ دینے لگا۔

"مت کرو ایسے، طبیعت بگڑ جائے گی۔" اسٹاف نرس نے زیاد کو آئی سی یو سے باہر نکال دیا تھا۔ عباد کے سامنے سے ہٹتے ہی وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کے رو پڑا۔ یہ امتحان اس کی ہمت سے بڑھ کے تھا۔

☆☆☆

"نرمین کے مرنے کے بعد تم نے سوچا تھا کہ میرب کے لیے حریم اچھی ماں ثابت ہوگی لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ کیسی 'ڈسٹربڈ پرسنالٹی' کی مالک ہے وہ۔ جو خود کو سنبھال نہیں پا رہی وہ اس بچی کی کیا خاک تربیت کرے گی۔" نزہت نے نخوت سے کہا تو وہ اپنے لیے پیالی میں سویٹ ڈش نکالتے ہوئے ٹھٹکا۔

"سچ کہہ رہی ہوں میں۔ ایسی رونی صورت بنا کر پھرتی رہتی ہے کہ گھر بھر نحوست کی لپیٹ میں محسوس ہونے لگا ہے۔"

"ٹھیک ہو جائے گی آہستہ آہستہ۔ نئی جگہ نئے ماحول میں ایڈجسٹ ہونے میں وقت لگتا ہے۔"

"چھوڑ بھی۔" انہوں نے ہاتھ ہلا کر گویا مکھی اڑائی۔

"چھ ماہ ہو گئے ہیں۔ ابھی تک بی بی رانی ایڈجسٹ ہی نہیں ہو پائیں جیسے "بکنگھم پیلس" سے نکل کے سیدھی ہاؤس آ گئی ہے نا۔" وہ سلگیں۔

"قصور اس کا نہیں۔ میرا ہے مما! وہ تو شاید ایڈجسٹ کرنے کے موڈ میں ہے۔ میں ہی اپنے ماضی سے نکل نہیں پا رہا ہوں۔" اس نے پہلی بار شاید ساری صورت حال کا ایمان داری سے تجزیہ کیا تھا۔

"اس کی بے وقوفیوں پر پردے مت ڈالو۔ ایک تو موری کی اینٹ لا کر محل میں لگا دی۔ اوپر سے اسے ہضم بھی نہیں ہو رہیں یہ آسائشیں۔" نزہت تنکیں۔

"مام پلیز! مجھے حریم سے آپ کے اس قدر متنفر ہونے کی کوئی ایک وجہ بھی دکھائی نہیں دیتی۔ نرمین کو آپ نے معاف کر دیا تھا پھر اسی کی بہن کے ساتھ اس قدر سخت رویہ...... بار بار اس کی غربت کے طعنے...... یہ سب اگر آپ مائرہ کی محبت میں کر رہی ہیں تو آئم سوری۔ غلط کر رہی ہیں۔" وہ صاف گوئی سے کہتا انہیں چپ کروا گیا۔ شاید آئینہ ہی دکھا دیا تھا۔

"ہاں، مجھے مائرہ کے لیے دکھ ہے۔"

"تو اس کا ازالہ آپ حریم کو دکھ پہنچا کر کریں گی؟" وہ سنجیدگی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ نزہت نے لمحہ بھر اسے دیکھا اور پھر مزید کچھ کہے بنا اٹھ گئیں۔

"ایک بات کا تو میں عہد کر چکا ہوں مما! حریم چاہے جو بھی ہے جیسی بھی ہے، میں اس سے جڑے اس رشتے کو نبھاؤں گا۔ میرب کے ساتھ اس کا خون کا رشتہ ہے، جو دنیا میں کسی بھی لڑکی سے میرے شادی کرنے پر میرب کو نہیں مل سکتا تھا۔"

اس نے صاف آواز میں اپنی بات مکمل کی تھی۔ نزہت سر جھٹکتی وہاں سے چلی گئیں۔ وہ گہری سانس بھرتے ہوئے ٹشو پیپر سے چمچ صاف کرتے ہوئے سویٹ ڈش کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ لیکن اندر ہی اندر وہ اس مسئلے کے حل کے لیے کوئی تدبیر کرنے کی ٹھان چکا تھا۔

☆☆☆

میرب کے مسلسل رونے کی آواز پر وہ جلدی سے کچن ٹاول سے ہاتھ پونچھتی لاؤنج کی طرف آئی تو مائرہ کو

میرب کا ہاتھ تھامے اور میرب کو بے تحاشا روتے دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی۔
''تم کیوں آئی ہو؟''
''میرب کیوں رو رہی ہے؟''
''بچے رو ہی پڑتے ہیں، کبھی کبھار۔ ایسا کچھ انوکھا نہیں رو رہی میرب! تم جا کر اپنا کام ختم کرو۔''
نزہت نے اسے بری طرح جھڑک دیا جبکہ حریم کو دیکھتے ہی میرب کے رونے میں مزید تیزی آئی اس کا ایک بازو مائرہ کی گرفت میں تھا اور دوسرا ہاتھ اس نے روتے ہوئے حریم کی طرف گویا مدد کے لیے پھیلا دیا۔
''اسے چھوڑ دو مائرہ پلیز۔'' حریم سے میرب کا رونا برداشت نہیں ہوا تھا۔
''میں شاپنگ کے بعد اسے پارک لے جانے والی ہوں، پھپھو بھی ساتھ ہیں۔'' وہ لاپروائی سے بولی۔
''اچھا، ٹھیک ہے۔ میں اسے بہلا کر چپ کروا دیتی ہوں پھر تم اسے لے جانا۔'' حریم نے مائرہ کا محض تنگ کرنے والا انداز دیکھ کر مصلحت آمیز لہجے میں کہا۔
''شٹ اپ۔'' مائرہ نخوت سے بولی۔
''تم تو ایسے تڑپ رہی ہو جیسے تم اس کی اصلی ماں ہو۔ جاؤ اور برتن مانجھو اپنے۔ بڑی آئی بہلانے والی۔ اس کے باپ کو بہلا لیا نا، وہی کافی ہے۔'' اس نے حقارت سے کہا تو حریم کی رنگت سرخ پڑ گئی۔
''آنٹی! آپ اسے اپنے الفاظ میں منع کر لیں۔ مجھ سے میرب کا رونا برداشت نہیں ہو رہا۔'' حریم نے ضبط کرتے ہوئے خاموش بیٹھ کر تماشا دیکھتی نزہت کو مخاطب کیا تو مائرہ نے مچلتی ہوئی میرب کو اٹھا لیا۔
''تم نے سنا نہیں جاؤ...... اور جا کر اپنا کام ختم کرو۔ دادی ہوں میں میرب کی۔ تم سے زیادہ میرا حق ہے اس پر۔ کم از کم سوتیلی تو نہیں ہوں تمہاری طرح۔'' نزہت کا لب و لہجہ مکمل طور پر مائرہ کا حامی تھا۔
''مما پاس جانا ہے۔'' میرب نے سسکی بھری تو حریم لال بھبھوکا چہرہ لیے واپس پلٹ گئی۔
''ثریا! ڈرائیور سے کہو، گاڑی نکالے۔'' نزہت نے اونچی آواز میں کہا تھا۔
کمرے میں آ کر حریم نے موبائل اٹھایا اور کال ملانے لگی، دل کو جیسے پنکھے لگ گئے تھے، نزہت اور مائرہ کی اس سے ان بن قابل برداشت تھی لیکن یوں میرب کو اس سے دور کرنا اسے وحشتوں میں دھکیل رہا تھا۔
دوسری طرف رنگ مسلسل جا رہی تھی لیکن وہ کال اٹینڈ نہیں کر رہا تھا۔ حریم کا مقصد یہی تھا کہ فوراً اسے سارا واقعہ بتا کر مائرہ اور نزہت کو اپنی من مانی سے روک سکے مگر وہ اس کی کال اٹینڈ ہی نہیں کر رہا تھا۔ ہر گزرتے پل میں حریم کی ٹینشن بڑھ رہی تھی، اس نے غصے اور بے بسی کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ موبائل بستر پہ پھینکا اور کمرے سے باہر آ گئی۔ سیڑھیوں سے نیچے آتے ہوئے اس کے کانوں میں میرب کی ہلکی ہلکی سسکیوں اور نزہت کے پچکارنے کی آواز آئی۔
''یہ تو بہت بدتمیز ہو گئی ہے۔ مجال ہے جو کہنا مان لے، چڑیل۔''
مائرہ اکتاہٹ آمیز انداز میں بولی یقیناً یہ تبصرہ نزہت کی گود میں دبکی میرب پر تھا۔
''اونہوں، بچی ہے مائرہ! پیار سے برداشت سے کام لو کبھی تم سے مانوس ہو گی۔'' نزہت بڑی محبت سے کہہ رہی تھیں۔ حریم کے دل میں عجیب سی کیفیت پیدا ہونے لگی۔
''میرب کے دودھ کا ٹائم ہو رہا ہے، اسی لیے رو رہی ہے۔''
وہ کھنکھارتی ہوئی آگے آئی تھی۔ میرب جلدی سے بھاگ کر اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی حریم نے جھک کر اسے اٹھایا اور شانے سے لگا لیا۔ پھر نزہت اور مائرہ کے حیرت سے کھلے منہ کی پروا کیے بنا وہ میرب کو اٹھا کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

"بڑی ہی کوئی گھٹیا تربیت کی لڑکی ہے یہ بھئی۔" مائرہ کا سلگتا ہوا تبصرہ اس کے پیچھے آیا لیکن حریم نظر انداز کرتے ہوئے میرب کو شانے سے لگائے کمرے میں آئی۔ دروازہ لاک کیا اور میرب کو چومتے ہوئے سینے سے لپٹا لیا۔

"میں صدقے، میرا بچہ۔" اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ نزہت کے سامنے کھڑے ہونے کی ہمت اس میں زندگی بھر شاید نہ آتی، لیکن اولاد کی محبت ماؤں سے سب کروا لیا کرتی ہے۔ اس نے جلدی سے فیڈر میں دودھ بنا کر میرب کو دیا تو وہ حسب عادت ایک ہاتھ سے فیڈر تھامے، دوسرے ہاتھ سے حریم کی انگلی تھامے دودھ پینے لگی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں رونے کی وجہ سے متورم تھیں۔ حریم نے نرمی سے ان آنکھوں کو چوم لیا۔ جو بالکل اسے نرمین کی آنکھیں ہی تھیں۔ میرب کو سلا کر وہ نیچے آئی تو لاؤنج خالی تھا یعنی نزہت اور مائرہ شاپنگ کے لیے جا چکی تھیں۔ حریم نے سکھ کی سانس لی اور کچن میں چلی آئی جہاں ثریا یقیناً ہانڈی بنا چکی تھی۔ نزہت کی وجہ سے ہی حریم نے رات کا کھانا گول کر دیا وہ نہیں چاہتی تھی وسیم کے سامنے اس کی پیشی ہو۔

رات میرب کو سلانے کے بعد حریم یونہی وقت گزاری کے لیے ڈائجسٹ پڑھ رہی تھی جب وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا، سلام کی آواز پر حریم نے رسالے پر سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا۔ وہ تھکا تھکا سا تھا۔

"کھانا گرم کروں؟"

کاؤچ پہ بیٹھے اس نے سر اٹھا کر حریم کو دیکھا۔

"تم نے کھا لیا؟"

"ہاں...... تم لیٹ ہو بہت۔" وہ نا چاہتے ہوئے بھی جتا گئی۔

"میں بھی کھا کر آیا ہوں۔" وہ آرام دہ سلیپرز پہنتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم نے آج بدتمیزی کی ہے مما اور مائرہ کے ساتھ؟"

حریم ڈائجسٹ پر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں نے دوپہر میں تمہیں کال کی تھی۔"

"میٹنگ میں تھا میں۔ موبائل آفس ہی میں رہ گیا۔ بعد میں کال کرتا رہا لیکن تمہارا نمبر آف آ رہا تھا۔" وہ بولا تو حریم کو یقین نہ آیا۔ ادھر ادھر موبائل ڈھونڈا تو تکیے کے نیچے پڑا مل گیا آن کیا تو آن نہیں ہوا یعنی چارجنگ ختم تھی۔

"تم نے میرب کو چھینا ہے مما سے؟" وہ پوچھ رہا تھا حریم نے موبائل سائیڈ پہ ڈالتے ہوئے بنا ڈرے اسے دیکھا۔

"مجھے نہیں پتا، تمہیں کیا بتا کر بھیجا گیا ہے۔ مائرہ اسے زبردستی ساتھ لے جانا چاہتی تھی۔ لیکن میں میرب کو کسی بھی صورت مائرہ کے حوالے نہیں کر سکتی۔"

"ان کا بھی رشتہ ہے میرب کے ساتھ۔" وہ جتا گیا۔

"میرب اسے پسند نہیں کرتی۔ آپ ایک دو سالہ بچے کے ساتھ ضد بازی یا زبردستی نہیں کر سکتے۔" حریم نے احتجاج کیا۔

"مما ساتھ تھیں نا؟ پھر بھی تم نے زبردستی کی میرب کو لے کر۔"

"میں ماں ہوں۔ مجھ سے زیادہ اچھی طرح کوئی نہیں جان سکتا کہ میرو کو کس وقت کیا چیز پسند ہے۔ وہ مائرہ کے ساتھ بالکل نہیں جانا چاہتی تھی۔"

"پارک جا کر وہ سیٹ ہو جاتی۔ تم میرب کو لے کر زیادہ ہی جذباتی ہو رہی ہو۔" اس کی پیشانی پر شکن تھی۔

”تم اسے یا تو مکمل میرے حوالے کر دو یا پھر اس کے لیے مائرہ ہی کو لے آؤ۔“ حریم نے ضبط کرتے ہوئے طنزیہ کہا تھا۔

”حالات کیسے بھی ہوں۔ میں پھر بھی تمہیں مما سے بدتمیزی کی اجازت کسی صورت نہیں دوں گا حریم!“

”میں نے ان سے۔“

”تم نے کچھ بھی کیا ہو۔ میں صرف تمہیں وارن کر رہا ہوں۔ تمہاری حدود متعین کر رہا ہوں، ان کے پار مت جانا۔“ وہ اس کی بات کاٹ کر سنجیدگی سے بولا۔

”میں بدتمیز نہیں ہوں۔“ حریم نے پھیکا سا احتجاج کیا۔

”میں اچھی طرح جانتا ہوں۔“ اچٹتی نگاہ اس کے بل پڑتے چہرے پر ڈالی۔

”تمہارے ساتھ میرے اور مسائل ہیں، اور خیر۔ بدتمیزی تو میں نے تمہارے ساتھ بھی کبھی نہیں کی۔“ حریم خفگی سے بولی۔

”میرے ساتھ بھی جو مسائل ہیں انہیں جلد از جلد حل کر لو۔ اس سے زیادہ برداشت مجھ میں بھی نہیں ہے۔“ اس نے رسان سے کہا تو حریم کا دل سلگا۔

”ہاں، سارے مسائل میرے ہی تو کھڑے کیے ہوئے ہیں۔ تم نے تو لا کر جنت میں ڈال دیا ہے مجھے، جہاں نہ غم ہے نہ فکر۔“

”بس غلطی ہو گئی مجھ سے۔ ظلم کر دیا تمہارے ساتھ ورنہ تم اس کیا نام تھا بھلا تمہارے فیانسی کا؟“ وہ یاد کرنے کی اداکاری کرتے ہوئے ذرا سوچنے لگا پھر دوبارہ شروع ہوا۔ ”ہاں زکی نام تھا شاید، اس کے ساتھ ایک مکمل اور ہیپی لائف گزار رہی ہوتیں۔ بہت شرمندہ ہوں میں تمہاری ساری لائف کی پلاننگ گڑبڑ کر دی۔“ حریم کا دل چاہا تکیہ کھینچ کر اس کے منہ پر دے مارے کیا، تاک کر وار کر رہا تھا۔

”ہاں، یہ ظلم تو میں بھی نہیں بھول سکتی۔ میرا منگیتر ہی نہیں اچھا دوست بھی تھا وہ۔“ خدا جانے کیا سوچ کر اور کس رو میں وہ کہہ گئی تھی پھر بے اختیار اسے دیکھنے لگی جو بے یقینی سے حریم ہی کو دیکھ رہا تھا۔

”ہاں نا۔ منگیتر کے ساتھ لگاؤ تو ہو ہی جاتا ہے۔“ حریم ڈھٹائی سے اپنے بیان پہ ڈٹی رہی۔

”تبھی ہو تو ایک اچھے سے ڈنر پہ انوائٹ کر لیتا ہوں اسے۔ تمہیں بھی اچھی کمپنی مل جائے گی۔“ وہ میٹھا سا طنز کرتے ہوئے تحمل سے بولا تو حریم کو جھٹکا لگا۔ (ہائے...... در فٹے منہ میرا)

”حد ہو گئی۔ بات کہاں کی تھی اور کہاں لے آئے تم۔“ وہ تلملائی۔

”میں اب بھی اسی بات پر قائم ہوں۔ میری بیوی کو کوئی اجڈ گنوار یا بدتمیز کہے، یہ مجھے بالکل بھی پسند نہیں اس لیے اپنا رویہ درست کرو۔“ وہ دو ٹوک انداز میں بولا تو حریم کی بولتی بند ہو گئی۔ کیا ہی ٹھنڈک اتری تھی دل میں۔

”تو پھر تم مائرہ سے کہہ دو کہ وہ میری بیٹی سے دور رہے۔“

”رشتے بنانا سیکھو حریم! توڑنا نہیں۔ میرب کو سب سے دور مت کرو۔“

”تم کچھ نہیں جانتے، جو میں نے دیکھا ہے۔“

”میں جو جانتا ہوں، وہی کافی ہے...... اور تم سے جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔ مجھے اتنی بحث کرنا بالکل بھی پسند نہیں۔“ وہ اب کی بار سختی سے بات ختم کرتے ہوئے بولا اور لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا تو حریم ڈائجسٹ بیڈ پہ پٹخ کر رہ گئی۔

☆☆☆

"ذوالفقار بات کر رہے ہو تم؟" اجنبی نمبر انجان سی زنانہ آواز...... زلفی نے حیرت سے ایک بار پھر موبائل کو کان سے ہٹا کر اسے گھور کر دیکھا۔ وہ ابھی ابھی پھپھا کی گالیاں کھا کر اسٹور پہ آ کر بیٹھا ہی تھا کہ یہ کال آ گئی۔

"ہاں جی۔ آپ کون؟"

"اس بات کو چھوڑو، تم یہ بتاؤ کہ نرمین اور حریم نے تمہیں کیوں چھوڑا؟" وہ کرسی سے گرتے گرتے بچا۔

"کیا مطلب ہے جی آپ کا؟ اور آپ ہیں کون؟"

"مطلب تو تمہارا ہوگا۔ لاکھ...... دو لاکھ...... تین لاکھ...... زندگی بن جائے گی تمہاری۔ اور بدحرامی والا ٹھپہ بھی اتر جائے گا۔" ٹھہری ہوئی آواز میں کہا گیا تو زلفی کے کان کھڑے ہو گئے۔

"جیتو پاکستان میں پھر سے لاٹری تو نہیں نکل آئی میری؟ معاف کرو بھائی! دو وقت پہلے ہی پٹ چکا ہوں میں اسی سونے اور لاکھوں کے چکر میں۔" وہ منہ بنا کر بولا۔

دوسری طرف سے گہری سانس کی آواز آئی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ فی الحال تمہارے اس نمبر پہ ایزی پیسہ کے ذریعہ دس ہزار بھیجے ہیں۔ اسے خرچ کرو۔ اگلی بار پندرہ ہزار...... پھر بیس۔"

"مم...... میں کوئی قتل وتل یا ڈاکے کا کام نہیں کروں گا۔" زلفی کی آواز لڑکھڑائی۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے، ریلیکس رہو۔ میرا مقصد یہ ہے کہ تمہارے دن پھر جائیں تاکہ آئندہ کوئی لڑکی تمہاری بدحرامی اور ویلے پن کی وجہ سے تمہیں چھوڑ کر نہ بھاگے۔" طنز سے کہا گیا زلفی جل ہوا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے جی۔ اپنا اسٹور چلاتا ہوں میں۔"

"سب پتا ہے مجھے، یہ بتاؤ میرا ایک کام کرو گے؟"

"پہلے نوعیت تو پتا چلے کام کی جی۔ ایسے کیسے ہامی بھر لوں۔" زلفی کا دل پیسوں کی بات سن کر ڈانواں ڈول ہو رہا تھا۔

"ابھی فی الحال یہ پیسے خرچ کرو، بعد میں اگر تم محسوس کرو گے کہ تم میرے کام آ سکتے ہو تو رابطہ کروں گی تم سے۔" کال ڈراپ ہو گئی تھی۔ زلفی حیرت کے مارے کتنی ہی دیر موبائل کو سامنے کیے تکتا رہا۔

"ابے یہ کیا سین ہے؟" اتنی حیرت تو اسے ہر روز فون پر جیتو پاکستان سے لاکھوں روپے کے انعامات جیتنے والے میسجز پا کر بھی نہ ہوتی۔

اس کا دماغ چلا۔ جلدی سے اپنا ایزی پیسہ اکاؤنٹ چیک کروایا تو اس میں واقعی دس ہزار کی رقم آ چکی تھی۔ اس کا سر چکرا گیا۔

"یا اللہ۔ کیا چھپر پھاڑ کے دیا ہے تو نے۔" اگلے ہی پل وہ خوشی سے جھوم اٹھا، اس جیسے نکمو کام چور کے لیے تو یہ اچانک امداد کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھی۔ سود و زیاں اور غلط و صحیح کے بارے وہ سوچنا بھی نہ چاہتا تھا۔

"واہ میرے مولا۔ لاٹری نکل آئی میری بیٹھے بٹھائے اور بنا ٹکٹ خریدے۔" اس نے موبائل کو چوم کر جیب میں ڈالا اور فوراً پہلے ایک دوست کو اپنی جگہ پر بٹھا کر اکاؤنٹ سے پیسے نکلوانے چلا گیا۔ اب تو جب تک پیسہ ہاتھ نہ آ جاتا، اسے اپنی خوش قسمتی پر یقین آنے والا نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ شاپ سے دس ہزار کے نوٹ جیب میں ڈال کر باہر نکلا تو اسے یقین ہو گیا کہ بیٹھے بٹھائے اس کی قسمت بدلنے والی ہے۔

☆☆☆

"اپنے اور میرب کے کپڑے پیک کر لو۔ ایک ہفتے کے لیے دوست کے فارم ہاؤس پر جا رہے ہیں ہم۔"

www.pklibrary.com

اس نے لیپ ٹاپ آن کرتے ہوئے نارمل سے انداز میں کہا تو حریم حیرت سے مڑ کر اسے دیکھنے لگی۔
"اپنی پیکنگ میں خود کرلوں گا۔" مزید اضافہ کیا۔
"کیوں؟ مطلب...... کس لیے جا رہے ہیں ہم؟" حریم نے اپنی حیرت کو الفاظ کا جامہ پہنایا۔
"یونہی۔ کب سے وہ اصرار بھی کر رہا ہے، دوسرا یہ کہ میں بھی کچھ ذہنی سکون چاہتا ہوں۔ اس ٹینشن بھرے ماحول سے دور نکل کر۔" اس نے کی بورڈ پہ ٹائپنگ کرتے ہوئے رسان سے کہا۔
"تو پھر اکیلے جاتے۔" حریم بے اختیار کہہ گئی، وہ اچٹتی نگاہ حریم پر ڈال کر دوبارہ اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔
"تم سے جو کہا ہے وہ کرو۔ اپنے روزمرہ کے کپڑے اور ضروری سامان پیک کرلو اور میرو کا بھی۔" اب کی بار خاصے روکھے لہجے میں کہا گیا۔
"کب جانا ہے؟"
"کل۔"
"اور اگر میں نہ جانا چاہوں تو؟" حریم نے گویا اپنے "متوقع عمل" کے نقصانات جاننے کی سعی کی۔
"تو میں میرب کو ساتھ لے جاؤں گا۔" وہ قطعیت سے بولا تو حریم کو جھٹکا لگا۔
"جانا کہاں ہے؟" کچھ دیر کے توقف کے بعد حریم نے پوچھا۔
"سرگودھا۔"
"ضروری ہے کیا؟"
"ہاں۔ تمہارا تو پتا نہیں، میرے لیے تو بہت ضروری ہے اس اسٹریس فل (دباؤ بھرے) ماحول سے نکلنا۔" وہ گہری سانس بھرتے ہوئے بولا۔ اور واقعی اس عجیب سے ماحول سے چھٹکارے کی خواہش اتنی شدید تھی کہ رانا نے اس بار جب اپنے فارم ہاؤس پہ آنے کا دعوت نامہ دوبارہ بلکہ سہ بارہ پیش کیا جو وہ کب سے ملتوی کر رہا تھا تو وہ فوراً ہی مان گیا۔
"آ جاؤ یار! اچھا محسوس کرو گے۔ کئی بار جگہیں تبدیل کرنے سے انسان پر بڑا اچھا بلکہ روحانی اثر پڑتا ہے۔" رانا کی بات اس کے دل کو لگی تو اس نے رضامندی دے دی۔
لیکن اب ادھر گھر والی دماغ کا دہی کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔
"خیر...... وہ تو میرے لیے بھی بہت ضروری ہے۔" حریم بڑبڑائی۔
"کیا کہہ رہی ہو؟" اس نے ابرو اچکا کر حریم کو دیکھا۔
"کچھ نہیں۔ بچپن کی عادت ہے، خود سے باتیں کرنے کی۔" وہ چڑانے والے انداز میں کہتی میرب کے ساتھ ہی لیٹ گئی تو وہ متاسفانہ سر ہلا کر رہ گیا۔ جبکہ حریم الٹی سیدھی سوچوں میں گم جانے کب سو بھی گئی۔

☆☆☆

"واٹ......" مائرہ کو سن کر ہی جھٹکا لگا۔ "کیا کرنے گیا ہے وہ؟"
"عباد کے دوست نے انوائٹ کیا ہے۔ فیملی ٹرپ ہے ان کا۔"
نزہت نے بتایا، وہ خود بھی سخت ناخوش تھیں لیکن بیٹے کو صاف طور پہ منع بھی نہیں کر پائیں
"تو کیا آپ اس کی فیملی سے باہر ہیں پھپھو! آپ کیوں نہیں گئیں ساتھ؟" مائرہ سلگی۔
"میں کہاں کہیں جاتی ہوں۔ تمہارے انکل بالکل اکیلے ہو جاتے ہیں۔" نزہت نے وضاحت دی۔
"اسی لیے اس نئے نویلے جوڑے کو بھیج دیا، حد ہوگئی۔" وہ دھپ سے صوفے پہ بیٹھی۔

www.pklibrary.com

''تم بے فکر رہو۔ وہ بھی میرب کی وجہ سے مجبور ہے، ورنہ اس لڑکی میں ایسی کوئی بات نہیں جو اس کے دل میں اُتر سکے۔'' نزہت نے اسے تسلی دی۔

''یہ تو آپ کہہ رہی ہیں ناں۔ اس روز دیکھا نہیں کیسے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر میرب کو لے گئی تھی۔ اچھا بھلا حق جتاتی ہے اب تو وہ۔''

مائرہ کے دل سے ابھی تک اس روز کا دھواں اٹھ رہا تھا خود نزہت نے بھی اس روز غصے سے تلملاتے ہوئے بیٹے کے خوب ہی کان بھرے لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ آج وہ فیملی ٹرپ انجوائے کرنے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر حالات کس طور مائرہ اور ان کے حق میں ہوں گے۔

''یہ سب اس کے ہتھکنڈے ہیں۔ وہ جانتی ہے میرب ہی اس گھر میں ٹکنے کا ایک ذریعہ ہے اس لیے اس کو ہتھیار بنا رکھا ہے اس نے۔'' نزہت نے جانے اسے تسلی دی تھی یا خود کو۔

''اپنے بیٹے کی بات بھی چھوڑ ہی دیں، مکمل حریم کے کہے میں ہے۔ ان لڑکیوں کو گر آتا ہے لڑکے پھنسانے کا۔ پہلے بہن کیا کم تھی، اب دوسری بھی لے آیا۔'' مائرہ تنگی۔

''چلو، اب تو جو ہونا تھا، وہ ہو چکا، ریلیکس رہو۔ خود کو نقصان پہنچانے سے بہتر ہوتا ہے کہ دشمن کو اس کی جگہ سے ہٹانے اور گرانے کا سوچا جائے۔'' نزہت نے اس کا دھیان بٹایا۔

''اسے تو میں ایسا ہٹاؤں اور گراؤں گی کہ وہ یاد کرے گی۔'' مائرہ نے دانت کچکچائے۔

''سب ہو جائے گا آہستہ آہستہ۔ تم فکر مت کرو، ابھی تک وہ اپنے میاں کے دل پر نہیں چڑھی۔ حالات ایسے ہی رہے تو بازی ہمارے ہی حق میں جائے گی تم بس حوصلہ رکھو میری جان۔'' نزہت اپنی اندھی محبت میں بھتیجی کی زندگی کو بربادی کی راہ پہ چلا رہی تھیں اس بات کا انہیں خود بھی احساس نہیں تھا۔

''یہ بات اپنی بھابی جان کو بھی سمجھا دیں۔ ہر وقت کوئی نیا رشتہ لیے میرے پیچھے پڑی رہتی ہیں۔'' مائرہ بدمزہ ہوئی۔

''ایسی کون سی عمر نکل گئی ہے تمہاری بھئی۔ بھابی تو بس یونہی فکر کرتی رہتی ہیں۔'' نزہت نے پیار سے بھتیجی کا چہرہ دیکھا تھا۔ وہ بیٹھی ٹینشن کے مارے پاؤں جھلاتی رہی۔

درحقیقت اس کا دل چاہ رہا تھا حریم کی زندگی کو تہہ و بالا کر کے رکھ دے اب تو یہ محبت سے زیادہ انا کی جنگ بن چکی تھی اور انا کی جنگ میں صحیح ہو یا غلط یہ نہیں دیکھا جاتا۔ بس جیت دیکھی جاتی ہے۔ مائرہ بھی اسی اسٹیج پہ تھی۔

☆☆☆

فارم ہاؤس پہنچ کر حریم کی پژمردہ طبیعت خود بخود فریش ہو گئی۔ ہریالی لہلہاتے کھیت، سبزہ، پھول، چہچہاتے پرندے۔ ڈھلتی شام کو حسین تر بنا رہے تھے۔ فارم ہاؤس کے بیچ میں شان سے کھڑا چار بیڈ روم کا خوب صورت سفید پتھروں سے مزین گھر عجب شان سے سر اٹھائے کھڑا تھا۔

رانا اور اس کی چند ماہ پرانی بیوی مہوش نے ان کا پُرتپاک استقبال کیا تھا۔

ان کی رہائش کے لیے بہت شان دار بیڈ روم تھا، دونوں فریش ہو کر باہر نکلے تو مہوش پرتکلف سا کھانا لگا چکی تھی۔

بڑے اچھے ماحول میں کھانا کھایا گیا پھر حریم تو معذرت کرتی میرب کو سلانے کے لیے اٹھ گئی جبکہ وہ تینوں ابھی باتوں میں مصروف تھے۔

میرب کو سلانے کے بعد وہ لان میں کھلنے والی بڑی سی کھڑکی کے بند شیشے کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ باہر رات قطرہ قطرہ گہری ہو رہی تھی، حریم نے گہری سانس اندر کھینچ کر اپنی اندرونی کیفیت پہ غور کیا تو اسے خوش گوار

www.pklibrary.com

سی حیرت ہوئی۔ یہاں آکر اس کے دل ودماغ پر سے جیسے کوئی بوجھ سا ہٹ گیا تھا۔

اس نے اپنی پشت پہ دروازہ کھلتے اور پھر بند ہوتے محسوس کیا۔ وہ اسی کی طرف آیا تھا، حریم کو اس کے پرفیوم کی خوشبو اپنے دائیں طرف سے اٹھتی محسوس ہوئی۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟" اس کا لہجہ بہت دل نشین تھا یہ حریم نے آج اس ٹھہرے ہوئے خوب صورت سے ماحول میں شدت سے محسوس کیا۔

"آزادی...... یا شاید خوشی۔" حریم کی نظر باہر آسمان پہ چھائے بادلوں اور بدمست ہوا سے جھومتے درختوں پر بھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر کھڑکی کا سلائڈنگ ڈور کھول دیا۔ ہوا کا تیز جھونکا اندر آ کر حریم کے بال بکھرا گیا۔ اس کے ہونٹوں پہ بے ساختہ مسکراہٹ پھیلی۔

"موسموں کا بھی جادو ہوا کرتا ہے۔" اس کی بات پر حریم نے چہرہ موڑ کر دیکھا، وہ اس کے ساتھ کھڑا تھا، اسی کی طرح نظریں باہر قدرت کے حسین نظاروں پہ جمائے۔

"ہاں، کیونکہ قدرت بالکل خالص ہوتی ہے۔ اس میں ملاوٹ نہیں ہوتی۔" حریم نے کہا۔

"ہمم......" اس نے گہری سانس کھینچی پھر قصداً مسکرا کر اسے دیکھا۔

"تم خوش ہو؟"

"ہاں، لگ تو رہا ہے۔" حریم پلٹ کر بیڈ کے وسط میں سوئی ہوئی میرب کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"لیکن تم...... شاید اداس ہو۔ یہاں تمہارا ماضی ہے اور اسی ماضی سے میں بھی جڑی ہوں۔" ہوا منہ زور ہو رہی تھی۔ بجلی چمکی تو حریم گھبرا کر میرب کے پاس چلی آئی۔

"کھڑکی بند کردو۔ بجلی چمک رہی ہے۔"

وہ کھڑکی بند کر کے پلٹ آیا۔

"کچھ یادیں دل کے تمام زخم کھرچ دیتی ہیں۔ عرصے بعد بھی وہی درد وہی غم جگا دیتی ہیں۔" رانا سے ملاقات اور ماضی کی یادوں نے اس کے سارے زخم تازہ کر دیے تھے حریم تو ویسے بھی ایسے غم ناک ماحول سے بھاگتی تھی کہ سہنے کا یارا ہی نہ تھا..... میرب کو سامنے دیکھ کر ہی ہر وقت نرمین کی یاد آتی رہتی تھی۔ ایسے میں رانا سعید کی زبانی عباد کے ساتھ اس کی محبت اور وارفتگی کے قصے۔ ناگہانی موت اور ادھوری خواہشات کے تذکرے نے حریم کا دل آزردہ کر دیا تھا۔

"خیر...... اپنے پیاروں کے جانے کا دکھ تو دل میں ہمیشہ ہی رہتا ہے لیکن زندگی اللہ کی رضا میں راضی رہنے اور آگے بڑھنے کا نام ہے۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہہ رہا تھا حریم نے پلکیں جھپک کر آنسو اندر ہی اتار لیے۔

"میں چاہتا ہوں تم اپنے سارے دکھ سارے پچھتاوے یہیں چھوڑ کر جاؤ۔ میرب کو ایک کانفیڈنٹ۔ حاضر دماغ ماں کی ضرورت ہے حریم! منتشر ذہن پریشانی کی نہیں۔ مجھے امید ہے، یہاں رہ کر تم اچھا محسوس کرو گی۔" وہ یقین سے کہہ رہا تھا، حریم نے بے اختیار ہی اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆

"السلام علیکم میڈم جی۔" اس بار اس انجان نمبر سے کال آنے پر زلفی کی باچھیں کھلی ہوئی تھیں۔

"پیسے مل گئے تھے؟"

"ہاں جی...... وہ تو اسی روز مل گئے تھے۔" زلفی چہکا۔ "اب تو بس آپ مجھے کام بتائیں، کہاں آنا ہے کون سی فیکٹری ہے یا کارخانہ ہے آپ کا؟"

www.pklibrary.com

''یہ فیکٹری یا کارخانے والا کام نہیں ہے۔ تمہارا دماغ چاہیے مجھے بس۔'' دوسری طرف سے کہا گیا تو زلفی بھک سے اڑا۔

''کک..... کیا مطلب..... مم..... میرا دماغ؟'' وہ ہکلایا۔ ''میں پھر کیا کروں گا بنا دماغ کے..... مطلب..... زندہ کیسے رہوں گا؟''

''جیسے اب زندہ ہو۔'' طنز کیا گیا تھا۔

''آپ مذاق کر رہی ہیں میڈم!'' زلفی نے خود کو سنبھالا۔

''مجھے تمہاری ہوشیاری اور عقل مندی چاہیے۔''

''وہ تو میں ہمیشہ سے ہی ہوشیار اور عقل مند بچپن سے ہوں میں۔'' زلفی کا حوصلہ بلند ہوا۔

''ہمم..... گڈ۔ بس یہی کانفیڈنس چاہیے مجھے لیکن ابھی تم بس عیاشی کرو۔ پیسے تمہارے اکاؤنٹ میں بھجوا دیے ہیں۔'' دوسری طرف سے کہا گیا تو زلفی کا دل خوشی سے تیز تیز دھڑکنے لگا۔

''تھینک یو جی۔'' پھر جیسے اسے آزمانے کے لیے کہا۔ ''لیکن اگر یہ پیسے خرچنے کے بعد میں آپ کا کام کرنے سے انکار کر دوں تو؟''

''جیسے مجھے اکاؤنٹ میں پیسے بھجوانے آتے ہیں ویسے ہی حلق میں انگلی ڈال کر نکلوانے بھی آتے ہیں۔ دھوکا دینے کے بارے میں سوچنا بھی مت۔'' دوسری طرف سے برہم آواز آئی تو زلفی کپکپایا۔

''نہیں جی۔ دھوکا کیوں دینا۔ میں تو ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔ آپ بے فکر رہیے۔ میں ہر طرح سے حاضر ہوں۔''

''ہمم..... یہی بہتر ہوگا تمہارے لیے۔'' فون بند ہو گیا۔

زلفی نے فوراً چیک کیا اس کے ایزی پیسہ اکاؤنٹ میں پندرہ ہزار موجود تھے۔ زلفی کا دل ترنگ میں دھڑکا۔ وہ فوراً پیسے نکلوانے بھاگا تھا۔ خوشی کے مارے اس کے قدم کہیں کے کہیں پڑ رہے تھے۔ وہ اس وقت بالکل بھی نہیں سوچنا چاہتا تھا کہ وہ انجان عورت اس سے کیا کام لینا چاہتی ہے۔

☆☆☆

وہ اگلے روز ناشتا کرنے نکلے تو رات برسنے والی بارش کے بعد ٹھنڈی ہوا نے میرب کو کھلکھلانے پر مجبور کر دیا اور حریم تو بچوں کے سے اشتیاق کے ساتھ ہر شے، ہر منظر کو دیکھ رہی تھی۔ وسیع و عریض فارم ہاؤس میں جہاں دیواروں کے ساتھ ساتھ چہار اطراف پھل دار درختوں کی بہتات تھی وہیں پھولوں پہ الگ ہی بہار آئی ہوئی تھی۔ مہوش نے ایک سائڈ پہ بنی مصنوعی آبشار کے پاس کرسیاں اور میز لگوا کر ناشتے کا اہتمام کیا تھا۔

ناشتے کے بعد ان سب نے فارم ہاؤس کا تفصیلی چکر لگایا۔ چھوٹے سے فش پونڈ میں تیرتی رنگ برنگی مچھلیاں میرب کو اتنی پسند آئیں کہ وہ باقاعدہ تالاب کے اندر اترنے پہ راضی تھی۔ ایک طرف بنے چھوٹے سے چڑیا گھر میں جنگلی کبوتر، ہرے طوطے اور خرگوش تھے تو وہیں ہرنوں کا ایک جوڑا اور ان کا چھوٹا سا بچہ بھی تھا۔

سفید گھوڑا بادل اور سیاہ مشکی گھوڑی کا نام خوشبو سن کر حریم بے ساختہ ہنس دی۔

''بھرجائی کو رائڈ دلا دو نا۔'' رانا نے شرارت سے مشورہ دیا۔

''نن..... نہیں..... میں تو بالکل بھی نہیں بیٹھی کبھی گھوڑے پر۔'' حریم اسے رضامند دیکھ کر گڑبڑائی تو وہ خود سفید گھوڑے پہ جمے ہوئے گھڑسوار کی طرح سوار ہو کر پورے فارم ہاؤس کا چکر لگا آیا۔

''بہت تمیز دار گھوڑا ہے۔'' اس نے واپس آ کر اترتے ہوئے بادل کی پشت تھپتھپائی تو وہ جیسے خوشی سے ہنہنایا۔

''کیا زندگی ہے۔ ایسے لگتا ہے دنیا کے اس کونے میں کوئی غم ہی نہیں۔''

www.pklibrary.com

حریم کچھ بتا نہیں رہ گئی تھی۔ مہوش مسکرائی۔
"خوشی تو دل کے سکون کا نام ہے بھرجائی! دل مطمئن ہو تو خوشی ہی خوشی ہے۔"
"یہ تو سچ کہا آپ نے۔" حریم نے اعتراف کیا۔
"میں تو کب سے بھائی سے کہہ رہی تھی کہ آپ کو لے کر آئیں۔ رانا صاحب کی تو ساری یادیں ہی اپنے دوست کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔" مہوش اداسی سے بولی۔
"آپ بھی آیئے گا نا ہمارے پاس۔ مجھے بہت خوشی ہوئی ہے آپ سے مل کر۔" حریم بے اختیار ہی بات بدل گئی۔ ماحول بوجھل ہونے لگا تھا اور وہ یہاں سب کے سامنے [illegible] ہمت کر کے بولی۔
"ہاں۔ کیوں نہیں۔ ضرور آؤں گی اپنی بھرجائی کے پاس۔" مہوش مسکرائی۔
حریم کی بھٹکتی ہوئی نگاہ رانا سعید کے ساتھ کھڑے اپنے شوہر پر ٹھہر گئی۔ اونچا لمبا۔ ہینڈسم۔ خوب صورت لب و لہجے والا مرد...... وہ شخص کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل ہو سکتا تھا۔
شاید خوب صورت ماحول اس کے دماغ پر اثر انداز ہو رہا تھا حریم نے گھبرا کر نظر پھیر لی۔ میرب کھلکھلاتی ہوئی مرغیوں کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ رانا نے خرگوشوں کی ایک جوڑی کو بھی اس کے لیے کھول دیا تھا۔ میرب بے تحاشا خوش تھی اور اسے دیکھ دیکھ کر حریم کا دل سکون سے بھر رہا تھا۔
دوپہر کا کھانا اس نے اور مہوش نے مل کر بنایا۔ حریم کا اعتماد اور خوش مزاجی جیسے آہستہ آہستہ لوٹنے لگی تھی۔ رات کے کھلی فضا میں باربی کیو کرتے۔ مقامی لوک فنکار سے گیت سنتے انہوں نے ایک حسین دن کا اختتام کیا تھا۔

☆☆☆

محبت کی کہانی کو کہیں تحریر کر جائیں
جو ہم کو مل گیا اس کو ابھی تقدیر کر جائیں
چلو جذبوں کی شدت کو بڑھا کر دیکھ لیں ہم
چلو کہ آسماں سے چاند کو تسخیر کر جائیں
بدن مٹی میں مل جائیں گے اک دن دیکھ لینا
تو پھر کیوں نہ محبت کا محل تعمیر کر جائیں

(فوزیہ احسان رانا)

اسے اچھی طرح یاد تھا، زرمین اس روز کس قدر خوش تھی جب سیٹھی ہاؤس جانے کے لیے نکلنا تھا اور عباد کا دل اسی قدر بے چین و مضطرب۔
اسے یاد تھا زرمین کو بے حد اشتیاق تھا۔ سیٹھی ہاؤس کی بہو کہلوانے کا۔ عباد کے ساتھ پارٹیز اٹینڈ کرنے کا۔
اور پھر اسے یاد آیا۔ سامنے سے ڈگمگاتا لہراتا ہوا ٹرالر...... اور زرمین کی خوف میں ڈوبی آخری چیخ۔
عباد کے جسم کو زوردار جھٹکا لگا، اس کی آنکھیں ایک دم سے مکمل کھل گئیں۔
ڈیوٹی نرس نے سامنے لگی اسکرین پر اس کے دل کی دھڑکنیں بتاتی لائنوں کو بگڑتے پایا تو جلدی سے انٹرکام پہ ڈاکٹرز کو انفارم کرنے لگی۔ اگلے کچھ منٹوں میں اسٹاف اور ڈاکٹرز آئی سی یو میں موجود تھے۔ باہر کھڑے عباد کی سانسوں سے جڑے لوگ جیسے موت کی دہلیز پر اس کے ساتھ کھڑے تھے۔
فضا خاموش تھی۔ جیسے سوگوار ہو۔ کسی کو رخصت کرنے کی گھڑی شاید آن پہنچی ہو کون جانے؟

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

www.pklibrary.com

www.pklibrary.com

عفت سحر طاہر

رنگ دے تیرے

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

زمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

زمین کی سہیلی نجل کہتی ہے کہ تمہیں عبادو سیم پوچھ رہا تھا۔

زمین اپنی دوست صوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا سے جانے کی اجازت

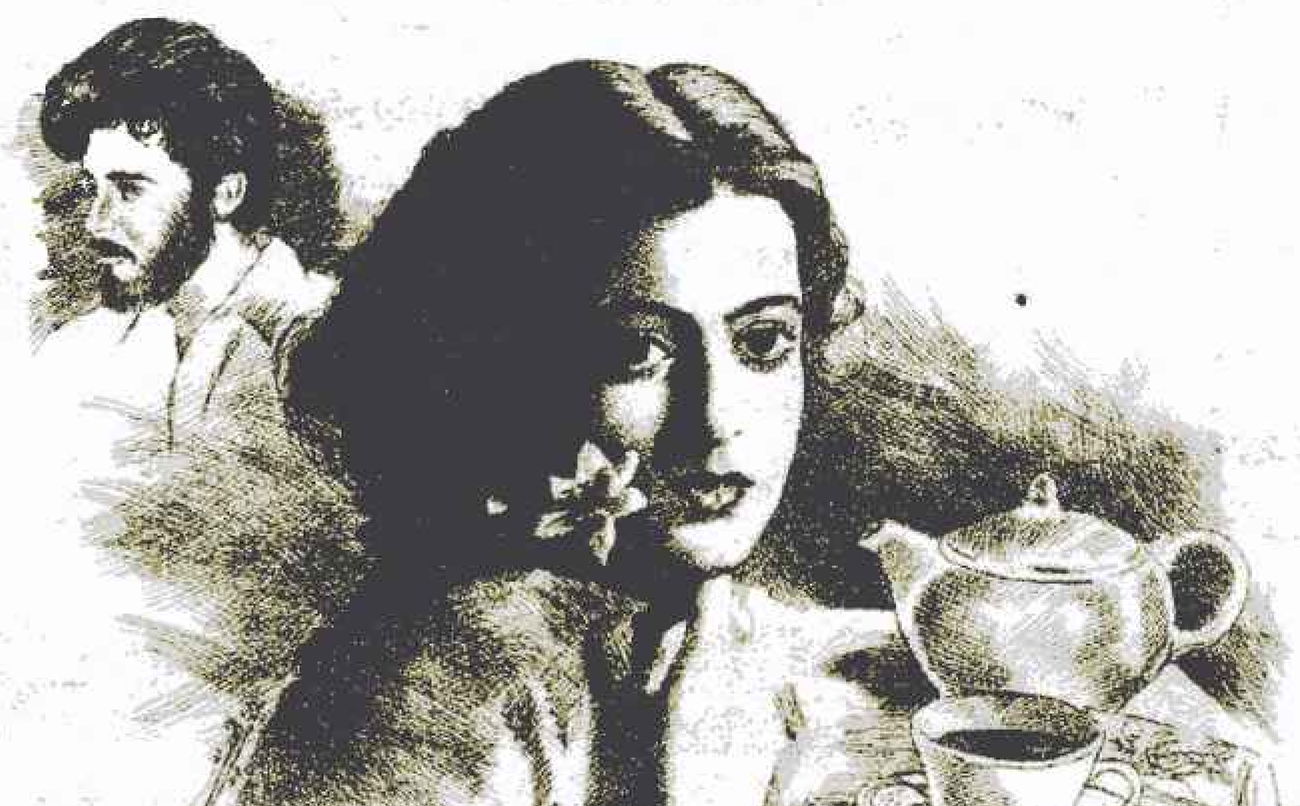

www.pklibrary.com

www.pklibrary.com

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔

نرمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ یتیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ تجل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں تجل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے نرمین کی دوستی کرا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں نرمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ یمنی الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں تجل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ نرمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کی ولیمے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

تجل نرمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آ جاتی ہے نرمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ نرمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت ذلقی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ نرمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ ذلقی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

نرمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ نرمین، تجل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر نرمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ نرمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

نرمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے نرمین کو فون کرتی ہے، فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر تجل کے نمبر پہ کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

نرمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں گئی، نرمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو نرمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔

نزہت گھر واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔

حریم عباد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آ جاتی ہے عباد اسے دھمکاتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ نرمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مارک ڈینگیل کو بتاتا ہے کہ اس کی سلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ نرمین گھر میں نہیں ہوتی۔

حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔

عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد نرمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد نرمین کو باپ کی بات یاد

www.pklibrary.com

آتی ہے کہ وہ نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔
عباد زرمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آجاتی ہے۔ عبد کی پرکھ کہ وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھپھو تاریخ لینے آجاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر زرمین شادی کی ہامی بھر لیتی ہے۔ نصرت پھپھو اور زلفی خوش ہو جاتے ہیں۔ کجل فون کر کے زرمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پرپوز کرتا ہے۔ زرمین خوشی خوشی گھر آتی ہے۔
رات میں حریم زرمین سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کر لو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کر لوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عباد وسیم نے اسے پرپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہو کر پڑتی ہیں۔
کجل کے سمجھانے پر حریم کو احساس ہوتا ہے کہ وہ غلطی پر ہے، اس نے اپنی زندگی کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ حالات کو انتہا پر آتے دیکھ کر حریم شوہر سے کہتی ہے کہ وہ میرب سے دور نہیں رہ سکتی۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اسے آخری چانس دے رہا ہے، اس کے بعد اسے یہاں سے جانا پڑے گا۔
وہ میرب کے لیے شاپنگ کا کہتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آؤٹ لیٹ پر آجاتا۔ زیاد واپس پہنچتا ہے تو کیتھی کی ساتھی ویٹرس اسے بتاتی ہے کہ اس کا اسپیشل کسٹمر آیا ہے۔
زیاد کیتھی کو بتاتا ہے کہ اس کے بھائی نے پسند کی شادی کر لی ہے اور ماں باپ نے اسے گھر سے نکال دیا ہے اور بھائی کی منگیتر اس کے سر منڈھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر آیا ہوں۔
یال کیتھی سے کہتا ہے کہ اسے اب مارک کے مستقبل کی پلاننگ کرنی چاہیے۔ وہ اکتا کر وہاں سے ہٹ جاتی ہے۔ مارک اس سے راستے میں معافی مانگتا ہے، کیتھی کے انکار پر ثبوت ملنے کا کہتا ہے۔
کیتھی زیاد سے کہتی ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ عباد ماں باپ سے معافی مانگ کر گھر واپس آنے کا کہتا ہے۔
مائرہ، حریم کو آؤٹ لیٹ پر دیکھ کر برہم ہو جاتی ہے۔ نزہت بھی اس پر ناراض ہوتی ہے۔ حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر آتی ہے۔
حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر جاتی ہے۔ اماں کو یہ سن کر بہت صدمہ ہوتا ہے کہ حریم کا شوہر پہلے سے شادی شدہ ہے۔ وہ بچی کو پیار کرتی ہیں کہ اس میں زرمین کی شباہت ہوتی ہے۔
مائرہ کو دیکھنے کچھ لوگ آنے والے ہیں۔ وہ ماں پر ناراض ہوتی ہے لیکن وہ کہتی ہیں کہ اپنی پھپھو کے سراب سے باہر نکل آؤ۔
نزہت بیٹے پر ناراض ہوتی ہیں کہ اسے حریم کے میکے کیوں بھیجا۔ مائرہ اسے اپنے آنے والے رشتے کے بارے میں بتاتی ہے۔ وہ اسے سمجھاتا ہے کہ اسے اب زندگی میں آگے بڑھ جانا چاہیے۔ مائرہ باہر جانے کا پروگرام بناتی ہے۔ لیکن وہ منع کر دیتا ہے کہ اسے حریم اور میرب کو لینے جانا ہے۔ مائرہ شدید غصے میں گھر آتی ہے جہاں اس کے رشتے کے لیے لوگ آئے ہوتے ہیں، وہ ان سے بدتمیزی کرتی ہے۔ فوزیہ بیٹی کو ڈانٹتی ہیں، وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔
کیتھی کے گھر والوں کو پتا چل جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہے۔ وہ اسے لے کر غائب ہو جاتے ہیں۔ زیاد ہر جگہ اسے تلاش کرتا ہے لیکن اس کا کچھ پتا نہیں چلتا، مائرہ خودکشی کر لیتی ہے۔

اٹھارہویں قسط

اب کوئی آئے تو کہنا کہ...... مسافر تو گیا
یہ بھی کہنا کہ بھلا اب بھی نہ جاتا لوگو؟
راہ تکتے ہوئے پتھرا سی گئی تھیں آنکھیں
آہ بھرتے ہوئے سینہ ہوا چھلنی لوگو!

www.pklibrary.com

بند آنکھیں ہوتی جاتی ہیں پتھاریں پاؤں
نیند سی نیند، ہمیں اب نہ جگانا لوگو!

بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ دکھ کا گہرا، اندر تک کاٹ دینے والا احساس اور نہ ختم ہونے والے آنسو۔ لامتناہی یادیں جو عباد کے جانے کے بعد ایک کے بعد ایک نزہت کے پردہ ذہن پہ چلتیں تو وہ تڑپ تڑپ اٹھتیں۔

''ہائے، میں صدقے۔ ماں قربان جائے۔ عباد! میرے شہزادے۔ لعنت میری اس خود ساختہ انا اور ناراضی پہ۔''

وسیم سیٹھی کے کندھے ڈھلکے، بھرپور شیر جوان بیٹے کے چھوڑ جانے پہ ایک بازو کٹا ہوا محسوس ہونے لگا وہیں زیاد جیسا ٹھنڈے مزاج کا شخص ماں کی گود میں بکھر سا گیا۔ اس کا دوستوں جیسا بھائی، دم ساز، وہم راز اسے یک لخت ہی تنہا کر گیا تھا۔

لوگ تعزیت کرتے اور وہ عباد کی زندگی کے آخری لمحات یاد کر کے اندر ہی اندر گھلتا جاتا۔ وہ شیروں جیسا بھائی، کیسے دنوں میں ڈھیر ہوا اور اب فقط مٹی کی ڈھیری تھا۔ وسیم سیٹھی ایک دم بوڑھے دکھائی دینے لگے کنپٹیوں اور بڑھی ہوئی ہلکی سی داڑھی میں سیاہ بالوں کے بیچ جھلکتے چاندی کے تار۔ وہ باقاعدگی سے ہمیشہ کلر میں ایسے چھپائے رکھتے کہ قریبی ملنے جلنے والوں نے بھی یہ سفیدی آج پہلی بار دیکھی۔ جوان بیٹے کی ناگہانی موت نے انہیں توڑ کر رکھ دیا تھا اور نزہت......

ان کا صدمہ بہت بڑا تھا۔ بیٹے کی دائمی جدائی تو سہہ ہی رہی تھیں ساتھ اپنی بے مروتی، بے جا انا اور ضد کے مارے اسے خود سے دور رکھنا اب انہیں تڑپا رہا تھا۔ دور ہی دور سے وہ ہمیشہ کے لیے اتنی دور چلا گیا تھا کہ اب کبھی بھی راضی نامہ نہ ہو سکتا تھا۔ وہ نزمین...... جسے وہ بھی دیکھنے کی بھی روادار نہ تھیں۔ اب ان کی زندگی میں خاندان میں کہیں نہ تھی لیکن پھر بھی دل کو سکون نہیں تھا۔

وہ عباد کو آوازیں دیتیں تڑپ تڑپ کر روتیں۔ ان کی حالت انتہائی خراب تھی زیاد نے ڈاکٹر کو گھر بلوا کر انہیں ذہنی و اعصابی سکون کے لیے مسکن دوا کا انجکشن لگوایا تب کہیں جا کر وہ غنودگی اور بے خبری کی آغوش میں گئیں اور پھر عباد وسیم سیٹھی اپنی تمام حسرتیں دل میں لیے رخصت ہو گیا۔ ایک قیامت تھی جس کا قیامت سے پہلے ہی ان لوگوں نے سامنا کر لیا تھا۔

''نزمین بھابی کے گھر والوں کو بھی اطلاع دینی چاہیے تھی۔'' زیاد کو چند دنوں بعد شدت سے اپنی کوتاہی کا احساس ہوا۔

''اب تو کوئی فائدہ ہی نہیں بلکہ انہیں سن کر شاید زیادہ اذیت ہو گی۔ آخری بار اپنی بیٹی کا چہرہ بھی نہیں دیکھ سکے وہ لوگ۔ جانے یقین بھی کرتے ہیں اس بات پر یا نہیں۔'' وسیم سیٹھی نے اس کے احساس ندامت کو کم کرنا چاہا۔ مگر زیاد کو نزمین کی بہن یاد آئی۔ حریم نام تھا اس کا یہ عباد نے بار بار اسے بتایا تھا وہ جاب کرتی تھی کسی کالج میں پڑھا رہی تھی۔ اسے تو ضرور ہی بتانا چاہیے تھا۔ وہ تو اپنی بہن سے بہت محبت کرتی تھی۔ والدین سے چوری بہن اور بھانجی سے ملنے بھی آ جاتی تھی۔

مگر خیر۔ اب کیا ہو سکتا تھا۔'' زیاد گہری سانس بھر کے رہ گیا۔ جانے والے خالی ہاتھ چلے گئے اور پیچھے رہ جانے والوں کے لیے ورثے میں بس دکھ، یادیں، تڑپ بے قراری اور آنسو چھوڑ گئے تھے۔

اسے عباد کی آخری دنوں میں کہی ایک ایک بات یاد تھی۔ مگر وہ ان تمام باتوں کی بازگشت سے بھاگتا پھرتا تھا۔ راتوں کو بے خوابی کا شکار ہونے لگا۔ جب سے پاکستان آیا تھا تب سے اب کا ہر پروگرام عباد کے ساتھ بنتا تھا اور اب جیسے وہ یک لخت ہی ''فارغ'' ہو گیا تھا یوں لگتا تھا دنیا کا ہر کام ہی ختم ہو گیا ہو۔ جیسے...... جیسے عباد

www.paklibrary.com
نہیں۔ وہ خود مر گیا ہو۔
لوگ تعزیت کے الفاظ دہراتے اور وہ دل ہی دل میں اپنے بھائی سے کیے آخری وعدوں کو۔

☆☆☆

اماں ایک دم ہڑبڑا کر نیند سے اٹھیں تو ابا نے قرآن پاک بند کر کے حیرت سے انہیں دیکھا۔ ماتھے پہ پسینے کی چمکتی بوندیں اور تیز چلتی سانس۔

''اللہ خیر۔'' انہوں نے خود کو نیند میں پا کر اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

''کیا ہوا نیک بخت! کوئی خواب دیکھ لیا؟''

''ہاں۔ بہت برا خواب تھا حریم کے ابا!'' ان کا دل ابھی تک بے ترتیبی سے دھڑک رہا تھا۔

''اللہ خیر کرے گا۔ اچھے برے خواب تو دکھائی دیتے ہی رہتے ہیں۔'' ابا نے انہیں تسلی دی تو انہوں نے دوپٹے سے چہرہ پونچھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ابا کے سامنے تو وہ چپ رہ گئیں لیکن ابا کے ناشتا کر کے جانے کے بعد وہ حریم کو بتائے بنا نہ رہ سکیں۔

''آج بہت برا خواب دیکھا تھا میں نے۔ میرے ہاتھوں میں کوئی قیمتی شے ہے۔ اچانک ایک گدھ مجھ پہ جھپٹا اور میرے ہاتھوں سے وہ چیز چھین کر اڑ گیا۔ اللہ پاک رحم فرمائے۔''

''صدقہ دے دیں اماں! سب مشکلات دور رہیں گی۔'' حریم نے ان کی پریشانی دیکھتے ہوئے مشورہ دیا۔

''ہاں۔ وہ تو تمہارے ابا کے ہاتھ بھجوا دیا تھا خالہ صغریٰ کو۔ پر دل بہت پریشان ہے۔ میری سب سے قیمتی چیز تو میری اولاد ہی ہے۔ اللہ پاک تم سب کو محفوظ و مامون رکھے۔'' اماں پژمردگی سے بولیں وہ ابھی تک اس خواب کے اثر سے نہیں نکل سکی تھیں۔

اس وقت تو حریم چپ ہو گئی مگر فارغ ہو کر جب دوپہر کو اپنے کمرے میں لیٹی تو اپنا موبائل اٹھا کر بے اختیار ہی نرمین کو کال ملا دی۔ کالج میں مڈٹرم کی وجہ سے اس کا رابطہ نرمین سے منقطع ہی رہا تھا۔ ابھی بھی نرمین کا نمبر آف آرہا تھا۔

''اُف...... عباد بھائی کا نمبر بھی لینا چاہیے تھا۔'' تین چار بار ٹرائی کرنے کے بعد حریم نے موبائل ایک طرف ڈالتے ہوئے تاسف سے سوچا۔ اس نے دل ہی دل میں اگلے روز کالج سے واپسی پر نرمین کی طرف چکر لگانے کا سوچ لیا تھا۔ کتنا عرصہ ہو گیا تھا گپلو سی میرب کو دیکھے۔ وہ سوچ کر مسکرا دی۔

''کیا بات ہے آپی! کیا سوچ سوچ کر مسکرا رہی ہیں؟'' طوبیٰ نے چائے کا کپ اس کے پاس رکھتے ہوئے چھیڑا تو وہ گڑبڑا گئی۔

''کچھ نہیں...... ویسے ہی۔ ایک اسٹوڈنٹ کی بات یاد آ گئی تھی۔'' حریم نے بات بنائی۔ پھر پوچھا۔

''اماں سو گئیں؟''

''نہیں۔ ابھی چائے دے کر آئی ہوں انہیں بھی۔'' طوبیٰ نے ڈائجسٹ اٹھا کر مطلوبہ کہانی کا صفحہ نکالتے ہوئے جواب دیا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر چائے کا گھونٹ بھرنے لگی۔

☆☆☆

''تم شادی کر لو زیاد! اب تو مجبوری ہے۔ میرب کو ماں کی ضرورت ہے۔'' نزہت نے ثریا کی گود میں ماں کے لمس کے لیے رو رو کر ہلکان ہوتی میرب کو بے بسی سے دیکھتے ہوئے زیاد سے کہا تو اس نے آگے بڑھ کر ثریا سے میرب کو لے لیا اور اسے شانے سے لگا کر چپ کرانے لگا۔ حیرت انگیز طور پر وہ دومنٹ کے اندر چپ ہو گئی تھی۔ زیاد کا دل دکھ سے بھرنے لگا۔ میرب چپ تو ہو گئی لیکن ابھی بھی وقفے وقفے سے سسکاری بھر رہی تھی۔

www.pklibrary.com

”مما پلیز! اس موضوع کو ابھی مت چھیڑیں۔“ زیاد نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ”دن ہی کتنے ہوئے ہیں اس حادثے کو۔“ ابھی پچھلے ہفتے عباد اور نرمین کا چالیسواں ہوا تھا۔

”جانتی ہوں میں...... لیکن میرب کی حالت بھی تو دیکھو۔ اسے سنبھالنا بہت مشکل ہو رہا ہے۔ اکیلی بچی بس ماں باپ کی عادی تھی۔ ہمارے تو پاس بھی مشکل سے آتی ہے۔“ نزہت خود بے بس تھیں ورنہ جس صدمے سے گزری تھیں ایسا سوچنا بھی ان کے لیے مشکل ہوتا۔

”میرے پاس آجاتی ہے آسانی سے۔ دن کو تو کھیلتی ہی رہتی ہے۔ رات کو میں پاس سلالوں گا اسے، آپ فکر مت کریں۔“ زیاد بمشکل بولا۔

”ہاں...... تم سے تو باپ کی خوشبو آتی ہوگی اسے۔ اتنے تو ملتے ہو عباد سے تم۔“ نزہت کی آنکھیں بھر آئیں بے اختیار ہی زیاد کے سر کی پشت پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس کی پیشانی اپنی طرف جھکا کر چوم لی۔

”میرا تو دل ہی نکال کے ساتھ لے گیا ہے وہ۔“ نزہت بیٹھ کر رونے لگیں تو زیاد نے ان کے شانوں پہ بازو پھیلاتے ہوئے اپنے ساتھ لگایا۔

”جو اللہ کی رضا تھی وہی ہوا مما! آپ بس ان دونوں کے لیے زیادہ سے زیادہ بخشش و مغفرت کی دعا کیا کریں۔ یہی چاہیے انہیں ہم سے۔“

”میرا دل نہیں کرتا اس عورت کے لیے دعا کرنے کو۔“ نزہت نے جلبلا کر نرمین کے بارے میں کہا۔

”مما!“ وہ سناٹے میں رہ گیا۔

”وہی لے گئی تھی میرے...... عباد کو مجھ سے دور۔“ نزہت نے نم آنکھوں سے کہتے ہوئے اپنی بے جاہٹ دھرمی کا ملبہ بھی نرمین پہ ڈال دیا۔

”جانے والوں کو اچھے لفظوں سے یاد کرنا چاہیے۔ مما! اس ٹاپک کو اب کلوز کر دیں۔ وہ اب اگلی دنیا کے مسافر ہیں۔“ زیاد کو ان کی سوچ کے انداز پہ افسوس ہوا۔

”میں بہت کوشش کرتی ہوں زیاد! پر میرے دل سے لگے زخم کا درد جاتا ہی نہیں۔“ نزہت بے آواز رونے لگیں۔ زیاد ضبط سے سرخ آنکھیں لیے ان کا سر تھپکتا انہیں خاموش تسلی دیتا رہا۔ اس ”زیاں“ کا اور کوئی ”خراج“ نہ تھا۔

ثریا نے میرب کو سلا دیا تو زیاد کے کہنے کے مطابق وہ اسے بیڈ روم میں چھوڑ گئی۔ نزہت کے پاس میرب سو تو جاتی لیکن آدھی رات کو جب دودھ پینے کے لیے جاگتی تو پھر ماں باپ میں سے کسی کو بھی پاس نہ دیکھ کر جو رونا شروع کرتی تو کسی بھی جتن سے چپ نہ ہوتی تھی۔ اب تین روز سے زیاد اسے اپنے پاس سلا رہا تھا۔ ثریا سے اس نے فیڈر میں دودھ بنانا سیکھ لیا تھا۔ میرب زیاد کی گود کی پہلے بھی عادی تھی تو آرام سے اس کے پاس سو جاتی۔ رات کو جاگتی تو فیڈر پی کر زیاد کی انگلی پکڑے اپنی بڑی بڑی حیران آنکھوں سے اسے دیکھتے دیکھتے سو جاتی۔ ایسے موقعہ پر کئی بار بے بسی کے مارے زیاد کا دل چاہتا مرد ہونے کے باوجود رو دے۔

”یا اللہ! کیسی کڑی آزمائش ہے یہ۔“ نزہت کو حوصلے کے ساتھ سمجھانے والا خود بے بسی کے دہانے پہ آکھڑا ہوتا۔

کبھی دل کرتا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر واپس بھاگ جائے۔ لیکن اب تو شاید تمام عمر واپسی ممکن نہ تھی۔ اس نے بھاری دل کے ساتھ عباد کے آؤٹ لٹ پہ جانا شروع کر دیا۔ وہاں جا کر وہ دن میں چھ سات مرتبہ گھر فون کر کے میرب کے کھانے سونے رونے کی بابت پوچھتا۔ آتے ہی میرب اسے ایسے چمٹتی جیسے وہی اس کا سب کچھ ہو۔ میرب کی محبت نے جیسے زیاد کے لیے عباد کا روپ دھار لیا تھا۔ یہ بچی اسے عباد جتنی ہی عزیز ہوگئی تھی۔

بے چاری اور مسکین۔ وہ زیاد کو ظلم سے نہ جانے کب تک... وہ اسے ایک رتی جتنی تکلیف بھی نہیں پہنچنے دینا چاہتا تھا۔

☆☆☆

رکشہ سے اتر کر کرایہ دیتی حریم سر اٹھا کر اس کثیر المنزلہ شان دار عمارت کو دیکھنے لگی۔ جہاں کے ایک مہنگے ترین فلیٹ میں اس کی بہن بھی رہتی تھی۔

بیگ میں بقیہ رقم رکھ کر زپ بند کرتی وہ اس عمارت میں داخل ہوئی لفٹ میں داخل ہو کر وہ مطلوبہ پورشن پہ آئی۔ اس بار حد ہی ہوگئی تھی اتنے دن ہو گئے تھے نہ وہ ادھر آئی نہ ہی نرمین نے رابطہ کرنے کی زحمت کی۔ وہ دل ہی دل میں نرمین سے شاکی تھی۔

''چلو میں تو جاب کی وجہ سے بزی تھی۔ اسے تو چاہیے تھا کہ کال یا میسج کر لیتی۔''

وہ جا کر نرمین سے جھگڑنے والی تھی مگر وائے قسمت۔ فلیٹ کی ڈور بیل بجا بجا کر اسے اندازہ ہوا کہ گھر میں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ حریم کی ناراضی اور بڑھی۔

''یہ محترمہ تو سیر پہ نکلی ہوئی ہیں یقیناً اسی لیے کوئی خیر خبر نہیں۔ ایسی بھی کیا بے رخی...... ہنہ...... پیسے والے لوگ۔'' حریم خفا سی ہو کر واپس لوٹی۔ خوامخواہ رکشے کے تین سو روپے آنے جانے میں ضائع ہوئے۔

''اب خود ہی واپس آ کر رابطہ کرے گی۔'' تمام راستے وہ خفگی سے سوچتی آئی۔ ''سسرال ہی نہ شفٹ ہو گئی ہو۔ اسے شوق بھی تو تھا جانے کا۔ کب سے عباد بھائی کے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔'' سوچوں کی اڑان جاری تھی۔ لیکن حریم مر کر بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ اس کی ماں کے خواب میں قیمتی چیز نرمین ہی تھی جو ان سے واپس چھین لی گئی۔ وہ قیامت تک یہ وہم نہیں کر سکتی تھی کہ نرمین اب اگلے جہان کے سفر پہ نکل گئی تھی۔ جہاں سے اس کی کوئی کال کوئی میسج نہیں آنا تھا۔

''اتنی دیر کر دی آج۔ میں تو پریشان ہی ہو گئی تھی۔'' اماں نے اسے دیکھتے ہی کہا تو حریم کا دل دھڑکا۔

''ابا آ گئے؟''

''وہ تو نہیں آئے۔ تم کہاں تھیں؟'' اماں بھی کچھ کچھ اپنا ہی جا رہی تھیں۔

''کالج میں تھی اماں! واپسی پہ رکشہ ٹریفک میں پھنس گیا تھا۔'' بول کر خود ہی زبان دانتوں تلے دبائی۔ اماں حیرت سے اسے دیکھنے لگیں تو وہ جلدی سے بولی۔

''آج وین والا لینے ہی نہیں آیا چھٹی کے وقت رکشہ لینا پڑا۔ تبھی تو دیر ہو گئی۔ بھوک بھی لگ گئی بہت زبردست والی۔ آج کیا پکا ہے؟''

''گوبھی آلو بنائے ہیں۔ منہ ہاتھ دھو کے آ جاؤ۔''

اماں اسے گھورتے ہوئے باورچی خانے کی طرف بڑھیں تو حریم شکر ادا کرتی اپنے کمرے میں گھس گئی۔

☆☆☆

نزہت نے اس پر شادی کے لیے زیادہ زور دیا تو زیاد بے بس ہونے لگا۔

عباد کی آخری وصیت کا سوچتا تو اپنی جان نکلتی محسوس ہونے لگتی۔ وصیت سے ہٹ کر کچھ کرتا اگر سوہان روح تھا تو اس کی وصیت پہ عمل کرنا بھی زیاد کو اپنی آدھی موت لگ رہا تھا۔ وصیت کیا تھی۔ عباد جاتے جاتے اپنی خواہش بتا کر فیصلہ اس کی رضا پہ چھوڑ گیا تھا۔

کیتھی اس کی زندگی کی کتاب سے ان پڑھے باب کی طرح چھوٹ گئی تھی لیکن پھر بھی اس کے علاوہ کسی اور کو شریک سفر بنانا زیاد کے لیے سوہان روح تھا۔ ادھر نزہت کی سوچ اپنی بھتیجی کی محبت سے آگے جاتی ہی نہیں

www.pklibrary.com

تھی۔

"میں زیاد سے شادی کرلوں گی لیکن...... اس میرب کے لیے آپ کوفل ٹائم ملازمہ ہی رکھنی ہوگی۔" مائرہ نے صفاچٹ انداز میں بتادیا تو نزہت سر پکڑ کر بیٹھ گئیں، کوئی بھی حالات کو سلجھنے نہیں دے رہا تھا۔ اور ان دنوں جب وہ تقریباً مائرہ کے لیے رضامندی دے ہی چکا تھا۔ اسے یکلخت احساس ہوا کہ اس کا فیصلہ بالکل غلط تھا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی میرب کے رونے کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔ لیپ ٹاپ کا بیگ وہیں صوفے پر پھینک کر ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہ تیز قدموں سے چلتا اس آواز کی سمت بڑھا جو میرب کے کمرے سے آرہی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھولتے زیاد کا ہاتھ بے ساختہ رکا۔

"کیا مصیبت ہے پھپھو! اس کا راگ تو ختم ہی نہیں ہورہا۔ کتنی دیر سے ایک فضول سی ضد کے پیچھے روئے جارہی ہے۔" مائرہ کی جھنجلائی ہوئی آواز سن کر اس نے لب بھینچے۔

"پیار سے بات کرو مائرہ! بچی ہے پیار کی بات سمجھے گی۔ مجبوری ہی سہی مگر بھانجی تو ہے نا۔"

"ہر وقت تو ماما ماما کی رٹ لگائے رکھتی ہے۔ اب اور کتنا پیار سے بات کروں صبح سے شام ہوجاتی ہے اس کے پیچھے اور اس کے مزاج ہی نہیں ملتے۔" ناگواری مائرہ کی آواز سے ظاہر تھی۔ گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا تو اسے دیکھ کر مائرہ کے تاثرات جادوئی انداز میں بدلے۔

"دیکھو نا اسے، مجال ہے جو یہ کہنا مان جائے۔ بے وجہ روئے چلی جارہی ہے۔" وہ اس سے میرب کی شکایت لگانا چاہتی تھی لیکن اس کی طرف ذرہ برابر بھی توجہ دیے بنا وہ تیزی سے روتی مچلتی میرب کی طرف بڑھا۔ میرب اسے دیکھتے ہی باہیں اٹھا کر اس کی گود میں چڑھ آئی۔

"کیا ہوگیا لعل فیری۔ کیوں رو رہی ہے میری پرنسس؟" زیاد کا انداز اس قدر بے اختیارانہ تھا کہ مائرہ نے تپ کر نزہت پھپھو کو دیکھا تو وہ نظر چرا گئیں۔ پھر بھتیجی کی حمایت میں ناگواری سے بیٹے کو سمجھانے لگیں۔

"ہمارا کہنا تو یہ مانتی نہیں تم نے بہت سر پہ چڑھا رکھا ہے اسے۔ تمہارا بے جا لاڈ پیار اسے ضدی بنا رہا ہے۔"

"بے جا؟" سسکتی ہوئی میرب کو شانے سے لگائے وہ ان کی طرف متوجہ ہوا۔ تحیر سے بھنوؤں کو جنبش دے کر پوچھا پھر گویا وضاحت کی۔

"یہ پیار اس کا حق ہے ممّا! اسے حق ہے کہ یہ لاڈ نخرے دکھائے۔ یہ تو بچی ہے محض دو سال کی اسے کیا پتا۔ یہاں تو بڑے بڑوں کے نخرے اور ضدیں ختم نہیں ہوئیں ابھی تک۔" ایک نظر تنے تاثرات لیے سینے پر بازو لپیٹے کھڑی مائرہ پر ڈال کر وہ میرب کو شانے سے لگائے کمرے سے نکل گیا تھا۔

"دیکھ لیا آپ نے پھپھو! اس کل کی بچی کی خاطر کتنی جلی کٹی سنانے لگا ہے مجھے اور آپ کہتی ہیں کہ اس ڈیڑھ فٹی فتنی کے نخرے اٹھاؤں میں۔" زیاد کے جاتے ہی مائرہ نے پھٹ پڑنے والے انداز میں کہا۔ میرب کے لیے استعمال کیے جانے والے الفاظ سے اس کی بےزاری ٹپک رہی تھی۔

"بچی ہے وہ مائرہ! اتنی اتنی عمر کے بچے بات بات پر ماں سے ضدیں ہی کرتے ہیں اور پھر اپنی اولاد کا کیا کروں میں۔ اسے تو کچھ اور دکھائی ہی نہیں دیتا سوائے اس بچی کے۔ میرا اپنا بس چلتا تو گورنس رکھ لیتی اس کے لیے۔"

"مگر میں اس کی ماں نہیں ہوں پھپھو!" وہ زور دے کر بولی۔

"اس حقیقت سے نظریں چرانے سے کوئی فائدہ نہیں مائرہ! جو لڑکی بھی اس سے شادی کرے گی وہ میرب کی ماں ہی بنے گی۔ یہ بات وہ مجھے صاف لفظوں میں کہہ چکا ہے۔" انہوں نے آج اسے سنجیدگی سے باور کرا ہی

www.pklibrary.com

دیا۔

"واٹ؟" مائرہ کو شدید اعصابی جھٹکا لگا۔

"آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ اسے بیوی نہیں بلکہ اس بچی کے لیے ماں چاہیے؟"

نزہت نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"میں اسے ہر طریقے سے سمجھا کر دیکھ چکی ہوں۔ اب اس سے مایوس ہو کر تمہیں سمجھا رہی ہوں مائرہ! کیا فرق پڑتا ہے تھوڑی قربانی دے کر اپنی لائف بہتر کرنے سے۔ کسی ضد کے پیچھے اپنی لائف برباد مت کر لینا۔ چلتی پھرتی خود سے کھاتی پیتی بچی ہے کون سا گود میں اٹھا کر پالنے والی ہے۔"

"تو وہ اس کے لیے گورنس کیوں نہیں رکھ لیتا پھپھو! ساری دنیا ایسے ہی کرتی ہے۔ خوامخواہ چھوٹی سی بات کا ایشو بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔" مائرہ زچ آگئی۔

"یہ سب باتیں اور بحث ان چھ ماہ میں ہم ہزاروں بار کر چکے ہیں وہ میرب کے معاملے میں حد سے زیادہ حساس ہے اور اس کے معاملے میں وہ کسی گورنس پر اعتبار نہیں کرتا۔" نزہت نے نرمی سے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی، بھتیجی کی ضد اور ہٹیلے پن سے بھی وہ اچھی طرح واقف تھیں۔

"میں خود اس کا دماغ ٹھکانے لگاؤں گی۔ سمجھتا کیا ہے یہ خود کو۔" وہ بڑبڑا رہی تھی نزہت اسے مزید سمجھانا عبث جان کر گہری سانس بھر کر رہ گئیں۔

☆☆☆

زیاد اپنے دوستوں کو کہہ کر آیا تھا کہ جونہی کیتھی کے بارے میں کوئی خبر ملے اسے فوراً آگاہ کریں۔ سب کے پاس زیاد کا رابطہ نمبر اور گھر کا ایڈریس تک موجود تھا لیکن کیتھی تو نا جانے دنیا کے سمندر میں کہاں کھو گئی تھی۔ بیڈروم سے ملحق بالکنی میں کھڑا وہ سینے پہ بازو لپیٹے ایک ٹک سامنے سڑک پہ گزرتی گاڑیوں کی جلتی بجھتی روشنیوں پہ بے تاثر نگاہیں جمائے ہوئے کھڑا تھا۔

اس کے کانوں میں نزہت اور مائرہ کے مابین ہونے والی گفتگو گونج رہی تھی

"پھپھو! خدا کے لیے۔ آپ ہی سمجھائیں اپنے بیٹے کو۔ میں اس ذلیل عورت کی نشانی کو ایک گھنٹہ برداشت نہیں کر سکتی اور وہ چوبیس گھنٹے کے لیے اسے میرے سر پر تھوپنا چاہتا ہے۔" مائرہ کا غصے سے برا حال تھا۔

"ابھی وہ کچھ سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں ہے مائرہ! اور سمجھانے کا کیا کہتی ہو۔ میں نے تو یہاں تک کہا تھا بچی کو اس کے ننھیال کے حوالے کر آؤ۔ مگر اس کی اٹیچ منٹ تم جانتی ہو۔" نزہت خود بھی تنگ تھیں بیٹے کی ضد سے مگر یہ اس کی فطرت تھی شاید مائرہ کو معلوم نہیں تھا کہ عادتیں بدلی جا سکتی ہیں فطرت نہیں۔

"تم ہی کچھ کمپرومائز کر لو مائرہ! وہ ہاتھوں سے نکل جائے گا ضد کے کھیل میں۔" نزہت بیٹے کی فطرت سے خوب آگاہ تھیں اور بھتیجی کی ضد سے بھی۔

"کیا کمپرومائز کروں؟" وہ پھٹ پڑی۔ "میرب کو دیکھتی ہوں تو میرا خون کھولنے لگتا ہے پھپھو! یوں لگتا ہے جیسے میری سوکن کی بیٹی میرے سامنے آگئی ہو نفرت ہے مجھے اس فتنی سے۔" وہ تلخی سے بولی۔

"یا تو اس فتنی سے نفرت کر لو یا پھر اس کے باپ سے محبت مگر میری ایک بات یاد رکھنا مائرہ! میرب وہ پل ہے جسے پار کر کے ہی تم منزل تک پہنچ سکتی ہو ورنہ اس پار ہی بھٹکتی رہو گی اور یقین مانو میں بھی کچھ نہیں کر سکوں گی باوجود اپنی پوری کوشش کے۔"

"خدا کے لیے پھپھو! کوئی راستہ نکالیں ایک بار پھر میں وہیں کھڑی ہوں اسی بند گلی میں جہاں پہلے اس کی ماں میری زندگی اجاڑنے کا باعث بنی اور اب میرب...... میں اب زیاد کو کھونا نہیں چاہتی لیکن میں اس عورت کی

www.pklibrary.com

''زندہ یاد'' کو ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے چلتے پھرتے بھی نہیں دیکھ سکتی اور اس پر — زیاد کا میرب کی ہر ہر بات پر فدا ہونا۔ میرے لیے تو اس کے پاس ابھی سے وقت نہیں ہے اگر یہ ''قیامت'' مستقل ہمارے سروں پر مسلط رہی تو وہ تو کبھی مجھے دیکھے گا بھی نہیں۔'' مائرہ کی آواز آخر تک آتے آتے بھرا گئی نزہت نے گہری سانس بھری۔ سچ بات تو یہ تھی کہ وہ بھی اس معاملے پر بہت پریشان تھیں مگر فی الحال تو کوئی راہ سجھائی نہیں دے رہی تھی۔

''پھپھو! آپ اپنی اسی بات کو فوکس کریں اور اس سے کہیں کہ میرب کو اس کے ننھیال کے حوالے کر دے۔''

مائرہ نے انہیں پھر سے اکسایا تو وہ اسے تسلی دینے لگیں۔

''تم فکر مت کرو۔ میں اس کے ڈیڈی سے بات کرتی ہوں ہو سکتا ہے ان کے سمجھانے سے ہی کوئی راستہ نکل آئے۔'' نزہت نے مائرہ کے جلتے دل پہ پھاہا رکھنے کے لیے تسلی دی لیکن نزہت نہیں جانتی تھیں کہ میرب کو اس کے ننھیال کے حوالے کرنے کا مشورہ دے کر وہ کس سوئے ہوئے فتنے کو جگا رہی ہیں۔

''مائرہ کسی طور بھی میرب کو قبول نہیں کر سکتی مما! اور میں اسے کام والیوں کی گود میں نہیں پلنے دے سکتا۔'' زیاد نے ان تین ماہ میں نزہت کے کہنے کے مطابق مائرہ کو ہر موقع دے کر دیکھ لیا تھا۔

''بچے گورنس کے پاس بھی اچھے سے پل جاتے ہیں زیاد! ہماری سوسائٹی میں تو آدھے سے زیادہ بچے گورنس ہی پالتی ہے اب۔''

''میرو کو آپ نے دیکھا ہے مما! وہ ثریا یا نسرین سے بہل کر سو تو جاتی ہے لیکن رات کو درمیان میں اگر جاگ جائے تو پھر جو رونا شروع کرتی ہے اس کا کوئی حل نہیں ان دونوں کے پاس۔ وہ صرف میرے پاس اچھی طرح سوتی ہے تو کیا شادی کے بعد میرب کو کام والیوں کے حوالے کر دوں؟ یعنی جس کے لیے شادی کرنی ہے اسی کا کانٹا نکال دوں۔ واہ..... کیا سوچ ہے مائرہ بی بی کی۔'' وہ تلخ ہوتے ہوئے جھلایا۔ تو نزہت گڑبڑا ئیں۔

''آپ اپنی بھتیجی کی فطرت اچھی طرح سے جانتی ہیں۔ وہ میرب کے بارے میں جو کچھ سوچتی ہے وہ میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں ایک ایک لفظ اپنے کانوں سے سن چکا ہوں مما! اب بس۔ مزید کچھ نہیں۔'' نزہت سن ہوئیں۔

''شادی تو مجھے کرنی ہی ہے۔ اپنے لیے نہ سہی میرو کے لیے سہی۔'' زیاد نے کہا تو وہ جلدی سے بولیں۔

''تم سے پہلے بھی کہا ہے زیاد! میرو کو اس کے ننھیال والوں کے حوالے کیوں نہیں کر دیتے۔ نانی خالہ کوئی تو ہو گی اسے سنبھالنے والی۔''

''اب میں نے بھی یہی سوچا ہے مما! مائرہ اس قابل نہیں کہ میرب کو ایک ماں کا پیار دے سکے۔ عباد کی آخری خواہش بھی یہی تھی کہ میرو کو اس کی خالہ کی کسٹڈی میں دے دیا جائے۔ وہ میرب سے بہت پیار کرتی ہے۔'' زیاد نے آزردگی سے بتایا تو نزہت کھل اٹھیں۔

''تو بیٹا اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ تم نے یونہی سب کو امتحان میں ڈال رکھا ہے۔ تمہیں فوراً عباد کی آخری خواہش پوری کرنی چاہیے۔ روپیہ پیسہ سب ہم دیں گے اپنی پوتی کی پرورش کے لیے۔ کسی چیز کی کمی نہ ہو گی۔'' نزہت خوش ہوئیں سانپ بھی مر رہا تھا اور لاٹھی بھی ٹوٹنے سے بچ رہی تھی۔ انہیں اور کیا چاہیے تھا۔ میرب اپنی خالہ کے پاس چلی جاتی تو آسانی سے زیاد اور مائرہ کی شادی ہو سکتی تھی۔ زیاد کو ماں کی بے حسی پہ تاسف ہوا۔

''میرو وہاں نہیں جائے گی مما!'' وہ تحمل سے گویا ہوا۔

''اچھا.....'' وہ حیران ہوئیں۔ پھر اندازہ لگاتے ہوئے اطمینان سے بولیں۔ ''تو وہ میرب کی گورنس بن

www.pklibrary.com

کے یہاں رہے گی۔"

"میرب کی گورنس نہیں مما! میری بیوی اور میرب کی ماں بن کر۔" سیٹھی ہاؤس کی چھت نزہت کے سر پہ آگری تھی۔ ان کی آنکھیں پھٹیں۔

"یہی عباد کی آخری خواہش یا وصیت تھی۔ میں پھر بھی مائرہ کو چانس دینا چاہتا تھا لیکن وہ کبھی بھی میرب کو قبول نہیں کر سکتی اور یہ بات آپ بھی اچھی طرح جانتی ہیں۔" وہ کہہ رہا تھا اور نزہت بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"یہ کیا فضول باتیں کر رہے ہو زیاد؟" بمشکل ان کی آواز نکلی۔

"سچ کہہ رہا ہوں مما! اور یہ سب ایسے ہی ہو گا جیسی عباد کی خواہش تھی۔ میں اس کی روح کی بے چینی کا سبب نہیں بننا چاہتا۔" وہ سنجیدہ تھا۔ اور نزہت کا دل چاہ رہا تھا اپنے بال نوچنا شروع کر دیں۔

"دماغ تو خراب نہیں ہو گیا تمہارا۔ میں مائرہ کو سمجھاؤں گی وہ میرب کو قبول کر لے گی۔"

"یہ دل کے معاملات ہوا کرتے ہیں مما! کسی کے ڈالنے سے دل میں جذبات نہیں ڈالے جاتے۔" زیاد نے انہیں نرمی سے منع کر دیا تھا، نزہت اسے بے بسی سے دیکھ کر رہ گئیں۔

پچھلے تین روز سے حریم ایک مخصوص گاڑی کو اپنی وین کے پیچھے آتا محسوس کر چکی تھی۔ اس کی وین میں اس کے علاوہ کالج کی لڑکیاں بھی تھیں۔ وہ یہی سمجھی کہ ان میں سے کسی کا پیچھا کیا جاتا ہے مگر آخری اسٹاپ اسی کا تھا اور جب وہ اپنے دروازے کے سامنے اترتی تو وہ ڈارک براؤن شیشوں والی گاڑی بھی اس کی وین سے ذرا پیچھے رکتی اور اس کے گھر جانے تک وہیں کھڑی رہتی۔ شروع کے تین دن تو ایسے وہم سا ہی رہا مگر گزرے ایک ہفتے میں مسلسل یہ روٹین برقرار رہنے پر اسے یقین ہو گیا کہ بدنامی اور بدقسمتی ایک بار پھر اس کے پیچھے لگ چکی ہے۔

حریم کا روم روم خوف میں مبتلا ہو گیا۔ نرمین کے گھر سے جانے کے بعد سے ابا کا رویہ اس قدر شک اور غضب سے بھر گیا تھا کہ انہیں اس بارے میں کچھ بتانا ہی قیامت لانے جیسا تھا، ہیں اماں! تو وہ اب ویسے ہی ابا کی آنکھوں سے دیکھنے لگی تھیں۔ حریم بس اللہ ہی سے فریاد کرتی رہی کہ اس مشکل کو ٹال دے۔

☆☆☆

"سر...... ایڈ ٹیلو ہیں۔ نام حریم مصطفیٰ...... مصطفیٰ احمد والد کا نام ہے چیمہ کالونی میں رہائش ہے مکان نمبر پندرہ۔ ذوالفقار عرف زلفی سے منگنی ہو چکی ہے میڈم کی اور ایک آدھ ماہ تک شاید شادی بھی متوقع ہے۔" زیاد کے سامنے پیپر رکھتے ہوئے ڈرائیور نے تفصیل بھی بتائی۔ زیاد نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہ آفس کا دروازہ کھولتا باہر چلا گیا۔

پیپر اٹھا کر زیاد نے اس پہ لکھی تحریر پہ نظر ڈالی۔ وہاں وہی سب کچھ لکھا تھا جو ابھی ڈرائیور نے اسے بتایا تھا۔ وہ پر سوچ نظروں سے کاغذ پہ لکھی تحریر کو دیکھنے لگا۔ کیا صحیح تھا کیا غلط۔ وہ نہیں جانتا تھا لیکن جو وہ کرنے جا رہا تھا شاید وہ صحیح کو غلط کر دیتا یا شاید غلط کو صحیح۔

اس نے پیپر پہ لکھا موبائل نمبر دیکھا۔ اس کی پیشانی پہ بل پڑے۔ اپنا موبائل اٹھا کر زیاد نے اس میں وہ نمبر محفوظ کیا اور پھر اس نمبر پہ کال کی۔ کچھ ہی دیر میں کال ریسیو کر لی گئی۔

☆☆☆

"تمہاری بھتیجیوں نے تو قسم ہی کھالی ہے اماں! کہ میرا گھر نہیں بسنے دینا۔" زلفی نے گھر آتے ہی تماشا لگا دیا تھا۔ نصرت نے گھبرا کر دل پہ ہاتھ رکھا۔

www.pklibrary.com

''منحوس! پوری بات تو بتا۔ کیا آتے ہی تو نے بندروں کی طرح ناچنا شروع کر دیا ہے۔'' پھپھا کے سامنے اسے خاموش رہنے کا اشارہ بھی نہیں کر سکتی تھیں، سو اس پہ الٹ پڑیں۔ وہ تو اب اس اسٹیج پر تھے کہ مصطفیٰ احمد کی بیٹیوں کی ذرا سی بات سنتے اور بم کی طرح پھٹ پڑتے لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ اس گدھے زلفی کو یہ نازک بات کون بتاتا کہ باپ کے سامنے حریم کے بارے میں کچھ الٹا سیدھا بکنا اپنے ہی پاؤں پہ کلہاڑی مارنے کے مترادف تھا۔

''آج فون آیا ہے مجھے۔ اس کے کسی عاشق کا۔ کہہ رہا تھا حریم کا پیچھا چھوڑنے کا کیا لو گے؟'' زلفی روہانسا ہو رہا تھا۔ کمرے میں ایک دم خاموشی چھا گئی، بات ان کی سوچ سے کہیں زیادہ گمبھیر نکلی تھی۔

''کم بخت۔ تیرے ہی کسی دوست نے یہ بے ہودہ مذاق کیا ہوگا۔'' نصرت ہوش میں آ کر تیز لہجے میں بولیں تو زلفی نے شدت سے نفی میں سر ہلایا۔

''اور کیا کہہ رہا تھا؟'' پھپھا کی تیوری پر بل پڑ چکے تھے نتھنے مارے غصے کے پھولنے پچکنے لگے۔

''اور بھی کئی دھمکیاں دے رہا تھا کہ یہ منگنی توڑ دو ورنہ اچھا نہیں ہوگا اور یہ کہ ایک پڑھی لکھی سمجھ دار لڑکی کی زندگی برباد کر رہا ہوں میں۔'' زلفی کو رونا آ رہا تھا۔ زیاد نے یقیناً دو ٹوک ہی بات کی تھی تبھی وہ گیدڑ بنا ہوا تھا۔

''میں تو پہلے ہی اس رشتے کے حق میں نہیں تھا مگر تم ماں بیٹے کو شوق تھا پڑھی لکھی بہو گھر لا کر اس کی کمائی پہ عیش کرنے کا۔ کرلو عیش اور برداشت کرو ساتھ اس کے عاشقوں کی لائن کو بھی۔'' پھپھا نے دانت پیسے۔

''زلفی کے ابا! حد کرتے ہیں آپ بھی۔ اتنی معصوم بھتیجی ہے میری۔ کوئی غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے کسی کو۔ ہزار دشمن ہوتے ہیں بندے کے۔'' نصرت انہیں کسی انتہائی اقدام تک پہنچنے سے پہلے ہی روکنا چاہتی تھیں، میٹھے لہجے میں بولیں تو انہوں نے خوں خوار نظروں سے بیوی کو دیکھا۔

''پہلے والی بھی اتنی ہی معصوم لگتی تھی تمہیں۔ جب تک کہ گھر سے بھاگ نہیں گئی۔'' ان کا طنز پھپھو کو تڑپا گیا۔

''اے لو...... تو اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ باقی بھی۔'' وہ منمنائیں۔

''حالات تو یہی بتا رہے ہیں۔'' وہ تلخ ہوئے۔ ''کل جا کے انگوٹھی منہ پہ مار کے آؤ ان کے اور کوئی شریفوں کی بچی بیاہ کے لاؤ گھر میں ورنہ بے شک ساری عمر کنوارہ بٹھائے رکھو اسے۔''

پھپھا نے دبنگ لہجے میں فیصلہ سنایا تو زلفی کے پیروں تلے سے زمین کھسکی۔ نصرت نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا جس نے منٹوں میں بنا بنایا کھیل بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔

''کمبخت مارے۔ ذرا دیر اور صبر کر لیتا تو کیا ہو جاتا۔ اب کنوار کو ٹھا ڈال کے بیٹھنا ساری عمر۔ چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی حریم جیسی تو نہ ملے گی۔'' پھپھا کے جاتے ہی نصرت نے بیٹے پر چڑھائی کی تھی۔

''مجھے دکھ ہی اتنا تھا۔'' وہ احتجاجاً بولا۔ ''کوئی جو لڑکی اچھی نکلی ہو ماموں کی۔''

''گالیاں دیتا اس کمینے کو۔ کچھ دھمکیاں تو بھی لگا دیتا تو دوبارہ ہمت نہ ہوتی اس کی فون کرنے کی۔'' نصرت ہاتھ مل رہی تھیں۔

''اور ابھی پوری بات بتائی کہاں ہے میں نے۔ ابا کے ڈر سے۔'' اس نے روہانسا ہو کر کہا تو نصرت چونکیں۔

''کون سی پوری بات؟''

''اسے گالیاں بھی دیں اور دھمکیاں بھی لگائیں میں نے...... لیکن فون کال کے آدھے گھنٹے بعد اس بندے نے اپنے ڈرائیور اور گارڈ کو بھیج دیا۔ میرے سامنے بیٹھ کے دھمکیاں دے کر گئے ہیں مجھے۔ دفع کرو

www.urdusoftbooks.com

اماں! کل ہی جا کر انکار کرکے آؤ اس رشتے سے۔ مجھے اپنی جان بہت پیاری ہے۔" زلفی خوف زدہ تھا نصرت مارے حیرت کے گال پہ انگشت شہادت رکھے اسے دیکھنے لگیں۔

"ہوش میں تو ہو۔ کیا بکواس کر رہے ہو؟" بے یقینی سے کہا۔

"صحیح کہہ رہا ہوں اماں! کوئی بڑا پیسے والا بندہ پھانسا ہے تمہاری بھتیجی نے۔ یہ بڑی گن پکڑی ہوئی تھی اس کے گارڈ نے اور مجھے مرنے کا کوئی شوق نہیں زندہ رہوں گا تو ہی شادی بھی ہوگی نا۔" زلفی بدکا ہوا تھا۔ نصرت سر تھام کر بیٹھ گئیں۔

"اتنی مشکلوں سے یہ رشتہ لگا ہوا تھا زلفی! تو ہے ہی منحوس۔ تیری قسمت میں ہی نہیں کہ تو بیٹھ کے بیوی کی کمائی کھائے۔"

"میں منحوس نہیں اماں۔ تمہاری بھتیجیوں نے ہی بے شرمی میں پی ایچ ڈی کر رکھی ہے۔"

زلفی اترے چہرے کے ساتھ تلملا کر بولا۔ کیا کیا منصوبے نہ بنا لیے تھے حریم کی کمائی اڑانے کے۔ دوستوں میں الگ اب پھر سے ہنسی اڑنے والی تھی۔

"اسے تو میں کل ہی جا کر پوچھتی ہوں۔ ڈائن بھی سات گھر چھوڑ کر وار کرتی ہے۔ ان فتنیوں کو میرا ہی گھر ملا برباد کرنے کو۔" نصرت کا پارہ آسمان کو چھونے لگا۔

☆☆☆

گھر آتے ہی اسے جو الزام سننے کو ملا اس نے حریم کو گنگ کر ڈالا۔

"اماں! مجھے تو پتا بھی نہیں۔ کون کس نے فون کیا زلفی کو؟ جھوٹ بولتا ہے بکواس کرتا ہے وہ۔"

"نصرت انگوٹھی اور کپڑے پھینک کر گئی ہے۔ دھمکیاں لگائی ہیں کسی نے زلفی کو کہ اگر تم سے شادی کی تو اپنے پیروں پہ چل نہیں پائے گا۔" اماں شاکی اور بے یقین نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ حریم کی رنگت فق پڑی اور ٹانگوں سے جان نکلتی محسوس ہوئی تو وہ بستر پہ گر سی گئی۔ طوبیٰ بھاگ کر اس کے لیے پانی لائی تھی۔

"آپ کو پتا ہے اماں! میں نے اپنی مرضی سے زلفی کے رشتے کے لیے ہاں کرنے کو کہا تھا۔ پھر میں کیوں یہ سب کروں گی؟" حریم گھگھیائی۔

"مجھے تو بس اتنا پتا ہے کہ ایک بار پھر میرا گھر آندھیوں کی زد میں ہے۔" اماں نے سسکی بھری۔ تو حریم کا دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

"زاہدہ! اس سے کہو۔ سیدھے راستے بلائے اس کو۔ چار کلمے پڑھوا کے رخصت کردوں گا اسے۔" ابا ٹوٹ گئے تھے۔

"ابا! میرا یقین کریں۔ میں نے کسی کے ذریعے فون نہیں کروایا اور نہ ہی میں کسی زیاد نام کے بندے کو جانتی ہوں۔" حریم کی رنگت فق تھی اور لہجہ گڑگڑانے والا تھا۔ ابا بالکل خاموش تھے۔ لب یوں ایک دوسرے میں پیوست جیسے اب کبھی کچھ نہ بولنے کی قسم کھالی ہو۔

اور حریم کا تو سوچ سوچ کر دماغ پھٹنے لگا تھا کہ آخر یہ زیاد ہے کون؟ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ "زیاد وسیم یکتھی" کا کارنامہ ہو سکتا ہے۔ ایک بار تعارف کے دوران ہی شاید اس نے نرمین سے اس کا نام سنا ہوگا تب ہی تو ذہن سے محو بھی ہو چکا تھا، دوبارہ کبھی اس کا ذکر ہی نہیں ہوا ان دونوں کے درمیان۔ اس لیے حریم کا بھولے سے بھی نرمین کے دیور کی طرف دھیان نہیں گیا۔ وہ تو ابا کے سامنے اس "پیشی" پر ہی ڈوب مرنے والی ہو رہی تھی۔

Khawateen Digest August 2021

www.pklibrary.com

”آپ اس کی بات کا یقین کرلیں۔ اب کوئی بھی للو پنجو اٹھ کر ایسی بات کہے گا تو کیا ہم یقین کرلیں گے اس کی بات کا۔“ حریم کے جانے کے بعد اماں نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔

”آگ ہوتی ہے تو دھواں اٹھتا ہے زاہدہ بیگم! ایسے گرے پڑے تو ہم کبھی نہیں تھے کہ کوئی بھی اٹھ کر ہماری عزت اچھال دیتا۔ یہ سب ہماری بدنصیبی ہے۔ جو ہماری اولاد کی شکل میں ہمارے سامنے آئی ہے۔“ ابا ڈھے گئے تھے۔

”کوئی للو پنجو اٹھ کر ایسی بات کرتا تو منہ توڑ دیتا میں اس کا۔ امیر کبیر باپ کا بیٹا ہے۔ نام ہے پورے شہر میں ان کا اور کاروبار بھی۔“

اماں ساکت رہ گئیں تو نرمین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حریم نے بھی اپنی زندگی کا امیر و کبیر ساتھی ڈھونڈ لیا تھا۔ انہوں نے شکوہ کناں نظروں سے حریم کی طرف دیکھا تو وہ بے دم ہوگئی۔

”یہ سب جھوٹ ہے اماں! یقین کریں۔ میں کچھ بھی نہیں جانتی۔“

اس کے پاس اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے الفاظ کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ مگر بعض اوقات الفاظ سے زیادہ بے مول اور کچھ نہیں ہوتا کیونکہ ان میں اعتماد کی کمی ہوتی ہے۔

☆☆☆

نزہت کا سر درد کے مارے پھٹنے کو تھا۔ زیاد کی بے جا ضد اور اٹل انداز بتا رہے تھے کہ وہ اپنی بات منوا کر رہے گا میرب کو ننھیال کے حوالے کرنے والا مشورہ خود ان ہی کے گلے پڑ گیا تھا۔ مائرہ سے وہ اس قدر متنفر ہوا تھا کہ شادی کے لیے اس کا نام بھی سننا نہیں چاہتا تھا۔

”میں عباد کی آخری خواہش پوری کرنا چاہتا ہوں ڈیڈ!“ اس نے دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ سنایا۔

”اور میں...... میری کوئی خواہش نہیں؟ میری زبان کا کوئی پاس نہیں تمہیں؟“ نزہت جلبلائیں۔

”میں میرب کے لیے شادی کر رہا ہوں مما! اور مائرہ صرف مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ بات یہیں ختم ہوئی۔ مجھے میرب کے لیے ماں چاہیے۔ بیوی تو کوئی بھی بن سکتی ہے میری۔“

زیاد نے فیصلہ کن انداز میں کہا اس کے آگے کا کڑا مرحلہ۔ نزہت کے آنسو، ایموشنل بلیک میلنگ اور شور شرابا، سب زیاد نے بڑے حوصلے اور صبر سے برداشت کیا تھا لیکن اپنی بات پر ثابت قدمی سے ڈٹا رہا۔

”اگر آپ کو مجھ پہ اعتراض ہے اور میرب کو بھی نہیں دیکھنا چاہتیں تو میں اسے اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔ پیپرز بنوالیتا ہوں اس کے بھی۔“ یہ آخری حربہ تھا اس کے پاس نزہت کو منانے کا۔ ایک بیٹے کی جدائی میں تڑپتی ماں دوسرا بیٹا کھونے کی ہمت نہیں رکھتی تھیں۔ چپ کر گئیں۔

”بے وقوفی مت کرو نزہت! وہ بھائی کی محبت میں جذباتی ہو رہا ہے۔ بہت گہرا صدمہ دیکھا ہے اس نے۔ آخری وقت میں دن رات ساتھ رہا ہے عباد کے تو اس کی باتوں کا ذہن پر اثر بھی گہرا ہوا ہے۔ اسے کرنے دو جو وہ کرنا چاہ رہا ہے۔“

”یعنی پہلے ایک بہن میرا بیٹا لے اڑی۔ اب دوسری کے حوالے اپنا دوسرا جگر کا ٹکڑا کردوں؟“ نزہت بلک اٹھیں مگر وہ اتنی بات ضرور سمجھ گئی تھیں کہ زیاد اپنے جی میں آئی ضرور پوری کرے گا۔

”اس کی بات مان لوگی تو تسلی رہوگی۔ بیٹا نظروں کے سامنے رہے گا۔ پہلے اسی ضد کے ہاتھوں ایک بیٹا گنوا چکے ہیں ہم۔ کیا ملا سوائے پچھتاوے اور جدائی کے۔ دوبارہ اس راہ پہ قدم مت رکھو۔“

وسیم صاحب کو تو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، وہ کسی بھی ایکس وائی زیڈ سے شادی کرلیتا، وہ صرف اپنے بیٹے کا گھر بستا دیکھنا چاہتے تھے۔ اصل دکھ تو نزہت کا تھا جو اپنے بھائی بھابھی سے نہ صرف زیاد اور مائرہ کے رشتے کی

www.pklibrary.com

بات کر چکی تھیں بلکہ مائرہ کے ساتھ تو ان کا رویہ بالکل ایسا ہی تھا جیسے آج کل میں وہ بس ان کی بہو بن کر اس گھر میں آنے والی ہو۔ وہ درد سے پھٹتا سر لیے وہیں لیٹ گئیں۔

☆☆☆

"یہ کیا کر رہے ہیں حریم کے ابا!" ان کی بات سن کر اماں دنگ رہ گئیں۔

"نصرت تو واویلا مچا دے گی پورے خاندان میں۔ یہ رشتہ کر کے تو آپ اس کی باتوں کو سچ ثابت کر دیں گے۔"

"تو کیا کروں۔ انتظار کروں اس بیٹی کے بھی بھاگنے کا؟" وہ زہر خند ہو رہے تھے۔ "بہتر ہے کہ چار بندے بلوا کر جس کے ساتھ چاہتی ہے رخصت کر دوں۔ مزید ذلت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا میں۔"

"پر کون لوگ ہیں۔ ذات برادری؟"

"پہلی کون سا ذات برادری دیکھ کر نکلی تھی۔" ان کا لہجہ کٹیلا تھا۔ ان کی بات نے اماں کا سر جھکا دیا۔

"میں ہار گیا ہوں زاہدہ! اپنی اولاد کی خودسری سے۔" ابا کی آواز کپکپائی۔

"ایسا مت کہیں۔" اماں کا دل لرزنے لگا۔

"نہ میرے خون نے اثر کیا نہ تمہاری تربیت نے۔" وہ بے چارگی سے بولے۔ "نظر ہی لگ گئی مصطفیٰ احمد کے آشیانے کو۔ کیا ہی بڑی غلطی کر دی میں نے بیٹی ذات پہ اعتبار کر کے۔" وہ اپنا سر پیٹ رہے تھے۔ اماں روتے ہوئے انہیں سنبھالنے لگیں۔

"نہ مصطفیٰ صاحب! اللہ سے ناامید مت ہوں۔ وہ ضرور کوئی راہ دکھائے گا۔"

"اب تو ہر امید ختم ہو گئی زاہدہ بیگم! سوچا تھا ایک انڈہ گندا نکلا۔ یہاں تو باقی بھی اسی کے نقش قدم پہ چل نکلیں۔" وہ بے بسی سے بولے تو اماں کی آنکھیں پھر آنسو بہائے۔

☆☆☆

نزہت مٹھائی اور پھلوں سے لدی پھندی آئی تھیں منہ پہ تو بارہ ہی بجے ہوئے تھے شاید رشتہ ہونے سے روکنے کے لیے وہ کوئی گڑبڑ ہی کر دیتیں لیکن زیاد نے اسی لیے وسیم صاحب کو ساتھ بھیج دیا تھا۔

"عباد اور زرمین کا بھول کر بھی ذکر مت کیجیے گا۔ ہمارے ساتھ زرمین بھابی کا کیا رشتہ ہے وہ بالکل نہیں جانتے اور نہ ہی میرب کے بارے میں انہیں کچھ خبر ہے۔ آپ صرف میرے اور حریم کے رشتے کی بات کیجیے گا۔ کہہ دیجیے گا بچوں کی پسند کا رشتہ ہے۔" اس نے دونوں کو اچھی طرح پڑھا کر بھیجا تھا۔

اماں ابا لاکھ متنفر سہی لیکن ان کی آمد اور شاہانہ انداز سے اندر ہی اندر شاید مرعوب ہو گئے۔ حریم گھر پہ ہوتی تو شاید قیامت ہی اٹھا دیتی۔ اپنے تئیں وہ ابا کو اپنی بے گناہی کا یقین دلا چکی تھی، اسے کیا خبر تھی کہ ابا کے دل پہ لگا بدگمانی کا تالا بہت سختی سے بند تھا۔ انہوں نے جان بوجھ کر اسے کالج جانے سے نہیں روکا تھا اور آج وسیم صاحب کی فیملی کو تمام معاملات طے کرنے کے لیے بلوا لیا۔

"جب ساری بات بچوں کے درمیان طے ہو چکی ہو تو باقی سب صرف تکلفات رہ جاتے ہیں۔" نزہت کو ان کی شرافت اور سادگی ڈھکوسلہ لگ رہی تھی تب ہی نخوت سے بولیں۔ ابا کا سر مزید جھکا، وسیم صاحب نے تنبیہی نظروں سے بیوی کو دیکھا تو وہ سنبھلیں۔

"منگنی وغیرہ کے جھنجھٹ میں ہم نہیں پڑنا چاہتے۔ آپ بس نکاح کی تیاری رکھیے۔ اس جمعہ کو ہم آٹھ دس لوگ آ جائیں گے۔ باقی ولیمہ دھوم دھام سے ہوگا۔ آپ چاہیں تو اپنے سب دوست احباب کو انوائٹ کر سکتے ہیں۔"

www.pklibrary.com

وسیم صاحب نے شائستگی سے بات کی تھی۔ مصطفیٰ صاحب نے ڈھلکے کندھوں کے ساتھ اثبات میں سر ہلا دیا۔ نزہت دل میں اٹھتے طوفانوں کو بڑی دقت سے دبائے ہوئے تھیں پھر بھی ان کے چہرے سے بیزاری اور ناپسندیدگی ٹپکی پڑتی تھی۔ حریم گھر آئی تو اسے تمام معاملے کا علم ہوا۔

''اللہ کا واسطہ ہے اماں! میں نہیں جانتی، یہ شخص کون ہے۔ آپ چاہیں تو شام سے پہلے زلفی کے ساتھ نکاح پڑھوا کر رخصت کر دیں مجھے...... لیکن یوں بے اعتبار تو نہ کریں۔'' وہ تڑپ اٹھی۔

''نہ بھی جانتی ہو تو کوئی بات نہیں۔ اچھے امیر لوگ ہیں نامور۔ پیسے والے۔ زلفی کی طرف سے تو ویسے بھی انکار ہو چکا ہے۔ اب جو کچھ ہو رہا ہے، وہ ہو جانے دو۔ اپنے باپ کو کچھ عرصہ مزید زندہ رہ لینے دو۔''

اماں نے ٹھنڈے لہجے میں کہتے ہوئے اس کے آگے ہاتھ جوڑے تو وہ ان کے بندھے ہاتھوں کو تھام کر ان پہ اپنی پیشانی ٹکا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

☆☆☆

''حریم مصطفیٰ ولد مصطفیٰ احمد۔ آپ کو ایک لاکھ روپے سکہ رائج الوقت حق مہر موجل زیادو وسیم ولد وسیم احمد سیٹھی کے نکاح میں دیا جاتا ہے۔ آپ کو قبول ہے؟''

(نہیں......) اس کا دل زور زور سے چلا رہا تھا۔

''ابا! یہ ظلم ہے...... ایسی بے اعتباری مت دکھائیں۔ آپ کی مرضی سے الگ میری کوئی پسند نہیں ہے۔ ایسے بے اعتبار کریں گے تو میں عین وقت پہ انکار کر دوں گی۔''

''انکار کر کے دیکھ لینا۔ مرا ہوا منہ دیکھو گی میرا۔'' ابا کے سرد لہجے نے حریم کی تمام ہمت پست کر دی تھی۔

''قبول ہے۔'' اس کا سرخ دوپٹے کے بوجھ سے جھکا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا۔ پچھلے تین روز سے وہ مسلسل رو رہی تھی مگر ہوا وہی جو قسمت میں شاید زبردستی ہی لکھ دیا گیا تھا۔

''آج سے تم اپنی دنیا میں خوش رہنا اور ہمیں اپنی بہن کی طرح مرا ہوا سمجھ کر بھول ہی جانا۔''

ابا نکاح کے بعد اس کے پاس اکیلے رکے تھے۔ حریم ان سے لپٹ کر دھاڑیں مار کر رونا چاہتی تھی مگر انہوں نے اسے روک دیا۔

''اب بھی پیچھے مڑ کر مت آنا حری! اگر اپنے ابا کی زندگی عزیز ہے تو۔'' اماں نے تو گھر کا دروازہ ہی بند کر لیا۔ مجبوری تھی اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر اسے رخصت کرنا اور وہ ابا نے اسے ہمیشہ کے لیے کر دیا۔

سرخ گلابوں سے سجی سیاہ شاندار کار سبک رفتاری سے فاصلہ طے کرتی ایک پوش علاقے میں داخل ہو چکی تھی۔

اس گاڑی میں نئی نویلی دلہن کے ساتھ اس کا دولہا پچھلی سیٹ پر براجمان تھا۔ دلہن کا سر بوجھل اور درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

گھر والوں سے لڑکی کو کتنا بھی پیار کیوں نہ ہو۔ رخصتی کے وقت گاڑی کے چلتے ہی اس کی سانسوں اور خیالات کے تمام دھاگے پہلو میں بیٹھے شخص سے جڑ جاتے ہیں۔ آنے والے لمحوں کا خیال دل کو عجیب سے انداز میں دھڑکانے لگتا ہے۔

مگر اس گاڑی میں بیٹھے لوگ...... شاید انسان نہیں روبوٹ تھے۔ دلہن ٹوٹا دل اور دکھتا سر لیے بے دم تھی۔ میکے کی گلیوں سے لپٹنے اور خاک کو چومنے کو جی چاہ رہا تھا اور کچھ نہیں تو دھاڑیں مار مار کر جاہل عورتوں کی طرح گاڑی میں بیٹھنے کے بعد بھی روتی رہتی مگر جیسے سارے رشتے ختم کر کے دوائی دی گئی ہو۔ وہ سوگ کیا کرے اور

www.pklibrary.com

کس برتے پر کرے؟

دولہا اپنے پہلو میں بیٹھی نئی نویلی دلہن سے بے پروا سپاٹ چہرہ لیے کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھتا نجانے کن سوچوں میں گم تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر اس کا کوئی کزن براجمان تھا اور فرنٹ سیٹ پر دولہا کی ماں۔ وہ بھی جیسے زبان کو چپ کا تالہ لگائے ہوئے بیٹھی تھی مگر اس کا ذہنی تناؤ اس کے تاثرات سے جھلک رہا تھا۔

گاڑی ایک شان دار سی کوٹھی کے سامنے رکی تو سب ہی جیسے اپنے خیالات سے چونک گئے۔ چوکیدار نے گیٹ وا کیا۔ گاڑی پورچ میں چلی آئی۔ سب سے پہلے دولہا گاڑی سے اتر کر ملازمین سے کچھ پوچھتا ہوا تیز قدموں کے ساتھ اندر کی طرف بڑھا۔ اگلی سیٹوں کے دروازے کھلے اور بند ہوئے۔ اس نے اپنی ساس کی سرد مہری سی آواز سنی۔

''ثریا! اسے اندر لے آؤ۔''

''اچھا بی بی جی!'' چوکس کھڑی ثریا جلدی سے آگے بڑھی اور گاڑی کا دروازہ کھول کر ادھ موئی حریم کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی سے باہر نکالا پھر ایک اور ملازمہ کو ساتھ لگا کر اس کا بھاری کام دار لہنگا سنبھالتے ہوئے اسے اندر لے چلی۔ کسی قسم کا کوئی استقبالیہ نہ تھا نہ راستے پر پھولوں کی پتیاں نہ مہمانوں کی رونق...... مگر دلہن بے چاری ابھی ان سب باتوں پر غور کرنے کے قابل ہی کہاں تھی۔ وہ تو شکر ادا کرتی اگر اسے سر درد کی گولی اور لیٹنے کے لیے فوری طور پر ایک عدد بیڈ مہیا کر دیا جاتا۔

مگر اس دنیا کے رسم و رواج...... اسے سیدھا لے جا کر اس کے بیڈ روم میں بٹھا دیا گیا۔ اس کی ساس اور شوہر اس کے بعد دکھائی نہیں دیے تھے۔ یوں جیسے اس ڈرامے میں ان کا اتنا ہی کردار تھا۔

''ایک سر درد کی گولی مل جائے گی؟'' ملازمہ اسے اس کے بیڈ پر بٹھا کر جانے لگی تھی جب اس نے تمام تر شرم کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اسے آواز دے لی۔

''جی ابھی لائی۔ ایک کپ چائے بھی بنا دوں؟'' ملازمہ خوش دلی سے بولی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

بیڈ کراؤن سے سر ٹکائے وہ چائے اور گولی کا انتظار کر رہی تھی، جب دولہا صاحب کی انٹری ہوگئی۔ گھونگھٹ تو تھا نہیں، وہ اس کی طرف دیکھے بنا بس سنبھل کر سیدھی ہو بیٹھی۔ پلکیں جھکائے نظریں گود میں جمائے جیسے سزا سنائے جانے کی منتظر ہو۔ وہ شیروانی کے بٹن کھولتا اسی کو دیکھ رہا تھا۔

''طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟ ثریا کہہ رہی تھی، سر میں درد ہو رہا ہے۔'' بات برائے بات تھی۔ مگر اسے لہجہ بہت جانا پہچانا سا لگا (ابا! اللہ کی قسم لے لیں، میں کسی کو نہیں جانتی) اس کا دل لرزا۔ (تو کیا میں اس لب و لہجے سے واقف ہوں؟)

''جی......'' حریم نے چاہتے ہوئے بھی پلکیں نہیں اٹھائیں۔ وہ سامنے کاؤچ پر بیٹھتے ہوئے سگریٹ سلگا رہا تھا۔

''ہم...... تم اتنی دیر میں چینج کر لو۔ ثریا چائے لا رہی ہے۔''

سگریٹ کا دھواں منہ اور ناک سے نکالتے اسے اذن رہائی دیا گیا۔ اب کی بار وہ ذرا سا ٹھٹکی مگر فی الحال اس نے کوئی بھی تاثر ظاہر کیے بنا بستر پر سے اتر کر سینڈلز میں پاؤں ڈالے اور خفیف سی پلکیں اٹھا کر اپنے شریک سفر کی طرف اچٹتی نگاہ ڈالی تو وہ سامنے ڈریسنگ روم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

''یہ ڈریسنگ روم ہے۔ تمہارے کپڑے وہیں ہوں گے۔ دیکھ لینا۔''

مگر وہ سن ہی کہاں رہی تھی۔ اس شان دار گھر کی چھت اس کے سر پر گویا آن ہی تو گری تھی۔

www.pklibrary.com

"تت...... تم؟" بے یقینی سے اس کی آنکھیں پھیلیں۔ اس کی حالت کے برعکس زیاد کاؤچ سے ٹیک لگائے نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے ساتھ پڑی تپائی پر رکھی ایش ٹرے میں سگریٹ کی راکھ جھاڑ رہا تھا یعنی وہ اچھی طرح واقف تھا کہ اس کی شادی "کس" کے ساتھ ہو رہی ہے۔

حریم چکراتے سر کو سنبھالنے کی کوشش میں ناکام ہو گئی۔ کچھ تو پہلے بھی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اوپر سے اس شخص کو جیون ساتھی کے روپ میں اپنے سامنے دیکھنا جس نے بھی اسے "دولت کی بھوکی" کہا ہو۔ اس نے اپنی ٹانگوں میں کھڑے ہونے کی سکت ختم ہوتی محسوس کی تھی۔ کمرے میں دستک دے کر داخل ہوتی ملازمہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے نئی نویلی دلہن کو دونوں ہاتھوں میں سر تھامے کارپٹ پر گھٹنوں کے بل بیٹھا دیکھ رہی تھی۔

"چائے وہاں رکھو اور تم جاؤ۔" زیاد تحکمانہ بولا تو ثریا جلدی سے سائیڈ ٹیبل پر ٹرے رکھتی تیر کی طرح باہر نکلی۔

سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسل کر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور حریم کے سامنے جا کر ہاتھ آگے بڑھایا۔

"اٹھو۔ ٹیبلٹ اور چائے آ گئی ہے۔"

"دور رہو مجھ سے اور مجھے بتاؤ کہ کیا گیم کھیلنا چاہ رہے ہو تم میرے ساتھ۔" وہ یک لخت چہرے پر سے ہاتھ ہٹا کر بھیگے ہوئے مگر پرتپش لہجے میں غرائی تھی۔

"شادی کر کے لایا ہوں تمہیں، بھگا کر یا اٹھا کر نہیں۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"مگر کیوں...... کس لیے......؟ جبکہ تم میرے بارے میں اپنے اعلا خیالات کا اظہار میرے منہ پر ہی کر چکے تھے پھر کیوں میرے گھر والوں کے سامنے میرے کردار پر دھبہ لگایا تم نے۔ ایسا کون سا افیئر چل رہا تھا ہمارا کہ تمہیں یہ سارا ڈرامہ رچانا پڑا۔" اس کے آنسو رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ وہ ذرا تھما پھر بنا کچھ مزید کہے کمرے سے نکل گیا اسے اور رونا آیا۔

یہ شخص اس دنیا کا آخری مرد بھی ہوتا تو وہ اس سے شادی کرنے سے کنواری مرنا بہتر سمجھتی مگر وائے قسمت۔

تھوڑی دیر بعد وہ کمرے میں داخل ہوا تو ایک بچی اس کے بازوؤں میں تھی۔ اسے کارپٹ پر اتارتے ہوئے وہ ضبط سے بولا۔

"اس کے لیے یہ گیم کھیلی ہے میں نے۔"

حریم نے بے یقینی سے اس بچی کو دیکھا چند سیکنڈز لگے تھے اسے پہچاننے میں۔ وہ بمشکل ہکلاتے ہوئے پوچھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"یہ...... یہ تو......؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اسے ماں کی ضرورت ہے۔ اور یہ جگہ تم ہی پر کر سکتی تھیں۔" وہ جیسے کسی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"کیوں...... اس کی اپنی ماں مر گئی ہے کیا؟" اس نے پھٹ پڑنے والے انداز میں کہتے ہوئے اپنے تئیں بڑی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا لیکن......

"ہاں۔" زیاد کے یک لفظی جواب نے اسے سن کر دیا۔ ہاتھ بے اختیار سینے پر رکھتے ہوئے وہ پھٹی آنکھوں میں بے یقینی لیے اسے دیکھنے لگی۔ بچی بہت پرشوق نگاہوں سے دلہن کو دیکھ رہی تھی اور حریم کی بے یقین

www.pklibrary.com

نگاہیں زیاد پر تھیں۔ جس کا وجیہہ چہرہ غم کے مارے دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

کچھ اتنے دنوں کی ٹینشن اور ڈپریشن، کچھ ذہنی تناؤ...... اور اب موجودہ صورت حال۔ حریم نے اپنا دل ڈوبتا محسوس کیا اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور وہ لہرا کر زمین بوس ہو گئی۔

بادل زور سے گرج رہے تھے۔ کھلی کھڑکی کے سامنے کھڑی بارش کی کن من دیکھتی حریم اپنے ماضی کے گہرے خیالوں سے چونک کر پلٹی، بادلوں کی گرج سے سوئی ہوئی میرب چونک گئی۔ حریم تیزی سے آ کر اس پر جھکی۔ اس کے سینے پہ ہاتھ رکھا اور ہلکے سے تھپکنے لگی۔

"جاگ گئی ہے کیا؟" زیاد نے تولیے سے گیلے بال رگڑتے ہوئے پوچھا۔ وہ ابھی عادتاً سونے سے پہلے باتھ لے کر آیا تھا۔

"نہیں۔ بادلوں کی گرج سے ڈر گئی تھی۔" حریم نے مدھم آواز میں کہا اور سیدھی ہوئی۔

"تم بھی ڈرتی ہو بادلوں کی آواز اور بجلی چمکنے سے؟" وہ آئینے کے سامنے بال برش کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ حریم ہلکے سے مسکرائی۔

"اب تو شاید کسی بھی چیز سے ڈر نہیں لگتا۔ اتنا کچھ فیس کر لیا ہے زندگی میں۔" اس کی مسکراہٹ میں تاسف کے سب ہی رنگ تھے۔ زیاد نے شدت سے محسوس کیا۔ وہ آگے بڑھ کر کھڑکی بند کر رہی تھی جب زیاد اس کی طرف آیا۔

"آئم سوری۔ میں نے تمہاری زندگی میں بھی طوفان مچا دیا لیکن یقین کرو، مجھے کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ میرب کا کیا کروں۔ مما مائرہ کے حق میں تھیں اور وہ میرب کی ماں بننے کو تیار نہیں تھی۔ تمہارے متعلق مجھے عباد نے آخری دنوں میں تاکید کی تھی کہ صرف تم ہی ہو جو میرو سے اپنی بہن جتنی ہی محبت کر سکتی ہو۔" وہ آج پہلی بار اسے کھل کر بتا رہا تھا۔ حریم کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"میں تو تمہارا نام بھی نہیں جانتا تھا۔" زیاد نے ہنس کر ماحول کی اداسی کو بدلنا چاہا۔ "کجا محبت کے دعوے، مگر بھائی کی آخری خواہش پوری کرنے کے لیے سچی باتوں میں کچھ جھوٹ بھی ملانا پڑا۔ ورنہ تمہارا رشتہ نہ ملتا۔"

"تم ہمیشہ سے مجھے محبت میں ہارے ہوئے انسان لگتے ہو۔" حریم نے بے ساختہ کہا تو اس کی مسکراہٹ سمٹی۔

"ہاں۔ میری محبت اس دنیا میں کہیں کھو گئی ہے۔ دوبارہ ملی ہی نہیں۔" قدرے توقف کے بعد زیاد نے کہا اور اسے مختصراً ایمیلی کے بارے میں بتایا۔ اس کے اسلام قبول کرنے سے لے کر گمشدگی تک کی مختصر کہانی سنا دی۔ حریم کو افسوس ہوا۔

"آئم سوری۔ میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ بیچ میں کوئی ایسا ہی معاملہ ہے۔" حریم کو اس کے زخم کریدے جانے کا افسوس ہوا۔

"کوئی بات نہیں۔" وہ مسکرایا۔ "جو معاملہ تھا، وہ بھی آدھا ادھورا ہی رہ گیا۔"

"محبت تو بھولنے والی چیز نہیں ہے۔"

"ہاں۔ یہ تو سچ کہا لیکن زندگی جینے کے لیے آگے بڑھنا ہی پڑتا ہے، ایک جگہ تھم جانا تو موت ہے۔"

"اونہوں۔" وہ بے اختیار اسے ٹوک گئی۔ "اللہ کرے وہ تمہیں مل جائے اور تم اس کے ساتھ خوب جیو۔" زیاد اس کے حوصلے پہ دنگ ہوا۔

"اور تم......؟ تمہیں دکھ نہیں ہو گا؟" تجسس سے پوچھا۔

"میں......؟ مجھے کس بات کا دکھ؟" وہ آزردگی سے ہنسی۔ "نہ میں تمہاری محبت ہوں نہ ضد۔ میں تو میرو کی

www.pklibrary.com

ماں بن کر اس گھر میں آئی تھی... اور وہ ہمیشہ ہی رہوں گی تم چاہے کسی کے بھی ساتھ رہو۔"

زیاد چند لمحوں تک ساکت سا اسے دیکھتا رہا پھر نرمی سے اس کے شانوں پہ دونوں ہاتھ جمائے اور جھک کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"اور اگر میرو کی طرح میں بھی تمہارے ساتھ ہی رہنا چاہوں تو؟"

"تو......" حریم کی سانس سینے میں ہی کہیں اٹک گئی جواب دینے کی کوشش میں اس کے لب کانپے، پلکیں لرز کر جھک گئیں۔ زیاد نے آہستگی سے اسے اپنی طرف کھینچا تو وہ لچکیلی ڈال کی مانند اس کی طرف کھنچی چلی آئی۔

"میں تمہیں دل و ذہن کی پوری آمادگی کے ساتھ قبول کرنا چاہتا ہوں حریم!" وہ بے حد ملائمت سے کہتا حریم کے گرد گویا کوئی حصار باندھ رہا تھا۔ اس کی مضبوط بانہوں کی گرفت میں دم سادھے وہ گنگ تھی اور شاید اپنی قسمت کے اس پھیر پر حیران بھی۔

☆☆☆

آسمان پہ سفید بدلیاں ہواؤں کے سنگ آہستہ آہستہ اڑ رہی تھیں۔ نرم اور ٹھنڈی ہوا موسم کے حبس کو اڑا لے گئی تھی۔ ایسے میں حجاب اور گہرے رنگ کے عبایا میں ملبوس دو لڑکیاں ترکی کی معروف و مصروف سڑک کے کنارے چلتی دکھائی دیں۔

"آج بہت عرصے کے بعد لگ رہا ہے کہ میں آزاد ہوں۔" ان میں سے ایک لڑکی نے کہا جس کے بال سنہری اور آنکھیں نیلی تھیں۔

"اسلام آزادی ہی کا نام ہے۔" عائشہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ بالکل ٹھیک کہا تم نے۔ شکریہ تمہارا عائشہ! تم نے اپنے اخلاق کی وجہ سے مجھے سب سے پہلے اسلام کی طرف مائل کیا۔" وہ دونوں سڑک کنارے ریسٹورنٹ کی کرسی پہ آ بیٹھیں۔ عائشہ نے دو کریم کافی آرڈر کی تھیں۔

"جن کی روح مسلمان ہو، وہ جلد یا بدیر کبھی نہ کبھی اللہ کی تعلیمات کو پہچان ہی لیتے ہیں کیتھ...... اوہ سوری...... آمنہ۔" عائشہ نے بات کرتے ہوئے عادتاً اس کا پرانا نام لیا پھر احساس ہوتے ہی معذرت خواہانہ انداز میں تصحیح کی تو وہ کھل کر مسکرا دی۔

☆☆☆

یہ ایک کھلی نکھری سی صبح تھی۔ زیاد کی آنکھ کھلی تو اس نے بے اختیار اپنے پہلو میں نگاہ ڈالی حریم موجود نہیں تھی بلکہ میرب بھی شاید اس کے ساتھ ہی باہر جا چکی تھی وہ انگڑائی لے کر کسل مندی کو بھگاتا اٹھ کر فریش ہونے واش روم میں گھس گیا۔

حریم کمرے میں آئی زیاد کو واش روم میں پا کر جلدی سے بستر کی چادر درست کی اور میرب کے کھلونے سمیٹنے لگی۔ زیاد کا موبائل مستقل بجے جا رہا تھا حریم نے تکیے کا کور ٹھیک کرتے ہوئے یونہی اچٹتی نگاہ موبائل کی روشن اسکرین پہ ڈالی تو زیاد اور اس کا بازو دونوں ہاتھوں میں جکڑے بالکل ساتھ جڑ کے کھڑی سنہری بالوں اور نیلی آنکھوں والی لڑکی۔ ان دونوں کے ہنستے ہوئے چہرے۔ حریم کا دل کسی نے مٹھی میں بھینچ لیا۔ لیکن اس کے خوف کی وجہ یہ تصویر نہیں بلکہ وہ نام تھا جو آنے والی کال کے اوپر جگمگا رہا تھا۔

"کیتھی کالنگ۔" حریم دم سادھے ایک ٹک موبائل اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔

☆☆

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

www.pklibrary.com

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

نرمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

نرمین کی سہیلی ملک کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔

نرمین اپنی دوست صوبائی کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے، واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا سے جانے کی اجازت

عفت سحر طاہر

رنگ دے میرے

www.pklibrary.com

www.pklibrary.com

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔

زمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ تھیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ تجل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں تجل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زمین کی دوستی کرا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ یمنی الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں تجل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ زمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کی دلیسے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

تجل زمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آ جاتی ہے زمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

زمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زمین، تجل کے گھر کا بہانہ کرکے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

زمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زمین کو فون کرتی ہے، فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر تجل کے نمبر پہ کال کرتی ہے اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

زمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی، زمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو زمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔

نزہت گھر واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔

حریم عباد سیٹھی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آ جاتی ہے عباد اسے دھمکاتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ زمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مارگ ڈینکیل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ زمین گھر میں نہیں ہوتی۔

حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔

عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد زمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد زمین کو باپ کی بات یاد

www.pklibrary.com

آتی ہے کہ دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔

عباد زمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آجاتی ہے۔ عبد کی پرکھ کہ وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھپھو تاریخ لینے آجاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر زمین شادی کی ہامی بھر لیتی ہے۔ نصرت پھپھو اور زلفی خوش ہو جاتے ہیں۔ تکمل فون کر کے زمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پرپوز کرتا ہے۔ زمین خوشی خوشی گھر آتی ہے۔

رات میں حریم زمین سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کر لو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کر لوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عباد وسیم نے اسے پرپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہو کر گر پڑتی ہیں۔

تکمل کے سمجھانے پر حریم کو احساس ہوتا ہے کہ وہ غلطی پر ہے، اس نے اپنی زندگی کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ حالات کو انجام پر آتے دیکھ کر حریم شوہر سے کہتی ہے کہ وہ میرب سے دور نہیں رہ سکتی۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اسے آخری چانس دے رہا ہے، اس کے بعد اسے یہاں سے جانا پڑے گا۔

وہ میرب کے لیے شاپنگ کا کہتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آؤٹ لیٹ پر آجاتا۔ زیاد واپس پہنچتا ہے تو کیتھی کی ساتھی ویٹرس اسے بتاتی ہے کہ اس کا اسپیشل کسٹمر آیا ہے۔

زیاد کیتھی کو بتاتا ہے کہ اس کے بھائی نے پسند کی شادی کر لی ہے اور ماں باپ نے اسے گھر سے نکال دیا ہے اور بھائی کی [illegible] اس [illegible] کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر آیا ہوں۔

پال کیتھی سے کہتا ہے کہ اسے اب مارک کے مستقبل کی پلاننگ کرنی چاہیے۔ وہ اکتا کر وہاں سے ہٹ جاتی ہے۔

مارک اس سے [illegible] میں معافی مانگتا ہے، کیتھی کے انکار پر ثبوت ملنے کا کہتا ہے۔

کیتھی زیاد سے کہتی ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ عباد ماں باپ سے معافی مانگ کر گھر واپس آنے کا کہتا ہے۔

مائرہ، حریم کو آؤٹ لیٹ پر دیکھ کر برہم ہو جاتی ہے۔ نزہت بھی اس پر ناراض ہوتی ہے۔ حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر آتی ہے۔

حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر جاتی ہے۔ اماں کو یہ سن کر بہت صدمہ ہوتا ہے کہ حریم کا شوہر پہلے سے شادی شدہ ہے۔ وہ بچی کو پیار کرتی ہیں کہ اس میں زمین کی شباہت ہوتی ہے۔

مائرہ کو دیکھنے کچھ لوگ آنے والے ہیں۔ وہ ماں پر ناراض ہوتی ہے لیکن وہ کہتی ہیں کہ اپنی پھپھو کے [illegible] سے باہر نکل آؤ۔

نزہت بیٹے پر ناراض ہوتی ہیں کہ اسے حریم کے میکے کیوں بھیجا۔ مائرہ اسے اپنے آنے والے رشتے کے بارے میں بتاتی ہے۔ وہ اسے سمجھاتا ہے کہ اسے اب زندگی میں آگے بڑھ جانا چاہیے۔ مائرہ باہر جانے کا پروگرام بناتی ہے لیکن وہ منع کر دیتا ہے کہ اسے حریم اور میرب کو لینے جانا ہے۔ مائرہ شدید غصے میں گھر آتی ہے جہاں اس کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آئے ہوتے ہیں، وہ ان سے بدتمیزی کرتی ہے۔ فوزیہ بیٹی کو ڈانٹتی ہیں، وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔

کیتھی کے گھر والوں کو پتا چل جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہے۔ وہ اسے لے کر غائب ہو جاتے ہیں۔ زیاد ہر جگہ اسے تلاش کرتا ہے لیکن اس کا کچھ پتا نہیں چلتا، مائرہ خودکشی کر لیتی ہے۔

انیسویں قسط

آہستہ چل زندگی،
ابھی کچھ قرض چکانا باقی ہے
کچھ درد مٹانا باقی ہے،

www.pklibrary.com

کچھ فرض نبھانا باقی ہے
رفتار میں تیرے چلنے سے کچھ روٹھ گئے،
کچھ چھوٹ گئے
روٹھوں کو منانا باقی ہے روتوں کو ہنسانا باقی ہے
(گلزار)

حریم کی دھڑکنیں سست روی کا شکار ہونے لگیں، اس نے کتنی ہی دیر اس تصویر اور نام کو بے حد بے یقینی سے دیکھا پھر بے اختیار واش روم کے بند دروازے کی طرف نگاہ ڈالی۔ زیاد کے باہر نکلنے کے فی الحال کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ حریم نے تیزی سے دھڑکتے دل اور کپکپاتے ہاتھوں کے ساتھ جلدی سے موبائل اٹھا کر اس نمبر سے آئی مسڈ کال کو ریموو کر کے فون نمبر بلاک لسٹ میں ڈالا اور کھٹکے کی آواز سن کر جلدی سے موبائل تکیے کے نیچے گھسا دیا۔ وہ واش روم کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ حریم کی رنگت بدلی وہ جلدی سے پلٹ کر لرزتے ہاتھوں سے یونہی خود کو مصروف ظاہر کرنے کے لیے سائڈ ٹیبل کی دراز کھول کر چیک کرنے لگی۔

زیاد نے تولیے سے بال خشک کرتے ہوئے اچٹتی نگاہ سے حریم کو دیکھا۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام۔'' بے سے کھنکھار کر دھیمی سی آواز میں جواب دیتے ہوئے حریم نے دراز سے اپنا موبائل نکال کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''میرب کہاں ہے؟''

''وہ باہر لان میں کھیل رہی ہے۔ ناشتے کے لیے تمہیں بلانے آئی تھی۔'' زیاد نے دیکھا وہ کتراتی ہوئی سی تھی اس سے نگاہ ملائے بنا، جیسے بھاگ جانے کو تولی کھڑی ہو۔

تولیہ کرسی کی پشت پر ڈالتے ہوئے وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

''اچھا..... تو پھر بلاؤ ناشتہ کے لیے۔''

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔ حریم نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا تھا اور پھر اس کی مسکراہٹ دیکھ کر گویا اس سے خفا ہو گئی۔

''تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔''

''ارے ارے..... مذاق اڑا نہیں رہا، مذاق کر رہا ہوں۔'' وہ تصحیح کرتے ہوئے سنجیدہ ہوا۔

''تو آ جاؤ پھر۔'' وہ باہر نکلنے کو تھی۔

''حریم!'' اس نے پکارا تو حریم کا دل دھڑک اٹھا اور قدم چلنے سے انکاری۔

''کوئی مسئلہ ہے کیا؟'' اس کے سوال نے حریم کو مزید سن کیا، بدقت تمام جواب دے پائی۔

''نن..... نہیں۔''

''تو پھر پریشان کیوں ہو؟''

''میں..... نہیں تو..... ایسے ہی فتوے مت لگاؤ۔ کنفیوز کر رہے ہو تم مجھے۔'' وہ کوئی راہ فرار نہ پا کر واقعی چڑ سی گئی تو زیاد ہنسنے لگا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ مگر رکو تو..... اکٹھے چلتے ہیں ناشتے کے لیے۔ ایک کپل کی طرح۔ سب پہ اچھا امپریشن پڑتا ہے۔'' حریم کے لیے اس سے نگاہ ملانا مشکل ہوا۔

''تم کیمی سے محبت کرتے ہو۔ یہ مت بھولو۔'' اس نے اپنے اس احساس کو رد کرنے کے لیے ایک بالکل

www.pklibrary.com

ہی غیر متعلق بات کی تو زیاد کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

''تمہیں سب سچ بتانے کا مقصد ہمارے آپسی رشتے کو ایمان داری سے استوار کرنا ہے۔ یہ نہیں کہ تم ان باتوں کو طعنے کے طور پہ محفوظ کر لو۔'' قدرے توقف کے بعد وہ ناگواری سے بولا تو حریم شرمندہ سی ہوگئی۔

''یہ طعنہ نہیں۔ یاددہانی تھی۔ وہ گم ہوئی ہے لیکن زندہ سلامت ہے۔ کبھی بھی لوٹ سکتی ہے۔''

''حال میں جینا سیکھو مسز! وہ ''تھی'' اور تم ''ہو''۔ زیاد نے آگے بڑھ کر اسے شانوں سے تھامتے ہوئے جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا تو اس نے نظر چرائی۔

''ماضی کو بار بار پلٹ کر سامنے مت لاؤ۔ جینا مشکل ہونے لگتا ہے۔'' وہ بہت ضبط سے بولا تو حریم نے کسمسا کر اپنا آپ اس کی گرفت سے چھڑایا۔

''اگر وہ گم نہ ہوتی تو شاید آج میری جگہ وہی ہوتی۔''

''یقیناً۔'' زیاد نے سوچنے کا بھی وقت نہیں لیا اور نہ ہی اس کا دل رکھنے کو جھوٹ بولا تھا۔

''اچھا۔ تب کہاں جاتی عباد بھائی کی وصیت اور آخری خواہش؟'' وہ نا چاہتے ہوئے بھی کہہ گئی۔

''وہ واقعی میرب کی ماں بن جاتی۔ تم اسے نہیں جانتیں۔ وہ سراپا محبت ہے۔'' زیاد کے لب و لہجے میں موجود ... نے حریم کو ... کیا تھا۔

''... وہ مجھ سے ...'' زیاد کے انداز میں محسوس کیے جانے والا کرب تھا۔

اس رات حریم نے کتنی ہی دیر اپنے اور زیاد کے تعلق کے بارے سوچا، وہ بہت آسانی سے اسے اپنی زندگی میں شامل کر گیا تھا۔ ''... ش؟''

مجھے یہ سب کیسا لگ رہا ہے؟'' حریم نے خود کو ٹٹولا تو اپنے اندر بس ایک ٹھہراؤ کی سی کیفیت پائی۔ جیسے زندگی کے اس موڑ پہ آکر سب ٹھیک ہو گیا ہو۔ لیکن ا... کا فون آنے کے بعد اس ٹھہراؤ پہ اچانک ہی وحشت اور خوف غالب آگیا۔

انفف۔ اب یہ کیتھی؟ اس کا دل ڈوب کر ابھرا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ زیاد ... سے سلک رشتوں کو کس حد تک جا کر نبھاتا ہے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اگر کیتھی واپس لوٹ آئی تو حریم مصطفیٰ کا ... ہوگی۔ بلکہ یقیناً کیتھی کے لوٹ آنے پر وہ واپس اسی کی جانب لوٹ جاتا۔

☆☆☆

مہوش نے آج اچھے موسم کا فائدہ اٹھاتے ہوئے لان ہی میں لنچ کا انتظام کیا تھا۔ میرب کی بے فکر قلقاریاں پورے لان میں گونج رہی تھیں۔ زیاد کچھ دیر پہلے ہی میرب کو گھوڑے کی سیر کروا کر لایا تھا۔

مہوش اندر کچن میں کھانے کا انتظام دیکھنے گئی تو حریم اٹھ کر لان میں ٹہلنے لگی۔ زیاد اور میرب اب فش پونڈ کے کنارے بیٹھے مچھلی پکڑنے کی کوشش میں تھے۔ رانا نے ایک چھوٹا فشنگ راڈ ان کے حوالے کر دیا تھا تاکہ دونوں اپنے کھیل میں حقیقت کا رنگ بھر سکیں۔ ذرا ذرا دیر بعد ان دونوں کی ہنسی فضا میں گونج رہی تھی۔

''ہے گرل۔'' اونچی آواز پہ وہ بے اختیار مڑی، زیاد نے اسے پکارا تھا، اسے پلٹتے دیکھ کر فضا میں ہاتھ ہلا کر اسے بلایا۔

''کم ہیئر۔''

وہ نا چاہتے ہوئے بھی ان کی طرف آگئی۔

''ماما فش۔'' میرب بے انتہا خوش تھی۔ کوئی مچھلی کانٹے میں تو نہیں پھنس رہی تھی لیکن میرب اسی بات پہ خوش تھی کہ وہ مچھلی کا شکار کر رہی ہے۔

www.pklibrary.com

''آہا۔ میرو نے کتنی مچھلیاں پکڑی ہیں؟'' حریم نے اسے خوش کرنے کے لیے تالاب کے کنارے گول پتھروں سے بنی منڈیر پہ بیٹھتے ہوئے پوچھا تو وہ مایوس ہوئی۔

''ایک بھی نہیں۔''

''اوہو۔ بھئی پاپا نے بھی میرو کی ہیلپ نہیں کی؟''

''پاپا نے ہیلپ کے لیے ہی تو مما کو بلایا ہے۔ ہم تو ناکام ہو گئے فشنگ میں۔'' زیاد نے مسکرا کر کہا تو حریم بدکی۔

''میں کون سا مچھیروں کے ساتھ کام کرتی رہی ہوں۔'' اس کی بات پر زیاد کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

''میرب آپ ربیٹ (خرگوش) کے ساتھ کھیلیں۔ فش کا دل نہیں کر رہا ابھی پانی سے باہر آنے کو۔''

''مما فش نہا رہی ہے اس لیے؟'' میرب کو الگ ہی توجیہہ سوجھی حریم نے مسکراہٹ دبائی۔

''بس۔ اور جب فش نہا لے گی تب ہم اسے فوراً پکڑ لیں گے۔ ابھی آپ ربیٹ کے ساتھ کھیل لیں۔'' میرب اس کی بات سے متفق ہو کر خرگوشوں کے جوڑے کی طرف بھاگ گئی۔

''بچوں کے لیے خوش ہونا کتنا آسان ہے نا۔'' تھوڑی دیر محویت سے میرب کو دیکھتے رہنے کے بعد حریم نے رشک سے کہا۔

''کیونکہ بچے کوئی بات دل میں نہیں رکھتے۔ اپنی فیلنگز کا آرام سے اظہار کر دیتے ہیں۔'' زیاد برجستہ بولا تو حریم نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا۔ زیاد نے استفہامیہ انداز میں ابرو اچکایا جیسے اس سے کچھ پوچھ رہا ہو حریم کا دل بے ترتیبی سے دھڑکا۔

''تمہیں بھی اگر کوئی مسئلہ ہو تو کھل کر بات کیا کرو مجھ سے۔ قربت وہی پائیدار ہوتی ہے۔ جس کی بنیاد میں باہمی اعتماد ہو۔ جو دل میں ہو وہی زبان پر بھی ہو۔'' وہ گہرے لہجے میں بولا تو حریم کو اس کے پاس کھڑے رہنا دوبھر ہونے لگا۔

''میں ذرا کچن میں دیکھوں۔ مہوش بھابی کو کوئی کام نہ ہو۔''

وہ کہہ کر فوراً ہی اندر کی طرف بڑھ گئی۔ زیاد کی پرسوچ نظروں نے اس کا دروازے میں گم ہونے تک پیچھا کیا تھا۔ اندر آ کر حریم نے اطمینان کی گہری سانس بھری۔ اب زیاد چاہے جس بھی تناظر میں بات کر رہا ہو حریم کا دھیان کیتھی کا نمبر بلاک کرنے والی اپنی غیر اخلاقی حرکت کی طرف ہی جا رہا تھا۔

(اب جب بھی اس کا موبائل ہاتھ لگا سب سے پہلے کیتھی کا نمبر ہی ان بلاک کروں گی) مہوش کے ساتھ ٹرالی میں برتن سیٹ کرتے ہوئے اس نے دل ہی دل میں خود سے تہیہ کیا۔ بھلا اس طرح ڈر کر جینے میں کیا مزا۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ لیکن اگلے دو تین روز میں ایک بار بھی اسے یہ موقعہ نہیں مل پایا تھا۔ موبائل زیاد کے پاس ہی ہوتا اور ایک رات جب وہ سونے کے لیے کمرے میں آیا اور حسب عادت شاور لینے گھسا تو حریم نے جلدی سے اس کا موبائل اٹھایا لیکن یہ دیکھ کر اس کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی کہ زیاد نے موبائل پہ اسکرین لاک لگا رکھا تھا۔ اسے خیال آیا کل جب میرب نے اس کے موبائل کے ساتھ کھیلتے ہوئے غلطی سے کوئی کال ملا دی تھی تب شاید اس نے یہ احتیاط کی کہ اسکرین لاک لگا دیا، وہ مایوس ہو گئی۔ میرب کو سلاتے ہوئے وہ زیاد کے نکلنے سے پہلے سر منہ ڈھانپ کر لیٹ چکی تھی

☆☆☆

کچھ حسرت ابھی ادھوری ہے،
کچھ کام بھی اور ضروری ہے

www.pklibrary.com

خواہش جو گھٹ گئی اس دل میں،
اس کو دفنانا باقی ہے
کچھ رشتے بن کر ٹوٹ گئے کچھ جڑتے جڑتے چھوٹ گئے
ان ٹوٹے چھوٹے رشتوں کے،
زخموں کو مٹانا باقی ہے
(گلزار)

حیان الشافع نے سامان سے بھری آخری ٹرالی لڑکوں کے حوالے کی تو وہ جلدی سے کاسمیٹکس کا سامان مختلف ریکس میں رکھنے لگے اسٹور میں اکا دکا کسٹمر آنے شروع ہو گئے تھے۔ ابھی مکمل مارکیٹ کھلنے میں وقت تھا۔ حیان کے اسٹور کا سامان آج آنا تھا، اس لیے وہ وقت سے پہلے ہی وہاں پہنچ گیا تھا۔ اسٹور پہ کام کرنے والے دونوں لڑکے بہت پھرتیلے تھے۔ انہوں نے دو گھنٹوں میں سارا سامان ترتیب سے ریکس میں جما دیا تھا عائشہ اور آمنہ (کیشیئر) کے آنے تک دن چڑھ آیا تھا اور حیان الشافع نامی اسٹور کسٹمرز سے بھر چکا تھا۔ حیان نے انہیں گھور کر دیکھا۔

"مجھے مت گھورو۔ یہ جو میری دوست ہے نا۔ یہ بہت دقت سے تیار ہوتی ہے اس کا موڈ ہی نہیں بنتا آنے کے لیے۔"

عائشہ نے حیان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی جلدی سے سارا قصور آمنہ پہ ڈالتے ہوئے کہا تو وہ انہیں نظر انداز کرتی میک اپ کے ریکس کی طرف چلی گئی اسے دیکھ کر اس کی جگہ ڈیوٹی دیتے لڑکے نے شکر کیا اور اپنے کاؤنٹر کی طرف بھاگ گیا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" حیان نے آمنہ پر اچٹتی نگاہ ڈال کر بہن سے پوچھا۔

"اس کا رابطہ نہیں ہو پا رہا زیاد کے ساتھ۔"

"ہو سکتا ہے وہ اسے دغا دے گیا ہو۔" حیان نے بیدردی سے تبصرہ کیا تو عائشہ بھائی کو گھور کر اپنے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی۔ حیان کوفت سے سر ہلاتا کسٹمر کے سامان کی لسٹ کمپیوٹر میں لکھ کر بل بنانے لگا۔

وقفے کے دوران وہ دونوں لنچ کے لیے نکلیں تو حیان نے عائشہ کو آواز دی۔

"ٹھہرو۔ مجھے بھی جانا ہے لنچ کرنے۔" وہ دروازے پہ وقفے کا کارڈ لگاتا ان کے ساتھ قریبی فوڈ اسٹریٹ پہ نکل آیا۔ وہ دونوں لانگ اسکرٹس اور حجاب میں ملبوس تھیں۔ وہ تینوں چلتے ہوئے سڑک کنارے اوپن ایئر ریسٹورنٹ تک آئے اور ہجوم سے بچ کر ایک طرف کی میز کے گرد کرسیاں سنبھال لیں ان کا آرڈر جلد ہی سرو ہو گیا۔

"تم اپنے ماضی کو بھول کر اپنی اپنے کام اور اسٹڈیز پہ توجہ کیوں نہیں دیتیں۔ یہ چیز تمہارے زیادہ کام آئے گی۔" حیان اس سے بہت کم مخاطب ہوتا تھا اس لیے آمنہ چونکی۔

"مشورے کا شکریہ۔" نیلی آنکھوں میں خفگی بھرے اسے ایک نظر دیکھ کر وہ اپنے سوپ کے پیالے پہ جھک گئی۔ اسے ترکش کھانے پسند آنے لگے تھے۔ عائشہ نے آنکھ کے اشارے سے حیان کو مزید کوئی بات کرنے سے منع کیا۔

مگر وہ ڈھٹائی سے بولا۔

"سچ کہہ رہا ہوں میں۔ جو آپ کا ہو وہ کہیں نہیں جاتا لوٹ کر آپ تک ہی آتا ہے۔ اور جس کے پیچھے آپ بھاگتے رہتے ہیں اگر وہ قسمت میں نہیں تو ساری بھاگ دوڑ بے کار جاتی ہے۔ اس لیے اللہ پہ چھوڑ دینا چاہیے

www.pklibrary.com

حالات کو۔"

"بس کرو بھائی! ہر کوئی ہر وقت فلاسفی کی کلاس لینے کے موڈ میں نہیں ہوتا۔" عائشہ کو آمنہ کے تاثرات اچھی طرح سمجھ میں آ رہے تھے اس لیے اس نے اپنے سے دو سال بڑے بھائی کو ٹوکا تو وہ لاپروائی سے کندھے جھٹک کر اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا مگر واپسی پر اس نے ایک مرتبہ پھر آمنہ کو آفر کی۔

"اگر تم مجھے اس شخص کا رابطہ نمبر دو تو میں اسے ڈھونڈنے کی کوشش کر سکتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ میں یہ کام خود تم سے بہتر طریقے سے کر سکتی ہوں۔" آمنہ نے بے رخی سے کہا تو عائشہ نے اپنی ہنسی چھپانے کا بھی تکلف نہ کیا۔ حیان نے اسے گھور کر دیکھا۔

"تو پھر کل سے کوئی" کسی بھی وجہ" سے لیٹ آیا تو اس کی تنخواہ میں سے پیسے کٹیں گے ان شاء اللہ۔" وہ بھی بے مروتی سے کہتا ان سے پہلے اسٹور میں داخل ہو گیا تھا۔ عائشہ نے آمنہ کا ہاتھ تھام لیا۔ شیشے کے دروازے پر سے وقفے کا بورڈ ہٹاتے ناراض سے حیان کو دیکھ کر وہ دونوں ہنسنے لگیں۔

"..ٹھیک کہہ رہا ہے۔ تم چاہو تو وہ تمہاری مدد کر سکتا ہے، زیاد کے متعلق ساری انفارمیشن اسے دو۔ مردوں کا اپنا ... دائرہ کار ہوتا ہے کسی کے متعلق پتا لگانے کا۔"

"معا... کرنا۔ مگر ... ارے اس سڑیل سے بھائی پہ مجھے کوئی خاص اعتبار نہیں ہے وہ زیاد کے متعلق جلی کٹی باتیں ہی کرتا ... ہمیشہ۔" آمنہ نے ... یک پر پڑی لپ اسٹک کو ٹھیک کرتے ہوئے صاف گوئی سے کہا تھا۔

"ہاں۔ یہ تو ہے۔ ... ید وہ کھری بات کرتا ہے بناوٹ کے بغیر۔ اس لیے۔" عائشہ مان گئی لیکن ساتھ ہی حیان کی تعریف بھی کر دی تو آمنہ کے ہونٹوں ... مسکرا... آئی اور ساتھ ہی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔

"ارے۔ کیا ہوا؟"

"ایسے ہی۔ ڈینیئل یاد آ گیا۔ میرا ... ئی بھی مجھ سے ... شروع ... محبت کرتا ہے۔ ہم لڑتے بھی تھے اور اختلاف کے باوجود ایک دوسرے پہ جان وارنے کو تیار بھی ر... تھے۔"

"میں سمجھ سکتی ہوں آمنہ! آج تم یہاں میرے ساتھ بیٹھی ہو تو یہ بھی ... ہارے بھائی ... ینیئل ہی کی مہربانی ہے، کیسے جان پہ کھیل کر اس نے تمہیں وہاں سے نکالا تھا۔ ورنہ شاید تمہاری کیم ... ... ول ... تمہیں ... میں ... یسے غائب کرتے کہ تمہارا نام و نشان تک نہ ملتا۔" عائشہ نے ڈینیئل کے کردار کو سراہا تو آمنہ کا چہرہ چمکنے لگا۔

"بس کچھ وقت گزر جائے، میرے اسلام قبول کرنے کا واقعہ دب جائے تب میں رابطہ کر... ... ... گی ہے۔ ابھی تو اس نے سختی سے منع کیا ہوا ہے۔"

"ہاں۔ تب تک تمہارے ماں باپ کا دل بھی نرم پڑ جائے گا ان شاء اللہ۔" عائشہ نے دل سے دعا کی تھی۔

"آمین۔" بے اختیار کہتے ہوئے روتھ اور پال کا ظالمانہ اور بے اعتنائی سے بھرا انداز یاد کر کے آمنہ کو رونا آنے لگا۔ اس نے تیزی سے پلکیں جھپک کر اپنے آنسو اندر ہی اتار لیے کیونکہ حیان عرف جلاد انہی کی طرف آ رہا تھا۔

"مانا کہ تمہارے باپ کا اسٹور ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اپنا کاؤنٹر چھوڑ کر فضول کے مسائل پہ گپیں لگاتی پھرو۔" اس نے جلے کٹے انداز میں عائشہ کو ڈپٹا تو وہ دانتوں تلے زبان دباتی تیزی سے کاؤنٹر کی طرف بڑھی۔

"اور تم......" وہ گہری سانس بھرتا آمنہ کی طرف پلٹا۔

"مائنڈ یو۔ میں اپنے کاؤنٹر پہ ہی ہوں۔" وہ رکھائی سے جتا کر بولی۔ حیان الشافع اسے گھور کر رہ گیا جو مسکراتے ہوئے اپنی کسٹمر کی طرف متوجہ ہو گئی تھی وہ اسے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پلٹ گیا۔ آمنہ نے تشکر کی

www.pklibrary.com

سانس بھری اور اپنی کسٹمر کو پوری توجہ کے ساتھ میک اپ کے آئٹمز دکھانے لگی۔

ڈینئل کی مہربانی سے انگلینڈ سے فرار ہو کر وہ اپنی مصری دوست عائشہ کے ساتھ ترکی آ گئی یہ وہی عائشہ تھی۔ زیاد کے بعد جس کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر کیتھی اسلام کی طرف مائل ہوئی اور آج آمنہ بن گئی تھی۔ وہ دونوں عائشہ کے مصر جانے کے بجائے احتیاطاً ترکی آئیں جہاں حیان الشافع اپنے باپ کا اسٹور سنبھال رہا تھا۔ اس کا باپ اپنا کام بیٹے کے کندھوں پر ڈال کر مصر واپس چلا گیا تھا۔ ترکی آ کر خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے غم روزگار چلانے کے لیے عائشہ کے سڑیل بھائی کے ملٹی اسٹور میں نوکری کر لی تھی۔ عائشہ اور وہ دونوں ایک گرلز ہوسٹل میں رہ رہی تھیں، ان کی نوکری اور مناسب تنخواہ سے ان کی زندگی کی گاڑی اب آہستہ آہستہ چلنے لگی تھی۔ حیان خود یہاں ایک کرائے کے گھر میں ترک دوستوں کے ساتھ شیئرنگ پر رہتا تھا اگر وہ اپنا فلیٹ خرید لیتا تو شاید ان کا کرایہ بھی بچ جاتا اور تنخواہ بھی۔ لیکن حیان کی کفایت پسند سوچ (جبکہ دونوں لڑکیوں کے خیال میں اس کی کنجوسی) اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ یہاں فلیٹ خریدتا۔

☆☆☆

"روبینہ بتا رہی تھی کہ شاذل واپس آ رہا ہے اگلے ہفتے۔" کھانے کی میز پر رابعہ نے بڑی خوشی سے بتایا تو وہ حیرت زدہ ہوئی۔

"اس کا تو ... جھگڑا چل رہا تھا اپنی بیوی کے ساتھ۔ پچھلے ماہ میری بات ہوئی تھی اس سے۔ "فارغ" کر دیا ہو گا اس ... نے۔" مائرہ ہنسی۔

"وہ معاملہ ... ہو گیا ہے۔" رابعہ نے ... سے کہا۔

"اچھا۔ مطلب تیسری بیوی ... چھوڑ گئی ... کی محترمہ کو۔ تب ہی آ رہا ہے۔" بات کے آخر میں مائرہ نے قہقہہ لگایا تو میاں کی بے ساختہ مسکراہٹ نے رابعہ کو ...۔

"کیوں بھئی۔ اس کا بھی ملک ہے۔ والدین ... بہن بھائی ... اس کے ...۔"

"فارگاڈ سیک مما!" مائرہ نے ہنستے ہوئے انہیں ٹوکا۔ "اب آپ ... اپنے بھانجے کی ... وجود بلکہ "نادیدہ" حب الوطنی کے قصے نہ سنانے لگ جایئے گا۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں ... لائف پاکستان میں کبھی رہا ہی نہیں۔ یونہی تو دس سال سے امریکن نیشنلٹی لے کر عیش نہیں کر رہا وہاں۔"

"تو کون چھوڑتا ہے امریکہ کی نیشنلٹی؟ کسی کو بھی چانس ملے، فوراً سے پہلے بھاگے ... وہاں ...۔" رابعہ چڑ گئیں تو مائرہ نے مسکراہٹ دبائی۔

"چھوڑیں بیگم! آپ بس یہ بتائیں کہ اس کی تیسری بیگم کا کیا بنا؟" میاں نے بھی چھیڑا تو وہ خفگی سے ... دیکھنے لگیں۔

"آپ دونوں باپ بیٹی کو تو بس کوئی ٹاپک ملنا چاہیے۔ اس بے چارے نے تو نیک نیتی سے ہی شادی کی تھی تینوں بار۔ اب باہر کی لڑکیوں کو گھر بسانے کا ڈھنگ ہی نہیں تو اس میں میرے بھانجے کا کیا قصور ہے۔"

دونوں باپ بیٹی کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ رابعہ زچ ہو گئیں۔

"تم لوگوں سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔ میں شاذل کے واپس آنے کی خوش خبری سنا رہی ہوں تم لوگ اس کی شادیاں اور ناکامی کی وجوہات پہ روشنی ڈالنا شروع ہو گئے ہو۔"

"یہ اب آپ پھر سے خود ہی ہنسانے والی باتیں کر رہی ہیں۔" مائرہ نے ہنستے ہوئے متنبہ کیا۔

"شٹ اپ۔" وہ ناراضی سے اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"اچھا۔ یہ تو بتائیں، آ کب رہا ہے۔ میرا بھی دوست ہے۔ مجھے بھی خوشی ہے اس کے آنے کی۔" مائرہ ان

www.pklibrary.com

کی ناراضی دور کرنے کی خاطر دلچسپی دکھاتے ہوئے بولی تو ان کا چہرہ پھر سے کھلا۔

''اگلے ہفتے کی سیٹ کروائی ہے اس نے۔ تم چلو گی اسے ریسیو کرنے؟''

''نہیں بھئی۔ ایک تو یہ کہ مجھے اس نے اپنے آنے کا بتایا ہی نہیں اس لیے آئے گا تو ملاقات ہو جائے گی۔ یہ ایئر پورٹ جا کے ملاقات والے فلمی سین مجھ سے نہیں ہوتے۔'' مائرہ نے حسب فطرت صفاچٹ جواب دیا تھا۔

''ایک تو تم اور تمہارے خیالات۔'' رابعہ نے سر جھٹکا۔

''آپ تو ضرور جائیں گی روبی خالہ کا دایاں ہاتھ بن کے؟''

''ظاہر ہے۔ میری اس سے تم لوگوں جیسی کوئی خود ساختہ دشمنی تھوڑی ہے۔'' ان کے طنز نے دونوں باپ بیٹی کو ہنسا دیا تھا۔

''دشمنی تو میری بھی نہیں ہے۔ لیکن آپ جانتی ہیں کہ مجھے ایئر پورٹ جانا پسند نہیں۔''

مائرہ نے ایک بار پھر ان کا دل رکھنے کے لیے انہیں یاددہانی کرائی تو رابعہ اس احساس سے خوش ہوئیں کہ ان کی پرانی والی مائرہ واپس لوٹ رہی تھی جو اپنی تمام تر خود پسندی کے باوجود بات کرتے ہوئے کم از کم اپنے والدین کے جذبات کا ضرور خیال کر لیتی تھی۔

☆☆☆

ایک بہترین ہفتہ گزار کر وہ رانا اور مہوش سے اجازت لے کر واپسی کے لیے آج نکلنے والے تھے۔ واپسی پہ حریم کی خاموشی کو زیادہ نے بہت اچھی طرح محسوس کیا۔

''کیا بات ہے؟ دل نہیں کر رہا واپس جانے کو تو کچھ دن اور ٹھہر جاتے ہیں۔'' وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا حریم گڑبڑائی۔

''نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ واپس تو لوٹنا ہی ہے ایک نہ ایک دن۔ آج ہی سہی۔'' اس نے اپنے پُراعتماد انداز میں لوٹتے ہوئے کہا تھا۔

''پھر دو دن سے یوں گم صم سی کیوں ہو۔ جیسے کسی بات نے اندر ہی اندر پریشان کر رکھا ہو۔'' اس نے احتیاط کے ساتھ گاڑی کا موڑ کاٹتے ہوئے کہا تو حریم جزبز ہوئی، ایسا بھی کیا کھلی کتاب ہونا کہ ہر کوئی پڑھ لے۔

''اچھا! بڑا غور کرتے ہو تم مجھ پہ۔'' اپنی طرف سے اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا لیکن زیادہ کی ہنسی نے اسے جھینپنے پر مجبور کر دیا۔

''کیا کروں۔ شریف آدمی ہوں، اپنی بیوی پر ہی غور کر سکتا ہوں۔'' وہ محظوظ ہوتے ہوئے چھیڑنے والے انداز میں بولا تھا۔

''نہیں۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ دوسری اور تیسری پر بھی غور کر سکتے ہیں۔'' حریم نے قدرے اعتماد کا مظاہرہ کیا۔

''اچھا۔ تو پھر بھلا چوتھی کا کیا قصور ہے۔'' وہ ہنسا۔

''ششش۔'' حریم نے اسے آواز کم رکھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پچھلی سیٹ پہ سیٹ بیلٹ باندھے سوئی ہوئی میرب کو مڑ کر دیکھا وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے دیکھتے ہی سو گئی تھی۔

''کوئی بھی بیوی میرا نہیں خیال کہ اپنے شوہر کو پابند بنا کر رکھ سکتی ہے۔ جب تک کہ شوہر خود اس رشتے میں توحید کا قائل نہ ہو۔''

میرب کی طرف سے مطمئن ہوتے ہوئے حریم سیدھی ہو بیٹھی اور اس سے نظر ملائے بنا سامنے دیکھتے ہوئے رسان سے کہا۔

www.pklibrary.com

"واہ۔ بڑی فلاسفر ہو تم تو۔" زیاد پھر سے ہنسا۔

"اور حقیقت پسند بھی۔ تم تب ہی تک میرے ہو، جب تک کیتھی نہیں مل جاتی۔" حریم نے سینے پہ بازو لپیٹتے ہوئے ظالمانہ حد تک صاف گوئی سے کہا تو زیاد کی مسکراہٹ سمٹنے میں ایک سیکنڈ بھی نہ لگا۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ تمہیں دو روز سے کیتھی کیوں اتنی یاد آ رہی ہے؟ تمہیں اپنی زندگی کے بارے میں سچ بتانے کا مقصد یہ نہیں کہ اب تم ہر بات پہ اسے میرے منہ پہ مارتی رہو۔ پرسوں بھی منع کیا تھا میں نے تمہیں۔" وہ بڑی ناگواری سے بولا تو حریم خائف ہوئی۔

"میں نے تو یونہی ایک بات کی ہے۔"

"آئندہ کبھی تم "یونہی بھی" کیتھی کے بارے میں بات نہیں کرو گی۔" اس کی بات کاٹتے ہوئے زیاد نے بہت سنجیدگی سے اسے متنبہ کیا تھا۔ حریم کو اپنی بے جا جذباتیت پر افسوس ہوا۔ اچھا بھلا اس کا موڈ وہ اپنے بے کار کے جملے کی وجہ سے خراب کر چکی تھی۔ باقی کا سفر تقریباً خاموشی ہی میں کٹا۔ میرب گھر پہنچنے تک جاگ گئی تھی۔

گھر میں نزہت نے بیٹے اور پوتی کا پرتپاک استقبال کیا جبکہ حریم کی طرف اٹھتی نگاہ بہت سلگتی ہوئی تھی۔

"میرے تو گھر کی ساری رونق ہی تم میرب کے ساتھ لے گئے تھے۔" نزہت نے میرب کو خود میں بھینچتے ہوئے زیاد سے شکوہ کیا تو وہ مسکرا دیا۔

"لے آیا ہوں آپ کی رونق کو۔ اب آپ جی بھر کر باتیں کیجیے گا اس سے۔" سائڈ والے صوفے پر بیٹھی حریم کو اپنا آپ ان کے درمیان مس فٹ لگ رہا تھا۔ نزہت نے اس کا حال چال پوچھنا تو دور سلام دعا بھی نہ کی تھی۔ حریم کا دل بوجھل ہونے لگا۔ پھر بھی ... رونق دن واپس آنے والے تھے۔

"میں چینج کر لوں۔" وہ معذرت ... اٹھ گئی تھی۔ نزہت نے نخوت سے سر جھٹکا۔

"اس کے ساتھ بھی دعا سلام کر لیتیں مما! ... آپ کی ... میری بیوی ہے۔"

زیاد انہیں ٹوکے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

"تم نبھاؤ یہ زبردستی کے رشتے، مجھ سے توقع مت رکھو۔" وہ نخوت سے کہتی ... گہری سانس بھرنے پہ مجبور کر گئیں۔

☆☆☆

کمرے کا دروازہ بڑے برے طریقے سے بجا تھا۔ مائرہ نے ناگواری سے موبائل سے نگاہ اٹھا کر دروازے کو گھورا اگر تو یہ کوئی ملازمہ تھی تو اس کی بہت بری طرح کلاس لگنے والی تھی۔

"آ جاؤ۔" اس نے غصے سے اجازت دی تھی مگر دروازہ کھلتے ہی دکھائی دینے والی شکل نے اس کے غصے کی ساری ہوا نکال دی۔

"سرپرائز۔" وہ دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلائے دروازے میں کھڑا تھا۔ مائرہ کے تاثرات فی الفور بدلے، موبائل رکھ کر وہ تیزی سے اٹھی تھی۔

"یو ڈفر۔ تم تو ہفتے کو آنے والے تھے؟" اس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام کر چلائی۔

"اچھا۔ تو پھر تم سب کی یہ ہونق شکلیں کیسے دیکھتا۔" شاذل ہنسا اور اسے بتایا کہ وہ بتائی ہوئی تاریخ سے تین دن پہلے یعنی کل رات ہی آ گیا تھا۔

"روبی خالہ تو شاکڈ رہ گئی ہوں گی؟" وہ ہنستے ہوئے اس کے ساتھ باہر آ گئی۔

"ارے۔ ایسی ویسی۔ ساتھ آ گئی ہیں ابھی پوچھنا چل کے۔" اس نے اپنا مخصوص بلند و بانگ قہقہہ لگایا۔

رابعہ نے بھانجے کو محبت سے دیکھا جو طویل پانچ سالوں کے بعد وطن واپس لوٹا تھا۔ دس سالوں سے امریکہ میں

www.pklibrary.com

مقیم شاذل عباس کا دل وہاں ایسا لگا کہ تین شادیاں بھی یکے بعد دیگرے وہیں کر لیں۔ مگر کوئی بھی قائم رہ نہ پائی تھی۔

"تمہیں بھی امریکیوں نے نکالا ہوگا تب ہی واپس آئے ہو ورنہ اس جنم میں تو تمہارا کوئی ارادہ نہیں لگ رہا تھا واپسی کا۔" مائرہ نے اس کے لیے چائے نکالتے ہوئے چھیڑا۔ رابعہ اور روبینہ ہنسیں تو شاذل تڑپ کر اٹھا۔

"ایکسکیوزمی۔ ایسا کوئی اندھیر نہیں مچا ہوا۔ تین امریکیوں کا داماد ہوں میں۔ وہ بھلا کیا نکالیں گے مجھے۔" لہجے میں تفاخر اتر آیا۔

"مائنڈ یو۔ سابق داماد...... جس کی کوئی ویلیو نہیں ہوتی۔" مائرہ نے ہنستے ہوئے تصحیح کی۔

"تم اپنی سناؤ۔ ابھی تک "ماؤں بلی" کیوں لنڈوری گھوم رہی ہے؟" شاذل کی اس سے خوب ہی بنتی تھی حالانکہ وہ اس سے پانچ سال بڑا تھا لیکن دونوں کی دوستی خوب تھی۔

"تم جیسوں سے عبرت پکڑی ہوئی ہے بلی نے۔ اس لیے لنڈوری ہی بھلی۔" وہ برجستہ بولی۔

"سچی خالہ! یہ ابھی تک سنجیدہ نہیں ہوئی اپنی زندگی کے لیے؟" شاذل نے رابعہ کی طرف دیکھتے ہوئے تشویش سے پوچھا ... تو گویا بھری بیٹھی تھیں۔

"تم ہی کچھ عقل دو اس لڑکی کو۔ میں تو سمجھا سمجھا کر تھک گئی ہوں۔ اسے پیار ہی نہیں رہا اپنی زندگی سے۔" ماں کی بات پر ... مسکراہٹ ... اور چہرے کے عضلات میں کھنچاؤ سا آ گیا۔

"کیوں بھئی۔ ... تین نمٹا چکے ہیں اور تم ابھی تک شروع ہی نہیں ہوئیں۔" شاذل کا انداز اس قدر مسخرانہ تھا کہ مائرہ کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔

"تمہارا ریکارڈ تو کوئی نہیں توڑ سکتا۔" مائرہ نے ... کھینچی تو روبینہ حسب عادت ہنسنے لگیں۔

"چلو۔ اس کا شوق تو پورا ہوا گوری سے شادی کا۔"

"اچھا چھوڑو، یہ فضول باتیں۔ اب یہ بتاؤ کتنی چھٹی پہ ... ہو؟" رابعہ نے موضوع بدلا۔ مائرہ نے پیزا کا پیس نفاست سے پلیٹ میں رکھ کر اسے پیش کیا تھا۔

"تھینک یو۔" اس نے پلیٹ تھامی۔

"فی الحال تو لمبی ہی چھٹی ہے خالہ! دل اکتا تا تھا وہاں کے ماحول سے تو بھاگ آیا ہوں۔"

"پانچ سال بعد۔ کچھ جلدی ہی تنگ نہیں پڑ جاتے تم؟" مائرہ نے ہنسی اڑاتے ہوئے کیچپ کی بوتل اسے تھمائی تو اس نے دانت چبائے۔

"اب تو بالکل بھی نہیں جانے دوں گی اسے۔ تم فکر مت کرو، اس بار اس کا پکا بندوبست کروں گی یہیں پر۔" روبینہ نے بہن کے سامنے مصمم ارادہ ظاہر کیا تو مائرہ نے بے اختیار ہنستے ہوئے شاذل کو انگلیوں کی تعداد سے اشارہ کیا۔

"چوتھی۔" وہ اسے گھور کر رہ گیا۔

☆☆☆

اجنبی نمبر سے آیا میسج حریم نے بے دھیانی ہی میں کھول لیا۔ "ہیلو حریم مصطفیٰ۔ کیسی ہو؟"

"ہیں۔ یہ...... کون ہے بھلا؟" وہ متذبذب ہوئی اس نے تمام ہی نمبر ناموں سمیت محفوظ کیے ہوئے تھے۔ کتنی ہی دیر وہ اس نمبر کو گھورتی رہی مگر اسے قطعاً یاد نہیں آیا کہ وہ نمبر کس کا تھا۔

"آپ کون؟" اس نے میسج کر کے پوچھ ہی لیا۔

"ارے۔ اپنے چاہنے والے کو اتنی جلدی بھول گئیں۔" آنے والے میسج سے اس کا دماغ بھک سے اڑا

www.pklibrary.com

گیا، وہ لیٹی ہوئی تھی، تڑپ کر اٹھ بیٹھی۔

"یہ کیا بکواس ہے۔ اگر مذاق ہے تو بہت گھٹیا ہے۔ تم ہو کون؟" اس نے غصے سے لکھا۔

"تعارف بھی ہو جائے گا۔ اتنی جلدی کیا ہے۔ پہلے دو چار باتیں تو ہو جائیں۔ سنا ہے کہ تمہارے شوہر نے دھوکے سے شادی کی ہے تم سے۔ اور اس کی پہلے سے ایک بیٹی بھی ہے۔" وہ جانے کیا کیا ہانک رہا تھا۔ حریم کے ہاتھ پاؤں سنسنا اٹھے، اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔

"اور یہ بات تمہارے ماں باپ کو پتا چلے گی تب تو بالکل بھی معاف نہیں کریں گے وہ تمہارے نام نہاد دھوکے باز شوہر کو۔"

"شٹ اپ۔ اب اگر کوئی میسج کیا تو پولیس میں رپورٹ کروا دوں گی اور تمہارے نمبر کی ساری معلومات لے کر تم تک پہنچنا مشکل نہیں ہے۔" حریم نے بھی دھمکی لگادی۔

"یہ بھی کر کے دیکھ لو۔۔ ہاہاہا۔"

حریم نے اس کی ڈھٹائی دیکھتے ہوئے فون پاور آف کر کے سائڈ پہ ڈال دیا۔ اللہ جانے کون شیطانی سوچ کا مالک تھا اور کیا چاہتا تھا۔ حریم خوف زدہ سی ہو کر سوچنے لگی۔ اتنی ساری معلومات تو صرف قریبی انسان ہی کو ہو سکتی تھیں۔ اف۔ کس قدر کمینے لوگ ہیں اس دنیا میں۔ سوچ سوچ کر اس کے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔

☆☆☆

تو آگے چل میں آتا ہوں، کیا چھوڑ تجھے جی پاؤں گا
ان سانسوں پر حق ہے جن کا،
ان کو سمجھانا باقی ہے
آہستہ چل زندگی، ابھی کچھ قرض چکانا باقی ہے

(گلزار)

☆☆☆

"میں پاکستان جانا چاہتی ہوں۔"

اس نے جیسے تھک کر کہا تو عائشہ اپنا اسکارف درست کرتے ہوئے بے تحاشا ٹھٹکی۔ آج صبح ہی سے اس کا گم صم انداز اور بیزار کن رویہ دیکھ کر وہ مسلسل اسے نظر انداز کر رہی تھی کہ کہیں اس کی ذرا سی ہمدردی پا کر اپنے آپ کو سمیٹے بیٹھی وہ لڑکی بکھر نہ جائے۔ لیکن اس کی احتیاط کے باوجود بھی بالآخر وہی ہوا۔

"اتنی مشکل سے تو یہاں پہنچے ہیں آمنہ! ابھی کچھ عرصہ صبر کرو۔ یوں بھاگم دوڑ میں کسی کی نظر میں آ گئیں تو مسئلہ بن جائے گا۔"

"پہلے کون سا زندگی پھولوں کی سیج بنی ہوئی ہے۔ ایک مسئلہ یہ بھی سہی۔ مگر اسے یوں کھو دینا مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔" آمنہ کا دل ہی نہیں آنکھیں بھی بھر آئیں۔

"چند دن صبر کر لو آمنہ! ان شاء اللہ سب بہتر بلکہ بہترین ہو جائے گا۔" عائشہ نے اسے گلے لگاتے ہوئے تسلی دی۔

"اگر تم لوگوں کا یہ میلو ڈرامہ بند ہو گیا ہو تو کیا میں اسٹور بند کر سکتا ہوں؟" حیان کی آواز ان کے قریب ہی سے ابھری تو وہ دونوں بدک کر الگ ہوئیں۔

"ال مینرڈ۔" آمنہ کا دل چاہا منہ میں بڑبڑائے یہ لفظ کاش وہ اونچی آواز میں اس کھڑوس بندے سے کہہ

www.pklibrary.com

سکتی۔
"تمہیں کسی نے دعوت نہیں دی کہ تم آکر ہمارا ڈراما دیکھو۔" وہ خفگی سے اتنا ہی کہہ پائی۔
"اپنے مالک کو جواب دینے کی سزا جانتی ہو؟" حیان نے نتھنے پھلائے تو عائشہ دوست کی مدد کے لیے سامنے آئی۔
"مائنڈ یور برادر! ڈیوٹی ٹائم آف ہو چکا ہے، اب تم ہمارے باس نہیں ہو۔ سو۔ اپنے کام سے کام رکھو۔"
وہ رکھائی سے کہتی آمنہ کا ہاتھ تھام کر حیان کے گھورنے کی پروا کیے بغیر باہر نکل گئی۔ پیچھے وہ دانت پیتے ہوئے لیک کر اسٹور بند کرنے لگا، باہر نکلا تو وہ دونوں اس کی گاڑی کے پاس کھڑی ابھی بھی شاید دکھ سکھ کی باتیں ہی کر رہی تھیں۔
اسے آتے دیکھ کر آمنہ (کیتھی) نے کچھ کہا اور عائشہ چپ ہو گئی۔ حیان الشافع نے ایک نظر آمنہ کی بھیگتی پلکوں پر ڈالی اور گاڑی کا دروازہ ان لاک کیا وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ گئیں۔
"آمنہ پاکستان جانا چاہتی ہے۔" عائشہ نے کہا تو حیان نے بیک ویو مرر میں سے پیچھے نگاہ ڈالی۔ وہ پژمردہ سی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ عائشہ کی بات پر بھی متوجہ نہ ہوئی۔
"اسے بہت شوق ہے فوت ہونے کا۔" وہ سلگا۔
"کیا بدتمیزی ہے یہ۔" عائشہ بھائی کی صاف گوئی پر جز بز ہوئی۔
"پتا تو ہے کس طرح چھپتے چھپاتے یہاں تک کا سفر کیا ہے اس نے۔ اور ابھی وقت ہی کتنا ہوا ہے اس معاملے کو۔" وہ جانے کیوں بھنا رہا تھا۔
"یہی تو میں اسے سمجھا رہی ہوں۔" عائشہ بے بس ہوئی۔
"پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے۔ اس سے میرا رابطہ منقطع ہے۔ فیس بک پہ وہ پچھلے کئی ماہ سے آف لائن ہے۔ واٹس ایپ سے ناٹ رسپانڈنگ ہے۔ مجھے بس اس کی خیریت مل جائے کہیں سے۔" وہ کھڑکی سے سر ٹکائے آزردگی سے کہہ رہی تھی۔ حیان نے لب بھینچے۔
"دیکھو، میں کوئی سخت الفاظ نہیں بولنا چاہتا۔ لیکن تمہاری جلد بازی سے ہمیں بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔"
"تم سے صرف مشورہ مانگا ہے۔ مدد نہیں۔" آمنہ نے رکھائی سے کہا۔
"یہ مشورہ بھی ہے اور مدد بھی۔ تھوڑے دن اور صبر کر لو پھر اس کا بھی کوئی حل نکال لیتے ہیں ان شاء اللہ۔" وہ پہلی بار قدرے نرم لہجے میں بولا تو آمنہ کا دل بھر آنے لگا۔ اس نے کھڑکی سے سر ٹکا کر آنکھیں موندیں تو آنسوؤں نے اس کے رخسار بھگو دیے۔ یہ نظارہ کسی کے دل کو بہت بوجھل کر گیا۔
"حیان ٹھیک کہہ رہا ہے۔ جہاں اتنا صبر کیا ہے، وہاں تھوڑا اور انتظار کر لو۔ ڈینیل نے بھی تو یہی کہا تھا تم سے۔" عائشہ نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے یاد دلایا تھا۔ وہ یونہی آنکھیں موندے چپ چاپ بیٹھی رہی۔

☆☆☆

حریم جب سے فارم ہاؤس سے لوٹی تھی تب سے کیتھی کا نمبر بلاک کرنے والی حرکت پہ اس کا دل بوجھل تھا جیسے کوئی گناہ عظیم سرزد ہو گیا ہوا۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ زیاد کیتھی ہی کا تھا لیکن کیتھی کا نمبر بلاک کر کے حریم اسے زبردستی خود تک محدود رکھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اسے کیتھی کا نمبر بلاک نہیں کرنا چاہیے تھا۔ پتا تو چل جاتا کہ زیاد کیا فیصلہ کرتا ہے۔ اور میرا مستقبل کیا ہو گا۔ وہ گومگو کی کیفیت میں تھی ایک دل کرتا کہ ساری بات زیاد کو بتا دے۔ اسے بتا دے کہ اس کی کیتھی لوٹ آئی تھی۔ مگر پھر اپنی بے سروسامانی یاد آئی وہ تو نہ سسرال میں رچ بس پائی اور میکے سے ویسے ہی در بدر تھی تو اگر کیتھی کے لوٹ آنے پر زیاد اسے چھوڑ دیتا تو وہ کہاں جاتی؟

www.pklibrary.com

"میں شاید خودغرض ہو رہی ہوں۔" اس نے اپنی دکھتی کنپٹیوں کو دبایا۔

"ممّا۔" میرب ایک دم پیچھے آ کر اس سے لپٹی تو وہ چونک گئی وہ اچھے موسم کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میرب کو لے کر قریبی پارک میں آئی ہوئی تھی ابھی بجل کو آتے دیکھ کر وہ بینچ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں لیٹ تو نہیں ہوئی؟" بجل مسکراتے ہوئے اس کے گلے لگی۔

"بس تھوڑا سا۔" وہ مسکرائی۔

"ہیلو لٹل فیری۔ کیسی ہیں آپ؟" وہ اب میرب کو پیار کر رہی تھی۔

"بالکل اپنی ماں جیسی ہے۔ نازک اور حسین۔" میرب کو دوسرے بچوں کی طرف بھاگتے دیکھ کر بجل نے حسرت سے کہا۔

"ہمم......" نرمین کے ذکر پر حریم کی آنکھیں نم ہوئیں۔

"تم کیسی ہو؟"

"پتا نہیں۔" وہ تھک سی گئی۔ "کبھی لگتا ہے کہ اب سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے اور پھر اچانک جیسے بند گلی میں آ کھڑی ہو جاتی ہوں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں۔"

ساری بات بجل کو بتانے کے بعد وہ آزردہ تھی۔

"تم نے ٹھیک کیا ہے حریم! کیتھی بے شک اسی جگہ کھڑی ہے لیکن زیاد وہاں سے آگے بڑھ چکا ہے، اس کی اب اپنی الگ زندگی ہے۔ یہ قدرت کے فیصلے ہیں جیسے چل رہا ہے، اسے چلنے دو خود کو الزام مت دو۔"

"لیکن مجھے فیصلہ زیاد پہ چھوڑنا چاہیے تھا بجل! اس طرح تو ہر پل "کچھ ہو نہ جائے" والی تلوار لٹکالی ہے میں نے اپنے سر پر۔"

"تم سے شادی کا فیصلہ بھی زیاد ہی کا ہے وہ بھی زبردستی۔ اب وہ اس سے پھر نہیں سکتا۔"

"تب اگر کیتھی موجود ہوتی تو وہ وصیت کو چھوڑ کر کیتھی ہی سے شادی کرتا۔ یہ بات وہ مجھے خود بتا چکا ہے۔" حریم نے کرب سے کہا۔

"لیکن کیتھی موجود نہیں تھی حریم۔" بجل نے تحمل سے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

حریم اسے دیکھنے لگی۔

"کیا مجھے دیکھنا نہیں چاہیے کہ زیاد کی کیا چاہت ہے۔ مجھے اپنا آپ چور اور مجرم لگ رہا ہے۔ نجانے کیتھی کس مشکل میں تھی۔ اور میں نے اس کا رابطہ نہیں ہونے دیا زیاد سے۔"

"جتنی زیادہ تمہاری ناقابل یقین لائف گزر رہی ہے نا۔ یقین کرو حریم! تم زیادہ مشکل میں ہو۔" بجل نے اسے احساس دلایا۔

"اور اگر وہ آ گئی تو......؟"

"کل کے خدشات میں اپنے آج کو برباد مت کرو۔ جتنا وقت ملا ہے، اس میں کوشش کرو اپنے گھر اور اپنے شوہر کے دل میں جگہ بنانے کی۔ ایسے کہ کسی کے آنے جانے سے تمہیں کوئی فرق نہ پڑے۔"

"پتا نہیں بجل! لیکن مجھے یوں لگتا ہے میری زندگی دوسروں کے فیصلوں کی محتاج ہے مجھے موقع ہی نہیں ملتا کہ میں اپنے لیے کچھ کر سکوں اپنی مرضی سے۔" وہ بے بس ہوئی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بس تم اپنے آپ کو مضبوط بناؤ۔ زیاد وسیم کی بیوی ہو تم، اسی حیثیت سے سوچا کرو۔" بجل نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے اس کا ہاتھ تھپتھپایا۔

"ممّا!" میرب بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے خوشی اور جوش سے اسے پکار رہی تھی۔

www.pklibrary.com

"سب سے بڑھ کر یہ کہ تم میرب کی ماں ہو۔ اس کے ساتھ تمہارا خون کا رشتہ ہے حریم! جو اور کسی کا نہیں ہو سکتا اور خوش قسمتی سے یہ بات زیاد بھی بہت اچھی طرح سمجھتا ہے۔"

نجل مسکرا رہی تھی ان دونوں کی نظریں سلائیڈ پہ پھسلتی میرب پر تھیں حریم کا دل اس بات پر ٹھہر سا گیا۔

☆☆☆

وہ دوپہر کا کھانا تیار کروا کر باہر نکلی تو لاؤنج میں مائرہ کے ساتھ ایک خوش شکل اٹھائیس تیس سالہ نوجوان کو دیکھ کر جھجک سی گئی۔ مگر چونکہ ان سب کی نظر اس پر پڑ چکی تھی تو حریم نے سر ہلا کر سلام بھی کر دیا۔

"وعلیکم السلام۔ بھئی یہ نیا چہرہ کون ہے؟" بقول مائرہ۔ شاذل عباس کی زبان تو ویسے بھی کھجلی زدہ تھی۔ نزہت کی مسکراہٹ گئی۔

"او کے۔ یعنی زیاد کی وائف ہیں۔ آپ کی بہو۔" شاذل نے نزہت سے خوش دلی سے پوچھا تو ان کا چہرہ تاریک ہوا لیکن وہ کوئی جواب دیے بغیر بس مسکرا دیں۔ مائرہ نے دانت پیسے۔

وہ آج عباد اور نرمین کی تعزیت کے لیے آیا تھا لیکن اس کا یوں حریم کو توجہ دینا مائرہ کو زہر لگا۔

"ہاں۔ فی الحال۔" مائرہ کہہ کر خود ہی ہنسی۔ شاذل نے اس کے بدتمیزانہ انداز پر پہلے بے اختیار نزہت اور پھر حریم کو دیکھا۔ نزہت تو یونہی گردن اکڑا کر بیٹھی بھتیجی کا جملہ انجوائے کر رہی تھیں لیکن حریم کی رنگت ضرور بدلی وہ تیزی سے ... ہاں سے ... بڑھ گئی۔

"واٹس دس ربش یار؟ یہ ... مذاق تھا یا؟" شاذل الجھ کر مائرہ کی طرف پلٹا۔

"یہ اس لڑکی کی حیثیت ہے اس گھر میں۔ جو اپنی بہن کی جگہ پر کرنے کے لیے لائی گئی ہے صرف اس کی بچی کی دیکھ بھال کے لیے۔" وہ تنفر سے بولی۔

"پھر تو بہت مستحکم حیثیت ہے اس گھر میں اس کی۔ ایک لاوارث بچی کی ماں بن کے آئی ہے وہ۔" شاذل توصیفی انداز میں بولا۔

"لاوارث کیوں۔ خیر سے دادا، دادی، چچا سب ہیں اس کے۔" نزہت نے پہلو بدلا۔

"لیکن پھر بھی اس کے لیے ماں کی کمی محسوس کی گئی آنٹی! تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ ماں باپ کے رشتہ کا موجود ہونا سب سے امپورٹنٹ ہے۔" وہ دس سال امریکہ جیسے ملک میں گزار کر آیا تھا۔ جو دل میں آیا بلاجھجک کہہ ڈالا۔

"اب وہ اتنی بھی امپورٹنٹ نہیں ہے کہ تم اس کے حق میں تقریر کرنی شروع کر دو۔ بس ایک زبردستی کا سودا ہے۔ زیاد بےچارہ تو بھائی کی وصیت نبھا رہا ہے۔ تمہیں بتایا تو تھا۔"

"جو بھی ہے۔ اب اس کی بیوی ہے وہ۔" شاذل نے شانے جھٹکے۔

نزہت اس کی باتوں سے سخت بے آرامی محسوس کر رہی تھیں، دراصل انہوں نے عباد سے لے کر اب زیاد تک مائرہ کو اتنی شدت سے بہو بنانے کا سوچا تھا کہ انہیں اس گھر میں حریم کی اہمیت دکھائی ہی نہیں دیتی تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ان کا بیٹا اب اپنی زندگی میں پرسکون ہے اور میرب بے وجہ روتی دکھائی نہیں دیتی، ہر وقت صاف ستھری بجی سنوری گڑیا کی طرح چہکتی پھرتی ہے انہیں صرف مائرہ کی ناکام زندگی کا دکھ تھا، انہیں نرمین کا مائرہ کی خوشیوں پہ شب خون مارنا یاد تھا اور اب حریم کا ان کی خواہش کے برخلاف زیاد کی زندگی میں شامل ہو جانا۔ ایسے میں وہ کسی بھی طریقے سے مائرہ کی خوشیاں واپس اسے لوٹانا چاہتی تھیں۔ اس لیے انہیں یہ لڑکا خاص پسند نہیں آیا تھا جو ان کے منہ پر بیٹھ کر انہیں غلط اور حریم کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا شاذل کی باتوں کی وجہ سے ہی مائرہ جلدی اسے لیے وہاں سے اٹھ گئی۔

www.pklibrary.com

"بہت ال مینرڈ ہو تم۔" وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بھنائی ہوئی تھی۔
"شکریہ۔ پر یہ ایوارڈ کس لیے؟" وہ دانت نکوس کر پوچھنے لگا۔
"دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے اور بنا پوچھے تبصرے کرنے کے لیے۔" وہ تپی۔
"اوہ۔ تم اپنی پھپھو کی بات کر رہی ہو۔ تو وہ کون سا غلط کر رہی ہیں۔" وہ ریلیکس ہو کر بیٹھا۔
"جن کے ساتھ زندگی بھی نہ کرے، انہیں ہر بات کی اجازت ہوتی ہے۔"
"یہ حق تو پھر ان کی بہو کو بھی حاصل ہے۔ تم نے اسٹوری بتائی تھی اس کی۔ وہ بھی مظلوم ہے۔" شاذل نے شانے جھٹکے۔

"ہاں۔ دوسروں کے منگیتر ہتھیانے والی مظلوم۔ دونوں بہنیں ہی ایوارڈ یافتہ مظلوم ہیں۔" وہ تنگی اور جھٹکے سے گیئر بدل کر جیسے سارا غصہ نکالا ہو۔ شاذل نے کچھ کہنے کو لب کھولے پھر بھینچ کر جیسے بولنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

☆☆☆

حریم میرب کو سلا کر اب خود بھی سونے کی تیاری میں تھی۔ زیاد تولیے سے بال رگڑ کر خشک کرتا اس کی پھرتیاں دیکھ رہا تھا۔ تولیا کرسی کی پشت پہ پھیلاتے ہوئے وہ آ کر اس کے مقابل بیڈ پر بیٹھا۔ حریم کی کلائی تھامی تو اس کا دل سکڑ سا گیا بے اختیار اس کی طرف دیکھا۔
"کیا بات ہے۔ کس سے بھاگ رہی ہو؟" وہ سنجیدہ تھا۔
"کیا مطلب؟" حریم کی ہوائیاں اڑیں۔
"میرے کمرے میں آنے سے پہلے ہی سو جانا، صبح سویرے کمرے سے 'بھاگ' جانا۔ میرا نہیں خیال کہ میں ایسا ہی کوئی ڈریکولا بن چکا ہوں جس سے تم انتہائی خوف زدہ ہو۔" وہ رسان سے کہہ رہا تھا۔ حریم شرمندگی سے مر جانے والی ہوئی، وہ اپنی ان حرکتوں کو زیاد کا سامنا کرنے سے بچنے میں کامیابی تصور کر رہی تھی یہ نہیں پتا تھا کہ مقابل بھی دو عدد آنکھیں اور ایک مکمل اور ذہین دماغ رکھتا ہے۔
"میں بھلا کیوں بھاگوں گی؟" وہ کہ گئی حلق خشک ہونے لگا تھا۔
"یہ تو تم ہی بتا سکتی ہو۔" وہ برجستہ بولا اور اس کا دوسرا ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں تھام لیا تو حریم کی سانس تھمی۔ اب کون کمبخت کچھ بھی بتا سکتا تھا بھئی۔
"ایسا کچھ نہیں ہے۔ مجھے نیند آ جاتی ہے۔ اور جلدی سونے کی وجہ سے صبح جلدی آنکھ بھی کھل جاتی ہے۔" اس نے جھوٹ سچ ملا کر اپنے ہاتھ کھینچے لیکن زیاد کی گرفت مضبوط تھی۔ حریم نے تھوک نگلتے ہوئے اسے دیکھا تو دھک رہ گئی وہ پوری توجہ سے اس کی طرف متوجہ تھا۔
"میں شکل سے تمہیں بے وقوف نظر آتا ہوں جو رات جلدی سونے اور صبح جلدی جاگنے کے فوائد سن کر بہل جاؤں گا؟" تحمل سے پوچھا حریم نے نفی میں سر ہلایا۔
"تو پھر تم مجھ سے بچ کر، کترا کر مجھے کیوں اس بات کا احساس دلانا چاہتی ہو کہ ہمارے بیچ ابھی بھی سب کچھ ٹھیک نہیں۔ یا جو کچھ ہے، وہ درست نہیں ہے؟"
حریم کی مزاحمت بالکل ختم ہو گئی اس کے ہاتھ زیاد کی گرفت میں ڈھیلے پڑ گئے۔
"ایسا کچھ نہیں ہے۔"
"تو پھر اس گریز کی صاف وجہ بتا دو۔ مجھ سے یہ پہیلیاں نہیں بوجھی جاتیں۔ میں صاف اور سیدھی زندگی گزارنے کا قائل ہوں جو دل میں ہے، زبان پہ لے آؤ۔" وہ رسان سے بولا۔ مگر حریم کے پاس اتنی ہمت ہوتی یا

www.pklibrary.com

اسے آگے پیچھے کوئی دکھائی دیتا تو وہ دل کی بات زبان پر لاتی لیکن فی الحال تو لاوارثوں جیسی کیفیت تھی۔

"پتا نہیں۔ یونہی دل پریشان سا ہے۔" اسے رونا آنے لگا۔

"کل جا کر اپنے ابو امی سے مل آؤ۔ طبیعت بہل جائے گی۔" اس کے اعصاب ڈھیلے پڑے تو ہمدردی سے مشورہ دیا۔ حریم نے آنسو پیتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ زندگی نے انجر پنجر ڈھیلے کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی اس پہ ستم یہ کہ ماں، بہن کا شانہ بھی میسر نہ تھا جس پہ سر رکھ کر دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی یا مشورہ ہی مانگ لیتی۔

وہ اس کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے اٹھ گیا اور آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر بال سنوارنے لگا۔ حریم چپکے سے اپنی جگہ لیٹی اور آنکھوں پہ بازو رکھ لیا۔ تھوڑی دیر وہ اور پوچھ گچھ کرتا تو شاید آج وہ دل کے سارے خوف اس کے سامنے اگل ہی دیتی۔ اس کی آنکھیں جلنے لگیں۔

☆☆☆

"شاذل کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" رابعہ نے دوستانہ انداز میں پوچھا تو مائرہ نے گہری سانس لی۔ پھر ترچھی نظروں سے ماں کو دیکھا۔

"اس سوال کا بیک گراؤنڈ پوچھ سکتی ہوں میں؟" مائرہ نے تیوری چڑھائی۔

"ویسے ہی۔ اتنی دوستی ہے تم دونوں میں۔ اس لحاظ سے پوچھ رہی ہوں۔" وہ ٹالتے ہوئے سرسری بولیں۔

"وہ میرا اچھا دوست ہے مما! اور اسے دوست ہی رہنے دیں۔ اس کے اور میرے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے۔" مائرہ نے ان کی سوچ کے آگے بند باندھتے ہوئے حفظ ماتقدم کے طور پر پہلے ہی متنبہ کر دیا۔

"لیکن پھر بھی تم دونوں اچھے دوست ہو۔" رابعہ نے اسی کے الفاظ جتانے والے انداز میں دہرائے۔

"بہت اچھے دوست ہیں میرے، تو کیا کرنا چاہیے مجھے والدہ محترمہ؟" طنزیہ پوچھا۔

"زندگی کی طرف لوٹنا چاہیے اور کیا۔ روبی کی پہلی دونوں بہوویں بھی دیکھ لو، عیش کر رہی ہیں کوئی روک ٹوک نہیں۔ اپنی مرضی کا سونا جاگنا۔ اگر شاذل بہت پہلے امریکہ نہ چلا جاتا تو آج تم اپنے گھر کی ہو چکی ہوتیں۔" وہ صاف گوئی سے بولیں۔

"فار گاڈ سیک مما!" اس نے گویا تنگ آ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے کو لگائے۔

"یہ مڈل کلاس ماؤں کی طرح اپنی ہر تان میری شادی پہ لا کر مت توڑا کریں۔ ہر لڑکے میں اپ کو اپنا ہونے والا داماد دکھائی دینے لگتا ہے۔"

"میں خود سے نہیں کہہ رہی۔ روبی نے اشاروں میں بات کی ہے مجھ سے۔ وہ شاذل کی پہلی تین ناکام شادیوں کی وجہ سے جھجک رہی ہے ورنہ شاید کھل کر بات کرتی۔" انہوں نے اپنی صفائی پیش کی۔

"انہیں جھجکنا بھی چاہیے۔" مائرہ تیز لہجے میں بولی۔

"لو۔ کیوں بھلا۔ شاذل! میں ماشاءاللہ کیا کمی ہے اور ویسے بھی یہاں خاندان بھر میں کسی کو بھی شاذل کی تین شادیوں کے بارے میں نہیں پتا۔" رابعہ برا مان کر بولیں تو مائرہ کو غصے کے ساتھ ہنسی بھی آ گئی۔

"مجھے تو پتا ہے نا۔ خاندان بھر نے کون سا اس سے شادی کرنی ہے۔ اور ویسے بھی میرے کیا اتنے برے دن آ گئے ہیں کہ کوئی کنوارا نہیں ملے گا اب مجھے؟"

"زیادہ بھی تو شادی شدہ ہے مائرہ۔ اگر تم ابھی تک اس کے متعلق سوچ سکتی ہو تو شاذل کے بارے میں

www.pklibrary.com

کیوں نہیں۔ زیاد تو ویسے بھی سیٹل ہے اپنی زندگی میں۔"

رابعہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے جتا گئیں حالانکہ جانتی تھیں کہ اس کا دل دکھے گا لیکن یہ جتانا ان کے خیال میں ضروری بھی تھا۔ مائرہ کی رنگت بدلی۔

"آپ شاذل اور زیاد کو مقابل مت لائیں۔ میری زندگی جیسے گزر رہی ہے، وہ میری اپنی چوائس ہے۔ آپ اس میں شاذل کو مت گھسیٹیں۔" حسب توقع وہ تپ اٹھی تھی۔

"میرا تو کام تھا تمہیں برا بھلا جتانا، میری جان! جذبے وہاں لٹائے جاتے ہیں جہاں انسان کی قدر ہو۔ تمہاری پھپھو بھی اندھی ہو چکی ہے تمہاری محبت میں۔ نہ اپنی بہو کو پوری زندگی گزارنے دے رہی ہے نہ تمہیں۔ اور یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔"

رابعہ نے تنگ آ کر کہہ ہی دیا جو کتنے ہی عرصے سے ان کے دل میں تھا اور وہ مائرہ کی دل آزاری کے خیال سے زبان پر نہیں لاتی تھیں لیکن اب جبکہ شاذل کی صورت انہیں اس دلدل سے بیٹی کو نکالنے کا موقع دکھائی دیا تو وہ ہر ممکن اقدام کرنا چاہتی تھیں جس سے مائرہ کو عقل آ جائے۔ مائرہ غصے کے مارے بنا کوئی جواب دیے وہاں سے چلی گئی تو وہ سر تھام کر بیٹھ گئیں۔

"یا اللہ۔ ان پھپھی بھتیجی کو ہدایت دے۔"

ان کے دل سے دعا نکلی تھی۔

نسبت سے بھی اب صاف لفظوں میں بات کرنے کا انہوں نے سوچ لیا تھا۔ جو بے جا ضد کے پیچھے نہ بیٹے کا گھر بسنے دے رہی تھیں اور نہ ہی مائرہ کو کسی اور طرف دھیان کرنے دیتی تھیں۔

☆☆☆

آج ان کی روبی خالہ کے گھر دعوت تھی۔ خالہ کی دونوں بیٹیاں اپنے میاں اور بچوں سمیت مدعو تھیں روبی خالہ کے دونوں بیٹے اور بہوویں سارا محفل سجائے ہوئے تھے۔ مائرہ بھی اپنی فیملی کے ساتھ موجود تھی بہت اچھے ماحول میں کھانا کھایا گیا۔ ہنسی مذاق چلیں۔ ایسے میں سب کو آپس میں مگن دیکھ کر مائرہ پہ یک دم ہی جیسے خودترسی اور قنوطیت کا حملہ ہوا۔ وہ سب سے پہلے کھانا ختم کر کے اٹھ گئی۔ تنہائی ملتے ہی اپنی بے رنگ و اجاڑ زندگی پہ آزردہ ہونے لگی۔ جذباتیت کے اس سارے سفر میں اس کے ہاتھ بھلا کیا آیا تھا؟ تنہائی اس کی ہم سفر بنی۔ نارسائی کا دکھ ملا اور بس۔

"کیا یار کزن! بوریت پھیلا کر رکھی ہے۔ کیوں اٹھ آئی ہو۔ اندر اتنے مزے کی سٹنگ چل رہی تھی۔ سویٹ ڈش اور چائے باقی تھی ابھی۔" شاذل اس کے پیچھے لان میں نکل آیا تھا۔

"تم بیٹھو جا کر۔ میں تو بس فل ہو گئی تھی۔" مائرہ نے رخ موڑا اور واک کرنے لگی۔

"کس سے؟ اس ہنسی مذاق سے یا کھانے سے؟" وہ اسے گہری نظر سے دیکھتے ہوئے اس کے ساتھ قدم اٹھاتا بظاہر ہلکے پھلکے انداز میں پوچھنے لگا تو مائرہ جلبلائی۔

"زہر لگتے ہیں مجھے دوسروں پہ تبصرے کرنے والے لوگ۔"

"یا تم پسند نہیں کرتیں کہ کوئی تمہارے احساسات جان پائے۔" ایک اور بے رحمانہ تبصرہ آیا مائرہ نے رک کر اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا، شاذل نے ایسے سر خم کیا جیسے اپنے درست اندازے کی داد چاہی ہو۔

"بکواس۔" مائرہ نے سر جھٹکا مگر وہ سنجیدہ ہو گیا۔

"کب تک سرابوں کا پیچھا کرتی رہو گی مائرہ! کیوں زندگی برباد کر رہی ہو اپنی؟" اس نے اس قدر غیر

www.pklibrary.com

متوقع طور پر موضوع بدلا تھا کہ مائرہ کے تلووں میں لگی سر پہ جا بجھی۔

"تمہیں کیا تکلیف ہے بھئی۔ تم چار گرل فرینڈز بنا آئے۔ تم پر کوئی اعتراض کیا ہے میں نے؟" وہ اس پہ چڑھ دوڑی۔

"چار نہیں تین۔ ابھی ایک کی گنجائش باقی ہے۔" وہ اطمینان سے تصحیح کرتے ہوئے بولا۔

"تو جاؤ۔ منع کس نے کیا ہے کرلو چوتھی بھی۔ بیٹھی ہوگی کوئی گوری کالی تمہارے لیے۔" وہ تنکی۔

"وہ تو میری پسند کی تھیں۔ لیکن سارے تجربے ہی ناکام رہے، اب تو سوچ لیا ہے ماما کی پسند کی لڑکی سے چپ چاپ کر کے شادی کر لینی ہے۔"

وہ بڑا کوئی فرماں بردار بیٹا بنا ہوا تھا۔ رابعہ اگر اسے روبی خالہ کی ڈھکی چھپی خواہش کے متعلق بتا نہ چکی ہوتیں تو وہ بھی شاذل کی باتوں کو خوب انجوائے کرتی لیکن اب جبکہ وہ سارے معاملے سے واقف تھی، اس لیے کڑوا کریلا بنی ہوئی تھی۔

"جو مرضی آئے کرو۔ چاہو تو اپنے ڈیڈی کی پسند سے بھی ایک شادی کرلو۔ لیکن میری زندگی میں دخل مت دو سمجھے۔" وہ جتا کر کہتی اسے بہت کچھ باور کرائی پاؤں پٹختی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

"ارے۔۔۔ کیا ہوا؟ میں نے کیا کیا ہے بھلا؟ رکو۔ بات تو سنو۔" شاذل اس کے پیچھے لپکا مگر وہ ان سنی کرتی دروازہ دھول کر اندر چلی گئی۔

☆☆☆

"سنو۔ مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"

وہ تیز قدموں سے چلتی اس کے ہم قدم ہوئی۔ چاکلیٹ کے ڈبے ریک میں رکھتے ہوئے حیان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ نیلی آنکھوں سے تحیر و سرخی رنگ ۔۔۔ میں دمک رہا تھا۔ نیلی آنکھوں کے زیریں کنارے سرخ اور قدرے سوجن زدہ تھے جیسے وہ روئی ۔۔۔ بے ساختہ نگاہ موڑی۔

"یہ کام کا وقت ہے۔ اس میں باتوں کے لیے ٹائم نہیں نکالا جا سکتا۔" وہ رکھائی سے بولا۔ آج عائشہ کو بخار تھا تو وہ چھٹی پر تھی، اسی وجہ سے آمنہ کو اکیلے آنا پڑا تھا۔

"دو منٹ چاہئیں بس۔" وہ ملتجیانہ لہجے میں بولی۔

"کہا نا۔ کام کے دوران ایک منٹ بھی نہیں۔" وہ رکھائی سے کہہ کر اپنے کیش کاؤنٹر پر جا کھڑا ہوا۔ آمنہ اسے دل ہی دل میں گالیاں دیتے ہوئے واپس پلٹی تھی، موڈ اتنا خراب تھا کہ اس نے آج کسٹمرز کو ٹھیک سے ڈیل نہ کیا تھا۔ چھٹی کے وقت کا اسے بے صبری سے انتظار تھا تب اس کا کھڑوس باس بالکل فارغ ہوتا تھا اور شاید راستے میں اس کی بات توجہ سے سن لیتا۔

"آج تم نے میرا کاروبار ڈبونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ دو کسٹمرز تمہاری شکایت کر کے گئے ہیں۔" وہ واپسی پر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہی گویا خود بھی ساتھ ہی اسٹارٹ ہو گیا تھا۔ آمنہ کو شدید غصہ آیا۔

"ایکسکیوز می۔ مسٹر! اس وقت تم مجھے میرے کام کے حوالے سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ اسٹور کے باہر تم میرے باس نہیں ہو۔" وہ نتھنے پھلا کر بولی۔

"یہ جملہ تمہیں عائشہ نے سکھایا ہے۔ لیکن یہ غلط اسٹیٹمنٹ (بیانیہ) ہے۔ باس از آلویز باس (مالک ہمیشہ مالک ہوتا ہے)۔"

"ہوتا ہوگا۔" اس نے مکھی اڑائی۔

"اب بتاؤ۔ کیا بات کرنی تھی؟" وہ احتیاط سے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

www.pklibrary.com

آمنہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے جیسے اپنی ہمت مجتمع کی۔

"مجھے واقعی پاکستان جانا ہے حیان! جائز و ناجائز کسی بھی طریقے سے۔" اس نے ٹشو سے ناک رگڑی۔ بات کے اختتام تک اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ حیان نے لب بھینچے۔

"دیکھو۔ پہلی بات تو یہ کہ تم یہ رونے والا سین بند کرو۔ میں ایک بہت نرم دل بندہ ہوں لڑکیوں کو روتے دیکھ کر ڈرائیونگ نہیں کر سکتا۔ ہاتھ کانپنے لگتے ہیں، ایسے ہی کہیں گاڑی ٹھونک دی تو تمہارا پاکستان کا ویزا لگے نہ لگے، اوپر کا ضرور لگ جائے گا۔" وہ اپنی ہی بولی بولے جا رہا تھا۔ آمنہ کے آنسو تو کیا رکتے، دانتوں پہ دانت بھی جم گئے۔

"ہاں۔ اب ٹھیک ہے۔ اب بتاؤ دوبارہ سے۔" اسے خود کو گھورتے پا کر وہ جیسے مطمئن ہو کر بولا تو آمنہ کا دل چاہا کاش! اس کے پاس ایک پستول ہوتا۔

"بات وہی ہے جو میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ میں کسی بھی طرح پاکستان جانا چاہتی ہوں۔"

"اور میں نے تمہیں بتایا تھا کہ فی الحال یہ بالکل بھی ممکن نہیں ہے۔ اور دوسرا یہ کہ ایک بالکل انجان ملک میں اکیلی جا کر کیسے سروائیو کرو گی تم؟"

"دیکھو۔ وہاں جا کر زیاد مل گیا تو پھر سارے مسئلے حل ہو جائیں گے میرے۔"

"اور اگر نہ ملا تو؟" وہ بہت سفاک تھا۔ یہ آمنہ کو اس پل شدت سے احساس ہوا، اس کا دل چاہا حیان الشافعہ کا خوب صورت چہرہ نوچ لے۔

"پھر ظاہر ہے۔ میں واپس آجاؤں گی۔" بمشکل نرمی سے کہا۔

"تو پھر کچھ دن صبر کر لو اگلے مہینے تک کم از کم۔ میں کچھ دنوں کے لیے فری ہو جاؤں تو تمہارے ساتھ چل سکتا ہوں ایک ہفتے کے لیے۔" وہ یک لخت ہی بولا تو آمنہ بدک گئی۔

"یہ کیا مذاق ہے؟"

"میرا کون سا تم سے مذاق چلتا ہے؟" وہ فوراً روٹھا ہوا۔

"تم یہاں ہماری ذمہ داری پر رہ رہی ہو۔ یعنی تمہارے بھائی نے تمہیں ہمارے حوالے کیا ہے۔ اب ہم کل کو اسے کیا جواب دیں گے۔ کدھر گئی اس کی بہن؟"

"لیکن تم وہاں جا کر کیا کرو گے۔ اور کیا ضروری ہے کہ وہ ایک ہفتے کے اندر مل جائے؟" آمنہ کو اس کی آفر نے صدمے میں مبتلا کیا تھا اس سڑیل شخص کو مستقل اپنے سر پہ برداشت کرنا بڑی ہمت اور حوصلے کا کام تھا۔

"لیکن ہم وہاں مہینوں تک کے لیے نہیں جا سکتے۔ ابھی تو وہاں جانے کے لیے بھی مشکلات فیس کرنی پڑیں گی۔ اگر تمہیں اعتراض ہے تو ٹھیک ہے۔ سارا پروگرام کینسل۔ تم چپ کر کے اپنی جاب کرو بس۔" وہ فوراً جابر باس بن گیا۔

اب آمنہ کے پاس اس سر پھرے شخص کی بات ماننے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔

"او کے۔ ڈن کرتے ہیں۔" آمنہ نے انگوٹھا دکھایا تو اس کے چہرے پہ طمانیت اتر آئی۔ وہ اپنے ہاسٹل کے سامنے اتری گاڑی کا دروازہ بند کر کے کھڑکی میں جھکی۔

"اس مہربانی کے لیے تمہارا بہت شکریہ۔" آمنہ کو پہلی بار لگا کہ وہ سڑیل بھی اندر سے ایک اچھا شخص تھا۔

"اور ہاں۔ ایک بات کہنا تو میں بھول ہی گیا۔ اس معاہدے کی۔" وہ جیسے اچانک یاد آنے پر بولا۔ آمنہ نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"وہ یہ کہ...... وہ شخص تمہیں ملے یا نہ ملے۔ حالات کے مطابق آخری فیصلہ میرا ہوگا۔"

www.pklibrary.com

وہ بے حد اطمینان سے کہتا آمنہ کو زہر سے بھی بری کوئی شے لگا وہ دانت پیستی ٹھک ٹھک پاؤں مارتی واپس ہوئی تھی۔ حیان الشافع مطمئن سی مسکراہٹ کے ساتھ گاڑی آگے بڑھاتے گیا۔ وہ جانتا تھا مقابل کے پاس اس کی بات ماننے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ زندگی، آمنہ عرف کیتھی سے ہر فیصلہ خود اسی کی من مرضی سے کروانے والی ہے۔

☆☆☆

میرب کو سیر کروانے کے لیے نکلی تو شاپنگ مال کا رخ کرلیا۔ ونڈو شاپنگ کرتے کرتے ہی اسے میرب کے لیے پنک اور وائٹ اسکرٹ بہت پسند آئی۔ کپڑے لے کر وہ نکلی تو میرب نے جھولے لینے کا شور مچادیا۔

''اُف میرو۔ ڈرائیور ویٹ کر رہا ہے۔ پھر آئیں گے پاپا کے ساتھ تو جھولے بھی لیں گے۔'' اسے سمجھانا چاہا لیکن میرب مچل اٹھی۔

''اوہ۔ چلو بھئی۔'' اس کا رخسار چوم کر حریم پلے ایریا کی طرف بڑھی جہاں رش اور شور الامان الحفیظ تھا۔

اس نے کاؤنٹر سے ٹکٹ خریدے اور میرب کو ایک جھولے پر بٹھا دیا۔

''مما۔ آئس کریم۔'' کسی بچے کو دیکھ کر وہ مچلی تو گہری سانس بھرتے حریم اسے جھولے سے نہ اترنے کا کہہ کر اس کے لیے آئس کریم لینے فوڈ کورٹ کی طرف آگئی اسے محض کوئی تین چار منٹ لگے ہوں گے واپسی کے لیے۔ اور اتنی دیر میں میرب کا وہاں نام ونشان تک نہیں تھا۔ حریم کی رنگت اڑی۔ اس نے پاگلوں کی طرح اسے ادھر ادھر دیکھا۔ لیکن بے سود۔ حریم کو لگا جیسے کسی نے اس کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی ہو۔

☆☆☆

وہ ابھی آنے والے موسم سرما کی کیپ شالز کے ڈیزائن سے لیے ڈیزائنر سے سر کھپا کر فارغ ہوا تھا چند ڈیزائن فائنل کر کے اسے رخصت کیا تو موبائل بجنا شروع ہوگیا۔ اس نے انٹرکام اٹھا کر پہلے اپنے لیے کافی کا آرڈر دیا پھر موبائل اٹھایا تو حریم کی کال آرہی تھی۔ اس نے کال اٹینڈ کی لیکن دوسری طرف شاید سگنل کم تھے۔ دوسرے شور اتنا تھا کہ اسے ایک لفظ بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

''ہیلو۔ کہاں ہو تم حریم! باہر نکلو وہاں سے سگنل نہیں آرہے شاید۔ آواز کم ہے۔'' اس نے اونچی آواز میں کہا۔ کال کٹ گئی تھی۔

ایک منٹ کے بعد میسج ٹون بجی تو اس نے دیکھا حریم کا وائس میسج آیا تھا۔ زیاد کے ہونٹوں پہ محظوظ مسکراہٹ پھیلی۔ اس نے میسج سننے کے لیے اسکرین ٹچ کی۔

''زیاد...... میرب نہیں ہے...... وہ...... کہیں بھی نہیں ہے یہاں۔ میں نے اسے ہر طرف دیکھ لیا ہے، وہ نہیں مل رہی۔''

حریم کی لرزتی کپکپاتی وحشت زدہ سی آواز نے زیاد کے دل کو جیسے مٹھی میں لے لیا وہ بے اختیار ہی اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا فی الفور حریم کو کال بیک کرتا وہ گاڑی کی چابی اٹھاتے تیزی سے آفس سے باہر بھاگا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

www.pklibrary.com

عفت سحر طاہر

رنگ دے سنہرے

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

زمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

زمین کی سہیلی بجل کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔

زمین اپنی دوست صوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر بات۔ جانے کی اجازت

www.pklibrary.com

www.pklibrary.com

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔

زمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ تھیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ نگل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں نگل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زمین کی دوستی کرا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ یمنی الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں نگل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ زمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کی دیسے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکنڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

نگل زمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آ جاتی ہے زمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت ذلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ ذلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

زمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زمین، نگل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

زمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زمین کو فون کرتی ہے، فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر نگل کے نمبر پہ کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

زمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی، زمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو زمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے وہ گھبرا جاتی ہے۔

نزہت گھر واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔

حریم عباد سیگل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آ جاتی ہے عباد اسے دھکاتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ زمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مارک ڈینیئل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ زمین گھر میں نہیں ہوتی۔

حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔

www.pklibrary.com

عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد زرمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد زرمین کو باپ کی بات یاد آتی ہے کہ دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔

عباد زرمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آ جاتی ہے۔ عبد کی پرکھ کہ وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھپھو تاریخ لینے آ جاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر زرمین شادی کی ہامی بھر لیتی ہے۔ نصرت پھپھو اور زلفی خوش ہو جاتے ہیں۔ نگل فون کر کے زرمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پروپوز کرتا ہے۔ زرمین خوشی خوشی گھر آتی ہے۔

رات میں حریم زرمین سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کر لو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کر لوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عباد وسیم نے اسے پروپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہو کر گر پڑتی ہیں۔

نگل کے سمجھانے پر حریم کو احساس ہوتا ہے کہ وہ غلطی پر ہے، اس نے اپنی زندگی کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ حالات کو انتہا پر آتے دیکھ کر حریم شوہر سے کہتی ہے کہ وہ میرب سے دور نہیں رہ سکتی۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اسے آخری چانس دے رہا ہے، اس کے بعد اسے یہاں سے جانا پڑے گا۔

وہ میرب کے لیے شاپنگ کا کہتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آؤٹ لیٹ پر آ جاتا۔ زیاد واپس پہنچتا ہے تو کیتھی کی ساتھی ورکر اسے بتاتی ہے کہ اس کا اسپیشل کسٹمر آیا ہے۔

پال کیتھی کو بتاتا ہے کہ اس کے بھائی نے پسند کی شادی کر لی ہے اور ماں باپ نے اسے گھر سے نکال دیا ہے اور بھائی کی منگیتر اس کے سر منڈھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر آیا ہوں۔

پال کیتھی سے کہتا ہے کہ اسے اب مارک کے مستقبل کی پلاننگ کرنی چاہیے۔ وہ اکتا کر وہاں سے ہٹ جاتی ہے۔

مارک اس سے رات والی بات پر معافی مانگتا ہے۔ کیتھی کے انکار پر ثبوت ملنے کا کہتا ہے۔

کیتھی زیاد سے کہتی ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ عباد ماں باپ سے معافی مانگ کر گھر واپس آنے کا کہتا ہے۔

مائرہ، حریم کو آؤٹ لیٹ پر دیکھ کر برہم ہو جاتی ہے۔ نزہت بھی اس پر ناراض ہوتی ہے۔ حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر آتی ہے۔

حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر جاتی ہے۔ اماں کو یہ سن کر بہت صدمہ ہوتا ہے کہ حریم کا شوہر پہلے سے شادی شدہ ہے۔ وہ بچی کو پیار کرتی ہیں کہ اس میں زرمین کی شباہت ہوتی ہے۔

مائرہ کو دیکھنے کچھ لوگ آنے والے ہیں۔ وہ ماں پر ناراض ہوتی ہے لیکن وہ کہتی ہیں کہ اچھی پھپھو کے ساتھ باہر نکل آؤ۔

نزہت بیٹے پر ناراض ہوتی ہیں کہ اسے حریم کے میکے کیوں بھیجا۔ مائرہ اسے اپنے آنے والے رشتے کے بارے میں بتاتی ہے۔ وہ اسے سمجھاتا ہے کہ اسے اب زندگی میں آگے بڑھ جانا چاہیے۔ مائرہ باہر جانے کا پروگرام بناتی ہے لیکن وہ منع کر دیتا ہے کہ اسے حریم اور میرب کو لینے جانا ہے۔ مائرہ شدید غصے میں گھر آتی ہے جہاں اس کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آئے ہوتے ہیں، وہ ان سے بدتمیزی کرتی ہے۔ نوزیہ بیگم کو ڈانٹتی ہیں، وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔

کیتھی کے گھر والوں کو پتا چل جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہے۔ وہ اسے لے کر غائب ہو جاتے ہیں۔ زیاد ہر جگہ اسے تلاش کرتا ہے لیکن اس کا کچھ پتا نہیں چلتا، مائرہ خودکشی کر لیتی ہے۔

بیسویں قسط

حریم کی جان حلق میں اٹک گئی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ میرب کے بارے میں کس سے پوچھے۔ اس نے پاگلوں کی طرح عورتوں سے میرب کا حلیہ بتا کر اس کے بارے میں پوچھا لیکن سب نے انکار ہی کیا تو

www.pklibrary.com

وہ کچھ خیال آنے پر بھاگتی ہوئی ایکسیلیٹر کی طرف بڑھی، نیچے کی طرف مسلسل چلتی خودکار سیڑھیوں کو پھلانگتے ہوئے گراؤنڈ فلور پہ آئی۔ اس کے ذہن میں یہ خوش گمانی آئی شاید میرب سیڑھیاں اتر کر ڈرائیور کے پاس پہنچ گئی ہو۔ وہ پھولی ہوئی سانسوں اور اڑی رنگت کے ساتھ مال سے باہر نکلی اور تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھی تو یہ دیکھ کر اس کے دل کی دھڑکن سست پڑ گئی کہ ڈرائیور اکیلا ہی گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر ڈرائیور فوراً مودب ہو کر سیدھا بیٹھا۔

"میرب کہاں ہے۔" حریم ڈرائیور کی طرف کھڑکی میں جھک کر بے تابی سے پوچھنے لگی تو وہ حیران ہو گیا۔

"میم۔ میرب بے بی تو آپ کے پاس تھیں میرے پاس تو نہیں آئیں۔"

"یا اللہ۔" حریم نے بے اختیار سا ہوتے ہوئے پیشانی کو ہاتھ سے چھوا اس کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔ ڈرائیور گھبرا کر گاڑی سے باہر نکل آیا۔

"خیریت میم! کیا ہوا ہے؟"

"میرب کہیں نہیں مل رہی میں اس کے لیے آئس کریم لینے گئی تھی واپس آئی تو وہ نہیں تھی میں دوبارہ اندر جا کر دیکھتی ہوں۔"

وہ ان ہی قدموں پر واپس پلٹ گئی ڈرائیور نے کچھ سوچ کر اپنا موبائل نکالا اور پریشانی کے عالم میں کسی کو کال ملانے لگا۔

کال ختم کرنے کے بعد وہ بھی تیزی سے شاپنگ مال کی طرف بڑھا تھا۔

☆☆☆

زیاد اس کی بتائی جگہ پر پہنچا تو وہ رندھے ہوئے لہجے میں اسی پلے ایریا میں مرد و زن کے ہجوم میں گھری ان کے سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔ زیاد ہجوم کو چیرتے ہوئے اس تک پہنچا۔

"کہاں ہے میرب؟"

زیاد کو دیکھ کر وہ بے اختیار اس کی طرف لپکی۔

"وہ نہیں مل رہی زیاد۔ میں نے اسے ہر جگہ ڈھونڈا ہے۔" حریم کو ٹوٹ کر رونا آیا۔

زیاد اسے لے کر ہجوم سے باہر نکل آیا

"آخری بار تم نے اسے کہاں چھوڑا تھا؟" زیاد نے پوچھا۔

"وہ جھولا جھول رہی تھی اس نے آئس کریم کھانے کی ضد کی تو میں اسے جھولے پہ چھوڑ کر آئس کریم پارلر تک گئی تھی بس واپس آئی تو وہ......" حریم بات ادھوری چھوڑ کر رو دی۔ پریشانی کے عالم میں زیاد اس کا ہاتھ تھام کر کر اوپر پلے روم کی طرف بڑھا اس نے پورے اپر فلور پر اپنے دل کی تسلی کی خاطر ایک بار پھر میرب کو ڈھونڈنے کی کوشش کی۔

لیکن ان کی تلاش بے سود رہی۔ میرب کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا حریم کی ٹانگیں اس کا بوجھ سہارنے میں ناکام ہو گئیں تو وہ پاس پڑی کرسی پر ڈھیر ہو گئی اس نے میز پر پیشانی ٹیک دی اور رونے لگی۔

"بے وقوفی مت کرو حریم! اٹھو اور چل کے گاڑی میں بیٹھو، مجھے میرو کو تلاش کرنا ہے۔"

زیاد نے سختی سے کہتے ہوئے اسے بازو سے تھام کر اٹھایا اور خودکار سیڑھیوں کے ذریعے گراؤنڈ فلور پر آ گئے وہ حریم کو باہر گاڑی میں بٹھانے جا رہا تھا تبھی پیچھے سے کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو چونک کر مڑا۔

☆☆☆

www.pklibrary.com

"کام ہو گیا ہے میڈم جی۔" وہ ابھی اسٹور پہ پہنچا ہی تھا کہ کال آ گئی۔

"کہاں چھوڑا ہے بچی کو؟" دوسری طرف سے کرختگی سے پوچھا گیا۔

"وہیں جی۔ جہاں آپ نے کہا تھا۔" زلفی شیطانیت سے مسکرا کر بولا

"شاباش۔ بہت اچھا کیا، تمہیں جلد ہی تمہارا انعام مل جائے گا۔" اطمینان سے کہا گیا۔

"بہت شکریہ میڈم جی! ایک بات پوچھنی تھی، آپ کی دشمنی کیا ہے اس بچی کے ساتھ یا حریم کے ساتھ؟" زلفی نے تھوڑی بے تکلفی دکھاتے ہوئے دل میں اٹکا سوال پوچھنا چاہا۔

"تم اپنے کام سے کام رکھو، زیادہ بولو گے تو تھوڑے سے بھی جاؤ گے۔" لمحہ بھر کی خاموشی کے بعد دوسری طرف سے غراتی ہوئی آواز آئی تو زلفی گڑبڑا گیا۔

"سوری جی..... وہ ویسے ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا تو میں نے سوچا آپ سے پوچھ لوں۔"

"تم اپنے ذہن کو زیادہ سوچنے کی زحمت مت دو، جس کام کے پیسے ملتے ہیں اتنا ہی کرو اور اتنا ہی سوچا کرو ورنہ پیسے کے لیے کام کرنے والے بہت ملتے ہیں میں کسی اور کا انتظام کر لیتی ہوں۔" خشک لہجے میں کہا گیا۔

"ن..... نہیں جی..... میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" زلفی پریشان ہونے لگا۔

"اور یہ یاد رکھنا۔ کسی کو کسی بھی قسم کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

"میں تو بس جتنا آپ کہتی ہیں اتنا ہی کرتا ہوں نہ کچھ زیادہ نہ کم۔" وہ جلدی سے بولا۔

"ہم۔ گڈ۔ ابھی آدھے گھنٹے تک پیسے مل جائیں گے تمہیں۔" کال کٹ گئی لیکن زلفی کا ناچنے کو دل کر رہا تھا اس بار اسے پورے پچاس ہزار ملنے والے تھے۔

وہ پھلوں سے لدا پھندا گھر پہنچا تو نصرت نے گال پہ انگلی رکھ کر حیرت سے اسے دیکھا۔

"کیا بات ہے۔ باوا کے اسٹور کی ساری کمائی ان الکوں تلکوں پہ اڑانے کا تہیہ کر لیا ہے کم بخت!"

"ایک پیسہ بھی اسٹور کی کمائی کا نہیں ہے اماں! یہ تمہارے بیٹے کی کمائی ہے۔ محنت اور خون پسینے کی۔" زلفی نے اترا کر کہا تو نصرت کی آنکھیں پھٹیں۔

"نہ۔ تو تیرا کون سا الگ سے کاروبار چل نکلا ہے جہاں سے یہ من و سلویٰ اتر رہا ہے؟"

"ایک دوست پراپرٹی کا کاروبار کرتا ہے اماں! اسی کے ساتھ لوگوں کو کرائے کے مکان اور خریدنے کے لیے زمین پلاٹ وغیرہ دکھاتا ہوں اگر سودا طے پا جائے دونوں پارٹیوں میں تو مجھے بھی طے شدہ معاوضہ ملتا ہے۔"

زلفی کا ہوم ورک پورا تھا، ڈھٹائی سے جھوٹ بول گیا تو نصرت نے تشکر کی سانس لی۔

"اللہ تیرا شکر ہے۔ میرے بچے کو بھی عقل آئی کہ اپنے مستقبل کی فکر کرنی ہے۔"

"بس اماں! دیکھتی جاؤ تم عیش اپنے۔" زلفی مسکرایا۔

"میں تو بس اس انتظار میں تھی کہ کب تو گھر چلانے کے قابل ہو اور کب میں تیری دلہن بیاہ کر لاؤں۔" نصرت بے حد خوش تھیں۔

"اماں! یہ اپنی حریم کا کچھ پتا چلا کن حالات میں ہے؟" کھانے کے دوران زلفی نے سرسری سا لہجہ اپنا کر معلومات لینا چاہیں تو نصرت بھڑکیں۔

"دفع دور۔ اب کہاں سے "اپنی" رہ گئی ہے وہ کلموہی۔"

"سیدھی سی ایک بات پوچھی ہے اس میں بھی رولا ڈال لیا ہے تم نے اپنا۔" زلفی جھلایا۔

"اے۔ تو مجھے کیا پتا۔ رل رہی ہوگی کہیں سڑکوں پہ۔ ایسیوں کی اخیر یہی ہوتی ہے۔" نصرت نے بددعائیہ

www.pklibrary.com

انداز میں تجزیہ پیش کیا تو زلفی کوفت سے سر ہلا کر رہ گیا۔

اندر ہی اندر وہ فون والی عورت اور حریم کے رشتے پہ ہی اٹکا ہوا تھا۔

"کوئی تو بڑا معاملہ ہے۔ جس کی وجہ سے اتنا پیسہ خرچ کر رہی ہے میڈم۔"

لوگ نفرت کے رشتوں کو محبت کے رشتوں سے زیادہ خلوص سے نبھاتے ہیں

☆☆☆

وہ گنگناتی ہوئی لاؤنج میں داخل ہوئی تو رابعہ نے پسندیدگی سے اسے دیکھا۔

"شکر ہے۔ تمہارے بھی ہونٹوں پہ مسکراہٹ نظر آئی۔"

"اچھا۔" وہ ہنستے ہوئے ان کے پاس صوفے پر آ بیٹھی۔ "کیا کریں۔ دنیا خوش ہونے ہی نہیں دیتی۔"

"خود کو دنیا کے نہیں بلکہ دنیا کو خود کے تابع کرنا چاہیے میری جان! بالکل ویسے ہی جیسے کوئی انسان گاڑی چلا رہا ہو تو گاڑی پہ اپنا پورا کنٹرول رکھتا ہے نا کہ گاڑی کو اس کی مرضی پہ چھوڑ دیتا ہے۔"

رابعہ نے پیار سے اس کے رخسار کو چھوتے ہوئے کہا۔ "یہ باتیں صرف کہنے میں ہی آسان لگتی ہیں۔" وہ تلخی سے بولی۔

"زندگی سے ہار مان لینا بزدلی کی نشانی ہے۔ انسان کو زندگی سے اپنی خوشیاں وصول کرنا آنا چاہیے ورنہ لوگ تو دوسروں کو روند کر آگے نکل جاتے ہیں۔"

"خیر۔ ... نے بھی نہیں ہار مانی کچھ نہ کچھ تو زندگی سے وصول کر کے ہی رہوں گی۔" اس نے مصمم ارادہ ظاہر کیا۔ آج کل وہ پہلے سے بہت مطمئن نظر آتی تھی جیسے زندگی گزارنے کا کوئی پلان وضع کر لیا ہو رابعہ نے دل ہی دل میں اپنی بیٹی کی دائمی خوشیوں کے لیے دعا کی تھی۔

"روبی کی طرف بھی چکر لگا لیں کب سے تمہیں یاد کر رہی تھی۔"

"ارے۔ اب کہاں وہ ہمیں یاد کرتی ہیں، ان کا لاڈلا بیٹا جو آ گیا ہے۔ ڈھونڈ رہی ہوں گی اس کے لیے کوئی چوتھی بیگم۔"

مائرہ نے مسکراہٹ دبائی وہ رابعہ کے شاذل کے ساتھ لگاؤ سے خوب واقف تھی۔ اس لیے جان بوجھ کر کہا تو حسب توقع وہ برا مان گئیں۔

"یہ کیا ہر وقت تم اس کی شادیاں گنتی رہتی ہو۔ وہ کون سا سر پہ لاد کے بیٹھا ہے تین تین بیویاں ... چکا ہے اسے چھوڑ کر۔"

"بس پھر۔ اس سے اندازہ لگا لیں کہ کوئی بھی عورت اس بندے کے ساتھ گزارہ نہیں کر سکتی۔" مائرہ نے آگے جھک کر میز پر سے ٹی وی کا ریموٹ اٹھاتے ہوئے انہیں چھیڑا تھا وہ گویا تڑپ ہی تو اٹھیں۔

"کیا فضول باتیں کر رہی ہو۔ ان غیر ملکی آزاد خیال لڑکیوں کو کہاں گھر بسانے آتے ہیں۔ اس بے چارے نے تو بہت کوشش کی کہ کسی ایک۔ ہی کے ساتھ ذہن مل جائے۔ پر وہ کہاں رہتی ہیں پاکستانی بلکہ مسلمان شوہر کے اصول و قواعد کے مطابق۔"

"تو اس "پاکستانی مسلمان" کو کس نے کہا تھا کہ تین بار ان ہی آزاد خیال لڑکیوں کو آزمائے۔" مائرہ نے چینل سرفنگ کرتے ہوئے منہ بنایا۔

"ہاں تو ٹھوکر کھا کر انسان کو عقل آ جاتی ہے نا۔ اب اسی لیے تو مشرقی لڑکی ڈھونڈ رہا ہے جس کے ساتھ ساری زندگی گزار سکے۔" رابعہ نے بھانجے کی سائڈ لی تو مائرہ مسکرا دی۔

"چلو۔ دیکھتے ہیں کہ شاذل عباس کے سابقہ ریکارڈ کو دیکھتے ہوئے کون سی مشرقی لڑکی یہ قربانی دیتی

www.pklibrary.com

ہے۔"

"اوہیں۔ قربانی۔" رابعہ تلملائیں۔ "عیش کرے گی جو بھی شاول کی زندگی میں آئے گی۔" مائرہ ان کی شکل دیکھ کر ہنسنے لگی۔

"اُفف۔ کس قدر سائیڈ لیتی ہیں آپ اس بندے کی۔ اسے تو گویا آپ کی طرف سے سات خون معاف ہیں۔"

"فضول باتیں مت کرو اور چکر لگا لینا روبی کی طرف۔ کتنے ہی دن ہو گئے ملاقات نہیں ہوئی۔" رابعہ نے اسے پابند کرنا چاہا۔

"دیکھوں گی۔ ابھی تو آؤٹ لیٹ پہ بھی جانے کو دل نہیں کر رہا کچھ دن فرصت کو انجوائے کرنے دیں مما جانی!" اس نے جان چھڑائی۔

"روبی تم سے بہت پیار کرتی ہے۔" رابعہ نے بات شروع کی۔

"ہاں۔ میری خالہ جو ہوئیں۔ میں بھی ان سے بہت پیار کرتی ہوں۔" ٹی وی پہ نظریں جمائے مائرہ نے بے توجہی کے ساتھ جواب دیا پھر ایک دم خیال آنے پہ ان کی طرف دیکھ کر بولی۔

"فار گاڈ سیک۔ اب اپنے بھانجے کی تعریف نہ شروع کر دیجئے گا۔ وہ ٹاپک کلوز کر دیا تھا اس روز میں نے۔ ڈھونڈنے دیجئے روبی خالہ کو چاند سی بہو۔"

اس کے قطعی انداز پر رابعہ گہری سانس بھر کر رہ گئیں۔

☆☆☆

وہ دونوں تیزی سے منیجر کے آفس کی طرف بڑھے ایک ویٹر نے انہیں منیجر کے بلاوے کی اطلاع دی تھی وہ دونوں آفس میں داخل ہوئے تو سامنے ہی کرسی پر بیٹھی میرب کو چاکلیٹ بار کھاتے دیکھ کر دونوں کی جان میں جان آئی زیاد نے تیزی سے آگے بڑھ کر میرب کو اٹھا لیا۔

"آپ کی یہ بچی ریسٹورنٹ کے ڈائننگ ہال میں بیٹھی ہوئی آئس کریم کھا رہی تھی۔"

"اسے وہاں کوئی چھوڑ کر گیا ہوگا۔ میں نے تو اسے اوپر پلے ایریا میں جھولے پر بٹھایا تھا۔" حریم نے بے تابی سے کہا۔

"ہو سکتا ہے ایسے ہی ہو کیونکہ اتنی چھوٹی بچی تھرڈ فلور سے گراؤنڈ فلور پر اکیلی نہیں آ سکتی۔" منیجر نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی تو زیاد نے ان سے پوچھا۔

"اس ریسٹورنٹ کے ڈائننگ ہال میں یقیناً سی سی ٹی وی کیمرا لگا ہوگا، اس سے ساری حقیقت سامنے آ جائے گی۔"

"جی بالکل۔" منیجر نے اثبات میں جواب دیا۔ "میں ابھی فوٹیج نکلواتا ہوں۔" منیجر نے اس کا وزیٹنگ کارڈ دیکھتے ہوئے تعاون پہ آمادگی ظاہر کی تھی۔

"میں ان لوگوں کو گاڑی میں چھوڑ کر آتا ہوں آپ اتنی دیر میں پچھلے ایک گھنٹے کی فوٹیج نکلوائیں۔" زیاد منیجر کو تلقین کرتے ہوئے میرب کو اٹھائے ایک ہاتھ سے حریم کا ہاتھ تھامے آفس سے نکل آیا۔

ڈرائیور نے میرب کو ان کے ساتھ دیکھا تو شکر بجا لایا۔

"اللہ کا شکر ہے میرب بے بی مل گئیں۔ بڑی بیگم صاحب کی تو تین بار کال آ چکی ہے۔"

"وہیں اندر ہی تھی۔ ریسٹورنٹ میں چلی گئی تھی۔" زیاد نے تادیبی نظروں سے حریم کو دیکھا تو وہ خائف سی ہو کر دبے لہجے میں بولی۔

www.pklibrary.com

"ناراض ہو؟"

"اس فضول حرکت سے کون ناراض نہیں ہوگا؟" ماہرہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

"میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں اور سیدھے طریقے سے تم میسر نہیں ہوتیں۔" وہ معصومیت سے بولا۔

"چلو الٹے طریقے ہی سے سہی۔ آج میسر ہوں تو بات کر کے بات ختم کر لیتے ہیں۔" ماہرہ نے یک لخت پرسکون ہوتے ہوئے کہا۔

"دیکھو، میں تم سے گھما پھرا کر کوئی بھی لمبی چوڑی بات نہیں کرنا چاہتا۔ صاف اور سیدھی سی بات ہے کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ مانا کہ تین ناکام شادیاں کر چکا ہوں لیکن کوئی بات چھپائی نہیں ہے کسی سے۔" وہ اپنے مخصوص صاف گو انداز میں بولا جبکہ وہ اس کی بات پہ چونکے بنا اسے اسی اطمینان و سکون کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔

"بس ہو گئی تمہاری بات؟" وہ خاموش ہوا تو مائرہ نے اطمینان سے پوچھا۔ اس کے انداز نے شاذل کو بے آرام کیا۔

"بات یہ ہے شاذل عباس! کہ میں اس شادی وغیرہ کے چکر میں بالکل نہیں پڑنا چاہتی۔"

"تو....؟ ساری عمر تو ایسے نہیں گزارو گی نا؟" وہ خفا ہوا۔

"ہاں۔ نہیں گزرے گی لیکن فی الحال میں نے ایسا کچھ نہیں سوچا۔ تم میری طرف سے آزاد ہو جہاں چاہو شادی کر لو۔"

"فضول باتیں مت کرو یہ ایک خوب صورت پروپوزل تھا شادی کے لیے، جس کا تم اتنا فضول اور بورنگ رسپانس دے رہی ہو۔"

"میں ایسی ہی ہوں شاذل عباس! اسی لیے تو کہا ہے کہ تم اپنی مرضی کے مطابق کوئی اچھی سی لڑکی ڈھونڈ لو اور اس سے شادی کر کے اپنی زندگی کو خوب صورت اور ایڈونچرس بنا لو، میں واقعی بہت بورنگ ہوں۔" ماہرہ نے صاف صاف لفظوں میں کہا، وہ اسے کوئی بھی امید نہیں تھمانا چاہتی تھی۔

"کیا تم ابھی تک زیاد کا انتظار کر رہی ہوں؟" شاذل نے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ ایک دم بھڑک اٹھی۔

"نن آف یور بزنس۔ مجھے کسی سے بھی کوئی توقع نہیں ہے، میں اس شخص سے وابستہ تمام توقعات بھی ختم کر چکی ہوں۔"

"میں تمہیں آفر کرتا ہوں مائرہ! میری طرف تم بہت نیک اور اچھی توقعات رکھ سکتی ہو۔" وہ شرارت سے بولا۔

"شکریہ۔ مجھے کوئی ضرورت ہیں۔" وہ بیزاری کی انتہا پر تھی۔

"کیوں اپنی زندگی کو دوسروں کی ٹھوکروں پر رکھ کر بیٹھی ہو؟ اپنے حصے کی خوشیوں کو دوسروں کا دکھ پال کر برباد کرنا نری بے وقوفی ہے۔" وہ سنجیدہ ہوا تو مائرہ نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے۔

"اللہ کا واسطہ ہے، کھانا منگوا لو اب۔ تمہارے اس فلسفے سے تو پیٹ نہیں بھرنے والا میرا۔ جواب تو وہی ہے جو میں تمہیں دے چکی ہوں۔ اس لیے وقت ضائع کرنے کا فائدہ نہیں۔" شاذل اسے گھورے گیا تو وہ مزید بولی۔

"اب اگر تمہارا پروپوزل منع کرنے کے بعد تم نے مجھے لنچ کروانے کا پروگرام کینسل کر دیا ہے تو بھی بتا دو۔ مما نے آج بہت اچھا مینیو ریڈی کروانا تھا گھر پہ۔"

www.pklibrary.com

"شٹ اپ۔" کلستے ہوئے شاذل نے خفگی دکھائی اور ویٹر کو بلانے لگا۔ مائرہ مسکراہٹ دباتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر اطمینان سے بیٹھ گئی۔

☆☆☆

"موسم بدل رہا ہے۔ سردی ہو گئی ہے، اچھی خاصی۔ تم نے کہا تھا، شاپنگ پہ چلیں گے آج فارغ ہیں تو سردیوں کے لیے کپڑے خرید لیں؟" عائشہ نے لنچ کے دوران اس سے پوچھا تو وہ سادگی سے بولی۔

"نہیں...... ابھی نہیں۔ زیدنے بتایا تھا اکتوبر میں پاکستان میں گرمی ہوتی ہے۔"

"ہمارے کپڑوں کی شاپنگ کا پاکستان سے کیا تعلق ہے؟" عائشہ نے حیرت کے مارے پوچھا تو آمنہ مسکرادی۔

"کیونکہ اس بار اکتوبر میں ہم پاکستان جا رہے ہیں ہیں ان شاء اللہ۔"

عائشہ نے تحیر سے اسے دیکھا۔

"یہ تم سے کس نے کہا ہے؟"

"تمہارے بھائی نے۔ اگلے ماہ تک ان شاء اللہ ہمارا پاکستان جانے کا پروگرام ہے، حیان نے کہا ہے کہ وہ پے کا بھرے سامنے۔"

"اس نے کہہ دیا اور تم نے مان لیا۔ وہ تو ایسے ہی کچھ بھی بولتا رہتا ہے۔"

"نہیں نہیں اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔" آمنہ نے یقین بھرے لہجے میں کہا۔

"اتنی مشکلوں اور مصیبتوں سے نکل کر یہاں آئی ہو اور پھر سے اپنی جان مصیبت میں ڈالنے کی تیاری کر رہی ہو، تھوڑا صبر کرلو اگر قسمت میں ہوا تو تم زیاد سے ضرور ملو گی۔"

"نہیں۔ اب میں بالکل بھی دیر نہیں کرنا چاہتی مجھے ایسا لگتا ہے کہ ہر دن کے ساتھ وہ مجھ سے دور ہوتا چلا جا رہا ہے۔"

"اگر اسے اتنا ہی تمہارا احساس ہوتا تو وہ تم سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتا ہو۔"

"ہوسکتا ہے اس نے کوشش کی ہو لیکن میرا موبائل چھین کر مجھے قید میں ڈال دیا گیا تھا وہ رابطہ کب اور کیسے کرتا؟"

"موبائل تمہارا چھنا تھا، قید میں تمہیں ڈالا گیا تھا۔ زیاد کی اتنی تو ذمہ داری بنتی تھی کہ وہ موبائل آن رکھتا تاکہ تم واپس آ کر اس سے رابطہ کر سکتیں۔"

عائشہ کو زیاد پر سخت غصہ تھا۔

"یہ تو اب اس سے مل کر ہی پتا چلے گا کہ اس پر کیا بیتی۔" آمنہ نے نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم جو بھی کہو، مجھے تو تمہارا یہ فیصلہ بالکل بھی پسند نہیں آیا۔" عائشہ کی بھوک اڑ گئی تھی۔

"مجھے لگتا ہے کہ حیان کا بھی دماغ خراب ہو گیا ہے ورنہ وہ خود کو اور تمہیں بھی مشکل میں ڈالنے کا نہ سوچتا۔ جانتی ہو، اگر تم پر کسی کی نظر پڑ گئی تو تم دونوں کتنی بڑی مشکل میں گھر سکتے ہو۔"

"اللہ مالک ہے وہ یقیناً میرے لیے بہتر ہی کرے گا لیکن ایک بار اپنی قسمت کو آزمانا ضرور چاہتی ہوں۔"

"میری تو یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیا ری ایکشن دوں تم دونوں ہی بے وقوف ہو اور پاگل بھی۔"

"تمہارے بھائی کا اس میں کوئی قصور نہیں، یہ میرا فیصلہ ہے وہ تو بس میری سیکیورٹی کے خیال سے میرے ساتھ جانے کا پروگرام بنا بیٹھا ہے۔"

"اسے بھی تمہاری ضد نے ہی مجبور کیا ہوگا ورنہ وہ کبھی بھی ایسا فیصلہ نہیں کر سکتا۔"

pklibrary.com

www.pklibrary.com

"تم جو بھی سمجھو لیکن اب تو یہ پروگرام فائنل ہو چکا ہے، تم چاہو تو تم بھی اپنا نام لسٹ میں لکھوا سکتی ہو اور میرے ساتھ پاکستان چل سکتی ہو۔" آمنہ نے اسے بھی آفر دی۔

"جی نہیں بہت شکریہ۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی شوق ہے دو پاگلوں کے بیچ میں اپنا سر پھنسانے کا۔" عائشہ الجھی ہوئی تھی، درحقیقت اسے آمنہ کا یہ فیصلہ بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا اوپر سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ حیان اس کا ساتھ دینے پر راضی ہو گیا تھا۔

"تم بس یہ دعا کرو کہ زید مل جائے مجھے۔" آمنہ نے صدق دل سے کہا تو وہ آمین بھی نہ کہہ سکی۔

"اور اگر وہ مل گیا تو؟ تم واپس آؤ گی یا نہیں؟" عائشہ نے پوچھا تو وہ بے اختیار لیکن دل سے مسکرا دی۔

"ان شاء اللہ۔ وہ ضرور ملے گا۔ اور جب ملے گا تب تمہیں بتاؤں گی کہ آگے کا کیا پلان ہے۔"

عائشہ ایک ٹک اس کی سنہری جلد میں گھلتے گلابی پن کو دیکھ رہی تھی۔

"مت ڈالو خود کو مصیبت میں آمنہ! اگر وہ کسی اور کا ہو چکا ہو تو؟"

وہ یہ کہنا نہیں چاہتی تھی لیکن بے دردی سے کہہ گئی آمنہ کا رنگ اڑا۔

"بد دعا تو مت دو۔" عائشہ کا دل اس کی اڑی رنگت دیکھ کر پگھل گیا۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آتے ہوئے جھک کر آمنہ کو گلے لگا لیا۔

"آئم سوری۔ میں یہ نہیں کہنا چاہتی تھی۔ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔" اس کی بات سن کر آمنہ نم آنکھوں کے ساتھ مسکرا دی۔ عائشہ اپنی جگہ پہ واپس آ بیٹھی۔

"پتا ہے تم میری سب سے بہترین اور اکلوتی دوست ہو اس دنیا میں۔"

"ہاں۔ مجھے پتا ہے۔" عائشہ نے اترا کر گردن اکڑائی تو وہ بے اختیار ہنسنے لگی۔ اپنی دل دکھانے والی بات کا اثر زائل ہوتے دیکھ کر عائشہ کا احساس جرم کم ہونے لگا۔

"چلو جلدی کرو۔ ورنہ جلاد چھوڑے گا نہیں ہمیں۔ لنچ ٹائم سے دس منٹ اوپر ہو چکے ہیں۔" آمنہ کو دفعتاً وقت گزرنے کا احساس ہوا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی عائشہ نے بھی فوراً اس کی تقلید کی۔ وقت کی پابندی کے معاملے میں حیان اپنے باپ پہ پڑا تھا۔ منٹوں کے حساب سے پیسے کاٹنے کی دھمکی اس نے ہر ملازم کو دے رکھی تھی۔ اس دھمکی پر عمل درآمد چاہے کبھی نہ کیا ہو لیکن یہ دھمکی سب کو وقت کا پابند رکھے ہوئے تھی۔ وہ دونوں چلتے ہوئے سڑک پہ آ گئیں۔

☆☆☆

وہ گھر لوٹی تو لاؤنج ہی میں نزہت اور وسیم صاحب کو پریشان سا موجود پایا۔ نزہت نے ان کے گھر میں داخل ہوتے ہی بے تابی سے جھپٹ کر میرب کو حریم سے تقریباً چھین کر سینے سے لگا لیا۔ حریم کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

"ہائے۔ میری بچی۔ کہاں سے ملی ہے؟" نزہت نے میرب کو چومتے ہوئے پوچھا تو وہ جوان کے ردعمل پہ دنگ سی تھی سوال سن کر حواس میں لوٹی۔

"میں میرو کے لیے آئس کریم لے رہی تھی تو یہ جا کر ریسٹورنٹ میں بیٹھ گئی۔ میں یونہی گھبرا گئی تھی۔" حریم نے جلدی سے اپنی صفائی پیش کی۔

"آج آ لینے دو زیاد کو۔ بات کرتی ہوں میں اس سے۔ تم اس قابل ہرگز نہیں ہو کہ ہم اپنی بچی کو تمہارے حوالے کریں۔ پتا نہیں ان سب کو یہ دکھائی کیوں نہیں دیتا۔" نزہت غصے سے بولیں۔

"اچھا۔ اب یہ فضول باتیں چھوڑو۔ بچی خیریت سے ہے نا۔ اتنا کافی ہے۔" وسیم سیٹھی بات رفع دفع

www.pklibrary.com

کرنے کی غرض سے کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"دادو۔ انکل میرو کو لے گئے تھے۔ انہوں نے میرو کو چاک بار بھی لے کر دی۔" نزہت کے چہرے کو اپنے ننھے ننھے ہاتھوں میں تھام کر میرب نے بھانڈا پھوڑنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

"ہاں۔ وہ آئس کریم والے انکل تھے بیٹا!" حریم نے جلدی سے ٹکڑا لگایا ورنہ نزہت تو بال کی کھال اتارنے بیٹھ جاتیں۔ میرب کو نزہت کے پاس چھوڑ کر وہ ان کی جلی کٹی سننے کے لیے لاؤنج میں بیٹھنے کے بجائے اپنے کمرے میں آ گئی۔ کپڑے تبدیل کر کے ذرا دیر کمر سیدھی کرنے کے لیے لیٹی تو گزرے تمام پریشان کن پل گویا آنکھوں کے آگے گھوم سے گئے وہ شاید غنودگی کی کیفیت میں تھی جب اس کے موبائل کی میسج ٹون بجی۔ حریم کا دھیان زیاد کی طرف گیا اس نے موبائل اٹھاتے ہوئے مندی آنکھوں سے میسج باکس کھولا۔

"اب پتا چلا کہ میں کیا کر سکتا ہوں؟" نئے میسج نے حریم کے وجود میں سنسناہٹ دوڑا دی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

"ابھی تو صرف ٹریلر دکھایا ہے پکچر تو ابھی باقی ہے"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"مطلب یہ ہے کہ تم اور تمہاری بچی میری نظروں سے بالکل بھی دور نہیں ہو اور نہ ہی میری پہنچ سے۔"

اس انجان شخص کا میسج پڑھ کر حریم کا سانس سینے ہی میں اٹک گیا۔

"تم یہ سب کیوں کر رہے ہو میں نے کیا بگاڑا ہے تمہارا؟"

"تم نے تو میری ساری زندگی ہی بگاڑ کر رکھ دی ہے اب دیکھو اور انتظار کرو کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں۔" میسج پڑھ کر حریم ششدر رہ گئی۔

پھر اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے اسے میسج کیا۔

"میرے شوہر نے پولیس سے رابطہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے بہتر ہوگا کہ تم خود ہی سامنے آ جاؤ۔"

"اگر تم نے اپنے شوہر کو ایک بھی لفظ میرے بارے میں بتایا تو اس بار تو تمہاری بچی مل گئی ہے اگلی بار اس کی شکل دیکھنے سے بھی جاتی رہو گی۔"

یہ اس کا آخری میسج تھا۔

حریم بے چین ہو کر بستر سے اٹھ گئی اس کا دل جیسے کسی نے شکنجے میں جکڑ لیا تھا۔

"او میرے اللہ۔" وہ آنکھیں رگڑ کر صاف کرتے پلٹی تو اندر داخل ہوتے زیاد سے ٹکرا گئی۔

"کیا ہوا ہے؟ رنگ اڑا ہوا ہے ابھی بھی تمہارا۔ اب تو میرو مل گئی ہے حوصلہ کرو۔"

اور بس حریم کو لگا کہ اس کے سارے حوصلے ٹوٹ کر بکھر گئے ہیں وہ بے اختیار اس کے شانے سے لگ کر رو پڑی۔

"میں فیل ہوں نگی اور بے کار ہوں۔ میں میرو کا دھیان نہیں رکھ سکتی میری وجہ سے اتنی مصیبت آئی۔"

زیاد نے نرمی سے اس کی پشت تھپتھپائی۔

"میں نے ریسٹورنٹ کے کیمرہ کی فوٹیج نکلوا کر دیکھی ہے وہ خود سے نیچے نہیں آئی بلکہ ایک بلیک آؤٹ فٹ میں ملبوس شخص نا صرف اسے اپنے ساتھ اٹھا کر نیچے لایا بلکہ اسے آئس کریم دلا کر ریسٹورنٹ میں چھوڑ کر چلا گیا۔"

زیاد نے اسے بتایا تو وہ متوحش لہجہ میں بولی

"کون تھا وہ۔ تم نے اس کی شکل تو دیکھی ہو گی؟"

www.pklibrary.com

"نہیں۔ شکل کا تو بالکل بھی پتا نہیں چل سکا اس نے منہ پر ماسک لگایا ہوا تھا اور سر پر پی کیپ پہنی ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس کی شکل تو بالکل بھی نظر نہیں آئی۔" زیاد نے مایوسی سے کہا۔

"لیکن پھر بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ شخص میرو کو اغوا کرنا چاہتا تھا ہو سکتا ہے کہ یہ اسے ادھر اکیلی گھومتی ہوئی مل گئی ہو اور وہ اسے احتیاطاً ریسٹورنٹ میں بٹھا کر چلا گیا ہو اغوا کرنا ہوتا تو وہ چھوڑ کر کیوں جاتا؟"

وہ اپنا تجزیہ ظاہر کر رہا تھا جبکہ حریم کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ چیخ کر اسے بتائے کہ وہ شخص جان بوجھ کر میرب کو ساتھ لے گیا تھا اور اس کا مقصد حریم کو سبق سکھانا تھا لیکن اس شخص کی دھمکی نے حریم کی زبان پر قفل لگا کر بند کر رکھا تھا وہ سر ہاتھوں میں تھامتی بیڈ پہ گر سی گئی۔

"کیا ہوا۔ مما نے ڈانٹا ہے کیا؟" زیاد نے پوچھا تو کچھ نہیں بولی۔

"تمہیں ضرورت ہی کیا تھی ڈرائیور کے سامنے بات اٹھانے کی۔ مجھے کال کر لی کافی تھی۔ اس نے اپنی عقل کے مطابق فرض شناسی دکھاتے ہوئے فون کر کے فوراً گھر اطلاع کی۔" وہ اس کے پاس بیٹھا۔

"چلو اب چھوڑو دو ٹینشن لینا۔ آئندہ کے لیے دھیان رکھنا کہ میرو کو کہیں بھی تنہا نہیں چھوڑنا۔"

بازو اس کے شانے کے گرد پھیلایا تو حریم کو یوں لگا جیسے وہ کسی محفوظ پناہ میں آ گئی ہو اس کا دل چاہ رہا تھا کہ زیاد کو ساری بات بتا دے لیکن وہ فقط آنسو پی کر رہ گئی۔

☆☆☆

اک چاند تنہا کھڑا رہا، میرے آسمان سے ذرا پرے
میرے ساتھ ساتھ سفر میں تھا، میری منزلوں سے ذرا پرے
تیری جستجو کے حصار سے، تیرے خواب، تیرے خیال سے
میں وہ شخص ہوں جو کھڑا رہا تیری راحتوں سے ذرا پرے
کبھی دل کی بات کہی نہ تھی، جو کبھی تو وہ بھی دبی دبی
میرے لفظ پورے تو تھے مگر، تیری سماعتوں سے ذرا پرے

☆☆☆

"تم نے آمنہ سے کہا ہے کہ تم اسے پاکستان لے کر جاؤ گے؟" عائشہ نے حیان الشائع کی گاڑی میں بیٹھتے ہی رخ اس کی طرف موڑتے ہوئے بے یقینی سے پوچھا تو وہ جواب دیے بنا گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

"خاموشی کا مطلب ہے کہ تم نے واقعی اس سے یہ وعدہ کیا ہے۔" وہ دانت کچکچا کر بولی۔ حیان نے ایک نظر اس پہ ڈالتے ہوئے بیزاری سے کہا۔

"تو تمہیں کیا تکلیف ہے جب اس نے فیصلہ کر ہی لیا ہے تو جانے دو اسے۔" وہ رکھائی سے بولا۔

"اور وہ ایک وعدہ۔ جو تم نے مجھ سے کیا تھا اس کا کیا؟"

"فضول باتیں مت کرو میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔" حیان نے غصے سے کہا۔

"تم نے کہا تھا کہ اسے کبھی بھی پاکستان نہیں جانے دو گے۔" عائشہ نے اسے یاد دلایا۔

"وہ بے وقوف نہیں ہے۔ جو ہمارے پلان پر چلتی رہے۔ عقل مند ہے اپنے پلان خود بناتی ہے۔" جھٹکے سے گیئر بدلتے ہوئے حیان الشائع نے سلگتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بنانے دیتے پلان اسے۔ تمہیں کیا ضرورت پڑی تھی اس کا ساتھ دینے کی؟" عائشہ کو اس کا ارادہ بالکل

www.pklibrary.com

بھی پسند نہیں آیا تھا۔
"یہ ساری باتیں اپنی بہن کو سمجھاتیں ناں۔ اب میرا دماغ کیوں کھا رہی ہو۔" وہ بیزار ہوا۔
"اس سے تو ضرور ہی بات کرنی تھی اور کر بھی لی لیکن زیادہ قصور تمہارا ہے تمہاری مدد کے بغیر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔"
"اسی لیے میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ اپنی زندگی کا ہر فیصلہ آسانی کے ساتھ کر سکے۔ مجبوراً نہیں۔" حیان کے چہرے پہ ضبط کی سرخی پھیلی۔
تم اسے ایسے کیسے جانے دے سکتے ہو؟" عائشہ نے بے بسی سے پوچھا۔
"میں اسے روک بھی نہیں سکتا اچھا ہے اسے صحیح صورت حال کا پتا کر کے اپنے ماضی سے چھٹکارا پا لینے دو۔"
حیان نے تیزی سے اسٹیئرنگ گھماتے ہوئے ایک نظر بہن کو دیکھا، وہ ناراض سے تاثرات لیے ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔ حیان گہری سانس بھرتے ہوئے احتیاط سے گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔ اسے ڈرائیونگ کے دوران حساس معاملات پہ بحث بالکل بھی پسند نہیں تھی توجہ نہ ڈرائیونگ پہ رہتی تھی نہ بات پہ۔ عائشہ بھی یہ بات جانتی تھی سو چپ ہو رہی۔

☆☆☆

تجھ سے بچھڑ کے ہم بھی مقدر کے ہو گئے
پھر جو بھی در ملا اسی در کے ہو گئے
اے یاد یار تجھ سے کریں کیا شکایتیں
اے دردِ ہجر ہم بھی تو پتھر کے ہو گئے

آج بہت دنوں کے بعد وہ بالکنی میں کھڑا چودھویں کے بھرپور چاند کو دیکھتے ہوئے تہی داماں ہونے کے احساس کو شدت سے محسوس کر رہا تھا۔ حریم کے ساتھ سمجھوتے کی راہ پر چل تو پڑا تھا لیکن جب بھی کیتھی سے کیے وعدے یاد آتے تو پاؤں تلے جیسے جلتے کوئلے بچھے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔
کہاں کھو گئی ہو یار۔ زندگی بھر یہ اذیت شاید بھول نہ پاؤں کہ میں نے بیچ راستے میں تمہیں گنوا دیا۔ تنہا کر دیا نا جانے کیا سلوک کیا گیا تمہارے ساتھ۔
وہ درد کی انتہا پر تھا۔ دن میں تو وہ خود کو فرصت کے لمحات میسر آنے ہی نہیں دیتا تھا کہ جو اسے خود اذیتی کا شکار کریں۔ لیکن بعض اوقات تنہائی اس کے دل کے زخموں کو ادھیڑ ڈالتی تھی۔ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں بہت کھرا تھا، اس لیے حریم کو اپنی زندگی اور گھر میں وہ مقام دے دیا جو اس کا حق تھا۔ لیکن یہ دل۔ اور یہ جذبات و احساسات۔ موڑے نہیں مڑتے تھے۔
اب بھی ٹوٹ کر اس لڑکی کی یاد آ رہی تھی۔ اس کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی۔ اس کی پہلی محبت۔
پہلی محبت؟ وہ ٹھٹکا۔ تو کیا دوسری بھی؟
گنتی کا تصور تو وہاں ہو جہاں کوئی "اور" بھی ہو۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔
تم تھیں۔ تم ہی ہو۔ تم ایک اکیلی۔
اسی وقت ایک دم سے کافی کا بھاپ اڑاتا مگ اس کے سامنے آ گیا تو وہ چونکا۔
"آپ کی کافی۔" حریم اداس آنکھوں کے ساتھ مسکرائی وہ اپنے لیے چائے لائی تھی۔
"تھینک یو۔" اس نے مگ تھام لیا اور بالکنی میں رکھی کرسی پہ آ بیٹھا۔

www.pklibrary.com

''آجاؤ۔'' زیاد نے دوسری کرسی کی طرف اشارہ کیا تو وہ اس کے مقابل آبیٹھی۔
''آج رات بہت اداس لگ رہی ہے مجھے۔'' روشنی بکھیرتے چاند کو ایک نظر دیکھ کر زیاد نے گویا اسے بھی ''شامل خیال'' کرنا چاہا۔
''آج چودھویں کی رات ہے، بہت خوب صورت اور مکمل چاند ہے۔ لیکن شاید تمہارا دل اداسی کی زد میں ہے۔ میں نے تو یہی سنا ہے کہ جیسا موڈ ہو ویسا منظر ہوتا ہے۔ موسم تو انسان کے اندر ہوتا ہے۔''
حریم بھی خود کو پریشانی اور ٹینشن سے نکالنا چاہتی تھی اس لیے مسکرا کر بات بڑھائی۔ زیاد نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔
''ہم۔ صحیح کہہ رہی ہو۔ شاید اندر کا موسم ہی اداس ہے۔ بھیگا ہوا نم سا۔'' وہ اس کی تائید کرتے ہوئے بولا تو حریم کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔
''تم نے بہت جلدی کی تھوڑا سا انتظار کرتے تو کیتھی واپس آجاتی تم اس سے شادی کر سکتے تھے وہ بھی میرب کے لیے ایک اچھی ماں ثابت ہوتی۔''
حریم کی بات سن کر زیاد کے چہرے پر سنجیدگی پھیل گئی۔
''اچھی بیوی وہ ہوتی ہے جو شوہر کو فضول اور پژمردہ خیالات سے نکال کر فریش کر دے تاکہ تم جیسی بے وقوف ہوتی ہے۔ خود شوہر کو کسی اور کو دان کر دینے والی۔'' زیاد نے اس کی لاپرواہانہ گفتگو پر طنز کیا۔
''ایم سوسوری۔'' وہ خفیف سی ہو کر بولی۔ ''مجھے لگا کہ تم اپنی گزشتہ زندگی کو سوچ کر اداس ہو رہے ہو۔''
''اس میں کوئی شک نہیں۔ جھوٹ نہیں بولوں گا میں ماضی کی گلیوں میں ہی پھر رہا تھا۔ بیوی کے رشتے سے تم مجھے اپنی طرف پلٹا سکتی ہو لیکن یہاں تو ایسا کوئی سین ہی نظر نہیں آتا ہے۔'' زیاد نے گہری سانس بھری۔
''میں غاصب نہیں ہوں، نامکمل زندگی کا دکھ جانتی ہوں۔ کیتھی تم سے بچھڑ گئی تھی لیکن تمہارے انتظار میں ہوگی۔''
''انتظار میں ہوتی تو وہ مجھ سے رابطہ ضرور کرتی لیکن وہ تو مجھ سے دنیا کی بھیڑ میں کہیں کھو ہی گئی ہے۔'' زیاد مجرمانہ انداز میں بولا تو حریم کی رنگت فق ہونے لگی۔
''میں اسی لیے ماضی سے تمہارا پیچھا نہیں چھڑانا چاہتی تھی۔ تاکہ کل کو اگر کیتھی واپس آئے تو تمہیں اس کے حوالے کرتے ہوئے میرا دل نہ دکھے۔'' حریم نے الگ ہی بات کی تو وہ ششدر سا اسے دیکھنے لگا۔
''بے وقوف لڑکی! تم محبت کرنے سے ڈرتی ہو۔''
''نہیں۔ میں کسی کا حق مارنے سے ڈرتی ہوں۔'' حریم نے فی الفور کہا۔
''محبت کو پا کر کھونا ایسا ہی ہے کہ جیسے انسان اپنی زندگی کی سب سے قیمتی اور پیاری چیز کھو دے۔ میں بہت چھوٹے دل کی لڑکی ہوں میری قیمتی چیز کھو جائے تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے۔'' اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔
اس کی باتوں نے زیاد کی سوچوں کا رخ بدل دیا اب وہ محظوظ انداز میں مسکرا رہا تھا پھر اس نے دلچسپی سے پوچھا۔
''اچھا اور کس بات سے دکھی ہوتی ہو تم؟''
''ایسے ہی چھوٹی چھوٹی باتوں سے۔ جیسے اماں مجھ سے زیادہ زرمین سے پیار کرتی تھیں تو مجھے بچپن میں بہت دکھ ہوتا کیونکہ میں اماں کی زیادہ فرماں بردار تھی لیکن پہلی اولاد ہونے کے ناتے زرمین نے اماں اور ابا دونوں

www.pklibrary.com

کی سب سے زیادہ محبت وصول کی۔"

"اولاد تو ساری ایک جیسی ہوتی ہے، کم یا زیادہ محبت والی بات سمجھ میں نہیں آئی۔" زیاد نے کہتے ہوئے کافی کا گھونٹ بھرا۔

"بس کچھ بچے اپنی عادات و خصائل کی بنا پر والدین کے دل کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔" حریم نے مختصراً جواب دیا۔

وہ خاموش ہوئی تو یوں لگا جیسے بات کرنے کو کچھ نہ بچا ہو۔ ان دونوں نے خاموشی سے اپنی کافی اور چائے ختم کی۔

زیاد نے خالی مگ حریم کی طرف بڑھایا، مگ تھامتے ہوئے حریم نے جیسے کسی فیصلے پر پہنچ کر مضبوط لہجے میں کہا۔

"مجھے تمہیں ایک بہت ضروری بات بتانی ہے۔" وہ اتنا کہہ کر رک گئی۔ زیاد نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا حریم نے تھوک نگل کر گلا تر کیا اور پھر اس سے گویا وعدہ لیا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم غصہ یا ناراض تو نہیں ہو گے؟"

"ناراض کیوں ہوں گا؟ کیا تم نے کچھ غلط کیا ہے؟"

"ہاں کچھ ایسا ہی ہے۔" حریم نے اس سے نظر ملائے بغیر اعتراف کیا۔

"اب تم نے یہ بتا دیا ہے کہ کچھ غلط کیا ہے تم نے تو اب بات سنے بغیر کیسے وعدہ کر سکتا ہوں نہ ڈانٹنے کا۔" زیاد کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔

"نہیں۔ یہ ایسی بات ہے کہ اسے سننے کے لیے تمہیں پہلے مجھ سے ناراض نہ ہونے اور نہ ڈانٹنے کا وعدہ کرنا پڑے گا۔" حریم نے اپنے ہاتھوں کی لرزش پہ قابو پانے کی کوشش کی۔

"چلو ٹھیک ہے، کیا یاد کرو گی وعدہ رہا نہ ڈانٹوں گا اور نہ ہی ناراض ہوں گا۔" وہ ہنس دیا۔ حریم نے دونوں مگ ٹیبل پر رکھے اور اپنی پوری ہمت جمع کرتے ہوئے ذرا سی پلکیں اٹھا کر زیاد کے مسکراتے چہرے کو دیکھا، اس کے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ اس کی بات سن کر وہ دوبارہ کبھی حریم کے لیے نہیں مسکرائے گا۔ شاید نہیں۔ کبھی نہیں۔

"کیتھی نے تمہیں کال کی تھی۔" اس نے گھبرا کر ایک دم سے کہہ دیا تو زیاد کے تاثرات بدلے۔

"کیا کہا؟ کہاں، کب۔ میں نے تو ابھی اپنا موبائل چیک کر کے رکھا ہے مجھے تو کوئی کال دکھائی نہیں دی۔"

"ابھی نہیں۔ جب ہم فارم ہاؤس پر تھے۔" حریم نے مجرمانہ انداز میں کہا

"تو تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟" زیاد نے بمشکل ضبط کیا۔

"میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی تھی۔"

اس نے ساری زندگی کا فلسفہ ایک جملے میں سمو دیا تھا زیاد بے بسی سے اسے دیکھنے لگا۔

"اس کا نمبر میں نے بلاک لسٹ میں ڈال دیا تھا۔ تاکہ تم نہ دیکھ سکو۔" وہ آنسو بہاتے ہوئے اعتراف کر رہی تھی۔ اور زیاد دم بخود سا منزل کو اپنے قریب آتے دیکھ رہا تھا۔

☆☆

باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ

عفت سحر طاہر

رنگ دے چنریے

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈروم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

نرمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

نرمین کی سہیلی بجل کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔

نرمین اپنی دوست صوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا اسے جانے کی اجازت

دے دیتے ہیں لیکن اس کی اماں ناراض ہی رہتی ہیں۔

زرمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ تھیم پر تھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ کجل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں کجل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زرمین کی دوستی کرا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زرمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ یمنیٰ الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں کجل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ زرمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی فیملی ڈاکٹر فریحہ کی ولیمے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

کجل زرمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آجاتی ہے زرمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زرمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زرمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

زرمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زرمین، کجل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زرمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زرمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

زرمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زرمین کو فون کرتی ہے۔ فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر کجل کے نمبر پہ کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں صبح سے کپڑے دھونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آجاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

زرمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں تھی، زرمین سچ اسے بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو زرمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے کہ وہ شریف گھرانے کی ہے اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ مائرہ اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔

نزہت گھر واپسی پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔

حریم عباد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آجاتی ہے عباد اسے دھمکاتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ زرمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مارک ڈینیل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ زرمین گھر میں نہیں ہوتی۔

حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔

عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد زرمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد زرمین کو باپ کی بات یاد آتی ہے کہ دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔

pklibrary.com

عباد زرمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آجاتی ہے۔ عبد کی پرکھ کہ وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھپھو تاریخ لینے آجاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر زرمین شادی کی ہامی بھر لیتی ہے۔ نصرت پھپھو اور زلفی خوش ہوجاتے ہیں۔ تجل فون کرکے زرمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پرپوز کرتا ہے۔ زرمین خوشی خوشی گھر آتی ہے۔

رات میں حریم زریم سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کرلو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کرلوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عباد وسیم نے اسے پرپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہوکر گر پڑتی ہیں۔

تجل کے سمجھانے پر حریم کو احساس ہوتا ہے کہ وہ غلطی پر ہے، اس نے اپنی زندگی کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ حالات کو انتہا پر آتے دیکھ کر حریم شوہر سے کہتی ہے کہ وہ میرب سے دور نہیں رہ سکتی۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اسے آخری چانس دے رہا ہے، اس کے بعد اسے یہاں سے جانا پڑے گا۔

وہ میرب کے لیے شاپنگ کا کہتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آؤٹ لیٹ پر آجاتا۔ زیاد واپس پہنچتا ہے تو کیتھی کی ساتھی ویٹرس اسے بتاتی ہے کہ اس کا اسپیشل کسٹمر آیا ہے۔

زیاد کیتھی کو بتاتا ہے کہ اس کے بھائی نے پسند کی شادی کرلی ہے اور ماں باپ نے اسے گھر سے نکال دیا ہے اور بھائی کی منگیتر اس کے سر منڈھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر آیا ہوں۔

پال کیتھی سے کہتا ہے کہ اسے اب مارک کے مستقبل کی پلاننگ کرنی چاہیے۔ وہ اکتا کر وہاں سے ہٹ جاتی ہے۔ مارک اس سے دراصل میں معافی مانگتا ہے، کیتھی کے انکار پر ثبوت ملنے کا کہتا ہے۔

کیتھی زیاد سے کہتی ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ عباد ماں باپ سے معافی مانگ کر گھر واپس آنے کا کہتا ہے۔ مائرہ، حریم کو آؤٹ لیٹ پر دیکھ کر برہم ہوجاتی ہے۔ نزہت بھی اس پر ناراض ہوتی ہے۔ حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر آتی ہے۔

حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر جاتی ہے۔ اماں کو یہ سن کر بہت صدمہ ہوتا ہے کہ حریم کا شوہر پہلے سے شادی شدہ ہے۔ وہ بچی کو پیار کرتی ہیں کہ اس میں زرمین کی شباہت ہوتی ہے۔

مائرہ کو دیکھنے کچھ لوگ آنے والے ہیں۔ وہ ماں پر ناراض ہوتی ہے لیکن وہ کہتی ہیں کہ اپنی پھپھو کے سراب سے باہر نکل آؤ۔

نزہت بیٹے پر ناراض ہوتی ہیں کہ اسے حریم کے میکے کیوں بھیجا۔ مائرہ اسے اپنے آنے والے رشتے کے بارے میں بتاتی ہے۔ وہ اسے سمجھاتا ہے کہ اسے اب زندگی میں آگے بڑھ جانا چاہیے۔ مائرہ باہر جانے کا پروگرام بناتی ہے لیکن وہ منع کردیتا ہے کہ اسے حریم اور میرب کو لینے جانا ہے۔ مائرہ شدید غصے میں گھر آتی ہے جہاں اس کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آئے ہوتے ہیں، وہ ان سے بدتمیزی کرتی ہے۔ فوزیہ بیٹی کو ڈانٹتی ہیں، وہ بے ہوش ہوجاتی ہے۔

کیتھی کے گھر والوں کو پتا چل جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کرچکی ہے۔ وہ اسے لے کر غائب ہوجاتے ہیں۔ زیاد ہر جگہ اسے تلاش کرتا ہے لیکن اس کا کچھ پتا نہیں چلتا، مائرہ خودکشی کرلیتی ہے۔

اکیسویں قسط

"تم جانتی ہو حریم! تم نے کیا کیا ہے؟" وہ صدمے میں گھرا بول رہا تھا۔

"میرا ارادہ غلط نہیں تھا۔ میں ڈر گئی تھی اس وقت۔" حریم کا لہجہ آنسوؤں کی آمیزش لیے ہوئے تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہوگیا تھا اور کچھ نہیں۔ نہ جانے وہ کس مشکل سے گزر کر مجھ سے رابطہ کرپائی ہوگی اور تم نے ...... اس کی ہر آس، ہر امید توڑ ڈالی۔" وہ موبائل اٹھاتے ہوئے جس بے تابی سے بلاک لسٹ کھنگال رہا تھا اس نے حریم کا دل مٹھی میں کرلیا۔ یہی ایک پل تو تھا جس کا وہ سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"آئم سوری زیاد!"

”خود سے پوچھو۔ تمہارا یہ عمل معافی کے لائق ہے؟“ وہ سرد مہری سے بولا تو آنسو حریم کے رخساروں پہ پھیلنے لگے۔

”مجھے اس وقت یہی ٹھیک لگا۔ میں جانتی ہوں کہ غلط تھا۔ اسی لیے بتا دیا۔“

وہ کوئی جواب دیے بنا موبائل لیے بالکنی میں نکل گیا تو حریم دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بستر پہ گر سی گئی۔

بچھڑتے وقت ان آنکھوں کا بھر جانا ضروری تھا
تمہارے بن میرا چپ چاپ مر جانا ضروری تھا
میں ہنس کر جھیل لیتا دل پہ سارے وار قسمت کے
مجھے باخبر کر دیتے اگر جانا ضروری تھا
میں جیون کے سفر میں ہنس کے سب کچھ سہ گیا لیکن
جو تم بچھڑے تو پھر...... میرا بکھر جانا ضروری تھا

(میرے ساتھ یہ مت کرو زیاد! میں مر جاؤں گی۔ میرے پاس تو تمہارے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں) حریم کا دل کرلا رہا تھا۔

☆☆☆

نصرت نے دھونے والے کپڑے اکٹھے کرنے شروع کیے۔ آج واشنگ مشین لگانے کا ارادہ کیا تو گھر کے کونے کھدروں میں سے بھی میلے کپڑے نکلتے چلے آ رہے تھے۔

”اس قدر نالائق اولاد ہے میری۔ سو بار کہا ہے کہ گندے کپڑے کھونٹی پہ ٹانگا کرو، پر نہیں۔ چاہے تو بستر کے نیچے چاہے کرسی پہ ڈھیر لگا دے۔“ وہ بڑبڑاتے ہوئے کھونٹی پر سے کھینچ کھینچ کر کپڑے اتار رہی تھیں جب دھپ کی آواز کے ساتھ کوئی چیز نیچے گری، نصرت نے بے توجہی سے دیکھا۔ سیاہ رنگ کے نئے نکور بٹوے نے ان کی توجہ اپنی طرف کھینچی انہوں نے بے اختیار جھک کر بٹوہ اٹھایا تو وہ وزنی تھا اور پھولا ہوا بھی۔

”لو۔ بٹوہ تو گھر ہی بھول گیا۔ خالی تو نہیں لگ رہا۔“ نصرت نے کپڑے چارپائی پر ڈالتے ہوئے بٹوہ کھولا تو تین عدد پانچ ہزار اور باقی ہزار ہزار کے کڑکڑاتے ہوئے نوٹوں نے ان کے وجود میں سنسنی دوڑا دی۔

”یا اللہ اتنے روپے؟“

باپ نے کبھی بھی زلفی کو موٹر سائیکل کے پٹرول کے لیے پانچ سو سے زیادہ کا نوٹ نہیں دیا تھا۔ ہاں مہینے بعد اسے یکمشت تین ہزار ملتے تھے جو وہ سگریٹ اور پان کے ادھاری مد میں ایک ہاتھ سے لے کر دوسرے سے تھما آتا۔

تو نصرت مر کر بھی اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہو سکتی تھیں کہ زلفی نے اپنا جیب خرچ جمع کیا ہوا ہے۔ ان کی آنکھیں پھٹیں۔ دو بار نوٹوں کی گنتی کر کے بھی جب وہ پچاس ہزار ہی رہے تو انہوں نے جلدی سے اپنی الماری کے خفیہ خانے میں ڈال دیے۔

”آج آ لینے دو اسے۔ یہ کون سا منافع ہے جو ہزاروں میں مل رہا ہے۔ اور یہ کون سی نوکری ہے جو ہم سے ہی چھپائی جا رہی ہے۔ کمبخت مارا کہیں باپ کا اسٹور ہی نہ بیچ ڈالے۔“

نصرت کا دل کبھی زلفی کی کمائی کے خیال سے خوش ہوتا تو کبھی انہونے خیالات سے لرزنے لگتا۔ شوہر کو کچھ بھی بتانے سے پہلے وہ زلفی سے اس مدعے پر بات کرنا چاہتی تھیں۔ اگر کام کر ہی رہا تھا تو باپ سے کیوں چھپا رہا تھا۔ بلکہ یہ تو اچھی بات تھی کہ انہیں بنا جتائے زلفی بھی اب زندگی کو سنجیدگی سے لے رہا ہے اور شادی کر کے بیوی کی ذمہ داری اٹھانے کے لائق ہو چکا ہے۔ مشین لگائے گھر بھر کے کپڑے دھوتے ہوئے نصرت نے جانے کیا کچھ سوچ ڈالا تھا۔

☆☆☆

شاذل کے پروپوزل اور اس کے غیر متوقع جذباتی میلان نے مائرہ کو حقیقتاً الجھن کا شکار کیا تھا۔ بھلا اس کا کون سا ماضی میں ایسا رشتہ رہ چکا تھا، مائرہ کے ساتھ کہ اب چوتھی شادی کی بار اسے مائرہ یاد آ گئی۔

مائرہ نے سر جھٹکا۔

"دماغ خراب ہے اس کا۔ جب کوئی اور نہیں ملی تو میں نظر آ گئی۔" وہ کلسی۔

جب سے شاذل نے اسے پروپوز کیا تھا تب سے نا چاہتے ہوئے بھی ذہن بار بار اس طرف پلٹ رہا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے بھی مائرہ نے شاذل سے بہت اچھی دوستی ہونے کے باوجود ایسا سوچا تک نہ تھا۔ وہ کئی سالوں سے امریکہ میں تھا، شادی کے لیے بھی اس نے وہیں کی لڑکیوں کو چنا، بے پناہ، بے تکلفی اور واٹس اپ پہ مستقل رابطے کے دوران بھی کسی مذاق میں اشارۃً بھی اس نے ایسی بات نہیں کی تھی جس سے اندازہ ہوتا کہ وہ مائرہ کے لیے ایسے جذبات رکھتا ہے۔

تو پھر اب اچانک کیوں؟

مائرہ کڑھی۔

اسے نہ جانے کیوں۔ لیکن یہی لگ رہا تھا کہ یہ سب رابعہ کر رہی ہیں۔ انہوں نے ہی بھانجے کو کہا ہو گا کہ میری بیٹی کی ضد ختم کر دو۔

"بھلا اتنا ہی آسان ہوتا ہے، ایک تصویر کھرچ کر دل میں دوسری تصویر لگا لینا۔" اس نے اپنی قریبی دوست نازیہ سے فون پر بات کرتے ہوئے کہا تو وہ صاف گوئی سے بولی۔

"سوری ٹو سے۔ مائرہ! عباد ہو یا زیاد تمہارے دل میں کم از کم محبت تو نہیں ہے ان کے لیے۔" مائرہ جلبلائی۔

"تمہیں کیا پتا۔"

"یہ صرف بدلے کی خواہش ہے جو تمہیں چین نہیں لینے دے رہی مائرہ! ذرا اپنے دل میں اچھی طرح جھانک کر دیکھو۔" نازیہ اول تا آخر اس کی ساری کہانی سے واقفیت کی بنا پر کھرا تجزیہ کر رہی تھی، مائرہ سلگ اٹھی۔

"تو تمہارا خیال ہے کہ میری زندگی برباد کرنے والوں کو میں یونہی چھوڑ دوں۔ ہیپی لائف انجوائے کرنے کے لیے۔" اس نے دانت کچکچائے۔

"میری جان۔ اس بندے نے کون سے وعدے کیے تھے تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کے۔ قصوروار تو اصل میں تمہاری پھپھو ہی لگتی ہیں مجھے۔ جو بچپن سے ہی تمہاری ذہن سازی کرتی آ رہی ہیں کہ تم ہی ان کی بہو بنو گی۔ کاش۔ یہی ذہن سازی وہ اپنے ایک بیٹے کی بھی کر لیتیں۔" نازیہ نے لگی لپٹی رکھے بغیر کہا تو مائرہ چپ سی ہو گئی۔

"ہوش کے ناخن لو۔ وقت ابھی تمہاری مٹھی میں ہے مائرہ! جیسے سب زندگی سے اپنے حصے کی خوشیاں وصول کر رہے ہیں، ویسے تم بھی کرو۔"

"وہی کر رہی ہوں۔ جس پہ تمہیں سو اعتراض ہیں۔" مائرہ نے ناراضی سے کہا۔

"زندگی سے وصولی کرنے کو کہا ہے۔ دوسروں سے نہیں۔" نازیہ ترنت بولی۔

"دیکھو مائرہ! میرے اور تمہارے اسٹینس میں بہت فرق ہے۔ شاید میری سوچ سے تم متفق نہ ہو۔ لیکن دوسروں کی خوشیاں چھین کر اپنے نام کرنے کی کوشش میں ہم اپنے حصے کی خوشیاں اکثر گنوا بیٹھتے ہیں اور ہمیں جوش میں اندھے ہو کر احساس ہی نہیں ہوتا اس بات کا۔"

"تو تمہارا خیال ہے کہ مجھے خوشی سے پھولے نہیں سمانا چاہیے اس گھسے پٹے پروپوزل پہ۔ کیا میں اسی قابل ہوں کہ کوئی مجھے اپنی چوتھی بیوی بنائے۔" وہ پھٹ پڑی۔

"تو مت کرو۔ کس نے کہا ہے کہ زبردستی ہے۔" نازیہ اس کی بات کے جواب میں اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے بولی۔

"یہ پروپوزل تو ایک روزن ہے۔ ایک کھڑکی ہے جہاں سے تم دوسری طرف موجود دنیا میں جھانک سکتی ہو۔ تمہاری اس محدود سوچ والی دنیا سے نکلنے کا راستہ بنا ہے یہ پروپوزل۔ تم بے شک شاذل کے پروپوزل سے انکار کر دو مائرہ! لیکن خدارا۔ اس محدود سوچ سے نکلو۔ نئی راہیں تلاشو اپنے لیے۔" وہ جیسے زچ آ گئی تھی۔ مائرہ نے گہری سانس بھری اور اکتا کر بات سمیٹ دی۔

"چلو ٹھیک ہے یار۔ پھر بات ہو گی۔ ابھی میرا دماغ بہت خراب ہو رہا ہے۔"

"اوکے۔ ٹھیک ہے۔ بس ریلیکس رہو۔ پازیٹیو رہو۔ ان شاء اللہ بہتر ہو گا تمہارے لیے۔" نازیہ نے خلوص سے کہا تو مائرہ نے موبائل آف کر کے ایک طرف ڈال دیا اور سر ہاتھوں میں تھام لیا۔

☆☆☆

"حیان۔" وہ پھولی سانسوں کے ساتھ اس کے پیچھے بھاگی۔ اب اللہ جانے حیان نے اس کی آواز سنی نہیں تھی یا سن کر نظرانداز کر دیا تھا (آمنہ کو دوسرا خیال زیادہ سچا لگ رہا تھا) ہاتھ میں شاپنگ بیگ لیے وہ پرہجوم سڑک پر لمبے ڈگ بھرتا جا رہا تھا۔

"ایک تو اس شخص کی ٹانگیں اتنی لمبی ہیں۔ اتنا تیز بھی بھلا کوئی چلتا ہے۔" وہ اب تقریباً بھاگ کر اس کی ہم قدم ہوئی۔

حیان نے اسی رفتار سے چلتے ہوئے گردن گھما کر اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی مگر رفتار کم نہیں کی۔

"تم نے کبھی میرا پیچھا کرنے کی کوشش کی تو..."

"تم نے کبھی میراتھن میں حصہ لینے کا نہیں سوچا؟" آمنہ نے تحمل سے پوچھا تو وہ اس کا مطلب سمجھ کر ذرا دھیما ہوا۔ مگر لہجہ ہمیشہ کی طرح تیز ہی تھا۔

"کیا مسئلہ ہے۔ میرا پیچھا کیوں کر رہی ہو؟" کڑے لہجے میں استفسار کیا تو آمنہ کا جی چاہا، اس پر دو حرف بھیج کر اپنی راہ پکڑے لیکن وہ جانتی تھی کہ اپنا کام نکلوانے کے لیے فی الوقت یہ شخص بہت ضروری تھا۔

"پیچھا نہیں کر رہی۔ میں بھی اسی اسٹور سے اپنے لیے کپڑے خرید رہی تھی جہاں سے تم نے ابھی ٹائی اور بیلٹ خریدی ہے۔" آمنہ نے احتجاج کے انداز میں صفائی پیش کی۔

"میرا خیال ہے کہ میں ان چیزوں کی پے منٹ کر کے اس کی رسید لے کر آیا ہوں۔ ان میں سے کچھ بھی چوری کا نہیں ہے یقین کرو۔" وہ رکا اور اسے گھورنے لگا۔ آمنہ نے بھی رک کر اپنی سانس بحال کی۔

"تم خواہ مخواہ مجھ سے متنفر ہو اور جلی کٹی باتیں کرتے ہو ہمیشہ۔" آمنہ کے شکایتی انداز پر وہ چپ چاپ اسے دیکھنے لگا تو آمنہ نے نروس ہو کر اپنا حجاب ٹھیک کرنا شروع کر دیا۔ حیان نے بے اختیار نظر پھیری۔

"مسئلہ کیا ہے۔ کیوں کالی بلی کی طرح میرا راستہ کاٹنے پر آمادہ ہو؟" وہ جیسے بےزار ہو کر بولا۔

"تم نے مجھے بتایا نہیں کہ معاملہ کہاں تک پہنچا ہے پاکستان جانے والا۔ میں نے اپنا پاسپورٹ وغیرہ تو دے دیا تھا تمہیں۔"

"تو یہ کب طے ہوا تھا کہ میں پل پل کی رپورٹ دوں گا تمہیں؟" وہ بے اعتنائی سے کہتا آگے بڑھا۔ اس کی رفتار حسب عادت تیز تھی۔ آمنہ حیرت سے کھلے منہ کو بند کرتی اس کے پیچھے لپکی تو مخالف سمت سے تیزی سے اپنی رو میں آتا لڑکا اس سے بری طرح ٹکرایا۔ آمنہ کے ہاتھ میں تھاما موبائل اڑتا ہوا دور جا کر گرا۔

"یااللہ۔" آمنہ کے منہ سے چیخ نکلی۔ چکراتے سر اور درد کرتی ناک کے ساتھ وہ وہیں راستے میں ہی بیٹھتی چلی گئی۔ ٹکرانے والا لڑکا معذرتی الفاظ کہتا فوراً رفوچکر ہوا تو حیان لپک کر اس کے پاس آیا۔

''تم ٹھیک ہو؟'' وہ تشویش سے پوچھ رہا تھا۔

''دماغ ہلا دیا ہے کم بخت نے ٹکر مار کر۔'' اپنی ناک مسل کر مزید سرخ کرتے ہوئے آمنہ نے صدمے سے اپنے موبائل کی طرف دیکھا۔ اس کے غیر معمولی تاثرات نے حیان کو بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے موبائل کی اسکرین چور چور ہو چکی تھی۔

''یہ سب تمہارا قصور ہے۔'' اس کی گاڑی میں بیٹھنے تک دس بار وہ سارا الزام حیان پر لگا چکی تھی۔

''بے وقوفوں کی طرح بھرے بازار میں ہاتھ میں موبائل لے کر گھومنے سے ایسا ہی سبق ملتا ہے۔'' وہ تنگ کر بولا تو آمنہ کھسیانی ہو کر پھر سے اپنی ناک سہلانے لگی۔

''میں تم سے بس یہ پوچھنے آ رہی تھی کہ ہمارے پاکستان ٹور کا کیا بنا۔ یہ تو بس تم مجھے اسٹور میں نظر آ گئے تو سوچا پوچھ لوں۔''

''چلو۔ اب اچھے سے پتا چل گیا نا کہ فضول باتوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔'' وہ اطمینان سے گاڑی چلاتے ہوئے بولا تو وہ چیخی۔

''میری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے حیان الشافع۔ اسے فضول بات مت کہو۔''

اس کا لہجہ آزردہ ہو گیا تھا۔ کچھ کہنے کی چاہ میں کھلتے ہونٹوں کو حیان نے بھینچ کر اپنی بات اندر ہی دبالی۔ وہ اس سنہری رنگت والی لڑکی کی آس امید کو نجانے کیوں آزردگی کے اس پل میں توڑ نہیں پایا تھا۔

☆☆☆

''شاذل۔'' وہ تک سک سے تیار دوستوں کی طرف نکل رہا تھا جب روبینہ نے آواز دے دی۔ وہ ان کی طرف چلا آیا۔

''کدھر کی تیاری ہے بھئی؟''

چھوٹی بھابی نے پسندیدہ نظروں سے دیور کی طرف دیکھا۔ انہیں اپنی طلاق یافتہ بہن کے لیے شاذل بہت پسند تھا وہ چائے کا کپ لیے صوفے پہ آ بیٹھیں۔

''بس یونہی۔ پرانے دوستوں کی گیدرنگ ہے آج۔''

''کبھی گھر پر بھی بیٹھ جایا کرو جب سے آئے ہو دوستوں اور پارٹیز ہی میں بزی ہو۔'' روبینہ خفا ہوئیں تو اس نے صوفے کے پیچھے سے جھک کر ان کے گلے میں بازو ڈالے۔

''اب تو لمبی چھٹی پہ آیا ہوں مام! گھر ہی بیٹھنا ہے اور کیا کرنا ہے۔''

''بھئی۔ پھر گھر میں کوئی رونق دونق لگاؤ نا۔ ویرانی لاؤ ہماری۔ اتنا عرصہ ہو گیا گھر میں کسی فنکشن کو۔'' چھوٹی بھابی گفتگو کو ٹریک پہ لائیں۔

''ارے۔ دل کی بات کہہ ڈالی بھابی! میں تو خود اسی چکر میں ہوں۔ دراصل اتنا عرصہ کبھی غیر شادی شدہ رہا نہیں نا تو عجیب سا لگ رہا ہے۔'' وہ برجستگی سے گویا ہوا تو وہ دونوں ساس بہو قہقہہ لگا کر ہنسیں۔

''اس کا مطلب ہے ممی! کہ اس کی شادی کے معاملے کو جلد نمٹانا چاہیے تاکہ اسے یہ عجیب سا لگنا بند ہو۔'' چھوٹی بھابی نے ہنستے ہوئے اسے چھیڑا۔

''بس مائرہ مان جائے کسی طرح۔ میں تو آج ہی اسے کھونٹے سے باندھ دوں۔'' روبی نے پیار سے بیٹے کو دیکھا تو چھوٹی بھابی کو دھچکا لگا۔

''مائرہ کہاں ماننے والی ہے۔ پہلے عباد اور اب زیاد۔ وہ بے چاری تو ابھی تک اس فیز سے نکلی ہی نہیں۔'' چھوٹی بھابی نے پہلو بدلتے ہوئے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

pklibrary.com

"آپ کو اپنے دیور کی صلاحیتوں پہ شک ہے کیا؟" شاذل ہنسا۔

"میں تو کہہ رہی ہوں سیدھے سبھاؤ مجھے رابعہ سے رشتہ مانگنے دو۔ خوامخواہ وقت ضائع کر رہے ہو۔" روبینہ کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ آج ہی اس کا اور مائرہ کا نکاح پڑھوا دیں۔

"بس ذرا سا وقت چاہیے مام! چیزوں اور حالات کو ان کی جگہ پر واپس آنے کے لیے۔ پھر ان شاء اللہ بڑی شان سے جایئے گا رشتہ لے کر۔" وہ ہنسا۔ اس کی جگمگاتی آنکھوں اور مطمئن ہنسی پر روبینہ کا دل کھل سا گیا۔

"ان شاء اللہ۔ میں تو خوش ہوں کہ اس بار تمہاری خوشی اور بسا ہوا گھر اپنی آنکھوں سے دیکھوں گی۔"

ہاں۔ شکر ہے۔ کسی ایک شادی میں تو شریک ہونے کا چانس ملے گا ہمیں بھی۔" چھوٹی بھابی کا دل دکھا تو ہلکے سے استہزاء سے بول گئیں۔

"ہاں۔ شیور۔ کیوں نہیں بھابی! بس دل سے دعا کیجیے گا۔ پاکستانی لڑکی کو شادی کے لیے منانا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے ویسے۔" وہ قہقہہ لگا کر بولا تو انہیں بھی مسکرانا پڑا۔

وہ ماں کا گال چومتے ہوئے باہر نکل گیا۔

"چلو شکر ہے۔ کسی طور اس کا دل تو لگا پاکستان میں۔" روبینہ مطمئن تھیں۔ چھوٹی بھابی دل مسوس کر رہ گئیں۔

☆☆☆

ان دنوں وہ جیسے کسی بے حسی کے حصار میں تھا۔ حریم کو تو یوں نظر انداز کرتا جیسے وہ کمرے میں تو کیا اس کی زندگی میں بھی موجود نہ ہو۔ وہ بارہا کینھی کے نمبر کو ٹرائی کر چکا تھا لیکن وہ تو جیسے ایک بار جھلک دکھلا کر پھر سے گم ہی ہو گئی تھی اور اس میں زیاد کو سارا قصور حریم ہی کا لگ رہا تھا۔ سبک رفتاری سے چلتی زندگی میں یک لخت ہی جیسے جمود طاری ہو گیا تھا۔ ابھی وہ آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا۔

پچھلے کچھ عرصے سے حریم اس تیاری میں زیاد کی مدد کراتی تھی اس کی میچنگ ٹائی اس کی جرابیں رومال نکال دینا۔ موبائل کلائی کی گھڑی اور گاڑی کی چابی ایک ساتھ رکھنا۔ ایک خاموش لیکن دلفریب سا "ساتھ" تھا جو حریم کو احساس دلاتا تھا کہ وہ دونوں ایک ہیں لیکن جب سے اس نے کینھی کا نمبر بلاک کرنے والی بات بتائی، زیاد اس سے اتنا ہی دور اور ناقابل رسائی لگنے لگا جیسے کہ شادی کے ابتدائی دنوں میں تھا۔ یا شاید اس سے بھی زیادہ دور۔ حریم خود کو بہت کمتر محسوس کر رہی تھی۔

ابھی بھی وہ آئینے کے سامنے کھڑا خاموشی سے ٹائی کی ناٹ لگا رہا تھا۔

"مجھے اماں سے ملنے جانا ہے۔" حریم نے بیڈ کے کنارے ٹکتے ہوئے بات شروع کی۔

"چلی جاؤ۔" فوری جواب آیا تو حریم کا دل بھر آگیا۔

"میرب کو بھی لے کر جاؤں گی۔ میں دو تین روز رکنا چاہتی ہوں وہاں۔" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے اجازت چاہی تو وہ حریم کی طرف پلٹا۔

"اگر رکنے کا ارادہ ہے تو پھر میرو کو مت لے جاؤ۔"

"میں اس کے بغیر وہاں نہیں ٹھہروں گی زیاد! اور نہ ہی وہ میرے بنا یہاں رہے گی۔ بہت تنگ کرے گی۔" حریم نے بے چین ہو کر فوراً اسے یاد دلایا۔

"ہاں۔ عادی ہو گئی ہے تمہاری۔" زیاد نے پرسوچ انداز میں کہا۔

"عادی نہیں ہوئی۔ محبت کرتی ہے مجھ سے۔" حریم نے بے اختیار اس کی تصحیح کی۔

"ایک ہی بات ہے۔" وہ سر جھٹک کر پلٹا اور کلائی پر گھڑی باندھنے لگا۔

"عادتیں بدلی جا سکتی ہیں۔ رشتے اور جذبات بدلنا آسان نہیں ہوتا۔" حریم نے گویا در پردہ اسے ہی جتایا

تھا۔ شوز میں پاؤں ڈالتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
''یہی بات تم بھی سمجھ لیتیں تو بہتر تھا۔ رشتے اور جذبات اتنی آسانی سے نہیں بدلے جا سکتے جتنا کہ تم سوچے ہوئے ہو۔'' زیاد نے بھرپور چوٹ کی تھی۔ حریم بلبلا اٹھی۔ مگر کس حق سے احتجاج کرتی۔ سو دل مسوس کر اسے بے بسی سے دیکھتی رہی۔
''لے جانا میرب کو بھی۔ لیکن خیال رکھنا اس کا۔ کیونکہ اب کوئی بھی میرب کے معاملے میں تم پر زیادہ یقین نہیں کرتا۔'' وہ کمرے سے نکلتے ہوئے بولا تو حریم کا دل تڑپا۔
''اور تم......؟''
''یقین ہے تب ہی اجازت دے رہا ہوں۔ خود سے بڑھ کر اس کا خیال رکھنا۔ ڈرائیور چھوڑ دے گا تمہیں، پرسوں لینے آجاؤں گا میں۔'' وہ ستمگر ہو سکتا تھا۔ مگر ظالم نہیں۔ یہ اس پل حریم نے شدت سے محسوس کیا۔ وہ جا چکا تھا حریم کی آنکھیں بھر آئیں۔

تیرے یار بتھیرے نیں
میرا توں ہی ایں بس یار
(تیرے بہتیرے یار ہیں مگر میرا یار۔ بس ایک تو ہی ہے)

☆☆☆

زلفی نے سارے کپڑے بلکہ سارا کمرہ الٹ پلٹ کر ڈالا۔ نصرت نے دیکھ کر بھی جیسے نظر انداز کیا۔ زلفی کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ نصرت کو آج ہی سارے گھر کے کپڑے دھونے کا شوق اٹھنے والا ہے۔ اس سے پہلے تو وہ زلفی ہی سے پوچھتی تھیں کہ اس کے کون سے کپڑے دھلنے والے ہیں۔
''یہ الو کا پٹھا کون سا خزانہ نکال رہا ہے کمرے سے؟'' پھپھا نے چوکھٹ پہ کھڑے ہو کر زلفی کا تماشا دیکھا تھا اور اب بیوی سے استفسار کر رہے تھے۔
''مجھے کیا پتا۔'' وہ مکریں۔
''اماں۔ آپ نے کپڑے دھوئے ہیں آج۔'' وہ جلد ہی نتیجے پر پہنچتے ہوئے نصرت کی طرف آیا تو وہ سنبھلیں۔
''ہاں۔ دھوئے ہیں۔ پھر؟'' کاٹ کھانے والے انداز میں پوچھا تو اس نے لہجہ نرم کیا۔
''ابا نے خرچی دی تھی مجھے۔ اور کچھ اور پیسے بھی تھے میری جیب میں۔''
''میں نے تو دیے ہی تھے جیب خرچ والے۔ اور تیرے پاس کہاں سے آئے، وہ بتا ذرا۔'' پھپھا نے کڑے تیوروں سے پوچھا مگر وہ اب کچا چور نہیں رہا تھا۔
''ابا! زندگی بنانی ہے۔ اسٹور پہ بیس پچاس کی دالیں بیچنے سے کچھ نہیں بنتا۔ ایک دوست کے ساتھ پراپرٹی کا کام شروع کیا ہے۔ کوئی مکان یا زمین بکے تو طے شدہ معاوضہ ملتا ہے تو ہم دونوں بانٹ لیتے ہیں۔'' وہ ڈھٹائی سے اسی جھوٹ پہ ڈٹا رہا جو وہ ماں کے سامنے بھی بول چکا تھا۔ پھپھا کا منہ بے یقینی کے مارے کھلے کا کھلا رہ گیا۔
''واہ۔ میری اولاد۔ اتنی قابل؟''
''نا۔ تو مجھے یہ بتا کہ اپنی کمائی اب مجھ سے چھپا چھپا کر رکھے گا۔'' نصرت غرائیں تو وہ گڑبڑایا۔
''سرپرائز بھی کوئی چیز ہوتا ہے اماں! سوچا تھا، پکھا ایچھے سے سوٹ خرید کر تحفہ دوں گا تم دونوں کو۔ اس سے پہلے ہی ہاتھ کی صفائی دکھا دی تم نے۔ لاؤ کہاں ہے میرا والٹ۔'' وہ روانی سے جھوٹ در جھوٹ بولتا تھا۔
پھپھا کا دل نرم پڑنے لگا، بہر کیف نکمے بیٹے کی غیرت اور عقل جاگ گئی تھی۔ نصرت نے چپ چاپ بٹوہ لا کر زلفی کو تھمایا تو وہ اطمینان کی سانس بھرتا کمرے میں گم ہو گیا۔

pklibrary.com

"اتنا ہی اچھا کام ہے تو میں بھی یہی شروع کر لیتا ہوں اس کے ساتھ مل کے۔" پھپھا نے اپنی خشخشی داڑھی کھجاتے ہوئے پرسوچ انداز میں کہا تو نصرت نے زور و شور سے میاں کی ہاں میں ہاں ملا کر انہیں زلفی اور اس کے دوست کے ساتھ پارٹنر شپ کا مشورہ دے ڈالا۔ اندر دھک دھک کرتے دل کے ساتھ ماں باپ کی باتیں سنتا زلفی جھنجھلا کر رہ گیا۔

(کبھی جو یہ ابا مجھے خوشی سے جینے دیں۔ اب انہیں بچے اغوا کرنے پہ لگا دوں۔ پارٹنر شپ۔ ہنہ۔)

وہ جھلاتے ہوئے سر جھٹک کر احتیاط کے ساتھ نوٹ گننے لگا۔

☆☆☆

"آؤ بیٹھو۔" آج بہت دنوں کے بعد زیاد نے مائرہ کو روکا تھا۔ اس نے فائل میز کی سطح پر رکھی اور گہری سانس بھرتی اس کے مقابل کرسی پر بیٹھ گئی۔

"شاذل نے پرپوز کیا ہے تمہیں؟" اس نے لگی لپٹی رکھے بغیر سیدھے سبھاؤ پوچھا تو مائرہ کی پیشانی دہک اٹھی۔

"یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔ تم یہاں صرف مجھ سے کام سے متعلق بات کر سکتے ہو۔ میرے نجی معاملات پر نہیں۔" وہ اکھڑی۔

"شاذل نے مجھ سے بات کی ہے اس معاملے میں۔" زیاد نے اسے جتایا۔ "کیا ہمارے بیچ ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے کہ میں تمہیں کچھ مشورہ دے سکوں؟"

"تم نے کوئی رشتہ بننے ہی کب دیا ہے۔" وہ تڑخی۔

"میں اپنی زندگی میں بہت مطمئن ہوں مائرہ! تم سے بھی ریکویسٹ کر رہا ہوں کہ ریلائز کرو اپنی زندگی کو۔ نئے اور بہتر فیصلے زندگی کو پرسکون بنا دیتے ہیں۔ یقین کرو۔" وہ نرمی سے بولا تو مائرہ کرسی گھسیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بہت شکریہ اس فلسفیانہ مشورے کے لیے۔" وہ کھٹ کھٹ جوتے بجاتی آفس سے نکل گئی تھی۔ زیاد تاسف سے سر ہلا کر رہ گیا، وہ اچھی طرح جانتا تھا، زندگی میں کسی شے کی "کمی" کے ساتھ زندگی گزارنا کیسا اذیت ناک ہوتا ہے۔ اور وہ اسی اذیت سے مائرہ کو بچانا چاہتا تھا۔

وہ باہر آ کر اپنی کرسی پر گر سی گئی۔

سب مطمئن ہیں اپنی زندگی میں۔ اور میں...... میں کیا کر رہی ہوں؟

یہ کیا ہے؟ محبت...... انا...... یا ضد؟

اس نے دل کو ٹٹولا لیکن کوئی بھی جواب ہاتھ نہ آیا تھا۔

اس نے انٹرکام اٹھا کر زیاد کو اپنے گھر جانے کا بتایا اور گاڑی کی چابی اور شولڈر بیگ اٹھاتی آؤٹ لیٹ سے باہر نکل آئی۔

درحقیقت اسے اپنی آدھی ادھوری زندگی پہ یک لخت ہی ترس آنے لگا تھا...... سب خوش ہیں۔ سب مطمئن ہیں۔ اور میں؟

وہ خود ترسی کی کیفیت میں مبتلا ہونے لگی تو اونچی آواز میں پرشور سا میوزک نمبر لگا دیا جس نے منٹوں میں گاڑی میں موجود خاموشی اور اس کی پراگندہ سوچوں کو پرے دھکیل دیا۔

☆☆☆

"آپی! جلدی سے بتا دو۔ کیا کیا پکاؤں۔ اور میرب کیا کھائے گی؟" طوبیٰ نے میرب کے رخسار چومتے ہوئے خوشی سے پوچھا تو حریم مسکرا دی۔

"آرام سے بھئی۔ میرب اور مما دو تین روز کی چھٹی پر آئے ہیں...... جو چاہو دل بھر کے کھلانا۔"

اماں نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا تو وہ ان کی نگاہوں کے خدشات پڑھ کر یاسیت سے مسکرائی۔

''آپ کو ابا کی فکر ہے نا اماں؟''

''میں نہیں چاہتی کہ تمہارا دل برا ہو۔ ان کے دماغ سے وہ غصہ نکلا ہی نہیں۔ زبان سے تو نہیں کہتے لیکن مجھے پتا ہے، وہ بہت ٹوٹے ہوئے ہیں اندر سے۔'' اماں آزردہ ہوئیں۔

''یہ غصہ نکالنے سے ہی نکلے گا اماں! کوئی بات نہیں۔ تھوڑی باتیں سن لوں گی۔ ان کے دکھے دل کو اگر ایسے ہی سکون ملتا ہے تو بہت اچھی بات ہے۔ یوں اندر رکھنے سے تو زہر بڑھتا رہے گا۔''

''میں تجھے پھر سے کھونا نہیں چاہتی حری! وہ مینو! کرموں جلی اللہ جانے کس دیس سدھاری ہے کہ آج تک پلٹی ہی نہیں۔ میں تمہیں دور نہیں ہونے دینا چاہتی۔'' اماں پوری طرح پگھل چکی تھیں اور ایسے میں نرمین کا تذکرہ۔ حریم کا دل بھر آیا۔

''اس کے لیے دعا کیا کریں اماں! جہاں بھی ہے اللہ پاک اسے خوش رکھے۔ اسے دل سے معاف کر دیں اماں!'' وہ واقعی رونے لگی تھی۔ اماں حیرت زدہ سی اسے دیکھنے لگیں۔

''لے بھلا۔ مائیں بھی کبھی دل سے بددعائیں دیتی ہیں اپنی اولاد کو۔''

''دکھی دل کی بددعا کو الفاظ کا پیرہن پہننے کی ضرورت نہیں ہوتی اماں! بس۔ بہت دعا کیا کر مینو کے لیے۔ اور بار بار اسے معاف کیا کرنا کہ وہ خوش رہ سکے۔'' وہ بہت کبیدہ خاطر ہو رہی تھی۔

''کر دیا ہے معاف۔ دل سے کر دیا ہے۔'' اماں رازداری سے بولیں۔ ''بس تمہارے ابا کو نہیں بتایا۔ مردوں کا غصہ اور وجاہت کی بنا پر ہوتا ہے۔ ماؤں کے دل جلدی پگھل جاتے ہیں۔ تمہیں عیش و آرام میں دیکھتی ہوں تو اب لگتا ہے کہ شاید اس نے بھی اچھا فیصلہ کیا اپنی زندگی کے لیے۔'' وہ حسرت سے گویا ہوئیں تو حریم نے بے اختیار انہیں گلے سے لگا لیا اور خاموشی سے آنسو بہانے لگی۔

شام کو ابا آئے، میرب کو ادھر ادھر چڑیا کی طرح پھدکتے اور مینا کی طرح چہکتے دیکھ کر انہیں حریم کی آمد کا پتا چل گیا مگر وہ نظر انداز کرتے ہاتھ منہ دھو کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگے جب میرب دوڑ کر ان کی ٹانگوں سے لپٹ گئی اور طوبیٰ کی پڑھائی پٹی پر عمل کرنے لگی۔

''نانا ابا......'' ابا حق دق رہ گئے۔ وہ معصوم اور پیاری سی شکل اوپر اٹھائے انہیں دیکھ رہی تھی۔ میرب کی آواز پہ حریم کمرے کی چوکھٹ پہ ہی تھم گئی۔

''زاہدہ۔'' ابا ہوش میں آ کر اونچی آواز میں اماں کو پکارنے لگے حریم کو لگا کہیں نفرت سے میرب کو جھٹک نہ دیں۔ وہ تیر کی سی تیزی سے ان کی طرف لپکی۔

''السلام علیکم ابا!'' اس نے میرب کو گود میں اٹھاتے ہوئے سلام کیا تو وہ چپ چاپ اندر چلے گئے۔ حریم نے مسکراتے ہوئے میرب کا رخسار چوما اور کچن سے جھانکتی طوبیٰ کو تنبیہی نظروں سے دیکھ کر نفی میں سر ہلایا۔

ابا کے خاموش طرز عمل نے حریم کو بے فکر کیا۔ وہ اس سے ناراض تو تھے لیکن اندر ہی اندر۔ اس کے آنے پہ انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ اب وہ آسانی سے دو دن یہاں رہ سکتی تھی۔ وہ مطمئن ہو گئی۔ میرب کا ویسے بھی یہاں بہت دل لگتا تھا۔ طوبیٰ کے ساتھ سارا دن کھیل کر تھک کر گہری مزے کی نیند سوتی تھی۔ ایک حریم ہی تھی۔ جس کا دل بے چین و بے قرار تھا اس بار۔

تیرے بنا زندگی سے کوئی شکوہ تو نہیں
تیرے بنا زندگی بھی لیکن زندگی تو نہیں

آج صبح سے اس کی طبیعت بے زار تھی اور دل بھر آ رہا تھا۔ زیاد نے ان دو دنوں میں ایک بار بھی اس سے رابطہ نہ کیا تھا۔ رات کھانا کھانے کو دل نہیں کر رہا تھا۔ صبح خالی پیٹ ہی اسے ابکائیاں آنا شروع ہو گئیں اور ساتھ

pklibrary.com

ہی الٹی ہوگئی۔ اور منہ کا ذائقہ کڑوا ترین ہوگیا۔ طوبیٰ نے جلدی سے انڈہ ابالا اور چائے کا مگ بنا کر دیا۔
"سردی لگ گئی ہے شاید......"
"ابھی تو بمشکل ٹھنڈی ہوائیں چلنا شروع ہوئی ہیں۔ سردی تو آگے ہے۔" وہ مسکرائی۔
"ڈاکٹر سے دوائی لے آنا۔ یہ چکر آنا ٹھیک نہیں ہے۔ کمزوری جو رہی ہے تمہیں۔" اماں نے کہا تو اس نے سر ہلا دیا، درحقیقت وہ ڈاکٹر کے پاس جانا چاہ رہی تھی۔ دل خراب ہونے کے ساتھ یوں سر چکرانے کا عمل اس کے ساتھ پہلی بار ہو رہا تھا۔
"مبارک ہو۔ شی از پریگنینٹ" ڈاکٹر نے اس سے دو تین بنیادی سوال پوچھنے کے بعد کچھ ٹیسٹ کیے اور واپس آکر اپنی نشست پر بیٹھتے ہوئے خوش خبری سنائی۔
ایان نے ناسمجھی کے سے انداز میں پہلے ڈاکٹر اور پھر حریم کا چہرہ دیکھا جو خود بے یقینی کی کیفیت میں دم بخود سی بیٹھی تھی۔
"ماں بننے والی ہیں یہ۔ ایسے میں سر چکرانا اور الٹی آنا نارمل ہے۔ اپنی خوراک ٹھیک رکھیں اور باقاعدہ ماہانہ چیک اپ کرواتی رہیں۔" ڈاکٹر نسخے پہ پین گھسیٹتے ہوئے روایتی جملے بول رہی تھی جبکہ حریم کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔
اب جبکہ......شاید رشتے ٹوٹنے کا وقت قریب تھا۔ ایک نیا رشتہ ان دونوں کے بیچ گرہ کی صورت آ گیا تھا۔
زیادہ کارد عمل سوچ کر ہی اس کا دل ڈوبنے لگا۔

☆☆☆

وہ جب سے اسٹور میں آئی تھی، اس کا موڈ بگڑا ہوا تھا۔ ایک کسٹمر سے بھی وہ بلاوجہ ہی الجھ پڑی تو حیان نے آکر آمنہ کو جھاڑ دیا۔
"مجھے چھٹی چاہیے۔ میں نے گھر جانا ہے۔" آمنہ نے سرخ چہرے کے ساتھ کہا۔
"چپ کر کے کام کرو۔ اسٹور پر آکر چھٹی نہیں مل سکتی۔ اگر اتنی ہی سستی تھی تو گھر سے ہی نہ آتیں۔" حیان لگی لپٹی تو رکھتا ہی نہیں تھا۔ عائشہ جلدی سے اپنی کسٹمر کو فارغ کر کے ان کی طرف آئی۔
"کیا ہو رہا ہے؟"
"تم نے اپنا کاؤنٹر کیوں چھوڑا ہے؟" حیان نے اسے گھر کا۔
"آج کی غیر حاضری لگا کے پیسے کاٹ لینا میرے۔" عائشہ بڑخی تو وہ خجل سا ہو گیا مگر پھر بگڑتے ہوئے اپنی خجالت کو چھپانے لگا۔
"اس کو بھی تو سمجھاؤ۔ بزنس خراب مت کرے۔ موڈ خراب ہے تو اسٹور سے باہر جا کر چیخ چلا لے۔ لیکن جب کام پہ آ ہی گئی ہے تو کم از کم کسٹمرز کے ساتھ تو روکھا رویہ نہ اپنائے۔" وہ صحیح کہہ رہا تھا۔
"تم نے مجھے مجبور کیا ہے ایسا رویہ اپنانے کے لیے۔ ایک ذرا سا کام کیا کہہ دیا، سر پہ چڑھے آرہے ہو تم۔ کام بھی وہ جسے پورا کرنے کا تم مجھ سے وعدہ کر چکے ہو۔ زبان دے چکے ہو۔" آمنہ تلملائی تو عائشہ نے اس کے نڈر انداز کو پسندیدگی سے دیکھا۔ کوئی تو تھا جو اس کے بھائی پر سوا سیر تھا۔
"کام کے اوقات میں میں تمہارا باس ہوں۔ جو معاملات اسٹور کے باہر ڈسکس ہوئے ہیں، ان کا تذکرہ تم اسٹور کے اندر کسی صورت نہیں کر سکتیں اور نہ ہی میرا بزنس خراب کر سکتی ہو۔ سمجھیں۔" وہ دانت پیس کر بولا۔
عائشہ اپنے بھائی کی اصول پسندی اور کاروبار سے محبت پر اش اش کر اٹھی۔ آنکھ بچا کر آمنہ کو بات ختم کرنے کا اشارہ کیا تو وہ خاموشی سے اپنے کاؤنٹر پہ جا کھڑی ہوئی وہ فاتحانہ نظروں سے عائشہ کو دیکھتے ہوئے واپس گیا تھا۔
عائشہ سر جھٹکتی اس کی طرف آ گئی۔

"کیا ہوا ہے۔ کیوں اتنی شدت پسند ہو رہی ہو؟"

"میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا ہے عائشہ! مجھے لگ رہا ہے کہ گزرتے وقت کے ساتھ میں زید کو کھوتی جا رہی ہوں۔ وہ مزید مجھ سے دور ہوتا جا رہا ہے۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے آمنہ! اب جبکہ منزل کی طرف قدم بڑھا ہی رہی ہو تو اس منفیت کو نکال دو، دل و دماغ سے۔" عائشہ نے اسے نصیحت کی۔

"سوچوں پہ اپنا اختیار تھوڑی ہے۔ اوپر سے تمہارا جلاد بھائی۔ مجال ہے جو کوئی اندر کی خبر دے جائے۔ مجھے تھوڑی تسلی ہی مل جاتی۔" وہ بگڑی۔

"جب کام ہو جائے گا تو وہ بتا دے گا۔ اس سے پہلے ایک لفظ نہیں منہ سے نکالے گا۔ اب جبکہ اس کی عادت کا اچھی طرح پتا ہے تو تم خوانخواہ پریشان کیوں ہو رہی ہو؟ اس سے کیا فائدہ ملے گا تمہیں؟" عائشہ نے تحمل انداز میں اسے سمجھایا تو وہ بے بسی سے مسکین سی شکل بنا کر اسے دیکھنے لگی۔ عائشہ نے مسکراتے ہوئے اس کے دونوں رخساروں پہ باری باری بوسہ دیا۔

"اللہ بہتر کرے گا۔ ان شاء اللہ۔" مسکرا کر دعا دی تو آمنہ کا دل بھی ٹھہرنے لگا۔

☆☆☆

وہ سست روی سے ساس پین میں پانی ڈال کر چولہے پہ رکھ رہی تھی جب اس کا موبائل بجنے لگا۔ حیان کھڑوس کا نام دیکھ کر اس کا منہ بنا۔ عائشہ آج اکیلی ہی اسٹور پر گئی تھی، آمنہ نے بڑے دھڑلے سے چھٹی کر لی۔ اس کے خیال میں باس کو پتا چلنا چاہیے کہ ورکر ناراض ہے ورنہ تو یونہی ڈانٹ کر وہ بھول جایا کرے گا۔ گویا یہ چھٹی باس کو نصیحت دلانے کے لیے تھی۔

"تمہارا ویزا لگ گیا ہے۔" حیان نے چھوٹتے ہی خوش خبری سنا دی لو جی۔ کون سا غصہ اور کیسی ناراضی۔ آمنہ کی ساری سازش ناکام ہو گئی۔

"اللہ۔" وہ بے ساختہ چیخ اٹھی تو حیان نے بے اختیار موبائل کان سے دور کیا۔

"کیا واقعی......سچ کہہ رہے ہو تم؟"

"میرا تم سے مذاق تو بہر حال نہیں ہے۔" وہ تحمل سے بولا۔

"ہاں۔ تم جیسا کھڑوس شخص کسی کے ساتھ مذاق کا رشتہ رکھ بھی نہیں سکتا۔" وہ کھلکھلائی۔ بے حد خوشی میں دھیان نہیں رہا تھا کہ فی الحال وہ نیا نیا ہی سہی مگر اس کے "محسن" کے عہدے پہ براجمان ہو چکا تھا اور ایسی بات کرنا اس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

اور وہ۔ میرے موبائل کا کیا بنا؟"

"نیا لے تو لیا ہے۔ موقع کرواسے۔"

"نہیں۔ اس میں میرے سارے رابطہ نمبرز ہیں۔ افسوس کہ میں نے سم میں محفوظ نہیں کیے ورنہ موبائل تو پھینک ہی دیتی۔ تم اسے لازمی ٹھیک کروانا پلیز۔ اس میں زیاد کا نمبر ہے۔" وہ بے اختیار بولی دوسری طرف ایک دم خاموشی چھا گئی۔

"ہر چیز کی فکر ہے تمہیں۔ لیکن ایک بار بھی تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میرا ابھی ویزہ لگا ہے کہ نہیں۔" وہ سلگ کر بولا تو آمنہ کھلکھلا کر ہنسی۔

اوہ۔ سوسوری۔ یہ تو مجھے خیال ہی نہیں رہا۔"

"دونوں کا ویزہ لگ گیا ہے۔ وزٹ ویزہ ہے پندرہ دنوں کا۔" وہ بتا رہا تھا۔ مگر آمنہ کو کسی بھی تفصیل کی اب

pklibrary.com

''اللہ نے جان بچالی۔ بس یہ سوچو۔ اور ہاں۔ زیادہ شور مچا کر پورے خاندان کو بتانے کی ضرورت نہیں۔ خوامخواہ لائن لگ جائے گی عیادت کرنے والوں کی۔'' ابا نے نصیحت کی تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆

جہاز کے پہیوں نے رن وے کو چھوا تو آمنہ کا دل جیسے خوشی سے بھر گیا۔ اس کی خوشی دیکھ کر حیان نے گہری سانس بھری۔

''یہ تمہارا موبائل...... ٹھیک ہو گیا تھا۔'' حیان نے ائیر پورٹ کی حدود سے نکلتے ہوئے اس کا موبائل اسے تھماتے ہوئے آنکھوں پہ سن گلاسز چڑھائے اور ٹیکسی دیکھنے لگا۔

غیر ملکی مسافروں پہ ڈرائیور ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ وہ ٹیکسی کر کے سیدھا اسی ہوٹل میں آئے جہاں حیان الشافع اپنے کسی دوست کے ذریعے آن لائن دو کمروں کی بکنگ کروا چکا تھا۔

حیان نے اگلے ہی روز اس کا موبائل انٹرنیشنل رومنگ پہ کروا دیا تھا۔ آمنہ اس کی شکر گزار ہوئی۔ اب وہ جلدی سے رابطہ نمبروں کی لسٹ چیک کر رہی تھی۔

زیاد کا نمبر سامنے آتے ہی اس نے اپنے پورے وجود میں عجیب سی طاقت بھرتی محسوس کی۔ جلدی سے اس کا نمبر ملایا تو اس روز کی طرح پھر سے بیل جانے لگی۔ آمنہ کا دل رک رک کر دھڑکنے لگا۔

''ہیلو...... کیھو......'' دوسری طرف سے کال اٹینڈ کر لی گئی تھی۔

زیاد کا بے تاب سا لہجہ سن کر آمنہ کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹک گیا۔ وہ اس کی بے تابانہ پکار کے جواب میں کچھ بول ہی نہیں پائی تھی۔ حیان الشافع عجیب سے احساسات میں گھرا اس کا جذبات سے پر چہرہ دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆

''میں نے تم سے کہا تھا کہ حریم کا جینا مشکل کر دو۔ اسے میسج کرو۔ دھمکیاں دو۔ کچھ بھی کرو۔ اسے چین کی سانس نہیں آنی چاہیے۔'' وہ زلفی پہ برس رہی تھی۔

''پیسے کی پرواہ مت کرو۔ پہلے سے بھی ڈبل ہو گا اگر وہ لڑکی طلاق لے کر وہاں سے دفع ہو جائے۔'' درشت لہجے میں کہتی کہیں سے وہ بظاہر نرم و نازک دکھنے والی مائرہ عباس نہیں لگ رہی تھی۔

وہ بات مکمل کر کے پلٹی تو شاذل کو دروازے میں کھڑے بے یقینی سے خود کو دیکھتے پا کر مائرہ کی سانس حلق میں ہی اٹک گئی۔

☆☆☆

وہ ابھی فیکٹری وزٹ کر کے آیا تھا۔ لنچ ٹائم پہ اب گھر ہی جانا تھا۔ حریم کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو اس کا لنچ گھر سے نہیں آ رہا تھا، وہ ابھی اٹھنے کی بابت سوچ ہی رہا تھا کہ موبائل کی رنگ ٹون بجنے لگی۔ اس نے کرسی کی پشت سے سر ٹکائے سستی سے موبائل کو دیکھا۔ اور پھر کرنٹ کھا کر سیدھا ہوا۔

کیتھی اور اس کی تصویر کیتھی کالنگ کے ساتھ موبائل اسکرین پہ جگمگا رہی تھی اس نے کانپتے ہاتھوں سے کال اٹینڈ کی۔

''ہیلو...... کیتھ......'' اس نے بے تابی سے پکارا دو بار۔ تین بار۔

مگر دوسری طرف سے بے ترتیب اور ٹوٹی ہوئی سانسوں کے علاوہ کوئی آواز نہ آئی۔ اس کے باوجود زیاد وسیم کو علم ہو گیا کہ دوسری طرف کیتھ ہی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

www.pklibrary.com

ہائی وے پر ٹرالر اور کار کا شدید ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ٹرالر کا ڈرائیور بھاگ جاتا ہے، کار بری طرح پچک جاتی ہے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مرد اور اگلی نشست پر ہی بیٹھی عورت خون میں لت پت ہیں۔ ریسکیو عملے کا انتظار ہے کہ وہ آئے تو گاڑی کی باڈی کاٹ کر لاشیں نکالی جائیں اسی وقت گاڑی سے ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔

ہاسپٹل میں چار لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہیں نرس باہر آ کر کہتی ہے آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سرخ پھولوں سے سجی گاڑی پوش ایریا کے ایک بنگلے کے آگے رکتی ہے تو۔ دولہا کی ماں ملازمہ سے کہتی ہے کہ دلہن کو لے کر اندر آؤ۔ ملازمہ دلہن کو بیڈ روم میں بٹھا کر جانے لگتی ہے تو دلہن اس سے سر درد کی گولی مانگتی ہے۔ ملازمہ کہتی ہے کہ چائے بھی لے آؤں۔

دولہا کمرے میں آتا ہے۔ تو وہ اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ ایک بچی کو لے کر آتا ہے کہ اس کے لیے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

زمین کو ہواؤں میں اڑنے اور اونچے خواب دیکھنے کا شوق ہے حریم اس کی چھوٹی بہن اسے سمجھاتی ہے۔

زمین کی سہیلی کجل کہتی ہے کہ تمہیں عباد وسیم پوچھ رہا تھا۔

زمین اپنی دوست صوما کی سالگرہ میں جانے کی ضد کرتی ہے لیکن اس کی اماں کو اعتراض ہوتا ہے کہ جوان جہان لڑکی آدھی رات کو سالگرہ میں سے واپس آئے گی تو محلے والے کیا کہیں گے۔ اس کے اصرار پر ابا سے جانے کی اجازت

عفت سحر طاہر

رنگ دے چنری

www.pklibrary.com

زرمین صوما کی سالگرہ کی تقریب میں (جو کہ حریم رکھی) گھر سے تیار ہو کے نہیں جاتی بلکہ تجل کے گھر سے تیار ہو کر جاتی ہے۔ راستے میں تجل رانا سعید سے عباد وسیم کے متعلق بات کرتی ہے کہ رانا سعید عباد کا دوست ہے وہ عباد سے زرمین کی دوستی کرا دے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی دوست کو بربادی کے راستے پر مت ڈالو۔ پارٹی میں زرمین کی عباد سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ یمنیٰ الطاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگلی ملاقات میں تجل بتاتی ہے کہ عباد وسیم، رانا سعید سے تمہارا پوچھ رہا تھا۔ زرمین بے یقین ہوتی ہے۔

وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔ فیملی ڈاکٹر فریحہ کی ولیمے کی صبح اس کا چیک کرنے آیا تو اس نے کہا کہ شاکڈ اور ڈپریسڈ ہیں۔ میڈیسن دیں آرام کرائیں شام تک بہتر ہو جائیں گی۔

تجل زرمین کو آفس کے بعد لے کر کلب آ جاتی ہے زرمین کا موڈ آف ہے۔ وہاں ان کی ملاقات عباد وسیم سے ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان رکھائی سے بات چیت ہوتی ہے۔ عباد وسیم ان کے جوس کا بل ادا کر دیتا ہے۔ زرمین کو برا لگتا ہے۔

نصرت زلفی کو کہتی ہیں کہ اٹھ کر دکان پر چلا جا لیکن وہ نہیں سنتا۔ وہ زرمین کی ہم راہی کا خواب دیکھتا ہے نصرت کہتی ہیں کہ وہ پڑھی لکھی لڑکی تجھ سے شادی سے انکار کر دے گی۔ زلفی کہتا ہے کہ وہ میرے بچپن کی منگ ہے۔

زرمین کے پاس چھٹی والے دن عباد کا فون آتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دن گزارنا چاہتا ہے۔ زرمین، تجل کے گھر کا بہانہ کر کے اس کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں اس کا انتظار کرتی ہے۔

عباد وسیم کے ساتھ ایک بھرپور دن گزار کر زرمین خوشی خوشی گھر لوٹ آتی ہے۔ زرمین کو اس کی کھوجتی چمکتی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا۔

زرمین کی غیر موجودگی میں اماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ حریم ابا کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے زرمین کو فون کرتی ہے، فون بند ہونے کی صورت میں وہ تھک ہار کر تجل کے نمبر پہ کال کرتی ہے، اسے مبارک باد دیتی ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے کہ کس چیز کی مبارک باد اور اپنے گھر میں [illegible] پڑے ہونے کی مظلومیت کا رونا روتی ہے۔ حریم پریشان ہو جاتی ہے۔ ابا آ جاتے ہیں وہ اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔

زرمین کے آنے پر حریم اس سے پوچھتی ہے کہ وہ کہاں گئی [illegible] سچ بتا دیتی ہے۔

عباد وسیم، رانا سے ملتا ہے تو زرمین کی بات ہوتی ہے، رانا کہتا ہے وہ شریف گھرانے کی [illegible] اس کو بخش دے۔ عباد ہنسنے لگتا ہے۔

مائرہ صبح صبح پھپھو کے گھر پہنچتی ہے جہاں عباد وسیم اور نزہت ناشتہ کر رہے ہیں۔ [illegible] اور نزہت کی معنی خیز باتوں سے انجان بنتا عباد وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

حریم بے ساختہ میرب کو پیار کرتی ہے، وہ گھبرا جاتی ہے۔

نزہت گھر [illegible] پر حریم کو کہتی ہیں کہ وہ میرب کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گی۔

حریم عباد [illegible] کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اس کے شوروم تک آ جاتی ہے عباد اسے دھمکاتا ہے وہ اس سے کہتی ہے کہ تم خراب کیریکٹر کے ہو۔ میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو۔ زرمین پتا چلنے پر ناراض ہوتی ہے اور عباد سے معذرت کرتی ہے وہ معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مارک ڈینیئل کو بتاتا ہے کہ اس کی مسلمان لڑکے سے دوستی ہے۔ نصرت پھپھو تاریخ طے کرنے کے لیے مٹھائی اور شادی شدہ بیٹی کو لے کر آتی ہیں۔ زرمین گھر میں نہیں ہوتی۔

حریم کو وہ اس کے گھر لے کر آتا ہے اماں اور طوبیٰ بہت خوش ہوتی ہیں لیکن ابا کے آنے سے پہلے اسے جانے کا کہتی ہیں۔

عباد کی برتھ ڈے کے موقع پر عباد زرمین کو اپنے فلیٹ پر تنہا بلاتا ہے، وہاں جانے کے بعد زرمین کو باپ کی بات یاد آتی ہے کہ دو نامحرموں کے بیچ تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے۔

عباد زمین کو اپنے فلیٹ پر بلاتا ہے۔ اس کے قریب آنے پر وہ وہاں سے واپس آجاتی ہے۔ عبد کی پرکھ کہ وہ پورا اترتی ہے۔ ادھر نصرت پھپھو تاریخ لینے آجاتی ہیں۔ اماں اور حریم کے پوچھنے پر زمین شادی کی ہامی بھر لیتی ہے۔ نصرت پھپھو اور زلفی خوش ہو جاتے ہیں۔ نگل فون کر کے زمین کو لاتی ہے۔ وہاں عباد وسیم موجود ہوتا ہے اور اسے پرپوز کرتا ہے۔ زمین خوشی خوشی گھر آتی ہے۔

رات میں حریم زمین سے کہتی ہے کہ شادی کا کارڈ پسند کر لو۔ وہ کہتی ہے پہلے لڑکا تو پسند کر لوں۔ پھر اسے بتاتی ہے کہ عباد وسیم نے اسے پرپوز کیا ہے۔ دروازے میں کھڑی اماں یہ سن کر بے سدھ ہو کر گر پڑتی ہیں۔

نگل کے سمجھانے پر حریم کو احساس ہوتا ہے کہ وہ غلطی پر ہے، اس نے اپنی زندگی کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ حالات کو انتہا پر آتے دیکھ کر حریم شوہر سے کہتی ہے کہ وہ میرب سے دور نہیں رہ سکتی۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اسے آخری چانس دے رہا ہے، اس کے بعد اسے یہاں سے جانا پڑے گا۔

وہ میرب کے لیے شاپنگ کا کہتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آؤٹ لیٹ پر آجاتا۔ زیاد واپس پہنچتا ہے تو کیتھی کی ساتھی ویٹرس اسے بتاتی ہے کہ اس کا اسپیشل کسٹمر آیا ہے۔

زیاد کیتھی کو بتاتا ہے کہ اس کے بھائی نے پسند کی شادی کر لی ہے اور ماں باپ نے اسے گھر سے نکال دیا ہے اور بھائی کی منگیتر اس کے سر منڈھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر آیا ہوں۔

پال کیتھی سے کہتا ہے کہ اسے اب مارک کے مستقبل کی پلاننگ کرنی چاہیے۔ وہ اکتا کر وہاں سے ہٹ جاتی ہے۔

مارک اس سے راستے میں معافی مانگتا ہے، کیتھی کے انکار پر ثبوت ملنے کا کہتا ہے۔

کیتھی زیاد سے کہتی ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ عباد ماں باپ سے معافی مانگ کر گھر واپس آنے کا کہتا ہے۔

مائرہ، حریم کو آؤٹ لیٹ پر دیکھ کر برہم ہو جاتی ہے۔ نزہت بھی اس پر ناراض ہوتی ہے۔ حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر آتی ہے۔

حریم میرب کو لے کر اپنے والدین کے گھر جاتی ہے۔ اماں کو یہ سن کر بہت صدمہ ہوتا ہے کہ حریم کا شوہر پہلے سے شادی شدہ ہے۔ وہ بچی کو پیار کرتی ہیں کہ اس میں زمین کی شباہت ہوتی ہے۔

مائرہ کو دیکھنے کچھ لوگ آنے والے ہیں۔ وہ ماں پر ناراض ہوتی ہے لیکن وہ کہتی ہیں کہ اپنی پھپھو کے سراب سے باہر نکل آؤ۔

نزہت بیٹے پر ناراض ہوتی ہیں کہ اسے حریم کے میکے کیوں بھیجا۔ مائرہ اسے اپنے آنے والے رشتے کے بارے میں بتاتی ہے۔ وہ اسے سمجھاتا ہے کہ اسے اب زندگی میں آگے بڑھ جانا چاہیے۔ مائرہ باہر جانے کا پروگرام بتاتی ہے لیکن وہ منع کر دیتا ہے کہ اسے حریم اور میرب کو لینے جانا ہے۔ مائرہ شدید غصے میں گھر آتی ہے جہاں اس کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آئے ہوتے ہیں، وہ ان سے بدتمیزی کرتی ہے۔ فوزیہ بیٹی کو ڈانٹتی ہیں، وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔

کیتھی کے گھر والوں کو پتا چل جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہے۔ وہ اسے لے کر غائب ہو جاتے ہیں۔ زیاد ہر جگہ اسے تلاش کرتا ہے لیکن اس کا کچھ پتا نہیں چلتا، مائرہ خودکشی کر لیتی ہے۔

بائیسویں قسط

کاش!! کوئی لفظ
میری اذیت کے معیار پہ پورا اترے
تو میں تمہیں بتاؤں
کہ درد اور تکلیف اس اذیت سے
بہت چھوٹے لفظ ہیں

www.pklibrary.com

جو میں محسوس کرتی ہوں
میں چاہتا ہوں
میں تمہیں بتاؤں
مجھے تمہارے بعد کے غم کی دیمک نے کھایا ہے
مجھ سے ملنا تو
میرے درد کو دلاسا دینے کے لیے
مجھے کاندھے سے لگا کر بہت سارا رو لینے دینا
میں جو کہوں محبت کی بھیگی آنکھوں سے سننا
اپنی شفیق بانہوں میں سمیٹ کر میری پیشانی پر بوسہ دینا
مجھے بتانا کہ
تم نے بھی مجھے بالکل میری طرح ہر لمحہ یاد کیا

(فرح طاہر)

''کیتھ۔'' زیاد نے بے قراری سے اس کا نام پکارا تھا، بالکنی کے ساتھ ملحق کمرے میں موجود حریم کے دل کو کسی نے مٹھی میں بھینچا اس کی آنکھیں بھر آئیں وہ مزید کوئی لفظ کانوں میں پڑنے سے پہلے ہی کمرے سے نکل گئی۔

''تم کہاں چلی گئی تھیں۔ میں نے کتنا ڈھونڈا تمہیں۔ اور اب کہاں ہو؟'' وہ بے تاب لہجے میں کہتا گویا سب کچھ ہی جان لینا چاہتا تھا۔

''بہت لمبی کہانی ہے۔ ملو گے تو تفصیل سے بتاؤں گی۔'' بشاشت سے کہتے ہوئے بھی اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی گھلی ہوئی تھی۔

''کہاں ہو تم کیتھ؟''

''کیتھ نہیں...... آمنہ۔'' وہ بے اختیار اسے ٹوک گئی۔ زیاد لمحہ بھر کو قوت گویائی سے محروم ہوا تھا۔

''مجھے پتا تھا۔ میرا دل کہتا تھا کہ تم نے اسلام قبول کر لیا ہو گا۔ اسی لیے تمہیں انڈر گراؤنڈ ہونا پڑا ہو گا۔ میں نے تمہیں کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا۔'' وہ بے حد جذباتی ہو گیا تھا۔

''مجھے موقع ہی نہیں ملا کہ میں کسی کے پاس تمہارے لیے پیغام چھوڑ سکوں یا تمہیں کال کر سکوں۔ میرا سیل فون چھین لیا گیا تھا۔ اور واقعی مجھے سب کی نظروں سے چھپا دیا گیا۔ خاص طور پر تم مجھے نہ ڈھونڈ سکو۔'' آمنہ کی بھیگی ہوئی آواز مسکرا رہی تھی۔

''ان لوگوں نے چھوڑا کیسے تمہیں؟ وہ تو سنا ہے دماغ سے کھرچ کر نکال دیتے ہیں باغی خیالات کو۔'' زیاد نے بے ساختہ کہا۔

''ابھی صرف گھر والوں کو پتا چلا تھا۔ مام، ڈیڈ اور ڈینئل کو۔ مجھے انڈر گراؤنڈ کر کے گھر سیل کر دیا گیا۔ مجھے بیڑیاں ڈال کر رکھا گیا تھا، گھر والوں نے میری محبت میں مجبور ہو کر کمیونٹی والوں کو میرے مذہب تبدیل کرنے کی بھنک بھی نہیں پڑنے دی اور خود ہی سختی کر کے میرا برین واش کرتے رہے لیکن میں اللہ کے کرم کی وجہ سے متزلزل نہیں ہوئی اور ایمان کی روشنی کو نہیں چھوڑا۔ پھر ایک روز ڈیڈی کو ترس آ گیا۔ دراصل وہ سمجھ گیا تھا کہ میں مر جاؤں گی لیکن اس راہ سے واپس نہیں پلٹوں گی۔ اس نے مجھے فرار کروا کے عائشہ کے حوالے کر دیا۔ اور کچھ مہینوں کے بعد جب میرے نئے نام سے نجانے کس طرح پیپرز بن گئے تو مجھے عائشہ کے ساتھ ترکی بھیج دیا۔ اس

نمبر تو ہے میرے پاس۔ بس رابطہ نہیں۔ وہ غصہ ہے مجھ پہ۔ اس لیے کال اٹینڈ نہیں کرتا۔ میں بھی انتظار میں ہوں اس دن کے جب وہ یہ ناراضی بھول کر پھر سے میرا پیارا دوست بن جائے گا۔" اس کی بھرائی ہوئی آواز آخری جملے تک آنسوؤں میں ڈوب گئی تھی۔

"ان شاء اللہ۔ ضرور وہ دن آئے گا کیتھ۔ مطلب..... آمنہ۔" وہ خلوص دل سے کہتے ہوئے آخر میں اس کے نام کی تصحیح کر کے مسکرایا۔

"ان شاء اللہ۔" وہ دل سے بولی۔

"اب بتاؤ۔ کہاں ہو اس وقت۔ اور اکیلی ہو یا کسی کے ساتھ ہو؟" وہ پوچھنے لگا۔

"حیان البشر ساتھ ہے میرے۔ عائشہ کا بڑا بھائی۔" آمنہ نے اسے بتایا۔

"میں اسلام آباد میں ہوں۔ تم مجھے ایڈریس اور لوکیشن سینڈ کر دو بس۔ ہم پلین سے لاہور پہنچیں گے اور وہاں سے تمہارے پاس۔" اس کی آواز میں ٹھہراؤ اور گہرے سکون کی سی کیفیت تھی زیادہ کا دل بھرانے لگا۔

"تم میرے دل کی پہلی خواہش ہو آمنہ۔" نجانے کیوں بے اختیار ہی اس نے اعتراف کیا تھا۔

"(سیم ہیئر) یہاں بھی ایسا ہی ہے۔" آمنہ نے جذب سے کہا۔

☆☆☆

"بس اب رشتہ ڈھونڈو اس نالائق کا اور اسے کسی طرف لگاؤ ورنہ یہ تو آوارہ نکمے دوستوں کے ساتھ مل کر ساری کمائی کھا اڑا دے گا۔" پھپھا تے بڑی ہی مشکل اور گالی گلوچ کے بعد بمشکل زلفی سے آدھے روپے نکلوائے تھے۔

"آپ نے بھی تو حد ہی کر دی۔ اپنی دفعہ تو تین ہزار دیتے ہوئے پانچ سو گالیاں بھی دیتے تھے اور اس سے پچیس ہزار نکلوا لیے۔ وہ کہہ بھی رہا تھا کہ نئی موٹر سائیکل لینی ہے۔" نصرت خفگی سے بولیں۔

"تم جیسی عورتیں ہوتی ہیں جو اولاد کی حمایت کر کر کے اسے ہاتھ سے نکال دیتی ہیں اور پھر سر پہ ہاتھ رکھ کے روتی ہیں۔" انہوں نے پیسے واسکٹ کی جیب میں گھسیڑتے ہوئے انہیں گھرکا۔

"لو۔ اب اگر اس کی شادی ہی کرنی ہے تو یہ پیسے اپنی جیب میں کیوں ٹھونس رہے ہو مجھے دو، میں الگ کر کے رکھ دیتی ہوں۔" نصرت تڑپیں۔

"ہاں۔ تجھے دے دوں۔ تاکہ تو بری کے نام پہ لال، ہرے، نیلے سوٹ اٹھا لائے اور باقی کھا اڑا دے۔" پھپھا نے طنز کیا۔

"اس کے پاس پچیس ہزار ہے پورا۔ اس سے کہہ کے نکلوا لے۔ شادی کے لیے پیسہ چاہیے ہوتا ہے پیسہ۔"

"نہ۔ تو تم نے کون سی شادی کرنی ہے اس عمر میں۔ تم نے بھی تو پچیس کا پچیس جیب میں ڈال لیا ہے۔" نصرت سلگیں۔

"کم عقل عورت۔ اسٹور کا مال رلاؤں گا۔ کب سے فریزر لینے کا سوچ رہا تھا آئس کریم رکھنے کے لیے۔ کوئی سیکنڈ ہینڈ دیکھ لوں گا۔" پھپھا کی وجہ کاروبار کو بڑھانے سے آگے نہیں جاتی تھی، اب بھی اطمینان سے کہہ کر نکل گئے اور پیچھے نصرت اکیلی جلتی کڑھتی رہ گئیں۔

"پالے پوسے مہر خصم کی ڈیوٹی دے ماں۔ اور جیب گرم ہوا ابا حضور کی۔ حد ہے۔ اور یہ کمبخت زلفی۔ آ لینے دو۔ کیسے کڑکتے نوٹ جیب میں ڈال کر بھاگا ہے۔ میری ایمانداری کا انعام ہی دے دیتا کم از کم۔" نصرت کو رہ رہ کر خیال آ رہا تھا کہ اگر وہ مکر جاتیں تو یہ پیسے ان کے بھی ہو سکتے تھے۔ زلفی تو ویسے بھی کام پر لگ گیا تھا تھوڑا

لیکن زلفی گھر آیا تو ان کی ساری امیدوں پہ پانی پھر گیا وہ پرانی موٹر سائیکل بیچ کر اس میں پیسے ڈال کر نئی موٹر سائیکل لے آیا تھا۔

"کیا بات ہے اماں! خوش نہیں لگ رہیں؟" اپنی نئی موٹر سائیکل کو بلا وجہ ہی اچھی طرح جھاڑ پونچھ کر جب ذرا شوق مدھم پڑا تو وہ نصرت کی خاموشی پہ ٹھٹکا۔

"میں تو بہت خوش ہوں۔ دس ہزار میرے ہاتھ پہ جو تو نے رکھ دیا۔ میں تو محلے کی ہر عورت کو بتا کر آئی ہوں کہ میرے بیٹے نے اپنی پہلی کمائی میرے ہاتھ پہ رکھی ہے لا کر۔" نصرت نے بھگو بھگو کر مارتے ہوئے تڑخ کر کہا تو زلفی کھسیا گیا۔

"پچیس ہزار تو ابا نے نکلوا لیے۔ تیس ہزار کی پرانی موٹر سائیکل بکی۔ اس میں پندرہ ہزار مزید ڈال کر یہ لوکل برانڈ کی موٹر سائیکل لی ہے، پینتالیس ہزار میں پڑی ہے۔" زلفی نے تفصیل بتائی تو نصرت کی آنکھیں چمکیں، فوراً ہی ہونٹوں پہ مسکراہٹ آ گئی۔ یعنی ابھی بھی اس کی جیب بھرنے کا چانس موجود تھا۔

"میں صدقے۔ مجھے پتا تھا میرا بیٹا ماں کو ضرور یاد رکھے گا۔" ماں کی بات سن کر زلفی نے جز بز ہوتے ہوئے باقی کے بچے ہوئے دس ہزار میں سے پانچ ہزار ان کے ہاتھ پر رکھے۔

"ابھی دوکان کا ادھار بھی اتارنا ہے اماں! اگلی بار وعدہ رہا۔ اگر لمبا ہاتھ مارا تو دس ہزار پکا دوں گا۔"

"اللہ کرے۔ ایسے ہی لمبے ہاتھ مارتا رہے تو۔" نصرت نے فوراً پانچ ہزار کا نوٹ بٹوے میں منتقل کرتے ہوئے دعا دی تھی۔ زلفی بے ساختہ اس دعا پہ کھل کر مسکرا دیا۔

☆☆☆

شدید چوٹوں میں سے کوئی بھی چوٹ خطرناک نہیں تھی لیکن چوٹوں کی شدت نے مصطفیٰ صاحب کو درد اور بخار میں مبتلا کر دیا تھا۔ آج بھی اماں نے ڈبل فیس پہ ڈاکٹر کو گھر بلا کر ان کا چیک اپ کروا کر دوائیں لکھوالی تھیں۔ گھر میں رشتہ داروں کا ہجوم لگنے کے خیال سے خاندان میں کسی کو اس ایکسیڈنٹ کی بھنک بھی نہیں پڑنے دی گئی تھی لیکن طوبیٰ کا دل اس قدر پریشان تھا کہ اماں کے سختی سے منع کرنے کے باوجود اس نے حریم کو ابا کے ایکسیڈنٹ کے متعلق بتانے کا سوچ لیا تھا۔

"اماں! اور ہے ہی کون ہمارا۔ آپی کو بھی رشتہ داروں والے کھاتے میں ڈال رہی ہیں آپ۔"

"مجھے کیا اعتراض ہونا ہے۔ یہ تو تمہارے ابا نے منع کیا تھا سختی سے۔ حریم کی طرف سے ویسے بھی ان کا دل تنگ ہے تو کہیں بیماری میں چڑچڑے ہو کر کچھ غلط نہ کہہ دیں اسے۔" زاہدہ جز بز ہوئیں۔

"والدین نہیں کہیں گے تو اور کون کہے گا کچھ؟ ابا ڈانٹ بھی دیں گے تو آپی چپ کر کے سن لیں گی اماں! پہلے بھی تو یہی کرتی آئی ہیں۔"

طوبیٰ نے آرام سے کہا تو اماں بے اختیار اسے دیکھنے لگیں۔ زرمین تو شروع ہی سے منہ پھٹ اور بدلحاظ رہی تھی۔ صرف اپنی خوشی اور پسند کے بارے میں سوچنے والی، خود غرض۔ جبکہ حریم اور طوبیٰ نے اپنے انداز و اطوار سے اماں کو ہمیشہ ہی مطمئن رکھا تھا۔ طبیعت میں نرمی۔ جھک جانے والی۔ ان کا مان رکھ لینے والی۔ لیکن پھر حالات نے ایسی کروٹ لی کہ سب کچھ ہی تلپٹ ہو گیا، ان کا آشیانہ آندھیوں کی زد میں ایسا آیا کہ تنکا تنکا بکھر گیا کسی بدخواہ کی نظر کھا گئی مصطفیٰ احمد کے ہنستے بستے گھر کو۔ مگر پھر بھی حریم ان کے پاس پلٹ آئی تھی۔ اور زرمین۔ اس نے اب بھی اپنا ہی سوچا۔ حق ہا!" اماں نے گہری سانس لی۔

"میں صرف اتنا ہی کہوں گی کہ معمولی چوٹیں آئی ہیں۔ سیریس کچھ بھی نہیں ہے۔" طوبیٰ نے وعدہ کیا۔

بس۔ اب تم نے سوچ لیا ہے تو رزے ہی رہوں اور لیا۔ اماں تنگ آ کر گفتگو کینسل کچن میں چلی گئیں تو وہ مسکرا کر موبائل اٹھا کر چارجنگ پہ لگانے لگی، ابھی بیٹری بالکل ختم تھی تو کال کرنا ناممکن تھا۔

☆☆☆

وہ اپنے لیے چائے بنا کر لاؤنج میں آئی تو نزہت وہیں بیٹھی تھیں۔

''آپ چائے پییں گی؟'' حریم نے انہیں آفر کی۔

''نہیں۔ میں پی چکی ہوں۔'' نزہت نے تپائی پہ رکھا میگزین اٹھاتے ہوئے کہا تو وہ سر ہلا کر وہیں بیٹھ گئی مجبوری تھی کہ کمرے میں اس وقت بالکل بھی جانا نہیں چاہتی تھی جہاں وہ کیتھ کے ساتھ خوش گوار گپ شپ میں مصروف تھا۔

''طبیعت کیسی ہے تمہاری۔ چیک اپ کے لیے ڈیٹ نہیں دی ڈاکٹر نے؟'' نزہت نے اس قدر غیر متوقع طور پہ نرمی سے پوچھ لیا کہ منہ کی طرف بڑھتا چائے کا کپ چھلکتے ہوئے بچا۔

''جی۔ جی بالکل ٹھیک ہوں۔ ڈاکٹر نے منتھلی چیک اپ کا کہا ہے۔'' وہ جھینپ سی گئی۔ نزہت اسے بغور دیکھ رہی تھیں وہ کم سن تھی اور خوب صورت بھی۔

انہیں نزمین یاد آئی۔ وہ حریم سے بھی زیادہ حسین تھی۔ انہوں نے بے اختیار آہ بھری۔ ان دونوں بہنوں کی قسمت ... نزہت ... بلند رہی تھی نجانے کہاں سے اٹھ کر محل کی رانیاں بن گئی تھیں۔ نزمین تو چلو مان لیا کہ عباد کا جنون ... ان یہ حریم ... کیسے بنا کسی تعلق اور چاہت کے آنا فانا زیاد کی زندگی میں چلی آئی تھی۔ وہ بے اختیار ہی سوچے گئیں۔ ... اس کی جگہ مائرہ ... تو ہو سکتی تھی۔ ان کی سالوں سے دل میں پنپتی خواہش حسرت بنی تو سارا غصہ حریم پہ نکلنے لگا لیکن یہ ... حقیقت تھی کہ جب سے اس کے ماں بننے والی خبر ملی تھی نزہت کا مائرہ اور زیاد کی شادی والا سارا جوش اور ولولہ بیٹھ گیا تھا۔ جو بھی ... اس گھر کی نسل کو جنم دینے والی تھی اس لیے اب وہ حریم کو اپنی فیملی سے کاٹ کر الگ نہیں پھینک سکتی تھیں۔

''اوہ تو تم میکے سے گئی تھیں اپنی ماں کے ساتھ۔ ... ساتھ جا ... ہمارے فیملی ہاسپٹل۔ وہاں سے مکمل چیک اپ کرواؤ۔ اور ڈائٹ چارٹ بنواؤ۔ صحت مند اولاد پیدا کرنے کے لیے ماں کی صحت اچھی ہونا بہت ضروری ہے۔'' ان کے لب و لہجے کی نرمی پر حریم کی آنکھیں بھر آئیں، اس نے پلکیں جھپک کر آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیلا اور بنا کچھ کہے اثبات میں سر ہلا دیا۔

دیر سے ہی سہی لیکن حالات شاید بہتر ہونے شروع ہو گئے تھے۔ حریم کے اندر یاسیت نے ڈیرے ڈال لیے۔

☆☆☆

شاذل کو دروازے میں ایستادہ دیکھ کر مائرہ کا دم حلق میں اٹکا اس نے شاذل کو دیکھتے ہوئے بے اختیار ہی لائن ڈراپ کر دی۔

''تت...... تم کب آئے؟'' وہ بوکھلائی۔ موبائل اس نے سختی سے ہاتھ میں دبوچ رکھا تھا۔ شاذل نے گہری سانس بھری اور مسکراتے ہوئے بولا۔

''تمہیں لینے آیا ہوں۔ کچھ گفٹس خریدنے ہیں۔ دوست کی شادی ہے۔

''تو اس نے کچھ نہیں سنا۔'' مائرہ کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑے۔

''ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں۔'' ویسے تو وہ اس دردسری میں نہ پڑتی لیکن اس وقت کی سچویشن کے لحاظ سے وہ کچھ نروس نیس کا شکار فوراً ہی مان گئی۔

"تیار ہوگی یا ایسے ہی چلوگی؟" مائرہ نے ایک نظر اپنے برانڈ ڈ سوٹ پر ڈالی۔ آج صبح ہی چینج کیے تھے کپڑے۔ وہ مسکرائی۔

"چلو۔ ایسے ہی چلتے ہیں، تم نے کون سا ابھی "ہونے والی" سے ملوانے لے جانا ہے۔ بس ذرا فریش ہو جاؤں۔" وہ اسے خفیف سا چھیڑتے ہوئے موبائل بیڈ پہ اچھال کر واش روم کی طرف بڑھی۔

"ہمم...... میں باہر انتظار کر رہا ہوں۔" وہ پلٹ کر کمرے سے نکل گیا۔

مائرہ شکر ادا کرتی واش روم میں گھس گئی۔ اندر سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی شاذل نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ مائرہ واش روم میں ہی تھی۔ شاذل نے جلدی سے اس کا موبائل اٹھا کر آخری کیے جانے والی کال کا نمبر چیک کیا۔ وہ کسی زلفی کے نام سے محفوظ تھا شاذل نے ایک نظر واش روم کے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے اس نمبر کو اپنے واٹس ایپ پہ سینڈ کرنے کے بعد اس میسج کو ڈیلیٹ کیا اور موبائل ویسے ہی بیڈ پہ رکھ کر جیسے خاموشی سے آیا تھا ویسے ہی باہر نکل گیا۔

مائرہ تیار ہو کر نیچے آئی تو وہ رابعہ کے پاس بیٹھا میرب کے اغوا کی تفصیل پوچھ رہا تھا، وہ خاموشی سے آ کر صوفے کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔

"اللہ ہی جانتا ہے کون اٹھا کر بچی کو لے گیا اور کسی کی کیا منشا تھی۔ ہم نے تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ وہ شخص بچی کو ساتھ ہی نہیں لے گیا۔" رابعہ جھرجھری لے کر کہہ رہی تھیں۔

"ہو سکتا ہے اس شخص کا ارادہ بچی کے والدین کو پریشان کرنے کا ہی ہو۔ کیوں مائرہ؟" شاذل نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے اسے بھی شامل خیال کیا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"مجھے نہیں پتا۔ میں کون سا جاسوس لگی ہوئی ہوں پولیس کے محکمے میں۔" مائرہ نے تنک کر کہا پھر اسے مزید گفتگو سے روکنے کی خاطر تیز لہجے میں بولی۔

"اب اگر تم نے چلنا ہے شاپنگ کے لیے تو بتا دو، ورنہ میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں کہ اس انویسٹی گیشن میں ضائع کرتی پھروں۔"

"اُف۔ ایک تو آپ کی صاحبزادی کو غصہ بہت آتا ہے۔ یہ تو ٹھیک کر کے رکھ دے گی مجھے۔" وہ اسے سراسر چھیڑنے والے انداز میں کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا، رابعہ کے ہنسنے پر مائرہ نے لب بھینچے مگر گاڑی میں آ کر وہ بھڑک اٹھی۔

"میں نے تم سے ایک بار انکار کر دیا ہے تو پھر بار بار اس فضول لطیفے کو دہرانے کا کیا مقصد ہے؟"

"اُف......

"میری بے بسی کی تھی وہ داستاں جسے تم ہنسی میں اڑا گئے۔"

"شٹ اپ۔ جلدی سے اپنی شاپنگ کرو اور مجھے واپس چھوڑ دو۔"

"واپس چھوڑ دوں؟" ابرو اچکا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا پھر قطعی انداز میں بولا۔ "سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب تو یہ شادی ہو کر ہی رہے گی۔"

مائرہ نے اسے گھورتے ہوئے کڑوا ورا کیا۔

"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ شادی شدہ آدمی کے ساتھ شادی کروں۔"

"زیاد بھی شادی شدہ ہے مائرہ!" شاذل نے احتیاط سے یوٹرن لیتے ہوئے جتانے والے انداز میں کہا تو وہ سامنے دیکھتی ہوئی ساکت ہو گئی۔

"تم یہ سب بکواس کرنے کے لیے مجھے ساتھ لائے ہو؟" وہ ضبط سے پوچھ رہی تھی۔

"یہ زندگی گزارنے کے ضابطے ہیں مائرہ۔ اب بس کرو اپنی زندگی سے کھیلنا۔"

"میں مر نہیں رہی کسی کے لیے۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ میں زیادہ سے شادی کرنے کی خواہش دل میں لیے بیٹھی ہوئی ہوں؟" وہ اونچی آواز میں چلانے لگی شاذل نے تاسف بھری ایک نگاہ اس پر ڈالی۔

"مسئلہ صرف یہ ہے کہ تم اسے خوش اور آباد بھی نہیں دیکھ پا رہیں۔" وہ چوٹ کرتے ہوئے بولا۔ مائرہ ساکت سی ہوئی پھر جیسے گڑبڑا کر ہوش میں آگئی۔

"شٹ اپ شاذل! اگر تو تم مجھے اس نام نہاد برین واشنگ کے لیے ساتھ لائے ہو تو آئم ناٹ انٹرسٹڈ۔ مجھے گھر ڈراپ کر دو ابھی کے ابھی۔"

"یہی تو پرابلم ہے تمہارے ساتھ۔ تم حق بات سننا ہی نہیں چاہتیں۔" شاذل نے تیز لہجے میں کہا۔ "اور اوپر سے بڑی بے وقوفی یہ کہ تم یہ بھی چاہتی ہو کہ تمہیں تمہارے حال پہ اکیلے چھوڑ دیا جائے۔"

"میں تمہاری ذمہ داری نہیں ہوں۔" وہ تپی۔

"دوست دوستوں کی ذمہ داری ہی ہوا کرتے ہیں۔ اگر تمہیں دوستی کے اصول یاد ہوں تو......" شاذل نے پھر سے اس کے بے اعتنائی سے پر انداز پر چوٹ کی۔

"اپنی زندگی کو کسی ایسی ڈگر پر ڈالو مائرہ! جس کی کوئی منزل بھی ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا تحفہ ہے۔ یوں تجربات میں ضائع کرنے کے لیے نہیں دی اس نے۔"

"تم اپنی فکر کرو۔ تین شادیاں گنوا کر بھی جسے منزل نہیں ملی۔"

"مل گئی ہے۔" وہ بے ساختہ بولا پھر اسے دیکھ کر ہنسنے لگا۔

"اب کی بار تو بس تمام عمر اسی منزل پر پڑاؤ ڈالنے کا ارادہ ہے۔"

اس کی گہری نظروں نے مائرہ کو جزبز کیا۔

"فضول انسان۔ اور ویسی ہی فضول گفتگو۔"

"تمہیں جیسا بھی لگے۔ مگر ایک بات دھیان میں رکھو مائرہ! مجھے تم اچھی لگنے لگی ہو اور میری دل سے خواہش ہے کہ جب تم شادی کے بارے میں کوئی فیصلہ کرو تو مجھے اپنی ترجیح بناؤ۔" وہ دھونس بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا مائرہ کو نا چاہتے ہوئے بھی ہنسی آگئی۔

"پاگل۔"

☆☆☆

"آمنہ کہاں ہے؟" عائشہ کی کال دوپہر کے کھانے کے وقت آئی تھی۔

"اوپر اپنے کمرے میں ہے۔ میں تو لنچ کے لیے نیچے آیا ہوں۔"

"اس کا تو ویٹ کر لیتے۔ یہ مینرز ہوتے ہیں لڑکیوں کو ٹریٹ کرنے کے۔" عائشہ نے طنز کیا تو وہ [illegible] جتا کر بولا۔

"وہ یہاں اپنے بوائے فرینڈ سے ملنے آئی ہے۔ مجھے کیا مصیبت پڑی ہے مفت کے مینرز دکھانے۔"

"کم آن۔" عائشہ نے بے اختیار تیز لہجے میں اسے ٹوکا۔ "اس کے لیے بوائے فرینڈ کا لفظ تو مت استعمال کرو۔"

"تم نے یہ سب نصیحتیں سنانے کے لیے تیسری بار کال کی ہے مجھے؟" وہ تحمل سے گویا ہوا۔

"تم جیسے بے وقوف کو قدم قدم پر مجھ جیسی عقل مند بہن کی ضرورت ہے اس لیے بار بار کال کر کے سمجھانا پڑتا ہے۔" عائشہ نے گہری سانس بھری تو حسب توقع وہ تپا۔

www.pklibrary.com

"بلوست۔"

"سچ تو برداشت ہی نہیں کسی کو۔ یہیں تھی وہ۔ بے منزل تھی۔ وقت پہ دل کی بات کہہ دیتے تو شاید اب تک۔"

"شٹ اپ۔" حیان درشت لہجے میں اس سے کی بات کاٹ گیا۔ "تمہارا خیال ہے کہ ایک لڑکی جو اپنے بوائے فرینڈ کے پیچھے یہاں تک آگئی ہے میں اس کی راہ کھوٹی کرنے کی کوشش کرتا۔ سوری۔ مجھے ایسی فضولیات پسند نہیں۔ اور نہ ہی میں اب اس کے بارے میں کچھ ایسا سوچتا ہوں۔ ایسے ہی تمہارا خیال لے لیا اس کے متعلق غلطی کرلی۔" وہ پچھتایا۔

حیان نے آمنہ سے شادی کے بارے میں عائشہ سے بات کی تب اس نے آمنہ اور زیاد کی دوستی کے متعلق راز کھولا تو وہ متاسف ہوا کہ یہ بات منہ سے نکالی ہی کیوں۔ وہ بھی عائشہ جیسی جذباتی لڑکی کے سامنے۔ مگر اب کیا ہوسکتا تھا وہ تو شاید اس تذکرے کو بھول ہی گیا تھا لیکن یہ عائشہ ہی تھی جو اسے وقفے وقفے سے یاد دلاتی رہتی کہ اسے آمنہ کو اپنے جذبات سے آگاہ کردینا چاہیے مگر حیان نے اس کی اس بے وقوفی بھری تجویز کو سختی سے رد کردیا۔ وہ اپنے جذبات کی ناقدری نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی خائن کہلانا اسے پسند تھا۔ اگر وہ اس کے پاس زیاد کی امانت تھی تو آج اس نے ایمان داری کے ساتھ اسے زیاد تک پہنچادیا تھا۔ شیشے کی دیوار کے پار بھاگتی دوڑتی زندگی دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خفیف سی سرخی اترنے لگی۔

☆☆☆

"تم کہاں ہو۔ بتاؤ مجھے۔ میں لینے آتا ہوں تمہیں۔" زیاد بے چینی سے بولا وہ ہنسی۔

"اتنی دور سے بھی تو آہی گئی ہوں۔ فکر مت کرو تم تک بھی پہنچ جاؤں گی تم بس ایڈریس سینڈ کرو مجھے۔"

اس کے انداز پہ زیاد کھل کر مسکرایا اسی وقت بالکنی کا دروازہ کھلا اور ہڑبڑائی ہوئی سی حریم باہر آئی۔

"آئم سوری۔ تمہیں ڈسٹرب کررہی ہوں۔ لیکن وہ۔ میرے بابا کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی تو آمنہ سے معذرت کرتے ہوئے زیاد نے موبائل ہٹاتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی خطرے والی بات تو نہیں ہے نا؟"

"پتا نہیں۔ جاکر ہی پتا چلے گا۔ طوبیٰ کہہ رہی تھی کافی چوٹیں آئی ہیں۔"

"اوکے۔ تم ڈرائیور سے کہو تمہیں چھوڑ آئے گا۔" وہ آرام سے بولا تو حریم بل بھر کو ٹھٹکی پھر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پلٹ گئی۔

"میرب سوئی ہوئی ہے اسے گھر پہ ہی رہنے دو میں سنبھال لوں گا۔" زیاد کی آواز اسے پیچھے سے سنائی دی تھی۔

"ہوں۔ ہاں تو کیا کہہ رہی تھیں تم؟" وہ دوبارہ فون کی طرف متوجہ ہوا۔

"خیریت ہے نا؟ یہ کون تھی؟" آمنہ کو ان کی گفتگو تو سمجھ میں نہیں آئی لیکن پریشان سی آواز سن کر وہ متجسس ہوئی تھی۔

"جب ملوگی تو بتاؤں گا سب کچھ۔" زیاد نے اسے ٹالا۔

"شادی تو نہیں کرلی زیڈ۔ بتادو یہیں سے واپس چلی جاؤں۔" وہ ہنس کر چھیڑ رہی تھی زیاد کی مسکراہٹ غائب ہونے میں ایک پل بھی نہیں لگا۔

"بہت کچھ جمع کیا ہوا ہے تمہیں بتانے کے لیے کیتھ! زندگی نے اگر تمہیں امتحانات میں ڈالا ہے تو کم آزمائش مجھ پر بھی نہیں ڈالی۔" وہ مدھم پڑ گیا۔ روانی میں وہ اسے پرانے ہی نام سے پکار گیا۔

"سب خیریت ہے نا؟" آمنہ اس کے شکست خوردہ لہجے پہ ٹھٹکی۔

''ہم۔ہاں۔'' وہ چونکا پھر ہلکے سے ہنس دیا۔
''تم کل گئی ہو بالکل صحیح سلامت۔ تو اب سب کچھ ٹھیک ہے۔ بس جلد از جلد تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں کیتھ۔''
وہ جذباتی ہوا تھا آمنہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔
''میں بھی۔''

☆☆☆

وہ زیادہ سے بات کرنے کے بعد ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں آئی تو کافی کا کپ سامنے رکھے حیان شیشے کے دروازے سے باہر کے مناظر کو گھور رہا تھا۔ اس نے اپنی سیٹ پر بیٹھ کر میز کی سطح کو ناخن سے بجایا تو وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔
''ہم...... ہو گئی بات؟'' وہ سنبھل کر بولا۔
''ہاں۔ تمہیں کیا ہوا ہے؟'' اثبات میں جواب دیتے ہوئے اس کی سرخی مائل ہوتی آنکھیں دیکھ کر آمنہ نے پوچھا۔
''مجھے کیا ہونا ہے۔ میں تو گھنٹے اور منٹ گن رہا ہوں کہ کب وہ تمہیں ملے اور کب میرے سر سے بوجھ کم ہو۔'' وہ منہ بنا کر بولا۔
عام حالات میں اس کا اس قدر خشک رویہ دیکھ کر شاید وہ تلملا جاتی لیکن ابھی چونکہ دل کا موسم بہت خوب صورت تھا اس لیے حیان کے سڑیل پنے کو جی بھر کر نظر انداز کیا۔
''وہ لاہور میں ہے۔ پلین سے جا سکتے ہیں وہاں۔ بائی روڈ تو چار پانچ گھنٹے لگ جائیں گے۔''
''ابھی پلیز۔ لنچ ٹائم ہو رہا ہے۔ یہ سب باتیں کھانے کے بعد کے لیے اٹھا رکھو۔'' وہ جیسے بیزار سا ہو کر بولا۔
''تو تم کھا لیتے کھانا۔ مگر میں یہاں سات سمندر پار سے کھانا کھانے تو ہرگز نہیں آئی ہوں۔'' وہ اس کے اکھڑے انداز پر خفا ہوئی۔
''ہاں۔ تم تو شاید ہوا کھا کے بھی زندہ رہ لوگی۔ لیکن میں تمہیں یہ حیرت انگیز راز بتا کر چونکانا چاہتا ہوں کہ اتفاق سے میں کھانا کھائے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔''
وہ بھرپور طنز سے کہتے ہوئے مینیو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا آمنہ نے دانت پیستے ہوئے میز پہ پڑا کانٹا اٹھا کر اس کی طرف تانا تو حیان نے اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو مینیو کارڈ کے پیچھے چھپا لیا۔
''بدتمیز۔ بے دل نہ ہو تو......'' وہ بڑبڑاتے ہوئے اپنے مینیو کارڈ پہ جھک گئی۔

☆☆☆

حریم کو ڈرائیور ڈراپ کر گیا تھا حریم کا ارادہ رات یہیں رکنے کا تھا اس لیے اس نے ڈرائیور کو اگلے روز واپسی کا وقت دے کر روانہ کر دیا۔ ابا کو ادھ موئی حالت میں بخار میں پھنکتے پا کر ان کے پیروں پہ سر رکھتے ہوئے وہ رو دی۔
''فکر مت کرو۔ چوٹوں کی وجہ سے بخار ہو رہا ہے بس۔ باقی سب خیر ہے کسی ہڈی کو نقصان نہیں پہنچا۔''
مصطفیٰ صاحب نے اپنے پیروں پہ سرد ہاتھوں کا لمس اور نمی سی محسوس کر کے آنکھیں کھولیں تو اپنے پیروں پہ جھکی حریم کو دیکھ کر تکلیف کا شکار ہوئے۔
''ابا۔'' وہ انہیں جاگتے دیکھ کر جلدی سے اٹھ کر ان کے بستر کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھی اور ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔
''کیسی طبیعت ہے آپ کی؟'' اس نے ان کا ہاتھ محبت سے چومتے ہوئے پوچھا تو ان کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلا کر گویا سب ٹھیک ہونے کا اشارہ کیا۔

چکی تھیں۔ تمام حسین مناظر دھندلا کر بصارت سے دور ہو گئے۔ مگر اب۔ شاید وہی وقت دوبارہ لوٹنے لگا تھا، انہوں نے حریم کے ہاتھوں میں دبا اپنا ہاتھ دیکھ کر سوچا۔

"ابا کام پہ نہیں جا رہے ہیں اماں۔ گھر کیسے چلے گا بھلا۔" حریم نے رات کھانے کے بعد اپنے بیگ میں سے بیس ہزار روپے نکال کر اماں کے ہاتھ پہ رکھے تو وہ بدکیں۔

"کچھ پیسے جمع کیے ہوئے تھے مشکل وقت کے لیے میں نے۔ وہی کام آ رہے ہیں۔ یہ تم واپس رکھو۔"

"یہ سب میرے اپنے ہیں اماں! میری سلامیاں اور جیب خرچ۔ وہاں تو خرچ کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔" حریم نے روپے ان کے پرس میں ڈالے۔

"تمہارے ابا بہت خفا ہوں گے حری۔" اماں نے اسے یاد دلایا۔

"کوئی بات نہیں۔ ابا کی ڈانٹ بھی کھا لوں گی۔ مگر آپ کو یوں بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتی۔"

حریم نے قطعیت سے کہا تو اماں کو ہارنا ہی پڑا ویسے بھی اتنے دنوں سے ڈاکٹر کو ڈبل فیس پر گھر بلانے کے بعد ان کے پاس اب کچھ نہیں بچا تھا۔ ان کا دل بھرانے لگا تو حریم نے آگے بڑھ کر انہیں گلے سے لگایا۔

"میں بے حد خوش ہوں اماں! آج مجھے لگا کہ ابا اب مجھے معاف کر دیں گے۔" حریم کی آواز بھرا گئی تھی اماں نے مسکراتے ہوئے اس کی پیشانی چوم کر اسے خود میں بھینچ لیا۔

☆☆☆

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا تم اس قدر سست کیوں ہو۔ اب تک تو تمہیں تیار ہو جانا چاہیے تھا۔" وہ اس کے کمرے میں آئی تو حیان کو پوستیوں کی طرح بستر میں لیٹے پا کر جل بھن کر رہ گئی۔

"اف۔ سردی بہت ہے۔ بستر سے نکلنے کا دل نہیں چاہ رہا۔"

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ڈرائیور سستی اور نکمے پن کا مظاہرہ کیے بنا معہ گاڑی ہوٹل کے باہر آ چکا ہے، ایئر پورٹ پہنچنا ہے ہمیں۔" آمنہ نے طنز کیا تو وہ بدک کر اٹھا۔

"کہا بھی تھا میں اکیلی جا سکتی ہوں ڈرائیور کے ساتھ۔ مگر تم صرف سست ہی نہیں اڑیل بھی ہو۔" وہ بڑبڑائی۔

"تمہیں سالم واپس لے جانا میری ذمہ داری ہے، سمجھیں؟ پرسوں یہاں پہنچے ہیں اور دس فون تمہاری دوست کے آ چکے ہیں وہ بھی نصیحتوں سے بھرپور۔"

"ہاں تو ٹھیک ہی کہتی ہے وہ۔ ہم اگر اسٹور پہ ذرا لیٹ پہنچیں تو ہمارا باس ہمیں معاف کرنے کو تیار نہیں ہوتا اور اپنی دفعہ ساری وقت کی پابندی بھول جاتی ہے اسے۔"

آمنہ نے سامنے بیڈ روم چیئر پر بیٹھتے ہوئے اطمینان سے طنز کیا تو وہ اسے گھورتے ہوئے واش روم میں گھس گیا لیکن اگلے چند منٹوں میں وہ تیار ضرور ہو گیا تھا۔ آمنہ نے ستائشی نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ عائشہ کے بقول مصر کے دیومالائی مردوں جیسی خوب صورتی رکھتا تھا۔ پرفیکٹ نین نقش۔ کھڑی ناک اور اونچا لمبا ورزشی جسم۔ نیلی جینز اور جیکٹ میں اس کا قد مزید نمایاں ہو رہا تھا۔ سیاہ بالوں کے ساتھ اس کی ہیزل گرین آنکھیں بہت نمایاں تھیں اس کے چہرے پر۔

"اگر میرا جائزہ مکمل ہو گیا ہو تو چلیں۔ ایئر پورٹ بھی پہنچنا ہے ہمیں۔" وہ اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجاتے ہوئے بولا تو آمنہ ہڑبڑا کر حواس میں آئی۔ اسے مکمل تیار دیکھ کر جھینپی، شاید غیر ارادی طور پر وہ اسے ہی دیکھے چلی جا رہی تھی۔

"نہیں، کچھ اور سوچ رہی تھی۔" سنبھل کر کہا۔

…ان کی طرف دیکھا تو آمنہ نے
اپنے شولڈر بیگ سے اس کی پشت کو آگے کی طرف دھکیلا۔ آج وہ یہاں سے چیک آؤٹ کر رہے تھے کاؤنٹر پہ تمام بقایاجات ادا کر کے حیان نے کمرے کی چابی واپس لوٹائی اور دونوں ہوٹل سے نکل کر حیان کی ایئرپورٹ کے لیے ہائر کی ہوئی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

☆☆☆

میرا وجدان کہتا ہے کہ
میری منزلیں ہیں قریب تر
کیونکہ ان ہواؤں میں
تمہاری سانسوں کی
خوشبوئیں ہیں گھلی ہوئی

وہ دل نہ چاہتے ہوئے بھی میرب کا سوچ کر اگلے روز ڈرائیور کے ساتھ گھر چلی آئی تو زیاد کو لان میں ہی نرم سی دھوپ میں موبائل پہ مصروف دیکھ کر ٹھٹکی۔ اسے خیال آیا۔ آج شاید کچھ آنے والی تھی یا شاید وہ اس سے ملنے جانے والا تھا، اس سوچ سے حریم کا دل اس قدر گھبرایا کہ وہ اس کے پاس رک کر ہائے ہیلو کیے بنا اندر چلی گئی میرب اسے دیکھتے ہی مما...... مما پکارتی دوڑ کر اس کی ٹانگوں سے لپٹی تو حریم کے جلتے ابلتے دل کو جیسے سکون سا آگیا۔ اس گھر میں کوئی تو تھا غیر مشروط طور پر اس سے محبت کرنے والا۔ اس نے فرط محبت سے جھک کر میرب کو اٹھایا اور پیار کرنے لگی کمرے میں آکر اس نے میرب کو بستر پہ اتارا۔

"کیسی طبیعت ہے تمہارے ابا کی؟" وہ بات ختم کر کے سیدھا اندر ہی آیا تھا۔

"ابھی تو چوٹیں بھی ہیں اور بخار بھی بار بار ہو جاتا ہے۔"

"تو کچھ دن اور رہ لیتیں۔" اس نے مشورہ دیا لیکن ان دنوں حریم اس قدر زود رنج ہو رہی تھی کہ زیاد کا عام سا لہجہ بھی اسے سرد مہر لگا۔

"تم بے فکر رہو۔ میں تمہاری لائف ڈسٹرب کرنے نہیں آئی اور نہ ہی میں کسی کے سامنے آؤں گی۔" تلخی سے کہتے ہوئے بالوں کو کیچر سے آزاد کرتے ہوئے وہ بستر پر گر سی گئی۔ زیاد ٹھٹکا۔

"یہ میں نے کب کہا ہے تم سے کہ تم اس کے سامنے نہیں آؤ گی، اس سے چھپ کر رہنا ہے تمہیں؟"

"میں خود سمجھتی ہوں اس بات کو، تم بھلے منہ سے نہ کہو۔" وہ تنکی۔

"چھپانا ہی ہوتا تو اپنے اور کسی کے تعلق کو تم سے چھپاتا۔ لیکن مجھے ان سب فضولیات کی ضرورت نہیں اور نہ ہی مجھے گیمز کھیلنی آتی ہیں۔" وہ تحمل سے بولا۔

"واقعی۔" حریم نے استہزاء سے اسے دیکھا تو وہ اس کا طنز بخوبی سمجھا۔

"کل وہ آرہی ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ تم اس کے سامنے ایسی کوئی فضول بات نہیں کرو گی۔"

وہ کہہ رہا تھا، حریم کو اپنا دل کسی گہری کھائی میں ڈوبتا محسوس ہوا۔ وہ کپڑے تبدیل کرنے ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔

"مت کرو ایسا میرے ساتھ زیاد وسیم! میرا تو راستہ بھی تم اور منزل بھی تم ہی ہو۔ میرے قدموں تلے کی زمین اور سر پہ آسمان تمہارے ساتھ ہونے سے ہی تو ہے۔" اس کا دل بے اختیار ہونے لگا۔

☆☆☆

گاڑی اس عالی شان دکھائی دینے والی کوٹھی کے بڑے سے چاکلیٹ براؤن گیٹ کے سامنے پہنچی تو آمنہ

کی آنکھوں میں پسندیدگی اتری۔

''نائس۔''

گیٹ کھل چکا تھا، ڈرائیور سبک روی سے ڈرائیو وے پر گاڑی چلاتا اندر پورچ تک لے آیا تب ہی وہ تیزی سے دروازہ کھول کر باہر آیا۔ آمنہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ زیاد نے لپک کر پچھلا دروازہ کھولا وہ باہر نکلی۔

''السلام وعلیکم۔'' بھرائے ہوئے لہجے میں اس پر سلامتی بھیجی تو اس کے ہاتھوں کو نرمی سے اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے زیاد کا دل بوجھل سا ہونے لگا۔

(کاش۔ تم مجھ سے یوں کھو نہ گئی ہوتیں کیتھ۔ کاش)

''وعلیکم السلام۔ کیتھ سے آمنہ تک کا سفر طے کرنا مبارک ہو۔''

آمنہ کے آنسوؤں کے بیچ مسکراہٹ چمکی۔

''کیسی ہو؟''

''دیکھ لو۔ تمہارے سامنے ہوں۔'' وہ کھلکھلائی۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر حیان نیچے اترا تھا۔ زیاد نے آگے بڑھ کر گرمجوشی سے حیان کو گلے لگایا۔

''تھینکس آلاٹ مین۔ تم نے بڑا کام کیا ہے۔''

وہ سب اندر آ گئے تھے۔ نزہت ان کے استقبال کے لیے موجود تھیں۔ رات افراتفری میں ہی زیاد نے کچھ دوستوں کی آمد کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ آ کر کچھ دن گیسٹ ہاؤس میں ہی ٹھہرنے والے تھے۔ اور اب آمنہ نامی اس لڑکی کی محبت اور والہانہ انداز انہیں الجھا گیا۔

''یہ لڑکی ہے کون۔ تم جانتی ہو کیا اسے؟'' حریم کچن میں کھانے کے انتظامات دیکھ رہی تھی جب نزہت نے اس سے سرسری سا پوچھا تو وہ بے اختیار انہیں دیکھنے لگی۔

''دراصل زیاد کبھی بھی کسی دوست لڑکی کو گھر نہیں لایا اور نہ ہی کبھی کسی کے متعلق اتنا ایکسائیٹڈ ہوا ہے۔ شاید تم تفصیل جانتی ہو اس لڑکی کی۔'' انہوں نے وضاحت کی۔

''یہ انگلینڈ میں یونی فیلو تھی زیاد کی۔ کیتھ۔''

''کیتھ؟'' انہوں نے حیرت سے پلٹ کر حریم کو دیکھا۔

''مجھے تو کچھ اور ہی نام بتایا ہے زیاد نے۔ شاید آمنہ۔'' وہ یاد کرتے ہوئے بولیں تو حریم کو دھچکا لگا۔

(تو کیا وہ مسلمان ہو گئی ہے۔ زیاد کی خاطر) حریم کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ بے اختیار لڑکھڑا کر کاؤنٹر کا سہارا لے گئی۔

''دھیان سے۔'' نزہت نے اس کی سپید پڑتی رنگت دیکھی تو فوراً ثریا کو متوجہ کیا۔

''جاؤ۔ حریم کو اس کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔ طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی مجھے اس کی۔''

''نن...... نہیں...... میں ٹھیک ہوں۔'' وہ بمشکل بولی۔

''تم ملی ہو آمنہ سے؟'' نزہت کو دھیان آیا۔ حریم نے بدقت تمام نفی میں سر ہلایا۔

''تم چینج کر کے آؤ اور مل لو ان سے۔ وہ لوگ دو تین روز یہیں ٹھہرنے والے ہیں۔ ایسے میں برا لگے گا کہ زیاد کی بیوی ملی ہی نہیں۔''

''میرے ملنے سے شاید وہ زیادہ برا محسوس کرے گی۔'' حریم کے حلق میں کچھ اٹکا۔ نزہت نے حیرت سے اسے دیکھا۔

...میں ڈوب گئی۔ ...دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس کے پاس رکھی کرسی پہ گری گئیں۔

☆☆☆

''ٹانگیں توڑ دوں گا جو نام بھی لیا بھائی کے گھر جانے کا۔'' پھپھا تو سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گئے۔ دراصل نصرت نے مصطفیٰ احمد کے محلے کی کسی عورت سے ان کے ایکسیڈنٹ کے متعلق سنا تو رہا نہیں گیا۔ دل اس قدر پریشان ہوا کہ اپنے تمام تر اختلافات بھول کر انہوں نے بھائی کی عیادت کرنے کا فیصلہ کیا لیکن جب انہوں نے میاں کے سامنے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو وہ بھڑک اٹھے۔

''دیکھ لے اپنے باپ کا حال۔ اب بندہ پوچھے کبھی ماس سے ناخن جدا ہوئے ہیں۔'' پھپھا کے کام پہ جاتے ہی نصرت نے منہ بسورتے ہوئے زلفی کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کی۔

''دفع کرو اماں! ان لوگوں سے اب ہمارا کیا لینا دینا۔'' زلفی نے اکتا کر کہا تو نصرت نے آنکھیں دکھائیں۔

''خبردار...... خبردار جو باپ کی زبان بولی ہو تو۔''

''میرے پاس کون سی اپنی زبان نہیں ہے اماں! سچ ہی تو کہہ رہا ہوں۔ دفع کرو ان ظالموں کو جنہیں کسی کے جذبات کی پروا نہیں۔'' زلفی جذباتی ہوا۔

''ارے بدبخت۔ کون سا خوشی میں جا رہی ہوں۔ تیرے ماموں کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے، اب جیتے جی خون کے رشتے تھوڑی توڑے جاتے ہیں۔''

''اچھا۔ پر ابا تو منع کر کے گئے ہیں۔'' وہ ماں کے آنسو دیکھ کر موم ہوا۔

''ارے ان کی کیا بات ہے۔ وہ تو ابھی کے گئے رات کو لوٹیں گے۔ تو مجھے اسٹور جاتے ہوئے چھوڑ دینا واپسی میں خود ہی کر لوں گی۔ انہیں پتا بھی نہیں چلے گا۔''

''ٹھیک ہے اماں! پر اندر آنے کا مت بولیو مجھے۔ بخت بیزار ہے میرے دل میں ماموں کی فیملی کے لیے۔'' زلفی نے پہلے ہی متنبہ کر دیا تھا۔

''ہاں ہاں۔ تو فکر مت کر۔ دروازے سے جا ہے تو ایک فرلانگ دور ہی اتار دینا۔'' نصرت نے اسے بے فکر کیا۔ اور جلدی سے کپڑے بدلنے چلی گئیں۔

زلفی نے ماموں کے گیٹ کے سامنے بائیک روکی نصرت نیچے اتریں تو وہ بائیک کو کک لگا کر اڑنچھو ہونے ہی کو تھا کہ اسی وقت ماموں کے گھر کا دروازہ کھلا اور ایک چاند سا تو خیز چہرہ جھلکا۔ طوبیٰ نے سبزی والے کی آواز سن کر اماں کے کہنے پر اسے روکنے کے لیے دروازہ کھولا تھا کہ نصرت پھپھو کو سامنے دیکھ کر گڑبڑا سی گئی۔

ادھر زلفی کا پیر گیئر پر ہی اٹک گیا۔ یوں لگا، ماموں کے گھر کے دروازے سے چاند جھلک آیا ہو۔ یہ زلفی کی نیت بدتھی کہ وہ معصوم و کم عمر لڑکی پر بھی بری نگاہ ڈالنے سے باز نہ رہا تھا۔ زرمین اور حریم کے ساتھ تو اس کا دو چار سال کا ہی عمروں کا فرق تھا۔ لیکن طوبیٰ تو ابھی بمشکل سیکنڈ ایئر میں تھی۔

''ماننا پڑے گا بھئی۔ ایک سے ایک ہیرا ہے ماموں کے گھر۔'' وہ بائیک کو کک لگاتے ہوئے رخصت ہوا نصرت اندر داخل ہو گئیں۔

''اللہ معاف کرے۔ کیا ہی بے گانوں کے خون سفید ہوتے ہوں گے جیسے یہاں اپنوں کے ہوئے۔ ارے میرا بھائی ایکسیڈنٹ کروا کر معذور ہو گیا اور کسی نے اکلوتی بہن کو خبر کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔'' نصرت نے اندر داخل ہوتے ہی بین ڈالنے شروع کر دیے تو اماں افتاں و خیزاں کمرے سے باہر نکلیں۔

[illegible] ہو نصرت [illegible] انہوں نے [illegible] [illegible] کہ نصرت [illegible] کی خبر کیسے پہنچی، ملنے کو آگے بڑھیں۔

"اے بد صدقے، وہ یہ منہ دیکھے کی محبتیں۔" نصرت نے طوبیٰ کو ساتھ لگاتے ہوئے بھرجائی کو نخوت سے دیکھا۔

"ابا نے ہی منع کیا تھا کسی کو بھی بتانے سے۔ کہہ رہے تھے اتنی تکلیف میں دیکھ کر پھپھو کو دکھ ہوگا۔ کچھ دنوں بعد بتا دیتا۔" طوبیٰ نے مصلحت کا راستہ اپنایا تو نصرت قدرے ٹھنڈی پڑیں۔ اماں سے مل کر وہ بھائی کے پاس پہنچیں تو انہیں چوٹوں اور نیل کے نشانات لیے بستر پہ پڑا دیکھ کر دل پگھل گیا۔

"ہائے۔ میرے ویر۔ کیا حشر ہو گیا ہے۔ رنگت تو دیکھو۔ پیلی پھٹک۔" وہ مصطفیٰ صاحب سے مل کر خوب ہی روئیں۔ جو بھی تھا زمانے کے لیے جیسی بھی تھیں۔ بہن بھائی والا رشتہ تو سب سے الگ ہی تھا نا۔

تھوڑی دیر ایکسیڈنٹ کی تفصیل پوچھنے کے بعد وہ ایسی باتوں میں مشغول ہوئیں، جیسے کبھی آپس میں کوئی ناراضی تھی ہی نہیں۔

اماں اور طوبیٰ نے جھٹ پٹ مرغی کا بھنا ہوا گوشت چپاتیاں اور کھیرے ٹماٹر کا سلاد بنا لیا۔ دوپہر کا کھانا کھایا جاتا تھا جب بیرونی دروازے کی گھنٹی نے کسی کی آمد کی اطلاع دی۔ طوبیٰ باورچی خانے میں تھی، وہیں سے دروازہ کھولنے چل [illegible]۔ دروازہ کھولتے ہی زلفی کی مسکراتی شکل نظر آئی تو اس نے بے اختیار ہی اپنا دوپٹہ ٹھیک سے لیا۔

"[illegible]سلام علیکم زلفی بھائی۔" بڑبڑا کر سلام کیا۔

"و[illegible] السلام۔" زلفی نے کھینچ کر لمبا سا جواب دیا تھا۔

"کیس[illegible] ہو طو[illegible] رانی۔ تم [illegible] بہت بڑی ہوگئی ہو بھئی۔" وہ لگاوٹ سے کہہ رہا تھا اور ادھر زلفی کی پرشوق ایکسرے جیسی گہری نگاہ[illegible] [illegible] طوبیٰ پور[illegible] جان سے کانپ اٹھی۔

☆☆☆

حریم نے کھانا لگا کر ثریا سے کہہ دیا [illegible] زیاد کو خبر کر[illegible] [illegible] خو[illegible] [illegible] اندر اتنی ہمت نہیں جمع کر پائی تھی کہ آمنہ سے جا کر مل سکتی۔ کجا اپنے ہاتھوں اپنے شوہر کو [illegible] کے حوالے کر[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہوئی تو تھیں لیکن یہ جونہی صورت حال ان کے سامنے آئی تھی، اس نے ان کی ساری خوش مزاجی ہوا [illegible] [illegible] وہ [illegible] [illegible] نظروں سے آمنہ اور زیاد کا جائزہ لے رہی تھیں اور ویسے بھی آمنہ اور حیان کے ساتھ خالص انگریزی [illegible] [illegible] ہی ان [illegible] [illegible] پڑ[illegible] تھی۔

آمنہ کی چہکار پورے ڈائننگ روم میں گونج رہی تھی اس کی نیلی آنکھوں [illegible] [illegible] نظر انداز [illegible] کے قابل ہرگز نہ تھی۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ روح کی گہرائیوں سے خوش ہے آج۔ حیان چپ چاپ [illegible] [illegible] میں مگن تھا۔ بھی کبھار زیاد کے مخاطب ہونے پر مختصر سی بات کر لیتا ورنہ محض آمنہ ہی کی باتیں جاری تھیں۔

"پاپا۔ اٹھا لیں۔"

میرب ہاتھ میں فیڈر تھامے جاگتے ہی سیدھی حسب عادت زیاد کی گود کی طرف آئی تھی اور میرب کے پیچھے افتاں و خیزاں لپکتی حریم بے ترتیب سانسیں لیے دروازے ہی میں رک گئی۔ میرب کی پکار پر آمنہ کی مسکراہٹ ایک دم سمٹی، اس نے بے یقینی سے زیاد کو دیکھا جس کی رنگت اس اچانک صورت حال پر بدل گئی تھی۔ ڈائننگ روم میں ایک دم خاموشی چھا گئی۔

آمنہ کی نظر دروازے میں کھڑی پیاری سی لڑکی کی طرف بے ساختہ اٹھی تو اس کا دل جیسے گہری کھائی میں ڈوبتا چلا گیا۔ وہ بنا تعارف بھی بوجھ سکتی تھی کہ وہ لڑکی زیاد وسیم کی کیا لگتی ہے۔

آخری قسط آئندہ ماہ ان شاءاللہ

pklibrary.com

عفت سحر طاہر

رنگ دے چنریے

تیئسویں قسط

لمس ادھورا رہ جائے تو
ذات کہاں ہو پوری سائیں؟
رات کٹے جو خاموشی میں
بات کہاں ہو پوری سائیں؟
تم ...... جیتی بازی ہارو گر !!
بات کہاں ہو پوری سائیں؟
گھر کا بھیدی راز جو کھولے
گھات کہاں ہو ...ن سائیں؟
تیرا عشق ہے ...ت کا تاگا
کات کہاں ہو ... سائیں

(انم جمیل)

☆☆☆

ڈائننگ روم میں اس قدر خاموشی چھائی تھی کہ سوئی بھی گرتی تو شاید آواز آتی۔ میرب اب زیاد کی گود میں چڑھ چکی تھی۔

"یہ میرب ہے...... عباد کی بیٹی!" زیاد نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو آمنہ کے سینے میں رکی سانس بے اختیار ہی آزاد ہوئی۔

"ہیلو...... کیوٹی پارٹی۔" وہ بہت خوش مزاجی سے میرب سے مخاطب تھی، پنک فراک میں ملبوس بالوں کی دو پونیاں بنائے وہ بہت خوب صورت بچی تھی۔

حریم کی سانس رکی۔ اس نے عباد کے بعد کبھی کسی سے میرب کا تعارف ان الفاظ میں نہیں کروایا تھا۔ وہ وہیں سے پلٹ گئی، اس کا خیال تھا کہ شاید اس کی موجودگی کو کسی نے نوٹس نہیں کیا تو واپس پلٹ جانا ہی بہتر تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد نزہت اٹھیں تو میرب کو بہلا کر ساتھ لے گئیں۔

"حیان الشافع...... تم کیا کر رہے ہو آج کل؟" زیاد اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ عائشہ اکثر اپنے بھائی کا ذکر کرتی تھی لیکن چونکہ وہ ترکی میں رہائش پذیر تھا تو اس لیے زیاد کی اس سے یہ پہلی ملاقات تھی۔

"بس یونہی سا...... ایک اسٹور چلاتا ہوں۔" وہ سنجیدہ تھا۔

''بس یونہی سا...... ترکی کے بڑے اور مشہور ریسٹورنٹس میں سے ایک۔'' آمنہ نے مسکراتے ہوئے لقمہ دیا۔

''ویری گڈ۔'' زیاد نے سر ہلایا۔

''میں اور عائشہ اسی کے پاس جاب کرتی ہیں اور سارا دن ڈانٹ کھاتی رہتی ہیں۔'' آمنہ مسکرائی، حیان نے اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی۔ اس کی ہمہ وقت نم رہنے والی آنکھیں اس وقت چمکدار، روشن اور خوش تھیں۔

''عائشہ اور حیان نے بہت سپورٹ کیا ہے مجھے، ورنہ شاید دوسرے ملک میں سروائیول مشکل ہو جاتا میرے لیے۔'' آمنہ نے کھلے دل سے اعتراف کیا۔ حیان نے قدرے بے آرامی سے پہلو بدلا۔ اسے اپنی تعریف سننے میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔

''بہت شکریہ۔ کیتھ......! آئی مین آمنہ کا خیال رکھنے کے لیے۔'' زیاد ممنون ہوا۔

''یہ تمہارے لیے نہیں تھا۔'' وہ بے اختیار روکھے لہجے میں بولا۔ ''یہ عائشہ کی دوست ہے۔ اس لیے مجھے خیال کرنا ہی پڑا۔'' آمنہ نے اسے خفیف سا گھورا جبکہ زیاد مسکرا دیا۔

''جیسے بھی سہی...... ورنہ میں تو امید ہی کھو چکا تھا اس کے ملنے کی۔''

''دھیان بھٹک جائے تو امید ختم ہو جایا کرتی ہے۔ شاید تمہاری مصروفیات کچھ بڑھ گئی ہوں پاکستان آ کر۔'' وہ ہلکی سی چوٹ کرتے ہوئے بولا۔ درحقیقت حیان الشافع کا دل ہی نہیں چاہ رہا تھا کہ زیاد اس سے کوئی بات کرے۔

آمنہ نے آنکھیں پھیلا کر اپنے باس کو گھورا جبکہ زیاد کے دل پہ حیان کی یہ بات چوٹ کی طرح لگی تھی۔

''ہاں، ٹھیک کہا تم نے۔ وقت اور حالات انسان سے وہ سب کروا لیتے ہیں جو اس نے زندگی میں کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوتا۔'' وہ پھیکے انداز میں مسکرایا۔

''انسان کو ہمیشہ حال میں جینا چاہیے۔ اب جبکہ وہ وقت ماضی ہو چکا ہے تو اسے یاد کر کر کے کیوں دل اداس کیا جائے۔'' آمنہ کھل کر مسکرائی۔ زیاد نے رشک سے اسے دیکھا۔

(تم یہ کر سکتی ہو...... کیونکہ تمہارا حال تمہارے ماضی سے زیادہ خوب صورت ہے۔ میں تو ہر پل اپنے ماضی میں جا کر جینا چاہتا ہوں)

کھانے کے بعد بلیک کافی کا دور چلا اور اس کی بعد حیان باوجود اصرار کے وہاں نہیں رکا۔

''مہمانوں کے لیے الگ سے انیکسی ہے حیان! اگر تم سوچتے ہو کہ یہاں میرے گھر میں غیر آرام دہ محسوس کرو گے۔'' زیاد نے اسے روکنا چاہتا لیکن اس کا حقیقت میں وہاں سے بھاگ جانے کو دل چاہ رہا تھا۔ جتنی محبت آنکھوں میں بھر کے آمنہ اس کے سامنے زیاد کو دیکھ رہی تھی، یہ منظر اس کے لیے ناقابل قبول تھا۔

''چلو پھر۔ اسے ہوٹل ڈراپ کر کے آتے ہیں، ایک لانگ ڈرائیو بھی ہو جائے گی۔'' آمنہ نے مسکرا کر کہا تھا اس نے حیان کی طرف دانستہ نہیں دیکھا تھا۔ کیا وہ اس کی آنکھوں سے جھلکتی اس سلگتی سی کیفیت سے واقف تھی؟

اللہ جانے۔

☆☆☆

''میری تو سمجھ میں ہی نہیں آ رہا کہ اپنی مرضی سے حریم کے ساتھ شادی کرنے کے بعد اب پرانی دوست کو گھر بلانے کی ضرورت کیا تھی۔''

نزہت نے تکیے کا کور ٹھیک کرتے ہوئے جھنجھلا کر شوہر کو مخاطب کیا تو واٹس اپ کے میسج کو اسکرول کرتے وسیم صاحب رکے اور تحیر سے انہیں دیکھا۔

''جب تم اس کے شادی شدہ ہونے کے باوجود اسے مائرہ کے لیے راضی کر سکتی ہو تو تمہارے بیٹے پہ کیا پابندی ہے کہ وہ اپنی سابقہ گرل فرینڈ کو گھر نہ بلائے۔''

ان کا انداز جتانے والا تھا۔ نزہت ان سے نگاہ ملائے بنا اپنی جگہ آ کر تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں۔

''وہ الگ بات ہے۔ میرا حریم کے ساتھ کوئی جذباتی لگاؤ نہیں تھا، وہ تو بیاہ کر لایا تھا اسے۔'' وہ صاف گوئی سے بولیں۔

''زیاد کا بھی مجبوری ہی کا رشتہ تھا، مرنے والے کی خواہش کا احترام کیا تھا اس نے۔'' وسیم صاحب نے بیوی کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''لیکن اب جبکہ وہ اپنی زندگی میں دس قدم آگے بڑھا چکا ہے۔ اپنی مرضی سے۔ یہ سب تماشا ہی لگ رہا ہے مجھے۔ جانتے ہیں۔ حریم نے ہی بتایا ہے مجھے کہ یہ وہی لڑکی ہے جس سے زیاد شادی کرنا چاہتا تھا۔''

''چاہتا تھا۔'' وسیم صاحب لفظوں پر زور دے کر بولے۔ ''اب وقت اور حالات بدل چکے ہیں نزہت! زیاد بے وقوف نہیں ہے۔''

''حریم کی شکل نہیں دیکھی نا آپ نے۔ اس لیے کہہ رہے ہیں۔'' وہ برامان کر بولیں۔

''ارے۔'' وہ حیران ہوئے۔

''تم نے کب سے حریم کی شکل دیکھنی شروع کر دی؟'' ان کا انداز طنز سے خالی تھا لیکن نزہت کے دل پہ لگا۔

''جب سے یہ احساس ہوا ہے کہ اصل میں وہی میرب کی ماں ہے۔'' وہ تھک سی گئیں، آنکھوں کے کونے نم

ہونے لگے۔

''ہائیں۔ یہ تمہیں کیا ہوا؟ اتنے اتنے تو الزامات لگے ہیں اس پہ۔ میرب پہ ظلم کرنے کے حوالے سے۔''

''وہ سب تو گزر گیا۔ اب مجھے صرف اور صرف خوشیاں اور سکون چاہیے اپنے گھر کے لیے۔'' وہ تکیہ نیچے کرتے ہوئے لیٹ گئیں تو ان کی کایا پلٹ پر حیران ہوتے ہوئے وسیم صاحب نے بھی لائٹ آف کر دی۔

اندھیرے میں نزہت نے ہلکی سی آہ بھر کے آنکھیں میچیں۔ تو ذہن کے پردے پر جانا پہچانا سا سین لہرا گیا۔

وہ اس روز مائرہ کے ساتھ شاپنگ کے لیے جانے والی تھیں، مائرہ کو انتظار کرنے کا کہہ کر چینج کر کے اپنا والٹ لے کر آئیں تو لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے ٹھٹک گئیں۔

''آپ میری مما نہیں ہو۔ آپ مارتی ہو میرو کو۔'' میرب رونے والی ہو رہی تھی، انہوں نے بے اختیار ذرا سا سر آگے کر کے دیکھا کہ شاید حریم کے ڈانٹنے کی وجہ سے میرب اور اس کے درمیان ڈائیلاگ ہو رہا ہے لیکن مائرہ کو بچی کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑے پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھے دیکھ کر وہ سن رہ گئیں۔

''خبردار...... مما ہوں میں۔ دادو نے بتایا تھا نا۔ مما ہوں میں۔'' وہ غرائی۔ نزہت کا سر گھوما، انہوں نے ہمیشہ میرب سے مائرہ کا بھی تعارف کروایا تھا کیونکہ انہیں پورا یقین تھا کہ حریم کو طلاق دلوا کر زیاد کی شادی مائرہ ہی سے کروائیں گی۔

اور میرب کا ہر بار کہنا۔ مما نے مارا ہے۔ ان کے ذہن میں جھماکا ہوا۔

سب ہی کا دھیان حریم ہی کی طرف جاتا تھا لیکن پھر یہ بات بھی سب کے لیے حیران کن ہوتی کہ روتی ہوئی یا زخمی میرب گھستی بھی حریم ہی کی گود میں تھی۔ یعنی اصل مجرم مائرہ تھی؟ ان کا دماغ گھوما ان کے ذہن میں تو مائرہ کے لیے کوئی شک تک نہ گزرا تھا۔

''دادو۔'' میرب نے شاید ان کی جھلک دیکھ لی تھی تبھی ایک دم اونچی آواز میں چیخ سے رو کر انہیں پکار لیا، وہ خود کو تیزی سے سنبھالتی کھنکھارتے ہوئے لاؤنج میں داخل ہوئیں تو مائرہ پھرتی سے اپنی نشست پہ واپس بیٹھ چکی تھی۔ میرب دوڑ کر ان کی ٹانگوں سے لپٹی تو آج ثریا کو آواز دینے کے بجائے بھرائے دل سے نزہت نے اسے بے اختیار ہی اٹھا کر شانے سے لگا لیا۔

''مما مارتی ہیں میرو کو۔'' وہ سسکی، نزہت کا دل کسی نے چیر دیا۔

''دیکھ لیں۔ آپ کے گھر میں ہی ظلم ہو رہا ہے آپ کی نسل پہ۔ عباد کی روح بھی تڑپ رہی ہو گی، کیا سلوک کرتی ہے آپ کی بہو آپ کی پوتی سے۔'' مائرہ اطمینان سے کہہ رہی تھی۔ اب اگر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن نہ چکی ہوتیں تو حسب سابق حریم ہی کو مجرم سمجھتیں۔ ان کا دل جیسے کسی نے جکڑ لیا۔

اس روز وہ مائرہ پہ کچھ بھی ظاہر کیے بنا اس کے ساتھ شاپنگ کے لیے تو گئیں لیکن سارا وقت بس اس کے ساتھ گھستی ہی رہیں خود کو کٹہرے میں کھڑا کیے۔ حریم کو مجرم گردان کر اس کے ساتھ کی گئی تمام زیادتیاں یاد کرتے ہوئے اور حقیقت کتنی تلخ نکلی۔

''آہ۔'' انہوں نے کروٹ بدلی۔

''کیا بات ہے نزی! طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' اندھیرے میں وسیم صاحب نے تشویش سے پوچھا تو انہوں نے جواب نہیں دیا اور آنکھیں موند کر سوتی بن گئیں۔ اس وقت بات چیت کا مطلب تھا ان کے سامنے سب کچھ کھول دینا ہو جبکہ وہ چاہتی تھیں کہ جو بھرم قائم ہیں، وہ قائم ہی رہیں اور وہ خود ہر وہ معاملہ سدھاریں جو وہ اپنی

بے وقوفی کے ہاتھوں بگاڑ چکی تھیں۔

☆☆☆

''پھپھو اندر ابا کے کمرے میں بیٹھی ہیں۔'' زلفی کی پر شوق اور گہری نگاہ محسوس کر کے ناگواری کو دباتے ہوئے طوبیٰ نے بتایا اور زلفی کے اندر صحن میں آنے تک وہ غڑاپ سے اپنے کمرے میں گم ہو گئی۔

''غرور بڑا ہے ماموں کی لڑکیوں میں بھی۔'' وہ بچے کھچے پان کو چباتے ہوئے تیکھے انداز میں سوچ رہا تھا۔

''آپ خود کو بے بس اور کمزور بالکل نہ سمجھیں ماموں۔ جب بھی کوئی ضرورت ہو مجھے فون کروا دیا کریں۔ میں کون سا دور ہوتا ہوں لپک کے پہنچ جاؤں گا۔''

زلفی کے انداز نے نصرت کو متحیر کیا۔ کم بخت۔ صبح تو ماموں کے خلاف ہو رہا تھا۔ اور اب یوں کمبل ہوا جا رہا تھا۔ مصطفیٰ صاحب کا دل اس کی طرف سے موم ہوا اتنی ساری بدمزگیوں کے بعد بھی خون کا رشتہ بہرحال خون ہی کا تھا۔

''ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔'' نصرت بھلا کیوں پیچھے رہتیں۔

''مہربانی ہے تم لوگوں کی نصرت! جو آ کر حال چال پوچھ لیا۔'' زاہدہ ممنون ہو گئیں۔

''وہ تو بہت تھا ہے۔ کسی نے اطلاع تک کرنا گوارا نہ کیا ہمیں۔ سنی سنائی پہ ہی مانو میرا تو کلیجہ نکال لیا کسی نے۔ اس کے ابا سے ضد کر کے آئی ہوں۔ پتا لینے اپنے بھائی کا۔'' نصرت نے کہا تو ابا نے تادیبی انداز میں سمجھایا۔

''میاں کی مان کر چلا کرو نصرت! بڑا نازک رشتہ ہے۔ ماں جائے تو کبھی بھی آپس کی ناراضی دور کر ہی لیتے ہیں، ختم ہونے والا رشتہ نہیں ہے ان کا۔''

''اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں ماموں! جو ہوا سو ہوا۔ رشتے ایسی باتوں پہ ختم تھوڑی ہو جایا کرتے ہیں۔''

سامنے میز پر چائے رکھتی طوبیٰ پہ چور نظر ڈال کر زلفی نے سینہ پھلایا۔ نصرت کی تیز نظروں نے سب بھانپا تو اطمینان سے پھیل کر بیٹھیں اور طوبیٰ کی کلائی تھام کر اسے پاس زبردستی بٹھا لیا۔

''ادھر آ میری بچی! میرے پاس بیٹھ۔ حق ہے۔ شکر ہے اس نے للہ رحمی ہوئی ہے میرے بھائی کی۔'' زبردستی رندھا ہوا لہجہ بنا کر نصرت نے طوبیٰ کی پیشانی چومی تو اسے پھپھی سے گھن آئی۔

''میں برتن دھو لوں جا کر۔'' وہ بہانے سے اٹھ گئی تھی۔

''اسے تو وقت پہ ہی ٹھکانے لگا دیں بھائی صاحب۔ ورنہ وقت ہاتھوں سے نکل جاتا ہے۔'' نصرت نے چائے میں بسکٹ ڈبوتے ہوئے بے دردی سے بھائی کے دل کے زخم ادھیڑے تھے اماں اندر تک دکھی ہوئیں لیکن دنیا یونہی سب کی غلطیوں کو یاد رکھتی اور پلٹ پلٹ کر سامنے لایا کرتی ہے یہ سبق انہیں اب اچھی طرح یاد ہو گیا تھا۔

''ہاں ہاں۔ تم یہ نمکو بھی لو نا۔ تازہ ہے بالکل اور کرکری۔'' اماں نے ان کا دھیان بٹانے کی مقدور بھر کوشش کی۔

☆☆☆

''آہ۔ تم اتنے بے وقوف ہو گے، یہ میں نے سوچا بھی نہیں تھا حیان! اسے وہاں چھوڑ کر تم ہوٹل میں پڑے ہوئے ہو۔'' عائشہ اس پہ برسی۔

''ان لوگوں کا تو بہت اصرار تھا لیکن میں وہاں رکنا نہیں چاہتا تھا۔''

''تم وہیں رکتے اور......''

pklibrary.com

"ہاں۔ وہیں رکتا اور ان دونوں کا "ری یونین" (دوبارہ اتحاد) دیکھتا رہتا۔" وہ سلگا۔

"کیا فیصلہ کیا ہے اس نے؟"

"مجھے نہیں پتا۔ اور نہ ہی میں اس کا پرسنل سیکرٹری ہوں۔"

"تمہیں اس کے ساتھ جانا ہی نہیں چاہیے تھا۔" عائشہ کو بھائی کی تکلیف کاٹ رہی تھی۔

حیان کو پچھتاوا ہوا کہ کیوں اس لڑکی کو اپنی فیلنگز بتائیں۔

"میں مر نہیں رہا اس کے پیچھے۔ اور نہ ہی اس کی میرے ساتھ کوئی کمٹمنٹ تھی۔ تم فالتو میں اپنے دماغ کو مت چلایا کرو۔" حیان نے اسے ڈانٹ دیا تھا۔

"پھر بھی پسند تو کرتے ہی ہونا۔ تو اپنے لیے کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ ہو سکتا ہے، زیاد دوسری شادی کر چکا ہو۔" وہ تیز تیز لہجے میں بولی۔

"واؤ۔ پہلی شادی کب کی اس نے؟" حیان کا دماغ گھوما۔

"وہ تو اس نے آمنہ کے ساتھ کر لی تھی نا۔" وہ آرام سے بولی۔

"آہ...... "وہ کراہا۔ "بس کر دو۔ دماغ خراب کر رہی ہو میرا ابھی۔ تمہارا تو تھا ہی۔"

"ایک تو میں تمہاری زندگی کی کشتی کو پار لگانے میں تمہاری مدد کر رہی ہوں اوپر سے تم مجھے ہی ڈانٹ رہے ہو۔"

"میں باز آیا تمہاری اتنی محنت سے۔ تم بس اچھی طرح میرا اسٹور سنبھالو۔ آ کر سارا حساب لوں گا اور اگر کوئی بھی گڑبڑ ہوئی تو تمہاری اور تمہاری دوست کی تنخواہ میں سے پیسے کٹیں گے۔" وہ رعب سے بولا تو عائشہ چپ کر گئی۔

"تو تم نے سوچ رکھا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ واپس ہی آئے گی؟" توقف کے بعد وہ بولی تو دکھی تھی۔

حیان نے لب بھینچے۔

"میرے خیال میں تمہیں ایک اچھی سی نیند لینے کی ضرورت ہے۔ پھر بات ہوگی۔ اللہ حافظ۔" وہ فورا رکھائی پہ اتر آیا اور کال خود ہی ڈسکنیکٹ کر دی۔ موبائل سائڈ پہ رکھتے ہوئے وہ بہت مضطرب تھا۔

☆☆☆

"زندگی کے اس موڑ پر آ کر مجھے بیٹے کی کمی محسوس ہو رہی ہے۔ خود کو مکمل طور پر اپاہج محسوس کر رہا ہوں میں۔" نصرت کے جانے کے بعد مصطفیٰ صاحب آب دیدہ ہوئے تو زاہدہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

"دل چھوٹا مت کریں مینو کے ابا!" پھر ایک دم احساس ہونے پہ وہ گم سی گئیں، گھبرا کر بے اختیار ان کی طرف دیکھا۔ کافی عرصہ ہوا وہ اب بیٹیوں کے نام سے پکارے جانا پسند نہیں کرتے تھے لیکن وہ یونہی لیٹے خلا میں دیکھتے رہے۔

"کہتے ہیں بیٹے والدین کے ساتھ تاعمر نہیں رہتے لیکن بیٹیاں پلٹ پلٹ کر آتی ہیں ماں باپ کے پاس۔" وہ یاسیت سے بولے اماں نے دنگ ہو کر انہیں دیکھا۔

"مینو ہماری سب سے پیاری۔ پہلی اولاد تھی زاہدہ! غلطی جرم گناہ کچھ بھی ہوا ہو اس سے۔ وہ پلٹی ہی نہیں۔" ابا آزردہ تھے۔

"آ گئی تو تھی وہ کم بخت۔ دروازے سے ہی بھوکا پیاسا لوٹا دیا تھا ہم نے اسے۔" اماں کا لہجہ بھی کپکپایا۔

"بڑی غلطیوں کی سزا اور ان پر غصے کا دورانیہ بھی بڑا ہوا کرتا ہے شاید اسی لیے۔" وہ بے بسی سے بولے۔

"اللہ جانے کہاں رہتی ہے۔ ہم نے تو کبھی جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔" اماں کے دل سے بھی ہوک

اٹھی۔

"اس بار آئی تو معاف کر دیں گے حریم کی ماں! قدم تو وہی ہے جو اٹھایا جا چکا۔ واپس تو پلٹنے سے رہا۔ لیکن شاید ہمارے اس فیصلے سے ہمارے گھر کی خوشیاں ضرور لوٹ آئیں۔" وہ پژمردگی سے کہہ رہے تھے۔

اماں نے ہول کر ان کی زرد پڑتی رنگت دیکھی۔ ایکسیڈنٹ کے بعد مستقل بستر پہ رہنے کے بعد ان کا رویہ حریم کے ساتھ بھی بہت بہتر ہو گیا تھا اور اب زمین کے لیے ان کے یہ خیالات۔ اماں کا دل خوشی کے ساتھ اوہام کا بھی شکار ہوا۔

"اب مستقل گھر پہ ہوں تو گھر کی اداسی اور خاموشی ڈرانے لگی ہے مجھے۔ یہاں تو میری چڑیوں کی چہکاریں گونجا کرتی تھیں۔ اتنا اجاڑ اور بیابان لگنے لگا ہے یہ باغ۔" ان کا لہجہ کپکپایا اور رندھ گیا۔ اماں کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔ انہوں نے بے اختیار ان کے کندھے دبانے شروع کر دیے۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ تندرست ہو جائیں تو ساری رونقیں واپس آ جائیں گی اس گھر کی ان شاء اللہ۔" ابا نے بے بسی سے آنکھیں موند لیں۔ دل کو واقعی بہت سے اوہام نے جکڑ کر بوجھل کر رکھا تھا اور دل تھا کہ گزرے وقت کو بلانے کے لیے ہمک رہا تھا۔

☆☆☆

"زندگی ایک دم سے ایسے ٹیڑھے میڑھے اور غیر متوقع راستے پہ آ نکلے گی کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔ عباد کی اچانک موت نے تمہاری گمشدگی کے غم کو مدھم کر دیا تھا شاید۔ دنوں مہینوں سنبھل ہی نہیں پایا۔" لانگ ڈرائیو کے بعد وہ اسے لیے پارک میں آ گیا تھا واکنگ ٹریک پہ چلتے ہوئے وہ آہستہ آہستہ گزرے وقت کے صفحے کھول رہا تھا۔

"اتنی جوان موت۔ کوئی بھی سنبھل نہ پاتا زیڈ۔" وہ بے حد آزردہ تھی۔

"مجھے آج تک رات کو وہی خواب آتے ہیں۔ عباد کی زندگی کے آخری لمحات اور ہاسپٹل کے ٹھنڈے کوریڈور میں گزاری راتیں۔۔ آئی سی یو میں پھیلی دوائیوں کی مہک میری سانسوں کا حصہ بن گئی ہے جیسے۔" وہ تکلیف میں تھا آمنہ نے سرعت سے محسوس کیا۔

"پھر سے یہ سب مت دہراؤ زیڈ۔ اسی فیز سے بار بار گزرنا انسان کو ہر بار وہی تکلیف دیتا ہے۔" اس نے روکا۔

"نہ بھی دہراؤں تو......" وہ سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے تھم گیا۔

"کچھ تکلیفیں یادوں کی محتاج نہیں ہوتیں۔ وہ دل میں گھر کر لیتی ہیں اور ہمیشہ ہی تکلیف دیتی ہیں عباد کو کھونا۔ تمہیں کھو دینا۔ یہ دونوں ایسی ہی تکلیفیں ہیں۔"

"میں تو اب دوبارہ سے مل گئی نا۔" وہ اس کا دھیان بٹانے کے لیے فریش موڈ میں واپس آتے ہوئے کھلکھلائی۔

"ہمم......" زیاد نے مبہم انداز میں کہہ کر سر ہلایا۔

"اور ہاں۔ تم نے عباد کی مسز کے بارے میں نہیں بتایا۔ ان کی تو لو میرج تھی۔ کیسی ہیں وہ؟ ملوایا بھی نہیں تم نے ان سے۔ میں عباد کا افسوس ہی کر لیتی۔" آمنہ کے ذہن میں اچانک ہی جھما کا ہوا زیاد کا دل بوجھل ہونے لگا۔

"زیڈ۔" وہ اس سے چند قدم آگے تھا۔ آمنہ لپک کر اس کے سامنے آئی تو وہ مجبوراً رکا۔

"عباد کی مسز کیسی ہے؟"

"وہ بھی گاڑی میں اس کے ساتھ ہی تھی۔" زیاد کا دل دکھ سے بھرا۔
"آخری سفر بھی ساتھ ہی کیا ان دونوں نے۔" وہ پھیکا سا مسکرایا۔
"مطلب؟" آمنہ کا تحیر سے منہ کھلا۔
"وہ دونوں ہی کا آخری سفر تھا۔" زیاد کو پھر سے تکلیف ہوئی۔
"اللہ۔" آمنہ نے دونوں ہاتھ چہرے پہ رکھے۔
"آئم سوری۔ مجھے نہیں پتا تھا۔ تمہیں تکلیف دی میں نے۔" وہ روہانسی ہوگئی۔
"اٹس او کے۔" زیاد نے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیلا کر اسے شرمندگی سے نکالنا چاہا۔
"سردی بڑھ رہی ہے۔ ایک ایک کافی ہو جائے۔"
"شیور۔" وہ خود بھی اسے اس اداسی اور دکھ کے حصار سے نکالنا چاہتی تھی مسکرادی۔
زیاد نے گہری سانس بھر کر اس کے ساتھ پارک میں موجود کیفے کی طرف قدم بڑھائے ورنہ گفتگو جس نہج کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس باب کو ابھی فی الحال کھولنے کی ہمت زیاد میں بھی نہیں تھی۔

☆☆☆

"مائرہ! تم یہیں ٹھہرو۔ کچھ بات کرنی ہے تم سے۔" پاپا نے اچانک ہی اسے روکا تھا رابعہ چائے کے مگ اٹھائے کمرے سے نکل گئیں، وہ مسکراتی ہوئی ان کے پاس بیڈ کے کنارے آ بیٹھی۔
"آؤٹ لیٹ پہ بھی نہیں جا رہیں تم۔ پڑھائی بھی ختم ہو چکی۔ آگے کیا پلان ہے تمہارا۔" انہوں نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔ رابعہ کی نسبت ان کا انداز دوٹوک ہوتا تھا اس لیے مائرہ جھجک کر بولی۔
"کچھ نہیں پاپا۔ زندگی انجوائے کرنا ہے بس۔"
"زندگی تو ساری عمر انجوائے کی جا سکتی ہے بیٹا! اگر وقت پہ درست فیصلے کر لیے جائیں۔" انہوں نے گھماؤ پھراؤ کے بغیر سیدھا موضوع پہ آتے ہوئے کہا۔
"بعض فیصلے بہت مشکل ہوتے ہیں پاپا۔" وہ محتاط انداز میں بولی۔
"تو انہیں والدین پہ چھوڑ دینا چاہیے۔" انہوں نے برجستہ کہا۔
پھر قدرے توقف کے بعد قطعیت سے بولے۔
"شاذل کا پروپوزل دیا ہے تمہاری خالہ نے۔ اور میری دل سے خواہش ہے کہ تم اپنی رضامندی دے دو۔"
"پاپا ابھی میں ایسا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔" وہ دبے لفظوں احتجاج کرتے ہوئے بولی۔
"آج نہیں تو کل۔ یہ فیصلہ کرنا ہی کرنا ہے مائرہ! بیٹیاں تو کسی کی بھی گھروں میں نہیں بیٹھی رہتیں۔ قانون قدرت کے مطابق چلنے میں ہی بھلائی ہے سب کے لیے۔" ان کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ اس بار مائرہ کی ایک بھی نہیں سننے والے۔ شاید رابعہ نے بہت اچھی طرح ان کی ذہن سازی کی تھی۔
"جی پاپا۔" وہ ضبط کرتے ہوئے تیکھے لہجے میں بولی۔
"لیکن شاذل ہی کیوں؟ کیا مجھے کوئی اور رشتہ نہیں مل سکتا؟"
"یس۔ آف کورس۔" وہ فوراً بولے۔ "کوئی بھی کہیں بھی چلے گا۔ لیکن یہ بن باس ختم کرو اب۔"
"مما کی سوئی تو شاذل پر ہی اٹکی ہوئی ہے۔" مائرہ کڑھی۔
"وہ اس لیے کہ شاذل کو ہم جانتے ہیں۔ اپنا بچہ ہے۔ تمہارا دوست ہے تمہارے لیے کیئرنگ ہے۔ جتنی انڈراسٹینڈنگ یا کمفرٹ زون تمہارا شاذل کے ساتھ ہے کسی اور کے ساتھ اس لیول پہ آتے سالوں لگ جائیں

گے۔بس یہی سوچ تھی ہماری اس اصرار کے پیچھے۔اینڈ دیٹس آل۔''

وہ مسکرائے لیکن ان کی فکر اور سوچ کا انداز مائرہ کو بھی کچھ۔بلکہ بہت کچھ سوچنے پہ مجبور کر گیا۔

☆☆☆

زلفی کو اس ہفتے میں تیسری بار دروازے پہ دیکھ کر طوبیٰ کا دماغ گھوما۔

''وہ......میں ادھر سے گزر رہا تھا تو سوچا ماموں کے لیے سیب لے جاؤں۔''

''یہ سیب آپ اپنے گھر ہی لے جائیں زلفی بھائی! کیونکہ ابا سو رہے ہیں اور اماں سبزی کی دوکان تک گئی ہیں۔'' وہ لفظ 'بھائی' پہ زور دیتے ہوئے رکھائی سے بولی۔

''ارے۔'' اسے دروازہ بند کرنے پہ تلا دیکھ کر زلفی نے پاؤں دروازے کے بیچ رکھ دیا۔

''ایسی بھی کیا بے رخی۔ماموں سو رہے ہیں تو کیا ہوا۔گھر پہ تو ہیں ناں۔اور مامی بھی آ ہی جائیں گی۔تم تو ایسے دروازہ بند کر رہی ہو جیسے میں تمہیں کھا جاؤں گا۔'' وہ پر شوق نگاہوں سے اسے تکتے ہوئے بولا۔طوبیٰ کو اس کی نظروں سے گھن آئی۔

''سوری زلفی بھائی! آپ کو چاہے برا لگے لیکن میں ایسے کسی کو بھی اندر نہیں بٹھا سکتی۔آپ انتظار کر لیں، تھوڑی دیر بعد آ جائیں جب اماں آ جائیں گی یا ابا جاگ جائیں گے۔'' وہ کسی طور بھی زلفی کو اندر بٹھانے والا رسک لینے کو تیار نہ تھی۔زلفی کا دماغ گھوما۔اس نے پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ کھولنے کی کوشش کی اندر سے طوبیٰ نے اس کا ارادہ بھانپ کر دروازے کو بند کرنے کے لیے دھکیلا۔

''ارے۔ہائے۔یہ دھکم پیل ہو رہی ہے گوڑ مارے۔'' اماں دور ہی سے معاملہ بھانپ کر ہانپتی کانپتی گھر کی طرف لپکیں تو زلفی کرنٹ کھا کر پلٹا، دروازہ کھٹاک سے بند ہوا تھا۔زلفی کی شکل دیکھ کر اماں سن ہوئیں۔

''یہ دیکھ لو مامی! اپنی بیٹی کی بدتمیزی۔منہ پہ دروازہ مار کے بند کیا ہے اس نے۔''

''اس نے تمہیں بتایا ہوگا کہ میں گھر پہ نہیں ہوں؟'' اماں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

''ہاں۔بتایا تو تھا۔'' وہ خجل ہوا پھر خیال آنے پہ سیب والا شاپر آگے کیا۔

''میں تو ماموں کے لیے سیب لے کر آیا تھا۔اور وہ کون سا اکیلی ہے گھر میں، ماموں زندہ سلامت ہیں گھر پہ۔''

''اللہ انہیں زندہ سلامت ہی رکھے۔آئندہ میں اپنے دروازے پہ یہ دھکم پیل نہ دیکھوں۔اجازت کے بغیر تم کسی کے بھی گھر میں داخل نہیں ہو سکتے۔اب تم جاؤ۔دوبارہ اپنی اماں کے ساتھ ہی آنا۔'' وہ اسی سرد مہری سے بولیں تو زلفی کھسیا گیا۔

''میں کون سا بیگانہ ہوں مامی! کھا تھوڑی نہ جاتا اسے۔''

''جاؤ۔اور اپنی اماں کو سلام کہنا۔'' اماں نے صفاچٹ لفظوں میں اسے ٹہلایا تو وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے سیب والا شاپر بھی ساتھ لے گیا۔طوبیٰ شاید دروازے پہ ہی کھڑی تھی۔موٹر سائیکل روانہ ہوتے ہی اس نے دروازہ کھول دیا۔

''اماں۔'' وہ ان کے اندر آتے ہی ان سے لپٹ گئی۔ابھی تک وہ خوف زدہ تھی۔

''دیکھا آپ نے۔کس قدر ذلیل ہیں زلفی بھائی۔زبردستی اندر گھس رہے تھے۔بتایا بھی کہ آپ گھر پہ نہیں اور ابا سو رہے ہیں۔'' وہ روہانسی ہو گئی۔

''آئندہ بند دروازے سے ہی جواب دے دینا۔ایسے کمینوں کے لیے دروازہ کھولنے کی ضرورت ہی نہیں۔'' اماں پہ آج بہت کچھ 'وارد' ہوا تھا۔

pklibrary.com

''اسی لیے مینو آپا اور آپی ناپسند کرتی تھیں انہیں۔'' وہ سوں سوں کرتی اماں کے ہاتھوں سے سبزیوں کے تھیلے لیتی باورچی خانے کی طرف بڑھ گئی تو انہی ٹانگوں میں سے جان نکلتی محسوس کر کے وہ وہیں برآمدے میں بچھے تخت پہ گر سی گئیں۔ ان کی بیٹیاں صرف زلفی کی کم تعلیم ہی نہیں۔ اس کے کردار کی گراوٹ سے بھی متنفر تھیں۔ آج کے چھوٹے سے واقعہ نے انہیں بہت کچھ سمجھا دیا۔

''اپنے ابا کو زلفی کے آنے کے بارے میں مت بتانا۔ ایسے ہی دل برا ہوگا ان کا۔'' وہ ہانڈی پکا رہی تھی جب اماں نے سرسری لہجہ بنا کر کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆

کئی خواب مجھ سے بچھڑے سر شام پھر سے میرے
کئی نقشِ پا ہونے ہیں، کہ دوام پھر سے میرے
یہ جو کرچیاں ہیں پھیلی، یہ ثبوت دے رہی ہیں
کہ ہیں پتھروں کی زد میں، در و بام پھر سے میرے
یہ معاملہ جو سلجھے تو یہ کس طرح ہو ممکن؟
کہ پیام جا رہے ہیں ترے نام پھر سے میرے
شب و روز تیرے، مانا ہیں غم جہاں کے لیکن
ہو کوئی تو شام ایسی، جو ہو نام پھر سے میرے

(انجم جمیل)

وہ رات گئے کمرے میں آیا تو میرب سو چکی تھی، اسے دیکھ کر حریم نے بے اختیار آنکھوں پہ بازو رکھ کر سونے کا تاثر دیا لیکن وہ آہستگی سے دروازہ کھولتے ہی اس کا یہ عمل دیکھ چکا تھا۔

کپڑے بدل کر بستر پہ آیا تو وہ ویسے ہی چت پڑی رہی۔

''تم جاگ رہی ہو حریم!'' اس کی بھاری آواز کمرے میں گونجی تھی۔

''جاگ بھی رہی ہوں تو کیا؟'' وہ یونہی آنکھوں پہ ہاتھ رکھے ہوئے بھاری آواز میں بولی تو زیاد نے ہاتھ بڑھا کر اس کا بازو چہرے پر سے ہٹا دیا۔

''طبیعت کیسی ہے؟''

''بہت جلدی یاد آگیا۔'' وہ شکوہ کرنا نہیں چاہتی تھی لیکن بے اختیار ہی لبوں سے پھسل گیا۔

''بھولا ہی کب تھا۔'' وہ اس کی کلائی چھوڑتے ہوئے اپنی جگہ ہی نیم دراز ہو گیا۔

''آمنہ انیکسی میں ہے۔ کوشش کرنا اس کی مہمان نوازی میں کوئی کمی نہ رہے۔ کھانا، ناشتا تم خود ہی پوچھنا۔''

''کیا میرا اس سے تعارف ہے۔ یا صرف ایک کام والی کے طور پہ خود کو متعارف کروانا ہے میں نے؟'' وہ بھیگے ہوئے لہجے میں کہتے اسے اٹھ کر بیٹھنے پر مجبور کر گئی۔

''یہ کیا فضول باتیں کر رہی ہو تم۔''

''مجھے اپنی زندگی پھر سے زیرو پہ کھڑی محسوس ہو رہی ہے۔ زیاد!''

''تم مجھ پہ شک کر رہی ہو؟''

''شک کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، حقیقت اتنی صفائی سے میرے سامنے کھڑی ہے۔'' وہ آنسو پیتے ہوئے بولی۔

"میری الجھنیں مزید مت بڑھاؤ۔" وہ کراہا۔
"کوئی بھی فیصلہ کرتے ہوئے یاد رکھنا زیاد! ہماری زندگی کا فیصلہ تم نے کیا تھا۔ میں ایک فیصد بھی اپنی رضامندی سے تمہاری زندگی میں نہیں آئی۔"
"میرے خیال میں تم اب سو ہی جاؤ تو بہتر ہے، خوامخواہ میرا بھی دماغ خراب کر رہی ہو۔" وہ تحمل سے بولا۔
"میں کل ابا سے ملنے جانا چاہتی ہوں۔ میرو کو ساتھ لے جاؤں گی اگر تمہاری اجازت ہوگی تو۔" بے اعتنائی سے بھرپور انداز۔ زیاد نے سلگتی نظروں سے اسے دیکھا۔
"چلی جانا اور میرو کو بھی ساتھ لے جانا۔" وہ دوبارہ لیٹ گیا تھا۔
"آج نہیں کہو گے کہ میرب کا دھیان رکھنا۔"
"نہیں کہوں گا۔ کیونکہ مجھے پتا ہے، تم ہمارے دونوں بچوں کا بہت اچھے سے دھیان رکھتی ہو۔" وہ آنکھیں موندے ہوئے آرام سے بولا تھا۔ حریم کو ٹوٹ کر رونا آیا۔ بھلا اب یہاں تک آکر اس میں اتنا حوصلہ تھا کہ اس پیارے شخص کو کسی اور کے حوالے کر دیتی؟
وہ کروٹ لیے چپکے چپکے روتی رہی یہ جانے بنا کہ اس کے پاس لیٹا شخص اس تمام رات اپنی آئندہ زندگی کی ترجیحات سیٹ کرتا رہا تھا۔

☆☆☆

وہ ہوٹل کے کمرے میں بہت پژمردہ سا اپنے بستر پہ لیٹا تھا، آج تو باہر گھومنے جانے کو بھی دل نہیں کر رہا تھا سو کسل مندی سے پڑا رہا۔ اس کا موبائل کب سے بج رہا تھا مگر عائشہ کی متوقع کال اور دماغ کا دہی بننے کے خیال سے اس نے آنکھ اٹھا کر بھی مسلسل بجتے موبائل کی طرف نہیں دیکھا تھا۔
کتنی ہی دیر بلاوجہ کروٹیں بدل بدل کر بھی دل اکتا گیا تو وہ اٹھ بیٹھا۔
"مجھے آنا ہی نہیں چاہیے تھا پاکستان۔" وہ پچھتایا۔ اسی وقت موبائل دوبارہ سے بجنے لگا تو اس کی نظر روشن ہوتی اسکرین پر پڑی۔ آمنہ کا نام جگمگاتا دیکھ کر اس نے بے اختیار ہی کال اٹینڈ کر لی۔
"کہاں گم ہو؟ صبح سے دس بار کال کر چکی ہوں۔"
"سو رہا تھا۔" وہ بے رخی سے بولا۔
"تم کیا یہاں سونے کے لیے آئے ہو؟" آمنہ اسے ڈپٹ کر بولی۔
"تم بتاؤ۔ شادی کب کر رہی ہو؟" حیان نے بات بدلی تو وہ مدھم پڑی۔
"ابھی اس خوشی کو محسوس تو کرنے دو کہ وہ میرے سامنے ہے۔ جدائی کا موسم گزر چکا ہے اور بچھڑنے کا کوئی پل دوبارہ ہمارے بیچ نہیں آئے گا۔" وہ مدھری ہنسی کے ساتھ بولی تو حیان چپ رہ گیا۔
"واپسی کا کیا ارادہ ہے؟" کچھ توقف کے بعد اس نے پوچھا۔
"ارے۔" وہ کھلکھلا کر ہنسی۔ "ابھی تو آئے ہیں۔ ابھی سے واپسی۔ پہلے ہی مجھے دن چھوٹے لگ رہے ہیں۔" حیان کا ذہن بھٹکا، اسے یاد آیا جب آمنہ ترکی آئی تھی تو اس کی سوگوار نیلی آنکھیں اور کبھی کبھار عائشہ کی بے تکی باتوں پہ ابھرنے والی ہنسی نے ہی اسے اس محبت کی وادی میں بھٹکتی لڑکی کی طرف متوجہ کیا تھا وہ لمبے چوڑے افیئر چلانے والا بندہ نہیں تھا اس لیے جب دل کو وہ اچھی لگی تو عائشہ سے اس کے بارے پوچھ لیا تب اسے پتا چلا کہ وہ زیاد کے ساتھ کمٹڈ ہے۔ اس نے وہیں اپنے قدم روکے۔ لیکن یہ دل کم بخت بھلا کب رکتا ہے اوپر سے اسٹور میں آٹھ گھنٹے کا سامنا۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس راہ کا مسافر ہوا جس کی منزل کسی اور کی ملکیت

تھی۔
"کہاں گم ہو۔ سو تو نہیں گئے؟" وہ کچھ کہہ رہی تھی، حیان چونک کر حواس میں لوٹا۔
"ہوں۔ کیا کہہ رہی ہو؟"
"میں کہہ رہی ہوں کہ تم ہمیں جوائن کرو، زیڈ کے ساتھ گھومتے ہیں پورے لاہور میں۔"
"اوہ نو۔ تم اپنا وقت انجوائے کرو۔ میری اپنے پاکستانی دوست کے ساتھ میٹنگ طے ہے۔ جس نے یہ ٹوور ارینج کروایا ہے۔ میں خود چکر لگالوں گا، جب وقت ملے گا۔" وہ لہجے کو روکھا بناتے ہوئے بولا تو آمنہ تلملائی۔
"یہاں آکر تم میرے پاس نہیں ہو۔ سمجھے۔ اور میں تمہیں اپنی ذمہ داری پہ یہاں لائی ہوں اور پورے کا پورا تمہاری بہن کے حوالے کرنا ہے مجھے۔ اس لیے ذرا دھیان سے رہو۔"
اس کے بارعب انداز پہ حیان الشافع کے سارے نرم جذبات ایک سیکنڈ میں اڑن چھو ہوئے لیکن وہ اس کے کسی بھی ردعمل سے پہلے کال ڈراپ کر چکی تھی، پتا تھا کہ اب جھاڑ پڑنا لازم ہے۔ اس کی ہوشیاری کو محسوس کرکے موبائل آف کرکے بیڈ پہ ڈالتا حیان بے ساختہ مسکرا دیا۔
"کافی اچھی دوستی ہوگئی ہے حیان سے تمہاری۔" زیادا سے آج آؤٹ لیٹ پہ ساتھ لایا تھا۔
اس کے سامنے ہی آمنہ نے حیان سے کال پہ بات کی تھی۔
"ہاں۔ اس ٹور میں تو باس بنا رہتا ہے لیکن ویسے اچھا انسان ہے۔" وہ مسکرائی۔

☆☆☆

"بہنیں تو میرے جیسی ہوتی ہیں، ذلیل ہوکے بھی بھائی کا در نہیں چھوڑا میں نے اور رشتے ٹوٹنے پہ بھی اپنے بہن بھائی والے رشتے کو قائم رکھا۔" نصرت نے دل گیر لہجے میں کہتے رک کر چادر کے پلو سے ناک رگڑی اور وقفے کے بعد بھائی کو ہمدردی سے دیکھا۔ وہ بالکل خاموش چت لیٹے چھت کی کڑیوں کو دیکھ رہے تھے۔
"میاں کے چھتر کھا کے بھی بھاگ بھاگ کے یہیں آئی ہوں۔" وہ مزید جذباتی ہوئیں۔
"مہربانی ہے تمہاری نصرت! لیکن شوہر کی اجازت کے بغیر کوئی کام کرنے سے بہت گناہ ملتا ہے۔" اماں نے بے تاثر لہجے میں کہا۔
"آئے ہائے۔ تو کیا اب شوہر کی خوشی کے لیے بھائی کو چھوڑ دوں۔ وہ بھائی جس کے ساتھ ساری عمر کا ناتا جوڑنے کے لیے سر میں پڑنے والی راکھ کا بھی خیال نہیں کیا میں نے۔"
"بار بار یہ ذکر کرکے ہمارے زخموں پہ نمک مت چھڑکا کرو نصرت! اگر بھائی سے محبت ہے تو اس کی تکلیف کا بھی خیال کیا کرو۔" اماں کا دل آج بھرا ہوا تھا۔
"توبہ کرو جو میں یہ سب سوچ کر بولتی ہوں تو...... میں تو آج بھی اپنے بھائی کے سکھ کے بارے میں ہی سوچتی ہوں۔" نصرت نے سوکھی آنکھوں کو چادر سے رگڑا۔
"بس بھائی صاب! بہت ہوگیا۔ آپ تو بستر سے لگ گئے، دل میں غموں کا ڈھیر لیے۔ پر میرے زلفی کو بڑا احساس ہے آپ کا۔ اب تو اللہ کے کرم سے بہت اچھی نوکری پہ بھی لگ گیا ہے، پورے پچاس ہزار کما کے میرے ہاتھ پہ رکھے ہیں اس نے۔ اس کی خواہش ہے کہ آپ اسے اپنا بیٹا بنالیں۔ اس سے پہلے کہ یہ بیٹی بھی وہی رنگ ڈھنگ دکھائے۔" نصرت نے اماں کے تیکھے لہجے کو محسوس کرتے ہوئے سیدھا بھائی کو مخاطب کیا۔ اماں نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں کے کونے نم ہو رہے تھے۔
"بس نصرت! بہت ہوگئی تمہاری۔ اب یہ طعنوں مہنوں کا سلسلہ ختم کردو۔" اماں نے اونچی آواز میں کہتے

ہوئے ٹوکا تو نصرت بدکیں۔

''ہماری بیٹیاں چاہے گھر سے بھاگی ہوں یا ہم نے خود بیاہ کر رخصت کی ہوں، اللہ کا شکر ہے اپنے گھروں میں رانیوں کی طرح راج کر رہی ہیں۔ اور یہ جو تم بار بار زلفی کا رشتہ لیے چلی آتی ہو، اب ختم کرو اس ڈرامے کو۔ مجھے اپنی بچی کے لیے نہیں پسند وہ۔ نہ اس کا کردار۔'' ان کا لہجہ دبنگ اور بلند تھا۔ نصرت کی آنکھیں پھٹیں۔

''ہم بدکردار سہی۔ ہماری لڑکیاں گھر سے بھاگی ہوئی سہی۔ تم جا کر اپنے بیٹے کا رشتہ اسی کی طرح کی باکردار لڑکی سے کر دو۔'' اماں نے آج عاجز آ کر نند کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

''دور فتے منہ۔ لعنت ہے مجھ پہ جو شوہر کے چھتر کھا کے بھی بھاگ بھاگ کے یہاں آتی رہی۔ ارے میرے بیٹے کو کون سا کمی ہے لڑکیوں کی۔ وہ تو معذور ماموں کی ہمدردی میں کہنے لگا کہ ان کا بوجھ بانٹ لیتا ہوں۔''

''چھوٹی بہن کی طرح ہے زلفی کی۔ یہی سوچ کر خیال کر لیتا۔'' اماں تلخ ہوئیں۔

''ہائے۔ بڑا زہر ہے تجھے میرے زلفی پر۔ ذرا اپنی بیٹی کی بھی خبر لے۔ ایک گھر سے بھاگی، دوسری ماں باپ کی آنکھوں میں نمک مرچ ڈالے اسی کے دیور سے بیاہ رچا کے بیٹھی ہے۔'' نصرت نے دھما کا کیا تھا اور بھائی بھابی کے فق چہروں کو تمسخر سے دیکھتی اٹھ کھڑی ہوئیں، یہ راز زلفی نے رات ہی ان کو بتایا تھا اب جب دال گلتی محسوس نہ ہوئی تو انہوں نے بھی بیچ چوراہے بھانڈا پھوڑ دیا۔

☆☆☆

''یہ میرب کہاں جا رہی ہے؟''

صبح سویرے زیاد نے میرب اور حریم کو ڈرائیور کے ساتھ روانہ کیا تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آمنہ سے سامنا ہو سکتا ہے۔ گیٹ سے گاڑی باہر نکل رہی تھی جب حریم نے سائیڈ مرر میں آمنہ کو زیاد کے پاس آ کر گاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کچھ کہتے دیکھا تو اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں کر لیا۔ فیصلے کی گھڑی قریب تر آتی جا رہی تھی۔

''وہ۔ اپنے نانا سے ملنے جا رہی ہے۔''

''گڈ۔ تو سب راضی ہو چکے ہیں اب۔'' وہ خوش ہوئی۔

''تقریباً۔'' زیاد نے گہری سانس بھری۔

''اور یہ خوب صورت سی لڑکی کون تھی اس کے ساتھ۔ اس دن بھی دیکھی تھی میں نے میرب کے پیچھے۔ کیا میڈ ہے اس کی؟'' وہ متجسس کے پوچھ رہی تھی۔

زیاد نے ایک گہری نگاہ اس کے چہرے پہ ڈالی۔ یہ چہرہ اسے بے حد عزیز تھا۔ اور آج یہی چہرہ شاید اس سے بہت دور چلا جاتا۔

''ہم......'' وہ ہلکے سے کھنکھارا۔ ''یہ لڑکی میرب کی میڈ نہیں ہے۔''

''وہی تو۔ میں بھی کہوں، اتنی پیاری ڈریسنگ میں اتنی حسین لڑکی میڈ ہو بھی نہیں سکتی۔'' وہ کھل کر مسکرائی۔

''ہم...... یہ حریم ہے۔ نرمین کی بہن۔''

''نرمین...... مطلب، عباد کی بیوی کی بہن؟'' وہ متحیر ہوئی۔

''ہاں......'' زیاد نے گہری سانس بھری۔

''تو یہ یہاں کیا کر رہی ہے؟'' آمنہ اچنبھے سے پوچھا۔

''میرب بہت چھوٹی تھی۔ اور عباد کی آخری وصیت تھی کہ میرب کو اس کی خالہ پالے۔ کیونکہ وہ میرب سے غیر مشروط محبت کرتی ہے۔''

"تو؟" وہ بے چین ہوئی۔

"تو...... مجھے عباد کی آخری وصیت پہ عمل کرتے ہوئے حریم سے شادی کرنا پڑی تا کہ وہ میرب کو پال سکے۔ اگر تم مجھ سے کھو نہ گئی ہوتیں تو میں وصیت کو اگنور کر کے تمہیں ہی میرب کی ماں کے طور پہ چنتا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں، تم بھی میرب سے غیر مشروط محبت کرتیں۔"

وہ اس سے نظریں ملائے بنا تیقن سے بولا تو اس قدر غیر متوقع اور تلخ حقیقت سامنے آتی دیکھ کر آمنہ کی رنگت فق پڑ گئی، اس نے لڑکھڑا کر سہارے کے لیے زیاد کا بازو تھاما تھا۔

☆☆☆

"حری......" دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی متوحش سی اماں اسے کلائی سے جھپٹ کر پکڑتے ہوئے ایک طرف لے آئیں۔

"کیا ہوا ہے اماں؟" وہ بوکھلائی۔

"تو نے...... تو نے مینو کے دیور سے شادی کی ہے؟" اماں نے انتہائی غیر متوقع سوال پوچھا تھا، حریم کا دماغ جھنجھنا کر رہ گیا۔

"آپ سے کس نے کہا ہے یہ سب؟"

"اس بات کو چھوڑو۔ مجھے صرف یہ جاننا ہے کہ کیا یہ بات سچ ہے۔ کہ زیاد اور مینو کا شوہر بھائی ہیں۔"

"اماں! کیا ہم لوگ بیٹھ کر یہ باتیں نہیں کر سکتے؟" حریم نے ان کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے التجا کی تو وہ اندر لے آئیں۔ حریم آ کر پیار سے ابا سے ملی۔ میرب نے میٹھی زبان میں "السلام علیکم نانا جان" کہا تو ان کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

حریم کی آنکھیں جلنے لگیں۔

"اب پوچھیں اماں! کیا پوچھنا ہے؟"

"کیا زیاد دیور ہے مینو کا؟" انہوں نے وہی پوچھا جو نسرت ان کے کان میں پھونک کر گئی تھیں اور ان کی راتوں کی نیند حرام ہو گئی یہ سوچ سوچ کر کہ جس شخص کی وجہ سے ان کے گھر کی بنیادیں ہل گئیں، حریم نے اسی کے بھائی سے شادی پہ ہامی کیسے بھر لی۔

"ہاں اماں۔ زیاد دیور ہے مینو کا۔" وہ بمشکل بولی پھر جھک کر میرب کو اٹھایا اور ان کی گود میں ڈال دیا۔

"اور یہ آپ کو اپنی مینو جیسی لگتی ہے نا اماں؟" وہ رونے لگی۔ "یہ آپ کی مینو ہی کی بیٹی ہے۔"

کمرے کی چھت جیسے سب نفوس پہ آ گری۔

"تو کیا۔ تم نے اس کے شوہر سے۔" ان کے ہونٹ لرزے۔

"نہیں اماں۔" حریم نے انہیں فوراً ٹوک دیا۔

"تو وہ مرن جوگی کہاں ہے۔ وہ کیوں نہیں آئی کبھی ملنے۔" اماں نے میرب کو سینے سے لگاتے ہوئے تڑپ کر پوچھا تو حریم پھپھک کر رو دی۔

"کہا تھا نا اماں! اپنی بچی کے لیے بہت دعائیں کیا کرو۔ وہ مرن جوگی۔ مر ہی گئی۔۔ اپنی اس ننھی پری کو چھوڑ کر۔ یہ یتیم بھی ہے اور مسکین بھی۔ ماں باپ دونوں ہی۔" حریم کی آواز ڈوب سی گئی پاس کھڑی طوبیٰ نے بدقت تمام اسے اپنی بانہوں کے گھیرے میں سنبھالا تھا۔

باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ

عفت سحر طاہر

رنگ دے تیرے

نزہت بیٹے پر ناراض ہوتی ہیں کہ اسے حریم کے میکے کیوں بھیجا۔ مائرہ اسے اپنے آنے والے رشتے کے بارے میں بتاتی ہے۔ وہ اسے سمجھاتا ہے کہ اسے اب زندگی میں آگے بڑھ جانا چاہیے۔ مائرہ باہر جانے کا پروگرام بناتی ہے لیکن وہ منع کر دیتا ہے کہ اسے حریم اور میرب کو لینے جانا ہے۔ مائرہ شدید غصے میں گھر آتی ہے جہاں اس کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آئے ہوتے ہیں، وہ ان سے بدتمیزی کرتی ہے۔ فوزیہ بیٹی کو ڈانٹتی ہیں، وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔

کیتھی کے گھر والوں کو پتا چل جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہے۔ وہ اسے لے کر غائب ہو جاتے ہیں۔ زیاد ہر جگہ اسے تلاش کرتا ہے لیکن اس کا کچھ پتا نہیں چلتا، مائرہ خودکشی کر لیتی ہے۔

چوبیسویں قسط

زندگی میں انسان بہت سی ایسی باتیں سنتا ہے کہ جنہیں سنتے ہی وہ خواہش کرتا ہے کہ کاش! یہ بات جھوٹی ہو۔

آمنہ بھی اسی اسٹیج پر تھی۔
"تم...... مذاق کر رہے ہو زید؟" اس کی رنگت اڑی ہوئی تھی۔ زبان الفاظ کا ساتھ نہ دیتے ہوئے لڑکھڑائی۔ زیاد نے اس کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی اور گویا منت کرتے ہوئے بولا۔
"ریلیکس رہو پلیز! یہاں آؤ۔ بیٹھ کر سکون سے بات کرتے ہیں۔" زیاد نے لان میں رکھے سنگی بینچ کی طرف اشارہ کیا۔ آمنہ نے اس کا ہاتھ جھٹک کر بے یقینی سے پھیلی آنکھوں سے اسے دیکھا۔
"سکون سے؟" اس کی آنکھوں میں وحشت اتر گئی۔
"یہ سکون سے کرنے والی بات ہے کیا؟ مجھ سے مذاق مت کرو زید! میں مر جاؤں گی۔" وہ گھگھیائی۔
"میں بھی تو زندہ ہوں۔" وہ ہارے ہوئے انداز میں بولا تو آمنہ سن رہ گئی اس کی ساری امیدیں جل کر خاکستر ہو گئیں۔
"خدا گواہ ہے کہ تم سے رابطے کی کتنی کوشش کی تھی میں نے۔ غم اور تمہاری گمشدگی نے توڑ دیا تھا مجھے۔"
"تم نے میرا انتظار بھی نہیں کیا؟" وہ اس سے زیادہ ٹوٹ گئی، نیلی آنکھوں میں آنسوؤں کی سرخی مکمل ہی گئی تھی۔
"مما کو اس حالت میں تمہارے بارے میں بتانا بہت مشکل تھا آمنہ! وہ ہر حال میں مائرہ کے ساتھ میری شادی کرنا چاہتی تھیں۔ عباد کی وصیت نے میرے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ حریم تمہاری نہیں بلکہ مائرہ کی جگہ اس گھر میں آئی ہے آمنہ! تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔"
"ابھی بھی۔" آمنہ کے لب لرزے اور الفاظ ان سے ٹوٹ کر گرے۔
"ابھی بھی تم یہی دعویٰ کر رہے ہو؟" وہ بے حد دکھی تھی۔
"میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو پلیز۔"
"مجھے ہوٹل چھوڑ آؤ زید! ابھی شاید میں کچھ بھی سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔" یک لخت اس نے ہاتھ سے رخساروں کو رگڑ کر صاف کرتے ہوئے قطعیت سے کہا تو زیاد بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

☆☆☆

اللہ جانے کیا سوچ کر اور کس فیصلے پر پہنچ کر اس نے شاذل کو میسج کیا تھا۔
"مل سکتے ہو؟"
"میں نے تو بہت کوشش کی کہ ہم مل جائیں۔ مگر تمہیں شاید میں چاہیے ہی نہیں تھا۔" دو گھنٹے بعد شاذل کا جوابی میسج آیا تو وہ پڑھ کر ٹھٹکی۔
(کیا مطلب ہو سکتا ہے بھلا اس قنوطیت بھرے جواب کا)
"خیریت؟ حواس میں تو ہو۔ یا وہ وقت بتاؤ جب تمہارا نشہ اترے گا، میں تب کال کر لوں گی۔"
کچھ سوچ کر مائرہ نے رکھائی سے لکھا تو آگے سے دانت پیسنے والے ایموجیز سینڈ کیے گئے۔ مائرہ نے بددل ہو کر موبائل رکھ دیا۔
ایک تو اتنی مشکل سے اس کا ارادہ بنا تھا کہ شاذل سے مل کر ایک بار اس کے ساتھ تفصیلی بات کر کے اپنی زندگی کے متعلق کوئی فیصلہ کرتی۔ کہ اب وہ ایک دم پلٹا کھا گیا تھا، اس کے بدلے تیور اور اکھڑا سا انداز تو پچھلی ملاقات میں ہی مائرہ کو محسوس ہو گیا تھا لیکن تب اس نے غور ہی کہاں کیا تھا ان باتوں پر۔ اور اب جب وہ رات بھر پاپا کی باتوں کو سوچ کر اپنی ترجیحات سیٹ کر چکی تھی تو اگلا بندہ ہی پلٹ گیا تھا۔ وہ سینے پہ بازو لپیٹے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔

مجھ سے بچھڑے ہو!

محبت میری عادت کر کے

تو پھر کسی پل بھی سکون کیسے آتا؟

"واٹ دا ہیل۔ تمہیں تو میں پوچھوں گی شاذل عباس!"

اس سے درحقیقت شاذل کی بے رخی برداشت نہ ہوئی تھی۔ اس کی ایک کال پہ لبیک کہنے والا آج اس کی کال اٹینڈ کرنے کا بھی روادار نہ تھا تو یہ کوئی اچھا سائن ہرگز نہیں تھا۔

اس نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر ایک غیر مطمئن نظر اپنے حلیے پر ڈالی پھر وارڈ روب کھول کر اپنا بہترین لباس نکال کر زیب تن کیا، ہلکے سے میک اپ نے اس کی شخصیت کو نکھار دیا تھا۔

"مقابلہ ہو تو پھر ذرا برابری کا ہو۔ تمہیں بھی تو پتا چلے کہ کسے اگنور کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

سرخ اور سیاہ لباس میں ملبوس وہ تفاخر سے مسکراتی ہوئی شال شانوں پہ ڈالتی آئینے کے سامنے سے ہٹی اپنا موبائل کلچ میں ڈالا اور رابعہ کو اپنے شاذل کی طرف جانے کا بتا کر گاڑی میں آ بیٹھی۔

ڈرائیور نے مستعدی سے اپنی سیٹ سنبھالی شیشے سے باہر دیکھتی مائرہ کی آنکھوں میں کچھ سوچ کر مسکراہٹ سی اتری ہوئی تھی۔

☆☆☆

زلفی بہت چڑچڑا ہو رہا تھا کتنے دن گزرے، فون والی میڈم نے نہ رابطہ کیا تھا نہ ہی ایکسٹرا پیسے کمانے کا کوئی سین بن رہا تھا۔ اوپر سے نصرت کی چخ چخ الگ۔

"لو۔ بس ہو گیا تمہارا کاروبار؟ کہاں گیا تمہارا پارٹنر اور کہاں گئی وہ کمائی؟"

"ہو جائے گی کمائی بھی اماں! ایک تو تمہاری اس کل کل نے نحوست ڈال رکھی ہے۔ مجال ہے جو کمائی منہ کر جائے میری طرف۔"

زلفی خود بدمزاج ہو رہا تھا سو جو منہ میں آیا بکے گیا، ابا تو یوں بھی اسٹور پر جا چکے تھے جب سے اس نے ان کی جیب گرم کی تھی وہ زلفی کے ساتھ قدرے نرمی برتنے لگے تھے۔

"ہاں۔ کمینہ نہ ہو تو۔ کم بخت۔ ابھی تیرے پیو کو تیرے پھن بتاتی نا پھر وہ اپنی پشاوری چپل سے تیری خاطر کرتا۔ کیسے اول فول بک رہا ہے ماں کے متعلق۔" نصرت بھتے سے اکھڑیں تو وہ جلبلایا۔

"میرا منہ نہ کھلواؤ اماں! پھن تو تمہاری بھتیجیوں کے خراب ہیں۔ انہیں بھی باہر والے ہی پسند آتے ہیں۔ ان سے نین مٹکے کر لیں گی بس تمہارے زلفی کی ہی ناک بہتی ہے۔"

وہ تپا ہوا تھا۔ اس کل کی بچی نے جیسے اسے دروازے سے دھتکارا تھا اور ممانی نے جو اس پہ قدغن لگائی تھی، وہ سب باتیں زلفی کو آگ لگانے کو کافی تھیں، طوبیٰ کے بارے میں بنایا گیا منصوبہ بری طرح ناکام ہوا بلکہ شاید اب ساری عمر نصرت اپنے بھائی بھابی کے گھر میں قدم بھی نہ رکھتیں۔

"باہر والے لکھ پتی ہیں تیری طرح کنگلے نہیں۔" نصرت جلبلائیں۔ "کہاں گیا تیرا پراپرٹی ڈیلر دوست اب؟"

"اُف..... پیسوں کی ماں ہے تو بھی اماں۔" وہ جھنجھلایا۔

"تو اولاد خاص طور پہ بیٹے مانگتے کیوں ہیں لوگ؟ اسی لیے نا کہ کما کر کھلائیں والدین کو۔ بیچ میں سے ایک آدھ تیرے جیسا ہڈحرام نکل آئے تو ہماری طرح لوگ امتحان میں پڑ جاتے ہیں۔" نصرت کی زبان تو ویسے بھی دو دھاری تلوار تھی۔

"حد ہے اماں! پیسہ پیر ہے تم لوگوں کا۔" زلفی بدمزہ ہوا۔
"ہے نا خبیث اولاد۔" نصرت نے دانت کچکچاتے ہوئے اس کے کندھے پہ تھپڑ رسید کیا۔
"شادی کی خواہش ہے کہ کل کی کرتے آج کر دو۔ کمائی کی کوئی فکر نہیں۔ اور میں پوچھوں بھی ناں۔ اچھی دھونس ہے۔"
"کر لوں گا کمائی بھی اور دیکھنا اماں۔ تمہاری یہ بھتیجیاں سڑ کے راکھ ہو جائیں گی زلفی کے ٹھسن دیکھ کر۔"
"اللہ پاک۔ مجھے اس دن تک کے لیے زندہ رکھنا۔" نصرت نے دعائیہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر اوپر دیکھا۔
تو ان کا طنز پا کر زلفی تلملاتا بڑبڑاتا ہوا باتھ روم میں گھس گیا۔
"نکھٹو۔ ہڈ حرام نہ ہو تو۔ پچاس ہزار نہ ہوئے۔ پچاس لاکھ ہو گئے کہ اب سال دو سال بیٹھ کے کھائیں گے ہم۔" نصرت کا دل بھی کم جلا ہوا نہیں تھا۔
"جلدی باہر نکل اور اسٹور پہ بیٹھ جا کر۔ بہت ہو گئی ہڈ حرامی۔" اونچی آواز میں زلفی کو سنا کر وہ بڑبڑاتے ہوئے باہر آ گئی ابھی اس نواب زادے نے ناشتا کرنا تھا۔

☆☆☆

دروازے پہ مدھم سی دستک سن کر پیروں پہ جرابیں چڑھاتے شاذل نے مصروف انداز میں آنے والے کو اجازت دی۔
"یس۔"
دروازہ کھلتے ہی مائرہ کی فریش مسکراتی ہوئی شکل دیکھ کر اس نے بے اختیار گہری سانس بھری اور پھر دوبارہ جرابیں پہننے لگا۔
"میں نے سوچا دیکھ کر تو آؤں۔ لوگ ناراضی میں کیسے لگتے ہیں۔"
"ویسے ہی۔ رد کرنے کے قابل۔" وہ کندھے اچکا کر کہتا واش روم میں چلا گیا۔ ہاتھ دھو کر باہر آیا تو وہ اس کے ان ہی لفظوں کے حصار میں جامد سی کھڑی شاید اس کی ناراضی کی وجوہات ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی۔
تولیے سے ہاتھ خشک کرنے کے بعد اس نے تولیہ اسٹینڈ پہ پھیلا دیا۔
"بیٹھو۔" اشارے سے کرسی کی طرف اشارہ کیا تو وہ گہری سانس بھر کے مسکرائی۔ تب وہ توقف کے بعد دوبارہ گویا ہوا۔
"ویسے میں باہر ہی آنے لگا تھا۔"
وہ جو مطمئن ہو کر بیٹھنے کا ارادہ کر رہی تھی ٹھٹک گئی تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔
"تو سیدھے لفظوں میں گیٹ آؤٹ کہہ دیتے۔ بات کو اتنے تحمل ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ خفیف سا بھڑکی تھی۔
"میں نے ایسا نہیں کہا۔ صرف بتایا ہے کہ میں باہر ہی چل رہا ہوں۔"
"بھاڑ میں جاؤ تم۔" وہ نخوت سے کہتی باہر نکل گئی شاذل خود سے الجھتا اس کے پیچھے لپکا۔
"مائرہ! میری بات سنو۔" بہ عجلت اسے پکارا لیکن وہ غصے میں آ چکی تھی پھر بھی شاذل نے اسے پورچ میں جا لیا۔
"یہ کیا بدتمیزی ہے۔ آوازیں دے رہا ہوں میں تمہیں۔"
"اپنا رویہ دیکھا ہے تم نے۔" وہ پلٹ کر غرائی۔ اسے بازو سے پکڑ کر زبردستی اپنی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر دھکیل کر وہ خود ڈرائیونگ سیٹ پہ آ بیٹھا۔

''مجھے گھر ڈراپ کر دو۔'' سینے پہ بازو لپیٹتے ہوئے وہ اکھڑ انداز میں بولی مگر وہ سنجیدہ سا سامنے دیکھتا گاڑی ڈرائیو کرتا رہا۔

''تم مجھ سے کوئی بات کرنے آئی تھیں؟'' کچھ دیر کے بعد شاذل نے خود ہی پوچھا ورنہ مائرہ تو اب ایسے ظاہر کر رہی تھی جیسے کہ گاڑی میں وہ اکیلی بیٹھی ہوئی ہے۔

''ہاں۔ مت ماری گئی تھی میری۔ پاپا نے سمجھایا تھا کہ تم ایک اچھے انسان ہو۔ اور میں نے اس بات کا یقین کر لیا۔'' وہ بھڑکی۔

''اور زیاد......؟'' شاذل نے ایک دم سے پوچھا۔

''کیا زیاد؟'' وہ گڑبڑائی۔

''زیاد اس سارے منظر میں کہاں فٹ ہو رہا ہے۔ مجھے بس یہ جاننا ہے۔''

''زیاد کا ہماری زندگی سے کیا تعلق؟'' وہ مکر گئی۔

''وہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ اس سارے سفر میں زیاد کہاں رہ چکا ہے۔ یا وہ تمام عمر ہمارے ساتھ ساتھ ہی چلے گا۔'' شاذل نے تیکھی نگاہ اس ضدی اور بے وقوف لڑکی پر ڈالی۔

شاذل کی بات سن کر وہ کئی لمحوں کے لیے چپ رہ گئی پھر گویا تھک کر سر سیٹ سے ٹکا دیا۔

''مجھے نہیں پتا کہ وہ کیا تھا۔ میری ضد یا پھر انا کا مسئلہ۔ مگر یہ طے ہے کہ ان دو لفظوں سے بڑھ کر وہ اور کچھ بھی نہیں تھا میری زندگی میں۔''

''اور اس ضد یا انا کے چکر میں اس کے ساتھ کچھ غلط تو نہیں کیا تم نے؟'' شاذل نے احتیاط سے موڑ کاٹتے ہوئے گہری نگاہ مائرہ پر ڈالی۔

''مجھے کیا ضرورت ہے۔ اور ویسے بھی دفع کر دیا ہے میں نے پرانے معاملات کو۔ نئے سرے سے صرف اپنے لیے سوچنا چاہتی ہوں میں شاذل!'' وہ جذباتی ہو رہی تھی شاید۔

''تھک گئی ہوں۔ بے وجہ بے منزل راستوں پہ سفر کر کر کے۔''

''ہمم۔ اچھی علامات ہیں یہ تو......'' شاذل نے تبصرہ کیا۔

''تم اپنی بتاؤ۔ اس قدر روڈ کیوں ہو رہے ہو؟'' وہ سنجیدگی سے چہرہ موڑے اسے دیکھ رہی تھی۔

''پروپوزل دے کر پچھتا رہے ہو؟''

''میں تمہیں تمہاری رضامندی سے پانا چاہتا تھا مائرہ! گھر والوں کو انوالو کیے بغیر۔ بنا کسی زور زبردستی کے۔''

''ارے۔ ہے کسی کی مجال۔ جو مجھ پر زور زبردستی کر سکے۔'' وہ چمکی تو اتنے عرصے میں شاذل کے لبوں پہ پہلی بار ہلکی سی مسکراہٹ دکھائی دی۔

''اچھا۔ تو پھر بارضا ورضا جو فیصلہ کرنے آئی ہو وہ بتا دو۔''

''وہ تو اب تب بتاؤں گی۔ جب تم اچھی طرح۔ دوبارہ سے بقائمی ہوش و حواس سوچ کر اپنا پروپوزل پیش کرو گے۔''

وہ ناک چڑھا کر ادا سے بولی۔ امید واثق تھی کہ اس کی بات میں چھپے اقرار کو سمجھ کر شاذل بخوشی یقیناً فوری طور پر دوبارہ شادی کے لیے پروپوز کرے گا۔ لیکن یہ اس کی خوش فہمی ہی رہی۔

''یہ تو بہت اچھا مشورہ دیا ہے تم نے۔ میں ضرور اس پر عمل کرنا چاہوں گا۔''

وہ سر خم کرتے ہوئے بولا تو مائرہ کو جھٹکا سا لگا لیکن خود کو سنبھال کر وہ بھی جواباً مسکرا دی۔ اب دل میں کتنے

بھا نبھڑ جل اٹھے تھے، یہ وہی جانتی تھی لانگ ڈرائیو کے دوران بھی شاذل نے دوبارہ یہ موضوع چھیڑا تک نہیں تھا وہ بس اپنے امریکہ کے دوستوں کے قصے سناتا رہا جبکہ مائرہ سن سی کیفیت میں اپنی قسمت کے بدلتے زاویوں پر غور کررہی تھی۔ نجانے خوشیاں اس کی مٹھی میں آکر پھسل کیوں جاتی تھیں؟ اسے قسمت سے بہت گلے شکوے تھے۔ شاذل کی لنچ کی آفر اس نے ٹھکرادی تو وہ بھی زیادہ بحث کیے بنا اسے گھر ڈراپ کرگیا۔

وہ اسے خدا حافظ کہتی پژمردہ سوچوں میں الجھتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

شاذل نے اسے گیٹ سے اندر تک ڈرائیو وے پہ چل کے جاتے ہوئے دیکھا پھر سر جھٹک کر گاڑی آگے بڑھادی، درحقیقت وہ ایک بار پھر نئے سرے سے سوچنا چاہتا تھا۔ مائرہ کی شخصیت کے اس رخ نے اسے ڈگمگا کرر کھ دیا تھا۔

☆☆☆

زندگی تو اسی کو کہتے ہیں

جو بسر تیرے ساتھ ہوتی ہے

یوں تو جان سے پیاروں کے بچھڑنے کے بعد پیچھے رہ جانے والے ہر روز پل پل مرتے ہیں لیکن یہ شاید پہلی بار ہورہا تھا کہ مرنے والوں کے جانے کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد ان کا غم اور دکھ منایا جارہا تھا۔

اماں رو رو کر نڈھال تھیں۔ تو وہیں ابا بے چارے بھی اپنی تمام تر ضد اور انا کو پس پشت ڈال کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے۔

ہائے۔ کتنی پیاری تھیں مصطفیٰ احمد کو اپنی بیٹیاں...... رشک و حسد کی نگاہیں کھا گئیں انہیں۔

نہیں۔ نہیں۔ شاید غلط فیصلے...... یا پھر بوسیدہ سوچ؟

"ہائے۔ میری مینو مرگئی۔ اور میرا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے بھی نہ ہوا۔" اماں کو غش آگیا تھا، طوبیٰ دوڑ کر گلاس میں پانی لائی۔ حریم نے ان کی ہتھیلیاں اپنے ہاتھ سے رگڑیں۔ طوبیٰ نے روتے ہوئے ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ حریم نے آخری حربے کے طور پہ چند سیکنڈ کے لیے ان کی ناک چٹکی سے دبا کر سانس روکی تو وہ اگلے ایک دو لمحوں میں منہ سے گہری سانس کھینچتی ہوش میں لوٹ آئیں۔

"ہائے۔ میری بچی۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں تو حریم نے انہیں گلے سے لگالیا اور خود بھی چپکے سے رونے لگی۔

ابا بے چارے کچھ بولے بنا بس چپ چاپ لیٹے آنسو بہاتے رہے۔ وقت تو مٹھی سے پھسلتی ریت ہے، بروقت ذہانت سے مٹھی کس کے بند کرلو تو اپنے حصے کی سوغاتیں مل جاتی ہیں ورنہ گزرے وقت پہ افسوس کرکے ماسوائے آنسو بہانے کے اور کچھ باقی نہیں بچتا۔

☆☆☆

وہ اس قدر ٹوٹی پھوٹی حالت میں ہوٹل پہنچی تھی کہ حیان اسے دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔

"کیا ہوا ہے آمنہ؟"

وہ بے حد پریشان تھا، آمنہ جیسے کسی ہمدرد کو سامنے پاکر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"کیا ہوا ہے۔ کچھ بتاؤ تو سہی۔" حیان کے ہاتھوں کے طوطے تو تے بھی اڑے۔

وہ اسے اپنے ہی کمرے میں لے آیا تھا۔ اسے صوفے پر بٹھایا اور جلدی سے گلاس میں پانی لاکر اس کے ہاتھ میں تھمایا جس میں سے اس نے ایک گھونٹ ہی پی کر گلاس ایک طرف رکھ دیا۔

"ریلیکس۔ پلیز۔" اسے دوبارہ سے روتے دیکھ کر حیان مضطرب ہوا۔

"زیاد سے کوئی مسئلہ ہوا ہے؟"

آمنہ کو ٹوٹ کر رونا آیا۔ اس کے سارے مسئلے، ساری خوشیاں اور غم اسی ایک نام سے تو جڑے تھے وہ نہ بھی بتاتی تو کوئی بھی سمجھ سکتا تھا۔

"بہادر بنو۔ اتنی دور سے اس طرح ہار ماننے تھوڑی آئی ہو تم۔ ذرا ذرا سی بات پہ یوں رونا شروع کر دو گی تو کیا بنے گا باقی کی زندگی میں تمہارا۔ تعلق میں اتار چڑھاؤ آتے ہی رہتے ہیں۔" وہ شستہ انگریزی میں دلی ہمدردی سے کہہ رہا تھا، جب وہ اس کی بات کاٹ کر ایک دم سے بولی۔

"اس نے شادی کر لی ہے۔"

حیان کے اعصاب کو لگنے والا جھٹکا بہت شدید تھا، اس نے بے یقینی سے آمنہ کی طرف دیکھا تو وہ زور زور سے رونے لگی، حیان نے بے اختیار ہی اپنی انگلیوں سے پیشانی کو مسلا۔

"ناممکن۔ مذاق کر رہا ہوگا۔" حیان نے اپنے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے اسے حوصلہ دینا چاہا مگر وہ یونہی بے قراری سے آنسو بہاتی چلی گئی تو حیان کو صورت حال کی سنگینی کا اندازہ ہوا۔

"دھوکا دیا ہے اس نے تمہیں؟" حیان کو غصہ آیا۔ آمنہ نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا اور سسکتے ہوئے ساری بات بتائی۔

"اب......؟" حیان کے سوال نے آمنہ کے آنسو ٹھہرا دیے۔ زیاد کی شادی کی خبر پر اول جھٹکے کے بعد بے تحاشا دکھ اس کا پہلا ردعمل تھا۔ پھر وہ زار و زار روئی۔ اور اب حیان کے اس سوال نے اس کے دکھ کو بھک سے اڑا دیا۔

"اب...... اب کیا؟" اس نے سراسیمہ نگاہوں سے حیان کو دیکھا۔

"ہم "دوسرے ملک" میں ہیں آمنہ! صرف کچھ روز کے وزٹ ویزہ پر۔ "اب" کا مطلب ہے کہ کیا وہ اب بھی تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔" وہ پوچھتے ہوئے اس سے نظر نہیں ملا پایا تھا۔

"ہاں۔ راستے میں اس نے کہی ہے یہ بات۔ وہ اپنے وعدے اور خواہش پہ قائم ہے۔"

اور اس کی بیوی؟" حیان نے سلگتا ہوا سوال پوچھا تو آمنہ کی نیلی آنکھوں کی جھیلیں پھر سے بھر گئیں۔

"پتا نہیں۔ مجھے نہیں پتا کہ اسے میرے متعلق پتا ہے یا نہیں۔"

"یہ ناراضی اور غصہ دکھانے کا وقت نہیں ہے۔ ہم یہاں جسٹ فار فور ویکس (صرف چار ہفتوں کے لیے) آئے ہیں۔ اس سے بات کرو۔ معاملے کو آر یا پار لگاؤ۔ فون کالز پہ بعد میں یہ معاملات نہیں سلجھیں گے۔ یہاں اس کی ایک مکمل فیملی ہے، ظاہر ہے وہ ان سے کٹ کر کوئی فیصلہ نہیں کرے گا۔ تو بہتر یہی ہے کہ سارے معاملات طے کر کے جاؤ۔ رشتے کو آگے بڑھانا ہے تو بھی اور اگر ختم کرنا ہے تو بھی۔"

وہ سنگ دلی کی حد تک صاف گو تھا عائشہ ٹھیک ہی کہتی تھی۔ آمنہ نے کراہ کر سوچا۔

لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ سب سچ کہہ رہا تھا۔

☆☆☆

اسٹور کا شٹر اٹھانے سے پہلے زلفی نے پچھلا کی متوقع گھرکیوں کے پیش نظر پہلے موٹر سائیکل کے بیگ سے کپڑا نکال کر شٹر کو جھاڑا اور کپڑا واپس رکھ کر وہ جیب سے چابیاں نکالتے ہوئے شٹر کے تالے پر جھکا ہی تھا کہ کسی نے اس کے بازو کو کہنی سے پکڑ کر اسے بزور سیدھا کر دیا۔ زلفی ہڑبڑا کر آنے والے کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ سے کچھ کام ہے جناب!" وہ جینز شرٹ میں ملبوس سن گلاسز لگائے اچھا خاصا معقول صورت نوجوان تھا۔

”جی۔کہیے۔“
”یہاں نہیں۔آفس چل کے بات کرنی ہوگی۔میڈم نے بلایا ہے آپ کو۔“
وہ جیسے سرگوشیانہ بولا۔وہ زلفی سے عمر میں چار پانچ سال بڑا ہی دکھائی دیتا تھا لیکن اتنے ادب سے پیش آرہا تھا کہ زلفی کا دل خوش ہوگیا۔اوپر سے میڈم کا حوالہ۔یعنی پھر سے کمائی کا موقع۔
وہ بخوشی اس کے ساتھ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر آبیٹھا۔ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھادی۔
”آپ کی میڈم کا نام کیا ہے ویسے؟“ زلفی نے خاموشی سے اکتا کر خود ہی بات شروع کی اور چہرہ گھما کر ساتھ بیٹھے نوجوان کو دیکھا۔اسی وقت اس نے زلفی کے منہ پہ تیز لیکن ناگوار بو سے اٹا رومال رکھ دیا۔زلفی ایک لمحے کے لیے تڑپ کر اس کی گرفت میں ہی ڈھیلا پڑ گیا تو اس نے زلفی کو اپنے سن گلاسز پہنا کر سیٹ سے ٹیک لگا کر اچھی طرح سیٹ کر کے بٹھادیا۔اب یہی لگ رہا تھا کہ وہ نیند میں ہے اور سیٹ سے سر ٹکائے سو رہا ہے۔وہ شخص ڈرائیور سے مخاطب ہوا۔
”شارٹ کٹ لو۔اور سیدھا ہیڈ کوارٹر چلو۔“
”اوکے سر۔“ ڈرائیور نے گاڑی کا گیئر بدلتے ہوئے اثبات میں سر ہلادیا۔
☆☆☆
مصطفیٰ صاحب بالکل خاموش ہوگئے تھے، کچھ بولتے تو اندازہ ہوتا کہ کس کیفیت میں ہیں۔حریم سے ان کی خاموشی برداشت نہیں ہو پائی تو وہ ان کے پیروں کے پاس آبیٹھی۔انہوں نے چونک کر اسے دیکھا پھر ہاتھ سے بستر پر اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا،حریم کی مارے خوشی کے آنکھیں بھر آئیں،وہ فی الفور ان کی پائنتی سے اٹھ کر ان کے قریب جا بیٹھی۔
”مجھے معاف کردیں ابا!میں بھی تو آپ کا دل دکھانے کا باعث بنی ہوں۔“
”نہ میرا بچہ۔“ ان کا لرزتا ہوا ہاتھ بڑے عرصے بعد اس کے سر پر آکر ٹھہرا تو وہ اونچی آواز میں روتی ہوئی ان کے سینے سے لپٹ گئی۔
”ابا!میرے پیارے ابا!اللہ آپ کو کوئی اور دکھ نہ دکھائے۔“
”وہ میری سب سے لاڈلی بیٹی تھی۔اور دیکھو۔کیسے ملے بنا ہی۔“ ان کی آواز کپکپا گئی۔
”اسے آپ سب سے بھی محبت تھی ابا!بس اپنی خواہشات کو پورا کرنے کا شوق اور من پسند زندگی پانے کی چاہت شدید تھی اس کی۔“ حریم نے رندھے لہجے میں کہتے ان کے سینے سے سر اٹھایا۔
”لیکن وہ سب حاصل کرلینے کے بعد وہ پلٹ کر پھر بھی ہمارے پاس ہی آئی تھی۔کیونکہ وہ ہمیں بھی نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔بس آپ اسے دل سے معاف کردیں ابا......مانا کہ زرمین نے بہت بڑا گناہ کیا،غلطی کی۔لیکن زلفی واقعی اس کے قابل نہ تھا۔“
”معاف کردیا۔میرے اللہ میں نے اپنی بچی کو دل سے معاف کردیا۔“ ابا رو دیے۔میرب بھاگتی ہوئی اندر آئی تو ان دونوں کو روتے دیکھ کر سہم کر دروازے ہی میں کھڑی ہو کر آنکھیں پٹپٹا کر انہیں دیکھنے لگی جیسے اندر کی صورت حال کا اندازہ لگا رہی ہو۔حریم نے فوراً آنسو پونچھے اور بازو بڑھا کر ہاتھ کے اشارے سے میرب کو پاس بلایا۔وہ دوڑ کر آئی اور میرب سے لپٹ گئی۔
”عباد بھائی کی وصیت تھی کہ میرب کو میں ایک ماں کی طرح پالوں۔لیکن تب حالات اس قدر بگڑے ہوئے تھے کہ اگر سیدھے سبھاؤ آکر میرا رشتہ مانگا جاتا تو شاید آپ کی طرف سے صاف انکار ہوجاتا کیونکہ میری منگنی زلفی سے ہوچکی تھی۔زیاد کوئی رسک نہیں لینا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے جھوٹ بول کر حالات ایسے پیدا

کر دیئے کہ آپ غصے میں آکر ہی سہی لیکن میری اس سے شادی کرنے پہ تیار ہو گئے۔"

وہ مدھم لہجے میں دکھ سموئے ساری حقیقت سے پردہ اٹھا رہی تھی، انہیں یاد آیا انہوں نے لمحوں میں ہی کیسے حریم کو بے اعتبار کر دیا تھا۔ اُف۔ انہوں نے کرب سے آنکھیں موند یں۔

نجانے ہم لوگ اپنے رویوں میں اس قدر شدت پسند کیوں ہیں۔ اور کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت بے جا جذباتیت اور انا کو ایک طرف کیوں نہیں رکھتے۔

"لیکن یہ سب حالات ہم انسانوں کو سبق سکھانے کے لیے ہی تو آتے ہیں ابا! جو گزر گیا اس سے سیکھ حاصل کر کے آئندہ ان غلطیوں سے بچنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔" حریم نے اپنے دوپٹے سے ان کا نم چہرہ صاف کرتے ہوئے مسکرانے کی کوشش کی۔

"لیکن اتنا بڑا اخراج۔" ان کے لب کپکپائے۔

"جتنی بڑی غلطی اتنا ہی بڑا اخراج۔" حریم پھیکا سا مسکرائی۔

"لیکن ابھی بھی وقت نہیں گزرا ہے۔ میرب کو دیکھیں یہ تو بنی بنائی زمین لگتی ہے۔ ہم طوبیٰ کے لیے بہت اچھے فیصلے کریں گے۔ پہلے کی غلطیوں کو نہیں دہرائیں گے۔ بیٹیوں کو اعتماد کے ساتھ اعتبار بھی دیں گے۔" وہ نرمی سے مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

ابا دکھ سے آنکھیں موند کر رہ گئے

☆☆☆

"کدھر ہو یار۔ ایک ہفتے سے غائب ہو۔ اتنی کالز کیں، میسجز چھوڑے مگر تم ہو کہ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو۔"

کال ملتے ہی اگلے بندے کی ہیلو سن کر وہ جیسے بھڑک اٹھا۔ دوسری جانب سے بلند و بانگ قہقہہ سنائی دیا تھا۔

"اب تم تو تین بھگتا چکے۔ ہمیں ایک کی بھی اجازت نہیں؟"

"اچھا...... تو اس عمر میں شادی کے لیے لڑکیاں دیکھنے میں مصروف ہو۔" شاذل نے چوٹ کی۔

"حق ہاہ۔" جواب میں اس نے گہری سانس بھری۔ "اپنی تم جیسی قسمت کہاں کہ "لڑکیاں" دیکھیں۔ ایک ہی لڑکی دیکھی ہے کیونکہ ایک ہی سے شادی کا ارادہ ہے۔"

"شٹ اپ۔" شاذل ہنسا۔

"لگ پتا جائے گا بچو۔ پاکستانی ایک بھی وہاں کی تین پہ بھاری ہو گی ان شاء اللہ۔"

"بس۔ میں یہی پتا لگانے کو مر رہا ہوں۔" وہ بھی محظوظ ہوا تھا۔

"اچھا یار ایک کام آن پڑا ہے تجھ سے۔ یہ بتا کہ کب فارغ مل سکتا ہے؟"

"اپنے جگر کے لیے تو ہمیشہ۔ کام بتا بس۔" وہ فخر سے بولا۔

"یار ایک بندہ اٹھوانا ہے ذرا۔" وہ آرام سے بولا تو دوسری جانب اویس ڈوگر یقیناً اچھل پڑا۔

"دماغ ٹھیک ہے تیرا۔ لال پری تو پی کر نہیں بیٹھا۔"

"کیوں بھئی؟" شاذل نے مسکراہٹ دبائی۔

"بندہ ہے یار ریڑھی سے امرود سیب اٹھانا ہے۔ اپنے اطمینان کا لیول چیک کر ذرا۔" وہ چڑ کر بولا۔

"تمہارے لیے کون سی نئی بات ہے۔" شاذل کری جھلاتے ہوئے بدستور مسکرا رہا تھا، انداز ہنوز چڑانے والا تھا اور مزے کی بات یہ کہ مقابل آج چڑ بھی رہا تھا۔

"خبیث انسان! توبہ تائب کر کے لڑکی دیکھنے نکلا تھا میں۔ اب اگر میں نے کچھ ایسا سین پارٹ کیا تو میرے بو (باپ) نے لتر مارنے ہیں مجھے۔"

"اچھا۔ تو کہاں گئے وہ یاروں کے لیے کچھ بھی کرنے کے دعوے۔" شاذل نے اس کی غیرت کو للکارا۔

"معاملہ کیا ہے۔ کوئی بڑا کیس ہے کیا؟"

"نہیں یار۔ بس کسی کو توبہ تائب کروانا ہے اور ایسا کوئی چکر نہیں۔"

"چل ٹھیک ہے پھر۔ ملتے ہیں تو پوری ڈیٹیل پوچھتا ہوں۔" اویس نے مان جانے کا اشارہ دے دیا تھا شاذل نے الوداعی کلمات کہتے کال کاٹ دی اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ سکڑی۔

درحقیقت اس کا ذہن اس وقت سخت الجھاؤ کا شکار تھا۔

اور آج۔ تیسرے روز ہی زلفی رسی سے جکڑا خالی کمرے کے وسط میں رکھی کرسی پر بے ہوش پڑا تھا۔ کوئی پل آتا کہ وہ ہوش کی دنیا میں لوٹنے والا تھا۔

یہ اویس ہی کی جگہ تھی ہیڈکوارٹر کے نام سے مشہور۔ پولیس کی نوکری سے بہت جلد دل بھر جانے کے باعث نوکری چھوڑنے کے بعد بھی یہاں وہ معاشرے کے ناسوروں کو ہلکا پھلکا ٹھوک پیٹ کر سیٹ کرتا رہتا تھا۔

زلفی کے سر کے عین اوپر سو واٹ کا بلب جلا کر بڑا فلمی اور ڈرانے والا ماحول بنایا گیا تھا خود اویس اور شاذل سامنے ٹیبل کے پار سیاہ نقاب چہرے پہ چڑھائے کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ زلفی کو ہوش آیا تو اس کی آنکھوں پہ پٹی تھی اور دونوں ہاتھ پیر کرسی کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ منہ کھلا تھا سو گھبرا کر چیخنے لگا۔

"صبر کراوئے۔" اسے بے ہوش کر کے ساتھ لانے والے نے ایک جھانپڑ زلفی کی گدی پہ لگاتے ہوئے آنکھوں سے پٹی کھینچ دی۔ اسے چند لمحے لگے اس منظر سے مانوس ہونے میں۔

"اب بتاؤ کھمن۔ بچی کو کس کے کہنے پر اغوا کر رہے تھے تم؟" اویس کا انداز بات کرتے ہوئے اپنے اصل انداز گفتگو سے اب یکسر مختلف تھا۔

پٹی کھلتے ہی سامنے بیٹھے شخص نے تحکمانہ انداز میں پوچھا تو زلفی کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مکافات عمل اتنی جلدی سامنے آئے گا اس نے سوچا بھی نہیں تھا

"کک..... کون سی بچی۔ میں تو اسٹور کا شٹر کھول رہا تھا جب یہ لوگ مجھے اٹھا کے لے آئے۔" پیچھے کھڑے بندے نے ایک اور جھانپڑ اس کے کان پہ رسید کر کے شاید اس کی یادداشت واپس لانے کی سعی کی۔

"تم سے تو بس اس لیے پوچھ رہے ہیں کہ اگر تم بے گناہ ہو تو تمہیں معافی دلائی جا سکے ورنہ اصل مجرمہ تمہاری فون کال والی میڈم تو پکڑی جا چکی ہے۔"

شاذل نے اونچی آواز میں کہا تو زلفی کی ساری ہیکڑی نکلتے ایک منٹ بھی نہیں لگا۔ ویسے بھی وہ کون سا عادی مجرم تھا فوراً سیدھا ہو گیا۔

"میرا کوئی قصور نہیں ہے بھائی صاحب۔ اس میڈم نے ہی اپنی دشمنی نکلوائی ہے میرے ذریعے۔ اسے شاید نفرت ہے میری کزن سے۔"

"کزن..... کون کزن؟" شاذل چونکا۔

"وہ جی۔ زیاد سیٹھ کی بیوی میرے ماموں کی بیٹی ہے۔"

اویس نے معنی خیز نظروں سے شاذل کو دیکھا جو لب بھینچے ہوئے تھا۔ اسے اب اندازہ ہوا کہ ماڑہ اصل میں زلفی تک کیسے پہنچی۔ اور زلفی جو پہلے ہی حریم کے خلاف تھا، فوراً ہی اس طریقے سے بدلہ لینے پر آمادہ ہو گیا جس میں دلی سکون ملنے کے ساتھ مفت کا پیسہ بھی ہاتھ آرہا تھا۔

شازل نے زلفی کے پیچھے کھڑے آدمی کو اشارہ کیا تو اس نے زلفی کے ہاتھ پاؤں کھولے۔
"اسے سیدھا کر کے گھر واپس چھوڑ آؤ تاکہ یہ آئندہ بھی ٹیڑھا چلنے کی جرات نہ کرے۔" وہ اونچی آواز میں بولا اور اویس کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا پیچھے سے زلفی کے رونے چلانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

☆☆☆

"پچھتا رہے ہو اب؟" ناشتے کی میز پر زیاد کو چپ چاپ دیکھ کر نزہت کرب سے گزریں۔
"کس بات پہ؟" زیاد نے گویا انجان پن کا مظاہرہ کیا
"عباد کی وصیت پہ عمل کر کے؟"
"نہیں۔ کبھی بھی نہیں۔" وہ مضبوطی سے بولا۔
"تو پھر۔ اس لڑکی کا یہاں تمہارے پیچھے آنا اور تمہارا حریم کو اگنور کرنا۔ یہ سب کیا ہے؟"
"میں نے وصیت پہ عمل کر کے اس محبت کو نبھایا ہے جو مجھے اپنے بھائی سے ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر اس وقت کیتھی گم نہ ہوئی ہوتی تو میں عباد کے سامنے اسی کا نام لیتا۔ وہ اس کے متعلق سب جانتا تھا، وہ کبھی بھی مجھے اس وصیت کا پابند نہ کرتا۔ لیکن تب کیتھی کہیں تھی ہی نہیں اور میں میرب پر مائرہ جیسی خود غرض لڑکی کو مسلط نہیں کرنا چاہتا تھا، اس لیے مجھے بہتر لگا کہ جو لڑکی میرب سے بے غرض محبت کرتی ہے اسی سے شادی کر لوں۔" وہ قطعیت سے بولا تو نزہت چور سی بن گئیں۔ کیسا درست اندازہ تھا مائرہ کے بارے میں ان کی اولاد کا۔ صرف وہی تھیں جن کی آنکھوں پر بھتیجی کی محبت کی پٹی بندھی رہی۔
"اور اب حریم کا کیا ہوگا؟" انہوں نے جلد ہی اس کیفیت سے چھٹکارا پا کر مدعے پہ آتے ہوئے پوچھا۔
"وہ میری بیوی ہے۔ اس کی حیثیت کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا مما!" وہ ذہنی انتشار کا شکار ہونے لگا۔
"لیکن کیتھی کی جگہ حریم بھی نہیں لے سکتی۔ کیتھی وہ لڑکی ہے جس کے ساتھ میں نے اپنی ساری زندگی گزارنے کی پلاننگ کی تھی۔"
"لیکن یہ مت بھولو کہ اب تم اللہ کے پلان کے مطابق زندگی گزار رہے ہو۔ یعنی اللہ کی مرضی یہی تھی۔ تمہاری پلاننگ سے اوپر۔" نزہت نے تحمل سے کہا تو وہ چپ رہ گیا۔
"وہ اب صرف میرب کی ہی نہیں۔ تمہارے بچے کی ماں بھی بننے والی ہے زیاد! جذباتیت میں آ کر صرف اپنی ذات کے لیے کوئی فیصلہ مت کرنا۔ تمہارے ساتھ اب تین زندگیاں اور بھی جڑی ہوئی ہیں۔"
نزہت نے بڑی خوب صورتی سے اس کے ذہن میں بات ڈالی تھی۔ وہ کرب سے آنکھیں موند کر رہ گیا۔
نزہت کا دل ماں کا دل تھا۔ اور کچھ اپنی بے جا ضد اور ماضی کی غلطیوں پہ پشیمان بھی تھا تو فوراً پگھل گیا۔
"تم نے ہمیشہ بہترین فیصلہ کیے ہیں زیاد! مجھے دیکھو۔ میں آج تمہارے حریم سے شادی کے فیصلے پر خوش ہوں مطمئن ہوں۔ واقعی اس سے اچھی میرب کے لیے کوئی لڑکی بھی ماں نہ بن سکتی تھی۔"
"لیکن مجھے آج تک سمجھ میں نہیں آیا کہ میرب کو مارا اور زخمی کیوں کیا اس نے۔ اور پھر مانتی بھی نہیں۔"
زیاد نے دل میں چھپی پھانس آج نکال کر سامنے رکھ ہی دی تو نزہت کی زبان لڑکھڑا گئی۔
"تم بھی نا۔ بچوں کی الگ ہی ایک دنیا ہوتی ہے فینٹسی سے بھرپور۔ کچھ بھی کہانی بنا لیتے ہیں۔ اور میرو تو ویسے بھی مما مما کرتی رہتی ہے۔ بس یونہی نام لے دیا اس بے چاری کا۔"
"ہمم۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا۔" وہ گہری سانس بھرتا نیپکن سے ہاتھ صاف کرتا اٹھ گیا۔
"اس لڑکی کو بتایا ہے تم نے اپنی شادی کے متعلق؟" نزہت نے زیاد کا ستا ہوا چہرہ دیکھ کر استفسار کیا۔
"جی۔ بتا دیا ہے۔" نزہت نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے تھے کہ وہ ان سے پہلے ہی قطعیت سے بول

اٹھا۔
”آخری فیصلہ اسی کا ہو گا مما! اس نے اللہ کی خوشنودی کے لیے تکلیفیں سہی ہیں اور میری خاطر وہ سات سمندر پار سے یہاں آئی ہے۔ تو یہ کسی طور ٹھیک نہیں کہ اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے تمام وعدوں سے منکر ہو کر اس کے سامنے ایک مسلمان کا مسخ کردار پیش کروں۔ اگر وہ اب بھی میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہے تو میں اس سے شادی کرنے کو تیار ہوں۔“
نزہت کے سر پہ جیسے چھت آگری ہو۔

☆☆☆

وہ آؤٹ لیٹ پہنچنے تک آمنہ کو کئی بار کال کر چکا تھا لیکن اس نے کال اٹینڈ نہیں کی تھی۔ آفس پہنچ کر حیان کو کال کرنے کا تہیہ کر کے اس نے موبائل ساتھ والی سیٹ پہ پھینک دیا۔ وہ گاڑی سے نکل رہا تھا جب اس کے موبائل کی رنگ ٹون بجی، اس کے ذہن میں پہلا نام آمنہ کا آیا لیکن اسکرین پہ حریم کا نام دیکھ کر وہ ٹھٹکا۔
اندر بڑھتے ہوئے اس نے کال اٹینڈ کی تھی۔
”السلام علیکم۔ کیسی ہو؟“
”ٹھیک ہوں۔“ سلام کا جواب دے کر وہ مختصراً بولی۔
”اور میرو کا کیا حال ہے؟“ وہ اسٹاف کو سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیتے ہوئے اپنے آفس کی طرف آ گیا۔
”میرو بھی بالکل ٹھیک ہے۔“ زیاد ٹھٹکا۔ حریم کی آواز اسے بھیگی ہوئی اور زکام زدہ سی لگی۔ جیسے وہ روتی رہی ہو۔ کرسی پہ بیٹھتے ہوئے وہ ٹھٹکا۔
”میرب ٹھیک ہے نا۔ اور تم۔ رو رہی ہو کیا؟“ وہ متوحش ہوا تو حریم کے آنسو اور تیزی سے بہنے لگے۔
”نہیں۔“ اس نے بولنا چاہا لیکن آواز نم ہو کر گلے ہی میں گھٹ گئی۔
”حریم! کیا ہوا ہے بتاؤ مجھے فوراً۔“ وہ جھلایا۔ جب سے میرب کی گمشدگی کا واقعہ ہوا تھا تب سے وہ اس کی طرف سے بہت محتاط رہتا تھا۔ اب بھی حریم کے رونے پر دھیان سیدھا میرو کی طرف ہی گیا۔
”اماں، ابا کو نرمین اور عیاد بھائی کی ڈیتھ کے متعلق بتا دیا ہے میں نے۔“ وہ رونے لگی تو زیاد ایک دم چپ کر گیا۔
”یہاں تو جیسے آج ہی صف ماتم بچھی ہے زیاد۔ اور مجھ سے برداشت نہیں ہو پا رہا اب۔ کتنا ظلم کیا نا تم لوگوں نے بروقت اطلاع نہ دے کر۔ آخری بار دیکھ کر ماں باپ کو سکون ہی آ جاتا۔“
”اس وقت ہماری حالت بھی کچھ سوچنے لائق نہیں تھی۔ اور نہ ہی وقت تھا تم لوگوں کو ڈھونڈنے کا۔ اور بالفرض ڈھونڈ بھی لیتے تو تب شاید تم لوگ اپنی نفرت آمیز ضد اور انا کے مارے آتے بھی نہیں۔“ وہ دوٹوک گویا ہوا تو حریم تڑپی۔
”ایسے مت کہو۔ میرے بوڑھے والدین کی حالت دیکھو آ کر۔ پھر پتا چلے گا تمہیں۔“
”حالات نے ہی توڑا ہے انہیں اور ان کی بے جا انا کو حریم! تم بے وجہ جذباتیت کو پرے رکھ کر سوچو تو تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ اگر آج وہ دونوں زندہ ہوتے تو تمہارے والدین کے لیے قابل نفرت ہی تھے۔“ وہ بات ادھوری چھوڑ کر ذرا دیر رکا۔
”میں اس لیے اس صورت حال کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں کہ مما بھی تو بالکل تمہارے والدین والی سوچ

رکھتی تھیں۔ انہیں بھی حالات نے توڑا ہے تب ہی وہ نرم ہوئی ہیں۔" اس نے رسانیت سے بات مکمل کی۔

"اب مجھے بتاؤ۔ میں واپس آؤں یا یہیں رہوں؟" حریم کا اگلا سوال غیر متوقع اور آنسوؤں میں بھیگا ہوا تھا، زیاد کے منہ سے فوری طور پر کوئی بات نہ نکل سکی۔

"اگر تم کہو گے تو میں میرب کو لے کر خاموشی سے تمہاری زندگی سے نکل جاؤں گی۔ تم اپنے دل کی مرضی سے کوئی بھی فیصلہ کر سکتے ہو۔ جیسے پہلے کیا تھا۔ مجھ سے شادی کے وقت۔"

"تم گھر آ جاؤ۔ میرب کے لیے اداس ہوں میں۔" وہ بدقت تمام بول پایا۔ اس لڑکی کا بھی کم نقصان نہیں کیا تھا اس نے۔ میرب کو ایک سگا رشتہ دینے کے لیے اس نے حریم سے اس کے تمام ہی رشتے چھین لیے تھے۔ اب اگر اسے چھوڑنا تھا تو یہ فیصلہ زیاد کو بہت حوصلے سے کرنا تھا۔

☆☆☆

"اس نے فیصلہ تم پہ چھوڑا ہے آمنہ! تمہیں نہیں چھوڑا۔" حیان نے اسے مسلسل سوجی آنکھوں اور سرخ ہوتی ناک کے ساتھ روتے دیکھ کر گھر کا۔

"اٹھو۔ باہر نکلو۔ یہاں اندر رو رو کر تنہائی میں مرنے سے بہتر ہے کہ باہر تازہ ہوا میں جان دی جائے۔"

حیان الشافع کو کسی کی دل جوئی کرنا نہیں آتی تھی اس کی ہمدردی بھی زخموں پہ نمک پاشی سے کم نہیں ہوتی، یہ اس کی اپنی سگی بہن کی تمام تر زندگی کے تجربے کا نچوڑ تھا۔ تب اس نے عائشہ کو کال ملا کر فون اسے تھمایا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

عائشہ سے بات کرتے ہوئے وہ ٹوٹ گئی۔

"اللہ اکبر۔" عائشہ دنگ تھی۔ "کیا ہی قیامت ٹوٹ پڑی اس بے چارے پر۔"

"اس پر؟" آمنہ صدمے سے رونا بھولی۔

"قیامت تو مجھ پر ٹوٹی ہے عائشہ! میں اس کے لیے سمندر پار سے یہاں آئی ہوں محض ایک آس اور امید کا دیا تھامے۔ اور وہ یہاں کسی اور کا ہو چکا ہے۔" وہ سسک اٹھی۔

"ہوا نہیں آمنہ! اسے ہونا پڑا۔ حالات کا غیر جانب داری سے تجزیہ کرو پھر ہی صحیح فیصلہ کر پاؤ گی۔"

"میرا تو دل ہی کرچیوں میں بٹ گیا ہے عائشہ! مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں۔ وہ میری آنکھوں کا پہلا خواب ہے۔ میرا تو اب اس کے سوا کوئی رہا ہی نہیں تھا۔ اور اسے بھی میں نے کھو دیا۔" وہ کراہی۔

"اچھی طرح سوچو سمجھو اور پھر فیصلہ کرو آمنہ!"

"دعا کرو میرے لیے عائشہ! میرا دل بہت تکلیف میں ہے۔"

"ضرور کروں گی۔ اس کی بیوی سے ملو۔ تب شاید تمہیں فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔"

عائشہ نے فون رکھتے ہوئے اسے مشورہ دیا تو آمنہ نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔ جسے آپ اپنی محبت، اپنی زندگی سمجھتے ہوں اسے کسی اور کے حوالے سے پکارا جائے تو دکھ کا لیول الگ ہی ہوتا ہے۔

آمنہ نے موبائل ایک طرف رکھتے ہوئے دونوں ہتھیلیوں سے رگڑ کر آنکھیں صاف کی تھیں مگر آنسو تھے کہ امڈے ہی چلے آ رہے تھے

☆☆☆

زلفی کو اچھی خاصی چھینٹی لگا کر بالآخر چھوڑ دیا گیا۔ نصرت اس کی دگرگوں حالت دیکھ کر تڑپ ہی تو اٹھیں۔

''آئے ہئے۔ بیڑا غرق۔ یہ کہاں سے سر پھٹول کروا کے آیا ہے کمبخت۔ کل سے غائب ہے، موٹر سائیکل بند اسٹور کے سامنے چھوڑ کے۔ تیرا باپ تھانے بھی رپورٹ کروا آیا ہے۔''

تھانے کا نام سن کر زلفی بدکا۔

''ایسی کیا موت پڑ گئی تھی مجھے۔ آ تو گیا ہوں۔ ابا کو بڑا شوق ہے تھانے کی حاضری کا۔'' وہ سخت جھنجلایا ہوا تھا۔

اس نے تو شکر ادا کیا تھا کہ تھوڑی بہت مار پیٹ کر کے اسے معاف کر دیا گیا تھا اور ادھر ابا پھر سے اسے پولیس کے چکر میں پھنسانے کو تھے۔

''بک تو سہی۔ ہوا کیا ہے یہ۔ نیل پڑے ہوئے ہیں ماتھے پہ۔'' نصرت کا دل تڑپا۔

''ٹکور کر دو اماں بس۔ لڑائی۔ ہو گئی تھی کسی سے۔'' وہ کراہا۔

''چل بیٹھ رضائی میں۔ میں دودھ، ہلدی گرم کر کے لاتی ہوں۔'' نصرت ڈانٹنے کا ارادہ ملتوی کر کے افتاں وخیزاں باہر لپکیں، زلفی نے دونوں کان پکڑ کر اوپر کی طرف دیکھا۔

''میرے تو سارے خاندان کی بھی توبہ۔ بھاڑ میں گیا ایسا پیسہ۔ میں ابا کی گالیوں اور ان تین ہزار میں ہی خوش ہوں۔''

اس نے تہیہ کر لیا تھا۔ اس مار سے اس کا دماغ ٹھکانے پر آ گیا تھا اور چھوٹا موٹا ڈان بننے کا خواب جو اس نے دیکھ لیا تھا، وہ بھی چکنا چور ہو گیا۔ وہ کراہتے ہوئے رضائی میں گھس گیا۔ ٹھنڈی رضائی نے چوٹوں کے درد کو بڑھا کر اس کی توبہ تلا کو مزید پختہ کیا تھا۔

☆☆☆

اس بار حریم کی واپسی کوئی عام واپسی نہ تھی۔ ابا اماں نے اسے اس طرح آنسوؤں کے ساتھ رخصت کیا جیسے یہ اس کی وداعی کا دن ہو۔

''زیاد کے ساتھ آنا اب۔ تم اس گھر کی بیٹی ہو تو وہ بیٹا۔'' ابا کی ترجیحات اب بالکل سیٹ تھیں۔ اماں تو میرب کو اب گود سے اتارتی ہی نہ تھیں۔ طوبیٰ سگی بھانجی کی مزید دیوانی ہو گئی۔

''اللہ پاک تجھے عرشوں کے رنگ لگائے میری بچی۔ عذاب تو تم نے بھی کم نہیں کاٹا۔'' اماں کا دل موم ہو چکا تھا۔

''بس اماں۔ دعا کرتی رہیے گا میرے حق میں۔'' وہ ان کے گلے لگی۔ اسے پتا تھا اب یہ لب اس کے لیے دعا کرنا کبھی بھی نہیں چھوڑنے والے تھے۔

☆☆☆

تجھ سے بچھڑے ہیں مگر عشق کہاں ختم ہوا\
یہ وہ جیتی ہوئی بازی ہے جو ہاری نہ گئی\
تو ہے وہ خواب جو آنکھوں سے اتارا نہ گیا!\
تو وہ خواہش ہے جو ہم سے بھی ماری نہ گئی

آمنہ کے فون نمبر کے ساتھ شو ہونے والی اس کی مسکراتی ہوئی پروفائل پکچر کو دیکھتے ہوئے زیاد کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

آخری قسط آئندہ ماہ ان شاء اللہ

عفت سحر طاہر

رنگ ریز میرے

نزہت بیٹے پر ناراض ہوتی ہیں کہ اسے حریم کے میکے کیوں بھیجا۔ مائرہ اسے اپنے آنے والے رشتے کے بارے میں بتاتی ہے۔ وہ اسے سمجھاتا ہے کہ اسے اب زندگی میں آگے بڑھ جانا چاہیے۔ مائرہ باہر جانے کا پروگرام بناتی ہے لیکن وہ منع کر دیتا ہے کہ اسے حریم اور میرب کو لینے جانا ہے۔ مائرہ شدید غصے میں گھر آتی ہے جہاں اس کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آئے ہوتے ہیں، وہ ان سے بدتمیزی کرتی ہے۔ فوزیہ بیٹی کو ڈانٹتی ہیں، وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔

کیتھی کے گھر والوں کو پتا چل جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہے۔ وہ اسے لے کر غائب ہو جاتے ہیں۔ زیاد ہر جگہ اسے تلاش کرتا ہے لیکن اس کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ مائرہ خودکشی کر لیتی ہے۔

پچیسویں اور آخری قسط

رنگ ریز میرے!!
تجھے اجرت میں دوں یہ آنسو؟

کہ میرے زخموں کو رنگ دے
تو تو مہارت رکھتا ہے رنگائی میں
کچھ یوں اپنا ہنر دکھا
کہ لباس زیست میں کہیں کوئی
غم کا پیوند دکھائی نہ دے

"میں اب بھی وہی ہوں......اور اب بھی وہیں کھڑا ہوں آمنہ! جہاں ہم بچھڑے تھے۔"
زیاد کی جذب سے پر آواز نے اس کی آنکھوں سے آنسو رواں کر دیے۔ وہ کل سے اس کی کال اٹینڈ نہیں کر رہی تھی اور وہ مسلسل اسے وائس میسج کر رہا تھا۔
(وہیں تو نہیں ہو زیڈ......! جہاں میں نے تمہیں کھویا تھا اور نہ ہی ویسے ہو جیسے بچھڑتے وقت تھے) آمنہ کی آنکھیں ہی نہیں دل بھی رو رہا تھا، یوں لگ رہا تھا زندگی جینے کا کوئی مقصد ہی نہ رہا ہو وہ جو ترکی سے پاکستان آئی تھی، خوش رنگ زندگی کے سینکڑوں خواب لے کر.... اب یک لخت خالی ہو گئی تھی۔۔۔ حال خراب تھا اور۔۔ مستقبل ہوا میں معلق۔
"مجھ سے ملو پلیز.... لاتعلقی کی سزا مت دو..... سب کچھ سچ سچ بتا دیا ہے تمہیں۔۔۔ کچھ بھی نہیں چھپایا۔ زندگی نے مجھے اپنی مرضی کے مطابق جیا ہے۔ گزرے ڈیڑھ سال میں آمنہ! کوئی بھی فیصلہ میرے دل کی خواہش نہیں تھا۔"
زیاد کے ایک ایک لفظ سے وہ اذیت واضح تھی جو وہ سہہ چکا تھا۔ آمنہ کی آنکھ بھر آئی۔
"میں جانتی ہوں زیڈ! لیکن میرا دل بہت بری طرح سے ٹوٹا ہے۔ میں اس کرچی کرچی حالت میں تمہارے سامنے آنے کی ہمت نہیں رکھتی۔"
اس نے پہلا جواب دیا تھا۔
"میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا آمنہ!۔ ہم ایک بہترین زندگی گزار سکتے ہیں۔"
"یہ بات تم نے اپنی بیوی کو بتائی ہے؟۔" آمنہ نے سوال کیا اور یہ واحد سوال تھا جس کا جواب زیاد کو شاید مشکل لگا کیونکہ پہلے کی طرح فوری جواب نہیں آیا تھا۔ آمنہ کا دل کسی نے مسلا۔
"تم سے بات طے کیے بنا اس سے کیسے بات کر سکتا ہوں.... موجودہ حالات دیکھ کر مجھے اپنانے یا چھوڑنے کا اختیار اب تمہارے پاس ہے.... میری چاہت تو اب بھی وہی ہے۔" توقف سے میسج آیا۔
"میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔۔۔" یک لخت کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے اس نے زیاد کو میسج کیا تھا۔
"او کے.... میں تمہیں پک کر لوں گا۔"
"نہیں.... میں اپنے ہوٹل کے لان میں ہی ویٹ کروں گی تمہارا" آمنہ نے لکھا۔
"او کے...."
آمنہ نے موبائل آف کر کے سائڈ ٹیبل پہ رکھا اور مضطرب انداز میں بالوں میں ہاتھ پھنسائے۔
"یا اللہ.... رحم.... کیا فیصلہ کروں میں....؟۔
زندگی.... یا جدائی....؟" اس نے زیاد سے جدائی کو موت کے کھاتے میں ڈالا تھا۔ اور اس کے بنا زندگی کو موت سے بدتر گردانا۔

☆☆☆

حریم گھر آئی تو اسے ہر طرف عجیب سی خاموشی اور وحشت پھیلی محسوس ہوئی۔ وہ میرب کو لیے گھبرا کر نزہت

کے کمرے میں چلی آئی - وہ حریم سے بہت اچھی طرح ملیں۔
"گاڑی کی آواز سن لی تھی میں نے..... باہر آ ہی رہی تھی -" انہوں نے میرب کو بانہوں میں بھرتے ہوئے حریم کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ کاؤچ پہ ٹک گئی۔
"بہت مزہ کیا میرو نے؟ -"
میرب انہیں نانا اور نانی جان کی باتیں بتانے لگی اور طوبیٰ خالہ اس سے کتنا پیار کرتی ہیں یہ بتاتے ہوئے میرب کا جوش اور خوشی الگ ہی تھی۔ - نزہت کے دل میں طمانیت بھر گئی۔ عباد کی وصیت اور زیاد کا فیصلہ کچھ غلط نہ تھا۔
"جاؤ میرب.... ثریا آنٹی سے کہو، آپ کو ٹوائز نکال کر دیں -" حریم نے میرب کو پکارا تو وہ پونیاں ہلاتی بھاگ گئی۔
"کیسے تھے وہاں سب -؟" نزہت نے اپنے اس کے مابین تکلف کو ارادتاً ختم کر دیا تھا۔
"بہت دکھ اور تکلیف میں تھے، میں نے انہیں بتا دیا ہے نرمین کی ڈیتھ کے متعلق ---"
"اوہ.... پھر؟ -" انہوں نے بے اختیار پوچھا۔
"پھر..... وہی جو گھر میں موت کے پہلے روز ہوتا ہے آہ و بکا..... رونا پیٹنا......" حریم کی آنکھیں جھلملائیں۔
"ہاں.... -" نزہت نے دکھ سے آہ بھری - "ان کے لیے تو واقعی جیسے ابھی موت ہوئی ہے گھر میں..... مت بتاتیں..... اتنا دکھ دے دیا بے چاروں کو۔"
"اب بتانا ضروری ہو گیا تھا آنٹی! جس طرح کے حالات بن رہے ہیں، میں نہیں چاہتی کہ اگر مجھے واپس جانا پڑے تو میرے ساتھ میرب کو دیکھ کر وہ لوگ کوئی اعتراض کریں - اب تو میرب ان کی جان بن گئی ہے --- ان کے لیے دوسری نرمین -" حریم نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ بری طرح چونکیں۔
"کیا مطلب..... ؟ کہاں جانا پڑے گا؟ کیا فضول باتیں سوچ رہی ہو تم ؟ -"
"زیاد کی اپنی بھی ایک زندگی ہے آنٹی! میں اس پہ مسلط نہیں ہونا چاہتی -"
"تو یہ اسے تمہارے گھر والوں سے جھوٹ بول کر تم سے زبردستی شادی کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا کہ اس کی زندگی میں پہلے سے ایک لڑکی ہے..... تم کیوں سزا بھگتو --- وہ بھی دو دو بار -" وہ تیز لہجے میں بولتی اسے خائف کر گئیں۔
"تب وہ مجبور تھا شاید -"
"وہ تب بھی مجبور تھا اور اب بھی مجبور ہے..... تم بس یہی سوچ کر بے وقوفی میں اپنی زندگی برباد کر لینا -" نزہت نے اسے ڈپٹا۔
"شوہر ہے تمہارا..... زبردستی تمہیں اپنی زندگی میں شامل کیا تھا اس نے --- تو اب نبھائے --- یہ کیا کہ خود تو من پسند زندگی کی طرف واپس پلٹ جاؤ اور جس کے ساتھ یہاں تک آئے ہو، اسے بیچ راہ تنہا چھوڑ دیا جائے -" نزہت کو زیاد کا فیصلہ بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔
"جن کے دل پلٹ جائیں ان، پہ زبردستی نہیں کی جا سکتی آنٹی -"
"اپنی ملکیت بنا احتجاج اتنی آسانی سے کسی کو سونپ دینا بے وقوفی ہے حریم!! عورتیں تو جان لڑا دیتی ہیں لیکن اپنے شوہر کی زندگی میں دوسری عورت کو نہیں آنے دیتیں..... یہ شراکت داری برداشت کرنا بہت مشکل ہے.... بات کرو زیاد سے --- چپ چاپ دیکھتی رہو گی تو پچھتاؤ گی..... تم سے شادی اس کا اپنا فیصلہ

تھا۔۔۔ بنا تمہاری مرضی کے۔"

"اس نے نہ تب میری مرضی پوچھی تھی اور نہ اب پوچھے گا.... محبت کی شادی تو نہیں ہے آنٹی! جس کے مان کے ساتھ لڑوں اس سے۔"

حریم گہرے دکھ کی لپیٹ میں تھی۔ زندگی اب جا کے کچھ ترتیب میں آنے لگی تو تند و تیز ہوا گویا پھر سے سب کچھ منتشر کرنے پہ اتر آئی تھی۔ نزہت سر تھام کر بیٹھ گئیں۔

حریم نے آزردگی سے انہیں دیکھا۔

جب تک انسان اپنی مرضی سے حالات کے مخالف چلتا رہتا ہے اسے اپنے یا کسی اور کے غلط ہونے کا احساس نہیں ہوتا لیکن جب وہ اپنی تصحیح کر لے تب اسے احساس ہوتا ہے کہ وہ کتنا غلط تھا..... نزہت بھی اسی گرداب میں تھیں۔

"میں میرب کو دیکھتی ہوں۔" وہ آہستہ سے سانس بھرتی اٹھ گئی۔

"ہاں...۔" نزہت چونکیں پھر اٹھ کر اس کے مقابل آئیں اور اس کے شانوں پہ نرمی سے ہاتھ رکھے۔

"ماں بننے والی ہو تم اس کے بچے کی..... یہ کوئی کم گہرا رشتہ نہیں ہے حریم! جو میرب کی وجہ سے تمہیں ہر غلط و صحیح کام کر کے تمہیں اپنا سکتا ہے..... وہ اپنے بچے کو لاوارث نہیں چھوڑے گا..... اس لیے حوصلے اور عقل سے کام لے کر تم حالات کو ٹھیک کر سکتی ہو۔ مجھے پورا یقین ہے تم پر۔"

حریم نے نم آنکھوں سے انہیں دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ آج ان کی کہی کوئی بھی بات غلط نہیں تھی۔

☆☆☆

اے رنگ ریزا!
جسم پہ جو یاد کے نیل ہیں
آسمان کے تارے دکھائی دیں
تیرے پاس تو سارے رنگ ہیں
کچھ ایسا رنگ کہ کسی کو
کچھ بھی دکھائی نہ دے
میری آواز کو کالا کر دے
کہ کسی کو کچھ سنائی نہ دے

وہ جانتا تھا آج حریم واپس آنے والی تھی۔۔۔ پھر بھی آفس بہت دیر سے بند کیا... اس کے اٹھنے کے انتظار میں آج آؤٹ لیٹ کی روشنیاں رات گئے تک جلتی رہیں۔

گاڑی پورچ میں آ کر رکی تو وہ تھکے ہوئے انداز میں نیچے اترا۔۔۔ مما اور ڈیڈ یقیناً سو چکے ہوں گے کیونکہ دونوں ہی نے رات کھانے بعد میڈیسن لے کر سونا ہوتا تھا ورنہ نیند دغا دے جاتی تھی۔ میرب بھی سو چکی تھی۔ گھر میں پھیلا سکوت اس بات کا گواہ تھا اور دیر سے آنے کا مقصد یہی تھا کہ تھک ہار کر حریم بھی سو جائے۔

وہ کمرے میں داخل ہونے تک لایعنی سوچوں میں گم رہا۔ کمرے میں نائٹ بلب آن تھا، وہ کاؤچ پہ بیٹھ کر اندھیرے ہی میں جوتے اتارنے لگا۔

"بہت دیر لگا دی آج۔؟" حریم کی مدھم سی آواز کمرے میں ابھری تو وہ گہری سانس بھرتا چپل پہن کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں.... آرڈر کمپلیٹ ہو گیا تھا، آج روانہ کرنا تھا۔"

"تمہارا نائٹ ڈریس واش روم میں لٹکا دیا تھا میں نے۔" اس کا رخ ڈریسنگ روم کی طرف دیکھ کر حریم نے بتایا۔

"تھینک یو۔۔۔" وہ فریش ہونے واش روم میں چلا گیا۔ وہ باہر آیا تو حریم تکیہ اونچا کیے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

"تم سوئیں کیوں نہیں ابھی تک؟" زیاد اپنی جگہ پر آ کر لیٹا۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"

"وہ تو صبح بھی ہو سکتی تھی.... خود کو اتنا تھکانے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ آنکھوں پہ بازو رکھتے ہوئے عام سے انداز میں بولا تو حریم تپ گئی۔

"میرا گھر بربادی کے دہانے پر ہے۔۔۔ اور میں اطمینان سے سوتی رہوں...." اس کے انداز نے زیاد کو متوجہ ہونے پر مجبور کر دیا۔

"کس نے کہا ہے تم سے کہ تمہارا گھر برباد ہو رہا ہے۔؟"

"میں بے وقوف نہیں ہوں۔۔۔ مجھے سب دکھائی بھی دیتا ہے اور سمجھ میں بھی آتا ہے الحمدللہ۔۔۔" وہ تڑخ کر بولی۔

"چلو۔۔۔ بہت اچھی بات ہے.... اب سو جاؤ۔ صبح بات کریں گے۔" وہ اسے صاف ٹال رہا تھا۔

"نہیں.... مجھے ابھی یہ بات کلیئر کرنی ہے زیاد! کیا تم مجھے چھوڑنے والے ہو؟"

"فضول باتیں مت کرو حریم! تم جانتی ہو کہ تم اس گھر میں میرب کے لیے لائی گئی ہو۔ وہ تمہارے بنا کیسے رہ سکتی ہے؟ تم یہاں سے کہیں نہیں جاؤ گی۔" وہ غنودگی کی کیفیت میں جاتے ہوئے بولا تو حریم کا دل تڑپ اٹھا۔

یعنی.... ان دونوں کا رشتہ تو کسی گنتی میں ہی نہیں تھا.... حالانکہ وہ اسے آمنہ سے شادی کرنے کی اجازت دے کر خود کئی بار میکے جانے والی بات کہہ چکی تھی لیکن درحقیقت یہ بات زیاد کے منہ سے سننا کس قدر ناگوار عمل تھا یہ حریم کو اب پتا چلا تھا۔

"اور تم.... تمہارا میرا کوئی رشتہ نہیں ہے کیا؟ صرف میرب ہی کا رشتہ تھا مجھ سے؟ تو پھر تم نے مجھے کس حق سے قبول کیا تھا زیاد مصطفیٰ؟" وہ آگے جھک کر اس کا شانہ جھنجھوڑتے ہوئے لفظوں کو چبا کر بولی تو زیاد کی نیند بھک سے اڑ گئی۔

"میرب کی خاطر تو تم نے غلط، درست ہر فیصلہ لے لیا.... اپنے بچے کی قسمت کا کیا فیصلہ کیا ہے، وہ بھی بتا دو۔۔۔ یا اسے اس کی اکیلی ماں ہی پالے گی؟" حریم کی آواز آنسوؤں میں بھیگ رہی تھی زیاد سن ہوا۔

آزمائش میں پڑنے والے بہت مظلوم ہوا کرتے ہیں.... جیسے.... جیسے حریم.... جیسے آمنہ.... اور جیسے زیاد....

☆☆☆

"رانی خالہ نے کوئی بات نہیں کی آپ سے؟"

"ناشتے کی میز پہ مائرہ نے دل کی بے چینی کو زبان دے ہی دی۔ دونوں گھروں میں جہاں پہلے بات بات پہ شاذل اور اس کے رشتے کی بات اٹھ رہی تھی یک لخت ہی ایسی خاموشی چھائی کہ جیسے کسی کو چاہت ہی نہ رہی ہو اس رشتے کی۔

"وہ بھی تھک ہار کر چپ ہو گئی ہے میری طرح.... تم جو اتنی خودسر ہو۔۔۔ پتا نہیں کیا سوچ رکھا ہے تم نے

اپنی زندگی کے متعلق۔" فوزیہ سخت بددل تھیں۔
"میں نے کیا کہا ہے آپ سے ۔۔۔؟" ساری بات خود پر آتے دیکھ کر مائرہ جزبز ہوئی۔
"جب سے شاذل آیا ہے۔ تمہارے آگے پیچھے گھوم رہا تھا بے چارہ ۔۔۔ تم ہی نے لفٹ نہیں کرائی تو اپنی عزت نفس سمیٹ کر ایک طرف ہو گیا ہو گا بے چارہ۔" فوزیہ متاسف تھیں۔ مائرہ کا دماغ گھوما۔
"ہاں ۔۔۔ اتنا ہی معصوم چوزہ ہے نا ۔۔۔۔ عزت نفس دیکھو ذرا بے چارے کی ۔۔۔۔ اونہہ! ۔۔۔۔"
"ہاں تو اور کیا ۔۔۔۔ اتنے وقت میں تو اس نے تین شادیاں کر لی ہوں گی جتنا تم نے ایک شادی کی ہاں کے لیے وقت لیا ہے۔" فوزیہ چڑ کر بولیں تو اسے غصے کے ساتھ ہنسی بھی آنے لگی۔
"کیا فضول باتیں کر رہی ہیں ۔۔۔۔ اب انسان سوچ سمجھ کر فیصلہ بھی نہ کرے ۔۔۔ اس کی چوتھی ہوگی ۔۔۔ تجربہ کار ہے، مان لیا ۔۔۔ میری تو پہلی شادی ہے نا۔"
"پہلی ہو یا آخری ۔۔۔۔ سامنے والے کو گرین لائٹ کا اشارہ دینا چاہیے تاکہ وہ آپ کا انتظار کرے نہ کہ اسے ذلیل کر کر کے پیچھے ہی ہٹا دیا جائے۔"
"اووف ۔۔۔۔ آپ کا تو الگ ہی سین چل رہا ہے بھانجے کی ہمدردی میں۔" مائرہ بددلی سے کرسی کھسکاتی اٹھ گئی۔
"بیٹھ جاؤ ۔۔۔ ناشتا مکمل کر و اپنا۔" فوزیہ نے گھر کا۔
"کھا لیا ہے مما!" وہ بیزار تھی۔
"مجھے بتا دو ۔۔۔ کیا فیصلہ کیا ہے تم نے؟" فوزیہ نے بغور اس کی بے چینی اور اضطراب دیکھا۔
"میں تو ہاں ہی کرنے والی تھی لیکن آپ کے بھانجے صاحب کے مزاج ہی نہیں مل رہے۔"
وہ عام سے انداز میں بولی مگر لہجے کا اضطراب فوزیہ سے چھپ نہ سکا لیکن فی الحال انہیں مائرہ کی بات نے بے حساب خوشی دی تھی۔
"اللہ تیرا شکر ہے ۔۔۔" انہوں نے بے اختیار دونوں ہاتھ اٹھا کر اوپر دیکھا۔
"اب بس ۔۔۔ باقی سب تم ہم پہ چھوڑ دو۔" وہ بہت خوش تھیں۔
"ایسے کیسے ۔۔۔۔؟ میں نے اس بندے کی شکل دیکھی ہے شادی کے نام پہ ۔۔۔۔ اس کا منہ بن گیا تھا۔" مائرہ کو شاذل سے ہونے والی آخری ملاقات یاد تھی۔
"ایک تو تم بچے نا ۔۔۔۔ جلد باز ہو ہر معاملے میں بس ۔۔۔۔ کہا نا ۔۔۔ کچھ معاملات بڑوں پہ بھی چھوڑ دینے چاہئیں ۔۔۔ آسانی ہو جاتی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بہن کو فون کرنے اٹھ گئیں۔
"تم بس اب شادی کے کپڑے سلیکٹ کرو ۔۔۔ منگنی کے چکر میں نہیں پڑوں گی میں ڈائریکٹ شادی ہوگی اب تو۔" وہ جسیں تو ان کی خوش فہمی پر مائرہ نے سر جھٹکا۔
(اچھا ہے، سب کو پتا چل جائے کہ انکار میری نہیں بلکہ شاذل کی طرف سے ہے)۔ مائرہ کو تھوڑا اطمینان ہوا لیکن ساتھ ہی ایک کسک بھی اٹھی۔ ایک بہترین دوست اس کی بے وقوفی اور بدتر رویے کی وجہ سے اس کا لائف پارٹنر بنتے بنتے رہ گیا تھا۔

☆☆☆

"سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا آمنہ! اب اس کی ترجیحات کا نقشہ بدل چکا ہے ۔۔۔ اس لسٹ میں شاید تم آج بھی سب سے اوپر ہو ۔۔۔ لیکن تمہارے بعد اس سے جڑی دو زندگیاں اور بھی ہیں ۔۔۔۔ اس کی بیوی اور بچی۔" عائشہ نے اسے سمجھایا تو وہ سسک اٹھی۔

"میں نے زندگی کو اس کے بغیر سوچا ہی نہیں کبھی عائشہ!! تم تو جانتی ہو..... وہ کب سے میری چاہت ہے۔"

"وقت اور حالات دیکھو آمنہ! اور جو دل چاہتا ہے وہی فیصلہ کرو۔۔۔ٹوٹا ہوا دل لے کر مت آنا.....۔"

عائشہ نے ایک پرخلوص دوست کی طرح مشورہ دیا تھا حالانکہ وہ جانتی تھی کہ حیان بھی آمنہ کو پسند کرتا ہے لیکن وہیں وہ آمنہ کی زیاد کے لیے محبت سے بھی خوب واقف تھی پہلے بھی کبھار وہ سوچ لیا کرتی تھی کہ کاش زیاد کی جگہ آمنہ اس کے بھائی ہی کو ملے لیکن اب اسے تکلیف میں دیکھ کر عائشہ کو صرف وہی دکھائی دے رہی تھی۔

"اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی محبت کو کسی اور کا ہوتے دیکھنا بہت تکلیف کی بات ہے عائشہ!۔"

"مجھ سے بہتر کون اس دکھ سے واقف ہوگا۔" وہ بے اختیار بول اٹھی۔

"تم.....؟ کیسے؟۔" آمنہ چونکی۔

"میں نہیں..... حیان.....۔" عائشہ مدھم پڑی۔ آمنہ کو لگنے والا بے یقینی کا جھٹکا ایک ہزار وولٹ کا تھا۔

"تمہارا مطلب ہے۔۔۔ یہ تمہارا کھڑوس سا بھائی..... یہ بھی کسی سے محبت کر سکتا ہے۔" آمنہ کو یقین نہیں آیا تھا۔

"کیوں بھئی ..... میرے بھائی میں کیا کمی ہے.... امیر ہے۔۔۔ ہینڈسم ہے۔۔۔ نیک بھی ہے۔" عائشہ برا مان کر بولی۔

"اور ظالم بھی.....۔" آمنہ نے لقمہ دیا۔

"بعض حالات میں"..... عائشہ نے بھائی کا فوری دفاع کیا۔

"اب یہی دیکھو، کیسے تمہاری مدد کرنے تمہارے ساتھ چل پڑا..... ورنہ سب سے زیادہ ڈانٹ تمہیں اور مجھے ہی پڑتی ہے اس سے۔"

"ہاں..... یہ تو میں بھی کبھی کبھار سوچتی ہوں کہ میرے ساتھ کیوں چل پڑا اتنا ظالم اور غیر جذباتی شخص۔" آمنہ پرسوچ انداز میں بولی۔

"محبت میں.....۔" عائشہ توقف سے بولی۔

"ہاں تمہاری محبت میں.....۔" آمنہ جیسے کسی نتیجے پر پہنچی۔

"میری نہیں..... تمہاری۔۔۔" عائشہ کے مدھم سے لہجے میں دیے گئے جواب نے اسے بھک سے اڑا دیا۔

"شٹ اپ..... کیا کہہ رہی ہو؟۔"

"سچ.....۔" عائشہ نے جواب دیا۔

"فضول گوئی مت کرو میرے ساتھ"..... آمنہ نے برافروختہ ہو کر اسے جھاڑا۔

"حقیقت بتا رہی ہوں تمہیں..... جو حیان نے بتائی تھی مجھے..... وہ شادی کرنا چاہتا تھا تم سے..... لیکن پھر جب تمہیں زیاد دوبارہ مل گیا تو اس نے تم سے کچھ بھی کہنے سے منع کر دیا۔"

"جب تمہیں اس نے منع کیا تھا بتانے سے تو اب بھی مجھے بتانے کی کیا ضرورت تھی.....۔" وہ عجیب سے احساسات کا شکار ہوتی اس پہ بگڑی۔

"شاید تمہیں کوئی فیصلہ لینے میں اس "حقیقت" کی آگہی کی ضرورت پڑ جائے۔" وہ اطمینان سے کہتی آمنہ کو اچھا خاصا بے اطمینان کر گئی۔

"اپنی فضول گوئی بند کرو تم، خوامخواہ مجھے راہ سے بھٹکانے کی کوشش کر رہی ہو۔" آمنہ ڈسٹرب ہوئی۔

"اچھا چھوڑ دو پھر اس بات کو یہیں پر۔ اور تم زیادہ سے بات کرو..... وہ کیا چاہتا ہے اب۔" عائشہ نے اس کی پریشانی بھانپ کر بات ہی بدل ڈالی۔

"ہمم..... کل ملتی ہوں اس سے۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔" آمنہ کو خود کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا الجھے ہوئے انداز میں بولی تو عائشہ دل ہی دل میں اس کے لیے دعا کر کے رہ گئی۔

عائشہ سے بات کر کے بھی اس کے دل کی بے چینی کم نہ ہو سکی..... اس پہ مستزاد حیان آ گیا۔

وہ اسے زبردستی کمرے سے نکال کر لنچ کے لیے ڈائننگ ہال میں لایا تھا مگر وہ وہاں بھی بس پلیٹ میں رکھے سلاد کو کانٹے سے ادھر ادھر کر رہی تھی۔

"کھا کیوں نہیں رہیں؟" حیان کو کوفت ہوئی۔ اب ایسے بندے کے سامنے بیٹھ کر وہ پیٹ بھر کے کیسے کھاتا، وہ اس کے ساتھ لنچ کے لیے آیا تھا مگر کھا کچھ نہیں رہا تھا۔

"تم کھاؤ..... مجھے بھوک نہیں ہے۔" آمنہ نے کانٹا پلیٹ میں رکھ کر پیچھے ہو کر کرسی سے ٹیک لگا لی۔ حیان کا تو اس وقت سامنا کرنے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔۔۔ تمہیں اللہ پوچھے عائشہ..... بھلا کیا ضرورت تھی وہ سب فضول باتیں مجھے بتانے کی....

"بے وقوفی مت کرو۔۔۔ حالات سے نمٹنے کے لیے انسان کا "زندہ ہونا" ضروری ہوتا ہے۔" وہ متحمل انداز میں طنز کرتے ہوئے بولا۔

"بہت ڈھیٹ ہوں۔۔۔ اتنی آسانی سے نہیں مرتی۔۔۔ تم میری فکر مت کرو اور اپنا کھانا کھاؤ۔ اپنے امپلائز پہ رعب ڈالنے کے لیے بھی تو زندہ ہونا شرط ہے۔" آمنہ بددلی سے بولی۔

"جو بھی فیصلہ کرنا ہے جلدی کرو۔۔۔ ہمارے پاس وقت کم ہے..... اور فون پہ اس طرح کے معاملات حل کرنا صرف بے وقوفی ہوتا ہے ابھی تمام حالات تمہارے سامنے ہیں..... اس کی بیوی سے ملی ہو تم؟" اسے سمجھاتے ہوئے حیان نے ایک دم پوچھا تو وہ گڑبڑائی۔

"نہیں..... صرف دیکھا ہے اسے..... ملوایا تو نہیں اس نے۔"

"کیوں؟" وہ اپنی پلیٹ میں کھانا نکال رہا تھا۔

"کیوں کا جواب تو نہیں ہے میرے پاس۔۔۔ جب سے اس نے مجھے بتایا ہے اپنی شادی کے متعلق..... میں دوبارہ اس سے ملی ہی نہیں تو بیوی سے کیا ملواتا مجھے۔"

"تو خود مل لو۔" حیان نے چکن تکے کا پیس اٹھاتے ہوئے پسندیدگی سے سر ہلایا۔

"کیوں..... مجھے کیا کرنا ہے اس سے مل کر۔؟" وہ ناپسندیدگی سے بولی۔

"تم اس کے شوہر سے شادی کرنے والی ہو..... اس کے ساتھ رہنا ہے تم نے۔۔۔ ملنا تو بنتا ہی ہے ایک بار۔"

وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ آمنہ تڑپ کر رہ گئی۔

"شٹ اپ۔۔۔ میں اس کے ساتھ رہنے والی ہوں۔۔۔ یہ کب کہا میں نے؟؟"

"تو پھر۔۔۔؟ اس سے چھین کر لے جاؤ گی اس کے شوہر کو۔۔۔ اور اس بچی کے باپ کو؟" وہ اب بھی معتدل انداز میں پوچھ رہا تھا۔

درحقیقت وہ آمنہ کو فیصلہ کرنے میں مدد دے رہا تھا شاید..... تمام ممکنات اس کے سامنے رکھ کر..... جن کی طرف سے وہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔

"چھیننے والی کیا بات ہے..... میں یہاں زیڈ سے شادی کرنے کے لیے ہی آئی تھی حیان! وہ مجبوری سے

نبھار ہا ہے اس رشتے کو اور بس- اگر وہ اپنی بیوی کو چھوڑتا ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہوگا-"

"اور اگر وہ اسے نہ چھوڑے تو؟" حیان نے تحمل سے پوچھا- آمنہ کا ذہن خالی ہو گیا-

"سچ کہوں تو مجھ سے اس بارے میں کچھ بھی سوچا نہیں جاتا-"

"مت سوچو..... بس میرے اس سوال کا جواب دے دو..... اگر وہ اپنی بیوی کو چھوڑے بنا تم سے شادی کرنا چاہے تو تم کیا کرو گی؟-"

"وہ اب بھی میرا ہے..... اس کی شادی ایک کانٹریکٹ ہے حیان! اور بس- پھر میں کیوں اس سے شادی سے انکار کروں گی بھلا-؟" آمنہ نے زیاد کی حمایت کی تھی- حیان نے جلتی نگاہوں سے اسے دیکھا-

"او کے..... تو تمہارا فیصلہ تیار ہے..... تم اب بھی زیاد سے شادی کرنا چاہتی ہو-" اس پہ واضح کیا تو آمنہ نے الجھ کر اسے دیکھا-

"ابھی مجھے زیڈ سے ملنا ہے..... میں نے اس روز کے بعد اس سے ہر رابطہ توڑ رکھا ہے-" حیان نے اسے ایسے دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پہ شبہ ہو-

"واہ..... کیا تعلق نبھایا جا رہا ہے.....-"

"کل مل رہی ہوں میں اس سے..... سب فائنل ہو جائے گا-" وہ اسے تسلی دے رہی تھی یا خود کو، یہ اسے خود بھی سمجھ میں نہیں آیا-

"تم کھانا کھاؤ بس..... یہ سب تمہارے بس کا روگ نہیں ہے-" وہ طنز سے کہتا آمنہ کو زہر سے بری کوئی شے لگا- وہ غصے سے اپنی پلیٹ میں کھانا نکالنے لگی- حیان نے اپنی پلیٹ پر جھکتے ہوئے اپنی مسکراہٹ چھپالی-

☆☆☆

وہ خوشبوؤں میں بسا جلدی جلدی تیار ہو رہا تھا، حریم کا دل کسی نے مٹھی میں کیا-

"کہاں جا رہے ہو.....؟-" اس کے سوال پر زیاد پورے کا پورا ہی اس کی طرف گھوم گیا-

"آفس ٹائم پہ یہ سوال پوچھتی تم بالکل بے وقوف لگ رہی ہو-" وہ کہہ کر اپنا لیپ ٹاپ اٹھانے اسٹڈی روم کے دروازے میں گھسا تو حریم نے جلدی سے اس کا موبائل اٹھا کر دھڑکتے دل کے ساتھ کانٹیکٹ لسٹ میں سے آمنہ کا نمبر اپنے موبائل پہ بھیجا اور میسج ڈیلیٹ کر کے اس کا موبائل وہیں ڈال دیا- وہ ابھی باہر نہیں آیا تھا پھر بھی حریم کی سانس منتشر تھی اور دل کی دھڑکن بے ترتیب..... اتنی سی مشقت نے ہی اسے تھکا ڈالا تھا- وہ اسے خدا حافظ کہتا کمرے سے نکل گیا..... یا شاید اس کی زندگی سے ہی..... اس سوچ کے ساتھ ہی حریم کا دل گھبرا اٹھا-

☆☆☆

وہ ہمیشہ کی طرح شاندار مگر بے حد مضطرب اور سرخ آنکھیں لیے رت جگے کا شکار لگتا تھا آمنہ کا دل ڈوب سا گیا-

یہ چہرہ اسے دنیا میں سب سے زیادہ محبوب تھا-.. اس کے دل کی پہلی خواہش اور زندگی کی پہلی چاہت-

"کیسی ہو؟-" اس کے ساتھ لان میں رکھے سنگ مرمر کے بینچ پر اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھتے ہوئے زیاد نے ہی بات شروع کی-

"بس..- ملی جلی سی کیفیت ہے..... کچھ ٹوٹی ہوئی..... کچھ شاکڈ..... کچھ پریشان-"

"یہ سب قدرت کے کھیل ہیں..... قسمت کا لکھا پورا ہو کر ہی رہتا ہے آمنہ! زندگی صرف سکھ ہی سکھ ہوتی..... دکھ نہ آتا تو سکھ کی کسی کو قدر کیسے ہوتی؟-"

"مجھے یوں لگ رہا ہے، میری تمام بھاگ دوڑ، تمام جدوجہد ایک دم سے ختم ہوگئی ہے..... زندگی کا جو ایک مقصد باقی تھا۔ وہ ختم ہوگیا ہے۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں کہتی اس سے اپنا آپ شیئر کررہی تھی۔ زیاد نے دکھ سے اسے دیکھا۔

"ایسا مت سوچو آمنہ! میں ابھی بھی تمہارے لیے یہیں ہوں.....۔"

"لیکن تم کتنے حصوں میں بٹ چکے ہو۔ کبھی یہ سوچا ہے تم نے؟۔" وہ تڑپ کر بولی۔

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ اس سے بڑھ کر اور کیا گارنٹی دوں آمنہ! میں اب بھی تم سے محبت کرتا ہوں..... اس محبت کو نبھانا چاہتا ہوں۔۔۔ تمہیں دنیا میں اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا۔" زیاد جذباتی ہوا۔

"میں چاہتا تو تم سے جھوٹ بھی بول سکتا تھا۔ اپنی شادی کی بات چھپا سکتا تھا۔۔۔ لیکن میں سب سچ تمہیں بتا کر پھر تمہیں اپنانا چاہتا ہوں.....۔"

"مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہی..... تمہاری بیوی بے قصور ہے..... اسے کس بات کی سزا ملے؟۔" آمنہ نے حساسیت سے کہا۔

"میں نے کافی پہلے ہی اس سے تمہارے بارے میں بات کرلی تھی آمنہ! مجھے یقین تھا، تم ایک نہ ایک دن ضرور لوٹو گی۔"

"سچ کہوں تو تم سے تمام تر محبت کے باوجود میرے لیے فیصلہ کرنا بہت مشکل ہوگیا ہے..... میں تمہاری بیوی کو وہ دکھ دینا نہیں چاہتی جو تمہاری شادی کا سن کر مجھے ہوا ہے۔" آمنہ کی بات سن کر وہ چپ رہ گیا۔

"کیا تم نے اپنی بیوی کو قبول نہیں کیا تھا نکاح کے بعد؟۔" اچانک اور بلا ارادہ ہی آمنہ کے منہ سے یہ سوال نکلا تو زیاد کے اعصاب جھنجھنا اٹھے۔

"کیا اس سے ہمارے رشتے پر کوئی فرق پڑے گا؟۔" وہ بمشکل پوچھ پایا۔

"پتا نہیں..... میں بہت کنفیوز ہوں زیڈ!۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں بولی۔

"کیا تم اسے میری خاطر چھوڑ سکتے ہو؟۔" آمنہ کے سوال نے اسے سن کیا۔

"ہماری ایک الگ لائف ہے آمنہ! وہ اس فریم میں کہیں فٹ نہیں ہوتی۔"

"جہاں سے میں دیکھ رہی ہوں زیڈ! وہاں اس فریم میں وہی ہے بس..... ساتھ میں تم اور میرب..... شاید تم مجھے اس فریم میں زبردستی فٹ کرنے کی کوشش کررہے ہو۔" اس کی آواز آنسوؤں میں ڈوبی۔

"تم تب بھی تھیں جب حریم کا نام و نشان تک میری زندگی میں نہیں تھا آمنہ! میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

"محض میری خاطر کوئی بھی فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہو تم زیڈ! میرے ساتھ اس سچویشن میں تمہاری پوری فیملی انوالو ہے۔"

"میں تمہارے ساتھ دغا نہیں کرنا چاہتا آمنہ!۔"

"تو پھر تم حریم کو چھوڑ دو۔" وہ قدرے توقف کے بعد بے تاثر لہجے میں کہتی اٹھ کھڑی ہوئی تو زیاد نے خالی الذہن سی کیفیت میں اسے دیکھا۔

"میں تمہیں کسی اور کے ساتھ نہیں بانٹ سکتی زیڈ!۔" وہ اپنا فیصلہ سنا کر جا چکی تھی..... پیچھے بیٹھے زیاد کو کڑے امتحان میں ڈال کر..... یا شاید..... آسان حل دے کر

☆☆☆

"تمہاری کوئی بات ہوئی ہے مائرہ سے۔ مطلب کوئی لڑائی وغیرہ۔۔۔؟" ماں کی پرتشویش انداز میں کہی

جانے والی بات نے شاذل کو چونکایا۔
"نہیں۔۔۔کیوں۔۔۔؟"۔
"اتنے دن ہو گئے۔۔۔۔وہ مڑ کے آئی نہیں ادھر اور نہ ہی تم نے وہاں جانے کا کہا۔" ان کی تشویش بجا تھی۔۔۔اس بار جب سے وہ آیا اور مائرہ سے ملا تب سے ہی وہ اس کے ساتھ شادی کی ضد لگائے ہوئے تھا اور اب ایک دم سے دونوں اطراف خاموشی چھا گئی تھی۔
ایک ہفتے سے مائرہ بھی ادھر نہیں آئی تھی۔
"اس کی حرکتیں ہی ایسی ہیں کہ اسے اگنور کرنا ہی بنتا ہے۔" شاذل بددلی سے بولا۔
"بکومت۔۔۔۔" انہوں نے اسے جھاڑا۔
"پہلے تو دماغ کھالیا تھا تم نے مائرہ مائرہ کر کے۔۔۔۔اب ایسا کون سا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے تم پر کہ اس کا نام سننا بھی گوارا نہیں۔" رابعہ خفگی سے اسے دیکھنے لگیں۔
"یہ آپ اپنی بھانجی سے پوچھیں۔۔۔۔وہی اس شادی کے لیے راضی نہیں ہے تو مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں خوامخواہ کی زبردستی کرتا پھروں۔"
"بکومت۔۔۔۔" رابعہ نے اسے لتاڑا۔"
اب نہ کوئی تم سے پوچھے گا اور نہ ہی اس بے وقوف لڑکی سے۔۔۔۔میں اور تمہارے پاپا خود پروپوزل دے رہے ہیں تمہارا۔۔۔۔ادھر سے بھی مائرہ کے ماں باپ ہی فیصلہ کریں گے۔۔۔۔تم دونوں نے بھی ہاں کبھی ناں کا کھیل ہی بنا لیا ہے۔"
"یہ بے وقوفی مت کیجیے گا۔۔۔بہت مشکل بھانجی ہے آپ کی۔۔۔رشتہ تو شاید قبول کر لے۔۔۔۔لیکن عین نکاح کے وقت انکار کر دے گی۔" وہ انہیں ڈرا رہا تھا۔
"ارے جاؤ۔۔۔۔بڑے آئے تم نجومی بن کے امریکہ سے۔" وہ چڑ گئیں۔
"مجھے تھوڑا وقت دیں۔۔۔مما۔"
"بہت وقت دے دیا بھئی۔۔۔۔اب بس۔۔۔فوزیہ تو کہیں بھی اس کا رشتہ کرنے کو اتاولی ہو رہی ہے۔"
"سچ بتاؤں تو ابھی میرا دل نہیں ہے شادی کرنے کو۔" اس نے گہری سانس بھر کر سارا ملبہ خود پر ہی گرانے کی ٹھان لی۔
"پتا تھا مجھے۔۔۔۔تم صرف گوریاں ہی پٹا سکتے ہو۔۔۔۔" انہوں نے بیٹے کو گھورا تو وہ سر تھام کر بیٹھ گیا۔
"فضول کے اوہام مت پالو۔۔۔۔اپنے فیصلے پر جمے رہو۔۔۔۔مائرہ انکار نہیں کرے گی۔۔۔۔دیکھنا تم۔" انہوں نے اسے پچکارا تو شاذل کا دل چاہا اپنے بال نوچ لے۔
"ارے اس کے انکار کی کسے فکر ہے مما۔۔۔۔؟ میں تو خود تیار نہیں اس سے شادی پر۔" وہ چلایا۔
"تم تو رہنے ہی دو۔۔۔۔" انہوں نے گویا مکھی اڑاتے ہوئے اس کے اعتراض کو خارج کیا۔
"آپ لوگوں سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔۔۔۔بیٹا چاہے پاکستانی ہو یا امریکہ سے آیا ہو۔۔۔۔فیصلے آپ نے اپنے ہی تھوپنے ہیں اس کے سر پہ۔"
وہ خفگی سے کہتا اٹھ کر چلا ہی گیا۔ رابعہ اس کے انکار اور آنا کانی کو کسی کھاتے میں نہ لاتے ہوئے فوراً بہن کو فون کر کے اس سے اس رشتے کے متعلق ڈسکس کرنے لگیں اور انہیں یہ جان کر خوشی ہوئی کہ دوسری طرف بھی مکمل ہاں ہی تھی۔
"بے وقوف نہ ہو تو۔۔۔۔لڑکی والے تیار بیٹھے ہیں شادی کے لیے اور اسے نخرے سوجھ رہے ہیں۔"

کافی لمبی گفتگو کے بعد مطمئن ہو کر فون کیا۔ اور پھر دونوں بہوؤں کو بلا کر انہیں بھی یہ خوش خبری سنائی وہ اب اس شادی میں ذرا بھی دیر نہیں کرنا چاہتی تھیں جس میں لڑکا لڑکی دونوں ہی کے کبھی بھی ارادہ بدلنے کے سو فیصد چانسز موجود تھے۔ گھر میں ایک خوش گوار سی ہلچل مچ گئی۔

☆☆☆

بے وقوفی مت کرو حریم! بمشکل زندگی کو سیدھے ٹریک پہ لائی تھیں تم۔۔ مائرہ سے بچا کر۔۔۔ اور اب تم اسے اس نیم کے حوالے کر دو گی؟۔" تجل نے فون پہ اسے جھاڑا تھا۔

"تو کیا کروں۔۔۔۔۔؟ اس کے قدموں میں گر جاؤں۔۔۔۔؟"

"اس لڑکی سے ملو۔۔۔۔ بات کرو خود۔۔۔ پڑھی لکھی ہو، انگریزی بولنا بھی مسئلہ نہیں ہے تمہارے لیے تو۔"

"بات زبان سمجھنے کی نہیں مدعا سمجھنے کی ہوتی ہے تجل! سامنے چاہے زبان والا ہو یا گونگا۔۔۔۔ کوئی مدعا نہ سمجھے تو آنکھ کان ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"تمہاری ساس نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔۔۔ تمہیں تو شور مچا دینا چاہیئے تھا اس لڑکی کو اپنے گھر میں دیکھ کر۔۔۔۔ زیاد کی ہمت کیسے ہوئی اسے اتنی دیدہ دلیری سے گھر لانے کی۔" تجل تو یوں بھی طبیعتاً دوسری نرمین بھی، دو ٹوک اور جو دل میں آئے وہی کرنے والی۔

"مسئلہ تو ہم جیسی لڑکیوں کو ہوتا ہے۔" فون بند ہوا تو حریم نے دبی آہ بھرتے ہوئے یاسیت سے سوچا "جو ساری عمر والدین کی عزت سنبھالتے سنبھالتے اپنے حقوق بھی تاراج دیتی ہیں۔۔۔۔ کبھی والدین کی عزت کے نام پہ ان کے جذبات کچل دیے جاتے ہیں تو کبھی تمام عمر اچھی بیٹی ہونے کا ثبوت دینے کی خاطر اپنے جذبات کا گلا گھونٹ کر قربانی کی گائے بننا پڑتا ہے۔"

اسے خیال آیا۔۔۔ کیسے زیاد نے گھر آ کر دونوں کی پسند کا حوالہ دے کر اباسے جذباتی فیصلہ کروالیا تھا۔

"اور اب۔۔۔۔" اس نے گہری سانس بھری۔

کیا مجھے اتنی آسانی سے ہار مان لینی چاہیے۔ پہلے تو صرف میرو تھی۔۔۔۔ اب تو اس کا اپنا بچہ بھی ہے ہمارے ساتھ۔ تو کیا وہ سب کچھ بھول کر اپنی پرانی زندگی میں لوٹ جائے گا؟ وہ یورپین لڑکی بھلا یہاں رہے گی بھی؟ وہ صرف زیاد کو لینے آئی ہے۔۔۔ بلکہ ہم سے چھیننے۔۔۔۔ حریم کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

☆☆☆

اجنبی نمبر سے آنے والی کال آمنہ نے کسل مندی سے اٹینڈ کی۔

"میں حریم بات کر رہی ہوں۔۔۔۔ زیاد کی وائف" اس کے نام سے تعارف نے آمنہ کو کرنٹ کھا کر اٹھنے پر مجبور کر دیا۔

"میں تم سے ملنا چاہتی ہوں آمنہ!"

"شیور۔۔۔۔ کہاں ملنا ہے، بتاؤ۔؟" وہ تو خود بھی حریم سے مل کر کسی نتیجے پر پہنچنا چاہتی تھی فوراً ہی مان گئی۔

"میں تمہارے ہوٹل آ سکتی ہوں۔۔۔۔ لیکن۔۔۔ میں چاہتی ہوں کہ زیاد کو اس ملاقات کا پتا نہ چلے۔"

"او کے۔۔۔۔ نہیں پتا چلے گا۔" آمنہ نے اسے یقین دلایا۔

اور اب۔۔۔۔۔۔ آمنہ نے اس بہت خوب صورت مگر حد درجہ نروس نیس کا شکار لڑکی کو گہری نظر سے دیکھا تو دل میں ٹیس سی اٹھی، وہ بہت اچھی طرح ڈریس اپ ہو کر آئی تھی۔

آمنہ نے ویٹر کو دو جوس لانے کا آرڈر دیا۔ وہ اسے سنبھلنے کا موقع دینا چاہتی تھی۔

"پاکستان بہت پیارا ملک ہے، میں یہاں پہلی بار آئی ہوں لیکن مجھے یہاں آ کر بہت اچھا لگ رہا ہے۔" آمنہ نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

"تو تم اب واپس نہیں جاؤ گی؟" حریم نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ شستہ انگریزی میں پوچھا تو اس کی مسکراہٹ کا پھیکا پن آمنہ کی نظر سے بچ نہ سکا۔

"میں نے ابھی کچھ بھی فیصلہ نہیں کیا۔" وہ حریم کو دیکھتے ہوئے صاف گوئی سے بولی۔

حریم گود میں رکھے شولڈر بیگ کے اسٹریپ کو مضطرب انداز میں مسلتے ہوئے ریسٹورنٹ میں نظریں دوڑانے لگی۔ آمنہ اس لڑکی کے سامنے عجیب سا محسوس کر رہی تھی جس کے شوہر کے ساتھ اس کا افیئر چل رہا تھا۔

ویٹران دونوں کے سامنے فریش جوس کے گلاس رکھ گیا۔

"تم زیاد کو کب سے جانتی ہو؟" حریم نے اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"میں اسے چار سال سے جانتی ہوں....." وہ بے اختیار مسکرائی۔ حریم کا دل کسی گہری کھائی میں ڈوبا۔

"اور میں صرف ڈیڑھ سال سے....."

"اور قسمت دیکھو..... تم اس کی بیوی ہو۔" آمنہ نے ہنس کر جیسے اپنا ہی مذاق اڑایا ہو یا شاید وہ خود کو حریم کے سامنے کمزور ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"مجھے زیاد نے تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا بنا کچھ چھپائے..... کیونکہ وہ ہر رشتے کو دل سے نبھانے کا عادی ہے۔" حریم نے اسے بتایا..... درحقیقت آمنہ اسے بے ضرر لگی تھی..... دنیا کی بھیڑ میں اپنی محبت تلاش کرنے نکلی ہوئی پیاری سی لڑکی۔

"ہوں....." آمنہ نے اسے بغور دیکھا۔ "تم سے تو زبردستی شادی کی تھی نا اس نے؟"

"ہاں....." حریم نے گہری سانس بھری۔

"تم کیا سوچتی ہو اس کے بارے میں؟"

"ہماری صورت حال کچھ اور ہے..... ڈراموں یا فلموں میں لڑکی کے اغوا نکاح اور پھر محبت ہو جانے والی کہانی نہیں ہے..... میرے پاس واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا..... سو مجھے اس کے ساتھ ہی زندگی گزارنا تھی۔" حریم نے گلاس کے کنارے پر انگلی پھیرتے ہوئے بتایا۔

"اور محبت.....؟" آمنہ نے غور سے دیکھا۔ حریم کے بلش کرتے چہرے نے اسے حیران کیا۔

"اب حالات بالکل بدل چکے ہیں..... میرے والدین اس شادی کو قبول کر چکے ہیں..... سو اب میرے پاس اس رشتے یا زیاد سے نفرت کا کوئی جواز نہیں رہا....."

"تم میرے متعلق کیا سوچتی ہو؟" آمنہ نے اس سے پوچھا تو حریم کا دل چاہا اسے بتائے کہ وہ اسے ایسی لگ رہی ہے جیسی کسی بھی عورت کو اپنا شوہر چرانے والی عورت لگ سکتی ہے۔

"میں ان حالات سے پریشان ہوں بہت اور بس۔" حریم سے کچھ کہا نہیں گیا۔ وہ زیاد کی ناراضی مول نہیں لینا چاہتی تھی۔ وہ آمنہ سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔

"مجھے پتا ہے، وہ تم سے شادی ضرور کرے گا....." حریم۔ ہمت کر کے بمشکل یہ جملہ بول سکی۔

"تم یہ مت سمجھو کہ میں تمہیں روکنے آئی ہوں....." آمنہ نے دیکھا، وہ میز پہ کہنیاں ٹکائے دونوں ہاتھوں کو باہم جوڑے ان کی کپکپاہٹ روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میں صرف تم سے یہ ریکویسٹ کرنے آئی ہوں کہ تم اس سے شادی کرنے کے لیے اس کے سامنے مجھے چھوڑنے کی شرط مت رکھنا۔" حریم کا گلا رندھنے لگا۔ آمنہ نے ٹشو کا ڈبہ اس کے سامنے کیا اسے اس لڑکی پر بے

تماشا ترس آ رہا تھا.... یا شاید خود پر اس سے زیادہ.....۔
"اگر تمہارے پاس زیاد مصطفیٰ ہے تو میرے پاس بھی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔"
حریم نے آنکھیں خشک کرتے ہوئے اسے بچوں کی طرح بتایا۔
"میں اسے چھوڑنے کے بارے میں سوچتی رہتی تھی کیونکہ اس نے مجھے دھوکے سے استعمال کیا۔۔ زبردستی مجھ سے شادی کی.....۔لیکن اب حالات کچھ اور ہیں.... تم بے شک اس سے شادی کر لو۔۔ لیکن اس سے مجھے چھوڑنے کا مت کہنا.....وہ خود سے مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا۔۔۔ لیکن تمہارے کہنے پہ مجبور ہو کر شاید.....۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر رونے لگی۔
آمنہ اس کی بات سن کر عجیب سے احساسات میں گھری۔
"تمہیں اتنا یقین کیسے ہے کہ وہ خود سے تمہیں کبھی نہیں چھوڑے گا؟۔"
"کیونکہ.....۔۔۔" حریم نے جو بات اسے بتائی اس نے آمنہ کو بھک سے اڑا دیا۔ وہ گنگ سی حریم کا چہرہ دیکھنے لگی۔

☆☆☆

رنگ ریز میرے!!
جدائی ہے اور مجھے جانا ہے دور بہت
آسمان کا رنگ ہو جائے مدھم
اس سے پہلے تو میری آنکھوں میں
ایسا اجلا رنگ بھر
کہ پھر کہیں اندھیرا دکھائی نہ دے
سن!! اے رنگ ریز میرے!

"حیان الشافع ....۔" بہت مخصوص انداز اور بلند آواز میں آمنہ نے اس کا نام پکارا تو ہوٹل کی لابی میں اپنی دھن میں آگے بڑھتا وہ چونک کر پورے کا پورا ہی پلٹ گیا۔
"تم سے ایک کام ہے.... کرو گے؟۔" آمنہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی اس کے پیچھے آ گئی تھی سو اب سانس پھولی ہوئی اور چہرہ تمتما رہا تھا۔ حیان نے عجیب سی کیفیت میں گھرتے ہوئے گھبرا کر نظر پھیری۔
"ہاں بولو.... میں تمہارے کام کرنے کے لیے ہی تو یہاں آیا ہوں۔" پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر رخ موڑے ہوئے وہ فورا رو ڈ ہوا لیکن آمنہ اتنی پریشانی اور ٹینشن میں تھی کہ مسکرا بھی نہ سکی۔
"بس آخری بار.... اس کے بعد شاید مجھے تمہاری مدد کی کبھی بھی ضرورت نہ پڑے۔" اس کی نیلی آنکھیں آنسوؤں سے جھلملا اٹھیں۔ اس کے لہجے کی اداسی نے حیان کو اس کی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کر دیا۔
"کہو..... کیا کام ہے؟۔"
اور جوابا جو کام آمنہ نے اسے بتایا، اس نے حیان الشافع کا دماغ بھک سے اڑا دیا۔

☆☆☆

دونوں گھروں میں شادی کی تیاریاں ایسے شروع ہوئیں کہ جیسے جانے کتنے سالوں کی طے شدہ منگنی کو شادی کا روپ دیا جانے والا ہو۔
"دماغ خراب ہو گیا ہے سب کا۔" شاذل کبھی خوش ہوتا اور کبھی جھنجھلا جاتا۔
مائرہ کا جو روپ وہ دیکھ چکا تھا۔ اس کے بعد درحقیقت وہ سوچ میں پڑ گیا تھا کہ اتنی شدت پسند لڑکی کو اپنی

زندگی میں شامل کرے بھی یا نہیں...

اس میں کوئی دو رائے نہیں تھیں کہ وہ اسے پسند کرنے لگا تھا لیکن ذہنی والے معاملے کو لے کر مائرہ کی طبیعت کا جو رخ اس کے سامنے آیا تھا، اس نے شاذل کو دنگ کر دیا۔ وہ ان دنوں بہت جھنجلائی ہوئی سی کیفیت میں تھا.... لیکن آج گھر آیا تو خالہ کے ساتھ مائرہ کو دیکھ کر احساسات سبک ہونے لگے.... آج کئی دنوں کے بعد اس کو دیکھا تھا تو بہت فریش اور بدلی بدلی سی لگی۔

وہ تھوڑی دیر کی خوش گوار سلام دعا کے بعد معذرت کرتے ہوئے فریش ہونے کے لیے اٹھ گیا۔

"مجھے کچھ بات کرنی ہے شاذل سے۔" اس کے جانے کے بعد مائرہ نے کھڑے ہوتے ہوئے دونوں خواتین کو آگاہ کیا۔

"لڑائی مت کرنا بس.... بات جو مرضی کرو اجازت ہے۔" رابی خالہ نے ہنس کر کہا تو وہ مسکراتی ہوئی شاذل کے کمرے کی طرف چلی آئی۔

دروازہ پر دستک دیتے ہوئے وہ ہلکی سی نروس نیس کا شکار ہوگئی۔

"پتا نہیں اس کا موڈ....۔"

"یس...۔" شاذل کی مصروف سی آواز سن کر وہ احتیاط سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

"تم.....۔" وہ گہری سانس بھرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ جو سارا سلسلہ شروع ہوا ہے، میں اس پر تم سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"تمہیں یقیناً اعتراض ہوگا اس پر؟" شاذل نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم پچھلی بار مجھ سے ناراض تھے.... اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، تم اس شادی کے لیے راضی بھی نہیں تھے.....۔" وہ الگ ہی بات کر رہی تھی۔ "میں تم سے اس لیے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ تم زیادہ میں انٹرسٹڈ تھیں۔" وہ انتہا درجے کا صاف گو تھا۔

"وہ شاید ایک بدلے کی کیفیت تھی شاذل! جس نے مجھ سے بہت کچھ غلط بھی کروا دیا شاید....۔" اس کی زبان لڑکھڑائی۔ شاذل چونکا۔ اسے امید نہیں تھی کہ وہ یہ سارے اعترافات اس کے سامنے کرنے کی جرات کرے گی۔ لیکن اس نے مائرہ کو ٹوکا نہیں۔

"جب آپ کو زندگی میں کچھ بھی دکھائی نہ دیتا ہو تب آپ کو ہر غلط فیصلہ صحیح لگتا ہے.... اسی یقین میں آپ غلط کام بھی نارمل طریقے سے کرتے چلے جاتے ہیں..... بس وہی ابنارمل ذہنی کیفیت میری بھی تھی..... میں تمہیں کبھی بتا نہ سکوں شاید.... لیکن میں خود جانتی ہوں کہ میں ایک غلط سوچ کا شکار ہو کر سب کے ساتھ بہت کچھ غلط کر چکی ہوں.... لیکن پھر تم آ گئے.....۔" وہ کہتے ہوئے رکی تو شاذل کے ہونٹوں پہ بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"شاید تم یقین نہ کرو.... لیکن.... میں دل سے راضی ہوگئی تھی اس رشتے کے لیے.... مگر پھر تم بدل گئے...۔" وہ اداس ہوئی تو شاذل دو قدم بڑھ کر اس کے سامنے آ گیا۔

"میں اس لیے بدلا کیونکہ مجھے وہ خالص سی مائرہ چاہیے تھی..... نرم دل.... سب سے محبت کرنے والی نا کہ سب سے بدلے لینے والی کوئی پھولن دیوی۔"

مائرہ نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"زندگی کے اتار چڑھاؤ میں خود کو بیلنس رکھنا ہی اصل کامیابی ہے مائرہ! اگر کچھ نہ ملے تو اسے خراب یا برباد کرنے کا سوچنا بے وقوفی کے سوا اور کچھ نہیں۔"

"ہاں..... میری سمجھ میں آ گیا تھا..... جب تم مجھ سے دور ہوئے-" وہ بے اختیار کہتے ہوئے گھبرا کر اسے دیکھنے لگی-

"وہ میری بے وقوفی تھی اور بس..... ورنہ میں نے کبھی بھی زیاد سے محبت نہیں کی....-" مائرہ نے جلدی سے کہا تو وہ پرشوق نظروں کو خود پر ٹکے پایا-

"سب کی چھوڑو..... صرف اپنی اور میری بات کرو--" وہ مسکرا رہا تھا، مائرہ گڑبڑائی-

"تمہاری بات تو طے ہو گئی ہے نا..... میں تو بس تمہاری ناراضی دور کرنے آئی تھی-"

"اچھا--" وہ لطف لینے والے انداز میں ہنسا- "تو کرو نا ناراضی دور.....-"

اس کے بدلے بدلے سے انداز دیکھ کر مائرہ کا دل ہلکا پھلکا ہو گیا-

"مجھے لگ رہا ہے کہ تمہاری ناراضی بھی دور ہو چکی ہے اور اب مجھے یہاں سے جانا چاہیے-" مائرہ کے ہونٹوں پر پیاری سی مسکراہٹ پھیل گئی-

"ارے..... اتنی مشکل سے تو مانی ہو..... ذرا تھوڑا لمبا سا اظہار محبت تو کرو--- میرا تین بار کا ٹوٹا ہوا دل ابھی ٹھیک سے جڑا نہیں-" وہ مسکراہٹ دبا کر بولا تو اس کی بات سمجھ کر مائرہ نے مصنوعی غصے سے اسے گھورا "تم بھی اپنی گزشتہ تین شادیوں کا قصہ مجھے بھولنے دو گے یا نہیں۔"

"وعدہ..... چوتھی اور آخری شادی ہوتے ہی مجھے پورا یقین ہے کہ تم خود کو ہی نہیں مجھے بھی سب کچھ بھلا دو گی-" وہ بدلے ہوئے لہجے میں کہتا اس کی طرف جھکا تو وہ اس کی شرارت سمجھ کر ہنستے ہوئے دروازے کی طرف مڑی-

"اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم دل سے اس شادی کے لیے راضی ہو..... مجھے شک تھا، کہیں تمہارے ساتھ زبردستی نہ کر رہی ہوں رانی خالہ-"

"تمہاری تو ایسی کی تیسی---" وہ اس کے پیچھے لپکا تو ان کے قہقہے دور تک گونجے تھے-

☆☆☆

وہ واش روم سے باہر نکلی تو ایک دم سے چکر سا آ گیا--- آئینے کے سامنے کھڑا زیاد بے اختیار ہاتھ میں تھاما برش رکھ کر اس کی طرف لپکا اور اسے پھرتی سے سنبھال لیا-

"تم ٹھیک تو ہو؟-" اسے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے وہ تشویش سے اس کی زرد پڑتی رنگت دیکھ رہا تھا-

"ہاں..... بس یونہی چکر سا آ گیا تھا-"

"خوراک ٹھیک کرو اپنی..... کمزوری تو ہو---" وہ کہے بغیر نہ رہ سکا- "رات بھی تم نے کھانا گول کر دیا تھا-"

"بھوک نہیں لگ رہی تھی---" اس کی توجہ آنکھیں نم کرنے لگی تھی، حریم نے صریحاً اس کی طرف نہیں دیکھا-

"میڈیسن لے رہی ہو---؟-" وہ اس کے بالکل قریب بیٹھا تھا- اس کے ملبوس سے اٹھتی خوشبو حریم کے حواس پر طاری ہونے لگی-

"ہمم..... ہاں..... شاید---" وہ بڑبڑائی-

"تم ٹھیک ہو حریم.....؟-" وہ متفکر ہوا اور بس حریم کے ضبط کی حد یہیں تک تھی اس کے شانے میں چہرہ چھپا کر وہ بے اختیار رو پڑی-

"مجھے یوں بیچ راہ میں تنہا مت چھوڑو زیاد! یہ وہ راستہ ہے جہاں تم مجھے زبردستی لائے تھے..... یاد ہے نا

تمہیں....؟اور اب جب حالات ٹھیک ہو گئے ہیں تو تم مجھے پھر سے ایک اور امتحان میں ڈال رہے ہو.... میرب کو تم تنہا نہیں پال سکتے تھے ...... اس کی خاطر تم نے ہر غلط کو صحیح مان کر جو چاہا، وہ کیا.... اور اپنے بچے کے لیے اتنی سی بھی ہمدردی نہیں ہے تمہارے دل میں .... اسے میں تنہا کیسے پالوں گی؟-"

اتنے حق سے وہ پہلی بار زیاد کے قریب آئی تھی، اس کی باتوں نے زیاد کے دل کی دنیا کو زیروزبر کر دیا۔

آمنہ اس لڑکی کو چھوڑنے کا کہہ رہی تھی جو اس کے بچے کو جنم دینے والی تھی.... اور آمنہ کون تھی....؟اس کی پہلی محبت......

تو پھر حریم کیا تھی؟

ذہن میں ابھرتی اس سوچ کے ساتھ ہی بے اختیار اس کے بازو اٹھے اور حریم کو اپنے حصار میں لے لیا....

زیاد کو اس پل احساس ہوا کہ ڈیڑھ سال کے اس عرصے میں نجانے کب وہ ایک ہی راہ کے مسافر ہو گئے تھے.... شاید ان دونوں کا دکھ ایک تھا اس لیے.... حریم دم سادھے اس کی بے اختیاری محسوس کر رہی تھی.... اس کا دل سکون و طمانیت سے بھرنے لگا۔ زیاد کو ادراک ہوا کہ زندگی ان چاہے فیصلے کرانے کی طاقت بھی رکھتی ہے۔

☆☆☆

حیان اسے زیاد کے پاس ریسٹورنٹ میں چھوڑ کر خود گاڑی میں جا بیٹھا ڈرائیور اس سے اجازت لے کر سگریٹ پینے کے لیے گاڑی سے کچھ فاصلے پر چلا گیا تھا۔

"زندگی بہت غیر یقینی حالات سے بھری ہوئی ہے زیاد! ہم سب کبھی نہ کبھی ان حالات کا شکار ہوتے چلے جاتے ہیں.... کبھی جان بوجھ کر اور کبھی انجانے میں"....

آمنہ خود کو بہت مضبوط بنا کر یہاں تک آ تو گئی تھی لیکن زیاد کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اسے لگا کہ وہ تمام عمر اس شخص سے دست برداری کا فیصلہ نہیں کر سکتی اسے رونا آنے لگا۔

"میں جانتی ہوں... اگر حالات اس قدر اچانک نہ بگڑتے تو.... ہم دونوں وہیں ہوتے.... جہاں ہم ایک تھے.... اور ایک دوسرے کے لیے تھے۔"

"میں تم سے چھپانا نہیں چاہتا آمنہ! میں نے حریم کو چاہے زبردستی اپنی زندگی میں شامل کیا ہو لیکن میں اسے ادھوری زندگی نہیں دینا چاہتا تھا... ہاں... میں نے اسے دل سے قبول کر لیا تھا.... لیکن پھر بھی میں تم سے کیے اپنے تمام وعدے نبھانا چاہتا ہوں.... میں تمہیں تنہا دنیا کی بھیڑ میں چھوڑنا نہیں چاہتا۔" وہ جذباتی ہوا۔

"لیکن ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ میں حریم کو نہیں چھوڑ سکتا.... تمہاری خاطر بھی نہیں.... وہ پریگنینٹ ہے... اور میں اپنے بچے کو جیتے جی یتیمی کا دکھ نہیں دے سکتا۔" زیاد کے لیے یہ ایک مشکل صورت حال تھی لیکن وہ پوری سرخروئی سے اس معاملے سے نکلنا چاہتا تھا۔

"تو پھر لوٹ جاؤ اپنی زندگی میں زیدا۔" آمنہ نے آنسو پیتے ہوئے کہا۔ "کیونکہ میں ایک ٹکڑوں میں بٹا ہوا انسان نہیں چاہتی... مجھے مکمل زید مصطفیٰ چاہیے.... جواب شاید کبھی مجھے نہیں مل سکتا۔"

"آمنہ....!" زیاد نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔

"سچ کہہ رہی ہوں.... تمہاری بیوی.... تمہاری بیٹی.... اور آنے والا بچہ.... تمہاری ایک مکمل لائف ہے زید!! اسے برباد مت کرو.... مجھے اللہ نے اس آزمائش کے لیے چنا ہے تو اس مشکل وقت کو آسانی میں بدل کر اس سے نکالنے والا بھی وہی ہے ان شاء اللہ۔" آمنہ نے اپنے بے اختیار بہتے آنسوؤں کو چھپانے کی

کوشش نہیں کی تھی۔ زیاد گنگ سا اس کی ہمت دیکھ رہا تھا۔
"خوشی کی بات بتاؤں..... میرے بھائی..... ڈینئل سے رابطہ ہوا ہے عائشہ کا..... وہ مجھ سے ملنے ترکی آئے گا..... اور مجھے یقین ہے، حالات مزید بہتر ہوتے چلے جائیں گے۔"
وہ روتے میں مسکرائی تو دھوپ چھاؤں کا سا منظر بننے لگا۔ اس نے ٹشو سے اپنا چہرہ صاف کیا اور مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے زیاد کو دیکھا۔
"میں جانتی ہوں تم اپنے وعدے اور قول میں سچے ہو زیڈ! لیکن یہ زندگی اب وہ نہیں رہی..... تو ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم اللہ کے فیصلوں پر اعتراض کرتے ہوئے ان میں بگاڑ لائیں..... کچھ وقت لگے گا..... لیکن یقین رکھو میں بھی تمہارے جیسی مکمل زندگی گزاروں گی ان شاء اللہ۔"
"کیتھ.....۔" وہ تڑپا تو وہ رو دی۔
"کیتھ نہیں..... آمنہ کہو..... کیتھ سے آمنہ تک کا سفر طے کرنے میں پوری ایک زندگی گنوائی ہے میں نے۔"
"اتنا مشکل فیصلہ مت کرو آمنہ! ہم حالات کو ٹھیک کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔" زیاد نے اسے تسلی دی۔ "میں تمہیں یوں تنہا نہیں دیکھ سکتا۔"
"اچھا.....۔" وہ جان بوجھ کر ہنسی..... اور آنسو پونچھتے ہوئے شیشے کی دیوار سے پار پارکنگ لاٹ پر نظر ڈالتے ہوئے بولی۔
"حیان الشافع بھی یہی کہتا ہے.....۔" زیاد خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگا۔
"زندگی یہیں ختم نہیں ہوئی زیڈ! تم بس اپنی لائف اچھے سے گزارو..... شاید چند سالوں تک میں بھی اپنی فیملی کے ساتھ تم سے ملنے آؤں۔" وہ قصداً مسکرائی۔
"میں اور حیان ہوٹل سے چیک آؤٹ کر چکے ہیں..... یہاں سے سیدھے ایرپورٹ جائیں گے اور پھر ترکی.....۔"
"آمنہ.....۔" زیاد کے ہونٹ بے آواز ہلے۔
"مجھ پہ یقین کرو زیڈ! میرے دل سے تمہاری محبت کم نہیں ہوئی..... لیکن تمہاری شادی کی فوٹو میں، میں زبردستی گھسنا نہیں چاہتی..... حریم سے ملی ہوں میں..... بہت خوب صورت ہے..... معصوم اور بے گناہ بھی۔" وہ کہتے ہوئے کرسی کھسکا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
"تمام باتیں یہیں چھوڑ کر جانا بہت مشکل ہے زیڈ! لیکن زندگی میں آگے بڑھنے کے لیے انتہائی قدم اٹھانے ضروری ہوتے ہیں۔"
"یہ بات مجھ سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔" زیاد نے کھڑے ہوتے ہوئے گہری سانس فضا کے حوالے کی اس کا ذہن شدید پراگندہ ہو رہا تھا۔ وہ دونوں ایک ساتھ چلتے ہوئے باہر تک آئے۔
ریسٹورنٹ سے باہر نکل کر پارکنگ لاٹ سے کچھ دور وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے ہوئے..... حیان نے دور سے جلتی نظروں کے ساتھ یہ منظر دیکھا۔
آمنہ نے شاید آخری نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔
"میں تم سے ناراض ہو کر نہیں جا رہی..... یہ میرا اپنا فیصلہ ہے.....۔"
"ہم اکٹھے رہ سکتے ہیں آمنہ! خود کو امتحان میں نہ ڈالو..... اور مجھے بھی۔" زیاد نے دکھ سے کہا۔
"امتحان سے بچانا ہی تو چاہ رہی ہوں ہم دونوں کو..... مجھے یقین ہے کہ حریم جلد ہی تمہیں نارمل کر دے

گی۔" وہ قصداً مسکرائی پھر آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھاما۔
"مجھے یقین ہے، ہم دونوں بہت اچھے دوست رہیں گے....."
اس نے نظر بھر کر زیاد کو دیکھا تو آنکھیں بھر آئیں، وہ اس کے ہاتھ چھوڑتے ہوئے آنسو چھپا کر تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی زیاد نے اس کے پیچھے لپکتے اپنے قدموں کو بہت دقت سے روکا۔ یہ تھی جدائی کا پہلا قدم تھا..... شاید اسے بھی آمنہ کی طرح ثابت قدم رہنا چاہیے۔ وہ وہیں کھڑا گاڑی کو جاتے دیکھتا رہا..... لیکن اپنے سینے والی جگہ کا خالی پن اسے بہت اچھی طرح محسوس ہو رہا تھا۔

☆☆☆

تیز رفتار گاڑی میں وہ مسلسل ہاتھوں میں چہرہ چھپائے روئے چلی جا رہی تھی۔
حیان اس کی حالت کے پیش نظر ہی اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔
"بہادری سے فیصلے کرنے والے بزدلوں کی طرح رویا نہیں کرتے....." اس کا ہمدردی کا اپنا ہی انداز تھا۔
"تم ہی تو کہتی ہو..... کہ زندگی غیر یقینی ہے..... کہیں بھی کچھ بھی ظہور پذیر ہو سکتا ہے۔" وہ اس کی خاموشی سے ہارا نہیں تھا۔
"میں ٹوٹ گئی ہوں حیان!..... وہ اب بھی میرا طالب تھا..... لیکن میں بزدل بن گئی..... نہ اسے امتحان میں ڈالنے کی ہمت کر پائی نہ ہی خود کو۔" وہ بے دردی سے اپنے آنسو پونچھ کر صاف کر رہی تھی..... آنسوؤں کی شدت سے گلابی ہوتی نیلی آنکھیں اور تمتماتی رنگت..... حیان نے پہلی بار نگاہ بھر کر اسے دیکھا۔
"تم واقعی بہت بہادر ہو آمنہ! تم نے بہت سی زندگیوں کی خاطر اپنی خوشی کو قربان کیا ہے..... ایسے فیصلوں کے صلے بہت خوبصورت ہوا کرتے ہیں یقیناً۔"
"خوشی کیا..... میں تو اپنی زندگی اس شخص کے ساتھ چھوڑ آئی ہوں۔" تھک کر سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے ہوئے آمنہ نے یاسیت سے کہا اور بھیگی آنکھوں کو موند لیا۔
"فکر مت کرو..... ایک خوب صورت زندگی واپسی پر تمہاری منتظر بھی ہوگی..... میرے ساتھ..... ان شاء اللہ۔" حیان نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سوچتے ہوئے سیٹ سے ٹیک لگائی اور گاڑی سے باہر بھاگتی دوڑتی زندگی کو دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

☆☆☆

زندگی یونہی آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ کسی کے نہ ہونے یا بچھڑ جانے کا دکھ اپنی جگہ لیکن رک جانا موت ہوا کرتا ہے۔ آگے بڑھنا زندگی۔
اتوار کی چھٹی تھی..... زیاد کو میرب کے ساتھ لان میں فٹ بال کھیلتے اور بچوں کی طرح شور کرتے دیکھ کر حریم اور نزہت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ حریم اپنا بھاری ہوتا وجود لیے کرسی میں دھنسی دلچسپی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔
"کم آن....." وہ ہاتھ ہلا کر حریم کو بلا رہا تھا ہاتھ اٹھا کر انکار کرتے ہوئے نزہت کی طرف دیکھا تو وہ بھی طمانیت سے مسکرا دیں۔
وہ تھک کر پھولی سانسوں کے ساتھ تیسری کرسی پر آ بیٹھا۔ میرب ابھی بھی فٹ بال کو ادھر ادھر دوڑا رہی

تھی۔
"میں جوس لاتی ہوں سب کے لیے۔" نزہت کہتے ہوئے اٹھ گئیں۔

"طبیعت کیسی ہے اب؟" زیاد نے اسے نرم نگاہوں سے دیکھا۔
"ٹھیک ہے..... ابھی ڈاکٹر کی دی ہوئی تاریخ میں ایک ہفتہ باقی ہے۔" حریم نے اسے بے فکر کیا۔
"ان شاء اللہ سب ٹھیک ہی ہوگا۔" وہ مسکرایا۔
حریم چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔
"آمنہ کی کال آئی تھی..... وہ حیان سے شادی کر رہی ہے.....۔" حریم نے اسے بتایا تو زیاد کی مسکراہٹ گہری، حریم کا دل دکھی ہوا لیکن آمنہ نے سختی سے اسے پابند کیا تھا کہ وہ اس کی شادی کی خبر زیاد تک ضرور پہنچائے۔
"اسے پتا ہونا چاہئے کہ میں اس رشتے سے آگے بڑھ چکی ہوں حریم! وہ مکمل تمہارا ہو جائے گا۔" حریم نے اس کی پھیکی مسکراہٹ ویڈیو کال میں دیکھی اور اس لڑکی کی خوشیوں بھری زندگی کے لیے ڈھیروں دعائیں کی تھیں۔
"چلو..... بہت اچھی بات ہے..... اور خوشی کی بھی..... میری فکر اور پریشانی بھی ختم ہوئی۔" وہ سنبھل کر بولا تھا۔
"حیان الشافع اچھا انسان ہے۔"
"جناب کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟" حریم نے اسے چھیڑ کر ماحول پہ چھائی اداسی دور کرنے کی کوشش کی۔
"ارے..... مجھ جیسا شوہر تو ڈھونڈنے سے نہ ملے کسی لڑکی کو.....۔" وہ ہنسا۔
"واہ..... سارا کریڈٹ خود ہی لے گئے جناب..... ہماری تپسیا کسی کھاتے میں ہی نہیں۔"
حریم مسکرائی تو زیاد نے نظر بھر کر اسے دیکھا۔ بھرے بھرے جسم کے ساتھ ممتا کا الوہی روپ لیے اس کی نسل کو پروان چڑھاتی وہ کب اس کی زندگی میں اتنی اہمیت حاصل کر گئی تھی یہ زیاد کو اندازہ بھی نہیں ہوا تھا..... اس نے حریم کا ہاتھ تھام کر بے اختیار ہونٹوں سے چھوا، حریم نے جھینپ کر اپنا ہاتھ کھینچا زیاد پرسکون سا کرسی میں نیم دراز ہوا۔
وہ..... جس کے ہاتھ میں سب کے دکھ سکھ..... خوشیوں اور غموں کا اختیار ہے..... اسے پتا ہے کب کہاں، کس کی زندگی میں کون سے رنگ بھرنے ہیں..... اور وہی بہترین اور کامل ہے بے شک۔ زیاد نے نیلے آسمان کی طرف دیکھا تو کسی کی مسکراتی آنکھوں کا عکس اس نیلے رنگ میں دکھائی دیا..... ایک خوب صورت یاد..... اسی وقت میرب تتلی کے پیچھے دوڑتی ہوئی آکر زیاد سے ٹکرائی تو چھن سے اس کے تمام خیالات بکھرے..... وہ اٹھ کر میرب کے ساتھ تتلی کے تعاقب میں نکل گیا..... حریم کے لبوں پر پرسکون سی مسکراہٹ پھیل گئی۔
زندگی بے شک..... آگے بڑھتے رہنے کا نام ہے۔